جلد اوّل

فضائلِ اعمال

حکایاتِ صحابہؓ — فضائلِ نماز

فضائلِ تبلیغ — فضائلِ ذکر

فضائلِ قرآن مجید — فضائلِ رمضان

مسائل کی وضاحت بہشتی زیور سے — فضائلِ درود

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا سنبھلی کاندھلوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فضائل اعمال

جلد اول

شیخ الحدیث

حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ

① حکایاتِ صحابہ رضی اللہ عنہم	② فضائل نماز
③ فضائل تبلیغ	④ فضائل ذکر
⑤ فضائل قرآن مجید	⑥ فضائل رمضان شریف
⑦ مسلمانوں کی موجودہ پستی کا واحد علاج	⑧ فضائل درود شریف

پہلا ایڈیشن

ماہ ربیع الاول ۱۴۳۳ھ مطابق ماہ فروری ۲۰۱۲ء

Compiler	مرتب
AHEM Charitable Trust	اہم چیریٹیبل ٹرسٹ

Contact : Idara-e-**DEENIYAT**, Opp. Maharashtra College, Bellasis Road, Mumbai Central, Mumbai - 4000 08

Tel. : 022 - 23051111 • Fax : 022 - 23051144

Website : www.deeniyat.com • E-mail : info@deeniyat.com

عرض ناشر

فضائل اعمال ایک مقبول ترین کتاب ہے، اس کی اہمیت وافادیت ہر ایک کے درمیان مسلم ہے، اس کتاب کے ذریعے بے شمار لوگوں کی اصلاح ہوئی ہے اور ان کی دینی وایمانی زندگی میں انقلاب پیدا ہوا ہے اور اس کی افادیت مسلسل وسیع سے وسیع تر ہوتی جارہی ہے۔ ادارۂ دینیات، ممبئی کی یہ بڑی خوش قسمتی ہے کہ اس کو اکابر امت کے مشوروں سے ایسی اہم ترین کتاب کو کمپیوٹر کتابت سے آراستہ کر کے امت کے سامنے پیش کرنے کی سعادت میسر ہوئی۔ اس نسخے میں مندرجہ ذیل امور کو خاص طور پر ملحوظ رکھا گیا ہے:

(۱) مروجہ نسخوں سے ملایا گیا؛ خاص طور پر مظاہر علوم (جدید) سہارنپور کے امین عام مولانا شاہد صاحب کے پاس موجود قدیم نسخے سے از اول تا آخر مراجعت کی گئی ہے۔

(۲) الف: مشکل الفاظ کی تسہیل حاشیے میں کی گئی ہے، لفظی ترجمے کے بجائے سیاق وسباق کی مناسبت سے معنی کا انتخاب کیا گیا ہے۔

ب: تمام ''فارسی اشعار'' کا اُردو میں ترجمہ حاشیہ میں کر دیا گیا ہے۔

ج: عربی عبارات کے ترجمے حسب ضرورت حاشیے میں دے دیے گئے ہیں۔

(۳) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وتابعین رحمہم اللہ کے ناموں اور مشکل الفاظ واسماء پر حرکات لگائے گئے ہیں۔

(۴) احادیث پر بالاستیعاب اعراب لگائے گئے ہیں۔

(۵) مآخذ سے رجوع کر کے احادیث کی کتابتی غلطیوں کی اصلاح کی گئی ہے۔

(۶) ''ص'' کو پورا ''ﷺ'' اور ''رض'' کو پورا ''رضی اللہ عنہ'' لکھا گیا ہے۔

(۷) ''آیات قرآنیہ'' کو قرآن ہی کے رسم الخط میں رکھا گیا ہے۔ نیز ''سورۃ'' اور ''آیت نمبر'' بھی دے دیا گیا ہے۔

(۸) ''حدیثوں'' کے ترجمے عربی عبارت کے سامنے رکھے گئے ہیں، حدیث کے تشریح وفوائد نئے پیراگراف سے شروع کیے گئے ہیں اور پڑھنے والوں کی آسانی کے لیے قرآن وحدیث کی عربی عبارت کو دو سطروں کے بیچ میں رکھا گیا ہے۔

(۹) حتی الامکان رموز اوقاف واملا کی رعایت کی گئی ہے۔

(۱۰) تمام کتب فضائل کی فہرست کتاب کے ابتدا میں یکجا کر دی گئی ہے۔

(۱۱) سہولت کے خاطر ہر کتاب کو ممتاز کرنے کے لیے ٹیگ کا اضافہ کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کوشش کو شرف قبولیت بخشے اور دنیا وآخرت میں کامیابی وکامرانی کا ذریعہ بنائے۔ (آمین)

مقدمہ فضائل اعمال

از: شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

کسے خبر تھی کہ چودھویں صدی میں قصبہ کاندھلہ ضلع مظفر نگر کے صدیقی شیوخ کی چند عظیم الشان ہستیوں میں سے حق تعالیٰ شانہ اپنے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے لائے ہوئے دین کے اِحیاء کا کام اس طرح لیں گے کہ عرب وعجم سیراب ہوگا، جس کا آغاز تو مفتی الٰہی بخش کاندھلویؒ ہی سے ہوگیا تھا، مگر جوں جوں وقت گذرتا گیا آفتابِ ہدایت کی شعاعیں بلند ہی ہوتی گئیں، یہاں تک کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور آپ کے برادرِ محترم مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ اور ان کے صاحبزادے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ کو حق تعالیٰ شانہ نے مشائخ عظام کی صف میں لاکر کھڑا کردیا اور ایک عظیم الشان دین کی خدمت کے لیے قبول فرمالیا۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کو قدرت نے ایک عظیم اہم کام کے لیے منتخب فرمایا جسے تبلیغ ودعوت کی تحریک سے یاد کیا جاتا ہے، اس کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ آپ امت کی اصلاح کے لیے نہایت مضطرب اور بے چین تھے ہر وقت یہی فکر دامن گیر تھی، ساری ساری رات روتے اور کراہتے گزر جاتی تھی، بقول مولانا ابوالحسن علی ندویؒ۔[1]

بعض اوقات ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپتے، آہیں بھرتے اور فرماتے، میرے اللہ! میں کیا کروں کچھ ہوتا نہیں، کبھی کبھی دین کے اس درد اور اس فکر میں بستر پر کروٹیں بدلتے اور بے چینی بڑھتی تو اُٹھ اُٹھ کر ٹہلنے لگتے، ایک رات والدۂ مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے پوچھا کہ آخر کیا بات ہے کہ نیند نہیں آتی، فرمایا کیا بتلاؤں اگر تم کو وہ بات معلوم ہوجائے تو جاگنے والا ایک نہ رہے دو ہوجائیں، بعض اوقات دیکھنے والوں کو ترس آتا اور تسکین دیتے، بعض مرتبہ اس جوش کے ساتھ گفتگو کرتے کہ معلوم ہوتا سینہ میں تنور گرم ہے، حمیتِ اسلامی اور جذبات کا ایک طوفان برپا ہے، زبان ساتھ نہیں دیتی اور الفاظ مساعدت نہیں کرتے، بعض مرتبہ پورا دردِ دل کہنے کے بعد غالب کے مشہور شعر کو بڑی لطیف ترمیم کے ساتھ پڑھتے۔

بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا —— کچھ تو سمجھے خدا کرے کوئی

یہاں تک کہ آپ شوال ۱۳۴۴ھ میں دوسرے حج کے لیے اپنے شیخ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارن پوریؒ کے ہمراہ روانہ ہوگئے، مولانا کی دینی دعوت میں ہے اور "مدینہ طیبہ کا زمانہ جب ختم ہوا اور رفقاء چلنے کے لیے تیار ہوئے تو انھوں نے مولانا کو عجیب بے چینی واضطراب میں پایا، آپ کسی طرح مدینہ منورہ سے جدا ہونے کے لیے راضی نہ تھے، کچھ دن توقف کے بعد رفقاء نے مولانا خلیل احمد صاحبؒ سے پھر ذکر کیا آپ

---

① حضرت مولانا محمد الیاسؒ اور ان کی دعوت۔

نے مولانا کی حالت دیکھ کر فرمایا کہ تم ان سے چلنے کے لیے اصرار نہ کرو، ان پر ایک حالت طاری ہے یا تو تم اتنا انتظار کرو کہ یہ از خود تمہارے ساتھ چلے جائیں یا تم خود چلے جاؤ یہ بعد میں آجائیں گے چنانچہ رفقاء ٹھہر گئے۔

مولانا[1] فرماتے تھے کہ مدینہ طیبہ کے اس قیام کے دوران میں مجھے اس کام (تبلیغ) کے لیے امر ہوا اور ارشاد ہوا کہ ہم تم سے کام لیں گے، کچھ دن میرے اس بے چینی میں گزرے کہ میں ناتواں کیا کر سکوں گا؟ کسی عارف سے ذکر کیا تو انھوں نے فرمایا کہ پریشانی کی کیا بات ہے؟ یہ تو نہیں کہا گیا کہ تم کام کرو گے، یہ کہا گیا ہے کہ ہم تم سے کام لیں گے، بس کام لینے والے کام لے لیں گے''۔

اس سے بڑی تسکین ہوئی اور آپ نے مدینہ منورہ سے مراجعت فرمائی، پانچ مہینے حرمین میں قیام رہا اور تیرہ ربیع الثانی ۱۳۴۵ھ کو کاندھلہ واپسی ہوئی دراصل[1] مولانا کے دل میں اس سفرِ حج میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات ڈالی کہ ساری دنیا غفلت، جہالت اور دین سے بے طلبی کے ایک حصار میں گھری ہوئی ہے جس کی وجہ سے دین پر چلنا تقریباً ناممکن ہو گیا ہے، جب تک لوگوں کو ان کے اس ماحول اور مشاغل سے نکالا نہ جائے گا اور اہل اللہ اور بزرگانِ دین کی مجالس میں پھرایا نہ جائے گا اور اس نقل وحرکت میں دین کے بنیادی عقائد اور فرائض اور دین کی عمومی تعلیم کا عادی نہ بنایا جائے گا، دین کی طلب پیدا نہیں ہو سکتی، اس لیے مولانا نے لوگوں کو اپنے مشاغل سے نکلنے، گھروں کو چھوڑنے اور اپنے اخراجاتِ سفر خود برداشت کرنے اور اس راہ کی جہد ومشقت برداشت کرنے اور دین کے سیکھنے اور سکھانے اور جماعتیں بنا بنا کر قرنِ اول کی طرح ملکوں ملکوں پھرنے کی دعوت دینی شروع کر دی، میوات سے اپنے پاس بستی حضرت نظام الدین دہلی میں آنا اور یہاں سے میوات اور یوپی کو جماعتیں بنا کر روانہ کرنا شروع کیا، چنانچہ پہلی جماعت اپنے وطن کاندھلہ کو روانہ فرمائی۔

مولانا جس کام کو شروع فرماتے تھے اپنی تمام قوتوں کو اس پر صَرف فرما دیتے تھے، دینی دعوت میں حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ فرماتے ہیں: ''مولانا کی زندگی کا اصلی جوہر جس نے ان کو خدمتِ دین کے اس بلند مقام تک پہونچایا تھا ان کی بلند ہمتی ہے، خدمتِ دین اور اصلاحِ مسلمین کی کسی ابتدائی منزل پر مولانا کی بے قرار طبیعت نے قرار نہ پایا جب تک اس کو اصلی منزل نہ مل گئی اس نے کہیں دم نہ لیا اور کہیں آرام نہیں کیا''۔

جماعتوں کی نقل وحرکت میں ایسی کتابوں کی ضرورت پیش آئی جس میں ملت کے تمام طبقات مل جل کر صحیح دینی زندگی کی ایک ساخت پر ذہن بنا سکیں اور آپس میں کسی اختلاف یا افتراق کا شائبہ تک نہ آسکے، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ سے ''فضائل اعمال'' کی کتابیں لکھوائی گئیں؛ چنانچہ حکایاتِ صحابہ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ کے ارشاد پر: ''فضائل قرآن مجید'' حضرت حافظ محمد یٰسین صاحب نگینویؒ کے ارشاد پر: ''فضائل نماز، فضائل ذکر، فضائل تبلیغ، فضائل رمضان'' حضرت مولانا الیاسؒ کے ارشاد پر اور ''فضائل صدقات وفضائل حج'' وغیرہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی درخواست پر لکھی گئیں اور مسلمانوں کی موجودہ پستی کا واحد علاج'' مولانا احتشام الحسن صاحب خلیفہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ

---

(1) حضرت مولانا محمد الیاسؒ اور ان کی دعوت۔

نے اپنے شیخ و مرشد کی تعمیلِ حکم میں تصنیف فرمائی۔ یہ سب کتابیں جماعتوں کی تعلیم میں بے حد مفید ثابت ہوئیں، عرب و عجم میں ان کے فوائد و برکات نمایاں طور پر ظاہر ہوئے اور عربی، انگریزی اور مختلف زبانوں میں ان کے ترجمے شائع ہوئے۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اپنے ایک گرامی نامہ میں حضرت شیخؒ کے نام لکھتے ہیں: ''میرے عزیز! اس میں شک نہیں کہ آپ کی ہر طرح کی ہمت اور ہر طرح کی شرکت اس (تبلیغ) کے فروغ کا سبب ہے، اللہ جلّ شانہٗ نے یہ جیسی تبلیغ کی نہایت فائدہ بخش اور اصولِ اسلام کو حاوی، نہایت سہل اور نہایت عظیم صورت، اس ناچیز کو عطا فرمائی ہے، یہ ناچیز اس نعمتِ عظیمہ جلیلہ کی قدردانی اور شکر گذاری اور تواضع میں اپنے نفس کو بہت ہی کمزور پا کر اس نعمت کے کفرانِ نعمت سے بہت خائف ہے، نیز تمہاری اس ہمت کا اظہار بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ بندۂ ناچیز کو اس تبلیغ کے (چھ نمبر اور دیگر ضروری اجزاء کو) اصول قرار دینے میں آپ کی صحبت کو بہت زیادہ دخل ہے، حق تعالیٰ شانہٗ مجھے اس کے شکر کی توفیق بخشیں، اللہ کو منظور ہوا اور جیسے کہ آثار ہیں یہ تبلیغ فروغ پکڑے گی، ان شاء اللہ تمہاری تصانیف اور فیوض ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ عرب و عجم کو سیراب کریں گی۔ اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر دیں، میری اس میں دعا سے ضرور ہی مدد کیجیو اور میں بھی دعا کرتا ہوں''۔

[حضرت مولانا محمد الیاسؒ اور ان کی دعوت]

یہ فضائل کی کتابیں جماعتوں کی نقل و حرکت میں اجتماعی تعلیم و تدریس کے لیے نہایت ضروری قرار دی گئیں اور صرف انھیں کتابوں کی تعلیم مفید سمجھی گئی۔

ان کے علاوہ دوسری مستند علماء کی تصانیف کو انفرادی مطالعہ کے لیے نافع سمجھا گیا مسائل کی تعلیم کو بھی ضروری سمجھا گیا؛ مگر انفرادی مطالعہ میں۔

فضائل کا درجہ مسائل سے قبل

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اپنے ایک ملفوظ میں فرماتے ہیں: ''فضائل کا درجہ مسائل سے پہلے ہے، فضائل سے اعمال کے اجر پر یقین پیدا ہوتا ہے جو ایمان کا مقام ہے اور اس سے آدمی عمل کے لیے آمادہ ہوتا ہے، مسائل معلوم کرنے کا احساس تو تب ہی ہوگا جب وہ عمل پر تیار ہوگا اس لیے ہمارے نزدیک فضائل کی اہمیت زیادہ ہے''۔ [ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاسؒ]

کتب فضائل کے ماخذ

کتاب کے آخر میں کتب فضائل کے ماخذ کی تفصیل لکھی گئی ہے، جس سے اندازہ ہوگا کہ حضرت شیخؒ نے کتنی اہم کتب سے اور کتنی محنت اور توجہ سے کتب احادیث سے فضائلِ اعمال کو ترتیب دیا ہے، واضح ہو کہ وہ کتابیں اس میں شامل نہیں ہیں جن کا کسی حدیث پر کلام کرتے ہوئے حوالہ دیا ہے۔

[کتب فضائل پر اشکالات اور اس کے جوابات از مولانا محمد شاہد سہارنپوری]

کتب فضائل کے ماخذ

نمبر شمار	تصنیف	مصنف
۱	بخاری شریف	ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیمؒ۔ متوفی ۲۵۶ھ
۲	فتح الباری	ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانیؒ۔ متوفی ۸۵۲ھ
۳	اُسد الغابہ	علامہ ابن اثیر جزریؒ۔ متوفی ۶۳۰ھ
۴	درمنثور	علامہ جلال الدین سیوطیؒ۔ متوفی ۹۱۱ھ
۵	خصائص کبریٰ	علامہ سیوطیؒ۔ متوفی ۹۱۱ھ
۶	تاریخ خمیس	شیخ حسین محمد ابن الحسنؒ۔ متوفی ۹۶۶ھ
۷	بیان القرآن	حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ۔ متوفی ۱۳۶۲ھ
۸	جمع الفوائد	محمد بن محمد بن سلیمانؒ۔ متوفی ۱۰۹۴ھ
۹	تاریخ الخلفاء	علامہ جلال الدین بن عبدالرحمٰن سیوطیؒ۔ متوفی ۹۱۱ھ
۱۰	شہر مشاہیر اسلام	رفیق بک العظمؒ
۱۱	مشکوٰۃ شریف	ابوعبداللہ ولی الدین محمد بن عبداللہ العمریؒ۔ متوفی ۷۳۷ھ
۱۲	احیاء العلوم	حجۃ الاسلام امام غزالیؒ۔ متوفی ۵۰۵ھ
۱۳	مسلم شریف	ابوالحسین مسلم بن الحجاج القشیریؒ۔ متوفی ۲۶۱ھ
۱۴	قیام اللیل	ابونصر محمد بن احمد بن علی مروزیؒ۔ متوفی ۴۸۴ھ
۱۵	ترمذی	ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذیؒ۔ متوفی ۲۷۹ھ
۱۶	شمائل ترمذی	ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذیؒ۔ متوفی ۲۷۹ھ
۱۷	تذکرۃ الحفاظ	شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان ذہبیؒ۔ متوفی ۷۴۸ھ
۱۸	بذل المجہود	حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب مہاجر مدنیؒ۔ متوفی ۱۳۴۶ھ
۱۹	شفا	قاضی ابوالفضل عیاض بن موسیٰ الیحصبیؒ۔ متوفی ۵۴۴ھ
۲۰	ابوداؤد شریف	ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانیؒ۔ متوفی ۲۷۵ھ
۲۱	مؤطا امام مالک	ابوعبداللہ مالک بن انس بن مالکؒ۔ متوفی ۱۷۹ھ
۲۲	کتاب الاموال	امام ابوعبید القاسم بن سلامؒ۔

۲۳	اقامۃ الحجۃ	حضرت مولانا عبدالحی صاحب لکھنویؒ۔
۲۴	بیہقی	ابوبکر احمد بن الحسین بن علی البیہقیؒ۔ متوفی ۴۵۸ھ
۲۵	درایہ	حافظ ابن حجرؒ۔
۲۶	اصابہ	حافظ ابن حجر العسقلانی الشافعیؒ۔ متوفی ۸۵۲ھ
۲۷	قرۃ العیون	شیخ ابواللیث سمرقندیؒ۔ متوفی ۶۰۶ھ
۲۸	تفسیر عزیزی	حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلویؒ۔ متوفی ۱۲۳۹ھ
۲۹	طبقات	محمد بن سعد کاتب الواقدیؒ۔ متوفی ۹۰۳ھ
۳۰	کتاب الامامۃ والسیاستہ	عبداللہ بن مسلم ابن قتیبہؒ۔ متوفی ۲۷۰ھ
۳۱	تلقیح فہوم اہل الاثر	جمال الدین عبدالرحمٰن بن الجوزیؒ۔ متوفی ۵۹۷ھ
۳۲	مسند احمد	ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبلؒ۔ متوفی ۲۴۱ھ
۳۳	مقدمہ اوجز المسالک	حضرت اقدس مولانا محمد زکریا صاحبؒ
۳۴	ابن ماجہ	ابوعبداللہ محمد بن یزید القزوینیؒ۔ متوفی ۲۷۳ھ
۳۵	سنن دارمی	ابومحمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن تمیمی دارمیؒ۔ متوفی ۲۵۵ھ
۳۶	استیعاب	حافظ ابن عبدالبر مالکیؒ۔ متوفی ۴۶۳ھ
۳۷	طبرانی	ابوالقاسم سلیمان بن احمد بن ایوبؒ۔ متوفی ۳۶۰ھ
۳۸	نسائی	ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب ابن علیؒ۔ متوفی ۳۰۳ھ
۳۹	الترغیب والترہیب	ابومحمد عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذریؒ۔ متوفی ۶۵۶ھ
۴۰	ابن حبان	ابوحاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبانؒ۔ متوفی ۳۵۴ھ
۴۱	مستدرک للحاکم	ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ المعروف بالحاکم نیشاپوریؒ۔ متوفی ۴۰۵ھ
۴۲	الزواجر	امام ابن حجر المکی الہیثمیؒ۔ متوفی ۹۷۳ھ
۴۳	مسند بزار	ابوبکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق البزارؒ۔ متوفی ۲۹۲ھ
۴۴	مصنف ابن ابی شیبہ	ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہؒ۔ متوفی ۲۳۵ھ
۴۵	مسند ابویعلی	احمد بن علی بن المثنی الموصلیؒ۔ متوفی ۳۰۷ھ
۴۶	سنن دارقطنی	ابوالحسن علی بن عمر بن احمدؒ۔ متوفی ۳۸۵ھ

۴۶	سنن دار قطنی	ابوالحسن علی بن عمر بن احمدؒ۔ متوفی ۳۸۵ھ
۴۷	شرح السنہ	حسین بن مسعود الفراء البغوی الشافعیؒ۔ متوفی ۵۱۶ھ
۴۸	حلیۃ الاولیاء	حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانیؒ۔ متوفی ۴۳۰ھ
۴۹	رحمۃ المہتداۃ	علامہ ابوالخیر نور الحسن خاں الحسینیؒ۔
۵۰	کنز العمال	علامہ علی متقی برہان پوریؒ۔ متوفی ۹۷۵ھ
۵۱	مسند ابن خزیمہ	ابوبکر محمد بن اسحٰق ابن خزیمہؒ۔ متوفی ۳۱۱ھ
۵۲	مسند الفردوس	ابومنصور الدیلمیؒ۔
۵۳	مسند ابوعوانہ	یعقوب بن اسحٰق بن ابراہیم نیشاپوریؒ۔
۵۴	زاد السعید فی ذکر النبی الحبیب	حضرت اقدس تھانویؒ۔ متوفی ۱۳۶۲ھ
۵۵	القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع	علامہ شمس الدین محمد بن ابی بکر السخاوی شافعیؒ۔ متوفی ۹۰۲ھ
۵۶	روض الفائق	شیخ شعیب الحریفیشؒ۔
۵۷	نزہۃ البساتین	ابومحمد عبداللہ بن اسعد یمنی یافعیؒ۔
۵۸	حرزثمین فی مبشرات النبی الامین	سند ہند حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ۔ متوفی ۱۱۷۶ھ
۵۹	یوسف زلیخا	مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ۔
۶۰	قصائد قاسمی	قاسم العلوم حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ۔
۶۱	احکام القرآن	حجۃ الاسلام ابوبکر احمد بن علی رازی الجصاصؒ۔ متوفی ۳۷۰ھ
۶۲	عینی شرح بخاری	بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینیؒ۔ متوفی ۸۵۵ھ
۶۳	مرقات شرح مشکوٰۃ	علامہ نورالدین علی بن سلطان محمد ہرویؒ۔ متوفی ۱۰۱۴ھ
۶۴	مظاہر حق	نواب قطب الدین خاں بہادرؒ۔ متوفی ۱۲۸۹ھ
۶۵	فتاویٰ عالمگیری	از علمائے ہندوستان در عہد حضرت عالمگیرؒ۔
۶۶	عون المعبود فی شرح سنن ابی داؤد	شیخ ابوعبدالرحمٰن شرف الحق المعروف بہ محمود اشرف عظیم آبادیؒ۔ متوفی ۱۳۲۶ھ
۶۷	تنبیہ الغافلین	شیخ ابواللیث سمرقندیؒ۔ متوفی ۶۰۶ھ

۶۸	جمل	شیخ سلیمان الجملؒ۔
۶۹	حصن حصین	شیخ شمس الدین محمد بن محمد الجزری الشافعیؒ۔ متوفی ۸۲۳ھ
۷۰	مجمع الزوائد	حافظ نور الدین الہیثمیؒ۔ متوفی ۸۰۷ھ
۷۱	کوکب الدری	حضرت شیخ رشید احمد گنگوہیؒ
۷۲	حجۃ اللہ البالغہ	سند ہند شاہ ولی اللہ صاحبؒ۔ متوفی ۱۱۷۶ھ
۷۳	مقاصد حسنہ	شمس الدین محمد بن عبد الرحمٰن سخاویؒ۔ متوفی ۱۱۷۶ھ
۷۴	جامع الصغیر	ابو الفضل عبد الرحمٰن جلال الدین السیوطیؒ۔ متوفی ۹۱۱ھ
۷۵	تفسیر کبیر	عماد الدین الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیرؒ۔ متوفی ۷۷۴ھ
۷۶	تفسیر خازن	علاء الدین علی بن محمد بن ابراہیمؒ۔ متوفی ۷۴۱ھ
۷۷	اتحاف السادۃ المتقین	سید محمد ابن محمد الحسینی الزبیدیؒ۔ متوفی ۱۲۰۵ھ
۷۸	مستدرک حاکم	ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ المعروف بالحاکم نیشاپوریؒ۔ متوفی ۴۰۵ھ
۷۹	ارواح ثلاثہ	ترتیب مولانا ظہور الحسن صاحب کسولوی مظاہریؒ۔
۸۰	تہذیب التہذیب	شیخ الاسلام احمد بن علی ابن حجر عسقلانیؒ۔ متوفی ۸۵۲ھ
۸۱	مسامرات	شیخ اکبر ابن عربیؒ۔
۸۲	روض الریاحین	شیخ عبد اللہ بن اسعد یمنی یافعیؒ۔
۸۳	مشیر العزم	جمال الدین عبد الرحمٰن بن الجوزیؒ۔ متوفی ۵۹۷ھ
۸۴	الکامل	عزیز الدین علی بن محمد المعروف باابن اثیر جزریؒ۔ متوفی ۶۳۸ھ

مضامین	صفحہ نمبر
۱- حکایاتِ صحابہ ؓ	۱۸
تمہید	۱۹
پہلا باب	۲۱
دین کی خاطر سختیوں کا برداشت کرنا اور تکالیف ومشقت کا جھیلنا	۲۱
حضور اکرم ﷺ کے طائف کے سفر کا قصہ	۲۱
قصہ حضرت انس بن نضر ؓ کی شہادت کا	۲۳
صلح حدیبیہ اور ابو جندل ؓ اور ابو بصیر ؓ کا قصہ	۲۴
حضرت بلال حبشی ؓ کا اسلام اور مصائب	۲۶
حضرت ابوذر غفاری ؓ کا اسلام	۲۷
حضرت خباب بن الارت ؓ کی تکلیفیں	۲۹
حضرت عمار ؓ اور ان کے والدین کا ذکر	۳۰
حضرت صہیب ؓ کا اسلام	۳۰
حضرت عمر ؓ کا قصہ	۳۱
مسلمانوں کی حبشہ کی ہجرت اور شعب ابی طالب میں قید ہونا	۳۳
دوسرا باب	۳۷
اللہ جل جلالہٗ وعم نوالہٗ کا خوف اور ڈر	۳۷
آندھی کے وقت حضور اکرم ﷺ کا طریقہ	۳۷
اندھیرے میں حضرت انس ؓ کا فعل	۳۸
سورج گرہن میں حضور اکرم ﷺ کا عمل	۳۸
حضور اکرم ﷺ کا رات بھر روتے رہنا	۳۹
حضرت ابوبکر ؓ پر اللہ کا ڈر	۳۹
حضرت عمر ؓ کا خوفِ الٰہی	۴۰
حضرت ابن عباس ؓ کی نصیحت	۴۲

مضامین	صفحہ نمبر
تبوک کے سفر میں قوم ثمود کی بستی پر گذر	۴۲
تبوک میں حضرت کعب ؓ کی غیر حاضری اور توبہ	۴۴
صحابہ ؓ کے ہنسنے پر حضور ﷺ کی تنبیہ اور قبر کی یاد دہانی	۴۹
حضرت حنظلہ ؓ کو اپنے متعلق نفاق کا ڈر	۵۰
تکمیل اللہ کے خوف کے متفرق احوال	۵۱
تیسرا باب	۵۴
صحابۂ کرام ؓ کے زُہد اور فقر کے بیان میں	۵۴
حضور اکرم ﷺ کا پہاڑوں کو سونا بنا دینے سے انکار	۵۴
حضرت عمر ؓ کے وسعت طلب کرنے پر تنبیہ اور حضور ﷺ کے گذر کی حالت	۵۴
حضرت ابوہریرہ ؓ کی بھوک کا حال	۵۰
حضرت ابوبکر صدیق ؓ کا بیت المال سے وظیفہ	۵۷
حضرت عمر فاروق ؓ کا بیت المال سے وظیفہ	۵۸
حضرت بلال ؓ کا حضور ﷺ کے لیے ایک مُشرِک سے قرض	۶۰
حضرت ابوہریرہ ؓ کا بھوک میں مسئلہ دریافت کرنا	۶۱
صرف دنیاوی شرافت کی اللہ کے یہاں کوئی وقعت نہیں	۶۳
حضور ﷺ سے محبت کرنے والے پر فقر کی دوڑ	۶۳
سریۃ العنبر میں فقر کی حالت	۶۴
چوتھا باب	۶۵
صحابۂ کرام ؓ کے تقویٰ کے بیان میں	۶۵
حضور ﷺ کی ایک جنازہ سے واپسی اور ایک عورت کی دعوت	۶۶

مضامین	صفحہ نمبر
حضور ﷺ کا صدقہ کی کھجور کے خوف سے تمام رات جاگنا	۶۵
حضرت ابوبکر صدیق ؓ کا ایک کاہن کے کھانے سے قے کرنا	۶۶
حضرت عمر ؓ کی صدقہ کے دودھ سے قے	۶۷
حضرت ابوبکر صدیق ؓ کا احتیاطاً باغ وقف کرنا	۶۷
حضرت علی بن معبدؒ کا کرایہ کے مکان سے تحریر کو خشک کرنا	۶۷
حضرت علی ؓ کا ایک قبر پر گذر	۶۸
حلال مال کھانے کی ترغیب اور حرام مال سے بچنے کی تاکید	۶۹
حضرت عمر ؓ کی انتہائی احتیاط	۷۰
حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا حجاج کے حاکم کو حاکم نہ رکھنا	۷۰
پانچواں باب	۷۱
نماز کا شغف اور شوق اور اس میں خشوع وخضوع	۷۱
اللہ تعالیٰ کا ارشاد نوافل والے کے حق میں	۷۱
حضور ﷺ کا تمام رات نماز پڑھنا	۷۱
حضور ﷺ کا چار رکعت میں چھ پارے پڑھنا	۷۲
حضرت ابوبکر صدیق ؓ وحضرت ابن زبیر ؓ وحضرت علی ؓ وغیرہ کی نماز کے حالات	۷۳
ایک مہاجر اور ایک انصاری کی چوکیداری اور انصاری کا نماز میں تیر کھانا	۷۴
حضرت ابوطلحہ ؓ کا نماز میں خیال آجانے سے باغ وقف کرنا	۷۵

مضامین	صفحہ نمبر
حضرت ابن عباس ؓ کا نماز کی وجہ سے آنکھ نہ بنوانا	۷۶
صحابہ ؓ کا نماز کے وقت فوراً دکانیں بند کردینا	۷۶
حضرت خُبَیب ؓ کا قتل کے وقت نماز پڑھنا اور زید ؓ وعاصم ؓ کا قتل	۷۷
حضور ﷺ کی جنت میں معیت کے لیے نماز کی مدد	۸۰
چھٹا باب	۸۱
ایثار وہمدردی اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنا	۸۱
صحابی ؓ کا مہمان کی خاطر چراغ بجھا دینا	۸۱
روزہ دار کے لیے چراغ بجھا دینا	۸۱
ایک صحابی ؓ کا زکوٰۃ میں اونٹ دینا	۸۲
حضراتِ شیخین ؓ کا صدقہ میں مقابلہ	۸۳
صحابہ ؓ کا دوسروں کی وجہ سے پیاسے مرنا	۸۳
حضرت حمزہ ؓ کا کفن	۸۴
بکرے کی سری کا چکر کاٹ کر واپس آنا	۸۵
حضرت عمر ؓ کا اپنی بیوی کو زچگی میں لے جانا	۸۵
حضرت ابوطلحہ ؓ کا باغ وقف کرنا	۸۷
حضرت ابوذر ؓ کا اپنے خادم کو تنبیہ فرمانا	۸۷
حضرت جعفر ؓ اور ان کے صاحب زادے عبداللہ ؓ کی فیاضی	۸۹
ساتواں باب	۹۱
بہادری دلیری اور موت کا شوق	۹۱
ابن جحش ؓ اور ابن سعد ؓ کی دُعا	۹۱
اُحد کی لڑائی میں حضرت علی ؓ کی بہادری	۹۲
حضرت حنظلہ ؓ کی شہادت	۹۳
حضرت عمرو بن جموح ؓ کی تمنائے شہادت	۹۳

مضامین	صفحہ نمبر
حضرت مصعب بن عمیر ؓ کی شہادت	۹۴
یرموک کی لڑائی میں حضرت سعد ؓ کا خط	۹۵
حضرت وہب بن قابوس ؓ کی اُحد میں شہادت	۹۶
بیر معونہ کی لڑائی	۹۷
حضرت عمیر ؓ کا قول کہ کھجوریں کھانا طویل زندگی ہے	۹۸
حضرت عمر ؓ کی ہجرت	۹۶
غزوۂ موتہ کا قصہ	۹۶
سعید بن جبیرؒ اور حجاج کی گفتگو	۱۰۱
آٹھواں باب	۱۰۴
علمی ولولہ اور اس کا انہماک	۱۰۴
فتویٰ کا کام کرنے والی جماعت کی فہرست	۱۰۵
حضرت ابوبکر صدیق ؓ کا مجموعۂ احادیث کو جلا دینا	۱۰۶
تبلیغ حضرت مصعب بن عمیر ؓ	۱۰۶
حضرت ابی بن کعب ؓ کی تعلیم	۱۰۷
حضرت حذیفہ ؓ کا فتنوں کے معلوم کرنے کا اہتمام	۱۰۸
حضرت ابوہریرہ ؓ کا احادیث کو حفظ کرنا	۱۰۹
قتل مُسَیلمہ و قرآن کا جمع کرنا	۱۱۱
حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کی احتیاط روایت حدیث میں	۱۱۲
حضرت ابودرداء ؓ کے پاس حدیث کے لیے جانا	۱۱۳
حضرت ابن عباس ؓ کا انصاری کے پاس جانا	۱۱۵
علم کی عظمت اور اس کے آداب	۱۱۵
متفرق علمی کارنامے	۱۱۶

مضامین	صفحہ نمبر
نواں باب	۱۲۱
حضور ﷺ کی فرمانبرداری اور امتثالِ حکم	۱۲۱
حضرت عبداللہ بن عمرو ؓ کا چادر کو جلا دینا	۱۲۲
انصاری ؓ کا مکان کو ڈھا دینا	۱۲۲
صحابۂ کرام ؓ کا سُرخ چادروں کو اتارنا	۱۲۳
حضرت وائل ؓ کا ذباب کے لفظ سے بال کٹوا دینا	۱۲۴
حضرت سہیل بن حنظلیہ ؓ کی عادت اور خریم ؓ کا بال کٹوا دینا	۱۲۴
حضرت ابن عمر ؓ کا اپنے بیٹے سے نہ بولنا	۱۲۵
حضرت ابن عمر ؓ سے سوال کہ نمازِ قصر قرآن میں نہیں	۱۲۶
حضرت ابن مغفل ؓ کا خَذف کی وجہ سے کلام چھوڑ دینا	۱۲۶
حضرت حکیم بن حزام ؓ کا سوال سے عہد	۱۲۷
حضرت حذیفہ ؓ کا جاسوسی کے لیے جانا	۱۲۷
دسواں باب	۱۲۹
عورتوں کا دینی جذبہ	۱۲۹
تسبیحات حضرت فاطمہ ؓ	۱۲۹
حضرت عائشہ ؓ کا صدقہ	۱۳۰
حضرت ابن زبیر ؓ کا حضرت عائشہ ؓ کو صدقہ سے روکنا	۱۳۱
حضرت عائشہ ؓ کی حالت اللہ کے خوف سے	۱۳۲
حضرت اُمِ سلمہ ؓ کے خاوند کی دُعا اور ہجرت	۱۳۲
حضرت اُمِ زیاد ؓ کی چند عورتوں کے ساتھ خیبر میں شرکت	۱۳۴

مضامین	صفحہ نمبر
حضرت اُمِ حرام ؓ کی غزوۃ البحر میں شرکت کی تمنا	۱۳۵
حضرت اُمِ سلیم ؓ کی لڑکے کے مرنے پر خاوند سے ہم بستری	۱۳۶
حضرت اُمِ حبیبہ ؓ کا اپنے باپ کو بستر پر نہ بٹھانا	۱۳۶
حضرت زینب ؓ کا اِفک کے معاملہ میں صفائی پیش کرنا	۱۳۷
حضرت خنساء ؓ کی اپنے چار بیٹوں سمیت جنگ میں شرکت	۱۳۹
حضرت صفیہ ؓ کا یہودی کو تنہا مارنا	۱۴۰
حضرت اسماء ؓ کا عورتوں کے اجر کے بارے میں سوال	۱۴۱
حضرت اُمِ عمارہ ؓ کا اسلام اور جنگ میں شرکت	۱۴۲
حضرت اُمِ حکیم ؓ کا اسلام اور جنگ میں شرکت	۱۴۴
حضرت سمیہ اُمِ عمار ؓ کی شہادت	۱۴۵
حضرت اسماء بنت ابوبکر ؓ کی زندگی اور تنگی	۱۴۵
حضرت ابوبکر ؓ کا ہجرت کے وقت مال لے جانا اور حضرت اسماء ؓ کا اپنے دادا کو اطمینان دلانا	۱۴۷
حضرت اسماء ؓ کی سخاوت	۱۴۷
حضور ﷺ کی بیٹی حضرت زینب ؓ کی ہجرت اور انتقال	۱۴۸
حضرت ربیع بنت معوذ ؓ کی غیرتِ دینی	۱۴۹
معلومات	۱۵۰
حضور ﷺ کی بیبیاں اور اولاد	۱۵۰
حضرت خدیجہ ؓ کے حالات	۱۵۰
حضرت سَوْدَہ ؓ کے حالات	۱۵۱
حضرت عائشہ ؓ کے حالات	۱۵۱

مضامین	صفحہ نمبر
حضرت حَفْصَہ ؓ کے حالات	۱۵۳
حضرت زینب بنت خُزَیْمَہ ؓ کے حالات	۱۵۴
حضرت اُمِ سلمہ ؓ کے حالات	۱۵۴
حضرت زینب بنت جَحْش ؓ کے حالات	۱۵۵
حضرت جُوَیْرِیَہ ؓ کے حالات	۱۵۶
حضرت اُمِ حبیبہ ؓ کے حالات	۱۵۷
حضرت صَفِیَّہ ؓ کے حالات	۱۵۸
حضرت میمونہ ؓ کے حالات	۱۵۸
معلومات	۱۵۹
حضور ﷺ کی اولاد	۱۵۹
حضرت قاسم ؓ	۱۶۰
حضرت عبداللہ ؓ	۱۶۰
حضرت ابراہیم ؓ	۱۶۰
حضرت زینب ؓ	۱۶۰
حضرت رُقَیَّہ ؓ	۱۶۱
حضرت ام کُلْثُوم ؓ	۱۶۲
حضرت فاطمہ ؓ	۱۶۳
گیارھواں باب	۱۶۴
بچوں کا دینی جذبہ	۱۶۴
بچوں کو روزہ رکھوانا	۱۶۵
حضرت عائشہ ؓ کی احادیث اور ان کا علمی ذوق	۱۶۵
حضرت عُمَیر ؓ کا شوقِ جہاد	۱۶۶
حضرت عُمَیر ؓ کا جنگِ بدر میں چھپ کر شریک ہونے کی کوشش	۱۶۶
دو انصاری بچوں کا ابوجہل کو قتل کرنا	۱۶۷

مضامین	صفحہ نمبر
حضرت رافع ﷺ اور حضرت سَمُرہ بن جُندُب ﷺ کا مقابلہ	۱۶۸
حضرت زید ﷺ کا حافظِ قرآن ہونے کی وجہ سے اعزاز	۱۶۹
حضرت ابوسعید خدری ﷺ کے بچپن میں ان کے والد کی شہادت	۱۷۰
حضرت سَلَمَۃ بن اَکوع ﷺ کا تنِ تنہا ایک جماعت سے مقابلہ	۱۷۰
بدر کا مقابلہ اور براء ﷺ کا شوق	۱۷۲
حضرت عبد اللہ بن عبد اللہ بن اُبَی ﷺ کا اپنے باپ سے معاملہ	۱۷۲
حضرت جابر ﷺ کی حَمْرَاء الْاَسَد میں شرکت	۱۷۴
روم کی لڑائی میں حضرت عبداللہ بن زبیر ﷺ کی بہادری	۱۷۴
حضرت عمرو بن سلمہ ﷺ کا کفر کی حالت میں قرآن پاک یاد کرنا	۱۷۵
حضرت ابن عباس ﷺ کا اپنے غلام کے پاؤں میں بیڑی ڈالنا	۱۷۶
حضرت ابن عباس ﷺ کا بچپن میں حفظِ قرآن	۱۷۶
حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص ﷺ کا حفظِ حدیث	۱۷۷
حضرت زید بن ثابت ﷺ کا حفظِ قرآن	۱۷۸
حضرت حسن ﷺ کا بچپن میں علمی مشغلہ	۱۷۹
حضرت حسین ﷺ کا علمی مشغلہ	۱۸۰
بارھواں باب	۱۸۱
حضور اکرم ﷺ کے ساتھ محبت کے واقعات میں	۱۸۱
حضرت ابوبکر ﷺ کا اعلانِ اسلام اور تکلیف	۱۸۲
حضرت عمر ﷺ کا حضور ﷺ کے وِصال پر رنج	۱۸۴

مضامین	صفحہ نمبر
ایک عورت کا حضور ﷺ کی خبر کے لیے بے قرار ہونا	۱۸۵
حدیبیہ میں حضرت ابوبکر صدیق اور مغیرہ ﷺ کا فعل اور عام صحابہ ﷺ کا طرزِ عمل	۱۸۵
حضرت ابن زبیر ﷺ کا خون پینا	۱۸۸
حضرت مالک بن سِنَان ﷺ کا خون پینا	۱۸۹
حضرت زید بن حارثہ ﷺ کا اپنے باپ کو انکار	۱۸۹
حضرت انس بن نضر ﷺ کا عمل اُحد کی لڑائی میں	۱۹۱
سَعد بن رَبِیع ﷺ کا پیام اُحد میں	۱۹۱
حضور ﷺ کی قبر دیکھ کر ایک عورت کی موت	۱۹۲
صحابہ ﷺ کی محبت کے متفرق قصے	۱۹۲
تنبیہ	۱۹۶
خاتمہ	۱۹۲
صحابۂ کرام ﷺ کے حقوق اور ان کے مختصر فضائل	۱۹۶
۲-فضائل نماز	۲۰۱
خطبہ وتمہید	۲۰۲
بابِ اول	۲۰۳
نماز کی اہمیت کے بیان میں	۲۰۳
فصلِ اول	۲۰۳
نماز کی فضیلت کے بیان میں	۲۰۳
گناہوں کے لیے نماز ایسی ہے جیسے درختوں کے پتوں کے لیے موسمِ خزاں	۲۰۴
کبیرہ گناہوں کے لیے توبہ کی ضرورت	۲۰۴
مسواک کی فضیلت	۲۰۶
گناہوں کے دھونے میں نماز ایک چلتی ہوئی نہر کی طرح ہے	۲۰۷

مضامین	صفحہ نمبر
ہر مصیبت میں نماز کا سہارا	۲۰۸
صلوٰۃ الحاجۃ	۲۱۰
مصیبت و پریشانی کے وقت نماز	۲۱۰
نمازی کے ہر ہر حصہ جسم کے گناہوں کی معافی	۲۱۱
نمازی کا شہید سے پہلے جنت میں داخلہ	۲۱۳
خدا کے منادی کا اعلان کہ نماز کے ذریعہ اپنی آگ بجھالو	۲۱۵
نمازی کے جنت میں داخلے کی ضمانت	۲۱۶
نمازی کی دو رکعتیں ہزار ہا روپے سے زیادہ قیمتی ہیں	۲۱۷
حضور ﷺ کی آخری وصیت	۲۱۸
نمازِ اشراق کی فضیلت	۲۱۸
نماز کی تاکید وفضیلت پر مختصر چہل حدیث	۲۱۸
دوسری فصل	۲۲۳
نماز کے چھوڑنے پر جو وعید اور عتاب حدیثوں میں آیا ہے اس کا بیان	۲۲۳
آدمی کے اور کفر کے درمیان صرف نماز حائل ہے	۲۲۳
محبوب ﷺ کی سات نصیحتیں	۲۲۴
اولاد کی تربیت اور نماز کی تاکید	۲۲۶
ایک نماز کا چھوڑنا گویا اپنا سب مال ودولت لٹ جانا ہے	۲۲۶
بغیر کسی شرعی مجبوری کے دو نمازیں ایک ساتھ پڑھنا کبیرہ گناہ ہے	۲۲۷
بغیر حساب کتاب کے جنت میں جانے والے	۲۲۸
اشراق کی نماز	۲۳۵
تحیۃ الوضو	۲۳۶
بابِ دوم	۲۴۰
جماعت کے بیان میں	۲۴۰

مضامین	صفحہ نمبر
فصلِ اول	۲۴۰
جماعت کے فضائل میں	۲۴۰
اجر میں ستائیس گنا اضافہ	۲۴۰
اجر میں پچیس گنا اضافہ	۲۴۲
دوسری فصل	۲۵۰
جماعت کے چھوڑنے پر عتاب کے بیان میں	۲۵۰
اذان سن کر نماز کو نہ جانے پر وعید	۲۵۱
نوافل کے مقابلہ میں فرائض کی اہمیت	۲۵۳
تیسرا باب	۲۵۵
خشوع وخضوع کے بیان میں	۲۵۵
حکایات	۲۶۰
بعض لوگوں کو نماز کا کچھ ہی حصہ حاصل ہوتا ہے	۲۶۶
کامل نماز گناہوں سے پاک صاف کر دیتی ہے	۲۶۷
فرائض کی کمی نوافل سے پوری کر دی جائے گی	۲۶۰
قیامت میں سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا	۲۷۰
نماز کی چوری	۲۷۱
نماز میں ہلنے جلنے کی ممانعت	۲۷۲
جو نماز آدمی کو غلط حرکتوں سے نہ روک دے وہ نماز ہی کیا	۲۷۴
لمبی رکعتوں کی فضیلت	۲۷۵
نماز میں بارہ ہزار چیزیں ہیں	۲۷۸
ثنا کا ترجمہ ومطلب	۲۸۰
بزرگوں کے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کے واقعات	۲۸۱
آخری گذارش	۲۸۵
ایک ضروری بات	۲۸۶

مضامین	صفحہ نمبر
۳-فضائلِ تبلیغ	۲۸۷
تمہید	۲۸۸
فصلِ اول	۲۹۰
آیاتِ قرآنی، درتاکیدِ اَمر بالمعروف ونہی عن المنکر	۲۹۰
فصلِ ثانی	۲۹۱
احادیثِ نبوی درتاکیدِ امر بالمعروف ونہی عن المنکر	۲۹۱
فصلِ سوم	۳۰۵
تنبیہ برائے اصلاحِ نفس	۳۰۵
فصلِ چہارم	۳۰۷
فضائلِ اکرامِ مسلم ووعیدِ تحقیرِ مسلم	۳۰۷
فصلِ پنجم	۳۰۸
اخلاص اور ایمان واحتساب	۳۰۸
فصلِ ششم	۳۱۱
تعظیمِ علمائے کرام وبزرگانِ دین	۳۱۱
فصلِ ہفتم	۳۱۴
اہلِ حق کی پہچان اوران کی مجالست کی اہمیت	۳۱۴
۴-فضائلِ ذکر	۳۱۹
خطبہ وتمہید	۳۲۰
بابِ اول	۳۲۲
فضائلِ ذکر	۳۲۲
فصلِ اول	۳۲۲
آیاتِ ذکر میں	۳۲۲
فصلِ ثانی	۳۳۱
احادیثِ ذکر میں	۳۳۱
نرم بستروں والے ذاکر جنت میں	۳۳۸

مضامین	صفحہ نمبر
ذکر نہ کرنے والا مردے کی طرح ہے	۳۳۹
اللہ کے بہترین بندے	۳۴۰
ذکر صدقہ خیرات سے افضل ہے	۳۴۰
ذاکرین پر فرشتوں کا سایہ	۳۴۱
مجلس کا کفّارہ	۳۴۵
ذکر اللہ اور عذابِ قبر	۳۴۰
یادِ الٰہی کی خاطر جمع ہونے والے	۳۵۱
ذکر کی مجلسیں	۳۵۳
ذکر کی کثرت	۳۵۵
فجر اور عصر کے بعد اللہ کا ذکر	۳۶۳
ذکر کے ۷۳ رفائدے	۳۶۷
بابِ دوم	۳۷۵
کلمۂ طیبہ	۳۷۵
فصلِ اول	۳۷۵
ان آیات میں جن میں لفظ کلمۂ طیبہ کا نہیں ہے اور مراد کلمہ طیبہ ہے	۳۷۵
تکمیل	۳۸۳
فصلِ دوم	۳۸۳
وہ آیات جن میں کلمہ طیبہ کا ذکر ہے	۳۸۳
فصلِ سوم	۳۸۷
فضائلِ ذکر کی احادیث	۳۸۷
وضو کے بعد کی دعا	۴۲۵
وفات کے وقت کلمۂ طیبہ	۴۲۶
افیون کے نقصانات اور مسواک کے فائدے	۴۲۷
ایمان کی ستر شاخیں	۴۲۸

مضامین	صفحہ نمبر
بابِ سوم	۴۳۳
تسبیحاتِ فاطمہ ؓ	۴۳۳
فصلِ اول	۴۳۳
وہ آیات جن میں کلمۂ سوم کا مضمون ہے	۴۳۳
فصلِ دوم	۴۵۲
کلمۂ سوم کی فضیلت کی احادیث	۴۵۲
تسبیحِ مروجہ کا ثبوت	۴۸۱
خاتمہ	۴۸۶
صلوٰۃ التسبیح	۴۸۶
حدیثِ صلوٰۃ التسبیح کی سند پر محدثانہ بحث (عربی زبان میں)	۴۸۷
۵- فضائلِ قرآن مجید	۴۹۴
آدابِ تلاوت	۴۹۹
ظاہری آداب	۴۹۹
باطنی آداب	۴۹۹
قابلِ رشک چیز	۵۰۴
قوموں کے عروج وزوال میں قرآن مجید کا اثر	۵۰۶
قرآن مجید کی سفارش	۵۰۷
پڑھتے جاؤ چڑھتے جاؤ	۵۱۰
ترتیل سے تلاوت کرنا	۵۱۱
ہر حرف پر دس دس نیکیاں	۵۱۳
اولاد کو قرآن مجید پڑھانے کی فضیلت	۵۱۴
حافظِ قرآن کی ایک خاص فضیلت	۵۱۶
حافظِ قرآن کو اپنے خاندان کے دس پکے جہنمیوں کی سفارش کا حق ہونا	۵۱۷

مضامین	صفحہ نمبر
جو دل قرآن سے خالی ہے گویا ویران گھر ہے	۵۱۸
ذکر وتسبیح وغیرہ کے مقابلہ میں تلاوتِ کلام اللہ کی فضیلت	۵۱۹
بہترین دولت	۵۱۹
دیکھ کر تلاوت کرنے کی فضیلت	۵۲۰
دلوں کے زنگ کی صفائی تلاوتِ کلام اللہ سے	۵۲۱
خدا کے قریب ہونے کا بہترین ذریعہ قرآن مجید ہے	۵۲۷
تلاوتِ قرآن کرنیوالے اللہ کے خاص لوگ ہیں	۵۲۰
اچھی آواز میں تلاوت	۵۳۰
اللہ تعالیٰ کا کان لگا کر تلاوت سننا	۵۳۰
گذشتہ تمام کتابوں کا بدل قرآن مجید ہے کچھ زیادتیوں کے ساتھ	۵۳۴
قرآن مجید سننے اور پڑھنے کی الگ الگ فضیلت	۵۳۶
تلاوت بلند آواز سے اور آہستہ	۵۳۶
قیامت کے دن روزے اور قرآن کی سفارش	۵۳۸
ہر سفارشی سے بڑا سفارشی قرآن مجید ہے	۵۴۰
وہ تین خوش نصیب جو حساب کتاب سے آزاد ہوں گے	۵۴۱
آیتیں اور رکعتیں	۵۴۲
کم سے کم دس آیت پڑھنے کا اجر	۵۴۲
کم از کم ایک ہی آیت پڑھ لینے کا اجر وثواب	۵۴۳
تمام فتنوں سے نجات قرآن میں ہے	۵۴۳
خاتمہ	۵۴۴
تکملہ	۵۶۵
۶- فضائلِ رمضان	۵۶۸
فصلِ اول	۵۷۱
رمضان المبارک کے فضائل میں	۵۷۱

مضامین	صفحہ نمبر
عبادات نافلہ	۵۷۳
رمضان میں مولانا خلیل احمد صاحبؒ کا معمول	۵۷۴
حضرت شیخ الہندؒ کا معمول	۵۷۴
آسمانی کتابیں رمضان المبارک میں نازل ہوئیں	۵۷۵
اس مہینہ کی چند خصوصیات	۵۷۶
اس مہینے کے تین حصے اور ان کی تفصیل	۵۷۸
ملازموں کے ساتھ نرمی	۵۷۸
امت کے لیے پانچ تحفے	۵۸۰
منہ کی بو کا مطلب	۵۸۰
روزے میں مسواک	۵۸۱
مچھلیوں کا استغفار	۵۸۲
جنت کا سجایا جانا	۵۸۲
شیاطین کا قید ہونا	۵۸۲
روزہ داروں کی مغفرت	۵۸۴
حضور ﷺ کی بددُعا	۵۸۴
فصلِ دوم	۶۰۱
شبِ قدر کے بیان میں	۶۰۱
فصلِ سوم	۶۱۶
اعتکاف کے بیان میں	۶۱۶
تنبیہ	۶۲۹
مناجات	۶۳۰
۷-مسلمانوں کی موجودہ پستی کا واحد علاج	۶۳۱
کام کرنے کا طریقہ	۶۵۱
تبلیغ کے آداب	۶۵۱
۸-فضائلِ درود شریف	۶۵۶

مضامین	صفحہ نمبر
خطبہ وتمہید	۶۵۷
فصلِ اول	۶۵۸
درود شریف کے فضائل میں	۶۵۸
بابِ ثانی	۶۸۱
درود شریف کے ثواب میں	۶۸۱
دوسری فصل	۶۸۳
خاص خاص درود کے خاص خاص فضائل کے بیان میں	۶۸۳
خواب میں رسول اکرم ﷺ کی زیارت کرنے کے اعمال	۷۰۰
صیغہ قرآنی	۷۰۵
چہل حدیث مشتمل برصلوٰۃ وسلام (باضافہ ترجمہ) صِیَغِ صَلٰوۃ	۷۰۶
صِیَغُ السَّلَام	۷۱۲
تکملہ	۷۱۵
کن کن موقعوں پر درود شریف پڑھنا چاہیے	۷۱۵
تیسری فصل	۷۱۷
ان احادیث کے بیان میں جن میں نبی ﷺ پر درود نہ پڑھنے کی وعیدیں وارد ہوئی ہیں	۷۱۷
چوتھی فصل	۷۲۵
فوائدِ متفرقہ کے بیان میں	۷۲۵
پانچویں فصل	۷۳۵
درود شریف کے متعلق حکایات میں	۷۳۵
مردے کو خواب میں دیکھنے کا عمل	۷۴۶
من القصیدۃ	۷۶۰
ملا جامیؒ کا ایک عجیب وغریب قصہ	۷۶۲
مثنوی مولانا جامیؒ	۷۶۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: لَقَدْ كَانَ فِیْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ [سورۂ یوسف:۱۱۱]

بے شک ان کے قصے میں (بڑی) عبرت ہے سمجھ داروں کے لیے۔

①

حکایاتِ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین

یعنی

سچّی کہانیاں

جس میں

حضرت مولانا الحافظ الحاج الشاہ عبدالقادر صاحبؒ کے ارشاد سے

فخر الاماثل زبدۃ الافاضل حضرت مولانا الحاج الحافظ المحدث محمد زکریا صاحبؒ

شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور نے

صحابی مردوں، صحابی عورتوں، صحابی بچوں کے زُہد وتقویٰ، فقر وعبادت علمی مشاغل،

ایثار وہمدردی، بے مثل جرأت وبہادری، حیرت انگیز جاں بازی وغیرہ کے

ایمان افروز حالات بیان کیے ہیں۔

تمہید

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَأَتْبَاعِہِ الْحُمَاۃِ لِلدِّیْنِ الْقَوِیْمِ أَمَّا بَعْدُ

اللہ کے ایک برگزیدہ بندے اور میرے مُربّی ومُحسن کا ارشاد ۱۳۵۳ھ میں ہوا کہ صحابۂ کرام ﷺ کے چند قصے بالخصوص کم سن صحابہ ﷺ اور عورتوں کی دین داری کی کچھ حالت اُردو میں لکھی جائے، تاکہ جو لوگ قصوں کے شوقین ہیں، وہ واہی تباہی جھوٹی حکایات کے بجائے اگر ان کو دیکھیں، تو ان کے لیے دینی ترقی کا سبب ہو اور گھر کی عورتیں اگر راتوں میں بچوں کو جھوٹی کہانیوں کے بجائے، ان کو سنائیں تو بچوں کے دل میں صحابہ ﷺ کی محبت اور عظمت کے ساتھ دینی امور کی طرف رغبت پیدا ہو، میرے لیے اس ارشاد کی تعمیل بہت ہی ضروری تھی کہ احسانات میں ڈوبے ہوئے ہونے کے علاوہ اللہ والوں کی خوشنودی دو جہاں میں فلاح کا سبب ہوتی ہے، مگر اس کے باجود اپنی کم مائیگی سے یہ امید نہ ہوئی کہ میں اس خدمت کو مرضی کے موافق ادا کرسکتا ہوں، اس لیے چار برس تک بار بار اس ارشاد کو سنتا رہا اور اپنی نا اہلیت سے شرمندہ ہوتا رہا کہ صفر ۱۳۵۷ھ میں ایک مرض کی وجہ سے چند روز کے لیے دماغی کام سے روک دیا گیا، تو مجھے خیال ہوا کہ ان خالی ایام کو اس بابرکت مشغلہ میں گذاردوں کہ اگر یہ اوراق پسندِ خاطر نہ ہوئے تب بھی میرے یہ خالی اوقات تو بہترین اور بابرکت مشغلہ میں گذر رہی جائیں گے۔

اس میں شک نہیں کہ اللہ والوں کے قصے اُن کے حالات یقیناً اس قابل ہیں کہ ان کی تحقیق اور تفتیش کی جائے اور ان سے سبق حاصل کیا جائے، بالخصوص صحابۂ کرام ﷺ اجمعین کی جماعت جس کو اللہ جل شانہٗ نے اپنے لاڈلے نبی اور پیارے رسول ﷺ کی مُصاحَبت کے لیے چُنا، اس کی مستحق ہے کہ اس کا اِتباع کیا جائے، اس کے علاوہ اللہ والوں کے ذکر سے اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے، صُوفیا کے سردار حضرت جنید بغدادیؒ کا ارشاد ہے کہ حکایتیں اللہ کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہے، جس سے مریدین کے دِلوں کو تقویت حاصل ہوتی ہے، کسی نے دریافت کیا کہ اس کی کوئی دلیل بھی ہے فرمایا: ہاں! اللہ جلّ شانہٗ کا ارشاد ہے ﴿ وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۚ وَجَآءَكَ فِيْ هٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَّذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [سورہ ھود:۱۲۰] ترجمہ ''اور پیغمبروں کے قصوں میں سے ہم یہ سارے قصے آپ سے بیان کرتے ہیں، جن کے ذریعہ سے ہم آپ کے دل کو تقویت دیتے ہیں

(ایک فائدہ تو یہ ہوا) اور ان قصوں میں آپ کے پاس ایسا مضمون پہونچتا ہے، جو خود بھی راست اور واقعی ہے اور مسلمانوں کے لیے نصیحت ہے (اور اچھے کام کرنے کی) یاددہانی ہے''۔ [بیان القرآن] ایک ضروری بات یہ بھی دل میں جما لینے کی ہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ کی حدیثیں ہوں یا بزرگوں کے حالات، اسی طرح مسائل کی کتابیں ہوں یا معتبر لوگوں کے وعظ وارشادات، یہ ایسی چیزیں نہیں ہوتیں کہ ایک مرتبہ دیکھ لینے کے بعد ہمیشہ کو ختم کر دیا جائے، بلکہ اپنی حالت اور استعداد کے موافق بار بار دیکھتے رہنا چاہیے۔

اَبوسُلیمان دارانیؒ ایک بزرگ ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک واعظ کی مجلس میں حاضر ہوا، ان کے وعظ نے میرے دل پر اثر کیا، مگر جب وعظ ختم ہوا، تو وہ اثر بھی ختم ہوگیا، میں دوبارہ ان کی مجلس میں حاضر ہوا، تو اس وعظ کا اثر فارغ ہونے کے بعد گھر کے راستہ میں بھی رہا۔ تیسری مرتبہ پھر حاضر ہوا، تو اس کا اثر گھر میں پہونچنے پر بھی رہا، میں نے گھر جا کر اللہ کی نافرمانی کے جو اسباب تھے، سب توڑ دیے اور اللہ کا راستہ اختیار کر لیا، اسی طرح دینی کتابوں کا بھی حال ہے کہ محض سَرسَری طور پر ایک مرتبہ اُن کے پڑھ لینے سے اثر کم ہوتا ہے اس لیے کبھی کبھی پڑھتے رہنا چاہیے، پڑھنے والوں کی سہولت اور مضامین کے دل نشیں ہونے کے خیال سے میں نے اس رسالہ کو بارہ بابوں اور ایک خاتمہ پر تقسیم کیا ہے:

پہلا باب	:	دین کی خاطر سختیوں کا برداشت کرنا اور تکالیف ومشقت کا جھیلنا۔
دوسرا باب	:	اللہ جلَّ جلالہٗ وعمَّ نوالہٗ کا خوف اور ڈر۔
تیسرا باب	:	صحابۂ کرام ؓ کے زُہد اور فقر کے بیان میں۔
چوتھا باب	:	صحابۂ کرام ؓ کے تقویٰ کے بیان میں۔
پانچواں باب	:	نماز کا شَغف اور شوق اور اس میں خُشوع وخُضوع۔
چھٹا باب	:	ایثار وہمدردی اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنا۔
ساتواں باب	:	بہادری، دلیری اور موت کا شوق۔
آٹھواں باب	:	علمی وَلَولہ اور اس کا اِنہماک۔
نواں باب	:	حضور ﷺ کی فرماں برداری اور اِمتثالِ حکم اور یہ دیکھنا کہ حضور ﷺ کا مَنشا کیا ہے۔
دسواں باب	:	عورتوں کا دینی جذبہ۔
گیارہواں باب	:	بچوں کا دینی جذبہ۔
بارہواں باب	:	حضور اقدس ﷺ کے ساتھ محبت کا نمونہ۔
خاتمہ	:	صحابہ ؓ کے حقوق اور اُن کے مختصر فضائل۔

پہلا باب

دین کی خاطر سختیوں کا برداشت کرنا اور تکالیف و مَشقَّت کا جھیلنا

حضور اقدس ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے دین کے پھیلانے میں جس قدر تکلیفیں اور مشقتیں برداشت کی ہیں؛ ان کا برداشت کرنا تو دَرکِنار[1]، اُس کا ارادہ کرنا بھی ہم جیسے نالائقوں سے دشوار ہے۔ تاریخ کی کتابیں اِن واقعات سے بھری ہوئی ہیں، مگر اُن پر عمل کرنا تو علیٰحدہ رہا، ہم اُن کو معلوم کرنے کی بھی تکلیف نہیں کرتے۔ اِس باب میں چند قصوں کو نمونہ[2] کے طور پر ذکر کرنا ہے، اُن میں سب سے پہلے خود حضور اکرم ﷺ کے ایک قِصّہ سے ابتدا کرتا ہوں کہ حضور ﷺ کا ذکر برکت کا ذریعہ ہے۔

① حضور اکرم ﷺ کے طائف کے سفر کا قصہ

نُبوّت مل جانے کے بعد ۹/ برس تک نبی اکرم ﷺ مکہ مکرمہ میں تبلیغ فرماتے رہے اور قوم کی ہدایت اور اصلاح کی کوشش فرماتے رہے؛ لیکن تھوڑی سی جماعت کے سوا، جو مسلمان ہوگئی تھی اور تھوڑے سے ایسے لوگوں کے علاوہ جو باوجود مسلمان نہ ہونے کے آپ کی مدد کرتے تھے؛ اکثر کفارِ مکہ آپ کو اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو ہر طرح کی تکلیفیں پہونچاتے تھے، مذاق اڑاتے تھے اور جو ہوسکتا تھا اس سے دریغ[3] نہ کرتے تھے۔ حضور ﷺ کے چچا ابوطالب بھی اُن ہی نیک دل لوگوں میں تھے، جو باوجود مسلمان نہ ہونے کے حضور ﷺ کی ہر قسم کی مدد فرماتے تھے۔ دسویں سال میں جب ابوطالب کا بھی انتقال ہوگیا، تو کافروں کو اور بھی ہر طرح کھلے مُہار[4] اسلام سے روکنے اور مسلمانوں کو تکلیف پہونچانے کا موقع ملا۔ حضور اقدس ﷺ اس خیال سے طائف تشریف لے گئے کہ وہاں قبیلۂ ثَقِیف[5] کی بڑی جماعت ہے، اگر وہ قبیلہ مسلمان ہو جائے، تو مسلمانوں کو ان تکلیفوں سے نجات ملے اور دین کے پھیلنے کی بنیاد پڑ جائے۔ وہاں پہونچ کر قبیلہ کے تین[6] سرداروں سے جو بڑے درجے کے سمجھے جاتے تھے، گفتگو[7] فرمائی اور اللہ کے دین کی طرف بلایا اور اللہ کے رسول کی یعنی اپنی مدد کی طرف متوجہ کیا؛ مگر ان لوگوں نے بجائے اس کے کہ دین کی بات کو قبول کرتے یا کم سے کم عرب کی مشہور مہمان نوازی کے لحاظ سے ایک نَوواردِ مہمان[8] کی خاطر مُدارات کرتے، صاف جواب دے دیا اور نہایت بے رُخی[9] اور بداخلاقی سے پیش آئے، اُن لوگوں نے یہ بھی گوارہ[10] نہ کیا کہ آپ یہاں قیام[11] فرمالیں۔ جن لوگوں کو سردار سمجھ کر بات کی تھی کہ وہ شریف ہوں گے اور مُہذّب[12] گفتگو کریں گے، ان میں سے ایک شخص بولا کہ او ہو! آپ ہی کو اللہ نے نبی بنا کر بھیجا ہے۔ دوسرا بولا: اللہ کو

حل لغات: ① الگ رہا۔ ② مثال۔ ③ رکتے نہ تھے۔ ④ آزادی سے۔ ⑤ خاندان۔ ⑥ بات چیت۔ ⑦ اجنبی۔ ⑧ مہمان نوازی۔ ⑨ بے توجہی۔ ⑩ برداشت۔ ⑪ ٹھہر جائیں۔ ⑫ اچھی۔

تمہارے سوا کوئی اور ملتا ہی نہیں تھا، جس کو رسول بنا کر بھیجتے۔ تیسرے نے کہا: میں تجھ سے بات کرنا نہیں چاہتا اِس لیے کہ اگر تُو واقعی نبی ہے جیسا کہ دعویٰ ہے، تو تیری بات سے انکار کر دینا مصیبت سے خالی نہیں اور اگر جھوٹ ہے، تو مَیں ایسے شخص سے بات کرنا نہیں چاہتا۔ اس کے بعد ان لوگوں سے نا اُمید ہو کر حضور اکرم ﷺ نے اور لوگوں سے بات کرنے کا ارادہ فرمایا کہ آپ تو ہمت و اِستقلال[1] کے پہاڑ تھے؛ مگر کسی نے بھی قبول نہیں کیا، بلکہ بجائے قبول کرنے کے حضور ﷺ سے کہا کہ ہمارے شہر سے فوراً نکل جاؤ اور جہاں تمہاری چاہت کی جگہ ہو وہاں چلے جاؤ۔ حضور اکرم ﷺ جب اُن سے بالکل مایوس[2] ہو کر واپس ہونے لگے، تو ان لوگوں نے شہر کے لڑکوں کو پیچھے لگا دیا کہ آپ کا مذاق اڑائیں، تالیاں پیٹیں، پتھر ماریں حتّٰی کہ آپ ﷺ کے دونوں جوتے خون کے جاری ہونے سے رنگین ہو گئے، حضور اقدس ﷺ اسی حالت میں واپس ہوئے، جب راستہ میں ایک جگہ ان شریروں سے اطمینان ہوا، تو حضور ﷺ نے یہ دعا مانگی:

اَللّٰهُمَّ إِلَيْكَ أَشْكُوْ ضُعْفَ قُوَّتِيْ، وَقِلَّةَ حِيْلَتِيْ، وَهَوَانِيْ عَلَى النَّاسِ، يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ. أَنْتَ رَبُّ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ، وَأَنْتَ رَبِّيْ إِلٰى مَنْ تَكِلُنِيْ إِلٰى بَعِيْدٍ يَتَجَهَّمُنِيْ أَمْ إِلٰى عَدُوٍّ مَلَّكْتَهٗ أَمْرِيْ إِنْ لَّمْ يَكُنْ بِكَ عَلَيَّ غَضَبٌ فَلَا أُبَالِيْ وَلٰكِنَّ عَافِيَتَكَ هِيَ أَوْسَعُ لِيْ، أَعُوْذُ بِنُوْرِ وَجْهِكَ الَّذِيْ أَشْرَقَتْ لَهُ الظُّلُمَاتُ وَصَلُحَ عَلَيْهِ أَمْرُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ مِنْ أَنْ يَّنْزِلَ بِيْ غَضَبُكَ أَوْ يَحِلَّ عَلَيَّ سَخَطُكَ. لَكَ الْعُتْبٰى حَتّٰى تَرْضٰى وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِكَ. [كذا في سيرة ابن هشام قلت: واختلفت الروايات في ألفاظ الدعاء كما في قرة العيون].	اے اللہ! تجھی سے شکایت کرتا ہوں میں اپنی کمزوری اور بے کسی کی اور لوگوں میں ذلت و رسوائی کی۔ اے ارحم الراحمین! تو ہی ضُعفاء[3] کا رب ہے اور تو ہی میرا پروردگار ہے، تو مجھے کس کے حوالہ[4] کرتا ہے، کسی اجنبی بے گانہ[5] کے، جو مجھے دیکھ کر ترش رُو[6] ہوتا ہے اور منہ چڑھاتا ہے یا کہ کسی دشمن کے جس کو تو نے مجھ پر قابو دے دیا۔ اے اللہ! اگر تو مجھ سے ناراض نہیں ہے، تو مجھے کسی کی بھی پرواہ نہیں ہے، تیری حفاظت مجھے کافی ہے، میں تیرے چہرہ کے اُس نور کے طُفیل[7]، جس سے تمام اندھیریاں روشن ہو گئیں اور جس سے دنیا اور آخرت کے سارے کام درست ہو جاتے ہیں، اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ مجھ پر تیرا غصہ ہو، یا تو مجھ سے ناراض ہو، تیری ناراضگی کا اُس وقت تک دور کرنا ضروری ہے، جب تک تو راضی نہ ہو، نہ تیرے سوا کوئی طاقت ہے نہ قوت۔

مالکُ المُلک کی شانِ[8] قہاری کو اس پر جوش آنا ہی تھا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آ کر سلام کیا اور عرض

حل لغات: ① مضبوطی۔ ② ناامید۔ ③ کمزوروں۔ ④ سپرد۔ ⑤ غیر۔ ⑥ ناخوش۔ ⑦ ذریعہ۔ ⑧ اللہ کے غضب اور غصہ کی شان۔

کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کی وہ گفتگو جو آپ سے ہوئی سنی اور اُن کے جوابات سنے، اور ایک فرشتہ کو، جس کے متعلق پہاڑوں کی خدمت ہے، آپ کے پاس بھیجا ہے کہ آپ جو چاہیں اُس کو حکم دیں۔ اُس کے بعد اُس فرشتہ نے سلام کیا اور عرض کیا کہ جو ارشاد ہو، میں اس کی تعمیل[1] کروں، اگر ارشاد ہو تو دونوں جانب کے پہاڑوں کو ملادوں، جس سے یہ سب درمیان میں کچل جائیں یا اور جو سزا آپ تجویز[2] فرمائیں۔ حضور ﷺ کی رحیم وکریم ذات نے جواب دیا کہ میں اللہ سے اس کی امید رکھتا ہوں کہ اگر یہ مسلمان نہیں ہوئے، تو اُن کی اولاد میں سے ایسے لوگ پیدا ہوں، جو اللہ کی پرستش[3] کریں اور اُس کی عبادت کریں۔

فائدہ: یہ ہیں اخلاق اُس کریم ذات کے جس کے ہم لوگ نام[4] لیوا ہیں کہ ہم ذرا سی تکلیف سے، کسی کی معمولی سی گالی دے دینے سے ایسے بھڑک جاتے ہیں کہ پھر عمر بھر اُس کا بدلہ نہیں اترتا، ظلم پر ظلم اُس پر کرتے رہتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں اپنے محمّدی[5] ہونے کا، نبی کے پیرَو بننے کا، نبی کریم ﷺ اتنی سخت تکلیف اور مشقت اُٹھانے کے باوجود نہ بددُعا فرماتے ہیں، نہ کوئی بدلہ لیتے ہیں۔

② قِصّہ حضرت اَنَس بن نَضر رضی اللہ عنہ کی شہادت کا

حضرت اَنَس بن نَضر رضی اللہ عنہ ایک صحابی تھے، جو بدر کی لڑائی میں شریک نہیں ہو سکے تھے، اُن کو اِس چیز کا صدمہ[6] تھا، اس پر اپنے نفس کو ملامت[7] کرتے تھے کہ اسلام کی پہلی عظیم الشان[8] لڑائی اور تُو اُس میں شریک نہ ہو سکا اِس کی تمنا تھی کہ کوئی دوسری لڑائی ہو تو حوصلے پورے کروں، اتفاق سے اُحد کی لڑائی پیش آگئی، جس میں یہ بڑی بہادری اور دلیری سے شریک ہوئے، اُحد کی لڑائی میں اوّل اوّل[9] تو مسلمانوں کو فتح ہوئی؛ مگر آخر میں ایک غلطی کی وجہ سے مسلمانوں کو شکست[10] ہوئی، وہ غلطی یہ تھی کہ حضور اکرم ﷺ نے کچھ آدمیوں کو ایک خاص جگہ مقرر فرمایا تھا کہ تم لوگ اتنے مَیں نہ کہوں اُس جگہ سے نہ ہٹنا کہ وہاں سے دشمن کے حملہ کرنے کا اندیشہ[11] تھا۔ جب مسلمانوں کو شروع میں فتح ہوئی، تو کافروں کو بھاگتا ہوا دیکھ کر یہ لوگ بھی اپنی جگہ سے یہ سمجھ کر ہٹ گئے کہ اب جنگ ختم ہو چکی، اِس لیے بھاگتے ہوئے کافروں کا پیچھا کیا جائے؛ اور غنیمت[12] کا مال حاصل کیا جائے، اُس جماعت کے سردار نے منع بھی کیا کہ حضور ﷺ کی ممانعت تھی تم یہاں سے نہ ہٹو، مگر اُن لوگوں نے یہ سمجھ کر کہ حضور ﷺ کا ارشاد صرف لڑائی کے وقت کے واسطے تھا، وہاں سے ہٹ کر میدان میں پہونچ گئے، بھاگتے ہوئے کافروں نے اُس جگہ کو خالی دیکھ کر اُس طرف سے آکر حملہ کر دیا، مسلمان بے فکر تھے، اِس اچانک بے خبری کے حملہ سے مغلوب[13] ہو گئے اور دونوں طرف سے کافروں کے بیچ میں آگئے، جس کی وجہ سے اِدھر اُدھر پریشان بھاگ رہے تھے، حضرت اَنَس رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ

حل لغات: ① حکم پورا کروں۔ ② پسند۔ ③ بندگی۔ ④ نام لینے والا۔ ⑤ فرمانبردار۔ ⑥ رنج۔ ⑦ بُرا بھلا کہنا۔ ⑧ بہت بڑی۔ ⑨ شروع شروع میں۔ ⑩ ہار۔ ⑪ ڈر۔ ⑫ جہاد میں حاصل ہونے والا۔ ⑬ دباؤ میں آنا۔

سامنے سے ایک دوسرے صحابی سَعد بن مُعاذ ؓ آرہے ہیں۔ اُن سے کہا کہ: اے سعد! کہاں جارہے ہو؟ خدا کی قسم! جنت کی خوشبو اُحد کے پہاڑ سے آرہی ہے۔ یہ کہہ کر تلوار تو ہاتھ میں تھی ہی، کافروں کے ہُجوم[۱] میں گھس گئے اور اتنے شہید نہیں ہوگئے؛ واپس نہیں ہوئے، شہادت کے بعد ان کے بدن کو دیکھا تو چھلنی ہو گیا تھا، اَسّی[۸۰] سے زیادہ زخم تیر اور تلوار کے بدن پر تھے، ان کی بہن نے انگلیوں کے پوروں سے ان کو پہچانا۔

فائدہ: جو لوگ اخلاص اور سچی طلب کے ساتھ اللہ کے کام میں لگ جاتے ہیں، ان کو دنیا ہی میں جنت کا مزہ آنے لگتا ہے۔ یہ حضرت اَنَس ؓ زندگی ہی میں جنت کی خوشبو سونگھ رہے تھے، اگر اخلاص آدمی میں ہو جاوے، تو دنیا میں بھی جنت کا مزہ آنے لگتا ہے۔ میں نے ایک مُعتبر[۲] شخص سے جو حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوریؒ کے مُخلص خادم ہیں؛ حضرت کا مقولہ سنا ہے کہ ''جنت کا مزہ آرہا ہے''۔ فضائل رمضان میں اِس قِصّہ کو لکھ چکا ہوں۔

③ صُلحِ حُدَیبیہ اور ابوجَندَل ؓ اور ابوبَصیر ؓ کا قصہ

۶ھ میں حضور اقدس ﷺ عمرہ کے ارادہ سے مکہ تشریف لے جارہے تھے، کفارِ مکہ کو اِس کی خبر ہوئی اور وہ اس خبر کو اپنی ذلّت[۳] سمجھے، اِس لیے مُزاحمت[۴] کی اور حدیبیہ میں آپ ﷺ کو رُکنا پڑا، جاں نثار[۵] صحابہ ؓ ساتھ تھے، جو حضور ﷺ پر جان قربان کرنا فخر سمجھتے تھے، لڑنے کو تیار ہوگئے؛ مگر حضور ﷺ نے مکہ والوں کی خاطر[۶] سے لڑنے کا ارادہ نہیں فرمایا، اور صلح کی کوشش کی اور باوجود صحابہ ؓ کی لڑائی پر مُستعدی[۷] اور بہادری کے، حضور اکرم ﷺ نے کفار کی اِس قدر رعایت فرمائی کہ اُن کی ہر شرط کو قبول فرمالیا۔ صحابہ ؓ کو اِس طرح دَب کر صلح کرنا بہت ہی ناگوار[۸] تھا؛ مگر حضور ﷺ کے ارشاد کے سامنے کیا ہوسکتا تھا کہ جاں نثار تھے اور فرماں بردار، اس لیے حضرت عمر ؓ جیسے بہادروں کو بھی دبنا پڑا۔

صلح میں جو شرطیں طے ہوئیں، ان شرطوں میں ایک یہ شرط بھی تھی کہ کافروں میں سے جو شخص اسلام لائے اور ہجرت کرے، مسلمان اُس کو مکہ واپس کردیں اور مسلمانوں میں سے خدانخواستہ[۹] اگر کوئی شخص مرتد[۱۰] ہوکر چلا آئے، تو وہ واپس نہ کیا جائے۔ یہ صُلح نامہ[۱۱] ابھی تک پورا لکھا بھی نہیں گیا تھا کہ حضرت ابوجَندَل ؓ ایک صحابی تھے، جو اسلام لانے کی وجہ سے طرح طرح کی تکلیفیں برداشت کررہے تھے اور زنجیروں میں بندھے ہوئے تھے، اِسی حالت میں گرتے پڑتے مسلمانوں کے لشکر میں اِس اُمید پر پہونچے کہ اُن لوگوں کی حمایت[۱۲] میں جاکر اِس مصیبت سے چھٹکارا پاؤں گا، اُن کے باپ سہیل نے جو اِس صلح نامہ میں کفار کی طرف سے وکیل تھے اور اُس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے، فتح مکہ میں مسلمان ہوئے؛ انہوں نے

حل لغات: (۱) بھیڑ۔ (۲) بھروسے کے قابل۔ (۳) بے عزتی۔ (۴) روکا۔ (۵) جان قربان کرنے والے۔ (۶) خیال۔ (۷) تیاری۔ (۸) ناپسند۔ (۹) خدانہ کرے۔ (۱۰) اسلام چھوڑ کر۔ (۱۱) آپسی فیصلہ کا مضمون۔ (۱۲) پناہ۔

صاحبزادے[1] کے طمانچے مارے اور واپس لے جانے پر اصرار[2] کیا۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ابھی صُلح نامہ مُرتّب[3] بھی نہیں ہوا، اِس لیے ابھی پابندی کس بات کی؟ مگر انہوں نے اصرار کیا، پھر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک آدمی مجھے مانگا ہی دے دو؛ مگر وہ لوگ ضد پر تھے، نہ مانا۔ ابو جَنْدَل ﷺ نے مسلمانوں کو پکار کر فریاد[4] بھی کی کہ میں مسلمان ہو کر آیا اور کتنی مصیبتیں اٹھا چکا، اب واپس کیا جا رہا ہوں۔ اس وقت مسلمانوں کے دلوں پر جو گذر رہی ہوگی، اللہ ہی کو معلوم ہے؛ مگر حضور ﷺ کے ارشاد سے واپس ہوئے۔ حضور ﷺ نے تسلّی فرمائی اور صبر کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ عنقریب[5] حق تعالیٰ شانہٗ تمہارے لیے راستہ نکالیں گے۔ صلح نامہ کے مکمل ہو جانے کے بعد ایک دوسرے صحابی اَبُو بَصِیر ﷺ بھی مسلمان ہو کر مدینہ منورہ پہونچے، کفار نے ان کو واپس بلانے کے لیے دو آدمی بھیجے، حضور اقدس ﷺ نے حسبِ[6] وعدہ واپس فرما دیا۔ اَبُو بَصِیر ﷺ نے عرض بھی کیا کہ یا رسول اللہ! میں مسلمان ہو کر آیا، آپ مجھے کفار کے پنجہ[7] میں پھر بھیجتے ہیں؟ آپ ﷺ نے ان سے بھی صبر کرنے کو ارشاد فرمایا اور فرمایا کہ اِن شاء اللہ عنقریب تمہارے واسطے راستہ کھلے گا۔ یہ صحابی اُن دونوں کافروں کے ساتھ واپس ہوئے۔ راستہ میں اُن میں سے ایک سے کہنے لگے کہ یار! تیری یہ تلوار تو بڑی نفیس[8] معلوم ہوتی ہے، شیخی باز[9] آدمی ذرا سی بات میں پھول ہی جاتا ہے، وہ نیام سے نکال کر کہنے لگا کہ ہاں! میں نے بہت سے لوگوں پر اِس کا تجربہ کیا، یہ کہہ کر تلوار اُن کے حوالہ کر دی، اُنہوں نے اُسی پر اُس کا تجربہ کیا۔ دوسرا ساتھی یہ دیکھ کر کہ ایک کو تو نمٹا[10] دیا، اب میرا نمبر ہے، بھاگا ہوا مدینہ آیا اور حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرا ساتھی مر چکا ہے، اب میرا نمبر ہے۔ اُس کے بعد ابو بصیر ﷺ پہونچے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ اپنا وعدہ پورا فرما چکے کہ مجھے واپس کر دیا اور مجھ سے کوئی عہد[11] ان لوگوں کا نہیں ہے، جس کی ذمہ داری ہو، وہ مجھے میرے دین سے ہٹاتے ہیں، اِس لیے میں نے یہ کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ لڑائی بھڑکانے والا ہے، کاش کوئی اس کا مُعین، مددگار ہوتا۔ وہ اِس کلام سے سمجھ گئے کہ اب بھی اگر کوئی میری طلب[12] میں آئے گا تو میں واپس کر دیا جاؤں گا، اس لیے وہ وہاں سے چل کر سمندر کے کنارے ایک جگہ آ پڑے۔ مکہ والوں کو اِس قصّہ کا حال معلوم ہوا تو ابو جَنْدَل ﷺ بھی (جن کا قصہ پہلے گذرا) چھپ کر وہیں پہونچ گئے، اِسی طرح جو شخص مسلمان ہوتا، وہ ان کے ساتھ جا ملتا۔ چند روز میں یہ ایک مختصر سی جماعت ہوگئی۔ جنگل میں جہاں نہ کھانے کا کوئی انتظام، نہ وہاں باغات اور آبادیاں، اِس لیے اُن لوگوں پر جو گذری ہوگی وہ تو اللہ ہی کو معلوم ہے؛ مگر جن ظالموں کے ظلم سے پریشان ہو کر یہ لوگ بھاگتے تھے، اُن کا ناطقہ[13] بند کر دیا۔ جو قافلہ اِدھر کو جاتا اس سے مقابلہ کرتے اور لڑتے،

حل لغات: (۱) بیٹے۔ (۲) ضد۔ (۳) تیار۔ (۴) ظلم وزیادتی کی شکایت۔ (۵) جلد ہی۔ (۶) وعدہ کے مطابق۔ (۷) قبضہ۔ (۸) بہترین۔ (۹) اِترانے والا۔ (۱۰) ختم کر دیا۔ (۱۱) وعدہ۔ (۱۲) تلاش۔ (۱۳) تنگ کر دیا۔

حتیٰ کہ کفارِ مکہ نے پریشان ہوکر حضور ﷺ کی خدمت میں عاجزی اور منّت کر کے اللہ کا اور رشتہ داری کا واسطہ دے کر آدمی بھیجا کہ اس بے سری[1] جماعت کو آپ اپنے پاس بلا لیں کہ یہ معاہدہ[2] میں تو داخل ہو جائیں اور ہمارے لیے آنے جانے کا راستہ کھلے۔ لکھا ہے کہ حضور ﷺ کا اجازت[3] نامہ جب ان حضرات کے پاس پہونچا، تو ابوبصیر رضی اللہ عنہ مرض الموت[4] میں گرفتار تھے۔ حضور ﷺ کا والا[5] نامہ ہاتھ میں تھا کہ اسی حالت میں انتقال فرمایا۔ (رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ) [بخاری وفتح]

فائدہ: آدمی اگر اپنے دین پر پکّا ہو، بشرطیکہ دین بھی سچا ہو، تو بڑی سے بڑی طاقت اُس کو نہیں ہٹا سکتی اور مسلمان کی مدد کا تو اللہ کا وعدہ ہے، بشرطیکہ وہ مسلمان ہو۔

④ حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کا اسلام اور مصائب[6]

حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں، جو مسجد نبوی کے ہمیشہ مؤذن رہے، شروع میں ایک کافر کے غلام تھے، اسلام لے آئے، جس کی وجہ سے طرح طرح کی تکلیفیں دیے جاتے تھے، اُمیّہ بن خَلَف جو مسلمانوں کا سخت دشمن تھا، ان کو سخت گرمی میں دوپہر کے وقت تپتی ہوئی ریت پر سیدھا لٹا کر ان کے سینہ پر پتھر کی بڑی چٹان رکھ دیتا تھا، تاکہ وہ حرکت نہ کر سکیں؛ اور کہتا تھا کہ یا اس حال میں مر جائیں، اور زندگی چاہیں تو اسلام سے ہٹ جائیں، مگر وہ اس حالت میں بھی اَحَدٌ اَحَدٌ کہتے تھے، یعنی معبود[9] ایک ہی ہے۔ رات کو زنجیروں میں باندھ کر کوڑے لگائے جاتے اور اگلے دن ان زخموں کو گرم زمین پر ڈال کر اور زیادہ زخمی کیا جاتا؛ تاکہ بے قرار[8] ہو کر اسلام سے پھر جاویں یا تڑپ تڑپ کر مر جائیں، عذاب دینے والے اُکتا[9] جاتے، کبھی ابوجہل کا نمبر آتا، کبھی اُمیّہ بن خَلَف کا، کبھی اوروں کا اور ہر شخص اس کی کوشش کرتا کہ تکلیف دینے میں زور ختم کر دے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس حالت میں دیکھا تو ان کو خرید کر آزاد فرمایا۔

فائدہ: چوں کہ عرب کے بُت پرست[10] اپنے بتوں کو بھی معبود کہتے تھے، اس لیے ان کے مقابلہ میں اسلام کی تعلیم توحید[11] کی تھی، جس کی وجہ سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی زبان پر ایک ہی ایک کا وِرد[12] تھا۔ یہ تعلق اور عشق کی بات ہے، ہم جھوٹی محبتوں میں دیکھتے ہیں کہ جس سے محبت ہو جاتی ہے، اس کا نام لینے میں لطف آتا ہے، بے فائدہ اس کو رَٹا جاتا ہے تو اللہ کی محبت کا کیا کہنا، جو دین اور دنیا میں دونوں جگہ کام آنے والی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ہر طرح سے ستایا جاتا تھا، سخت سے سخت تکلیفیں پہونچائی جاتی تھیں، مکہ کے لڑکوں کے حوالے کر دیا جاتا کہ وہ ان کو گلی کوچوں میں چکر دیتے پھریں؛ اور یہ تھے کہ ''ایک ہی ایک ہے''

حل لغات: ① سرکش، نافرمان۔ ② آپسی وعدہ۔ ③ اجازت کا خط۔ ④ وہ مرض جس میں مبتلا ہو کر آدمی مر جائے۔ ⑤ خط۔ ⑥ تکلیفیں۔ ⑦ جس کی عبادت کی جائے۔ ⑧ بے چین۔ ⑨ تنگ آجاتے۔ ⑩ بتوں کو پوجنے والے۔ ⑪ اللہ کو ایک ماننا۔ ⑫ وظیفہ۔

کی رَٹ لگاتے تھے، اسی کا یہ صِلہ[1] ملا کہ پھر حضور ﷺ کے دربار میں مؤذن بنے؛ اور سفر حضر[2] میں ہمیشہ اذان کی خدمت ان کے سپرد ہوتی۔ حضور ﷺ کے وصال[3] کے بعد مدینہ طیبہ میں رہنا اور حضور ﷺ کی جگہ کو خالی دیکھنا مشکل ہوگیا، اس لیے ارادہ کیا کہ اپنی زندگی کے جتنے دن ہیں، جہاد میں گذار دوں، اس لیے جہاد میں شرکت کی نیت سے چل دیے، ایک عرصہ تک مدینہ منورہ لوٹ کر نہیں آئے۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ کی خواب میں زیارت کی۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''بلال! یہ کیا ظلم ہے، ہمارے پاس کبھی نہیں آتے'' تو آنکھ کُھلنے پر مدینہ طیبہ حاضر ہوئے۔ حضرت حسن، حسین رضی اللہ عنہما نے اذان کی فرمائش[4] کی، لاڈلوں کی درخواست ایسی نہیں تھی کہ انکار کی گنجائش ہوتی، اذان کہنا شروع کی؛ اور مدینہ میں حضور ﷺ کے زمانہ کی اذان کانوں میں پڑ کر کُہرام[5] مچ گیا۔ عورتیں تک روتی ہوئی گھر سے نکل پڑیں۔ چند روز قیام کے بعد واپس ہوئے؛ اور ۲۰ھ کے قریب دمشق میں وصال ہوا۔ [اُسدالغابہ]

⑤ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا اسلام

حضرت اَبوذر غِفَارِی رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں، جو بعد میں بڑے زاہدوں[6] اور بڑے علماء میں سے ہوئے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کا ارشاد ہے کہ ابوذر ایسے علم کو حاصل کیے ہوئے ہیں، جس سے لوگ عاجز ہیں، مگر انھوں نے اس کو محفوظ کر رکھا ہے۔ جب ان کو حضور اقدس ﷺ کی نبوت کی پہلے پہل خبر پہونچی، تو انھوں نے اپنے بھائی کو حالات کی تحقیق کے واسطے مکہ بھیجا کہ جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میرے پاس وحی آتی ہے اور آسمان کی خبریں آتی ہیں، اس کے حالات معلوم کریں اور اس کے کلام کو غور سے سنیں۔ وہ مکہ مکرمہ آئے اور حالات معلوم کرنے کے بعد اپنے بھائی سے جا کر کہا کہ میں نے ان کو اچھی عادتوں اور عمدہ اخلاق کا حکم[7] کرتے دیکھا اور ایک ایسا کلام سنا جو نہ شعر ہے، نہ کاہنوں[8] کا کلام ہے۔ ابوذر رضی اللہ عنہ کو اس مُجمَل[9] بات سے تشفی نہ ہوئی، تو خود سامانِ سفر کیا اور مکہ پہونچے اور سیدھے مسجد حرام میں گئے، حضور ﷺ کو پہچانتے نہیں تھے اور کسی سے پوچھنا مَصلحت[10] کے خلاف سمجھا، شام تک اسی حال میں رہے۔ شام کو حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے دیکھا کہ ایک پردیسی مُسافر ہے، مُسافروں کی، غریبوں کی، پردیسیوں کی خبر گیری[11] ان کی ضرورتوں کا پورا کرنا، ان حضرات کی گھُٹی[12] میں پڑا ہوا تھا۔ اس لیے ان کو اپنے گھر لے آئے، میزبانی فرمائی، لیکن اس کے پوچھنے کی کچھ ضرورت نہ سمجھی کہ کون ہو، کیوں آئے۔ مسافر نے بھی کچھ ظاہر نہ کیا۔ صبح کو پھر مسجد میں آگئے اور دن بھر اسی حال میں گذرا کہ خود پتہ نہ چلا اور دریافت[13] کسی سے کیا نہیں، غالباً اس کی وجہ یہ ہوگی کہ حضور ﷺ کے ساتھ دشمنی کے قصے بہت مشہور تھے، آپ ﷺ کو اور آپ کے ملنے والوں کو ہر طرح کی

حل لغات: ① بدلہ۔ ② قیام، ٹھہرنا۔ ③ انتقال۔ ④ خواہش ظاہر کرنا۔ ⑤ چیخ وپکار۔ ⑥ دنیا سے بے رغبت لوگوں۔ ⑦ غیب کی خبریں بتانے والے۔ ⑧ مختصر۔ ⑨ تسلی۔ ⑩ عقلمندی۔ ⑪ دیکھ بھال۔ ⑫ عادت۔ ⑬ پوچھنا۔

تکلیفیں دی جاتی تھیں، ان کو خیال ہوا کہ صحیح حال معلوم نہیں ہوگا اور بدگمانی[1] کی وجہ سے مفت کی تکلیف علیحدہ رہی۔ دوسرے دن شام کو بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خیال ہوا کہ پردیسی مسافر ہے، بظاہر جس غرض کے لیے آیا ہے، وہ پوری نہیں ہوئی، اس لیے پھر اپنے گھر لے آئے اور رات کو کھلایا سلایا، مگر پوچھنے کی اس رات کو بھی نوبت[2] نہ آئی۔ تیسری رات کو پھر یہی صورت ہوئی، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: تم کس کام سے آئے ہو، کیا غرض ہے؟ تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے اوّل ان کو قسم اور عہد و پیمان[3] دیے اس بات کے کہ وہ صحیح بتائیں، اس کے بعد اپنی غرض بتلائی۔ حضرت علی کرّم اللہ وجہہٗ نے فرمایا: کہ وہ بے شک اللہ کے رسول ہیں اور صبح کو جب میں جاؤں، تو تم میرے ساتھ چلنا، میں وہاں تک پہونچا دوں گا، لیکن مخالفت[4] کا زور ہے اس لیے راستہ میں اگر مجھے کوئی شخص ایسا ملا، جس سے میرے ساتھ چلنے کی وجہ سے تم پر کوئی اندیشہ[5] ہو، تو میں پیشاب کرنے لگوں گا یا اپنا جوتا درست کرنے لگوں گا، تم سیدھے چلے چلنا، میرے ساتھ ٹھہرنا نہیں، جس کی وجہ سے تمہارا میرا ساتھ ہونا معلوم نہ ہو۔ چنانچہ صبح کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پیچھے پیچھے حضور ﷺ کی خدمت میں پہونچے، وہاں جا کر بات چیت ہوئی، اسی وقت مسلمان ہو گئے۔ حضور اقدس ﷺ نے ان کی تکلیف کے خیال سے فرمایا کہ اپنے اسلام کو ابھی ظاہر نہ کرنا، چپکے سے اپنی قوم میں چلے جاؤ، جب ہمارا غلبہ[6] ہو جائے، اس وقت چلے آنا۔ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس ذات کی قسم، جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اس کلمۂ توحید کو ان بے ایمانوں کے بیچ میں چلا کر پڑھوں گا؛ چنانچہ اسی وقت مسجد حرام میں تشریف لے گئے اور بلند آواز سے ''أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ'' پڑھا۔ پھر کیا تھا؛ چاروں طرف سے لوگ اُٹھے اور اس قدر مارا کہ زخمی کر دیا، مرنے کے قریب ہو گئے۔ حضور ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ جو اس وقت تک مسلمان بھی نہیں ہوئے تھے، ان کے اُوپر بچانے کے لیے لیٹ گئے اور لوگوں سے کہا کہ کیا ظلم کرتے ہو، یہ شخص قبیلۂ غفار کا ہے اور یہ قبیلہ ملک شام کے راستہ میں پڑتا ہے، تمہاری تجارت وغیرہ سب ملکِ شام کے ساتھ ہے، اگر یہ مر گیا تو شام کا آنا جانا بند ہو جائے گا۔ اس پر اُن لوگوں کو بھی خیال ہوا کہ ملکِ شام سے ساری ضرورتیں پوری ہوتی ہیں، وہاں کا راستہ بند ہو جانا مصیبت ہے، اس لیے ان کو چھوڑ دیا۔ دوسرے دن پھر اسی طرح انہوں نے جا کر باوازِ بلند کلمہ پڑھا اور لوگ اس کلمہ کو سننے کی تاب[7] نہ لا سکتے تھے، اس لیے ان پر ٹوٹ پڑے۔ دوسرے دن بھی حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اسی طرح ان کو سمجھا کر ہٹایا کہ تمہاری تجارت کا راستہ بند ہو جائے گا۔

فائدہ: حضور ﷺ کے اس ارشاد کے باوجود کہ ''اپنے اسلام کو چھپاؤ''، ان کا یہ فعل حق کے اظہار[8] کا ولولہ[9]

حل لغات: ① غلط خیال۔ ② وقت نہ ملا۔ ③ وعدہ اور اقرار۔ ④ دشمنی۔ ⑤ ڈر۔ ⑥ کثرت۔ ⑦ برداشت نہ کر سکے۔ ⑧ ظاہر کرنا۔ ⑨ جوش۔

اور غلبہ تھا کہ جب یہ دین حق ہے، تو کسی کے باپ کا کیا اِجارہ[1] ہے، جس سے ڈر کر چھپایا جائے اور حضور ﷺ کا منع فرمانا شَفَقَت کی وجہ سے تھا کہ ممکن ہے تکالیف کا تحمل[2] نہ ہو۔ ورنہ حضور ﷺ کے حکم کے خلاف صحابہ ؓ کی یہ مجال[3] ہی نہ تھی، چناں چہ اس کا کچھ نمونہ مستقل باب میں آرہا ہے۔ چوں کہ حضور اقدس ﷺ خود ہی دین کے پھیلانے میں ہر قسم کی تکلیفیں برداشت فرما رہے تھے، اس لیے حضرت ابوذر ؓ نے سہولت پر عمل کے بجائے حضور ﷺ کے اتباع کو ترجیح[4] دی۔ یہی ایک چیز تھی کہ جس کی وجہ سے ہر قسم کی ترقی دینی اور دنیوی صحابۂ کرام ؓ کے قدم چوم رہی تھی اور ہر میدان اُن کے قبضہ میں تھا کہ جو شخص بھی ایک مرتبہ کلمۂ شہادت پڑھ کر اسلام کے جھنڈے کے نیچے آجاتا تھا، بڑی سے بڑی قوت بھی اس کو روک نہ سکتی تھی اور نہ بڑے سے بڑا ظلم اس کو دین کی اِشاعت[5] سے ہٹا سکتا تھا۔

⑥ حضرت خبّاب بن الاَرَتّ ؓ کی تکلیفیں

حضرت خبّاب بن الارتّ ؓ بھی انہی مبارک ہستیوں[6] میں ہیں، جنہوں نے امتحان[7] کے لیے اپنے آپ کو پیش کیا تھا اور اللہ کے راستہ میں سخت سے سخت تکلیفیں برداشت کیں۔ شروع ہی میں پانچ، چھ آدمیوں کے بعد مسلمان ہو گئے تھے، اس لیے بہت زمانہ تک تکلیفیں اٹھائیں، لوہے کی زِرہ[8] پہنا کر ان کو دھوپ میں ڈال دیا جاتا، جس سے گرمی اور تپش کی وجہ سے پسینوں پر پسینے بہتے رہتے تھے۔ اکثر اوقات بالکل سیدھا گرم ریت پر لٹا دیا جاتا، جس کی وجہ سے کمر کا گوشت تک گل کر گر گیا تھا۔ یہ ایک عورت کے غلام تھے، اُس کو خبر پہونچی کہ یہ حضور اقدس ﷺ سے ملتے ہیں، تو اُس کی سزا میں لوہے کو گرم کر کے ان کے سر کو اس سے داغ دیتی تھی۔ حضرت عمر ؓ نے ایک مرتبہ عُرصہ[9] کے بعد اپنے زمانۂ خلافت میں حضرت خبّاب ؓ سے اُن تکالیف کی تفصیل پوچھی، جو ان کو پہونچائی گئیں۔ اُنہوں نے عرض کیا کہ میری کمر دیکھیں۔ حضرت عمر ؓ نے کمر دیکھ کر فرمایا کہ ایسی کمر تو کسی کی دیکھی ہی نہیں، انہوں نے عرض کیا کہ مجھے آگ کے انگاروں پر ڈال کر گھسیٹا گیا، میری کمر کی چربی اور خون سے وہ آگ بجھی۔ ان حالات کے باوجود جب اسلام کو ترقی ہوئی اور فتوحات[10] کا دروازہ کھلا، تو اس پر رویا کرتے تھے کہ خدا[11] انخواستہ ہماری تکلیف کا بدلہ کہیں دنیا ہی میں تو نہیں مل گیا۔ حضرت خبّاب ؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ نے خلافِ عادت بہت ہی لمبی نماز پڑھی۔ صحابہ ؓ نے اس کے متعلق عرض کیا: تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ رغبت وڈر کی نماز تھی، میں نے اس میں اللہ تعالیٰ سے تین[12] دعائیں کی تھیں، دو[13] اُن میں سے قبول ہوئیں اور ایک[14] کو انکار فرما دیا۔ میں نے یہ دعا کی کہ میری ساری اُمت قحط سے ہلاک نہ ہو جائے، یہ قبول ہو گئی۔

حل لغات: ① اختیار۔ ② صبر، برداشت۔ ③ ہمت۔ ④ بہتر سمجھنا۔ ⑤ پھیلانا۔ ⑥ شخصیتوں۔ ⑦ آزمائش۔ ⑧ لوہے کا لباس جو لڑائی میں پہنا جاتا ہے۔ ⑨ بہت دنوں۔ ⑩ کامیابیوں۔ ⑪ خدانہ کرے۔

دوسری یہ دعا کی کہ ان پر کوئی ایسا دشمن مُسَلَّط[1] نہ ہو، جو ان کو بالکل مٹا دے، یہ بھی قبول ہوگئی۔ تیسری یہ دعا کی کہ ان میں آپس میں لڑائی جھگڑے نہ ہوں، یہ بات منظور نہیں ہوئی۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ کا انتقال ۳۷ھ میں ہوا اور کوفہ میں سب سے پہلے صحابی یہی دفن ہوئے۔ ان کے انتقال کے بعد حضرت علی کرّم اللہ وجہہٗ کا گذر ان کی قبر پر ہوا، تو ارشاد فرمایا: اللہ خبّاب پر رحم فرمائیں، اپنی رغبت سے مسلمان ہوا اور خوشی سے ہجرت کی اور جہاد میں زندگی گذار دی اور مصیبتیں برداشت کیں۔ مبارک ہے وہ شخص جو قیامت کو یاد رکھے اور حساب کتاب کی تیاری کرے اور گذارہ[2] کے قابل مال پر قناعت[3] کرے اور اپنے مولیٰ کو راضی کرلے۔ [اُسد الغابہ]

فائدہ: حقیقت میں مولیٰ کو راضی کر لینا اُن ہی لوگوں کا حصہ تھا کہ اُن کی زندگی کا ہر کام مولیٰ ہی کی رضا کے واسطے تھا۔

⑦ حضرت عمّار رضی اللہ عنہ اور ان کے والدین کا ذکر

حضرت عمّار رضی اللہ عنہ اور ان کے ماں باپ کو بھی سخت سے سخت تکلیفیں پہونچائی گئیں، مکہ کی سخت گرم اور ریتلی زمین میں ان کو عذاب دیا جاتا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اس طرف گذر ہوتا، تو صبر کی تلقین[4] فرماتے اور جنت کی بشارت[5] فرماتے، آخر ان کے والد حضرت یاسر رضی اللہ عنہ اسی حالتِ تکلیف میں وفات پاگئے، کہ ظالموں نے مرنے تک چین نہ لینے دیا اور ان کی والدہ حضرت سُمیہ رضی اللہ عنہا کی شرمگاہ میں ابوجہل ملعون[6] نے ایک برچھا[7] مارا، جس سے وہ شہید ہوگئیں، مگر اسلام سے نہ ہٹیں، حالاں کہ بوڑھی تھیں، ضعیف تھیں؛ مگر اس بدنصیب نے کسی چیز کا بھی خیال نہیں کیا۔ اسلام میں سب سے پہلی شہادت ان کی ہے؛ اور اسلام میں سب سے پہلی مسجد حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی بنائی ہوئی ہے۔ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے گئے، تو حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک مکان سایہ کا بنانا چاہیے، جس میں تشریف رکھا کریں، دوپہر کو آرام فرمالیا کریں اور نماز بھی سایہ میں پڑھ سکیں، تو قبا میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے اول پتھر جمع کیے اور پھر مسجد بنائی۔ لڑائی میں نہایت جوش سے شریک ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ مزے میں آکر کہنے لگے کہ اب جا کر دوستوں سے ملیں گے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی جماعت سے ملیں گے۔ اتنے میں پیاس لگی اور پانی کسی سے مانگا، اس نے دودھ سامنے کیا، اس کو پیا اور پی کر کہنے لگے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ تُو دنیا میں سب سے آخری چیز دودھ پیے گا، اس کے بعد شہید ہوگئے۔ اس وقت چورانوے[94] برس کی عمر تھی۔ بعض نے ایک آدھ سال کم بتلائی ہے۔ [اُسد الغابہ]

⑧ حضرت صُہَیب رضی اللہ عنہ کا اسلام

حضرت صُہَیب رضی اللہ عنہ بھی حضرت عمّار رضی اللہ عنہ ہی کے ساتھ مسلمان ہوئے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اَرقم صحابی رضی اللہ عنہ کے مکان پر

حل لغات: ① سوار۔ ② کام چلانا۔ ③ تھوڑے پر خوش رہنا۔ ④ تعلیم۔ ⑤ خوش خبری۔ ⑥ مردود۔ ⑦ نیزہ، بھالا۔

تشریف فرما تھے کہ یہ دونوں حضرات علیحدہ علیحدہ حاضرِ خدمت ہوئے اور مکان کے دروازہ پر دونوں اتفاقیہ اکٹھے ہوگئے۔ ہر ایک نے دوسرے کی غرض معلوم کی، تو ایک ہی غرض یعنی اسلام لانا اور حضور ﷺ کے فیض سے مستفید ہونا دونوں کا مقصود تھا۔ اسلام لائے اور اسلام لانے کے بعد جو اُس زمانہ میں اس قلیل اور کمزور جماعت کو پیش آنا تھا، وہ پیش آیا۔ ہر طرح سے ستائے گئے، تکلیفیں پہونچائی گئیں۔ آخر تنگ آکر ہجرت کا ارادہ فرمایا، تو کافروں کو یہ چیز بھی گوارا نہ تھی کہ یہ لوگ کسی دوسری ہی جگہ جا کر آرام سے زندگی بسر کرلیں، اس لیے جس کسی کی ہجرت کا حال معلوم ہوجاتا تھا، اس کو پکڑنے کی کوشش کرتے تھے کہ تکالیف سے نجات نہ پاسکے۔ چنانچہ ان کا بھی پیچھا کیا گیا اور ایک جماعت ان کو پکڑنے کے لیے گئی، انہوں نے اپنا ترکش سنبھالا، جس میں تیر تھے؛ اور ان لوگوں سے کہا: دیکھو تمہیں معلوم ہے کہ میں تم سب سے زیادہ تیر انداز ہوں، اتنے ایک بھی تیر میرے پاس باقی رہے گا، تم لوگ مجھ تک نہیں آسکو گے اور جب ایک بھی تیر نہ رہے گا، تو میں اپنی تلوار سے مقابلہ کروں گا، یہاں تک کہ تلوار بھی میرے ہاتھ میں نہ رہے؛ اس کے بعد جو تم سے ہوسکے کرنا، اس لیے اگر تم چاہو، تو اپنی جان کے بدلہ میں اپنے مال کا پتہ بتلا سکتا ہوں، جو مکہ میں ہے اور دو باندیاں بھی ہیں، وہ سب تم لے لو۔ اس پر وہ لوگ راضی ہوگئے اور اپنا مال دے کر جان چھڑائی، اسی بارہ میں آیت پاک ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ۝﴾ [سورۂ بقرہ] نازل ہوئی [درمنثور]۔ ترجمہ: بعض لوگ ایسے ہیں، جو اللہ کی رضا کے واسطے اپنی جان کو خرید لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بندوں پر مہربان ہیں۔ حضور ﷺ اس وقت قبا میں تشریف فرما تھے، صورت دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ نفع کی تجارت کی۔ صُہیب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ اس وقت کھجور نوش فرما رہے تھے اور میری آنکھ دُکھ رہی تھی، میں بھی ساتھ کھانے لگا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ آنکھ تو دُکھ رہی ہے اور کھجوریں کھاتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ حضور! اُس آنکھ کی طرف سے کھاتا ہوں، جو تندرست ہے۔ حضور ﷺ یہ جواب سن کر ہنس پڑے۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بڑے ہی خرچ کرنے والے تھے، حتّٰی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ تم فضول خرچی کرتے ہو، انہوں نے عرض کیا کہ ناحق کہیں خرچ نہیں کرتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جب وصال ہونے لگا، تو ان ہی کو جنازہ کی نماز پڑھانے کی وصیت فرمائی تھی۔ [اُسد الغابہ]

⑨ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قصہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جن کے پاک نام پر آج مسلمانوں کو فخر ہے اور جن کے جوشِ ایمانی سے آج تیرہ سو برس بعد تک کافروں کے دل میں خوف ہے۔

حل لغات: ① الگ الگ۔ ② اچانک۔ ③ مقصد۔ ④ فائدہ حاصل کرنا۔ ⑤ مقصد۔ ⑥ چھوٹی۔ ⑦ پسند۔ ⑧ تیر رکھنے کا تھیلا۔ ⑨ کھا رہے تھے۔ ⑩ صحیح۔ ⑪ انتقال۔ ⑫ ناز۔

اسلام لانے سے قبل مسلمانوں کے مقابلہ اور تکلیف پہونچانے میں بھی ممتاز[1] تھے۔ نبی اکرم ﷺ کے قتل کے درپے[2] رہتے تھے۔ ایک روز کفار نے مشورہ کی کمیٹی قائم کی کہ کوئی ہے، جو (نعوذ باللہ) محمد کو قتل کر دے؟ عمر ؓ نے کہا کہ میں کروں گا، لوگوں نے کہا کہ بے شک تمہیں کر سکتے ہو، عمر ؓ تلوار لٹکائے ہوئے اُٹھے اور چل دیے، اسی فکر میں جا رہے تھے کہ ایک صاحب قبیلۂ زہرہ کے؛ جن کا نام حضرت سعد ابن اَبی وقاص ؓ ہے اور بعضوں نے اور صاحب لکھے ہیں، ملے۔ انہوں نے پوچھا کہ عمر کہاں جا رہے ہو؟ کہنے لگے کہ محمد (ﷺ) کے قتل کے فکر میں ہوں (نعوذ باللہ)۔ سعد نے کہا کہ بنو ہاشم اور بنو زہرہ اور بنو عبد مناف سے کیسے مطمئن ہو گئے، وہ تم کو بدلہ میں قتل کر دیں گے، اس جواب پر بگڑ گئے اور کہنے لگے کہ معلوم ہوتا ہے، تُو بھی بے دین (یعنی مسلمان) ہو گیا، لا پہلے تجھی کو نمٹا دوں، یہ کہہ کر تلوار سونت[3] لی اور حضرت سعد ؓ نے بھی یہ کہہ کر کہ ہاں! میں مسلمان ہو گیا ہوں، تلوار سنبھالی، دونوں طرف سے تلوار چلنے کو تھی کہ حضرت سعد ؓ نے کہا کہ پہلے اپنے گھر کی تو خبر لے، تیری بہن اور بہنوئی دونوں مسلمان ہو چکے ہیں۔ یہ سننا تھا کہ غصہ سے بھر گئے اور سیدھے بہن کے گھر گئے۔ وہاں حضرت خبّاب ؓ جن کا ذکر نمبر چھ[6] پر گذرا، کواڑ بند کیے ہوئے ان دونوں میاں بیوی کو قرآن شریف پڑھا رہے تھے، حضرت عمر ؓ نے کواڑ کھلوائے، ان کی آواز سے حضرت خباب ؓ تو جلدی سے اندر چھپ گئے اور وہ صحیفہ[4] بھی جلدی میں باہر ہی رہ گیا؛ جس پر آیاتِ قرآنی لکھی ہوئی تھیں، ہمشیرہ[5] نے کواڑ[6] کھولے، حضرت عمر ؓ کے ہاتھ میں کوئی چیز تھی، جس کو بہن کے سر پر مارا، جس سے سر سے خون بہنے لگا اور کہا کہ اپنی جان کی دشمن! تُو بھی بد دین ہو گئی، اس کے بعد گھر میں آئے اور پوچھا کہ کیا کر رہے تھے اور یہ آواز کس کی تھی؟ بہنوئی نے کہا کہ بات چیت کر رہے تھے، کہنے لگے: ''کیا تم نے اپنے دین کو چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کر لیا''؟ بہنوئی نے کہا کہ اگر دوسرا دین حق ہو، تب؟ یہ سننا تھا کہ ان کی داڑھی پکڑ کر کھینچی اور بے تحاشا[7] ٹوٹ پڑے اور زمین پر گرا کر خوب مارا، بہن نے چھڑانے کی کوشش کی، تو اُن کے منہ پر ایک طمانچہ اس زور سے مارا کہ خون نکل آیا۔ وہ بھی آخر عمر ہی کی بہن تھیں، کہنے لگیں کہ عمر ہم کو اس وجہ سے مارا جاتا ہے کہ ہم مسلمان ہو گئے؟ بے شک ہم مسلمان ہو گئے ہیں، جو تجھ سے ہو سکے، تُو کر لے، اس کے بعد حضرت عمر ؓ کی نگاہ اس صحیفہ پر پڑی جو جلدی میں باہر رہ گیا تھا؛ اور غصہ کا جوش بھی اس مار پیٹ سے کم ہو گیا تھا اور بہن کے اس طرح خون میں بھر جانے سے شرم سی بھی آ رہی تھی، کہنے لگے کہ اچھا مجھے دکھلاؤ، یہ کیا ہے؟ بہن نے کہا کہ تُو ناپاک ہے اور اس کو ناپاک ہاتھ نہیں لگا سکتے، ہر چند اصرار[8] کیا، مگر وہ بے وضو اور غسل کے دینے کو تیار نہ ہوئیں، حضرت عمر ؓ نے غسل کیا

حل لغات: (۱) مشہور۔ (۲) پیچھے لگے رہنا۔ (۳) قتل کا ارادہ کرنا۔ (۴) قرآن کا کچھ حصہ۔ (۵) بہن۔ (۶) دروازہ۔ (۷) بے سوچے سمجھے، اندھا دھند۔ (۸) بہت ضد کرنا۔

اور اس کو لے کر پڑھا، اس میں ''سورۂ طٰہٰ'' لکھی ہوئی تھی، اس کو پڑھنا شروع کیا اور ﴿اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ ﴿۱۴﴾﴾ [سورۂ طٰہٰ] تک پڑھنا تھا کہ حالت ہی بدل گئی، کہنے لگے کہ اچھا مجھے بھی محمد ﷺ کی خدمت میں لے چلو، یہ الفاظ سن کر حضرت خباب رضی اللہ عنہ اندر سے نکلے اور کہا کہ اے عمر! تمہیں خوش خبری دیتا ہوں کہ کل شب پنج شنبہ[1] میں حضور اقدس ﷺ نے دعا مانگی تھی کہ یا اللہ! عمر اور ابوجہل میں جو تجھے زیادہ پسند ہو، اس سے اسلام کو قوت عطا فرما (یہ دونوں قوت میں مشہور تھے)۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کی دُعا تمہارے حق میں قبول ہوگئی۔ اس کے بعد حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جمعہ کی صبح کو مسلمان ہوئے۔ [خصائص] ان کا مسلمان ہونا تھا کہ کفار کے حوصلے پست[2] ہونا شروع ہوگئے، مگر پھر بھی یہ نہایت مختصر جماعت تھی اور وہ سارا مکہ بلکہ سارا عرب، اس لیے اور بھی جوش پیدا ہوا اور جلسے کر کے مشورہ کر کے ان حضرات کو نابود[3] کرنے کی کوشش ہوتی تھی؛ اور طرح طرح کی تدبیریں[4] کی جاتی تھیں، تاہم[5] اتنا ضرور ہوا کہ مسلمان مکہ کی مسجد میں نماز پڑھنے لگے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عمر کا اسلام لانا، مسلمانوں کی فتح تھی اور ان کی ہجرت مسلمانوں کی مدد تھی اور ان کی خلافت رحمت تھی۔ [اُسد الغابہ]

⑩ مسلمانوں کی حبشہ کی ہجرت اور شِعَبِ اَبی طَالب میں قید ہونا

مسلمانوں کو اور ان کے سردار فخر دوعالم ﷺ کو جب کفار سے تکالیف پہونچتی ہی رہیں اور آئے دن اُن میں بجائے کمی کے اضافہ[6] ہی ہوتا رہا، تو حضور اکرم ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس کی اجازت فرمادی کہ وہ یہاں سے کسی دوسری جگہ چلے جائیں؛ تو بہت سے حضرات نے حبشہ کی ہجرت فرمائی۔ حبشہ کے بادشاہ اگرچہ نصرانی[7] تھے اور اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے، مگر ان کے رحم دل اور منصف[8] مزاج ہونے کی شہرت[9] تھی، چنانچہ نبوت کے پانچویں برس رجب کے مہینہ میں پہلی جماعت کے گیارہ یا بارہ[12] مرد اور چار[10] یا پانچ[11] عورتوں نے حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ مکّہ والوں نے ان کا پیچھا بھی کیا کہ یہ نہ جاسکیں، مگر یہ لوگ ہاتھ نہ آئے۔ وہاں پہونچ کر ان کو یہ خبر ملی کہ مکّہ والے سب مسلمان ہوگئے اور اسلام کو غلبہ ہوگیا، اس خبر سے یہ حضرات بہت خوش ہوئے اور اپنے وطن واپس آگئے، لیکن مکہ مکرمہ کے قریب پہونچ کر معلوم ہوا کہ یہ خبر غلط تھی اور مکہ والے اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ دشمنی اور تکلیفیں پہونچانے میں مصروف[10] ہیں، تو بڑی دِقّت[11] ہوئی۔ ان میں سے بعض حضرات وہیں سے واپس ہوگئے اور بعض کسی کی پناہ لے کر مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ یہ حبشہ کی پہلی ہجرت کہلاتی ہے۔ اس کے بعد ایک بڑی جماعت نے جو تراسی[83] مرد اور اٹھارہ[18] عورتیں بتلائی جاتی ہیں، متفرّق[12] طور پر ہجرت کی اور یہ حبشہ کی دوسری ہجرت کہلاتی ہے۔

حل لغات: (۱) جمعرات کی رات۔ (۲) گھٹنا، کم ہونا۔ (۳) ختم۔ (۴) اسکیمیں، کوششیں۔ (۵) پھر بھی۔ (۶) بڑھنا، زیادہ ہونا۔ (۷) عیسائی۔ (۸) انصاف پسند۔ (۹) چرچا۔ (۱۰) مشغول۔ (۱۱) پریشانی۔ (۱۲) الگ الگ۔

بعض صحابہ ؓ نے دونوں ہجرتیں کیں اور بعض نے ایک۔ کفار نے جب یہ دیکھا کہ یہ لوگ حبشہ میں چین کی زندگی بسر کرنے لگے، تو ان کو اور بھی غصہ آیا اور بہت سے تحفے تحائف لے کر نجاشی شاہِ[1] حبشہ کے پاس ایک وفد[2] بھیجا، جو بادشاہ کے لیے بھی بہت سے تحفے لے کر گیا اور اس کے خواص[3] اور پادریوں[4] کے لیے بھی بہت سے ہدیے لے کر گیا، جا کر اوّل پادریوں اور حُکّام سے ملا اور ہدیے دے کر اُن سے بادشاہ کے یہاں اپنی سِفارش کا وعدہ لیا اور پھر بادشاہ کی خدمت میں یہ وفد حاضر ہوا۔ اوّل بادشاہ کو سجدہ کیا اور پھر تحفے پیش کر کے اپنی درخواست پیش کی اور رشوت خور[5] حُکّام نے تائید[6] کی۔ انہوں نے کہا کہ اے بادشاہ! ہماری قوم کے چند بے وقوف لڑکے اپنے قدیمی[7] دین کو چھوڑ کر ایک نئے دین میں داخل ہو گئے، جس کو نہ ہم جانتے ہیں، نہ آپ جانتے ہیں؛ اور آپ کے ملک میں آ کر رہنے لگے، ہم کو شُرفائے[8] مکہ نے اور اُن لوگوں کے باپ، چچا اور رشتہ داروں نے بھیجا ہے کہ ان کو واپس لائیں، آپ ان کو ہمارے سپرد کر دیں۔ بادشاہ نے کہا کہ جن لوگوں نے میری پناہ پکڑی ہے بغیر[9] تحقیق ان کو حوالہ نہیں کر سکتا، اول ان سے بُلا کر تحقیق کر لوں، اگر یہ صحیح ہوا تو حوالہ کر دوں گا؛ چنانچہ مسلمانوں کو بلایا گیا۔ مسلمان اول بہت پریشان ہوئے، کیا کریں؟ مگر اللہ کے فضل نے بہت مدد کی اور ہمت سے یہ طے کیا کہ چلنا چاہیے اور صاف بات کہنا چاہیے، بادشاہ کے یہاں پہونچ کر سلام کیا۔ کسی نے اعتراض کیا کہ تم نے بادشاہ کو آدابِ[10] شاہی کے موافق سجدہ نہیں کیا، ان لوگوں نے کہا کہ ہم کو ہمارے نبی ﷺ نے اللہ کے سوا کسی کو سجدہ کرنے کی اجازت نہیں دی، اس کے بعد بادشاہ نے ان سے حالات دریافت[11] کیے، حضرت جعفر ؓ آگے بڑھے اور فرمایا کہ ہم لوگ جہالت میں پڑے ہوئے تھے، نہ اللہ کو جانتے تھے، نہ اس کے رسولوں سے واقف تھے، پتھروں کو پُوجتے تھے، مُردار کھاتے تھے، بُرے کام کرتے تھے، رشتہ[12] ناتوں کو توڑتے تھے، ہم میں کا قوی[13] ضعیف[14] کو ہلاک کر دیتا تھا، ہم اسی حال میں تھے کہ اللہ نے اپنا ایک رسول بھیجا، جس کے نسب کو، اس کی سچائی کو، اس کی امانت داری کو، پرہیز گاری کو ہم خوب جانتے ہیں، اس نے ہم کو ایک اللہ وحدہٗ[15] لاشریک لہٗ کی عبادت کی طرف بلایا اور پتھروں اور بتوں کے پوجنے سے منع فرمایا، اس نے ہم کو اچھے کام کرنے کا حکم دیا، بُرے کاموں سے منع کیا، اس نے ہم کو سچ بولنے کا حکم دیا، امانت داری کا حکم دیا، صلہ رحمی[16] کا حکم کیا، پڑوسی کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا حکم دیا؛ نماز، روزہ، صدقہ، خیرات کا حکم دیا اور اچھے اخلاق تعلیم[17] کیے۔ زنا، بدکاری، جھوٹ بولنا، یتیم کا مال کھانا، کسی پر تُہمت لگانا، اور اس قسم کے بُرے اعمال سے منع فرمایا؛ ہم

حل لغات: (۱) حبشہ کے بادشاہ۔ (۲) مخصوص لوگوں کی جماعت۔ (۳) قریبی لوگ۔ (۴) عیسائی علماء۔ (۵) رشوت کھانے والے افسر۔ (۶) طرف داری۔ (۷) پرانے۔ (۸) مکہ کے باعزت لوگ۔ (۹) بغیر چھان بین۔ (۱۰) بادشاہوں کے دربار میں حاضری کے طور طریقے۔ (۱۱) معلوم۔ (۱۲) تعلقات۔ (۱۳) طاقتور۔ (۱۴) کمزور۔ (۱۵) جو ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ (۱۶) رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک۔ (۱۷) سکھائے۔

کو قرآن پاک کی تعلیم دی، ہم اس پر ایمان لائے اور اس کے فرمان کی تعمیل[1] کی، جس پر ہماری قوم ہماری دشمن ہوگئی اور ہم کو ہر طرح ستایا۔ ہم لوگ مجبور ہو کر تمہاری پناہ میں اپنے نبی ﷺ کے ارشاد سے آئے ہیں، بادشاہ نے کہا؟ جو قرآن تمہارے نبی ﷺ لے کر آئے ہیں، وہ کچھ مجھے سناؤ۔ حضرت جعفر ؓ نے سورۂ مریم کی اول کی آیتیں پڑھیں، جس کو سن کر بادشاہ بھی رو دیا اور اس کے پادری بھی جو کثرت سے موجود تھے، سب کے سب اس قدر روئے کہ داڑھیاں تر[2] ہوگئیں، اس کے بعد بادشاہ نے کہا کہ خدا کی قسم! یہ کلام اور جو کلام حضرت موسیٰ علیہ السلام لے کر آئے تھے؛ ایک ہی نُور سے نکلے ہیں اور ان لوگوں سے صاف انکار کر دیا کہ میں ان کو تمہارے حوالے نہیں کر سکتا، وہ لوگ بڑے پریشان ہوئے کہ بڑی ذلّت اُٹھانا پڑی، آپس میں صلاح[3] کر کے ایک شخص نے کہا کہ کل میں ایسی تدبیر[4] کروں گا کہ بادشاہ ان کی جڑ ہی کاٹ دے، ساتھیوں نے کہا بھی کہ ایسا نہیں کرنا چاہیے، یہ لوگ اگرچہ مسلمان ہوگئے، مگر پھر بھی رشتہ دار ہیں، مگر اس نے نہ مانا، دوسرے دن پھر بادشاہ کے پاس گئے اور جا کر کہا کہ یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں گستاخی کرتے ہیں، اُن کو اللہ کا بیٹا نہیں مانتے، بادشاہ نے پھر مسلمانوں کو بُلایا، صحابہ ؓ فرماتے ہیں کہ دوسرے دن کے بُلانے سے ہمیں اور بھی زیادہ پریشانی ہوئی، بہر حال گئے۔ بادشاہ نے پوچھا کہ تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ انہوں نے کہا: وہی کہتے ہیں، جو ہمارے نبی ﷺ پر اُن کی شان میں نازل ہوا کہ وہ اللہ کے بندے ہیں، اس کے رسول ہیں، اس کی روح ہیں اور اس کے کلمہ ہیں، جس کو خدا نے کنواری اور پاک مریم علیہا السلام کی طرف ڈالا۔ نجاشی نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اس کے سوا کچھ نہیں فرماتے۔ پادری لوگ آپس میں کچھ چیخ[5] چیخ کرنے لگے۔ نجاشی نے کہا: تم جو چاہے کہو۔ اس کے بعد نجاشی نے اُن کے تحفے واپس کر دیے اور مسلمانوں سے کہا: تم امن سے ہو، جو تمہیں ستائے، اس کو تاوان[6] دینا پڑے گا اور اس کا اعلان بھی کرا دیا کہ جو شخص ان کو ستائے گا اس کو تاوان دینا ہوگا۔ [خمیس]

اس کی وجہ سے وہاں کے مسلمانوں کا اکرام اور بھی زیادہ ہونے لگا اور اس وفد کو ذِلّت سے واپس آنا پڑا، تو پھر کفارِ مکہ کا جتنا بھی غصہ جوش کرتا، ظاہر ہے۔ اس کے ساتھ ہی حضرت عمر ؓ کے اسلام لانے نے ان کو اور بھی جلا رکھا تھا اور ہر وقت اس فکر میں رہتے تھے کہ لوگوں کا ان سے مِلنا جلنا بند ہو جائے اور اسلام کا چراغ کسی طرح بجھے، اس لیے سردارانِ مکہ کی ایک بڑی جماعت نے آپس میں مشورہ کیا کہ اب کھلم کھلا محمد کو قتل کر دیا جائے، لیکن قتل کر دینا بھی آسان کام نہ تھا، اس لیے کہ بنو ہاشم بھی بڑے جتھے[7] اور اونچے طبقہ کے لوگ شمار ہوتے تھے۔ وہ اگرچہ اکثر مسلمان نہیں ہوئے تھے، لیکن جو مسلمان نہیں تھے، وہ بھی حضور ﷺ کے قتل ہو جانے پر آمادہ[8] نہیں تھے، اس لیے ان سب کفار نے مل کر ایک معاہدہ کیا کہ سارے بنو ہاشم اور بنو المطلب

حل لغات: ① حکم کو پورا کرنا۔ ② بھیگ گئیں۔ ③ مشورہ۔ ④ چالاکی، کوشش۔ ⑤ شور شرابا۔ ⑥ جرمانہ۔ ⑦ جماعت۔ ⑧ تیار۔

کا بائیکاٹ کیا جاوے، نہ ان کو کوئی شخص اپنے پاس بیٹھنے دے، نہ ان سے کوئی خرید وفروخت کرے، نہ بات چیت کرے، نہ ان کے گھر جائے، نہ ان کو اپنے گھر میں آنے دے اور اس وقت تک صلح نہ کی جائے، جب تک کہ وہ حضور اکرم ﷺ کو قتل کے لیے حوالہ نہ کردیں۔ یہ معاہدہ زبانی ہی گفتگو[1] پر ختم نہیں ہوا، بلکہ یکم محرم کو[2] نبوی کو ایک معاہدہ تحریری لکھ کر بیت اللہ میں لٹکایا گیا، تاکہ ہر شخص اس کا احترام[3] کرے اور اس کو پورا کرنے کی کوشش کرے اور اس معاہدہ کی وجہ سے تین[4] برس تک یہ سب حضرات دو[5] پہاڑوں کے درمیان ایک گھاٹی میں نظر بند[6] رہے کہ نہ کوئی ان سے مل سکتا تھا، نہ یہ کسی سے مل سکتے تھے، نہ مکہ کے کسی آدمی سے کوئی چیز خرید سکتے تھے، نہ باہر کے آنے والے کسی تاجر سے مل سکتے تھے، اگر کوئی شخص باہر نکلتا تو پیٹا جاتا اور کسی سے ضرورت کا اظہار[7] کرتا تو صاف جواب پاتا۔ معمولی سا سامان، غلہ وغیرہ جوان لوگوں کے پاس تھا وہ کہاں تک کام دیتا۔ آخر فاقوں پر فاقے گذرنے لگے اور عورتیں اور بچے بھوک سے بے تاب[8] ہوکر روتے اور چلاتے اور ان کے اعزہ[9] کو اپنی بھوک اور تکالیف سے زیادہ ان بچوں کی تکالیف ستاتیں۔ آخر تین برس کے بعد اللہ کے فضل سے وہ صحیفہ دیمک کی نذر[10] رہوا؛ اور ان حضرات کی یہ مصیبت دور ہوئی۔ تین[11] برس کا زمانہ ایسے سخت بائیکاٹ اور نظر بندی میں گذرا اور ایسی حالت میں ان حضرات پر کیا کیا مشقتیں گذری ہوں گی، وہ ظاہر ہے، لیکن اس کے باوجود صحابہ کرام ﷺ نہایت ثابت[12] قدمی کے ساتھ اپنے دین پر جمے رہے، بلکہ اس کی اشاعت[13] فرماتے رہے۔

فائدہ: یہ تکالیف اور مشقتیں ان لوگوں نے اُٹھائی ہیں، جن کے آج ہم نام لیوا کہلاتے ہیں اور اپنے کو ان کا متبع[14] بتلاتے ہیں اور سمجھتے ہیں، ہم لوگ ترقی کے باب میں صحابہ کرام ﷺ جیسی ترقیوں کے خواب دیکھتے ہیں، لیکن کسی وقت ذرا غور کرکے یہ بھی سوچنا چاہیے کہ ان حضرات نے قربانیاں کتنی فرمائیں اور ہم نے دین کی خاطر، اسلام کی خاطر، مذہب کی خاطر کیا کیا؟ کامیابی ہمیشہ کوشش اور سعی کے مناسب ہوتی ہے۔ ہم لوگ چاہتے ہیں کہ عیش وآرام، بددینی اور دنیا[15] طلبی میں کافروں کے دوش بدوش[16] چلیں اور اسلامی ترقی ہمارے ساتھ ہو، یہ کیسے ہوسکتا ہے!

تَرسم نہ رَسی بکعبہ اے اَعرابی[17] ایں رہ کہ تُو می رَوی بتُرکستان است

ترجمہ: مجھے خوف ہے اوبدوی کہ تُو کعبہ کو نہیں پہونچ سکتا، اس لیے کہ یہ راستہ کعبہ کی دوسری جانب ترکستان کی طرف جاتا ہے۔

حل لغات: ① بات چیت۔ ② عزت۔ ③ قید۔ ④ بیان کرنا۔ ⑤ بے چین۔ ⑥ رشتہ داروں۔ ⑦ اس ورق کو دیمک نے کھالیا۔ ⑧ مضبوطی۔ ⑨ پھیلانا۔ ⑩ اتباع کرنے والا۔ ⑪ دنیا حاصل کرنا۔ ⑫ ساتھ ساتھ۔ ⑬ عرب کا دیہاتی۔

دوسرا باب: اللہ جَلَّ جَلالہٗ وعَمَّ نوالہٗ کا خوف اور ڈر

دین کے ساتھ اس جاں فشانی[1] کے باوجود، جس کے قصّے ابھی گذرے اور دین کے لیے اپنی جان، مال، آبرو سب کچھ فنا کر دینے کے بعد، جس کا نمونہ ابھی آپ دیکھ چکے ہیں، اللہ جلَّ شانہٗ کا خوف اور ڈر جس قدر ان حضرات میں پایا جاتا تھا، اللہ کرے کہ اس کا کچھ شمّہ[2] ہم سے سیہ کاروں[3] کو بھی نصیب ہو جائے۔ مثال کے طور پر اس کے بھی چند قصّے لکھے جاتے ہیں۔

① آندھی کے وقت حضور ﷺ کا طریقہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب اَبر[4]، آندھی وغیرہ ہوتی تھی، تو حضور اقدس ﷺ کے چہرۂ انور پر اس کا اثر ظاہر ہوتا تھا اور چہرہ کا رنگ فَق[5] ہو جاتا تھا اور خوف کی وجہ سے کبھی اندر تشریف لے جاتے، کبھی باہر تشریف لاتے اور یہ دعا پڑھتے رہتے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ خَیْرَھَا وَخَیْرَ مَافِیْھَا وَخَیْرَ مَا اُرْسِلَتْ بِہٖ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّھَا وَشَرِّ مَافِیْھَا وَشَرِّ مَا اُرْسِلَتْ بِہٖ. ترجمہ: یا اللہ! اس ہوا کی بھلائی چاہتا ہوں اور جو اس ہوا میں ہو، بارش وغیرہ اس کی بھلائی چاہتا ہوں اور جس غرض سے یہ بھیجی گئی، اس کی بھلائی چاہتا ہوں، یا اللہ! میں اس ہوا کی بُرائی سے پناہ مانگتا ہوں اور جو چیز اس میں ہے اور جس غرض سے یہ بھیجی گئی ہے، اس کی برائی سے پناہ مانگتا ہوں اور جب بارش شروع ہو جاتی، تو چہرہ پر انبساط[6] شروع ہوتا۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! سب لوگ جب اَبر دیکھتے ہیں، تو خوش ہوتے ہیں کہ بارش کے آثار معلوم ہوئے؛ مگر آپ پر ایک گرانی[7] محسوس ہوتی ہے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: عائشہ! مجھے اس کا کیا اطمینان ہے کہ اس میں عذاب نہ ہو، قوم عاد کو ہوا کے ساتھ ہی عذاب دیا گیا اور وہ اَبر کو دیکھ کر خوش ہوئے تھے کہ اس اَبر میں ہمارے لیے پانی برسایا جائے گا، حالانکہ اس میں عذاب تھا۔ [درمنثور] اللہ جلَّ شانہٗ کا ارشاد ہے ﴿ فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ ﴾ الآیۃ [سورۂ احقاف: ۲۴] ترجمہ: اُن لوگوں نے (یعنی قوم عاد نے) جب اس بادل کو اپنی وادیوں کے مقابل آتے دیکھا، تو کہنے لگے: یہ بادل تو ہم پر بارش برسانے والا ہے۔ (ارشادِ خداوندی ہوا کہ) نہیں، برسنے والا نہیں، بلکہ یہ وہی (عذاب ہے) جس کی تم جلدی مچاتے تھے۔ (اور نبی علیہ السلام سے کہتے تھے کہ اگر تو سچا ہے، تو ہم پر عذاب لا) ایک آندھی ہے، جس میں دردناک عذاب ہے، جو ہر چیز کو اپنے رب کے حکم سے ہلاک کر دے گی؛ چنانچہ وہ لوگ اُس آندھی کی وجہ سے ایسے تباہ ہو گئے کہ بجز[8] اُن کے مکانات کے کچھ نہ دکھلائی دیتا تھا اور ہم مجرموں کو اسی طرح سزا دیا کرتے ہیں۔ [بیان القرآن وغیرہ]

حل لغات: ① بڑی محنت۔ ② تھوڑی مقدار۔ ③ گناہگاروں۔ ④ بادل۔ ⑤ بدل جاتا۔ ⑥ خوشی کا اثر کھلنا۔ ⑦ بوجھ، بھاری پن۔ ⑧ علاوہ۔

فائدہ: یہ اللہ کے خوف کا حال اسی پاک ذات کا ہے، جس کا سید الاوّلین والآخرین ہونا خود اسی کے ارشاد سے سب کو معلوم ہے، خود کلام پاک میں یہ ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسا نہ کریں گے کہ اُن میں آپ ﷺ کے ہوتے ہوئے ان کو عذاب دیں، اس وعدۂ خداوندی کے باوجود، پھر حضور اقدس ﷺ کے خوفِ الٰہی کا یہ حال تھا کہ ابر اور آندھی کو دیکھ کر پہلی قوموں کے عذاب یاد آجاتے تھے، اسی کے ساتھ ایک نگاہ اپنے حال پر بھی کرنا ہے کہ ہم لوگ ہر وقت گناہوں میں مبتلا رہتے ہیں اور زلزلوں اور دوسری قسم کے عذابوں کو دیکھ کر بجائے اس سے متأثر ہونے کے توبہ استغفار، نماز وغیرہ میں مشغول ہونے کے دوسری قسم قسم کی لغو[1] تحقیقات میں پڑ جاتے ہیں۔

② اندھیرے میں حضرت اَنَس ؓ کا فعل

نَضر بن عبداللہ ؒ کہتے ہیں کہ حضرت انس ؓ کی زندگی میں ایک مرتبہ دن میں اندھیرا چھا گیا۔ میں حضرت انس ؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضور ﷺ کے زمانے میں بھی اس قسم کی چیزیں پیش آتی تھیں؟ انہوں نے فرمایا: خدا کی پناہ! حضور ﷺ کے زمانہ میں تو ذرا بھی ہوا تیز ہو جاتی تھی، تو ہم لوگ قیامت کے آجانے کے خوف سے مسجدوں میں دوڑ جاتے تھے۔ ایک دوسرے صحابی اَبُوالدَّرْدَاء ؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کا معمول تھا کہ جب آندھی چلتی، تو حضور ﷺ گھبرائے ہوئے مسجد میں تشریف لے جاتے۔ [جمع الفوائد]

فائدہ: آج کسی بڑے سے بڑے حادثہ، مصیبت، بلا میں بھی مسجد کسی کو یاد آتی ہے؟ عوام کو چھوڑ کر خواص میں بھی اس کا اہتمام کچھ پایا جاتا ہے؟ آپ خود ہی اس کا جواب اپنے دل میں سوچیں۔

③ سورج گرہن میں حضور اکرم ﷺ کا عمل

حضور اقدس ﷺ کے زمانہ میں سورج گرہن ہو گیا۔ صحابہ ؓ کو فکر ہوئی کہ اس موقع پر حضور ﷺ کیا عمل فرمائیں گے، کیا کریں گے، اس کی تحقیق کی جائے۔ جو حضرات اپنے اپنے کام میں مشغول تھے، چھوڑ کر دوڑے ہوئے آئے، نوعمر لڑکے جو تیر اندازی[2] کی مشق کر رہے تھے، ان کو چھوڑ کر لپکے ہوئے آئے؛ تاکہ یہ دیکھیں کہ حضور ﷺ اس وقت کیا کریں گے۔ نبیٔ اکرم ﷺ نے دو رکعت کسوف[3] کی نماز پڑھی، جو اتنی لانبی تھی کہ لوگ غش[4] کھا کر گرنے لگے، نماز میں نبیٔ اکرم ﷺ روتے تھے اور فرماتے تھے، اے رب! کیا آپ نے مجھ سے اس کا وعدہ نہیں فرما رکھا کہ آپ ان لوگوں کو میرے موجود ہوتے ہوئے عذاب نہ فرمائیں گے اور ایسی حالت میں بھی عذاب نہ فرمائیں گے کہ وہ لوگ استغفار کرتے رہیں۔ (سورۂ انفال میں اللہ جلّ شانہٗ نے اس کا وعدہ فرما رکھا ہے: ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۳۳﴾﴾ [سورۂ انفال] پھر حضور ﷺ نے لوگوں کو نصیحت فرمائی کہ جب کبھی ایسا موقع ہو

حل لغات: ① بے کار۔ ② تیر چلانے۔ ③ سورج گرہن۔ ④ بے ہوش ہونا۔

اور آفتاب یا چاند گرہن ہو جائے، تو گھبرا کر نماز کی طرف متوجہ ہو جایا کرو، میں جو آخرت کے حالات دیکھتا ہوں، اگر تم کو معلوم ہو جائیں، تو ہنسنا کم کر دو اور رونے کی کثرت کر دو، جب کبھی ایسی حالت پیش آئے، نماز پڑھو، دعا مانگو، صدقہ کرو۔

④ حضور اکرم ﷺ کا رات بھر روتے رہنا

نبی اکرم ﷺ ایک مرتبہ تمام رات روتے رہے اور صبح تک نماز میں یہ آیت تلاوت فرماتے رہے: ﴿اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۱۸﴾﴾ [سورۂ مائدہ] اے اللہ! اگر آپ ان کو سزا دیں، جب بھی آپ مختار ہیں کہ یہ آپ کے بندے ہیں اور آپ ان کے مالک، اور مالک کو حق ہے کہ بندوں کو جرائم پر سزا دے اور اگر آپ ان کو معاف فرما دیں، تو بھی آپ مختار ہیں کہ آپ زبردست قدرت والے ہیں تو معافی پر بھی قدرت ہے اور حکمت والے ہیں تو معافی بھی حکمت کے موافق ہوگی۔ [بیان القرآن] امام اعظمؒ کے متعلق بھی نقل کیا گیا ہے کہ وہ ایک شب تمام رات ﴿وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۵۹﴾﴾ [سورۂ یٰس] پڑھتے رہے اور روتے رہے۔ مطلب آیت شریفہ کا یہ ہے کہ قیامت کے دن مجرموں کو حکم ہوگا کہ دنیا میں تو سب ملے جلے رہے، مگر آج مجرم لوگ سب الگ ہو جائیں اور غیر مجرم علیحدہ۔ اس حکم کو سن کر جتنا بھی رویا جائے، تھوڑا ہے کہ نہ معلوم اپنا شمار مجرموں میں ہوگا یا فرماں برداروں میں۔

⑤ حضرت ابوبکر ﷺ پر اللہ کا ڈر

حضرت ابوبکر صدیق ﷺ جو باجماعِ اہلِ سنت، انبیاء کے علاوہ تمام دُنیا کے آدمیوں سے افضل ہیں اور ان کا جنتی ہونا یقینی ہے کہ خود حضور اقدس ﷺ نے ان کو جنتی ہونے کی بشارت دی، بلکہ جنتیوں کی ایک جماعت کا سردار بتایا اور جنت کے سب دروازوں سے اُن کی پکار اور بلاوے کی خوشخبری دی اور یہ بھی فرمایا کہ میری اُمت میں سب سے پہلے ابوبکر جنت میں داخل ہوں گے۔ اس سب کے باوجود فرمایا کرتے کہ کاش! میں کوئی درخت ہوتا جو کاٹ دیا جاتا، کبھی فرماتے: کاش! میں کوئی گھاس ہوتا کہ جانور اس کو کھا لیتے، کبھی فرماتے: کاش! میں کسی مومن کے بدن کا بال ہوتا۔ ایک مرتبہ ایک باغ میں تشریف لے گئے اور ایک جانور کو بیٹھا ہوا دیکھ کر ٹھنڈا سانس بھرا اور فرمایا کہ تُو کس قدر لطف میں ہے کہ کھاتا ہے، پیتا ہے، درختوں کے سائے میں پھرتا ہے اور آخرت میں تجھ پر کوئی حساب کتاب نہیں، کاش ابوبکر بھی تجھ جیسا ہوتا۔ [تاریخ الخلفاء] رَبِیْعَہ اَسْلَمِی ﷺ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ کسی بات پر مجھ میں اور حضرت ابوبکر ﷺ میں کچھ بات بڑھ گئی اور انہوں نے مجھے کوئی سخت لفظ کہہ دیا، جو مجھے ناگوار گذرا۔ فوراً ان کو خیال ہوا، مجھ سے فرمایا کہ تُو بھی مجھے کہہ

حل لغات: ① قدرت والے۔ ② گناہوں۔ ③ جس بات پر سب متفق ہوں۔ ④ ناپسند۔

دے تاکہ بدلہ ہوجائے، میں نے کہنے سے انکار کیا، تو انہوں نے فرمایا: یا تو کہہ لو، ورنہ میں حضور ﷺ سے جاکر عرض کروں گا، میں نے اُس پر بھی جوابی لفظ کہنے سے انکار کیا۔ وہ تو اُٹھ کر چلے گئے۔ بنو اَسلم کے کچھ لوگ آئے اور کہنے لگے کہ یہ بھی اچھی بات ہے کہ خود ہی تو زیادتی کی اور خود ہی اُلٹی حضور سے شکایت کریں۔ میں نے کہا: تم جانتے بھی ہو، یہ کون ہیں؟ یہ ابوبکر صدیق ہیں، اگر یہ خفا[1] ہوگئے، تو اللہ کا لاڈلا رسول مجھ سے خفا ہوجائے گا اور اس کی خفگی[2] سے اللہ تعالیٰ شانہٗ ناراض ہوجائیں گے، تو ربیعہ کی ہلاکت میں کیا تردُّد[3] ہے۔ اس کے بعد میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور قصہ عرض کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے۔ تجھے جواب میں اور بدلہ میں کہنا نہیں چاہیے، البتہ اس کے بدلے میں یوں کہہ کہ اے ابوبکر! اللہ تمہیں معاف فرماویں۔

فائدہ: یہ ہے اللہ کا خوف کہ ایک معمولی سے کلمہ میں حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو بدلہ کا اس قدر فکر اور اہتمام ہوا کہ اوّل خود درخواست کی اور پھر حضور ﷺ کے واسطہ سے اس کا ارادہ فرمایا کہ ربیعہ ؓ بدلہ لے لیں۔ آج ہم سینکڑوں باتیں ایک دوسرے کو کہہ دیتے ہیں، اس کا خیال بھی نہیں ہوتا کہ اس کا آخرت میں بدلہ بھی لیا جائے گا، یا حساب کتاب بھی ہوگا۔

⑥ حضرت عمر ؓ کا خوفِ الٰہی

حضرت عمر ؓ بسا[4] اوقات ایک تنکا ہاتھ میں لیتے اور فرماتے: کاش! میں یہ تنکا ہوتا، کبھی فرماتے: کاش! مجھے میری ماں نے جنا ہی نہ ہوتا۔ ایک مرتبہ کسی کام میں مشغول تھے، ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ فلاں شخص نے مجھ پر ظلم کیا ہے، آپ چل کر مجھے بدلہ دلوا دیجیے۔ آپ نے اس کے ایک دُرّہ[5] مار دیا کہ جب میں اس کام کے لیے بیٹھتا ہوں، اس وقت تو آتے نہیں، جب میں دوسرے کاموں میں مشغول ہوجاتا ہوں، تو آکر کہتے ہیں کہ بدلہ دلوا، وہ شخص چلا گیا، آپ ؓ نے آدمی بھیج کر اس کو بُلوایا اور دُرّہ اس کو دے کر فرمایا کہ بدلہ لے لو۔ اس نے عرض کیا کہ میں نے اللہ کے واسطے معاف کیا۔ گھر تشریف لائے، دو رکعت نماز پڑھی، اس کے بعد اپنے آپ کو خطاب کرکے فرمایا: اے عمر! تُو کمینہ تھا، اللہ نے تجھ کو اونچا کیا، تُو گمراہ تھا، اللہ نے تجھ کو ہدایت کی، تُو ذلیل تھا، اللہ نے تجھے عزت دی، پھر لوگوں کا بادشاہ بنایا، اب ایک شخص آکر کہتا ہے کہ مجھے ظلم کا بدلہ دِلوادے، تو تُو اس کو مارتا ہے، کل کو قیامت کے دن اپنے رب کو کیا جواب دے گا۔ بڑی دیر تک اسی طرح اپنے آپ کو ملامت کرتے رہے۔ [اُسد الغابہ] آپ کے غلام حضرت اَسلمؒ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضرت عمر ؓ کے ساتھ "حَرّہ[6]" کی طرف جارہا تھا، ایک جگہ آگ جلتی ہوئی جنگل میں نظر آئی۔ حضرت عمر ؓ نے فرمایا کہ شاید یہ کوئی قافلہ ہے، جو رات ہوجانے کی وجہ سے شہر میں نہیں گیا، باہر ہی ٹھہر گیا، چلو اس کی خیر خبر

حل لغات: ① ناراض۔ ② ناراضگی۔ ③ شک۔ ④ اکثر۔ ⑤ کوڑا۔ ⑥ مدینہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے۔

لیں، رات کو حفاظت کا انتظام کریں۔ وہاں پہونچے تو دیکھا: ایک عورت ہے، جس کے ساتھ چند بچے ہیں، جو رو رہے ہیں اور چلا رہے ہیں اور ایک دیگچی چولھے پر رکھی ہے، جس میں پانی بھرا ہوا ہے اور اس کے نیچے آگ جل رہی ہے۔ انہوں نے سلام کیا اور قریب آنے کی اجازت لے کر اس کے پاس گئے اور پوچھا کہ یہ بچے کیوں رو رہے ہیں؟ عورت نے کہا کہ بھوک سے لاچار[1] ہو کر رو رہے ہیں۔ دریافت فرمایا کہ اس دیگچی میں کیا ہے؟ عورت نے کہا کہ پانی بھر کر بہلانے کے واسطے آگ پر رکھ دی ہے کہ ذرا ان کو تسلّی ہو جائے اور سو جائیں۔ امیر المومنین عمر کا اور میرا اللہ ہی کے یہاں فیصلہ ہوگا کہ میری اس تنگی کی خبر نہیں لیتے۔ حضرت عمر ﷺ رونے لگے اور فرمایا کہ اللہ تجھ پر رحم کرے، بھلا عمر کو تیرے حال کی کیا خبر ہے۔ کہنے لگی کہ وہ ہمارے امیر بنے ہیں اور ہمارے حال کی خبر بھی نہیں رکھتے، اَسلمؓ کہتے ہیں کہ حضرت عمر ﷺ مجھے ساتھ لے کر واپس ہوئے اور ایک بوری میں بیت المال میں سے کچھ آٹا اور کھجوریں اور چربی اور کچھ کپڑے اور کچھ درہم لیے، غرض اس بوری کو خوب بھر لیا اور فرمایا کہ یہ میری کمر پر رکھ دے۔ میں نے عرض کیا کہ میں لے چلوں؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں میری کمر پر رکھ دے۔ دو تین مرتبہ جب میں نے اصرار[2] کیا، تو فرمایا: کیا قیامت میں بھی میرے بوجھ کو تُو ہی اُٹھائے گا؟ اس کو میں ہی اُٹھاؤں گا، اس لیے کہ قیامت میں مجھ ہی سے اس کا سوال ہوگا۔ میں نے مجبور ہو کر بوری کو آپ کی کمر پر رکھ دیا۔ آپ نہایت تیزی کے ساتھ اس کے پاس تشریف لے گئے، میں بھی ساتھ تھا۔ وہاں پہونچ کر اس دیگچی میں آٹا اور کچھ چربی اور کھجوریں ڈالیں اور اس کو چلانا شروع کیا اور چولھے میں خود ہی پھونک مارنا شروع کیا۔ اَسلمؓ کہتے ہیں کہ آپ کی گنجان[3] داڑھی سے دھواں نکلتا ہوا میں دیکھتا رہا؛ حتیٰ کہ حریرہ[4] سا تیار ہو گیا، اس کے بعد آپ نے اپنے دست مبارک سے نکال کر اُن کو کھلایا۔ وہ سیر[5] ہو کر خوب ہنسی کھیل میں مشغول ہو گئے اور جو بچا تھا وہ دوسرے وقت کے واسطے ان کے حوالے کر دیا۔ وہ عورت بہت خوش ہوئی اور کہنے لگی: اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر دے، تم تھے اس کے مستحق کہ بجائے عمر کے تم ہی خلیفہ بنائے جاتے۔ حضرت عمر ﷺ نے اس کو تسلّی دی اور فرمایا کہ جب تم خلیفہ کے پاس جاؤ گی، تو مجھ کو بھی وہیں پاؤ گی۔ حضرت عمر ﷺ اس کے قریب ہی ذرا ہٹ کر زمین پر بیٹھ گئے اور تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد چلے آئے اور فرمایا کہ میں اس لیے بیٹھا تھا کہ میں نے ان کو روتے ہوئے دیکھا تھا، میرا دل چاہا کہ تھوڑی دیر ان کو ہنستے ہوئے بھی دیکھوں۔ [اشہر مشاہیر منتخب کنز العمال] صبح کی نماز میں اکثر سورۂ کہف، طٰہٰ وغیرہ بڑی سورتیں پڑھتے اور روتے کہ کئی کئی صفوں تک آواز جاتی۔ ایک مرتبہ صبح کی نماز میں سورۂ یوسف پڑھ رہے تھے ﴿اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ﴾ [سورۂ یوسف: ۸۶] پر پہونچے تو روتے روتے آواز نہ نکلی۔ تہجد کی نماز میں بعض مرتبہ روتے روتے گر جاتے اور بیمار ہو جاتے۔

حل لغات: (۱) مجبور۔ (۲) ضد۔ (۳) گھنی۔ (۴) ایک قسم کا میٹھا کھانا۔ (۵) پیٹ بھر کر۔

فائدہ: یہ ہے اللہ کا خوف اس شخص کا جس کے نام سے بڑے بڑے نامور[1] بادشاہ ڈرتے تھے اور کانپتے تھے۔ آج بھی ساڑھے تیرہ سو برس کے زمانہ تک اس کا دبدبہ مانا ہوا ہے۔ آج کوئی بادشاہ نہیں، حاکم نہیں، کوئی معمولی سا امیر بھی اپنی رعایا کے ساتھ ایسا برتاؤ کرتا ہے؟

⑦ حضرت ابن عباس ؓ کی نصیحت

وَہب بن مُنَبِّہ ؒ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس ؓ کی ظاہری بینائی[2] جانے کے بعد میں ان کو لیے جارہا تھا، وہ مسجد حرام میں تشریف لے گئے، وہاں پہونچ کر ایک مجمع سے کچھ جھگڑے کی آواز آرہی تھی۔ فرمایا: مجھے اس مجمع کی طرف لے چلو۔ میں اس طرف لے گیا۔ وہاں پہونچ کر آپ نے سلام کیا۔ اُن لوگوں نے بیٹھنے کی درخواست کی، تو آپ نے انکار فرمادیا اور فرمایا کہ تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ کے خاص بندوں کی جماعت وہ لوگ ہیں، جن کو اس کے خوف نے چپ کر رکھا ہے، حالانکہ وہ نہ عاجز ہیں، نہ گونگے؛ بلکہ فصیح[3] لوگ ہیں، بولنے والے ہیں، سمجھدار ہیں، مگر اللہ تعالیٰ کی بڑائی کے ذکر نے ان کی عقلوں کو اُڑا[4] رکھا ہے، اُن کے دل اس کی وجہ سے ٹوٹے رہتے ہیں اور زبانیں چپ رہتی ہیں اور جب اس حالت پر ان کو پختگی[5] میسر[6] ہوجاتی ہے، تو اس کی وجہ سے نیک کاموں میں وہ جلدی کرتے ہیں، تم لوگ ان سے کہاں ہٹ گئے؟ وہبؒ کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے دو آدمیوں کو بھی ایک جگہ جمع نہیں دیکھا۔

فائدہ: حضرت ابن عباس ؓ اللہ کے خوف سے اس قدر روتے تھے کہ چہرہ پر آنسوؤں کے ہر وقت بہنے سے دو نالیاں سی بن گئی تھیں۔ اوپر کے قصہ میں حضرت ابن عباس ؓ نے نیک کاموں پر اہتمام کا یہ ایک سہل[7] نسخہ بتلایا ہے کہ اللہ کی عظمت اور اس کی بڑائی کا سوچ کیا جائے کہ اس کے بعد ہر قسم کا نیک عمل سہل ہے اور پھر وہ یقیناً اخلاص سے بھرا ہوا ہوگا۔ رات دن کے چوبیس گھنٹوں میں اگر تھوڑا سا وقت بھی ہم لوگ اس سوچنے کی خاطر نکال لیں، تو کیا مشکل ہے؟

⑧ تبوک کے سفر میں قومِ ثمود کی بستی پر گذر

غزوۂ[8] تبوک مشہور غزوہ ہے اور نبیٔ اکرم ﷺ کا آخری غزوہ ہے، حضور اقدس ﷺ کو اطلاع ملی کہ روم کا بادشاہ مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کررہا ہے اور بہت بڑا لشکر لے کر شام کے راستے سے مدینہ کو آرہا ہے، اس خبر پر پانچ رجب ۹ھ پنج شنبہ[9] کو نبیٔ اکرم ﷺ اس کے مقابلہ کے لیے مدینہ طیبہ سے روانہ ہوگئے، چوں کہ زمانہ سخت گرمی کا تھا اور مقابلہ بھی سخت تھا، اس لیے حضور ﷺ نے صاف اعلان فرمادیا تھا کہ روم کے بادشاہ سے مقابلہ کے لیے چلنا ہے، تیاری کرلی جائے اور حضور ﷺ نے خود اس کے لیے چندہ

حل لغات: ① مشہور۔ ② آنکھ کی روشنی۔ ③ اچھی طرح بات کرنے والے۔ ④ حیران کرنا۔ ⑤ مضبوطی۔ ⑥ آسانی سے مل جانا۔ ⑦ آسان۔ ⑧ وہ جنگ جس میں خود حضور ﷺ شریک ہوئے ہوں۔ ⑨ جمعرات۔

فرمانا شروع کیا، یہی لڑائی ہے، جس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ گھر کا سارا سامان لے آئے اور جب اُن سے پوچھا کہ گھر والوں کے لیے کیا چھوڑا؟ تو فرمایا کہ ان کے لیے اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑ آیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھر کے پورے سامان میں سے آدھا لے آئے جس کا قصہ چار، باب نمبر چھ میں آتا ہے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ایک تہائی لشکر کا پورا سامان مُہیّا[1] فرمایا اور اسی طرح ہر شخص اپنی حیثیت سے زیادہ ہی لایا، اس کے باوجود چوں کہ عام طور سے تنگی تھی، اس لیے دس دس آدمی ایک اونٹ پر تھے کہ نوبت[2] بہ نوبت اس پر سوار ہوتے تھے، اسی وجہ سے اس لڑائی کا نام جَیشُ[3] العُسرہ بھی تھا۔ یہ لڑائی نہایت ہی سخت تھی کہ سفر بھی دُور کا تھا اور موسم بھی اس قدر سخت کہ گرمی کی انتہا نہیں تھی اور اس کے ساتھ ہی مدینہ طیبہ میں کھجور کے پکنے کا زمانہ زور پر تھا کہ سارے باغ بالکل پکے ہوئے کھڑے تھے اور کھجور ہی پر مدینہ طیبہ والوں کی زندگی کا زیادہ دارومدار[4] تھا کہ سال بھر کی روزی کے جمع کرنے کا گویا یہی زمانہ تھا۔ ان حالات میں یہ وقت مسلمانوں کے لیے نہایت سخت امتحان کا تھا کہ ادھر اللہ کا خوف، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد جس کی وجہ سے بغیر جائے نہ بنتی تھی اور دوسری جانب یہ ساری دِقتیں[5] کہ ہر دِقت مستقل روک تھی، بالخصوص سال بھر کی محنت اور پکے پکائے درختوں کا یوں بے یارومددگار[6] چھوڑ جانا جتنا مشکل تھا وہ ظاہر ہے، مگر اس سب کے باوجود اللہ کا خوف ان حضرات پر غالب تھا، اس لیے بجز[7] منافقین اور معذورین[8] جن میں عورتیں اور بچے بھی داخل تھے اور وہ لوگ بھی جو بضرورت مدینہ طیبہ میں چھوڑے گئے یا کسی قسم کی سواری نہ مل سکنے کی وجہ سے روتے ہوئے رہ گئے تھے، جن کے بارے میں ﴿تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ﴾ [سورۂ توبہ:۹۲] نازل ہوئی اور سب ہی حضرات ہمرکاب[9] تھے۔ البتہ تین حضرات بلا عذر کے شریک نہیں تھے، جن کا قصہ آئندہ آرہا ہے۔ راستہ میں قومِ ثمود کی بستی پر گذر ہوا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دامن سے اپنے چہرۂ انور کو ڈھانک لیا اور اُونٹنی کو تیز کردیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی حکم فرمایا کہ یہاں سے تیز چلو اور ظالموں کی بستیوں میں سے روتے ہوئے گذرو اور اس سے ڈرتے ہوئے گذرو کہ تم پر بھی خدانخواستہ[10] وہ عذاب کہیں نازل نہ ہوجائے، جو ان پر نازل ہوا تھا۔ [اسلام خمیس]

فائدہ: اللہ کا پیارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور لاڈلا رسول صلی اللہ علیہ وسلم عذاب والی جگہ سے ڈرتا ہوا، خوف کرتا ہوا گذرتا ہے اور اپنے جاں[11] نثار دوستوں کو، جو اس سخت مجبوری میں بھی جاں نثاری کا ثبوت دیتے ہیں، روتے ہوئے جانے کا حکم فرماتا ہے کہ خدانخواستہ وہ عذاب ان پر نہ نازل ہوجائے۔ ہم لوگ کسی بستی میں زلزلہ آجائے، تو اس کو سیر[12] گاہ بناتے ہیں۔ کھنڈروں کی تفریح کو جاتے ہیں اور رونا تو درکنار[13]، رونے کا خیال بھی دل میں نہیں لاتے۔

حل لغات: (۱) حاضر۔ (۲) باری باری۔ (۳) تنگی کا لشکر۔ (۴) بنیاد۔ (۵) مشکلیں۔ (۶) بے سہارا۔ (۷) علاوہ۔ (۸) مجبور لوگ۔ (۹) ساتھ میں سفر کرنے والے۔ (۱۰) خدانہ کرے۔ (۱۱) وفادار۔ (۱۲) گھومنے کی جگہ۔ (۱۳) الگ رہا۔

⑨ تبوک میں حضرت کعب ؓ کی غیر حاضری اور توبہ

اسی تبوک کی لڑائی میں معذورین کے علاوہ اسّی[۸۰] سے زیادہ تو منافق اور انصار میں سے تھے اور اتنے ہی تقریباً بدوی[۱] لوگوں میں سے، ان کے علاوہ ایک بڑی جماعت باہر کے لوگوں میں سے ایسی تھی، جو شریک نہیں ہوئے اور اتنا ہی نہیں، بلکہ یہ لوگ دوسروں کو بھی ﴿لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ﴾ [سورۂ توبہ:۸۱] کہہ کر روکتے تھے (گرمی میں نہ نکلو) حق تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں کہ ''جہنم کی آگ کی گرمی بہت سخت ہے''۔ ان کے علاوہ تین سچے پکے مسلمان بھی ایسے تھے جو بلا کسی قوی[۲] عذر کے اس لڑائی میں شریک نہیں ہو سکے، ایک کعب بن مالک ؓ، دوسرے ہلال بن اُمیہ ؓ، تیسرے مُرارۃ بن رَبیع ؓ، یہ تینوں حضرات کسی نفاق یا عذر سے نہیں ٹھہرے، بلکہ خوش حالی[۳] ہی سبب رہ جانے کا بن گئی۔ کعب ؓ اپنی سرگذشت[۴] جو اس موقع پر پیش آئی، مفصل[۵] سناتے ہیں جو آئندہ آرہی ہے۔

مُرارۃ بن رَبیع ؓ کا باغ خوب پھل رہا تھا، ان کو خیال ہوا کہ اگر میں چلا گیا، تو یہ سب ضائع ہو جائے گا، ہمیشہ میں لڑائیوں میں شریک ہوتا ہی رہا ہوں، اگر اس مرتبہ رہ گیا تو کیا مضائقہ[۶] ہے، اس لیے ٹھہر گئے، مگر جب تنبّہ[۷] ہوا، تو چوں کہ باغ ہی اس کا سبب ہوا تھا، اس لیے سب کو اللہ کے راستہ میں صدقہ کر دیا۔

ہلال ؓ کے اہل و اعزّہ[۸] جو کہیں کہیں گئے ہوئے تھے، اتفاق سے اس موقع پر سب جمع ہو گئے، ان کو بھی یہی خیال ہوا کہ ہمیشہ شرکت کرتا ہی رہتا ہوں، اگر اس موقع پر نہ جاؤں تو کیا حرج ہے، اس لیے ٹھہر گئے؛ مگر تنبّہ ہونے پر سب سے تعلقات منقطع[۹] کر لینے کا ارادہ کیا کہ یہ تعلقات ہی اس لڑائی میں شرکت نہ کر سکنے کا سبب ہوئے۔

حضرت کعب ؓ کا قصّہ احادیث میں کثرت سے آتا ہے، وہ اپنی سرگذشت بڑی تفصیل سے سنایا کرتے تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں تبوک سے پہلے کسی لڑائی میں بھی اتنا قوی و مالدار نہیں تھا، جتنا کہ تبوک کے وقت تھا، اس وقت میرے پاس خود اپنی ذاتی دو اُونٹنیاں تھیں، اس سے پہلے کبھی بھی دو اُونٹنیاں میرے پاس ہونے کی نوبت نہیں آئی۔ حضور اکرم ﷺ کی ہمیشہ عادتِ شریفہ یہ تھی کہ جس طرف لڑائی کا ارادہ ہوتا تھا، اس کا اظہار نہیں ہوتا تھا؛ بلکہ دوسری جانبوں کے احوال دریافت فرماتے تھے، مگر اس لڑائی میں چوں کہ گرمی بھی شدید[۱۰] تھی اور سفر بھی دُور کا تھا، ان کے علاوہ دشمنوں کی بھی بہت بڑی جماعت تھی، اس لیے صاف اعلان فرما دیا تھا؛ تاکہ لوگ تیاری کر لیں؛ چنانچہ مسلمانوں کی اتنی بڑی جماعت حضور ﷺ کے ساتھ ہو گئی کہ رجسٹر میں ان کا نام بھی لکھنا دشوار تھا اور مجمع کی کثرت کی وجہ سے کوئی شخص اگر چھپنا چاہتا کہ میں نہ

حل لغات: ① عرب کے دیہاتی۔ ② سخت مجبوری۔ ③ مالداری۔ ④ کہانی۔ ⑤ تفصیل کے ساتھ۔ ⑥ حرج۔ ⑦ آگاہی ہوئی۔ ⑧ گھر والے اور رشتہ دار۔ ⑨ ختم۔ ⑩ سخت۔

جاؤں، نہ پتہ چلے، تو دشوار نہ تھا، اس کے ساتھ ہی پھل بالکل پک رہے تھے، میں بھی سامانِ سفر کی تیاری کا صبح ہی سے ارادہ کرتا، مگر شام ہو جاتی اور کسی قسم کی تیاری کی نوبت نہ آتی؛ لیکن میں اپنے دل میں خیال کرتا کہ مجھے وُسعت[1] حاصل ہے، جب ارادہ پُختہ[2] کروں گا فوراً ہو جائے گا، حتیٰ کہ حضور اقدس ﷺ روانہ بھی ہو گئے اور مسلمان آپ ﷺ کے ساتھ ساتھ؛ مگر میرا سامانِ سفر تیار نہ ہوا، پھر بھی یہی خیال رہا کہ میں ایک دو روز میں تیار کر کے جاملوں گا، اسی طرح آج کل پر ٹلتا رہا، حتیٰ کے حضور ﷺ کے وہاں پہونچنے کا زمانہ تقریباً آ گیا، اس وقت میں نے کوشش بھی کی؛ مگر سامان نہ ہو سکا، اب میں جب مدینہ طیبہ میں اِدھر اُدھر دیکھتا ہوں، تو صرف وہی لوگ ملتے ہیں، جن کے اوپر نفاق کا بدنُما داغ لگا ہوا تھا یا وہ معذور[3] تھے اور حضور ﷺ نے بھی تبوک پہونچ کر دریافت فرمایا کہ کعب نظر نہیں پڑتے، کیا بات ہوئی؟ ایک صاحب نے کہا: یارسول اللہ! اس کو اپنے مال و جمال[4] کی اَکڑ[5] نے روکا۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ غلط کہا، ہم جہاں تک سمجھتے ہیں وہ بھلا آدمی ہے، مگر حضور اقدس ﷺ نے بالکل سکوت[6] فرمایا اور کچھ نہیں بولے، حتیٰ کہ چند روز میں مَیں نے واپسی کی خبر سنی، تو مجھے رنج و غم سوار ہوا اور بڑا فکر ہوا، دل میں جھوٹے جھوٹے عذر آتے تھے کہ اس وقت کسی فرضی عُذر[7] سے حضور ﷺ کے غصہ سے جان بچالوں، پھر کسی وقت معافی کی درخواست کرلوں گا اور اس بارے میں اپنے گھرانے کے ہر سمجھ دار سے مشورہ کرتا رہا، مگر جب مجھے معلوم ہو گیا کہ حضور ﷺ تشریف لے ہی آئے، تو میرے دل نے فیصلہ کیا کہ بغیر سچ کے کوئی چیز نجات نہ دے گی اور میں نے سچ سچ عرض[8] کرنے کی ٹھان ہی لی۔ حضور ﷺ کی عادتِ شریفہ یہ تھی کہ جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو اوّل مسجد میں تشریف لے جاتے اور دو رکعت تَحِیَّۃُ الْمَسْجِد پڑھتے اور وہاں تھوڑی دیر تشریف رکھتے کہ لوگوں سے ملاقات فرمائیں؛ چنانچہ حسبِ[9] معمول حضور ﷺ تشریف فرما ہے اور منافق لوگ آ کر جھوٹے جھوٹے عُذر کرتے اور قسمیں کھاتے رہے۔ حضور ﷺ ان کے ظاہر حال کو قبول فرماتے رہے اور باطن[10] کو اللہ کے سپرد فرماتے رہے کہ اتنے میں مَیں بھی حاضر ہوا اور سلام کیا۔ حضور ﷺ نے ناراضگی کے انداز میں تبسم فرمایا اور اِعراض[11] فرمایا۔ میں نے عرض کیا: یا نبی اللہ! آپ نے اعراض فرمالیا؟ میں خدا کی قسم! نہ تو منافق ہوں، نہ مجھے ایمان میں کچھ تَرَدُّد[12] ہے۔ ارشاد فرمایا کہ یہاں آ۔ میں قریب ہو کر بیٹھ گیا، حضور ﷺ نے فرمایا کہ تجھے کس چیز نے روکا؟ کیا تُو نے اونٹنیاں نہیں خرید رکھی تھیں؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگر میں کسی دنیادار کے پاس اس وقت ہوتا تو مجھے یقین ہے کہ میں اس کے غصہ سے معقول[13] عذر کے ساتھ خلاصی[14] پالیتا کہ مجھے بات کرنے کا سلیقہ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے، لیکن آپ ﷺ کے متعلق

حل لغات: (۱) گنجائش۔ (۲) پکا۔ (۳) مجبور۔ (۴) خوبصورتی۔ (۵) گھمنڈ۔ (۶) خاموشی۔ (۷) بہانے۔ (۸) بیان۔ (۹) عادت کے مطابق۔ (۱۰) اندرونی حالت۔ (۱۱) منہ پھیرلیا۔ (۱۲) شک۔ (۱۳) مناسب۔ (۱۴) چھٹکارا۔

مجھے معلوم ہے کہ اگر آج جھوٹ سے آپ کو راضی کرلوں، تو قریب ہے کہ اللہ جلّ جلالہٗ مجھ سے ناراض ہوں گے اور اگر آپ ﷺ سے صاف صاف عرض کردوں، تو آپ ﷺ کو غصہ آئے گا؛ لیکن قریب ہے کہ اللہ کی پاک ذات آپ کے عتاب[1] کو زائل[2] فرمادے گی؛ اس لیے سچ ہی عرض کرتا ہوں کہ واللہ مجھے کوئی عذر نہیں تھا اور جیسا فارغ اور وُسعت[3] والا میں اس زمانہ میں تھا، کسی زمانہ میں بھی اس سے پہلے نہیں ہوا۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس نے سچ کہا۔ پھر فرمایا کہ اچھا اُٹھ جاؤ، تمہارا فیصلہ حق تعالیٰ شانہٗ فرمائیں گے۔ میں وہاں سے اُٹھا، تو میری قوم کے بہت سے لوگوں نے مجھے ملامت کی کہ تُو نے اس سے پہلے کوئی گناہ نہیں کیا تھا، اگر تُو کوئی عذر کرکے حضور ﷺ سے استغفار کی درخواست کرتا، تو حضور ﷺ کا استغفار تیرے لیے کافی تھا۔ میں نے اُن سے پوچھا کہ کوئی اور بھی ایسا شخص ہے، جس کے ساتھ یہ معاملہ ہوا ہو؟ لوگوں نے بتلایا کہ دو شخصوں کے ساتھ اَور بھی یہی معاملہ ہوا کہ انہوں نے بھی یہی گفتگو کی، جو تُو نے کی اور یہی جواب اُن کو ملا، جو تجھ کو ملا۔ ایک ہِلال بن اُمیّہ ؓ۔ دوسرے مُرارۃ بن رَبیع ؓ۔ میں نے دیکھا کہ دو صالح[4] شخص جو دونوں بدری[5] ہیں، وہ بھی میرے شریکِ حال ہیں۔ حضور اقدس ﷺ نے ہم تینوں سے بولنے کی ممانعت بھی فرمادی کہ کوئی شخص ہم سے کلام[6] نہ کرے۔ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ غصہ اسی پر آتا ہے، جس سے تعلق ہوتا ہے اور تنبیہ اُسی کو کی جاتی ہے، جس میں اس کی اہلیت[7] بھی ہو۔ جس میں اصلاح و صلاح[8] کی قابلیت ہی نہ ہو اُس کو تنبیہ ہی کون کرتا ہے۔ کعب ؓ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کی ممانعت پر لوگوں نے ہم سے بولنا چھوڑ دیا اور ہم سے اجتناب[9] کرنے لگے اور گویا دنیا ہی بدل گئی، حتیٰ کہ زمین باوجود اپنی وسعت کے مجھے تنگ معلوم ہونے لگی، سارے لوگ اجنبی[10] معلوم ہونے لگے، در و دیوار اُو پرے[11] بن گئے، مجھے سب سے زیادہ اس کا فکر تھا کہ میں اس حال میں مرگیا، تو حضور ﷺ جنازے کی نماز بھی نہ پڑھیں گے اور خُدانخواستہ[12] حضور ﷺ کا وِصال[13] ہوگیا، تو میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ایسا ہی رہوں گا، نہ مجھ سے کوئی کلام کرے گا، نہ میری نماز پڑھے گا کہ حضور ﷺ کے ارشاد کے خلاف کون کرسکتا ہے، غرض ہم لوگوں نے پچاس دن اسی حال میں گزارے۔ میرے دونوں ساتھی تو شروع ہی سے گھروں میں چھپ کر بیٹھ گئے تھے، میں سب میں قوی[14] تھا، چلتا پھرتا، بازار میں جاتا، نماز میں شریک ہوتا، مگر مجھ سے بات کوئی نہ کرتا، حضور ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوکر سلام کرتا اور بہت غور سے خیال کرتا کہ حضور ﷺ کے لبِ مبارک جواب کے لیے ہلے یا نہیں، نماز کے بعد حضور ﷺ کے قریب ہی کھڑے ہوکر نماز پوری کرتا اور آنکھ چُرا[15] کر دیکھتا کہ حضور ﷺ مجھے دیکھتے بھی ہیں یا نہیں، جب

حل لغات: ① غصہ۔ ② ختم۔ ③ کشادگی۔ ④ نیک۔ ⑤ بدری وہ لوگ کہلاتے ہیں جو بدر کی لڑائی میں شریک ہوئے۔ ان کی بزرگی اور بڑائی مسلّم ہے، احادیث میں بھی ان کی فضیلت آئی ہے، کتنی ہی حدیثوں میں ان کی مغفرت اور اللہ تعالیٰ کی ان سے خوش ہونے کی بشارتیں آئی ہیں۔ ⑥ بات۔ ⑦ صلاحیت۔ ⑧ درستگی اور بھلائی کی صلاحیت۔ ⑨ بچنا۔ ⑩ اجنبی۔ ⑪ خدا نہ کرے۔ ⑫ انتقال۔ ⑬ طاقتور۔ ⑭ چپکے چپکے دیکھنا۔

میں نماز میں مشغول ہوتا، تو حضور ﷺ مجھے دیکھتے اور جب میں اُدھر متوجہ ہوتا، تو حضور ﷺ منہ پھیر لیتے اور میری جانب سے اعراض فرما لیتے۔

غرض یہی حالات گذرتے رہے اور مسلمانوں کا بات چیت بند کرنا مجھ پر بہت ہی بھاری ہو گیا، تو میں اَبوقتادہ ﷺ کی دیوار پر چڑھا، وہ میرے رشتہ کے چچازاد بھائی بھی تھے اور مجھ سے تعلقات بھی بہت ہی زیادہ تھے، میں نے اوپر چڑھ کر سلام کیا، انہوں نے سلام کا جواب نہ دیا، میں نے ان کو قسم دے کر پوچھا کہ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ مجھے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت ہے؟ انہوں نے اس کا بھی جواب نہ دیا۔ میں نے دوبارہ قسم دی اور دریافت کیا، وہ پھر بھی چپ ہی رہے۔ میں نے تیسری مرتبہ پھر قسم دے کر پوچھا، انہوں نے کہا: اللہ جانے اور اس کا رسول۔ یہ کلمہ سن کر میری آنکھوں سے آنسو نکل پڑے اور وہاں سے لوٹ آیا۔ اسی دوران میں ایک مرتبہ مدینہ کے بازار میں جا رہا تھا کہ ایک قبطی[1] کو جو نصرانی[2] تھا اور شام سے مدینہ منورہ اپنا غلّہ[3] فروخت[4] کرنے آیا تھا، یہ کہتے ہوئے سنا کہ کوئی کعب بن مالک کا پتہ بتا دو، لوگوں نے اس کو میری طرف اشارہ کر کے بتایا، وہ میرے پاس آیا اور غسّان[5] کے کافر بادشاہ کا خط مجھے لا کر دیا، اس میں لکھا ہوا تھا: ہمیں معلوم ہوا کہ تمہارے آقا نے تم پر ظلم کر رکھا ہے، تمہیں اللہ ذلّت کی جگہ نہ رکھے اور نہ ضائع کرے، تم ہمارے پاس آ جاؤ، ہم تمہاری مدد کریں گے۔ (دنیا کا قاعدہ ہوتا ہے کہ کسی بڑے کی طرف سے اگر چھوٹوں کو تنبیہ ہوتی ہے، تو اُن کو بہکانے والے اور زیادہ کھونے کی کوشش کیا کرتے ہیں اور خیر خواہ[6] بن کر اس قسم کے الفاظ سے اشتعال[7] دلایا ہی کرتے ہیں) کعب ﷺ کہتے ہیں کہ میں نے یہ خط پڑھ کر "إِنَّا لِلّٰهِ" پڑھی کہ میری حالت یہاں تک پہونچ گئی کہ کافر بھی مجھ میں طمع[8] کرنے لگے اور مجھے اسلام تک سے ہٹانے کی تدبیریں ہونے لگیں، یہ ایک اور مصیبت آئی اور اس خط کو لے جا کر میں نے ایک تنوّر میں پھونک دیا اور حضور ﷺ سے جا کر عرض کیا کہ یارسول اللہ! آپ کے اعراض[9] کی وجہ سے میری یہ حالت ہو گئی کہ کافر مجھ میں طمع کرنے لگے۔ اسی حالت میں چالیس روز ہم پر گزرے تھے کہ حضور ﷺ کا قاصد[10] میرے پاس حضور ﷺ کا یہ ارشاد[11] والا لے کر آیا کہ اپنی بیوی کو بھی چھوڑ دو، میں نے دریافت کیا کہ کیا منشاء[12] ہے، اس کو طلاق دے دوں؟ کہا: نہیں، بلکہ علیحدگی[13] اختیار کر لو اور میرے دونوں ساتھیوں کے پاس بھی ان ہی قاصد کی معرفت[14] یہی حکم پہونچا، میں نے اپنی بیوی سے کہہ دیا کہ تُو اپنے میکہ میں چلی جا، جب تک اللہ تعالیٰ شانہٗ اس امر کا فیصلہ فرمائیں؛ وہیں رہنا۔ ہلال بن اُمیّہ ﷺ کی بیوی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ ہلال بالکل بوڑھے شخص ہیں، کوئی خبر گیری[15] کرنے والا نہ ہوگا، تو

حل لغات: (۱) مصر کا رہنے والا۔ (۲) عیسائی۔ (۳) اناج۔ (۴) بیچنا۔ (۵) ایک ملک۔ (۶) بھلائی چاہنے والا۔ (۷) بھڑکانا۔ (۸) لالچ۔ (۹) منہ پھیرنے۔ (۱۰) پیغام لانے والا۔ (۱۱) حکم۔ (۱۲) ارادہ۔ (۱۳) جدائی۔ (۱۴) ذریعہ سے۔ (۱۵) دیکھ بھال۔

ہلاک ہو جائیں گے، اگر آپ اجازت دیں اور آپ کو گرانی[1] نہ ہو، تو میں کچھ کام کاج ان کا کر دیا کروں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: مضائقہ[2] نہیں، لیکن صحبت نہ کریں۔ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس چیز کی طرف تو اُن کو میلان بھی نہیں، جس روز سے یہ واقعہ پیش آیا، آج تک اُن کا وقت روتے ہی گزر رہا ہے۔ کعب ؓ کہتے ہیں: مجھ سے بھی کہا گیا[3] کہ ہلال کی طرح تُو بھی اگر بیوی کی خدمت کی اجازت لے لے، تو شاید مل جائے۔ میں نے کہا: وہ بوڑھے ہیں، میں جوان ہوں، نہ معلوم مجھے کیا جواب ملے؟ اس لیے میں جرأت[4] نہیں کرتا۔ غرض اس حال میں دس روز اور گزرے کہ ہم سے بات چیت، میل جول چُھٹے ہوئے پورے پچاس دن ہو گئے، پچاسویں دن کی صبح کی نماز اپنے گھر کی چھت پر پڑھ کر میں نہایت غمگین بیٹھا ہوا تھا، زمین مجھ پر بالکل تنگ تھی اور زندگی دوبھر[5] ہو رہی تھی کہ ''سَلَع'' پہاڑ کی چوٹی پر سے ایک زور سے چلّانے والے نے آواز دی کہ کعب! خوشخبری ہو تم کو۔ میں اتنا ہی سن کر سجدے میں گر گیا اور خوشی کے مارے رونے لگا اور سمجھا کہ تنگی دور ہو گئی۔ حضور اقدس ﷺ نے صبح کی نماز کے بعد ہماری معافی کا اعلان فرمایا۔ جس پر ایک شخص نے تو پہاڑ پر چڑھ کر زور سے آواز دی کہ وہ سب سے پہلے پہونچ گئی۔ اس کے بعد ایک صاحب گھوڑے پر سوار بھاگے ہوئے آئے، میں جو کپڑے پہن رہا تھا، وہ نکال کر بشارت[6] دینے والے کی نذر[7] کر دیے، خدا کی قسم! ان دو کپڑوں[8] کے سوا اور کوئی کپڑا اس وقت میری ملک[9] میں نہ تھا۔ اس کے بعد میں نے دو کپڑے مانگے ہوئے پہنے اور حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اسی طرح میرے دونوں ساتھیوں کے پاس بھی خوشخبری لے کر لوگ گئے۔ میں جب مسجد نبوی میں حاضر ہوا، تو وہ لوگ جو خدمتِ اقدس میں حاضر تھے، مجھے مبارک باد دینے کے لیے دوڑے اور سب سے پہلے ابوطلحہ نے بڑھ کر مبارک باد دی اور مصافحہ کیا، جو ہمیشہ ہی یادگار رہے گا۔ میں نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں جا کر سلام کیا، تو چہرۂ انور کھل رہا تھا اور انوار خوشی کے چہرے سے ظاہر ہو رہے تھے۔ حضور اقدس ﷺ کا چہرۂ مبارک خوشی کے وقت میں چاند کی طرح چمکنے لگتا تھا، میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! میری توبہ کی تکمیل[10] یہ ہے کہ میری جائداد جو ہے، وہ سب اللہ کے راستے میں صدقہ ہے (کہ یہ ثروت[11] ہی اس مصیبت کا سبب بنی تھی) حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس میں تنگی ہوگی، کچھ حصہ اپنے پاس بھی رہنے دو، میں نے عرض کیا کہ بہتر ہے خیبر[12] کا حصہ رہنے دیا جائے، مجھے سچ ہی نے نجات دی، اس لیے میں نے عہد کر لیا کہ ہمیشہ ہی سچ بولوں گا۔ [درمنثور، فتح الباری]

فائدہ: یہ ہے صحابۂ کرام ؓ کی اطاعت اور دین داری کا اور اللہ کے خوف کا نمونہ کہ ہمیشہ جنگ میں یہ

حل لغات: ① ناراضگی۔ ② حرج۔ ③ ممکن ہے کہ بیوی نے کہا ہو کہ بیویوں سے علیحدگی کا حکم اب تک نہیں ہوا تھا یا کسی بچے یا منافق نے کہا ہو کہ صحابہ ؓ تو بولتے ہی نہ تھے۔ ④ ہمت۔ ⑤ دشوار۔ ⑥ خوشخبری۔ ⑦ حوالے۔ ⑧ اگرچہ کپڑے کے سوا اور مال موجود تھا، مگر اس وقت کی عام زندگی یہی تھی کہ فضول چیزیں زیادہ نہ ہوتی تھیں، اس لیے کپڑے ۲ رہی تھے۔ ⑨ قبضہ۔ ⑩ کامل ہونا۔ ⑪ مالداری۔ ⑫ ملک عرب کی ایک جگہ کا نام۔

حضرات شریک رہے؛ ایک مرتبہ کی غیر حاضری پر کیا کیا عتاب[1] ہوا اور اس کو کس فرمانبرداری سے برداشت کیا کہ پچاس دن رو کر گزار دیے اور مال جس کی وجہ سے یہ واقعہ پیش آیا تھا، وہ بھی صدقہ کر دیا اور کافروں نے طمع[2] دلائی، تو بجائے مشتعل[3] ہونے کے اور زیادہ پشیمان[4] ہوئے اور اس کو بھی اللہ کا عتاب اور حضور ﷺ کے اعراض[5] کی وجہ سے سمجھا کہ میرے دین کا ضعف[6] اس درجہ تک پہونچ گیا کہ کافروں کو اس کی طمع ہونے لگی کہ وہ مجھے بے دین بنا دیں۔ ہم لوگ بھی مسلمان ہیں، اللہ اور اس کے پاک رسول ﷺ کے ارشادات بھی سامنے ہیں، بڑے سے بڑا حکم، نماز ہی کا لے لو کہ ایمان کے بعد اس کے برابر کوئی چیز بھی نہیں۔ کتنے ہیں جو اس حکم کی تعمیل[7] کرتے ہیں؟ اور جو کرتے ہیں، وہ بھی کیسی کرتے ہیں؟ اس کے بعد زکوٰۃ اور حج کا تو پوچھنا ہی کیا کہ اس میں تو مال بھی خرچ ہوتا ہے۔

⑩ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہنسنے پر حضور ﷺ کی تنبیہ اور قبر کی یاد دہانی

نبیٔ اکرم ﷺ ایک مرتبہ نماز کے لیے تشریف لائے، تو ایک جماعت کو دیکھا کہ وہ کھل کھلا کر ہنس رہی تھی اور ہنسی کی وجہ سے دانت کھل رہے تھے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر موت کو کثرت سے یاد کیا کرو، تو جو حالت میں دیکھ رہا ہوں وہ پیدا نہ ہو، لہٰذا موت کو کثرت سے یاد کیا کرو، قبر پر کوئی دن ایسا نہیں گزرتا، جس میں وہ یہ آواز نہ دیتی ہو کہ میں بے[8] گانگی کا گھر ہوں، تنہائی کا گھر ہوں، مٹی کا گھر ہوں، کیڑوں کا گھر ہوں۔ جب کوئی مؤمن قبر میں رکھا جاتا ہے، تو وہ کہتی ہے کہ تیرا آنا مبارک ہے، بہت اچھا کیا تُو آ گیا، جتنے آدمی زمین پر چلتے تھے، تُو اُن سب میں مجھے زیادہ پسند تھا، آج جب تُو میرے پاس آیا ہے، تو میرے بہترین سلوک[9] کو دیکھے گا۔ اس کے بعد وہ قبر جہاں تک مُردے کی نظر پہونچ سکے، وہاں تک وسیع[10] ہو جاتی ہے اور ایک دروازہ اس میں جنت کا کھل جاتا ہے، جس سے وہاں کی ہوا اور خوشبوئیں اس کو آتی رہتی ہیں اور جب کوئی بدکردار[11] قبر میں رکھا جاتا ہے، تو وہ کہتی ہے کہ تیرا آنا نامبارک ہے، بُرا کیا جو تُو آیا۔ زمین پر جتنے آدمی چلتے تھے، اُن سب میں تجھ ہی سے مجھے زیادہ نفرت تھی، آج جب تُو میرے حوالہ ہوا ہے، تو میرے برتاؤ[12] کو بھی دیکھ لے گا۔ اس کے بعد وہ اس طرح سے اس کو دباتی ہے کہ پسلیاں آپس میں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں اور ستّر اژدہے اُس پر ایسے مسلّط[13] ہو جاتے ہیں کہ اگر ایک بھی زمین پر پھنکار[14] مارے، تو اس کے اثر سے زمین پر گھاس تک باقی نہ رہے، وہ اس کو قیامت تک ڈستے رہتے ہیں۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''قبر'' یا جنت کا ایک باغ ہے یا جہنم کا ایک گڑھا ہے۔ [مشکوٰۃ]

حل لغات: (۱) غصہ۔ (۲) لالچ۔ (۳) بھڑکنا۔ (۴) شرمندہ۔ (۵) منہ پھیرنا۔ (۶) کمزوری۔ (۷) حکم پورا کرنا۔ (۸) اجنبیت۔ (۹) برتاؤ۔ (۱۰) کشادہ، چوڑی۔ (۱۱) گنہگار۔ (۱۲) مقرر۔ (۱۳) پھونک۔

فائدہ: اللہ کا خوف بڑی ضروری اور اہم چیز ہے؛ یہی وجہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ اکثر کسی گہری سوچ میں رہتے تھے اور موت کا یاد کرنا اس کے لیے مفید ہے، اسی لیے حضور اقدس ﷺ نے یہ نسخہ ارشاد فرمایا۔ کبھی کبھی موت کو یاد کرتے رہنا بہت ہی ضروری اور مفید ہے۔

(۱۱) حضرت حنظلہ ؓ کو اپنے متعلق نِفاق کا ڈر

حضرت حنظلہ ؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم لوگ حضور ﷺ کی مجلس میں تھے، حضور اقدس ﷺ نے وعظ[۱] فرمایا، جس سے قلوب[۲] نرم ہو گئے اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور اپنی حقیقت ہمیں ظاہر ہو گئی۔ حضور ﷺ کی مجلس سے اُٹھ کر میں گھر آیا، بیوی بچے پاس آ گئے اور کچھ دنیا کا ذکر تذکرہ شروع ہو گیا اور بچوں کے ساتھ ہنسنا بولنا، بیوی کے ساتھ مذاق شروع ہو گیا اور وہ حالت جاتی رہی، جو حضور ﷺ کی مجلس میں تھی۔ دفعۃً[۳] خیال آیا کہ میں پہلے سے کس حال میں تھا، اب کیا ہو گیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ تُو تو منافق[۴] ہو گیا کہ ظاہر میں حضور اقدس ﷺ کے سامنے تو وہ حال تھا اور اب گھر میں آ کر یہ حالت ہو گئی، میں اس پر افسوس اور رنج کرتا ہوا اور یہ کہتا ہوا گھر سے نکلا کہ حنظلہ تو منافق ہو گیا۔ سامنے سے حضرت ابوبکر صدیق ؓ تشریف لا رہے تھے، میں نے ان سے عرض کیا کہ حنظلہ تو منافق ہو گیا، وہ یہ سن کر فرمانے لگے کہ سبحان اللہ! کیا کہہ رہے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ میں نے صورت بیان کی کہ ہم لوگ جب حضور ﷺ کی خدمت میں ہوتے ہیں اور حضور ﷺ دوزخ اور جنت کا ذکر فرماتے ہیں، تو ہم لوگ ایسے ہو جاتے ہیں، گویا وہ دونوں ہمارے سامنے ہیں اور جب حضور ﷺ کے پاس سے آ جاتے ہیں، تو بیوی، بچوں اور جائداد وغیرہ کے دھندوں میں پھنس کر اس کو بھول جاتے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے فرمایا کہ یہ بات تو ہم کو بھی پیش آتی ہے، اس لیے دونوں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جا کر حنظلہ ؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں تو منافق ہو گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: کیا بات ہوئی؟ حنظلہ ؓ نے عرض کیا کہ جب ہم لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور آپ جنت و دوزخ کا ذکر فرماتے ہیں، تب تو ہم ایسے ہو جاتے ہیں کہ گویا وہ ہمارے سامنے ہیں؛ لیکن جب خدمتِ اقدس سے چلے جاتے ہیں، تو جا کر بیوی، بچوں اور گھر، باہر کے دھندوں میں لگ کر بھول جاتے ہیں۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اگر تمہارا ہر وقت وہی حال رہے، جیسا میرے سامنے ہوتا ہے، تو فرشتے تمہارے سے بستروں پر اور راستوں میں مصافحہ کرنے لگیں، لیکن حنظلہ بات یہ ہے کہ گاہے[۵] گاہے گاہے گاہے۔ [احیاء، مسلم]

حل لغات: ① دین کی بات بتلانا۔ ② دل۔ ③ اچانک۔ ④ وہ شخص جو ظاہر میں مسلمان ہو گیا ہو، مگر دل سے کافر۔ ⑤ یعنی کبھی کبھی۔

فائدہ: یعنی آدمی کے ساتھ انسانی ضرورتیں بھی لگی ہوئی ہیں، جن کو پورا کرنا بھی ضروری ہے، کھانا پینا، بیوی بچے اور ان کی خیر خبر لینا یہ بھی ضروری چیزیں ہیں، اس لیے اس قسم کے حالات کبھی کبھی حاصل ہوتے ہیں، نہ ہر وقت یہ حاصل ہوتے ہیں اور نہ اس کی اُمید رکھنا چاہیے۔ یہ فرشتوں کی شان ہے کہ ان کو کوئی دوسرا دھندہ ہی نہیں، نہ بیوی بچے، نہ فکرِ معاش اور نہ دنیوی قصے؛ اور انسان کے ساتھ چوں کہ بشری ضروریات لگی ہوئی ہیں، اس لیے وہ ہر وقت ایک سی حالت پر نہیں رہ سکتا، لیکن غور کی بات یہ ہے کہ صحابۂ کرام ؓ کو اپنے دین کی کتنی فکر تھی کہ ذرا سی بات سے کہ حضور ﷺ کے سامنے جو حالت ہماری ہوتی ہے، وہ بعد میں نہیں رہتی، اس سے اپنے منافق ہونے کا ان کو فکر ہو گیا۔ ''عشق است و ہزار بدگمانی''، عشق جس سے ہوتا ہے، اس کے متعلق ہزار طرح کی بدگمانی اور فکر ہو جاتا ہے۔ بیٹے سے محبت ہو اور وہ کہیں سفر میں چلا جائے، پھر دیکھیے ہر وقت خیریت کی خبر کا فکر رہتا ہے اور جو یہ بھی معلوم ہو جائے کہ وہاں طاعون ہے یا فساد ہو گیا، پھر خدا جانے کتنے خطوط اور تار پہونچیں گے۔

تکمیل: اللہ کے خوف کے متفرق احوال

قرآن شریف کی آیات اور حضور ﷺ کی احادیث اور بزرگوں کے واقعات میں اللہ جلّ شانہٗ سے ڈرنے کے متعلق جتنا کچھ ذکر کیا گیا ہے، اس کا احاطہ تو دشوار ہے؛ لیکن مختصر طور پر اتنا سمجھ لینا چاہیے کہ دین کے ہر کمال کا زینہ ''اللہ کا خوف ہے''۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ حکمت کی جڑ اللہ کا خوف ہے۔ حضرت ابن عمر ؓ بہت رویا کرتے تھے، حتّٰی کہ روتے روتے آنکھیں بھی بیکار ہو گئی تھیں، کسی شخص نے ایک مرتبہ دیکھ لیا، تو فرمانے لگے کہ میرے رونے پر تعجب کرتے ہو؟ اللہ کے خوف سے سورج روتا ہے۔ ایک مرتبہ ایسا ہی قصہ آیا تو فرمایا کہ اللہ کے خوف سے چاند روتا ہے۔ ایک نوجوان صحابی پر حضور ﷺ کا گزر ہوا، وہ پڑھ رہے تھے جب ﴿فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ﴾ [سورۂ رحمٰن] پر پہونچے، تو بدن کے بال کھڑے ہو گئے، روتے روتے دَم گھٹنے لگا اور کہہ رہے تھے: ہاں! جس دن آسمان پھٹ جاویں گے، (یعنی قیامت کے دن) میرا کیا حال ہوگا؟ ہائے میری بربادی۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے اس رونے کی وجہ سے فرشتے بھی رونے لگے۔ ایک انصاری نے تہجد پڑھا اور پھر بیٹھ کر بہت روئے، کہتے تھے: اللہ ہی سے فریاد کرتا ہوں جہنم کی آگ کی۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم نے آج فرشتوں کو رُلا دیا۔ عبداللہ بن رَوَاحہ ؓ ایک صحابی ہیں، رو رہے تھے، بیوی بھی ان کی اس حالت کو دیکھ کر رونے لگیں،

حل لغات: ① روزی کی فکر۔ ② انسانی۔ ③ مختلف۔ ④ حالتیں۔ ⑤ تمام چیزوں کو جمع کرنا۔ ⑥ مشکل۔ ⑦ سیڑھی۔ ⑧ سانس رکنا۔

پوچھا کہ تم کیوں روتی ہو؟ کہنے لگیں کہ جس وجہ سے تم روتے ہو۔ عبداللہ بن رَوَاحہ ؓ نے کہا کہ میں اس وجہ سے رو رہا ہوں کہ جہنم پر تو گزرنا ہے ہی، نہ معلوم نجات ہو سکے گی یا وہیں رہ جاؤں گا۔ [قیام اللیل] زُرارہ بن اَوفیٰ ؒ ایک مسجد میں نماز پڑھا رہے تھے ﴿فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِ ۝﴾ الآیۃ [سورۂ مدثر] پر جب پہونچے، تو فوراً گر گئے اور انتقال ہو گیا، لوگ اُٹھا کر گھر تک لائے۔ حضرت خُلَیدؒ ایک مرتبہ نماز پڑھ رہے تھے ﴿کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ﴾ [سورۂ آل عمران: ۱۸۵] پر پہونچے، تو اس کو بار بار پڑھنے لگے، تھوڑی دیر میں گھر کے ایک کونے سے آواز آئی کہ کتنی مرتبہ اس کو پڑھو گے؟ تمہارے اس بار بار کے پڑھنے سے چار جن مر چکے ہیں۔ ایک اور صاحب کا قصہ لکھا ہے کہ پڑھتے پڑھتے جب ﴿وَرُدُّوْٓا اِلَی اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ﴾ [سورۂ یونس: ۳۰] پر پہونچے، تو ایک چیخ ماری اور تڑپ تڑپ کر مر گئے۔ اور بھی اس قسم کے واقعات کثرت سے گزرے ہیں۔ حضرت فضیلؒ مشہور بزرگ ہیں کہتے ہیں کہ اللہ کا خوف ہر خیر کی طرف رہبری[1] کرتا ہے۔ حضرت شبلیؒ کے نام سے سب ہی واقف ہیں، وہ کہتے ہیں کہ جب بھی میں اللہ سے ڈرا ہوں، اس کی وجہ سے مجھ پر حکمت[2] اور عبرت کا ایسا دروازہ کھلا ہے، جو اس سے پہلے نہیں کھلا۔ حدیث میں آیا ہے: اللہ جلّ شانہٗ فرماتے ہیں کہ میں اپنے بندے پر دو خوف جمع نہیں کرتا اور دو بے فکریاں نہیں دیتا، اگر دنیا میں مجھ سے بے فکر رہے، تو قیامت میں ڈراتا ہوں اور دنیا میں ڈرتا رہے، تو آخرت میں بے فکری عطا کرتا ہوں۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو اللہ سے ڈرتا ہے، اس سے ہر چیز ڈرتی ہے اور جو غیر اللہ سے ڈرتا ہے، اس کو ہر چیز ڈراتی ہے۔ یحییٰ بن معاذؒ کہتے ہیں کہ آدمی بے چارہ اگر جہنم سے اتنا ڈرنے لگے، جتنا تنگدستی[3] سے ڈرتا ہے، تو سیدھا جنت میں جائے۔ ابوسلیمان دارانیؒ کہتے ہیں کہ جس دل سے اللہ کا خوف جاتا رہتا ہے، وہ برباد ہو جاتا ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس آنکھ سے اللہ کے خوف کی وجہ سے ذرا سا آنسو خواہ[4] مکھی کے سر کے برابر ہی کیوں نہ ہو، نکل کر چہرہ پر گرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس چہرہ کو آگ پر حرام فرما دیتا ہے۔ حضور ﷺ کا ایک اور ارشاد ہے کہ جب مسلمان کا دل اللہ کے خوف سے کانپتا ہے، تو اس کے گناہ ایسے جھڑتے ہیں، جیسے درختوں سے پتے جھڑتے ہیں۔ میرے نبی ﷺ کا ایک اور ارشاد ہے کہ جو شخص اللہ کے خوف سے روئے، اس کا آگ میں جانا ایسا ہی مشکل ہے، جیسا دودھ کا تھنوں میں واپس جانا۔ حضرت عُقبہ بن عامر ؓ ایک صحابی ہیں، انہوں نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ نجات کا راستہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنی زبان کو روکے رکھو، گھر میں بیٹھے رہو اور اپنی خطاؤں[5] پر روتے رہو۔ حضرت عائشہ ؓ نے ایک مرتبہ دریافت کیا کہ آپ کی اُمت میں کوئی ایسا بھی ہے، جو بے حساب کتاب جنت میں داخل ہو؟ حضور ﷺ نے

حل لغات: (۱) راستہ دکھانا۔ (۲) سمجھ اور نصیحت۔ (۳) غریبی۔ (۴) چاہے۔ (۵) غلطیوں۔

فرمایا: ہاں! جو اپنے گناہوں کو یاد کر کے روتا رہے۔ میرے آقا ﷺ کا ایک اور ارشاد ہے کہ اللہ کے نزدیک دو قطروں سے زیادہ کوئی قطرہ پسند نہیں: ایک آنسو کا قطرہ، جو اللہ کے خوف سے نکلا ہو، دوسرا خون کا قطرہ، جو اللہ کے راستہ میں گرا ہو۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ قیامت کے دن سات آدمی ایسے ہوں گے، جن کو اللہ جلّ شانہٗ اپنا سایہ عطا فرماویں گے، ایک وہ شخص جو تنہائی میں اللہ کو یاد کرے اور اس کی وجہ سے اس کی آنکھ سے آنسو بہنے لگیں۔ حضرت ابوبکر صدیق ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو رو سکتا ہو وہ روئے، اور جس کو رونا نہ آئے، وہ رونے کی صورت ہی بنالے۔ محمد بن مُنکَدِرؒ جب روتے تھے، تو آنسوؤں کو اپنے منہ اور داڑھی سے پونچھتے تھے اور کہتے تھے کہ مجھے یہ روایت پہونچی ہے کہ جہنم کی آگ اس جگہ کو نہیں چھوتی، جہاں آنسو پہونچے ہوں۔ ثابت بنانیؒ کی آنکھیں دکھنے لگیں، طبیب نے کہا کہ ایک بات کا وعدہ کرلو، آنکھ اچھی ہوجاوے گی کہ رویا نہ کرو۔ کہنے لگے: آنکھ میں کوئی خوبی ہی نہیں اگر وہ روئے نہیں۔ یزید بن مَیْسَرَہؒ کہتے ہیں کہ رونا سات وجہ سے ہوتا ہے: (۱) خوشی سے (۲) جنون[1] سے (۳) درد سے (۴) گھبراہٹ سے (۵) دکھلاوے سے (۶) نشہ سے (۷) اور اللہ کے خوف سے۔ یہی ہے وہ رونا کہ اس کا ایک آنسو بھی آگ کے سمندروں کو بجھا دیتا ہے۔ کَعبِ اَحبارؒ کہتے ہیں: اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! کہ اگر میں اللہ کے خوف سے روؤں اور آنسو میرے رخسار[2] پر بہنے لگیں، یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ پہاڑ کے برابر سونا صدقہ کروں۔ ان کے علاوہ اور بھی ہزاروں ارشادات ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی یاد میں اور اپنے گناہوں کی فکر میں رونا کیمیا[3] ہے اور بہت ہی ضروری اور مفید اور اپنے گناہوں پر نظر کر کے یہی حالت ہونا چاہیے؛ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہے کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت کی اُمید میں بھی کمی نہ ہو۔ یقیناً اللہ کی رحمت ہر شئے[4] کو وسیع ہے۔ حضرت عمر ﷺ کا ارشاد ہے کہ اگر قیامت میں یہ اعلان ہو کہ ایک شخص کے سوا سب کو جہنم میں داخل کرو، تو مجھے اللہ کی رحمت سے یہ اُمید ہے کہ وہ شخص میں ہی ہوں اور اگر یہ اعلان ہو کہ ایک شخص کے سوا سب کو جنت میں داخل کرو، تو مجھے اپنے اعمال سے یہ خوف ہے کہ وہ شخص میں ہی نہ ہوں۔ اس لیے دونوں چیزوں کو علیحدہ علیحدہ سمجھنا اور رکھنا چاہیے۔ بالخصوص[6] موت کے وقت میں اُمید کا معاملہ زیادہ ہونا چاہیے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی شخص نہ مرے، مگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ حُسنِ ظن[7] رکھتا ہوا۔ امام احمد بن حنبلؒ کا جب انتقال ہونے لگا، تو انہوں نے اپنے بیٹے کو بلایا اور فرمایا کہ ایسی احادیث مجھے سناؤ، جن سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اُمید بڑھتی ہو۔

حل لغات: (۱) پاگل پن۔ (۲) گال۔ (۳) بہت مفید چیز۔ (۴) چیز۔ (۵) گھیرے ہوئے۔ (۶) خاص طور سے۔ (۷) اچھا گمان۔

تیسرا باب: صحابۂ کرام ؓ کے زُہد اور فقر کے بیان میں

اس بارہ میں خود نبیٔ اکرم ﷺ کا اپنا معمول اور اس کے واقعات جو اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ چیز حضور ﷺ کی خود اختیار فرمائی ہوئی اور پسند کی ہوئی تھی؛ اتنی کثرت سے حدیث کی کتابوں میں پائے جاتے ہیں کہ ان کا مثال کے طور پر بھی جمع کرنا مشکل ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ ”فقر مومن کا تحفہ ہے“۔

① حضور ﷺ کا پہاڑوں کو سونا بنا دینے سے انکار

حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ ”میرے رب نے مجھ پر یہ پیش کیا کہ میرے لیے مکہ کے پہاڑوں کو سونے کا بنا دیا جائے۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ! مجھے تو یہ پسند ہے کہ ایک دن پیٹ بھر کر کھاؤں، تو دوسرے دن بھوکا رہوں، تاکہ جب بھوکا ہوں تو تیری طرف زاری کروں اور تجھے یاد کروں اور جب پیٹ بھروں، تو تیرا شکر کروں، تیری تعریف کروں“۔ [ترمذی]

فائدہ: یہ اس ذات مقدس کا حال ہے جس کے ہم نام لیوا ہیں اور اس کی اُمت میں ہونے پر فخر ہے، جس کی ہر بات ہمارے لیے قابلِ اتباع ہے۔

② حضرت عمر ؓ کے وسعت طلب کرنے پر تنبیہ اور حضور ﷺ کے گزر کی حالت

بیویوں کی بعض زیادتیوں پر ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ نے قسم کھالی تھی کہ ایک مہینہ تک ان کے پاس نہ جاؤں گا، تاکہ ان کو تنبیہ ہو اور علیحدہ اوپر ایک حُجرہ میں قیام فرمایا تھا۔ لوگوں میں یہ شہرت ہوگئی کہ حضور ﷺ نے سب کو طلاق دے دی۔ حضرت عمر ؓ اس وقت اپنے گھر تھے، جب یہ خبر سنی تو دوڑے ہوئے تشریف لائے، مسجد میں دیکھا کہ لوگ متفرق طور پر بیٹھے ہوئے حضور ﷺ کے رنج اور غصہ کی وجہ سے رو رہے ہیں، بیبیاں بھی سب اپنے اپنے گھروں میں رو رہی ہیں۔ اپنی بیٹی حضرت حفصہ ؓ کے پاس تشریف لے گئے، وہ بھی مکان میں رو رہی تھیں، فرمایا کہ اب کیوں رو رہی ہے؟ کیا میں ہمیشہ اس سے ڈرایا نہیں کرتا تھا کہ حضور ﷺ کی ناراضگی کی کوئی بات نہ کیا کر؟ اس کے بعد مسجد میں تشریف لائے، وہاں ایک جماعت منبر کے پاس بیٹھی رو رہی تھی، تھوڑی دیر وہاں بیٹھے رہے، مگر شدتِ رنج سے بیٹھا نہ گیا، تو حضور ﷺ جس جگہ تشریف فرما تھے، اس کے قریب تشریف لے گئے اور حضرت رباح ؓ ایک غلام کے ذریعہ سے جو دو بار کی زینہ پر پاؤں

حل لغات: ① دنیا سے بے رغبتی۔ ② غریبی۔ ③ بات۔ ④ ثبوت دینا۔ ⑤ عاجزی۔ ⑥ کشادگی، خوشحالی۔ ⑦ خرچ کو بڑھانے کی درخواست۔ ⑧ نصیحت، عبرت۔ ⑨ کمرہ۔ ⑩ الگ الگ۔ ⑪ غم کی زیادتی۔ ⑫ اوپر کا کمرہ۔ ⑬ سیڑھی۔

لٹکائے بیٹھے تھے؛ اندر حاضری کی اجازت چاہی، انہوں نے حاضرِ خدمت ہوکر حضرت عمر ؓ کے لیے اجازت مانگی، مگر حضور ﷺ نے سکوت[1] فرمایا، کوئی جواب نہ دیا۔ حضرت رباح ؓ نے آکر یہی جواب حضرت عمر ؓ کو دے دیا کہ میں نے عرض کر دیا تھا، مگر کوئی جواب نہ ملا۔ حضرت عمر ؓ مایوس ہوکر منبر کے پاس آبیٹھے، مگر بیٹھا نہ گیا، تو پھر تھوڑی دیر میں حاضر ہوکر حضرت رباح ؓ کے ذریعہ سے اجازت چاہی۔ اسی طرح تین مرتبہ پیش آیا کہ یہ بے تابی[2] سے غلام کے ذریعہ اجازت حاضری کی مانگتے، ادھر سے جواب میں سکوت اور خاموشی ہی ہوتی۔ تیسری مرتبہ جب لوٹنے لگے، تو حضرت رباح ؓ نے آواز دی اور کہا کہ تمہیں حاضری کی اجازت ہوگئی۔ حضرت عمر ؓ حاضرِ خدمت ہوئے، تو دیکھا کہ حضور اقدس ﷺ ایک بورئیے[3] پر لیٹے ہوئے ہیں، جس پر کوئی چیز بچھی ہوئی نہیں ہے، اس وجہ سے جسم اطہر پر بوریے کے نشانات بھی اُبھر آئے ہیں۔ خوب صورت بدن پر نشانات صاف نظر آیا ہی کرتے ہیں اور سرہانے[4] ایک چمڑے کا تکیہ ہے، جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی۔ میں نے سلام کیا اور سب سے اوّل تو یہ پوچھا کیا آپ نے بیویوں کو طلاق دے دی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ اس کے بعد میں نے دل بستگی[5] کے طور پر حضور ﷺ سے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم قریشی لوگ عورتوں پر غالب رہتے تھے، مگر جب مدینہ آئے، تو دیکھا کہ انصار کی عورتیں مردوں پر غالب ہیں، ان کو دیکھ کر قریش کی عورتیں بھی اس سے متاثر ہوگئیں۔ اس کے بعد میں نے ایک آدھ بات اور کی، جس سے نبی اکرم ﷺ کے چہرۂ انور پر تبسم[6] کے آثار ظاہر ہوئے۔ میں نے دیکھا کہ گھر کا کل سامان یہ تھا: تین چمڑے بغیر دباغت[7] دیے ہوئے اور ایک مٹھی جَو ایک کونے میں پڑے ہوئے تھے۔ میں نے اِدھر اُدھر نظر دوڑا کر دیکھا، تو اس کے سوا کچھ نہ ملا، میں دیکھ کر رو دیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ کیوں رو رہے ہو؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیوں نہ روؤں کہ یہ بوریے کے نشانات آپ ﷺ کے بدن مبارک پر پڑ رہے ہیں اور گھر کی کل کائنات[8] یہ ہے، جو میرے سامنے ہے۔ پھر میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! دعا کیجیے کہ آپ کی اُمت ﷺ پر بھی وسعت[9] ہو، یہ روم و فارس[10] بے دین ہونے کے باوجود کہ اللہ کی عبادت نہیں کرتے، ان پر تو یہ وسعت، یہ قیصر[11] و کسریٰ[12] تو باغوں اور نہروں کے درمیان ہوں اور آپ اللہ کے رسول اور اس کے خاص بندہ ہوکر یہ حالت؟ نبیٔ اکرم ﷺ تکیہ لگائے ہوئے لیٹے تھے، حضرت عمر ؓ کی یہ بات سن کر بیٹھ گئے اور فرمایا: ''عمر! کیا اب تک اس بات کے اندر شک میں پڑے ہوئے ہو؟ سنو! آخرت کی وسعت دنیا کی وسعت سے بہت بہتر ہے، ان کفار کو طیبات[13] اور اچھی چیزیں دنیا میں مل

حل لغات: ① خاموش رہے۔ ② بے چینی۔ ③ چٹائی۔ ④ سر رکھنے کی جگہ۔ ⑤ دل بہلانا۔ ⑥ مسکراہٹ۔ ⑦ وہ چمڑا جس کو درست نہ کیا گیا ہو۔ ⑧ پونجی۔ ⑨ کشادگی۔ ⑩ دو ملکوں کے نام۔ ⑪ ملک شام کے بادشاہ کا لقب۔ ⑫ ملک فارس کے بادشاہ کا لقب۔ ⑬ عمدہ چیزیں۔

گئیں اور ہمارے لیے آخرت میں ہیں''، حضرت عمر ؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! میرے لیے استغفار فرمائیں کہ واقعی میں نے غلطی کی۔ [فتح]

فائدہ: یہ دین و دنیا کے بادشاہ اور اللہ کے لاڈلے رسول ﷺ کا طرزِ عمل[1] ہے کہ بوریے پر کوئی چیز بچھی ہوئی بھی نہیں، نشانات بدن پر پڑے ہوئے ہیں، گھر کے ساز و سامان کا حال بھی معلوم ہوگیا؛ اس پر ایک شخص نے دعا کی درخواست کی، تو تنبیہ فرمائی۔ حضرت عائشہ ؓ سے کسی نے پوچھا تھا کہ آپ کے گھر میں حضور ﷺ کا بسترہ کیسا تھا؟ فرمایا: کہ ایک چمڑہ کا تھا، جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ حضرت حفصہ ؓ سے بھی کسی نے پوچھا: کہ آپ کے گھر میں حضور ﷺ کا بسترہ کیسا تھا؟ فرمایا کہ: ایک ٹاٹ[2] تھا، جس کو دوہرا[3] کر کے حضور ﷺ کے نیچے بچھا دیتی تھی؛ ایک روز مجھے خیال ہوا کہ اگر اس کو چوہرا[4] کر کے بچھا دوں، تو زیادہ نرم ہوجائے؛ چنانچہ ہم نے بچھا دیا۔ حضور ﷺ نے صبح کو فرمایا کہ رات کیا بچھا دیا تھا؟ ہم نے عرض کر دیا کہ وہی ٹاٹ تھا، اس کو چوہرا کر دیا تھا۔ فرمایا: اس کو ویسا ہی کر دو جیسا پہلے تھا، اس کی نرمی رات کو اُٹھنے میں مانع[5] بنتی ہے۔ [شمائل] اب ہم لوگ اپنے نرم نرم اور روئیں دار گدّوں پر بھی نگاہ ڈالیں کہ اللہ نے کس قدر وسعت فرما رکھی ہے اور پھر بھی بجائے شکر کے ہر وقت تنگی کی شکایت ہی زبان پر رہتی ہے۔

③ حضرت ابوہریرہ ؓ کی بھوک کا حال

حضرت ابوہریرہ ؓ ایک مرتبہ کتّان[6] کے کپڑے میں ناک صاف کر کے فرمانے لگے:

کیا کہنے ابوہریرہ کے! آج کتّان کے کپڑے میں ناک صاف کرتا ہے، حالانکہ مجھے وہ زمانہ بھی یاد ہے، جب حضور اقدس ﷺ کے منبر اور حجرہ کے درمیان میں بے ہوش پڑا ہوا ہوتا تھا اور لوگ مجنون[7] سمجھ کر پاؤں سے گردن دباتے تھے، حالانکہ جنون نہیں تھا، بلکہ بھوک تھی۔

فائدہ: یعنی بھوک کی وجہ سے کئی کئی روز کا فاقہ ہوجاتا تھا، بے ہوشی ہوجاتی تھی اور لوگ سمجھتے تھے کہ جنون ہوگیا۔ کہتے ہیں کہ اس زمانہ میں مجنون کا علاج گردن کو پاؤں سے دبانے سے کیا جاتا تھا۔ حضرت ابوہریرہ ؓ بڑے صابر اور قانع[8] لوگوں میں تھے، کئی کئی وقت فاقہ میں گزر جاتے تھے۔ حضور ﷺ کے بعد اللہ نے فتوحات[9] فرمائیں، تو ان پر تونگری[10] آئی، اس کے ساتھ ہی بڑے عابد تھے۔ ان کے پاس ایک تھیلی تھی، جس میں کھجور کی گٹھلیاں بھری رہتی، اُس پر تسبیح پڑھا کرتے، جب وہ ساری تھیلی خالی ہوجاتی، تو باندی اس کو پھر بھر کر پاس رکھ دیتی۔ ان کا یہ بھی معمول تھا کہ خود اور بیوی اور خادم تین آدمی رات کے تین حصے کر لیتے اور نمبروار ایک شخص تینوں میں سے عبادت میں مشغول رہتا۔ [تذکرۃ الحفاظ]

حل لغات: ① زندگی گذارنے کا ڈھنگ۔ ② بوری کا کپڑا۔ ③ دو مرتبہ موڑ کر۔ ④ چار مرتبہ موڑ کر۔ ⑤ روکنے والی۔ ⑥ ایک قسم کا باریک کپڑا۔ ⑦ پاگل۔ ⑧ تھوڑی چیز پر راضی رہنے والا۔ ⑨ کامیابیاں۔ ⑩ مالداری۔

میں نے اپنے والد صاحبؒ سے سنا کہ میرے دادا صاحبؒ کا بھی تقریباً یہی معمول تھا کہ رات کو ایک بجے تک والد صاحبؒ مطالعہ میں مشغول رہتے۔ ایک بجے دادا صاحبؒ تہجد کے لیے اُٹھتے، تو تقاضا فرما کر والد صاحبؒ کو سلا دیتے اور خود تہجد میں مشغول ہو جاتے اور صبح سے تقریباً پون گھنٹہ قبل میرے تائے صاحبؒ کو تہجد کے لیے جگا دیتے اور خود اتباعِ سنت میں آرام فرماتے، اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ اِتِّبَاعَھُمْ۔

④ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کا بیت المال سے وظیفہ

حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے یہاں کپڑے کی تجارت ہوتی تھی اور اسی سے گذر اوقات تھا، جب خلیفہ بنائے گئے، تو حسبِ معمول صبح کو چند چادریں ہاتھ پر ڈال کر بازار میں فروخت کے لیے تشریف لے چلے، راستہ میں حضرت عمر ؓ ملے، پوچھا: کہاں چلے؟ فرمایا: بازار جا رہا ہوں۔ حضرت عمر ؓ نے عرض کیا کہ اگر تم تجارت میں مشغول رہو گے، تو خلافت کے کام کا کیا ہوگا؟ فرمایا: پھر اہل و عیال کو کہاں سے کھلاؤں؟ عرض کیا کہ ابوعبیدہ جن کو حضور ﷺ نے امین ہونے کا لقب دیا ہے، ان کے پاس چلیں، وہ آپ کے لیے بیت المال سے کچھ مقرر کر دیں گے۔ دونوں حضرات ان کے پاس تشریف لے گئے، تو انہوں نے ایک مہاجری کو جو اوسطاً ملتا تھا، نہ کم نہ زیادہ وہ مقرر فرما دیا۔ ایک مرتبہ بیوی نے درخواست کی کہ کوئی میٹھی چیز کھانے کو دل چاہتا ہے، حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے فرمایا کہ میرے پاس تو دام نہیں کہ خریدوں۔ اہلیہ نے عرض کیا کہ ہم اپنے روز کے کھانے میں سے تھوڑا تھوڑا بچا لیا کریں، کچھ دنوں میں اتنی مقدار ہو جائے گی۔ آپ نے اجازت فرما دی، اہلیہ نے کئی روز میں کچھ تھوڑے سے پیسے جمع کیے، آپ نے فرمایا کہ تجربے سے یہ معلوم ہوا کہ اتنی مقدار ہمیں بیت المال سے زیادہ ملتی ہے، اس لیے جو اہلیہ نے جمع کیا تھا وہ بھی بیت المال میں جمع فرما دیا اور آئندہ کے لیے اتنی مقدار جتنا انہوں نے روزانہ جمع کیا تھا، اپنی تنخواہ میں سے کم کر دیا۔

فائدہ: اتنے بڑے خلیفہ اور بادشاہ پہلے سے اپنی تجارت بھی کرتے تھے اور وہ ضروریات کو کافی بھی تھی، جیسا کہ اس اعلان سے معلوم ہوتا ہے، جو بخاری میں حضرت عائشہ ؓ سے مروی ہے کہ جب حضرت ابوبکر ؓ خلیفہ بنائے گئے، تو آپ نے فرمایا کہ میری قوم کو یہ بات معلوم ہے کہ میرا پیشہ تجارت میرے اہل و عیال کے خرچ کو ناکافی نہیں تھا؛ لیکن اب خلافت کی وجہ سے مسلمانوں کے کاروبار میں مشغولی ہے، اس لیے بیت المال سے میرے اہل و عیال کا کھانا مقرر ہوگا۔ اس کے باوجود حضرت ابوبکر ؓ کا وصال ہونے لگا، تو حضرت عائشہ ؓ کو وصیت فرمائی کہ میری ضرورتوں میں جو چیزیں بیت المال کی ہیں، وہ

حل لغات: ① حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ۔ ② حضرت مولانا اسماعیل صاحبؒ۔ ③ پہلے۔ ④ باپ کے بڑے بھائی یعنی حضرت مولانا محمد صاحبؒ۔ ⑤ تنخواہ۔ ⑥ عادت کے موافق۔ ⑦ بیچنا۔ ⑧ امانت دار۔ ⑨ بزنس، کاروبار۔ ⑩ انتقال۔

میرے بعد آنے والے خلیفہ کے حوالے کردی جائیں۔ حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ آپ کے پاس کوئی دینار یا درہم نہیں تھا، ایک اُونٹنی دودھ کی، ایک پیالہ، ایک خادم تھا۔ بعض روایات میں ایک اُوڑھنا ایک بچھونا بھی آیا ہے، یہ اشیاء[1] حضرت عمر ؓ کے پاس جب نیابت[2] میں پہونچیں، تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ابوبکر پر رحم فرمائیں کہ اپنے سے بعد والے کو مشقت[3] میں ڈال گئے۔ [فتح]

⑤ حضرت عمر فاروق ؓ کا بیت المال سے وظیفہ

حضرت عمر ؓ بھی تجارت کیا کرتے تھے، جب خلیفہ بنائے گئے تو بیت المال سے وظیفہ مقرر ہوا۔ مدینہ طیبہ میں لوگوں کو جمع فرما کر ارشاد فرمایا کہ میں تجارت کیا کرتا تھا، اب تم لوگوں نے اس میں مشغول کر دیا، اس لیے اب گذارہ کی کیا صورت ہو؟ لوگوں نے مختلف مقداریں تجویز[4] کیں، حضرت علی کرّم اللہ وجہہٗ چپ بیٹھے تھے، حضرت عمر ؓ نے دریافت فرمایا کہ تمہاری کیا رائے ہے؟ آپ نے فرمایا کہ توسُّط[5] کے ساتھ جو تمہیں اور تمہارے گھر والوں کو کافی ہو جائے۔ حضرت عمر ؓ نے اس رائے کو پسند فرمایا اور قبول کر لیا اور مُتوسّط[6] مقدار تجویز ہوگئی۔ اس کے بعد ایک مرتبہ ایک مجلس میں جس میں خود حضرت علی ؓ بھی تھے اور حضرت عثمان، حضرت زبیر، حضرت طلحہ ؓ شریک تھے، یہ ذکر آیا کہ حضرت عمر ؓ کے وظیفہ میں اضافہ کرنا چاہیے کہ گذر میں تنگی ہوتی ہے، مگر ان سے عرض کرنے کی ہمت نہ ہوئی، اس لیے ان کی صاحبزادی حضرت حفصہ ؓ جو حضور ﷺ کی بیوی ہونے کی وجہ سے اُم المؤمنین[7] بھی تھیں، ان کی خدمت میں یہ حضرات تشریف لے گئے اور ان کے ذریعہ سے حضرت عمر ؓ کی اجازت اور رائے معلوم کرنے کی کوشش کی اور ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ ہم لوگوں کے نام معلوم نہ ہوں، حضرت حفصہ ؓ نے جب عمر ؓ سے اس کا تذکرہ کیا، تو چہرہ پر غصہ کے آثار ظاہر ہوئے۔ حضرت عمر ؓ نے نام دریافت کیے حضرت حفصہ ؓ نے عرض کیا کہ پہلے آپ کی رائے معلوم ہو جائے۔ حضرت عمر ؓ نے فرمایا کہ مجھے اُن کے نام معلوم ہو جاتے، تو اُن کے چہرے بدل دیتا، یعنی ایسی سخت سزائیں دیتا کہ منہ پر نشان پڑ جاتے۔ تُو ہی بتا کہ حضور ﷺ کا عمدہ سے عمدہ لباس تیرے گھر میں کیا تھا؟ انہوں نے عرض کیا کہ دو کپڑے گیروی[8] رنگ کے، جن کو حضور ﷺ جمعہ کے دن یا کسی وفد[9] کی وجہ سے پہنتے تھے، پھر فرمایا کہ کون سا کھانا تیرے یہاں عمدہ سے عمدہ کھایا؟ عرض کیا کہ ہمارا کھانا جَو کی روٹی تھی، ہم نے گرم گرم روٹی پر گھی کے ڈبہ کی تلچھٹ[10] اُلٹ کر اس کو ایک مرتبہ چُپڑ[11] دیا، تو حضور ﷺ خود بھی اس کو مزے لے کر نوش فرما رہے تھے اور دوسروں کو بھی کھلاتے تھے، فرمایا: کون سا بستر عمدہ ہوتا تھا، جو تیرے یہاں بچھاتے تھے؟ عرض کیا: ایک

حل لغات: ① چیزیں۔ ② نائب ہونا، جانشین ہونا۔ ③ تکلیف۔ ④ طے۔ ⑤ برابر نہ کم نہ زیادہ۔ ⑥ درمیانی۔ ⑦ تمام مسلمانوں کی ماں۔ ⑧ گہرا لالی۔ ⑨ مخصوص جماعت۔ ⑩ نیچے جمی ہوئی چیز۔ ⑪ چکنی چیز لگانا، گھی لگانا۔

موٹا سا کپڑا تھا، گرمی میں اس کو چوہرا کر کے بچھا لیتے تھے اور سردی میں آدھے کو بچھا لیتے اور آدھے کو اُوڑھ لیتے۔ فرمایا کہ حفصہ! ان لوگوں تک یہ بات پہونچا دے کہ حضور ﷺ نے اپنے طرزِ عمل[1] سے ایک اندازہ مقرر فرما دیا اور اُمید (آخرت) پر کفایت[2] فرمائی، میں بھی حضور ﷺ کا اتباع کروں گا، میری مثال اور میرے دو ساتھی حضور اقدس ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مثال ان تین شخصوں کی سی ہے، جو ایک راستہ پر چلے: پہلا شخص ایک توشہ[3] لے کر چلا اور مقصد کو پہونچ گیا، دوسرے نے بھی پہلے کا اتباع کیا اور اسی کے طریقہ پر چلا، وہ بھی پہلے کے پاس پہونچ گیا، پھر تیسرے شخص نے چلنا شروع کیا، اگر وہ دونوں کے طریقہ پر چلے گا، تو ان کے ساتھ مل جائے گا اور اگر ان کے طریقہ کے خلاف چلے گا، تو کبھی بھی ان کے ساتھ نہیں مل سکے گا۔ [اشہر]

فائدہ: یہ اس شخص کا حال ہے، جس سے دنیا کے بادشاہ ڈرتے تھے، کانپتے تھے کہ کس زاہدانہ[4] زندگی کے ساتھ عمر گزار دی۔ ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ خطبہ پڑھ رہے تھے اور آپ کی لنگی میں بارہ پیوند[5] تھے، جن میں سے ایک چمڑہ کا بھی تھا۔ ایک مرتبہ جمعہ کی نماز کے لیے تشریف لانے میں دیر ہوئی، تو تشریف لا کر معذرت فرمائی کہ مجھے اپنے کپڑے دھونے میں دیر ہوئی اور ان کپڑوں کے علاوہ اور تھے نہیں۔ [اشہر] ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھانا نوش فرما رہے تھے، غلام نے آکر عرض کیا کہ عُتبہ بن ابی فَرقد رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے ہیں، آپ نے اندر آنے کی اجازت فرمائی اور کھانا کی تواضع[6] فرمائی، وہ شریک ہو گئے، تو ایسا موٹا کھانا تھا کہ نگلا نہ گیا۔ انہوں نے عرض کیا کہ چھنے ہوئے آٹے کا کھانا بھی تو ہو سکتا تھا؟ آپ نے فرمایا: کیا سب مسلمان میدہ[7] کھا سکتے ہیں؟ عرض کیا کہ سب تو نہیں کھا سکتے۔ فرمایا کہ افسوس! تم یہ چاہتے ہو کہ میں اپنی ساری لذتیں دنیا ہی میں ختم کر دوں۔ [اُسد الغابہ]

اس قسم کے سینکڑوں ہزاروں نہیں، بلکہ لاکھوں واقعات ان حضرات کرام کے ہیں۔ ان کا اتباع نہ اب ہو سکتا ہے، نہ ہر شخص کو کرنا چاہیے کہ قویٰ[8] ضعیف ہیں، جس کی وجہ سے تحمل[9] بھی ان کا اس زمانہ میں دشوار ہے، اسی وجہ سے اس زمانہ میں مشائخِ تصوف ایسے مجاہدوں کی اجازت نہیں دیتے، جس سے ضُعف[10] پیدا ہو کہ قوتیں پہلے ہی سے ضعیف ہیں، ان حضرات کو اللہ جلّ شانہٗ نے قوتیں بھی عطا فرمائی تھیں۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ اتباع کی خواہش اور تمنا ضرور رکھنا چاہیے کہ اس کی وجہ سے آرام طلبی میں کچھ کمی واقع ہو اور نگاہ کچھ تو نیچی رہے اور اس زمانہ کے مناسب اعتدال[11] پیدا ہو جائے کہ ہم لوگ ہر وقت لذاتِ دنیا میں

حل لغات: (۱) زندگی گزارنے کا طریقہ۔ (۲) بس کرنا۔ (۳) راستے کا سامان۔ (۴) دنیا سے بے رغبتی۔ (۵) پھٹے ہوئے کپڑے میں لگے ہوئے جوڑ۔ (۶) مہمان نوازی۔ (۷) چھنا ہوا آٹا۔ (۸) طاقتیں۔ (۹) برداشت کرنا۔ (۱۰) کمزوری۔ (۱۱) برابری۔

بڑھتے جاتے ہیں اور ہر شخص اپنے سے زیادہ مال و دولت والے کی طرف نگاہ رکھتا ہے اور اس حسرت میں مرا جاتا ہے کہ فلاں شخص مجھ سے زیادہ وسعت میں ہے۔

⑥ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا حضور ﷺ کے لیے ایک مشرک سے قرض

حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے ایک صاحب نے پوچھا کہ حضور اقدس ﷺ کے اخراجات[1] کی کیا صورت ہوتی تھی؟ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور ﷺ کے پاس کچھ جمع تو رہتا ہی نہیں تھا، یہ خدمت میرے سپرد تھی، جس کی صورت یہ تھی کہ کوئی مسلمان بھوکا آتا، تو حضور اقدس ﷺ مجھے ارشاد فرما دیتے، میں کہیں سے قرض لے کر اس کو کھانا کھلا دیتا۔ کوئی ننگا آتا، تو مجھے ارشاد فرما دیتے، میں کسی سے قرض لے کر اس کو کپڑا بنا دیتا، یہ صورت ہوتی رہتی تھی۔ ایک مرتبہ ایک مشرک مجھے ملا، اس نے مجھ سے کہا کہ مجھے وسعت اور ثروت[2] حاصل ہے، تو کسی سے قرض نہ لیا کر، جب ضرورت ہُوا کرے، مجھ ہی سے قرض لے لیا کر۔ میں نے کہا: اس سے بہتر کیا ہوگا، اس سے قرض لینا شروع کر دیا۔ جب ارشادِ عالی[3] ہوتا، اس سے قرض لے آیا کرتا اور ارشادِ والا کی تعمیل[4] کر دیتا۔ ایک مرتبہ میں وضو کر کے اذان کہنے کے لیے کھڑا ہی تھا کہ وہی مشرک ایک جماعت کے ساتھ آیا اور کہنے لگا: او حبشی! میں اُدھر متوجہ ہوا، تو ایک دم بے تحاشا[5] گالیاں دینے لگا اور بُرا بھلا جو منہ میں آیا، کہا اور کہنے لگا کہ مہینہ ختم ہونے میں کتنے دن باقی ہیں؟ میں نے کہا: قریب ختم کے ہے۔ کہنے لگا کہ چار دن باقی ہیں، اگر مہینہ کے ختم تک میرا سب قرضہ ادا نہ کیا، تو تجھے اپنے قرضہ میں غلام بناؤں گا اور اسی طرح بکریاں چَراتا پھرے گا جیسا پہلے تھا۔ یہ کہہ کر چلا گیا، مجھ پر دن بھر جو گذرنا چاہیے تھا، وہی گذرا، تمام دن رنج و صدمہ سوار رہا اور عشاء کی نماز کے بعد حضور ﷺ کی خدمت میں تنہائی میں حاضر ہوا اور سارا قصہ سنایا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! نہ آپ کے پاس اس وقت ادا کرنے کو فوری انتظام ہے اور نہ کھڑے کھڑے میں کوئی انتظام کر سکتا ہوں، وہ ذلیل کرے گا، اس لیے اگر اجازت ہو تو اتنے قرض اُترنے کا انتظام ہو میں کہیں روپوش[6] ہو جاؤں۔ جب آپ کے پاس کہیں سے کچھ آ جائے تو میں حاضر ہو جاؤں گا۔ یہ عرض کر کے میں گھر آیا، تلوار لی، ڈھال[7] اُٹھائی، جوتہ اُٹھایا۔ یہ ہی سامانِ سفر تھا اور صبح ہونے کا انتظار کرتا رہا کہ صبح کے قریب کہیں چلا جاؤں گا، صبح قریب ہی تھی کہ ایک صاحب دوڑے ہوئے آئے کہ حضور ﷺ کی خدمت میں جلدی چلو، میں حاضرِ خدمت ہوا، تو دیکھا کہ چار اُونٹنیاں جن پر سامان لدا ہوا تھا، بیٹھی ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: خوشی کی بات سناؤں کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے قرضہ کی بے باقی[8] کا انتظام فرما دیا، یہ اونٹنیاں بھی تیرے حوالے اور ان کا سب سامان بھی، فدک[9] کے رئیس نے یہ نذرانہ[10] مجھے بھیجا ہے۔ میں

حل لغات: ① خرچ۔ ② مالداری۔ ③ آپ ﷺ کا حکم۔ ④ حکم پورا کرنا۔ ⑤ بہت زیادہ۔ ⑥ چھپ جانا۔ ⑦ تلوار وغیرہ سے بچاؤ کا ہتھیار۔ ⑧ قرض ادا کرنا۔ ⑨ ایک گاؤں کا نام۔ ⑩ ہدیہ۔

نے اللہ کا شکر ادا کیا اور خوشی خوشی ان کو لے کر گیا اور سارا قرضہ ادا کر کے واپس آیا۔ حضور اقدس ﷺ اتنے مسجد میں انتظار فرماتے رہے۔ میں نے واپس آ کر عرض کیا کہ حضور! اللہ کا شکر ہے، حق تعالیٰ نے سارے قرضے سے آپ کو سُبکدوش[1] کر دیا اور اب کوئی بھی چیز قرضہ کی باقی نہیں رہی۔ حضور ﷺ نے دریافت فرمایا کہ سامان میں سے بھی کچھ باقی ہے؟ میں نے عرض کیا کہ: جی ہاں! کچھ باقی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اسے بھی تقسیم ہی کر دے، تاکہ مجھے راحت ہو جائے، میں گھر میں بھی اس وقت تک نہیں جانے کا جب تک یہ تقسیم نہ ہو جائے۔ تمام دن گزر جانے کے بعد عشاء کی نماز سے فراغت پر حضور ﷺ نے دریافت فرمایا کہ وہ بچا ہوا مال تقسیم ہو گیا یا نہیں؟ میں نے عرض کیا کہ کچھ موجود ہے، ضرورت مند آئے نہیں، تو حضور ﷺ نے مسجد ہی میں آرام فرمایا۔ دوسرے دن عشاء کے بعد پھر حضور ﷺ نے فرمایا: کہو جی کچھ ہے؟ میں نے عرض کیا کہ اللہ جلّ شانہٗ نے آپ کو راحت عطا فرمائی کہ وہ سب نمٹ گیا۔ حضور ﷺ نے اللہ جلّ جلالہٗ کی حمد و ثنا فرمائی۔ حضور ﷺ کو یہ ڈر رہا کہ خدانخواستہ موت آ جائے اور کچھ حصہ مال کا آپ کی مِلک[2] میں رہے۔ اس کے بعد گھروں میں تشریف لے گئے اور بیویوں سے ملے۔ [بذل]

فائدہ: اللہ والوں کی یہ بھی خواہش رہتی ہے کہ ان کی مِلک میں مال و متاع کچھ نہ رہے، پھر حضور اقدس ﷺ کا تو کیا پوچھنا، جو سارے نبیوں کے سردار، سارے اولیاء کے سرتاج۔ حضور ﷺ کو اس کی خواہش کیوں نہ ہوتی کہ میں دنیا سے بالکل فارغ ہو جاؤں۔ میں نے معتبر[3] ذرائع[4] سے سُنا ہے کہ حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری نوّر اللہ مرقدہٗ کا معمول یہ تھا کہ جب نذرانوں کی رقم کچھ جمع ہو جاتی، تو اہتمام سے منگوا کر سب تقسیم فرما دیتے اور وصال[5] سے قبل تو اپنے پہننے کے کپڑے وغیرہ بھی اپنے خادم خاص حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب مدّظلّہٗ کو دے دیے تھے اور فرمایا تھا کہ بس اب تم سے مُستعار[6] لے کر پہن لیا کروں گا۔ اور اپنے والد صاحبؒ[7] کو میں نے بارہا دیکھا ہے کہ مغرب کے بعد جو کوئی روپیہ پاس ہوتا، وہ کسی قرض خواہ کو دے دیتے کہ کئی ہزار کے مقروض تھے اور یہ فرمایا کرتے کہ یہ جھگڑے کی چیز، مَیں رات کو اپنے پاس نہیں رکھتا۔ اس نوع[8] کے بہت سے حالات اکابر کے ہیں، مگر یہ ضروری نہیں کہ ہر شیخ کا ایک ہی رنگ ہو، مشائخ کے اَلوان[9] مختلف ہوتے ہیں اور چمن کے پھولوں میں ہر پھول کی صورت، سیرت ممتاز[10] ہوتی ہے۔

⑦ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بھوک میں مسئلہ دریافت کرنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم لوگ اس وقت ہماری حالتیں دیکھتے کہ ہم میں سے بعضوں کو کئی کئی وقت تک اتنا کھانا نہیں ملتا تھا، جس سے کمر سیدھی ہو سکے۔ میں

حل لغات: ① فارغ۔ ② قبضہ۔ ③ بھروسے مند۔ ④ واسطے۔ ⑤ انتقال۔ ⑥ مانگ کر۔ ⑦ حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ۔ ⑧ قسم۔ ⑨ یعنی الگ الگ مزاج اور طبیعتیں۔ ⑩ الگ الگ۔

بھوک کی وجہ سے جگر کو زمین سے چپٹا دیتا اور کبھی پیٹ کے بَل پڑا رہتا تھا اور کبھی پیٹ پر پتھر باندھ لیتا تھا۔ ایک مرتبہ میں راستہ میں بیٹھ گیا، جہاں کو ان حضرات کا راستہ تھا، اوّل حضرت ابوبکر صدیق ؓ گزرے، میں نے ان سے کوئی بات پوچھنا شروع کردی، خیال تھا کہ یہ بات کرتے ہوئے گھر تک لیتے جائیں گے اور پھر عادتِ شریفہ کے موافق جو موجود ہوگا، اس میں تواضع[1] فرمائیں گے ہی، مگر انھوں نے ایسا نہ کیا (غالباً ذہن منتقل نہیں ہوا یا اپنے گھر کا حال معلوم ہوگا کہ وہاں بھی کچھ نہیں)۔ اس کے بعد حضرت عمر ؓ تشریف لائے، ان کے ساتھ بھی یہی صورت پیش آئی، پھر نبیٔ اکرم ﷺ تشریف لائے اور مجھے دیکھ کر مسکرائے اور میری حالت اور غرض سمجھ گئے اور ارشاد فرمایا: ابوہریرہ! میرے ساتھ آؤ۔ میں ساتھ ہولیا۔ حضور ﷺ گھر تشریف لے گئے، میں ساتھ اندر حاضری کی اجازت لے کر حاضر ہوا، گھر میں ایک پیالہ دودھ کا رکھا ہوا تھا، جو خدمتِ اقدس میں پیش کیا گیا۔ دریافت فرمایا کہ کہاں سے آیا ہے؟ عرض کیا کہ فلاں جگہ سے حضور کے لیے ہدیہ میں آیا ہے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ابوہریرہ جاؤ، اہلِ صُفّہ کو بُلا لاؤ۔ اہلِ صُفّہ اسلام کے مہمان شمار ہوتے تھے، یہ وہ لوگ تھے، جن کے نہ گھر تھا، نہ در، نہ ٹھکانہ، نہ کھانے کا کوئی مستقل[2] انتظام، ان حضرات کی مقدار[3] کم وبیش ہوتی رہتی تھی، مگر اس قصہ کے وقت ستّر تھی۔ حضور ﷺ کا معمول یہ بھی تھا کہ ان میں سے دو دو، چار چار کو کسی کھاتے پیتے صحابی کا کبھی کبھی مہمان بھی بنا دیتے اور خود اپنا معمول یہ تھا کہ کہیں سے صدقہ آتا، تو اُن لوگوں کے پاس بھیج دیتے اور خود اس میں شرکت نہ فرماتے اور کہیں سے ہدیہ آتا، تو اُن کے ساتھ حضور اقدس ﷺ خود بھی اس میں شرکت فرماتے۔ حضور ﷺ نے بلانے کا حکم دیا، مجھے گراں[4] تو ہوا کہ اس دودھ کی مقدار ہی کیا ہے، جس پر سب کو بُلا لاؤں، سب کا کیا بھلا ہوگا؟ ایک آدمی کو بھی مشکل سے کافی ہوگا اور پھر بلانے کے بعد مجھ ہی کو پلانے کا حکم ہوگا، اس لیے نمبر بھی اخیر میں آئے گا، جس میں بچے گا بھی نہیں؛ لیکن حضور ﷺ کی اطاعت بغیر چارہ ہی کیا تھا، میں گیا اور سب کو بلا لیا۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ لے، ان کو پلا۔ میں ایک ایک شخص کے پیالہ حوالہ کرتا اور وہ خوب سیر[5] ہوکر پیتا اور پیالہ مجھے واپس دیتا، اسی طرح سب کو پلایا اور سب سیر ہوگئے، تو حضور ﷺ نے پیالہ دستِ مبارک میں لے کر مجھے دیکھا اور تبسم[6] فرمایا، پھر فرمایا کہ بس اب تو مَیں اور تُو ہی باقی ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ بے شک۔ فرمایا کہ لے پی، میں نے پیا۔ ارشاد فرمایا: اور پی۔ میں نے اور پیا، بالآخر میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اب میں نہیں پی سکتا۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے سب کا بچا ہوا خود نوش فرمایا۔

حل لغات: (۱) مہمان نوازی۔ (۲) ہمیشہ کا۔ (۳) تعداد۔ (۴) بھاری۔ (۵) پیٹ بھر کر۔ (۶) مسکرانا۔

⑧ صرف دنیاوی شرافت[1] کی اللہ کے یہاں کوئی وقعت[2] نہیں

نبیِ اکرم ﷺ کی خدمت میں کچھ لوگ حاضر تھے کہ ایک شخص سامنے سے گزرا، حضور ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تم لوگوں کی اس شخص کے بارے میں کیا رائے ہے؟ عرض کیا کہ یارسول اللہ! شریف لوگوں میں ہے، واللہ[3] اس قابل ہے کہ اگر کہیں نکاح کا پیام دے دے تو قبول کیا جائے، کسی کی سفارش کردے تو مانی جائے۔ حضور ﷺ یہ سن کر خاموش ہوگئے۔ اس کے بعد ایک اور صاحب سامنے سے گزرے۔ حضور ﷺ نے ان کے متعلق بھی سوال کیا۔ لوگوں نے کہا: یارسول اللہ! ایک مسلمان فقیر ہے، کہیں منگنی کرے تو بیاہا[4] نہ جائے، کہیں سفارش کرے تو قبول نہ ہو، بات کرے تو کوئی متوجہ نہ ہو۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس پہلے جیسوں سے اگر ساری دنیا بھر جائے، تو ان سب سے یہ شخص بہتر ہے۔

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ محض دنیاوی شرافت اللہ کے یہاں کچھ بھی وقعت نہیں رکھتی۔ ایک مسلمان فقیر جس کی دنیا میں کوئی بھی وقعت نہ ہو، اس کی بات کہیں بھی نہ سنی جاتی ہو، اللہ کے نزدیک سینکڑوں اُن شُرَفاء[5] سے بہتر ہے، جن کی بات دنیا میں بڑی وقعت سے دیکھی جاتی ہو اور ہر شخص ان کی بات سننے اور ماننے کو تیار ہو؛ لیکن اللہ کے یہاں اس کی کوئی وقعت نہ ہو۔ دنیا کا قیام ہی اللہ والوں کی برکت سے ہے۔ یہ تو حدیث میں خود موجود ہے کہ جس دن دنیا میں اللہ کا نام لینے والا نہ رہے گا، قیامت آجائے گی اور دنیا کا وجود ہی ختم ہوجائے گا، اللہ کے پاک نام ہی کی یہ برکت ہے کہ یہ دنیا کا سارا نظام قائم ہے۔

⑨ حضور ﷺ سے محبت کرنے والے پر فقر[6] کی دوڑ

ایک صحابی حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! مجھے آپ سے محبت ہے، حضور ﷺ نے فرمایا: دیکھ کیا کہتا ہے۔ انہوں نے پھر یہی عرض کیا کہ مجھے آپ سے محبت ہے، حضور ﷺ نے پھر یہی ارشاد فرمایا، جب تین مرتبہ یہ سوال و جواب ہوا، تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اچھا! اگر تم اپنی بات میں سچے ہو، تو فقر کے اوڑھنے بچھانے کے لیے تیار ہوجاؤ، اس لیے کہ مجھ سے محبت رکھنے والوں کی طرف فقر ایسے زور سے دوڑتا ہے، جیسا کہ پانی کی رَو[7] نشیب[8] کی طرف دوڑتی ہے۔

فائدہ: یہی وجہ ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین تو اکثر فقر و فاقہ میں رہے ہی، اکابر محدثین، اکابر صوفیاء، اکابر فقہاء بھی تونگری[9] میں زیادہ نہیں رہے۔

حل لغات: ① بزرگی۔ ② عزت۔ ③ اللہ کی قسم۔ ④ شادی۔ ⑤ دنیاوی عزت والے لوگ۔ ⑥ غریبی۔ ⑦ بہاؤ۔ ⑧ نیچے۔ ⑨ مالداری۔

⑩ سَرِیَّۃُ الْعَنْبَر میں فقر کی حالت

نبی اکرم ﷺ نے رجب ۸ھ میں سمندر کے کنارے ایک لشکر تین سو آدمیوں کا جن پر حضرت ابوعُبیدہ ؓ امیر بنائے گئے تھے، بھیجا۔ حضور اقدس ﷺ نے ایک تھیلی میں کھجوروں کا توشہ[2] بھی ان کو دیا، پندرہ روز ان حضرات کا وہاں قیام رہا اور توشہ ختم ہوگیا۔ حضرت قیس ؓ نے جو اس قافلہ میں تھے، مدینہ منوّرہ میں قیمت ادا کرنے کے وعدہ پر قافلہ والوں سے اونٹ خرید کر ذبح کرنا شروع کیے اور تین اونٹ روزانہ ذبح کرتے، مگر تیسرے دن امیرِ قافلہ نے اس خیال سے کہ سواریاں ختم ہوگئیں، تو واپسی بھی مشکل ہوجائے گی؛ ذبح کی ممانعت[3] کی اور سب لوگوں کے پاس اپنی اپنی جو کچھ کھجوریں موجود تھیں، جمع کر کے ایک تھیلی میں رکھ لیں اور ایک ایک کھجور روزانہ تقسیم فرما دیا کرتے، جس کو چوس کر یہ حضرات پانی پی لیتے اور رات تک کے لیے یہی کھانا تھا۔ کہنے کو مختصر سی بات ہے، مگر لڑائی کے موقع پر جب کہ قوت اور طاقت کی بھی ضرورت ہو، ایک کھجور پر دن بھر گذار دینا، دل[4] وجگر کی بات ہے؛ چنانچہ حضرت جابر ؓ نے جب یہ قصہ لوگوں کو حضور ﷺ کے بعد سنایا، تو ایک شاگرد نے عرض کیا کہ حضرت! ایک کھجور کیا کام دیتی ہوگی؟ آپ نے فرمایا: اس کی قدر جب معلوم ہوئی، جب وہ بھی نہ رہی کہ اب بجز[5] فاقہ کے کچھ نہ تھا، درخت کے خشک[6] پتے جھاڑتے اور پانی میں بھگو کر کھا لیتے، مجبوری سب کچھ کرا دیتی ہے اور ہر تنگی کے بعد اللہ تعالیٰ جلّ شانہٗ کے یہاں سے سہولت ہوتی ہے۔ حق تعالیٰ نے ان تکالیف اور مشقتوں کے بعد سمندر میں سے ایک مچھلی ان لوگوں کو پہونچائی، جس کو ''عَنْبَر'' کہتے ہیں۔ اتنی بڑی تھی کہ اٹھارہ روز تک یہ حضرات اس میں سے کھاتے رہے اور مدینہ منورہ پہونچنے تک اس کا گوشت توشوں میں ساتھ تھا۔ حضور ﷺ کے سامنے جب سفر کا مفصّل قصہ سنایا گیا، تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ اللہ کا ایک رزق تھا، جو تمہاری طرف بھیجا گیا۔

فائدہ: مشقت اور تکالیف اس دنیا میں ضروری ہیں اور اللہ والوں کو خاص طور پر پیش آتی ہیں، اسی وجہ سے حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو سب سے زیادہ مشقت میں رکھا جاتا ہے، پھر جو سب سے افضل ہوں، پھر ان کے بعد جو بقیہ میں افضل ہوں۔ آدمی کی آزمائش اس کی دینی حیثیت کے موافق ہوتی ہے اور ہر مشقت کے بعد، اللہ کی طرف سے اس کے لُطف وفضل سے سہولت بھی عطا ہوتی ہے۔ یہ بھی غور کیا کریں کہ ہمارے بڑوں پر کیا کیا گزر چکا اور یہ سب دین ہی کی خاطر تھا، اس دین کے پھیلانے میں جس کو آج ہم اپنے ہاتھوں سے کھو رہے ہیں، ان حضرات نے فاقے کیے، پتے چابے، اپنے خون بہائے اور اس کو پھیلایا، جس کو ہم آج باقی بھی نہیں رکھ سکتے۔

حل لغات: ① جس میں حضور ﷺ خود شریک نہ ہوئے ہوں بلکہ کسی صحابی کو لشکر کا امیر بنا کر روانہ کیا ہو۔ ② سفر کا سامان۔ ③ منع کرنا، روکنا۔ ④ ہمت، صبر۔ ⑤ سوائے۔ ⑥ سوکھے۔

چوتھا باب: صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے تقویٰ کے بیان میں

حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ہر عادت، ہر خصلت اس قابل ہے کہ اس کو چنا جائے اور اس کا اتباع کیا جائے اور کیوں نہ ہو؟ کہ اللہ جلّ شانہٗ نے اپنے لاڈلے اور محبوب رسول ﷺ کی مُصاحبت[1] کے لیے، اس جماعت کو چُنا اور چھانٹا۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ ”میں بنی آدم کے بہترین قرن[2] اور زمانہ میں بھیجا گیا“۔ [شفا] اس لیے ہر اعتبار سے یہ زمانہ خیر کا تھا اور زمانہ کے بہترین آدمی حضور ﷺ کی صحبت[3] میں رکھے گئے۔

① حضور ﷺ کی ایک جنازہ سے واپسی اور ایک عورت کی دعوت

حضور اقدس ﷺ ایک جنازہ سے واپس تشریف لا رہے تھے کہ ایک عورت کا پیام[4] کھانے کی درخواست لے کر پہونچا۔ حضور ﷺ خدام[5] سمیت تشریف لے گئے اور کھانا سامنے رکھا گیا، تو لوگوں نے دیکھا کہ حضور اقدس ﷺ لقمہ چبا رہے ہیں، نگلا نہیں جاتا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس بکری کا گوشت، مالک کی بغیر اجازت لے لیا گیا۔ اس عورت نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے ربیوڑ[6] میں بکری خریدنے آدمی بھیجا تھا، وہاں ملی نہیں، پڑوسی نے بکری خریدی تھی، میں نے اس کے پاس قیمت سے لینے کو بھیجا، وہ تو ملے نہیں، ان کی بیوی نے بکری بھیج دی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ قیدیوں کو کھلا دو۔ [ابوداؤد]

فائدہ: حضور ﷺ کی عُلوِّ شان[7] کے مقابلہ میں ایک مشتبہ[8] چیز کا گلے میں اَٹک جانا، کوئی ایسی اہم بات نہیں کہ حضور ﷺ کے ادنیٰ غلاموں کو بھی اس قسم کے واقعات پیش آجاتے ہیں۔

② حضور ﷺ کا صدقہ کی کھجور کے خوف سے تمام رات جاگنا

ایک مرتبہ نبیٔ اکرم ﷺ تمام رات جاگتے رہے اور کروٹیں بدلتے رہے۔ اَزواجِ[9] مُطہّرات میں سے کسی نے عرض کیا: یارسول اللہ! آج نیند نہیں آتی؟ ارشاد فرمایا کہ ایک کھجور پڑی ہوئی تھی، میں نے اٹھا کر کھالی تھی کہ ضائع نہ ہو۔ اب مجھے یہ فکر ہے کہ کہیں وہ صدقہ کی نہ ہو۔

فائدہ: اَقربِ[10] یہی ہے کہ وہ حضور ﷺ کی اپنی ہی ہوگی، مگر چوں کہ صدقہ کا مال بھی حضور ﷺ کے یہاں آتا تھا، اس شبہ کی وجہ سے نبیٔ اکرم ﷺ کو رات بھر نیند نہ آئی کہ خدانخواستہ وہ صدقہ کی ہو اور اس صورت میں صدقہ کا مال کھایا گیا ہو۔ یہ تو آقا کا حال ہے کہ محض شُبہ پر رات بھر کروٹیں بدلیں اور نیند نہیں آئی، اب

حل لغات: ① ساتھ رہنا۔ ② زمانہ۔ ③ ساتھ۔ ④ بُلاوا۔ ⑤ ساتھیوں۔ ⑥ بکریوں کا مجمع۔ ⑦ اونچی شان۔ ⑧ شک وشبہ والی۔ ⑨ پاک بیویاں۔ ⑩ غالب گمان۔

غلاموں کا حال دیکھو کہ رشوت، سود، چوری، ڈاکہ، ہر قسم کا ناجائز مال کس سُرخ[1] رُوئی سے کھاتے ہیں اور ناز سے اپنے کو غلامانِ محمد ﷺ شمار کرتے ہیں۔

③ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایک کاہن[2] کے کھانے سے قے کرنا

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایک غلام تھا، جو غلّہ (غلام پر کوئی تعداد مُعیّن کردی جائے کہ اتنا روزانہ یا ماہوار[3] ہمیں دے دیا کرو باقی جو کماؤ وہ تمہارا، یہ غلہ کہلاتا ہے، یہ جائز ہے اور اس طرح صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں بھی غلاموں سے مقرر کرلیا جاتا تھا) کے طور پر اپنی آمدنی میں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا کرتا تھا، ایک مرتبہ وہ کچھ کھانا لایا اور حضرت نے اس میں سے ایک لقمہ نوش فرمالیا، غلام نے عرض کیا کہ آپ روزانہ دریافت فرمایا کرتے تھے کہ کس ذریعے سے کمایا؟ آج دریافت نہیں فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ بھوک کی شدّت[4] کی وجہ سے دریافت کرنے کی نوبت نہیں آئی، اب بتاؤ۔ عرض کیا کہ میں زمانۂ جاہلیت میں ایک قوم پر گذرا اور ان پر منتر پڑھا، انہوں نے مجھ سے وعدہ کر رکھا تھا، آج میرا گذر اُدھر کو ہوا تو ان کے یہاں شادی ہو رہی تھی، انہوں نے یہ مجھے دیا تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تُو مجھے ہلاک ہی کردیتا۔ اس کے بعد حلق میں ہاتھ ڈال کر قے کرنے کی کوشش کی، مگر ایک لقمہ وہ بھی بھوک کی شدّت کی حالت میں کھایا گیا تھا، نہ نکلا۔ کسی نے عرض کیا کہ پانی سے قے ہوسکتی ہے، ایک بہت بڑا پیالہ پانی کا منگوایا اور پانی پی پی کر قے فرماتے رہے، یہاں تک کہ وہ لقمہ نکلا۔ کسی نے عرض کیا کہ اللہ آپ پر رحم فرمائیں! یہ ساری مشقت اس ایک لقمہ کی وجہ سے برداشت فرمائی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میری جان کے ساتھ بھی یہ لقمہ نکلتا، تو میں اس کو نکالتا، میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے کہ ”جو بدن مالِ حرام سے پرورش پائے، آگ اس کے لیے بہتر ہے“۔ مجھے یہ ڈر ہوا کہ میرے بدن کا کوئی حصّہ اس لقمہ سے پرورش نہ پاجائے۔ [منتخب کنز العمال]

فائدہ: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس قسم کے واقعات متعدد بار پیش آئے کہ احتیاط مزاج میں زیادہ تھی، تھوڑا سا بھی شُبہ ہوجاتا تھا، تو قے فرماتے۔ بخاری شریف میں ایک اور قصہ اسی قسم کا ہے کہ کسی غلام نے زمانۂ جاہلیت میں کوئی کہانت یعنی غیب کی بات نجومیوں[5] کے طور پر کسی کو بتلائی تھی، وہ اتفاق سے صحیح ہوگئی، ان لوگوں نے غلام کو کچھ دیا، جس کو انہوں نے اپنی مقررہ رقم[6] میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو لاکر دے دیا۔ حضرت نے نوش فرمایا اور پھر جو کچھ پیٹ میں تھا، سب قے کیا۔ ان واقعات میں غلاموں کا مال ضروری نہیں کہ ناجائز ہی ہو، دونوں احتمال[7] ہیں، مگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کمال احتیاط نے اس مشتبہ[8] مال کو بھی گوارا[9] نہ کیا۔

حل لغات: ① فخر۔ ② غیب کی باتیں بتانے والا۔ ③ مہینہ کا۔ ④ زیادتی۔ ⑤ غیب کی خبریں بتلانے والے۔ ⑥ متعین۔ ⑦ گمان۔ ⑧ شبہ والے۔ ⑨ پسند۔

④ حضرت عمر ؓ کی صدقہ کے دودھ سے قے

حضرت عمر ؓ نے ایک مرتبہ دودھ نوش فرمایا کہ اس کا مزہ کچھ عجیب سا نیا سا معلوم ہوا۔ جن صاحب نے پلایا تھا، ان سے دریافت فرمایا کہ یہ دودھ کیسا ہے؟ کہاں سے آیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ فلاں جنگل میں صدقہ کے اونٹ چر رہے تھے، میں وہاں گیا تو اُن لوگوں نے دودھ نکالا، جس میں سے مجھے بھی دیا۔ حضرت عمر ؓ نے منہ میں ہاتھ ڈالا اور سارے کا سارا قے فرمادیا۔ [مؤطا امام مالک]

فائدہ: ان حضرات کو اس کا ہمیشہ فکر رہتا تھا کہ مشتبہ مال بھی بدن کا جزو[1] نہ بنے، چہ جائے کہ بالکل حرام، جیسا کہ ہمارے اس زمانہ میں شائع ہوگیا۔

⑤ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کا احتیاطاً باغ وقف کرنا

ابن سیرین ؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی جب وفات کا وقت قریب آیا، تو آپ نے عائشہ ؓ سے فرمایا کہ میرا دل نہیں چاہتا تھا کہ بیت المال سے کچھ لوں، مگر عمر نے نہ مانا کہ دِقّت[2] ہوگی اور تمہاری تجارت کی مشغولی سے مسلمانوں کا حرج[3] ہوگا، اس مجبوری سے مجھے لینا پڑا، اس لیے اب میرا فلاں باغ اس کے عوض[4] میں دے دیا جائے۔ جب حضرت ابوبکر ؓ کا وِصال[5] ہوگیا، تو حضرت عائشہ ؓ نے حضرت عمر ؓ کے پاس آدمی بھیجا اور والد کی وصیت کے موافق وہ باغ دے دیا۔ حضرت عمر ؓ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ شانہٗ تمہارے باپ پر رحم فرمائیں، انہوں نے یہ چاہا کہ کسی کو لب[6] کشائی کا موقع ہی نہ دیں۔ [کتاب الاموال]

فائدہ: غور کرنے کی بات ہے کہ اوّل تو وہ مقدار ہی کیا تھی، جو حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے لی؟ اس کے بعد لینا بھی اہلُ الرّائے[7] کے اِصرار[8] سے تھا اور مسلمانوں کے نفع کی وجہ سے۔ اس میں بھی جتنی ممکن سے ممکن احتیاط ہوسکتی تھی، اس کا اندازہ قصہ ۴ / باب: ۳ / سے معلوم ہوگیا کہ بیوی نے تنگی اُٹھا کر پیٹ کاٹ کر کچھ دام[9] پیٹھے کے لیے جمع کیے، تو ان کو بیت المال میں جمع فرمادیا اور اتنی مقدار مستقل کم کردی۔ اس سب کے بعد یہ آخری فعل ہے کہ جو کچھ لیا، اس کا بھی مُعاوَضہ[10] داخل کردیا۔

⑥ حضرت علی بن معبدؒ کا کرایہ کے مکان سے تحریر کو خشک کرنا

علی بن معبدؒ ایک محدث ہیں، فرماتے ہیں: میں ایک کرایے کے مکان میں رہتا تھا، ایک مرتبہ میں نے کچھ لکھا اور اس کو خشک کرنے کے لیے مٹی کی ضرورت ہوئی، کچی دیوار تھی، مجھے خیال آیا کہ اس پر سے ذرا سی کھرچ کے تحریر پر ڈال لوں، پھر خیال آیا کہ مکان

حل لغات: ① حصہ۔ ② پریشانی۔ ③ نقصان۔ ④ بدلہ۔ ⑤ انتقال۔ ⑥ بولنے۔ ⑦ مشورہ والے۔ ⑧ ضد، بار بار تقاضا کرنا۔ ⑨ پیسے۔ ⑩ بدلہ۔ ⑪ سکھانا۔

کرایہ کا ہے (جو رہنے کے واسطے کرایہ پر لیا گیا، نہ مٹی لینے کے واسطے) مگر ساتھ ہی یہ خیال آیا کہ اتنی ذرا سی مٹی میں کیا مضائقہ[1] ہے معمولی چیز ہے۔ میں نے مٹی لے لی اور رات کو خواب میں دیکھا کہ ایک صاحب کھڑے ہیں، جو یہ فرمارہے ہیں کہ کل قیامت کو معلوم ہوگا، یہ کہنا کہ معمولی مٹی کیا چیز ہے۔

فائدہ: ''کل معلوم ہوگا''، کا بظاہر مطلب یہ ہے کہ تقویٰ کے درجات بہت زیادہ ہیں، کمال[2] درجہ یہ یقیناً تھا کہ اس سے بھی احتراز[3] کیا جاتا؛ اگرچہ عرفاً[4] معمولی چیز شمار ہونے سے جواز کی حد میں تھا۔ [اِحیاء]

⑦ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک قبر پر گذر

کُمَیلؒ ایک شخص ہیں، کہتے ہیں کہ میں حضرت علی کرّم اللہ وجہہٗ کے ساتھ ایک مرتبہ جارہا تھا، وہ جنگل میں پہونچے، پھر ایک مقبرہ[5] کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے مقبرہ والو! اے بوسیدگی والو! اے وحشت اور تنہائی والو! کیا خبر ہے؟ کیا حال ہے؟ پھر ارشاد فرمایا کہ ہماری خبر تو یہ ہے کہ تمہارے بعد اموال تقسیم ہوگئے، اولادیں یتیم ہوگئیں، بیویوں نے دوسرے خاوند[6] کرلیے، یہ تو ہماری خبر ہے کچھ اپنی تو کہو۔ اس کے بعد میری طرف متوجہ ہوکر فرمایا۔ کُمَیل! اگر ان لوگوں کو بولنے کی اجازت ہوتی اور یہ بول سکتے تو یہ لوگ جواب میں یہ کہتے کہ بہترین توشہ[7] تقویٰ ہے۔ یہ فرمایا اور پھر رونے لگے اور فرمایا، اے کُمَیل قبر عمل کا صندوق[8] ہے اور موت کے وقت بات معلوم ہوجاتی ہے۔ [منتخب کنز]

فائدہ: یعنی آدمی جو کچھ اچھا یا بُرا کام کرتا ہے، وہ اس کی قبر میں محفوظ رہتا ہے جیسا کہ صندوق میں۔ متعدد احادیث میں یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ نیک اعمال اچھے آدمی کی صورت میں ہوتے ہیں، جو میت کے جی بہلانے اور اُنس[9] پیدا کرنے کے لیے رہتا ہے اور اس کی دلداری[10] کرتا ہے۔ اور بُرے اعمال بری صورت میں بدبودار بن کر آتے ہیں جو اور بھی اذیت[11] کا سبب ہوتا ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ آدمی کے ساتھ تین چیزیں قبر تک جاتی ہیں: اس کا مال جیسا کہ عرب میں دستور تھا، اس کے رشتہ دار اور اس کے اعمال، دو چیزیں: مال اور رشتہ دار دفن کرکے واپس آجاتے ہیں، عمل اس کے ساتھ رہ جاتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ تمہاری مثال اور تمہارے اہل[12] و عیال اور مال و اعمال کی مثال کیا ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم کے دریافت فرمانے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس کی مثال ایسی ہے، جیسے ایک شخص کے تین بھائی ہوں اور وہ مرنے لگے، اس وقت ایک بھائی کو وہ بلائے اور پوچھے کہ بھائی تجھے میرا حال معلوم ہے کہ مجھ پر کیا گذر رہی ہے، اس وقت تو میری کیا مدد کرے گا؟ وہ جواب دیتا ہے کہ تری تیمارداری[13] کروں گا، علاج کروں گا، ہر قسم کی خدمت کروں گا، جب تو مرجائے گا تو

حل لغات: ① حرج۔ ② اونچا۔ ③ بچنا۔ ④ عام طور پر۔ ⑤ قبرستان۔ ⑥ شوہر۔ ⑦ سفر کا سامان۔ ⑧ سامان رکھنے کی پیٹی۔ ⑨ جان پہچان۔ ⑩ تسلی۔ ⑪ تکلیف۔ ⑫ گھر والوں۔ ⑬ دیکھ بھال۔

نہلاؤں گا، کفن پہناؤں گا اور کاندھے پر اُٹھا کر لے جاؤں گا اور دفن کے بعد تیرا ذکر خیر کروں گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: یہ بھائی تو اہل وعیال ہیں۔ پھر وہ دوسرے بھائی سے یہی سوال کرتا ہے، وہ کہتا ہے کہ میرا تیرا واسطہ زندگی کا ہے، جب تو مر جائے گا تو میں دوسری جگہ چلا جاؤں گا، یہ بھائی مال ہے۔ پھر وہ تیسرے بھائی کو بُلا کر پوچھتا ہے، وہ کہتا ہے کہ میں قبر میں تیرا ساتھی ہوں، وحشت[1] کی جگہ تیرا دل بہلانے والا ہوں، جب تیرا حساب کتاب ہونے لگے تو نیکیوں کے پلڑے میں بیٹھ کر اس کو جھکاؤں گا، یہ بھائی عمل ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اب بتلاؤ کون سا بھائی کارآمد[2] ہوا؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہی بھائی کارآمد ہے، پہلے دو تو بے فائدہ ہی رہے۔ [منتخب کنز]

⑧ حلال مال کھانے کی ترغیب اور حرام مال سے بچنے کی تاکید

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ خود پاک ہیں اور پاک ہی مال قبول فرماتے ہیں، مسلمانوں کو اسی چیز کا حکم دیا جس کا اپنے رسولوں کو حکم فرمایا؛ چنانچہ کلام پاک میں ارشاد ہے: ﴿يَاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۭ اِنِّىْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ۝﴾ [سورۂ مؤمنون] ''اے رسولو! پاک چیزوں کو کھاؤ اور نیک عمل کرو''۔ میں تمہارے اعمال سے باخبر ہوں، دوسری جگہ ارشاد ہے: ﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ﴾ [سورۂ بقرہ:۱۷۲] ''اے ایمان والو! ہمارے دیے ہوئے پاک رزق میں سے کھاؤ''۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے ایک شخص کا ذکر فرمایا کہ لمبے لمبے سفر کرتا (اور مسافر کی دعا قبول ہوتی ہے) اور اس کے ساتھ ہی بکھرے ہوئے بالوں والا، غُبار[3] آلود کپڑوں والا (یعنی پریشان حال) دونوں ہاتھ آسمان کی طرف پھیلا کر کہتا ہے: اے اللہ، اے اللہ، اے اللہ! لیکن کھانا بھی اس کا حرام ہے، پینا بھی حرام ہے، لباس بھی حرام ہے، ہمیشہ حرام ہی کھایا، تو اس کی دعا کہاں قبول ہوسکتی ہے۔ [جمع الفوائد]

فائدہ: لوگوں کو ہمیشہ سوچ رہتا ہے کہ مسلمانوں کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں، لیکن حالات کا اندازہ اس حدیث شریف سے کیا جاسکتا ہے؛ اگرچہ اللہ جلّ شانہٗ اپنے فضل سے کبھی کافر کی بھی دعا قبول فرمالیتے ہیں، چہ جائیکہ فاسق کی؛ لیکن متّقی کی دعا اصل چیز ہے، اسی لیے متّقیوں سے دعا کی تمنا کی جاتی ہے۔ جو لوگ چاہتے ہیں کہ ہماری دعائیں قبول ہوں، ان کو بہت ضروری ہے کہ حرام مال سے احتراز[4] کریں، اور ایسا کون ہے جو یہ چاہتا ہے کہ میری دعا مقبول نہ ہو۔

⑨ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی انتہائی احتیاط

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک مرتبہ بَحرین سے مُشک آیا، ارشاد فرمایا کہ کوئی اس کو تول کر مسلمانوں میں

حل لغات: (۱) گھبراہٹ۔ (۲) کام آنے والا۔ (۳) گرد میں بھرا ہوا۔ (۴) بچنا۔

تقسیم کر دیتا، آپ کی اہلیہ حضرت عاتکہ ؓ نے عرض کیا: میں تول دوں گی۔ آپ نے سن کر سکوت[1] فرمایا۔ تھوڑی دیر میں پھر یہی ارشاد فرمایا کہ کوئی اس کو تول دیتا تاکہ میں تقسیم کر دیتا، آپ کی اہلیہ نے پھر یہی عرض کیا، آپ نے سکوت فرمایا، تیسری دفعہ میں ارشاد فرمایا کہ مجھے یہ پسند نہیں کہ تو اس کو اپنے ہاتھ سے ترازو کے پلڑے میں رکھے، اور پھر ان ہاتھوں کو اپنے بدن پر پھیر لے، اور اتنی مقدار کی زیادتی مجھے حاصل ہو۔

فائدہ: یہ کمال[2] احتیاط تھی اور اپنے آپ کو محلِ تُہمت[3] سے بچانا، ورنہ جو بھی تولے گا، اس کے ہاتھ کو تو لگے ہی گا، اس لیے اس کے جواز میں کوئی تردُّد[4] نہ تھا؛ لیکن پھر بھی حضرت عمر ؓ نے اپنی بیوی کے لیے اس کو گوارا نہ فرمایا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز ؒ جن کو عُمرِ ثانی[5] بھی کہا جاتا ہے، ان کے زمانہ میں ایک مرتبہ مشک تولا جا رہا تھا، تو انھوں نے اپنی ناک بند فرمالی اور ارشاد فرمایا کہ مشک کا نفع تو خوشبو ہی سونگھنا ہے۔ [اِحیاء]

فائدہ: یہ ہے احتیاط ان صحابہ ؓ اور تابعین رحمہم اللہ کی اور ہمارے بڑوں کی، پیشواؤں کی۔

⑩ حضرت عمر بن عبدالعزیز ؒ کا حجّاج کے حاکم کو حاکم نہ رکھنا

حضرت عمر بن عبدالعزیز ؒ نے ایک شخص کو کسی جگہ کا حاکم بنایا۔ کسی نے عرض کیا کہ یہ صاحب حجاج بن یوسف کے زمانہ میں اس کی طرف سے بھی حاکم رہ چکے ہیں، عمر بن عبدالعزیز ؒ نے ان حاکم کو معزول[6] کر دیا۔ انھوں نے عرض کیا کہ میں نے تو حجّاج بن یوسف کے یہاں تھوڑے ہی زمانہ کام کیا، عمر بن عبدالعزیز ؒ نے فرمایا: کہ برا ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ تو اس کے ساتھ ایک دن یا اس سے بھی کم رہا۔ [اِحیاء]

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ پاس رہنے کا اثر ضرور پڑتا ہے، جو شخص متقیوں کے پاس رہتا ہے، اس کے اوپر غیر معمولی[7] اور غیر محسوس[8] طریقہ سے تقویٰ کا اثر پڑتا ہے اور جو فاسقوں کے پاس رہتا ہے، اس کے اوپر فسق کا اثر ہوتا ہے، اسی وجہ سے بری صحبت سے روکا جاتا ہے، آدمی تو درکنار[9] جانوروں تک کے اثرات پاس رہنے سے آتے ہیں۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ فخر اور بڑائی اونٹ اور گھوڑے والوں میں ہوتی ہے اور مسکنت[10] بکری والوں میں۔ [بخاری] حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ صالح آدمی کے پاس بیٹھنے والوں کی مثال اس شخص کی سی ہے، جو مشک والے کے پاس بیٹھا ہے کہ اگر مشک نہ بھی ملے تب بھی اس کی خوشبو سے دماغ کو فرحت[11] ہوگی اور بُرے ساتھی کی مثال آگ کی بھٹی والے کی سی ہے کہ اگر چنگاری نہ بھی پڑے تو دھواں تو کہیں گیا ہی نہیں۔ [جمع]

حل لغات: ① خاموش رہے۔ ② بہت زیادہ۔ ③ بدگمانی کی جگہ۔ ④ شک۔ ⑤ دوسرا عمر۔ ⑥ عہدہ سے ہٹا دینا۔ ⑦ بہت زیادہ۔ ⑧ انجانے، احساس ہوئے بغیر۔ ⑨ الگ رہا۔ ⑩ عاجزی، تواضع۔ ⑪ تازگی۔

پانچواں باب: نماز کا شغف اور شوق اور اس میں خشوع وخضوع

نماز ساری عبادتوں میں سب سے زیادہ اہم چیز ہے۔ قیامت میں ایمان کے بعد سب سے پہلے نماز ہی کا سوال ہوتا ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ کفر اور اسلام کے درمیان میں نماز ہی آڑ ہے، اس کے علاوہ اور بہت سے ارشادات اس بارہ میں وارد ہیں، جو میرے ایک دوسرے رسالہ[1] میں مذکور ہیں۔

① اللہ تعالیٰ کا ارشاد نوافل والے کے حق میں

حق تعالیٰ شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں: جو شخص میرے کسی ولی سے دشمنی کرتا ہے، میری طرف سے اس کو لڑائی کا اعلان ہے، اور کوئی شخص میرا قُرب[2] اس چیز کی بہ نسبت زیادہ حاصل نہیں کرسکتا، جو میں نے اس پر فرض کی ہے، یعنی سب سے زیادہ قُرب اور نزدیکی مجھ سے فرائض کے ادا کرنے سے حاصل ہوتی ہے، اور نوافل کی وجہ سے بندہ مجھ سے قریب ہوتا رہتا ہے، یہاں تک کہ میں اس کو اپنا محبوب بنالیتا ہوں، تو پھر میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے سنے، اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھے، اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ کسی چیز کو پکڑے، اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلے، اگر وہ مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں اس کو عطا کرتا ہوں، اور کسی چیز سے پناہ چاہتا ہے، تو میں پناہ دیتا ہوں۔ [جمع الفوائد]

فائدہ: آنکھ، کان بن جانے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا دیکھنا، سننا، چلنا پھرنا سب میری خوشی کے تابع بن جاتا ہے، اور کوئی بات بھی میری خلافِ مرضی نہیں ہوتی۔ کس قدر خوش نصیب ہیں وہ لوگ، جن کو فرائض کے بعد نوافل پر کثرت کی توفیق ہو اور یہ دولت نصیب ہوجائے، اللہ تعالیٰ شانہٗ اپنے فضل سے مجھے اور میرے دوستوں کو بھی نصیب فرمائیں۔

② حضور ﷺ کا تمام رات نماز پڑھنا

ایک شخص نے حضرت عائشہ ؓ سے دریافت کیا کہ حضور ﷺ کی کوئی عجیب بات جو آپ نے دیکھی ہو وہ سنادیں۔ حضرت عائشہ ؓ نے فرمایا کہ حضور ﷺ کی کون سی بات عجیب نہ تھی، ہر بات عجیب ہی تھی۔ ایک دن رات کو تشریف لائے اور میرے پاس لیٹ گئے، پھر فرمانے لگے: لے چھوڑ، میں تو اپنے رب کی عبادت کروں۔ یہ فرما کر نماز کے لیے کھڑے ہوگئے اور رونا شروع کیا، یہاں تک کہ آنسو سینہ مبارک تک بہنے لگے، پھر رکوع فرمایا، اس میں بھی روتے رہے، پھر سجدہ کیا، اس میں بھی اسی طرح روتے رہے، پھر

حل لغات: ① فضائل نماز۔ ② نزدیکی۔

سجدہ سے اُٹھے، اس میں بھی اسی طرح روتے رہے، یہاں تک کہ حضرت بلال ؓ نے آکر صبح کی نماز کے لیے آواز دی، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ اتنے روئے، حالانکہ آپ معصوم ہیں، اگلے پچھلے سب گناہوں کی (اگر بالفرض ہوں بھی تو) مغفرت کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے فرما رکھا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پھر میں شکر گذار نہ بنوں؟ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ میں ایسا کیوں نہ کرتا، حالانکہ آج مجھ پر یہ آیتیں نازل ہوئیں ﴿اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ آلِ عمران کا اخیر رکوع۔ [اِقامۃُ الحُجَّۃ] یہ متعدد روایات میں آیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ رات کو اس قدر لمبی نماز پڑھا کرتے تھے کہ کھڑے کھڑے پاؤں پر وَرَم[1] آگیا تھا، لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ اتنی مشقت اُٹھاتے ہیں، حالانکہ آپ بخشے بخشائے ہیں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں شکر گذار بندہ نہ بنوں؟۔ [بخاری]

③ حضور ﷺ کا چار رکعت میں چھ[6] پارے پڑھنا

حضرت عوف ؓ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضور ﷺ کے ہمرکاب[2] تھا، حضور ﷺ نے مسواک فرمائی، وضو فرمایا اور نماز کی نیت باندھ لی، میں بھی حضور ﷺ کے ساتھ نماز میں شریک ہوگیا، حضور ﷺ نے سورۂ بقرہ ایک رکعت میں پڑھی، اور جو آیت رحمت کی آتی، حضور ﷺ اس جگہ دیر تک رحمت کی دعا مانگتے رہتے، اور جو آیت عذاب کی آتی اس جگہ دیر تک عذاب سے پناہ مانگتے رہتے، سورت کے ختم پر رکوع کیا اور اتنا ہی لمبا رکوع کیا جتنی دیر میں سورۂ بقرہ پڑھی جاتی اور رکوع میں سُبْحَانَ ذِي الْجَبَرُوْتِ وَالْمَلَكُوْتِ وَالْعَظَمَةِ پڑھتے جاتے تھے، پھر اتنا ہی لمبا سجدہ کیا، پھر دوسری رکعت میں اسی طرح سورۂ آلِ عمران پڑھی، اور اسی طرح ایک ایک رکعت میں ایک ایک سورت پڑھتے رہے۔ اس طرح چار رکعتوں میں سوا[1/4] چھ[6] سپارے ہوتے ہیں، یہ کتنی لمبی نماز ہوئی ہوگی، جس میں ہر آیتِ رحمت اور آیتِ عذاب پر دیر تک دعا کا مانگنا اور پھر اتنا ہی لمبا رکوع اور سجدہ تھا۔ حضرت حُذیفہ ؓ بھی اپنا ایک قصہ حضور ﷺ کے ساتھ نماز پڑھنے کا اسی طرح سے نقل کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ چار رکعتوں میں چار سورتیں: سورۂ بقرہ سے لے کر سورۂ مائدہ کے ختم تک پڑھیں۔

فائدہ: ان چار سورتوں کے سوا[1/4] چھ[6] سپارے ہوتے ہیں، جو حضور ﷺ نے چار رکعتوں میں پڑھے، اور حضور اکرم ﷺ کی عادتِ شریفہ تجوید[3] و ترتیل کے ساتھ پڑھنے کی تھی، جیسا کہ اکثر احادیث میں ہے۔ اس کے ساتھ ہی ہر آیتِ رحمت اور آیتِ عذاب پر ٹھیرنا اور دعا مانگنا، پھر اتنا ہی لمبا رکوع سجدہ، اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ اس طرح چار رکعات میں کس قدر وقت خرچ ہوا ہوگا۔ بعض مرتبہ حضور اقدس ﷺ نے ایک رکعت میں سورۂ بقرہ، آلِ عمران، مائدہ تین سورتیں پڑھیں، جو تقریباً پانچ پارے ہوتے ہیں۔ یہ جب ہی

حل لغات: ① سوجن، پھول جانا۔ ② سفر میں ساتھ ہونا۔ ③ حروف کی صحیح ادائیگی اور اطمینان۔

ہوسکتا ہے، جب نماز میں چین اور آنکھوں کی ٹھنڈک نصیب ہوجائے۔ نبی اکرم ﷺ کا پاک ارشاد ہے کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ اِتِّبَاعَہٗ۔

④ حضرت ابوبکر صدیق وحضرت ابن زبیر وحضرت علی رضی اللہ عنہم وغیرہ کی نماز کے حالات

مجاہدؒ، حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما کا حال نقل کرتے ہیں کہ جب وہ نماز میں کھڑے ہوتے تھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک لکڑی گڑی ہوئی ہے۔ [تاریخ الخلفاء]، یعنی بالکل حرکت نہیں ہوتی تھی۔ علماء نے لکھا ہے کہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے نماز سیکھی اور انھوں نے حضور ﷺ سے، یعنی جس طرح حضور ﷺ نماز پڑھتے تھے اسی طرح ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پڑھتے تھے اور اسی طرح عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما۔ ثابتؒ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی نماز ایسی ہوتی تھی کہ گویا لکڑی ایک جگہ گاڑ دی۔ ایک شخص کہتے ہیں کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما جب سجدہ کرتے تو اس قدر لمبا اور بے حرکت ہوتا تھا کہ چڑیاں آکر کمر پر بیٹھ جاتیں، بعض مرتبہ اتنا لمبا رکوع کرتے کہ تمام رات صبح تک رکوع ہی میں رہتے، بعض اوقات سجدہ اتنا ہی لمبا ہوتا کہ پوری رات گذر جاتی۔ جب حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے لڑائی ہورہی تھی تو ایک گولہ مسجد کی دیوار پر لگا، جس سے دیوار کا ایک ٹکڑا اُڑا اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے حلق اور داڑھی کے درمیان کو گذرا، مگر نہ ان کو کوئی انتشار[1] ہوا، نہ رکوع سجدہ مختصر کیا۔ ایک مرتبہ نماز پڑھ رہے تھے، بیٹا جس کا نام ''ہاشم'' تھا، پاس سو رہا تھا، چھت میں سے ایک سانپ گرا اور بچہ پر لپٹ گیا، وہ چلایا، گھر والے سب دوڑے ہوئے آئے، شور مچ گیا، اُس سانپ کو مارا، ابن زبیر رضی اللہ عنہما اسی اطمینان سے نماز پڑھتے رہے، سلام پھیر کر فرمانے لگے، کچھ شور کی سی آواز آئی تھی، کیا تھا؟ بیوی نے کہا: اللہ تم پر رحم کرے! بچہ کی تو جان بھی گئی تھی تمہیں پتہ ہی نہ چلا، فرمانے لگے: تیرا ناس ہو، اگر نماز میں دوسری طرف توجہ کرتا تو نماز کہاں باقی رہتی (ہدایہ وغیرہ)۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اخیر زمانہ میں جب ان کے خنجر مارا گیا، جس کی وجہ سے ان کا انتقال ہوا، تو ہر وقت خون بہتا تھا اور اکثر غفلت بھی ہوجاتی تھی؛ لیکن اس حالت میں بھی جب نماز کے لیے متنبہ[2] کیے جاتے، تو اسی حالت میں نماز ادا فرماتے اور ارشاد فرماتے کہ اسلام میں اس کا کوئی حصہ نہیں جو نماز چھوڑ دے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تمام رات جاگتے اور ایک رکعت میں پورا قرآن شریف ختم کرلیتے۔ [منتخب کنز] حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عادتِ شریفہ یہ تھی کہ جب نماز کا وقت آجاتا، تو بدن میں کپکپی آجاتی اور چہرہ زرد[3] ہوجاتا، کسی نے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے؟ فرمایا کہ اس امانت کا وقت ہے جس کو اللہ جلّ شانہٗ نے آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر اتارا، تو وہ اس کے تحمل سے عاجز ہوگئے اور میں نے اس کا تحمل[4] کیا ہے۔ خلف بن ایوب رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ

حل لغات: ① گھبراہٹ۔ ② خبردار کرنا، ہوشیار کرنا۔ ③ پیلا۔ ④ برداشت۔

تمہیں نماز میں تکھیاں دِق[1] نہیں کرتیں؟ فرمایا کہ فاسق لوگ حکومت کے کوڑے کھاتے ہیں، اور حرکت نہیں کرتے اور اس پر فخر کرتے ہیں، اور اپنے صبر و تحمل پر اکڑتے ہیں کہ اتنے کوڑے مارے، میں ہلا تک نہیں، میں اپنے رب کے سامنے کھڑا ہوں اور ایک مکھی کی وجہ سے حرکت کر جاؤں۔ مسلم بن یسارؒ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو اپنے گھر والوں سے کہتے کہ تم باتیں کرتے رہو، مجھے تمہاری بات کا پتہ ہی نہیں چلے گا۔

ایک مرتبہ بصرہ کی جامع مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے کہ مسجد کا ایک حصہ گرا، لوگ اس کی وجہ سے دوڑے، وہاں جمع ہوئے شور و شغب ہوا؛ مگر ان کو پتہ ہی نہ چلا۔ حاتم اَصَمؒ سے کسی نے ان کی نماز کی کیفیت پوچھی تو کہنے لگے کہ جب نماز کا وقت آتا ہے تو وضو کے بعد اس جگہ پہونچ کر جہاں نماز پڑھوں؛ تھوڑی دیر بیٹھتا ہوں کہ بدن کے تمام حصے میں سکون پیدا ہو جائے، پھر نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہوں، اس طرح کہ بیت اللہ کو اپنی نگاہ کے سامنے سمجھتا ہوں، اور پل صراط کو پاؤں کے نیچے، جنت کو دائیں طرف، اور جہنم کو بائیں طرف، اور موت کے فرشتے کو اپنے پیچھے کھڑا ہوا خیال کرتا ہوں، اور سمجھتا ہوں کہ یہ آخری نماز ہے، اس کے بعد پورے خشوع خضوع سے نماز پڑھتا ہوں، اور اس کے بعد امید اور ڈر کے درمیان رہتا ہوں کہ نہ معلوم قبول ہوئی یا نہیں۔ [اِحیاء]

⑤ ایک مُہاجر اور ایک انصاری کی چوکیداری اور انصاری کا نماز میں تیر کھانا

نبی اکرم ﷺ ایک غزوہ[2] سے واپس تشریف لا رہے تھے، شب[3] کو ایک جگہ قیام فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ آج شب کو حفاظت اور چوکیدارہ کون کرے گا؟ ایک مہاجری اور ایک انصاری حضرت عمّار بن یاسر ؓ اور حضرت عبّاد بن بشر ؓ نے عرض کیا کہ ہم دونوں کریں گے۔ حضور ﷺ نے ایک پہاڑی جہاں سے دشمن کے آنے کا راستہ ہو سکتا تھا، بتادی کہ اس پر دونوں قیام کرو۔ دونوں حضرات وہاں تشریف لے گئے، وہاں جا کر انصاری نے مہاجری سے کہا کہ رات کو دو حصوں پر منقسم[4] کر کے ایک حصہ میں آپ سو رہیں، میں جاگتا رہوں، دوسرے حصہ میں آپ جاگیں، میں سوتا رہوں کہ دونوں کے تمام رات جاگنے میں یہ بھی احتمال ہے کہ کسی وقت نیند کا غلبہ ہو جائے اور دونوں کی آنکھ لگ جائے، اگر کوئی خطرہ جاگنے والے کو محسوس ہو تو اپنے ساتھی کو جگا لے۔ رات کا پہلا آدھا حصہ انصاری کے جاگنے کا قرار پایا اور مہاجری سو گئے، انصاری نے نماز کی نیت باندھ لی، دشمن کی جانب سے ایک شخص آیا اور دور سے کھڑے ہوئے شخص کو دیکھ کر تیر مارا اور جب کوئی حرکت نہ ہوئی، تو دوسرا اور پھر اسی طرح تیسرا تیر مارا، اور ہر تیر ان کے بدن میں گھستا رہا، اور یہ ہاتھ سے اس کو نکال کر پھینکتے رہے، اس کے بعد اطمینان سے رکوع کیا، سجدہ کیا، نماز پوری کر کے اپنے ساتھی کو جگایا۔ وہ تو ایک کی جگہ دو کو دیکھ

حل لغات: (۱) تنگ۔ (۲) وہ جنگ جس میں خود حضور ﷺ نے شرکت کی ہو۔ (۳) رات۔ (۴) تقسیم کرنا، بانٹنا۔

کر بھاگ گیا کہ نہ معلوم کتنے ہوں، مگر ساتھی نے جب اُٹھ کر دیکھا تو انصاری کے بدن سے تین جگہ سے خون ہی خون بہہ رہا تھا، مُہاجر نے فرمایا: سبحان اللہ! تم نے مجھے شروع ہی میں نہ جگالیا، انصاری نے فرمایا کہ میں نے ایک سورت (سورۂ کہف) شروع کر رکھی تھی، میرا دل نہ چاہا کہ اس کو ختم کرنے سے پہلے رکوع کروں، اب بھی مجھے اس کا اندیشہ[1] ہوا کہ ایسا نہ ہو، میں بار بار تیر لگنے کی وجہ سے مرجاؤں اور حضور ﷺ نے جو حفاظت کی خدمت سپرد کر رکھی ہے وہ فوت[2] ہو جائے، اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا تو میں مرجاتا، مگر سورت ختم کرنے سے پہلے رکوع نہ کرتا۔ [بیہقی، ابوداؤد]

فائدہ: یہ تھی اُن حضرات کی نماز اور اس کا شوق کہ تیر پر تیر کھائے جائیں اور خون ہی خون ہو جائے، مگر نماز کے لطف[3] میں فرق نہ پڑے۔ ایک ہماری نماز ہے کہ اگر مچھر بھی کاٹ لے تو نماز کا خیال جاتا رہے، بھڑ[4] کا تو پوچھنا ہی کیا۔ یہاں ایک فقہی مسئلہ بھی اختلافی ہے کہ خون نکلنے سے ہمارے امام یعنی امام اعظمؒ کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے، امام شافعیؒ کے نزدیک نہیں ٹوٹتا، ممکن ہے کہ ان صحابی کا مذہب بھی یہی ہو، یا اس وقت تک اس مسئلہ کی تحقیق نہ ہوئی ہو کہ حضور اکرم ﷺ اس مجلس میں تشریف فرما نہ تھے، یا اس وقت تک یہ حکم ہوا ہی نہ ہو۔

⑥ حضرت ابوطلحہ ؓ کا نماز میں خیال آجانے سے باغ وقف کرنا

حضرت ابوطلحہ ؓ ایک مرتبہ اپنے باغ میں نماز پڑھ رہے تھے، ایک پرندہ اڑا اور چوں کہ باغ گنجان[5] تھا، اس لیے اس کو جلدی سے باہر جانے کا راستہ نہ ملا، کبھی اِس طرف کبھی اُس طرف اُڑتا رہا اور نکلنے کا راستہ ڈھونڈتا رہا، ان کی نگاہ اس پر پڑی اور اس منظر کی وجہ سے اُدھر خیال لگ گیا، اور نگاہ اس پرندہ کے ساتھ پھرتی رہی۔ دفعتاً[6] نماز کا خیال آیا تو سہو[7] ہو گیا کہ کون سی رکعت ہے، نہایت قلق[8] ہوا کہ اس باغ کی وجہ سے یہ مصیبت پیش آئی کہ نماز میں بھول ہوئی۔ فوراً حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پورا قصہ عرض کر کے درخواست کی کہ اس باغ کی وجہ سے یہ مصیبت پیش آئی، اس لیے میں اس کو اللہ کے راستہ میں دیتا ہوں، آپ جہاں دل چاہے اس کو صرف[9] فرما دیجیے۔ اسی طرح ایک اور قصہ حضرت عثمان ؓ کے زمانۂ خلافت میں پیش آیا کہ ایک انصاری اپنے باغ میں نماز پڑھ رہے تھے، کھجوریں پکنے کا زمانہ شباب[10] پر تھا، اور خوشے[11] کھجوروں کے بوجھ اور کثرت سے جھکے پڑے تھے، نگاہ خوشوں پر پڑی اور کھجوروں سے بھرے ہونے کی وجہ سے بہت ہی اچھے معلوم ہوئے، خیال اِدھر لگ گیا، جس کی وجہ سے یہ بھی یاد نہ رہا کہ کے رکعتیں ہوئیں، اس کے رنج اور صدمہ کا ایسا غلبہ ہوا کہ اس کی وجہ سے یہ ٹھان

حل لغات: ① فکر۔ ② چھوٹنا۔ ③ مزہ۔ ④ ایک کیڑا جس کے ڈنک میں زہر ہوتا ہے۔ ⑤ گھنا۔ ⑥ اچانک۔ ⑦ بھول۔ ⑧ افسوس۔ ⑨ خرچ کرنا۔ ⑩ زوروں پر۔ ⑪ گچھے۔

لی کہ اس باغ ہی کو اب نہیں رکھنا، جس کی وجہ سے یہ مصیبت پیش آئی؛ چنانچہ حضرت عثمان ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور آکر عرض کیا کہ یہ اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا چاہتا ہوں، اس کو جو چاہے کیجیے۔ انھوں نے اس باغ کو پچاس ہزار میں فروخت کرکے اس کی قیمت دینی کاموں میں خرچ فرمادی۔ [مؤطا امام مالک]

فائدہ: یہ ایمان کی غیرت ہے کہ نماز جیسی اہم چیز میں خیال آجانے سے پچاس ہزار درم کا باغ ایک دم صدقہ کردیا۔ ہمارے حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے قولِ جمیل میں صوفیہ کی نسبت کی قسمیں تحریر فرماتے ہوئے اس کے متعلق تحریر فرمایا ہے: کہ یہ نسبت ہے اللہ کی طاعت کو ماسوٰی پر مقدم رکھنا اور اس پر غیرت کرنا کہ ان حضرات کو اس پر غیرت آئی کہ اللہ کی طاعت میں کسی دوسری چیز کی طرف توجہ کیوں ہوئی؟۔

⑦ حضرت ابن عباس ﷺ کا نماز کی وجہ سے آنکھ نہ بنوانا

حضرت عبداللہ بن عباس ﷺ کی آنکھ میں جب پانی اُتر آیا، تو آنکھ بنانے والے حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ اجازت ہو تو ہم آنکھ بنادیں، لیکن پانچ دن تک آپ کو احتیاط کرنا پڑے گی کہ سجدہ بجائے زمین کے کسی اونچی لکڑی پر کرنا ہوگا، انھوں نے فرمایا: یہ ہرگز نہیں ہوسکتا، واللہ! ایک رکعت بھی اس طرح پڑھنا مجھے منظور نہیں، حضور ﷺ کا ارشاد مجھے معلوم ہے کہ جو شخص ایک نماز بھی جان کر چھوڑ دے، وہ حق تعالیٰ شانہٗ سے ایسی طرح ملے گا کہ حق سبحانہٗ وتقدس اس پر ناراض ہوں گے۔ [درمنثور]

فائدہ: اگرچہ شرعاً نماز اس طرح سے مجبوری کی حالت میں پڑھنا جائز ہے اور یہ صورت نماز چھوڑنے کی وعید میں داخل نہیں ہوتی، مگر حضرات صحابہ ﷺ کو نماز کے ساتھ جو شغف تھا اور نبی اکرم ﷺ کے ارشاد پر عمل کی جس قدر اہمیت تھی، اس کی وجہ سے حضرت ابن عباس ﷺ نے آنکھ بنوانے کو بھی پسند نہ کیا، کہ اُن حضرات کے نزدیک ایک نماز پر ساری دنیا قربان تھی، آج ہم بے حیائی سے جو چاہے ان مرمٹنے والوں کی شان میں منہ سے نکال دیں، جب کل اُن کا سامنا ہوگا اور یہ فدائی میدانِ حشر کی سیر کے لطف اُڑا رہے ہوں گے، جب حقیقت معلوم ہوگی کہ یہ کیا تھے اور ہم نے ان کے ساتھ کیا برتاؤ کیا۔

⑧ صحابہ ﷺ کا نماز کے وقت فوراً دکانیں بند کردینا

حضرت عبداللہ بن عمر ﷺ ایک مرتبہ بازار میں تشریف رکھتے تھے کہ جماعت کا وقت ہوگیا، دیکھا کہ فوراً سب کے سب اپنی اپنی دکانیں بند کرکے مسجد میں داخل ہوگئے، ابن عمر ﷺ فرماتے ہیں کہ ان ہی لوگوں کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ

حل لغات: ① دوسری چیزوں۔ ② پہلے۔ ③ آنکھ کا علاج کرنے والے۔ ④ بہت زیادہ دلچسپی۔ ⑤ جان قربان کرنے والے۔ ⑥ مزہ۔

ذِكْرِ اللّٰهِ﴾ [سورۂ نور: ۳۷] ترجمہ پوری آیت شریفہ کا یہ ہے کہ ''ان مسجدوں میں ایسے لوگ صبح اور شام اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں، جن کو اللہ کی یاد سے اور بالخصوص[1] نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے سے، نہ خرید نا غفلت میں ڈالتا ہے نہ بیچنا، وہ ایسے دن کی پکڑ سے ڈرتے ہیں، جس میں بہت سے دل اور بہت سی آنکھیں اُلٹ جائیں گی''۔ [ماخوذ از بیان القرآن]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ لوگ تجارت وغیرہ اپنے اپنے کاروبار میں مشغول ہوتے تھے، لیکن جب اذان کی آواز سنتے، تو سب کچھ چھوڑ کر فوراً مسجد میں چلے جاتے، ایک جگہ کہتے ہیں: کہ خدا کی قسم یہ لوگ تاجر تھے، مگر ان کی تجارت ان کو اللہ کے ذکر سے نہیں روکتی تھی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ بازار میں تشریف رکھتے تھے کہ اذان ہوگئی، انھوں نے دیکھا کہ لوگ اپنے اپنے سامان کو چھوڑ کر نماز کی طرف چل دیے، ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہی لوگ ہیں جن کو اللہ جلّ شانہٗ نے ﴿لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ﴾ [سورۂ نور: ۳۷] سے یاد فرمایا۔ ایک حدیث میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن جب حق تعالیٰ شانہٗ تمام دنیا کو ایک جگہ جمع فرمائیں گے، تو ارشاد ہوگا۔ کہاں ہیں وہ لوگ، جو خوشی اور رنج دونوں حالتوں میں اللہ کی حمد کرنے والے تھے؟ تو ایک مختصر جماعت اُٹھے گی اور بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل ہوجائے گی، پھر ارشاد ہوگا کہاں ہیں وہ لوگ، جو راتوں میں اپنی خواب[2] گاہ سے دور رہتے اور اپنے رب کو خوف اور رغبت کے ساتھ یاد کرتے تھے؟ تو ایک دوسری مختصر جماعت اُٹھے گی اور وہ بھی جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوجائے گی، پھر ارشاد ہوگا: کہاں ہیں وہ لوگ، جن کو تجارت یا بیچنا اللہ کے ذکر سے نہیں روکتا تھا؟ تو ایک تیسری جماعت مختصر سی کھڑی ہوگی اور جنت میں بغیر حساب داخل ہوگی، اس کے بعد بقیہ لوگوں کا حساب شروع ہوجائے گا۔ [درمنثور]

⑨ حضرت خُبیب رضی اللہ عنہ کا قتل کے وقت نماز پڑھنا اور زید رضی اللہ عنہ و عاصم رضی اللہ عنہ کا قتل

اُحد کی لڑائی میں جو کافر مارے گئے تھے، ان کے عزیزوں میں انتقام[3] کا جوش زور پر تھا، سُلافہ نے، جس کے دو بیٹے اس لڑائی میں مارے گئے تھے، منت مانی تھی کہ اگر عاصم کا (جنھوں نے اس کے بیٹوں کو قتل کیا تھا) سَر ہاتھ آجائے تو اس کی کھوپڑی میں شراب پیونگی، اس لیے اس نے اعلان کیا تھا کہ جو عاصم کا سَر لائے گا اس کو سو اُونٹ انعام دوں گی، سفیان بن خالد کو اس لالچ نے آمادہ کیا کہ وہ ان کا سَر لانے کی کوشش کرے، چنانچہ اس نے عَضَل وَقَارَہ کے چند آدمیوں کو مدینہ منورہ بھیجا، ان لوگوں نے اپنے کو مسلمان ظاہر کیا اور حضور اقدس ﷺ سے تعلیم وتبلیغ کے لیے اپنے ساتھ چند حضرات کو بھیجنے کی درخواست کی اور حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کو بھی ساتھ بھیجنے کی درخواست کی کہ ان کا

حل لغات: (۱) خاص طور سے۔ (۲) سونے کی جگہ۔ (۳) بدلہ۔

وعظ پسندیدہ بتلایا، چنانچہ حضور ﷺ نے دس آدمیوں کو اور بعض روایات میں چھ آدمیوں کو ان کے ساتھ کر دیا، جن میں حضرت عاصم رضی اللہ عنہ بھی تھے، راستہ میں جا کر ان لے جانے والوں نے بدعہدی[1] کی اور دشمنوں کو مقابلہ کے لیے بلایا، جو دو سو[2] آدمی تھے اور ان میں سے سو[3] آدمی بہت مشہور تیر انداز[4] تھے اور بعض روایات میں ہے کہ حضور ﷺ نے ان حضرات کو مکہ والوں کی خبر لانے کے لیے بھیجا تھا، راستہ میں بنو لحیان[5] کے دو سو آدمیوں سے مقابلہ ہوا، یہ مختصر جماعت دس آدمیوں کی یا چھ آدمیوں کی یہ حالت دیکھ کر ایک پہاڑی پر، جس کا نام فَدْفَد تھا چڑھ گئی، کفار نے کہا کہ ہم تمہارے خون سے اپنی زمین رنگنا نہیں چاہتے، صرف اہل مکہ سے تمہارے بدلہ میں کچھ مال لینا چاہتے ہیں، تم ہمارے ساتھ آ جاؤ، ہم تم کو قتل نہ کریں گے، مگر انھوں نے کہا کہ ہم کافر کے عہد[6] میں آنا نہیں چاہتے اور ترکش[7] سے تیر نکال کر مقابلہ کیا، جب تیر ختم ہو گئے تو نیزوں سے مقابلہ کیا، حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے ساتھیوں سے جوش میں کہا کہ تم سے دھوکہ کیا گیا، مگر گھبرانے کی بات نہیں، شہادت کو غنیمت سمجھو، تمہارا محبوب تمہارے ساتھ ہے اور جنت کی حوریں تمہاری منتظر ہیں، یہ کہہ کر جوش سے مقابلہ کیا اور جب نیزہ بھی ٹوٹ گیا، تو تلوار سے مقابلہ کیا، مقابلوں کا مجمع کثیر[8] تھا، آخر شہید ہو گئے اور دعا کی کہ یا اللہ! اپنے رسول ﷺ کو ہمارے قصہ کی خبر کر دے، چنانچہ یہ دعا قبول ہوئی اور اسی وقت اس واقعہ کا علم حضور ﷺ کو ہو گیا اور چونکہ عاصم رضی اللہ عنہ یہ بھی سن چکے تھے کہ سلافہ نے میرے سر کی کھوپڑی میں شراب پینے کی منت مانی ہے، اس لیے مرتے وقت دعا کی کہ یا اللہ! میرا سر تیرے راستے میں کاٹا جا رہا ہے تو ہی اس کا محافظ[9] ہے، وہ دعا بھی قبول ہوئی اور شہادت کے بعد جب کافروں نے سر کاٹنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھیوں کا اور بعض روایتوں میں بھڑوں کا ایک غول[10] بھیج دیا، جنھوں نے ان کے بدن کو چاروں طرف سے گھیر لیا، کافروں کو خیال تھا کہ رات کے وقت جب یہ اُڑ جائیں گی، تو سر کاٹ لیں گے، مگر رات کو ایک بارش کی رَو[11] آئی اور اُن کی نعش کو بہا کر لے گئی، اسی طرح سات آدمی یا تین آدمی شہید ہو گئے، غرض تین باقی رہ گئے۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ اور زید بن دَثِنَہ رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن طارق رضی اللہ عنہ، ان تینوں حضرات سے پھر انھوں نے عہد[12] پیمان کیا کہ تم نیچے آ جاؤ، ہم تم سے بدعہدی نہ کریں گے، یہ تینوں حضرات نیچے اُتر آئے اور نیچے اُترنے پر کفار نے ان کی کمانوں کی تانت[13] اُتار کر اُن کی مشکیں[14] باندھیں، حضرت عبداللہ بن طارق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ پہلی بدعہدی ہے، میں تمہارے ساتھ ہرگز نہ جاؤں گا، ان شہید ہونے والوں کا اقتدا[15] ہی مجھے پسند ہے، انھوں نے زبردستی ان کو کھینچنا چاہا، مگر یہ نہ ٹلے، تو ان لوگوں نے ان کو بھی شہید کر دیا، صرف دو حضرات ان کے ساتھ رہے، جن کو لے جا کر ان لوگوں نے مکہ والوں

حل لغات: (۱) وعدہ خلافی۔ (۲) تیر چلانے میں ماہر۔ (۳) قبیلہ کا نام۔ (۴) وعدہ۔ (۵) تیر رکھنے کی تھیلی۔ (۶) زیادہ۔ (۷) حفاظت کرنے والا۔ (۸) جماعت۔ (۹) پانی کی تیز دھار۔ (۱۰) وعدہ۔ (۱۱) کمان کی رسّی۔ (۱۲) گرفتار کر لیا۔ (۱۳) پیروی۔

کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ ایک حضرت زید بن دثنہ ﷺ، جن کو صفوان بن اُمیہ نے پچاس اونٹ کے بدلہ میں خریدا، تاکہ اپنے باپ اُمیہ کے بدلہ میں قتل کرے، دوسرے حضرت خبیب ﷺ جن کو حُجیر بن ابی اہاب نے سو اونٹ کے بدلہ میں خریدا، تاکہ اپنے باپ کے بدلہ میں ان کو قتل کرے، بخاری شریف کی روایت ہے کہ حارث بن عامر کی اولاد نے خریدا کہ انھوں نے بدر میں حارث کو قتل کیا تھا، صفوان نے تو اپنے قیدی حضرت زید ﷺ کو فوراً ہی حرم سے باہر اپنے غلام کے ہاتھ بھیج دیا کہ قتل کر دیے جاویں، اس کا تماشا دیکھنے کے واسطے اور بھی بہت سے لوگ جمع ہوئے، جن میں ابوسفیان بھی تھا، اس نے حضرت زید ﷺ سے شہادت کے وقت پوچھا کہ اے زید! تجھ کو خدا کی قسم! سچ کہنا، کیا تجھ کو یہ پسند ہے کہ محمد (ﷺ) کی گردن تیرے بدلہ میں ماردی جائے اور تجھ کو چھوڑ دیا جائے کہ اپنے اہل وعیال[1] میں خوش وخرّم رہے؟ حضرت زید ﷺ نے فرمایا کہ خدا کی قسم! مجھے یہ بھی گوارا نہیں کہ حضور اقدس ﷺ جہاں ہیں، وہیں ان کے ایک کانٹا بھی چُبھے اور ہم اپنے گھر آرام سے رہیں، یہ جواب سن کر قریش حیران رہ گئے، ابوسفیان نے کہا کہ محمد (ﷺ) کے ساتھیوں کو جتنی ان سے محبت دیکھی، اس کی نظیر[2] کہیں نہیں دیکھی، اس کے بعد حضرت زید ﷺ شہید کر دیے گئے، حضرت خبیب ﷺ ایک عرصہ تک قید میں رہے، حجیر کی باندی جو بعد میں مسلمان ہوگئیں، کہتی ہیں کہ جب خبیب ﷺ ہم لوگوں کی قید میں تھے، تو ہم نے دیکھا کہ خبیب ایک دن انگور کا بہت بڑا خوشہ[3] آدمی کے سر کے برابر ہاتھ میں لیے ہوئے انگور کھا رہے تھے اور مکہ میں اس وقت انگور بالکل نہیں تھا۔ وہی کہتی ہیں کہ جب ان کے قتل کا وقت قریب آیا، تو انھوں نے صفائی کے لیے اُسترہ مانگا، وہ دے دیا گیا، اتفاق سے ایک کمسن[4] بچہ اس وقت خبیب کے پاس چلا گیا، ان لوگوں نے دیکھا کہ اُسترہ ان کے ہاتھ میں ہے اور بچہ ان کے پاس، یہ دیکھ کر گھبرائے، خبیب نے فرمایا: کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں بچہ کو قتل کر دوں گا؟ ایسا نہیں کر سکتا۔ اس کے بعد اُن کو حرم سے باہر لایا گیا اور سُولی پر لٹکانے کے وقت آخری خواہش کے طور پر پوچھا گیا کہ کوئی تمنا ہو تو بتاؤ، انھوں نے فرمایا کہ مجھے اتنی مہلت دی جائے کہ دو رکعت نماز پڑھ لوں کہ دنیا سے جانے کا وقت ہے اور اللہ جلّ شانہٗ کی ملاقات قریب ہے، چنانچہ مہلت دی گئی، انھوں نے دو رکعتیں نہایت اطمینان سے پڑھیں اور پھر فرمایا کہ اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ تم لوگ یہ سمجھو گے کہ میں موت کے ڈر کی وجہ سے دیر کر رہا ہوں تو دو رکعت اور پڑھتا۔ اس کے بعد سولی پر لٹکا دیے گئے، تو انھوں نے دعا کی کہ یا اللہ! کوئی ایسا شخص نہیں ہے، جو تیرے رسول پاک ﷺ تک میرا آخری سلام پہونچا دے؛ چنانچہ حضور ﷺ کو بذریعہ وحی اُسی وقت سلام پہونچایا گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: وعلیکم السلام یا خبیب! اور ساتھیوں کو اطلاع فرمائی کہ خبیب کو قریش نے قتل کر دیا۔ حضرت خبیب ﷺ کو جب سولی پر چڑھایا گیا، تو چالیس کافروں نے نیزے

حل لغات: (۱) گھر والوں۔ (۲) مثال۔ (۳) گچھا۔ (۴) چھوٹا۔

لے کر چاروں طرف سے ان پر حملہ کیا اور بدن کو چھلنی کر دیا، اس وقت کسی نے قسم دے کر یہ بھی پوچھا کہ تم یہ پسند کرتے ہو کہ تمہاری جگہ محمد (ﷺ) کو قتل کر دیں اور تم کو چھوڑ دیں؟ انھوں نے فرمایا: واللہ العظیم! مجھے یہ بھی پسند نہیں کہ میری جان کے فدیہ[1] میں ایک کانٹا بھی حضور ﷺ کے چبھے۔ [فتح اسلام]

فائدہ: ویسے تو ان قصوں کا ہر ہر لفظ عبرت ہے، لیکن اس قصہ میں دو چیزیں خاص طور سے قابلِ قدر قابلِ عبرت ہیں: ان حضرات کی نبی کریم ﷺ کے ساتھ محبت و عشق کہ اپنی جان جائے اور اس کے بدلہ میں اتنا لفظ کہنا بھی گوارا نہیں کہ حضور ﷺ کو کسی قسم کی تکلیف معمولی سی بھی پہونچ جائے، اس لیے کہ حضرت خبیب ؓ سے صرف زبان سے ہی کہلانا چاہتے تھے اور صرف زبان سے کہنا ہی تھا، ورنہ بدلہ میں حضور ﷺ کو تکلیف پہونچانے پر تو اُن کفار کو بھی قدرت نہ تھی؛ بلکہ وہ لوگ خود ہی ہر وقت تکلیف پہونچانے کی کوشش میں رہتے تھے، جس میں بدلا بے بدلا سب برابر تھا، دوسری چیز نماز کی عظمت اور اس کا شغف[2] کہ ایسے آخری وقت میں عام طور سے بیوی بچوں کو آدمی یاد کرتا ہے، صورت دیکھنا چاہتا ہے، پیام وسلام کہتا ہے؛ مگر ان حضرات کو پیام وسلام دینا ہے تو حضور ﷺ کو اور آخری تمنا ہے تو دو رکعت نماز کی۔

⑩ حضور ﷺ کی جنت میں مَعِیَّت[3] کے لیے نماز کی مدد

حضرت ربیعہ ؓ کہتے ہیں کہ میں نبیٔ اکرم ﷺ کی خدمت میں رات گذارتا تھا اور تہجد کے وقت وضو کا پانی اور دوسری ضروریات مثلاً مسواک مصلّی وغیرہ رکھتا تھا۔ ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ نے میری خدمات سے خوش ہو کر فرمایا: مانگ کیا مانگتا ہے۔ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! جنت میں آپ کی رفاقت[4]، آپ ﷺ نے فرمایا: اور کچھ کہ بس یہی چیز مطلوب ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اچھا میری مدد کیجیو سجدوں کی کثرت[5] سے۔ [ابوداؤد]

فائدہ: اس میں تنبیہ ہے اس امر[6] پر کہ صرف دعا پر بھروسہ کر کے نہ بیٹھنا چاہیے؛ بلکہ کچھ طلب اور عمل کی بھی ضرورت ہے، اور اعمال میں سب سے اہم نماز ہے کہ جتنی اس کی کثرت ہوگی اتنے ہی سجدے زیادہ ہوں گے۔ جو لوگ اس سہارے پر بیٹھے رہتے ہیں کہ فلاں پیر، فلاں بزرگ سے دعا کرائیں گے، سخت غلطی ہے۔ اللہ جلّ شانہٗ نے اس دنیا کو اسباب کے ساتھ چلایا ہے، اگرچہ بے اسباب ہر چیز پر قدرت ہے اور قدرت کے اظہار کے واسطے کبھی ایسا کر بھی دیتے ہیں، لیکن عام عادت یہی ہے کہ دنیا کے کاروبار اسباب سے لگا رکھے ہیں، حیرت ہے کہ ہم لوگ دنیا کے کاموں میں تو تقدیر پر اور صرف دعا پر بھروسہ کر کے کبھی نہیں بیٹھتے، پچاس طرح کی کوشش کرتے ہیں، مگر دین کے کاموں میں تقدیر اور دعا بیچ میں آجاتی ہے، اس میں شک نہیں کہ اللہ والوں کی دعا نہایت اہم ہے؛ مگر حضور ﷺ نے بھی یہ ارشاد فرمایا کہ سجدوں کی کثرت سے میری دعا کی مدد کرنا۔

حل لغات: ① بدلے۔ ② بہت زیادہ دلچسپی۔ ③ ساتھ۔ ④ ساتھ۔ ⑤ زیادتی۔ ⑥ بات۔

چھٹا باب: ایثار و ہمدردی اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنا

ایثار کہتے ہیں: اپنی ضرورت کے وقت دوسرے کو ترجیح دینا، اول تو صحابہ کرام ﷺ کی ہر ادا، ہر عادت ایسی ہی ہے، جس کی برابری تو درکنار[1]، اس کا کچھ بھی حصہ کسی خوش قسمت کو نصیب ہو جائے تو عین سعادت[2] ہے، لیکن بعض عادتیں ان میں سے ایسی ممتاز[3] ہیں کہ انھیں کا حصہ تھیں، ان کے منجملہ ایثار ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے کلام اللہ شریف میں اس کی تعریف فرمائی اور ﴿يُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾ [سورۂ حشر:۹] میں اس صفت کو ذکر فرمایا کہ ''وہ لوگ اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں، گو ان پر فاقہ ہی ہو''۔

① صحابی کا مہمان کی خاطر چراغ بجھا دینا

ایک صحابی حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بھوک اور پریشانی کی حالت کی اطلاع دی، حضور ﷺ نے اپنے گھروں میں آدمی بھیجا، کہیں کچھ نہ ملا، تو حضور ﷺ نے صحابہ ﷺ سے فرمایا کہ کوئی شخص ہے جو ان کی ایک رات کی مہمانی قبول کرے؟ ایک انصاری صحابی نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں مہمانی کروں گا۔ ان کو گھر لے گئے اور بیوی سے فرمایا کہ یہ حضور ﷺ کے مہمان ہیں، جو اکرام کر سکے اس میں کسر[4] نہ کرنا اور کوئی چیز چھپا کر نہ رکھنا۔ بیوی نے کہا: خدا کی قسم! بچوں کے قابل کچھ تھوڑا سا رکھا ہے اور کچھ بھی گھر میں نہیں۔ صحابی نے فرمایا! بچوں کو بہلا کر سلا دیجیو اور جب وہ سو جائیں تو کھانا لے کر مہمان کے ساتھ بیٹھ جاویں گے، اور تو چراغ کے درست کرنے کے بہانے سے اُٹھ کر اس کو بجھا دینا؛ چنانچہ بیوی نے ایسا ہی کیا اور دونوں میاں بیوی اور بچوں نے فاقہ سے رات گذاری، جس پر یہ آیت ﴿وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ﴾ [سورۂ حشر:۹] نازل ہوئی، ترجمہ: اور ترجیح دیتے ہیں اپنی جانوں پر اگرچہ ان پر فاقہ ہی ہو۔

فائدہ: اس قسم کے متعدد واقعات ہیں، جو صحابہ ﷺ کے یہاں پیش آئے، چنانچہ ایک دوسرا واقعہ اسی قسم کا لکھا ہے۔

② روزہ دار کے لیے چراغ بجھا دینا

ایک صحابی روزہ پر روزہ رکھتے تھے، افطار کے لیے کوئی چیز کھانے کی میسر نہ آتی تھی۔ ایک انصاری صحابی حضرت ثابت ﷺ نے تاڑ[5] لیا۔ بیوی سے کہا کہ میں رات کو ایک مہمان کو لاؤں گا، جب کھانا شروع کریں تو تم چراغ کو درست کرنے کے حیلہ[6] سے بجھا دینا اور اتنے مہمان کا پیٹ نہ بھر جائے خود نہ کھانا؛ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا، ساتھ میں سب شریک رہے جیسے کھا رہے ہوں، صبح کو حضرت ثابت ﷺ جب حضور ﷺ کی

حل لغات: ① الگ رہا۔ ② حقیقی خوش قسمتی۔ ③ انوکھی۔ ④ کمی۔ ⑤ سمجھ لیا۔ ⑥ بہانہ۔

مجلس میں حاضر ہوئے، تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ رات کا تمہارا اپنے مہمان کے ساتھ کا برتاؤ حق تعالیٰ شانہٗ کو بہت ہی پسند آیا۔ [ابوداؤد]

③ ایک صحابی کا زکوٰۃ میں اونٹ دینا

حضرت اُبَی ابن کعب ؓ فرماتے ہیں کہ مجھے ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ نے زکوٰۃ کا مال وصول کرنے کے لیے بھیجا، میں ایک صاحب کے پاس گیا اور ان سے ان کے مال کی تفصیل معلوم کی، تو ان پر ایک اونٹ کا بچہ ایک سالہ واجب تھا، میں نے ان سے اس کا مطالبہ کیا۔ وہ فرمانے لگے کہ ایک سال کا بچہ نہ دودھ کے کام کا، نہ سواری کے کام کا، انھوں نے ایک نفیس عمدہ جوان اونٹنی سامنے کی کہ یہ لے جاؤ۔ میں نے کہا کہ میں تو اس کو نہیں لے سکتا کہ مجھے عمدہ مال لینے کا حکم نہیں، البتہ اگر تم یہی دینا چاہتے ہو تو حضور اقدس ﷺ سفر میں ہیں اور آج کا پڑاؤ[1] فلاں جگہ تمہارے قریب ہی ہے، حضور ﷺ کی خدمت میں جا کر پیش کردو، اگر منظور فرمالیا تو مجھے انکار نہیں، ورنہ میں معذور[2] ہوں، وہ اس اونٹنی کو لے کر میرے ساتھ ہو لیے، اور حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرے پاس آپ کے قاصد[3] زکوٰۃ کا مال لینے آئے تھے اور خدا کی قسم مجھے آج تک یہ سعادت نصیب نہیں ہوئی کہ رسول اللہ یا ان کے قاصد نے میرے مال میں کبھی تصرّف[4] فرمایا ہو، اس لیے میں نے اپنا سارا مال سامنے کر دیا، انھوں نے فرمایا کہ اس میں ایک سالہ اونٹ کا بچہ زکوٰۃ کا واجب ہے۔ حضور! ایک سال کے بچہ سے نہ تو دودھ کا ہی نفع[5] ہے نہ سواری کا، اس لیے میں نے ایک عمدہ جوان اونٹنی پیش کی تھی، جس کو انھوں نے قبول نہیں فرمایا، اس لیے میں خود لے کر حاضر ہوا ہوں، حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم پر واجب تو وہی ہے، جو انھوں نے بتلائی، مگر تم اپنی طرف سے اس سے زیادہ اور عمدہ مال دو تو قبول ہے، اللہ تمہیں اس کا اجر مرحمت[6] فرمائیں، انھوں نے عرض کیا کہ یہ حاضر ہے، حضور ﷺ نے قبول فرمالیا اور برکت کی دعا فرمائی۔

فائدہ: یہ زکوٰۃ کے مال کا منظر ہے، آج بھی اسلام کے بہت سے دعوے دار ہیں اور حضور ﷺ کی محبت کا دم بھی بھرتے ہیں، لیکن زکوٰۃ کے ادا کرنے میں زیادتی کا تو کیا ذکر ہے، پوری مقدار بھی ادا کرنا موت ہے۔ جو اونچے طبقے والے زیادہ مال والے کہلاتے ہیں، ان کے یہاں تو اکثر و بیشتر اس کا ذکر ہی نہیں، لیکن جو متوسّط[7] حیثیت کے لوگ ہیں اور اپنے کو دین دار بھی سمجھتے ہیں، وہ بھی اس کی کوشش کرتے ہیں کہ جو خرچ اپنے عزیز رشتہ داروں میں، یا کسی دوسری جگہ مجبوری سے پیش آجائے، اس میں زکوٰۃ ہی کی نیت کرلیں۔

حل لغات: ① ٹھہرنا۔ ② مجبور۔ ③ پیغام لانے والا۔ ④ دخل دیا ہو۔ ⑤ فائدہ۔ ⑥ عنایت۔ ⑦ درمیانی۔

④ حضرات شیخین کا صدقہ میں مقابلہ

حضرت عمر ﷺ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ نے صدقہ کرنے کا حکم فرمایا، اتفاقاً اس زمانہ میں میرے پاس کچھ مال موجود تھا، میں نے کہا: آج میرے پاس اتفاق سے مال موجود ہے، اگر میں ابوبکر سے کبھی بھی بڑھ سکتا ہوں، تو آج بڑھ جاؤں گا، یہ سوچ کر خوشی خوشی میں گھر گیا اور جو کچھ بھی گھر میں رکھا تھا، اس میں سے آدھا لے آیا، حضور ﷺ نے فرمایا کہ گھر والوں کے لیے کیا چھوڑا؟ میں نے عرض کیا کہ چھوڑ آیا، حضور ﷺ نے فرمایا: آخر کیا چھوڑا؟ میں نے عرض کیا: آدھا چھوڑ آیا۔ اور حضرت ابوبکر صدیق ﷺ جو کچھ رکھا تھا سب لے آئے، حضور ﷺ نے فرمایا: ابوبکر! گھر والوں کے لیے کیا چھوڑا؟ انھوں نے فرمایا: ان کے لیے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو چھوڑ آیا۔ یعنی اللہ اور اس کے رسول پاک ﷺ کے نام کی برکت اور ان کی رضا[1] اور خوشنودی کو چھوڑ آیا، حضرت عمر ﷺ کہتے ہیں، میں نے کہا حضرت ابوبکر سے کبھی نہیں بڑھ سکتا۔

فائدہ: خوبیوں اور نیکیوں میں اس کی کوشش کرنا کہ دوسرے سے بڑھ جاؤں یہ مُستَحسَن[2] اور مندوب[3] ہے، قرآن پاک میں بھی اس کی ترغیب آئی ہے، یہ قصہ غزوۂ تبوک کا ہے، اس وقت میں حضور اکرم ﷺ نے چندہ کی خاص طور سے ترغیب فرمائی تھی، اور صحابۂ کرام ﷺ نے اپنے اپنے حوصلہ کے موافق، بلکہ ہمت و وسعت سے زیادہ اعانتیں[4] فرمائیں، جن کا ذکر باب: ۲ دو کے قصہ: ۹ نو میں بھی مختصر طور پر گذرا ہے۔ جزاهم الله عنا وعن سائر المسلمين أحسن الجزاء.

⑤ صحابہ ﷺ کا دوسروں کی وجہ سے پیاسے مرنا

حضرت ابوجَہم بن حُذَیفہ ﷺ کہتے ہیں کہ یرمُوک کی لڑائی میں مَیں اپنے چچازاد بھائی کی تلاش میں نکلا کہ وہ لڑائی میں شریک تھے اور ایک مَشکیزہ پانی کا میں نے اپنے ساتھ لیا کہ ممکن ہے وہ پیاسے ہوں، تو پانی پلاؤں، اتفاق سے وہ ایک جگہ اس حالت میں پڑے ہوئے ملے کہ دم توڑ رہے تھے اور جاں[5] کنی شروع تھی، میں نے پوچھا: پانی کا گھونٹ دوں؟ انھوں نے اشارے سے ہاں کی، اتنے میں دوسرے صاحب نے، جو قریب ہی پڑے تھے اور وہ بھی مرنے کے قریب تھے، آہ کی۔ میرے چچازاد بھائی نے آواز سنی، تو مجھے ان کے پاس جانے کا اشارہ کیا۔ میں ان کے پاس پانی لے کر گیا، وہ ہشام بن ابی العاص ﷺ تھے، ان کے پاس پہونچا ہی تھا کہ اُن کے قریب ایک تیسرے صاحب اسی حال میں پڑے دم توڑ رہے تھے، انھوں نے آہ کی، ہشام ﷺ نے مجھے ان کے پاس جانے کا اشارہ کردیا، میں اُن کے پاس پانی لے کر پہونچا، تو اُن کا دَم نکل چکا تھا، ہشام ﷺ کے پاس واپس آیا، تو وہ بھی جاں[6] بحق ہو چکے تھے، ان کے پاس سے اپنے بھائی کے پاس لوٹا، تو اتنے میں وہ بھی ختم ہو چکے تھے۔ إنا لله و إنا إليه راجعون [درایہ]

حل لغات: ① خوشی۔ ② بہتر۔ ③ مستحب۔ ④ امداد۔ ⑤ جان نکلنے کی گھڑی۔ ⑥ انتقال۔

فائدہ: اس نوع[1] کے متعدِّد واقعات کُتبِ حدیث میں ذکر کیے گئے، کیا انتہا ہے اس ایثار کی کہ اپنا بھائی آخری دم توڑ رہا ہو اور پیاسا ہو، ایسی حالت میں کسی دوسرے کی طرف توجہ کرنا بھی مشکل ہو جاتا ہے، چہ جائیکہ اُس کو پیاسا چھوڑ کر دوسرے کو پانی پلانے چلا جائے اور ان مرنے والوں کی روحوں کو اللہ جلّ شانہٗ اپنے لطف و فضل سے نوازیں کہ مرنے کے وقت بھی جب ہوش و حواس سب ہی جواب دے دیتے ہیں، یہ لوگ ہمدردی میں جان دیتے ہیں۔

⑥ حضرت حمزہ ؓ کا کفن

حضور اقدس ﷺ کے چچا حضرت حمزہ ؓ غزوۂ اُحد میں شہید ہو گئے اور بے دردی[2] کافروں نے آپ ؓ کے کان ناک وغیرہ اعضا کاٹ دیے اور سینہ چیر کر دل نکالا اور طرح طرح کے ظلم کیے، لڑائی کے ختم پر حضور اکرم ﷺ اور دوسرے صحابہ ؓ شہیدوں کی نعشیں[3] تلاش فرما کر ان کی تجہیز و تکفین کا انتظام فرما رہے تھے، کہ حضرت حمزہ ؓ کو اس حالت میں دیکھا، نہایت صدمہ[4] ہوا اور ایک چادر سے ان کو ڈھانک دیا، اتنے میں حضرت حمزہ ؓ کی حقیقی بہن حضرت صفیہ ؓ تشریف لائیں کہ اپنے بھائی کی حالت کو دیکھیں، حضور ﷺ نے اِس خیال سے کہ آخر عورت ہے، ایسے ظلموں کو دیکھنے کا تحمل[5] مشکل ہوگا، ان کے صاحبزادہ حضرت زبیر ؓ سے ارشاد فرمایا کہ اپنی والدہ کو دیکھنے سے منع کرو، انھوں نے والدہ سے عرض کیا کہ حضور ﷺ نے دیکھنے کو منع فرما دیا، انھوں نے کہا کہ میں نے یہ سنا ہے کہ میرے بھائی کے ناک کان وغیرہ کاٹ دیے گئے، اللہ کے راستے میں یہ کون سی بڑی بات ہے؟ ہم اس پر راضی ہیں، میں اللہ سے ثواب کی امید رکھتی ہوں اور انشاء اللہ صبر کروں گی۔ حضرت زبیر ؓ نے حضور ﷺ سے جا کر اس کلام کا ذکر کیا، تو حضور ﷺ نے اس جواب کو سن کر دیکھنے کی اجازت عطا فرما دی، آ کر دیکھا، انا للہ پڑھی اور ان کے لیے استغفار اور دعا کی۔ ایک روایت میں ہے کہ غزوۂ احد میں جہاں نعشیں رکھی ہوئی تھیں ایک عورت تیزی سے آ رہی تھی، حضور ﷺ نے فرمایا: دیکھو! عورت کو روکو، حضرت زبیر ؓ کہتے ہیں: میں نے پہچان لیا کہ میری والدہ ہیں، میں جلدی سے روکنے کے لیے بڑھا، مگر وہ قوی تھیں، ایک گھونسا میرے مارا اور کہا پرے ہٹ، میں نے کہا کہ حضور ﷺ نے منع فرمایا ہے، تو فوراً کھڑی ہو گئیں، اس کے بعد دو کپڑے نکالے اور فرمایا کہ میں اپنے بھائی کے کفن کے لیے لائی تھی کہ میں ان کے انتقال کی خبر سن چکی تھی، ان کپڑوں میں ان کو کفنا دینا، ہم لوگ وہ کپڑے لے کر حضرت حمزہ ؓ کو کفنانے لگے کہ برابر میں ایک انصاری شہید پڑے ہوئے تھے، جن کا نام حضرت سہیل ؓ تھا، ان کا بھی کفار نے ایسا ہی حال کر رکھا تھا، جیسا کہ حضرت حمزہ ؓ کا تھا، ہمیں اس بات سے شرم آئی کہ حضرت حمزہ ؓ کو دو کپڑوں میں کفن دیا جائے اور انصاری کے پاس ایک بھی نہ ہو، اس لیے ہم نے دونوں کے لیے ایک ایک

حل لغات: ① قسم۔ ② بے رحم۔ ③ لاشیں۔ ④ تکلیف۔ ⑤ برداشت۔

کپڑا تجویز[1] کر دیا، مگر ایک کپڑا ان میں بڑا تھا، دوسرا چھوٹا، تو ہم نے قرعہ[2] ڈالا کہ قرعہ میں جو کپڑا جن کے حصہ میں آجائے گا، وہ ان کے کفن میں لگایا جائے، قرعہ میں بڑا کپڑا حضرت سہیل ﷺ کے حصہ میں آیا اور چھوٹا حضرت حمزہ ﷺ کے حصہ میں آیا، جو اُن کے قد سے بھی کم تھا کہ اگر سر کو ڈھانکا جاتا، تو پاؤں کھل جاتے اور پاؤں کی طرف کیا جاتا، تو سر کھل جاتا، حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سر کو کپڑے سے ڈھانک دو اور پاؤں پر پتے وغیرہ ڈال دو۔ [خمیس]

ابن سعدؒ کی روایت میں ہے کہ حضرت صفیہ ﷺ جب دو کپڑے لے کر حضرت حمزہ ﷺ کی نعش پر پہونچیں، تو ان کے قریب ہی ایک انصاری اسی حال میں پڑے ہوئے تھے، تو ایک ایک کپڑے میں دونوں کو کفن دیا گیا، حضرت حمزہ ﷺ کا کپڑا بڑا تھا۔ یہ روایت مختصر ہے اور خمیس کی روایت مفصل ہے۔

فائدہ: یہ دو جہاں کے بادشاہ کے چچا کا کفن ہے، وہ بھی اس طرح کہ ایک عورت اپنے بھائی کے لیے دو کپڑے دیتی ہے، اس میں یہ گوارا نہیں کہ دوسرا انصاری بے کفن رہے، ایک ایک کپڑا بانٹ دیا جاتا ہے، اور پھر چھوٹا کپڑا اُس شخص کے حصہ میں آتا ہے، جو کئی وجہ سے ترجیح[3] کا استحقاق[4] بھی رکھتا ہے، غریب پروری[5] اور مساوات[6] کے دعوے دار اگر اپنے دعووں میں سچے ہیں، تو ان پاک ہستیوں کا اتباع[7] کریں، جو کہہ کر نہیں، بلکہ کر کے دکھلا گئے، ہم لوگوں کو اپنے لیے اُن کا پیرو[8] کہنا بھی شرم کی بات ہے۔

⑦ بکرے کی سری[9] کا چکر کاٹ کر واپس آنا

حضرت ابن عمر ﷺ فرماتے ہیں کہ ایک صحابی کو کسی شخص نے بکرے کی سری ہدیہ کے طور پر دی، انھوں نے خیال فرمایا کہ میرے فلاں ساتھی زیادہ ضرورت مند ہیں، کنبہ والے ہیں، وہ اور ان کے گھر والے زیادہ محتاج ہیں، اس لیے ان کے پاس بھیج دی، ان کو ایک تیسرے صاحب کے متعلق یہی خیال پیدا ہوا اور ان کے پاس بھیج دی، غرض اسی طرح سات گھروں میں پھر کر وہ سری سب سے پہلے صحابی کے گھر لوٹ آئی۔ [درمنثور]

فائدہ: اِس قصہ سے اُن حضرات کا عام طور سے محتاج اور ضرورت مند ہونا بھی معلوم ہوتا ہے اور یہ بھی کہ ہر شخص کو دوسرے کی ضرورت اپنے سے مُقدّم[10] معلوم ہوتی تھی۔

⑧ حضرت عمر ﷺ کا اپنی بیوی کو زچگی[11] میں لے جانا

امیر المومنین حضرت عمر ﷺ اپنے خلافت کے زمانہ میں بسا اوقات[12] رات کو چوکیدارہ کے طور پر شہر کی حفاظت بھی فرمایا کرتے تھے، ایک مرتبہ اسی حالت میں ایک میدان میں گذر

حل لغات: ① طے کرنا۔ ② چٹھی ڈالی۔ ③ فضیلت۔ ④ حق۔ ⑤ سخاوت۔ ⑥ برابری۔ ⑦ پیروی کرنا۔ ⑧ اتباع کرنے والا۔ ⑨ ذبح کیے ہوئے جانور کا سر۔ ⑩ پہلے۔ ⑪ بچے کی پیدائش کا وقت۔ ⑫ اکثر مرتبہ۔

ہوا، دیکھا کہ ایک خیمہ بالوں کا بنا ہوا لگا ہوا ہے، جو پہلے وہاں نہیں دیکھا تھا، اس کے قریب پہونچے، تو دیکھا کہ ایک صاحب وہاں بیٹھے ہیں اور خیمہ سے کچھ کراہنے کی آواز آرہی ہے، سلام کر کے ان صاحب کے پاس بیٹھ گئے اور دریافت[1] کیا کہ تم کون ہو؟ انھوں نے کہا ایک مسافر ہوں، جنگل کا رہنے والا ہوں، امیر المومنین کے سامنے کچھ اپنی ضرورت پیش کر کے مدد چاہنے کے واسطے آیا ہوں، دریافت فرمایا کہ یہ خیمہ میں سے آواز کیسی آرہی ہے؟ ان صاحب نے کہا: میاں جاؤ اپنا کام کرو، آپ نے اصرار فرمایا کہ نہیں بتا دو، کچھ تکلیف کی آواز ہے، ان صاحب نے کہا کہ عورت کی وِلادت[2] کا وقت قریب ہے، دردِ زہ[3] ہو رہا ہے، آپ ؓ نے دریافت فرمایا کہ کوئی دوسری عورت بھی پاس ہے؟ اُنہوں نے کہا کوئی نہیں، آپ ؓ وہاں سے اُٹھے اور مکان تشریف لے گئے اور اپنی بیوی حضرت اُم کلثوم ؓ سے فرمایا، کہ ایک بڑے ثواب کی چیز مقدّر[4] سے تمہارے لیے آئی ہے، انھوں نے پوچھا کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ایک گاؤں کی رہنے والی بے چاری تنہا ہے، اس کو دردِ زہ ہو رہا ہے، انھوں نے ارشاد فرمایا کہ ہاں ہاں تمہاری صلاح[5] ہو، تو میں تیار ہوں اور کیوں نہ تیار ہوتیں کہ یہ بھی آخر حضرت سیدہ فاطمہ ؓ کی ہی صاحبزادی تھیں، حضرت عمر ؓ نے فرمایا کہ ولادت کے واسطے جن چیزوں کی ضرورت پڑتی ہو، تیل، گودڑ[6] وغیرہ لے لو اور ایک ہانڈی اور کچھ گھی اور دانے وغیرہ بھی ساتھ لے لو، وہ لے کر چلیں۔ حضرت عمر ؓ خود پیچھے پیچھے ہو لیے، وہاں پہونچ کر حضرت اُم کلثوم ؓ تو خیمہ میں چلی گئیں اور آپ نے آگ جلا کر اس ہانڈی میں دانے اُبالے، گھی ڈالا، اتنے میں ولادت سے فراغت ہوگئی، اندر سے حضرت اُم کلثوم ؓ نے آواز دے کر عرض کیا: امیر المومنین! اپنے دوست کو لڑکا پیدا ہونے کی بشارت دیجیے، امیر المومنین کا لفظ جب ان صاحب کے کان میں پڑا تو بڑے گھبرائے، آپ نے فرمایا: گھبرانے کی بات نہیں، وہ ہانڈی خیمہ کے پاس رکھ دی کہ اس عورت کو بھی کچھ کھلا دیں، حضرت اُم کلثوم ؓ نے اس کو کھلایا اس کے بعد ہانڈی باہر دے دی، حضرت عمر ؓ نے اس بدو[7] سے کہا کہ لو تم بھی کھاؤ، رات بھر تمہاری جاگنے میں گذر گئی، اس کے بعد اہلیہ کو ساتھ لے کر گھر تشریف لے آئے اور ان صاحب سے فرمادیا کہ کل آنا تمہارے لیے انتظام کر دیا جائے گا۔ [اشہر]

فائدہ: ہمارے زمانے کا کوئی بادشاہ یا رئیس نہیں، کوئی معمولی حیثیت کا مالدار بھی ایسا ہے جو غریب کی ضرورت میں مسافر کی مدد کے واسطے اس طرح بیوی کو رات کو جنگل میں لے جائے اور خود اپنے آپ چولھا دھونک[8] کر پکائے؟ مالدار کو چھوڑیے کوئی دین دار بھی ایسا کرتا ہے؟ سوچنا چاہیے کہ جن کے نام لیوا ہیں اور ان جیسی برکات کی ہر بات میں امید رکھتے ہیں، کوئی کام بھی ہم ان جیسا کر لیتے ہیں؟۔

حل لغات: ① پوچھا۔ ② بچے کی پیدائش۔ ③ بچہ جننے کا درد۔ ④ قسمت۔ ⑤ مشورہ۔ ⑥ پُرانے کپڑے۔ ⑦ عرب کے دیہاتی۔ ⑧ پھونک کر آگ جلانا۔

⑨ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا باغ وقف کرنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں سب سے زیادہ اور سب سے بڑے باغ والے تھے، ان کا ایک باغ تھا جس کا نام بیرحاء تھا، وہ ان کو بہت ہی زیادہ محبوب تھا، مسجدِ نبوی کے قریب تھا، پانی بھی اس میں نہایت شیریں اور افراط سے تھا، حضور ﷺ بھی اکثر اس باغ میں تشریف لے جاتے اور اس کا پانی نوش فرماتے، جب قرآن شریف کی آیت ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ [سورۂ آل عمران:۹۲] ترجمہ: "تم نیکی کے (کامل) درجہ کو نہیں پہونچ سکتے جب تک ایسی چیزوں سے خرچ نہ کروگے جو تم کو پسند ہیں"۔ نازل ہوئی، تو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ مجھے اپنا باغ بیرحاء سب سے زیادہ محبوب ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ محبوب مال اللہ کے راستہ میں خرچ کرو، اس لیے وہ اللہ کے راستہ میں دیتا ہوں، آپ جیسا مناسب سمجھیں، اس کے موافق اس کو خرچ فرمادیں، حضور ﷺ نے بہت زیادہ مسرت کا اظہار فرمایا اور فرمایا کہ بہت ہی عمدہ مال ہے، میں یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ اس کو اپنے اہلِ قرابت میں تقسیم کردو، ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اس کو اپنے رشتہ داروں میں تقسیم فرمادیا۔ [درمنثور]

فائدہ: ہم بھی اپنا کوئی محبوب ترین مال جائداد کوئی ایک آدھ وعظ سُن کر قرآن پاک کی کوئی آیت پڑھ کر یا سُن کر اس طرح بے دھڑک خیرات کردیتے ہیں، اگر وقف وغیرہ کرنے کا خیال بھی آتا ہے، تو زندگی سے مایوس ہوجانے کے بعد یا وارثوں سے خفا ہوکر اُن کو محروم کرنے کی نیت سے اور برس کے برس اس سوچ میں لگادیتے ہیں کہ کوئی صورت ایسی پیدا ہوجائے کہ میری زندگی میں تو میرے ہی کام آئے، بعد میں جو ہو وہ ہوتا رہے، ہاں نام ونمود کی کوئی چیز ہو، بیاہ شادی کی تقریب ہو تو سودی قرض سے بھی انکار نہیں۔

⑩ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا اپنے خادم کو تنبیہ فرمانا

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں، جن کے اسلام لانے کا قصہ باب:۱ کے پانچویں قصہ میں گذر چکا، یہ بڑے زاہد لوگوں میں تھے، مال نہ اپنے پاس جمع رکھتے تھے، نہ یہ چاہتے تھے کہ کوئی دوسرا جمع رکھے، مالدار لوگوں سے ہمیشہ لڑائی رہتی تھی، اس لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حکم سے رَبذہ میں رہنے لگے تھے، جو جنگل میں ایک معمولی سی آبادی تھی، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس چند اونٹ تھے اور ایک ناتواں ضعیف سا چرواہا تھا، جو اِن کی خبر گیری کرتا تھا، اُسی پر گذر تھا، ایک شخص قبیلۂ بنو سلیم کے خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ تمنا ظاہر کی کہ میں آپ کی خدمت میں رہنا چاہتا ہوں، تاکہ آپ کے فیوض سے اِستفادہ کروں، میں آپ کے چرواہے کی مدد کرتا رہوں گا اور آپ کی برکات سے فائدہ بھی حاصل

حل لغات: ① خدا کے نام پر چھوڑنا۔ ② میٹھا۔ ③ زیادتی۔ ④ پینا۔ ⑤ خوشی۔ ⑥ رشتے داروں۔ ⑦ ناراض۔ ⑧ شہرت، دکھاوا۔ ⑨ موقع۔ ⑩ پرہیزگار۔ ⑪ دُبلا پتلا، کمزور۔ ⑫ دیکھ بھال۔ ⑬ فائدہ حاصل کرنا۔

کروں گا، حضرت ابوذر ؓ نے ارشاد فرمایا کہ میرا دوست وہ ہے جو میری اطاعت کرے، اگر تم بھی میری اطاعت کے لیے تیار ہو، شوق سے رہو، کہنا نہ مانو تو تمہاری ضرورت نہیں۔ سلیمی صاحب نے عرض کیا کس چیز میں آپ اپنی اطاعت چاہتے ہیں؟ فرمایا کہ جب میں اپنے مال میں سے کسی چیز کے خرچ کا حکم کروں، تو عمدہ سے عمدہ مال خرچ کیا جائے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے قبول کیا اور رہنے لگا، اتفاق[1] سے ایک دن اُن سے کسی نے ذکر کیا کہ پانی پر کچھ لوگ رہتے ہیں، جو ضرورت مند ہیں، کھانے کے محتاج ہیں، مجھ سے فرمایا: ایک اونٹ لے آؤ، میں گیا، میں نے دیکھا کہ ایک بہت ہی عمدہ اونٹ ہے، جو نہایت قیمتی نہایت کارآمد[2] اور سواری میں مُطیع[3]، میں نے حسبِ وعدہ[4] اس کو لے جانے کا ارادہ کیا، مگر مجھے خیال ہوا کہ غرباء[5] کو کھلانا ہی تو ہے اور یہ اونٹ بہت زیادہ کارآمد ہے، حضرت کی اور متعلقین کی ضرورت کا ہے، اس کو چھوڑ کر اس سے ذرا کم درجہ کی عمدہ اونٹنی کہ اس اونٹ کے علاوہ اور باقی سب سے بہتر تھی لے کر حاضرِ خدمت ہوا، فرمایا کہ تم نے خیانت کی، میں سمجھ گیا اور واپس آکر وہی اونٹ لے گیا، پاس بیٹھنے والوں سے ارشاد فرمایا کہ دو آدمی ایسے ہیں، جو اللہ کے واسطے ایک کام کریں؟ دو آدمی اٹھے، انھوں نے اپنے کو پیش کیا، فرمایا کہ اس کو ذبح کرو اور ذبح کے بعد گوشت کاٹ کر جتنے گھر پانی پر آباد ہیں ان کو شمار کر کے ابوذر کا یعنی اپنا گھر بھی ایک عدد ان میں شمار کر لو اور سب کو برابر تقسیم کر دو، میرے گھر بھی اتنا ہی جائے جتنا اُن میں سے ہر گھر میں جائے، انھوں نے تعمیلِ[6] ارشاد کی اور تقسیم کر دیا، اس کے بعد مجھے بلایا اور فرمایا کہ تو نے میری وصیت عمدہ مال خرچ کرنے کی جان بوجھ کر چھوڑی یا بھول گیا تھا؟ اگر بھول گیا تھا تو معذور ہے، میں نے عرض کیا کہ بھولا تو نہیں تھا، میں نے اوّل اسی اونٹ کو لیا تھا، مگر مجھے خیال ہوا کہ یہ بہت کارآمد ہے، آپ کو اکثر اس کی ضرورت رہتی ہے، محض[7] اس وجہ سے چھوڑ دیا تھا۔ فرمایا کہ محض میری ضرورت سے چھوڑا تھا؟ عرض کیا کہ محض آپ کی ضرورت سے چھوڑا تھا۔ فرمایا: اپنی ضرورت کا دن بتاؤں؟ میری ضرورت کا دن وہ ہے جس دن میں قبر کے گڈھے میں اکیلا ڈال دیا جاؤں گا، وہ دن میری ضرورت اور احتیاج کا ہے، مال کے اندر تین حصہ دار ہیں: ایک تقدیر جو مال کے لے جانے میں کسی چیز کا انتظار نہیں کرتی، اچھا بُرا ہر قسم کا لے جاتی ہے، دوسرا وارث جو اس کے انتظار میں ہے، تو مَرے تو وہ لے لے، اور تیسرا حصہ دار تو خود ہے، اگر ہو سکتا ہو اور تیری طاقت میں ہو، تو تینوں حصہ داروں میں سب سے زیادہ عاجز[8] نہ بن، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ [سورۂ آل عمران: ۹۲] اس لیے جو مال مجھے سب سے زیادہ پسند ہے، اس کو میں اپنے لیے آگے چلتا کروں تا کہ وہ میرے لیے جمع رہے۔ [درمنثور]

حل لغات: ① اچانک۔ ② فائدہ مند۔ ③ فرمانبردار۔ ④ وعدہ کے مطابق۔ ⑤ غریب لوگ۔ ⑥ حکم پورا کیا۔ ⑦ صرف۔ ⑧ مجبور۔

فائدہ: تین حصہ داروں میں سب سے زیادہ عاجز نہ بن کا مطلب یہ ہے کہ جو ہو سکے اپنے لیے آخرت کا ذخیرہ[1] جمع کر لے، ایسا نہ ہو کہ مقدر غالب آجائے، اور وہ مال تجھ سے ضائع ہو جائے، یا تُو مر جائے اور وہ دوسروں کے قبضہ میں آجائے کہ بعد میں کوئی کسی کو نہیں پوچھتا۔ آل اولاد بیوی بچے سب تھوڑے بہت دنوں رو کر چپ ہو جائیں گے۔ ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ مرنے والے کے لیے بھی کچھ صدقہ خیرات کر دیں اور اُس کو یاد رکھیں۔ ایک حدیث میں حضور ﷺ کا ارشاد وارد ہے: آدمی کہتا ہے کہ میرا مال میرا مال، حالانکہ اُس کا مال صرف وہ ہے جو کھا لیا اور ختم کر دیا، یا پہن لیا اور پُرانا کر دیا، یا اللہ کے راستے میں خرچ کر دیا اور اپنے لیے خزانہ میں جمع کر دیا، اس کے سوا جو کچھ ہے وہ دوسروں کا مال ہے، لوگوں کے لیے جمع کر رہا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے حضور ﷺ نے دریافت فرمایا: تم میں سے ایسا کون شخص ہے، جس کو اپنے وارث کا مال اپنے سے اچھا لگے؟ صحابہ ﷺ نے عرض کیا: یارسول اللہ! (ﷺ) ایسا کون ہوگا، جس کو دوسرے کا مال اپنے سے زیادہ محبوب ہو، حضور ﷺ نے فرمایا کہ اپنا مال صرف وہی ہے جو آگے بھیج دیا جائے، اور جو چھوڑ دیا وہ وارث کا مال ہے۔ [مشکوٰۃ]

(۱۱) حضرت جعفر ﷺ اور ان کے صاحبزادے عبداللہ کی فیاضی[2]

حضرت جعفر طیّار ﷺ حضور اقدس ﷺ کے چچازاد بھائی اور حضرت علی ﷺ کے حقیقی بھائی ہیں، اول تو یہ سارا ہی گھرانہ اور خاندان، بلکہ آل اولاد سخاوت، کرم، شجاعت بہادری میں ممتاز[3] رہے اور ہیں، لیکن حضرت جعفر ﷺ مساکین[4] کے ساتھ خاص تعلق رکھتے تھے اور زیادہ اُٹھنا بیٹھنا غربا[5] ہی کے ساتھ ہوتا تھا، کفار کی تکالیف سے تنگ ہو کر اول حبشہ کی ہجرت کی، اور کفار نے وہاں بھی پیچھا کیا تو نجاشی کے یہاں اپنی صفائی پیش کرنا پڑی، جس کا قصہ پہلے باب کے نمبر دس[10] میں گذرا۔ وہاں سے واپسی پر مدینہ طیبہ کی ہجرت کی اور غزوۂ مُوتہ میں شہید ہوئے، جس کا قصہ اگلے باب کے ختم پر آرہا ہے، ان کے انتقال کی خبر پر حضور ﷺ اُن کے گھر تعزیت[6] کے طور پر تشریف لے گئے اور اُن کے صاحبزادوں عبداللہ اور عون اور محمد کو بلایا، وہ سب کم عمر تھے، ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور برکت کی دعا فرمائی، ساری ہی اولاد میں باپ کا رنگ تھا، مگر عبداللہ میں سخاوت کا مضمون بہت زیادہ تھا۔ اِسی وجہ سے ان کا لقب قطبُ السخا، سخاوت کا قطب تھا، سات برس کی عمر میں حضور اقدس ﷺ سے بیعت ہوئے، انہی عبداللہ بن جعفر ﷺ سے کسی شخص نے حضرت علی کرّم اللہ وجہہٗ کے یہاں سفارش کرائی، اُن کی سفارش پر اس کا کام ہو گیا، تو اُس نے نذرانہ[7] کے طور پر چالیس ہزار[40000] درہم بھیجے، انھوں نے واپس کر دیے کہ ہم لوگ اپنی نیکی کو فروخت نہیں کیا

حل لغات: (۱) پونجی۔ (۲) سخاوت۔ (۳) مشہور۔ (۴) غریبوں۔ (۵) غریب لوگ۔ (۶) انتقال کرنے والے کے وارثوں سے ہمدردی کو ظاہر کرنے کے لئے جانا۔ (۷) ہدیہ۔

کرتے۔ایک مرتبہ کہیں سے دو ہزار درہم نذرانہ میں آئے، اُسی مجلس میں تقسیم فرما دیے۔ایک تاجر بہت سی شکر لے کر آیا، مگر بازار میں فروخت نہ ہوئی، اُس کو فکر و رنج ہوا، عبداللہ بن جعفر ؓ نے اپنے کارندوں[1] سے کہا کہ ساری شکر اس سے خرید لو اور لوگوں میں مفت لٹا دو۔رات کو قبیلہ میں جو مہمان آجاتا تھا، وہ اُن کے یہاں سے کھانا پینا ہر قسم کی ضرورت پوری کرتا۔ [اصابہ]

حضرت زبیر ؓ ایک لڑائی میں شریک تھے، ایک دن اپنے بیٹے عبداللہ کو وصیت فرمائی کہ میرا خیال یہ ہے کہ آج میں شہید ہو جاؤں گا، تم میرا قرضہ ادا کر دینا اور فلاں فلاں کام کرنا، یہ وصیتیں کر کے اسی دن شہید ہو گئے، صاحبزادہ نے جب قرضہ کو جوڑا تو بائیس لاکھ درہم تھے، اور یہ قرضہ بھی اس طرح ہوا تھا کہ امانت دار بہت مشہور تھے، لوگ اپنی اپنی امانتیں بہت کثرت سے رکھتے، یہ فرما دیتے کہ رکھنے کی جگہ تو میرے پاس نہیں، یہ رقم قرض ہے، جب تمہیں ضرورت ہو، لے لینا، یہ کہہ کر اُس کو صدقہ کر دیتے اور یہ بھی وصیت کی کہ جب کوئی مشکل پیش آئے، تو میرے مولیٰ سے کہہ دینا، عبداللہ ؓ کہتے ہیں کہ میں مولیٰ کو نہ سمجھا، میں نے پوچھا کہ آپ کے مولیٰ کون؟ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ۔چنانچہ حضرت عبداللہ ؓ نے تمام قرضہ ادا کیا، کہتے ہیں کہ جب کوئی دِقت پیش آتی میں کہتا کہ اے زبیر کے مولیٰ! فلاں کام نہیں ہوتا، وہ فوراً ہو جاتا، یہ عبداللہ بن زبیر ؓ کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ ابن عبداللہ بن جعفر ؓ سے کہا کہ میرے والد کے قرضہ کی فہرست میں تمہارے ذمہ دس لاکھ درم لکھے ہیں، کہنے لگے کہ جب چاہو لے لو، اس کے بعد معلوم ہوا کہ مجھ سے غلطی ہوئی، میں دوبارہ گیا، میں نے کہا کہ وہ تو تمہارے ان کے ذمہ ہیں، کہنے لگے کہ میں نے معاف کر دیے، میں نے کہا کہ میں معاف نہیں کراتا، کہنے لگے کہ جب تمہیں سہولت ہو دے دینا، میں نے کہا: اس کے بدلہ میں زمین لے لو، غنیمت کے مال میں زمین بہت سی آئی ہوئی تھی، عبداللہ ابن جعفر ؓ نے کہا: اچھا میں نے ایک زمین ان کو دے دی جو معمولی حیثیت کی تھی، پانی وغیرہ بھی اس میں نہیں تھا، انھوں نے فوراً قبول کر لی اور غلام سے کہا کہ اس زمین میں مصلّٰی بچھا دے، اس نے مصلّٰی بچھا دیا، دو رکعت نماز وہاں پڑھی اور بہت دیر تک سجدہ میں پڑے رہے، نماز سے فارغ ہو کر غلام سے کہا کہ اس جگہ کو کھودو، اس نے کھودنا شروع کیا ایک پانی کا چشمہ وہاں سے اُبلنے لگا۔ [اُسد الغابہ]

فائدہ: ان حضرات صحابہ کرام ؓ کے یہاں یہ اور اس قسم کی چیزیں جو اس باب میں لکھی گئیں، کوئی بڑی بات نہ تھی، ان حضرات کی عام عادتیں ایسی ہی تھیں۔

حل لغات: ① نوکروں۔

ساتواں باب: بہادری، دلیری اور موت کا شوق

جس کا لازمی نتیجہ بہادری ہے کہ جب آدمی مَرنے ہی کے سَر ہو[1] جائے تو پھر سب کچھ کرسکتا ہے۔ ساری بزدِلی، سوچ، فکر زندگی ہی کے واسطے ہے اور جب مَرنے کا اشتیاق[2] پیدا ہو جائے، تو نہ مال کی محبت رہے نہ دشمن کا خوف، کاش مجھے بھی ان بچوں کے طُفیل[3] یہ دولت نصیب ہو جاتی۔

① ابن جحشؓ اور سعدؓ کی دعا

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے غزوۂ احد میں حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اے سعد! آؤ مل کر دعا کریں، ہر شخص اپنی ضرورت کے موافق دعا کرے، دوسرا آمین کہے، کہ یہ قبول ہونے کے زیادہ قریب ہے۔ دونوں حضرات نے ایک کونے میں جا کر دعا فرمائی۔ اول حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے دعا کی: یا اللہ! جب کل کو لڑائی ہو، تو میرے مقابلہ میں ایک بڑے بہادر کو مقرر فرما، جو سخت حملہ والا ہو، وہ مجھ پر سخت حملہ کرے اور میں اس پر زوردار حملہ کروں، پھر مجھے اس پر فتح نصیب فرما، کہ میں اس کو تیرے راستہ میں قتل کروں اور اس کی غنیمت حاصل کروں، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے آمین کہی۔ اور اس کے بعد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے دعا کی، اے اللہ! کل کو میدان میں ایک بہادر سے مقابلہ کرا، جو سخت حملہ والا ہو، میں اس پر شدت[4] سے حملہ کروں وہ بھی مجھ پر زور سے حملہ کرے اور پھر وہ مجھے قتل کر دے، پھر میرے ناک کان کاٹ لے، پھر قیامت میں جب تیرے حضور[5] میں پیشی[6] ہو، تو تو کہے کہ عبداللہ! تیرے ناک کان کیوں کاٹے گئے؟ میں عرض کروں: یا اللہ! تیرے اور تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے میں کاٹے گئے، پھر تو کہے کہ سچ ہے میرے ہی راستے میں کاٹے گئے، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے آمین کہی۔ دوسرے دن لڑائی ہوئی اور دونوں حضرات کی دعائیں اسی طرح سے قبول ہوئیں جس طرح مانگی تھی۔ [خمیس]

سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی دعا میری دعا سے بہتر تھی، میں نے شام کو دیکھا کہ ان کے ناک کان ایک تاگے میں پروئے[7] ہوئے ہیں، اُحد کی لڑائی میں ان کی تلوار بھی ٹوٹ گئی تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک ٹہنی عطا فرمائی، جو ان کے ہاتھ میں جا کر تلوار بن گئی اور عرصہ تک بعد میں رہی اور دو سو دینار کو فروخت ہوئی۔ دینار سونے کے ایک سکہ کا نام ہے۔ [اصابہ]

فائدہ: اس قصہ میں جہاں ایک جانب کمال[8] بہادری ہے کہ بہادر دشمن سے مقابلہ کی تمنا ہے، وہاں دوسری جانب کمال عشق بھی کہ محبوب کے راستے میں بدن کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے کی تمنا کرے اور آخر

حل لغات: ① پیچھے پڑ جائے۔ ② شوق۔ ③ ذریعہ، وسیلہ۔ ④ زور، سختی۔ ⑤ دربار۔ ⑥ حاضری۔ ⑦ کسی چیز میں سوراخ کر کے دھاگا ڈالنا۔ ⑧ انتہائی۔

میں جب وہ پوچھیں کہ یہ سب کیوں ہوا؟ تو میں عرض کروں کہ تمہارے لیے۔

رہے گا کوئی تو تیغِ[1] ستم کے یادگاروں میں
مرے لاشے کے ٹکڑے دفن کرنا سو مزاروں میں

② اُحد کی لڑائی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بہادری

غزوۂ اُحد میں مسلمانوں کو کچھ شکست ہوئی تھی، جس کی بڑی وجہ نبیٔ اکرم ﷺ کے ایک ارشاد پر عمل نہ کرنا تھی، جس کا ذکر باب: ۱ رقصہ: ۲ رمیں گذر چکا۔ اس وقت مسلمان چاروں طرف سے کفار کے بیچ میں آگئے، جس کی وجہ سے بہت سے لوگ شہید بھی ہوئے اور کچھ بھاگے بھی، نبیٔ اکرم ﷺ بھی کفار کے ایک جتھے[2] کے بیچ میں آگئے اور کفار نے یہ مشہور کردیا تھا کہ حضور ﷺ شہید ہوگئے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اس خبر سے بہت پریشان حال تھے اور اسی وجہ سے بہت سے بھاگے بھی اور اِدھر اُدھر متفرق[3] ہوگئے۔ حضرت علی کرّم اللہ وجہہٗ فرماتے ہیں کہ جب کفار نے مسلمانوں کو گھیر لیا اور حضور اقدس ﷺ میری نظر سے اوجھل[4] ہوگئے، تو میں نے حضور ﷺ کو اول زندوں میں تلاش کیا، نہ پایا، پھر شہداء میں جا کر تلاش کیا، وہاں بھی نہ پایا، تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ ایسا تو ہو نہیں سکتا، کہ حضور ﷺ لڑائی سے بھاگ جائیں، بظاہر حق تعالیٰ شانہٗ ہمارے اعمال کی وجہ سے ہم پر ناراض ہوئے، اس لیے اپنے پاک رسول ﷺ کو آسمان پر اُٹھالیا، اس لیے اب اس سے بہتر کوئی صورت نہیں کہ میں بھی تلوار لے کر کافروں کے جتھے میں گھس جاؤں، یہاں تک کہ مارا جاؤں۔ میں نے تلوار لے کر حملہ کیا؛ یہاں تک کہ کفار بیچ میں سے ہٹتے گئے اور میری نگاہ نبیٔ اکرم ﷺ پر پڑگئی، تو بے حد مسرّت[5] ہوئی اور میں نے سمجھا کہ اللہ جلّ شانہٗ نے ملائکہ کے ذریعہ سے اپنے محبوب ﷺ کی حفاظت کی، میں حضور ﷺ کے پاس جا کر کھڑا ہوا کہ ایک جماعت کی جماعت کفار کی حضور ﷺ پر حملہ کے لیے آئی، حضور ﷺ نے فرمایا کہ علی! ان کو روکو، میں نے تنہا اس جماعت کا مقابلہ کیا اور ان کے منھ[6] پھیر دیے اور بعضوں کو قتل کردیا، اس کے بعد پھر ایک اور جماعت حضور ﷺ پر حملہ کی نیت سے بڑھی، آپ ﷺ نے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ فرمایا، انھوں نے پھر تنہا اس جماعت کا مقابلہ کیا، اس کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آکر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس جواں مَردی[7] اور مدد کی تعریف کی، تو حضور ﷺ نے فرمایا: ''إِنَّهٗ مِنِّيْ وَأَنَا مِنْهُ'' بے شک علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں۔ یعنی کمال اتحاد[8] کی طرف اشارہ فرمایا، تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا: ''وَأَنَا مِنْكُمَا'' میں تم دونوں سے ہوں۔ [قرۃ العیون]

فائدہ: ایک تنہا آدمی کا جماعت سے بھڑ جانا اور نبی اکرم ﷺ کی مقدس ذات کو نہ پا کر مرجانے کی نیت

حل لغات: ① ظلم وستم کی تلوار۔ ② مجمع۔ ③ الگ الگ۔ ④ غائب۔ ⑤ خوشی۔ ⑥ بھگادیا۔ ⑦ بہادری۔ ⑧ بہت زیادہ محبت۔

سے کفار کے جمگھٹے[1] میں گھس جانا، جہاں ایک طرف حضور ﷺ کے ساتھ سچی محبت اور عشق کا پتہ دیتا ہے، وہاں دوسری جانب کمال بہادری اور دلیری، جرأت کا بھی نقشہ ہے۔

③ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کی شہادت

غزوۂ اُحد میں حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ اول سے شریک نہیں تھے۔ کہتے ہیں کہ ان کی نئی شادی ہوئی تھی، بیوی سے ہمبستر ہوئے تھے، اس کے بعد غسل کی تیاری کر رہے تھے اور غسل کرنے کے لیے بیٹھ بھی گئے، سر کو دھو رہے تھے کہ ایک دم مسلمانوں کی شکست کی آواز کان میں پڑی، جس کی تاب[2] نہ لا سکے، اسی حالت میں تلوار ہاتھ میں لی اور لڑائی کے میدان کی طرف بڑھے چلے گئے اور کفار پر حملہ کیا اور برابر بڑھتے چلے گئے کہ اسی حالت میں شہید ہو گئے، چوں کہ شہید کو اگر جنبی[3] نہ ہو تو بغیر غسل دیے دفن کیا جاتا ہے، اس لیے ان کو بھی اسی طرح کر دیا، مگر حضور اکرم ﷺ نے دیکھا کہ ملائکہ[4] ان کو غسل دے رہے ہیں، حضور ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے ملائکہ کے غسل دینے کا تذکرہ فرمایا۔ ابوسعید ساعدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کا یہ ارشاد سن کر حنظلہ رضی اللہ عنہ کو جا کر دیکھا تو ان کے سر سے غسل کا پانی ٹپک رہا تھا۔ حضور اقدس ﷺ نے واپسی پر تحقیق فرمایا، تو ان کے بغیر نہائے جانے کا قصہ معلوم ہوا۔ [قرۃ العیون]

فائدہ: یہ بھی کمال بہادری ہے، بہادر آدمی کو اپنے ارادہ میں تاخیر کرنا دشوار ہوتا ہے، اسی لیے اتنا انتظار بھی نہیں کیا کہ غسل پورا کر لیتے۔

④ حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کی تمنائے شہادت

حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ پاؤں سے لنگڑے تھے، ان کے چار بیٹے تھے، جو اکثر حضور ﷺ کی خدمت میں بھی حاضر ہوتے اور لڑائیوں میں بھی شرکت کرتے تھے۔ غزوۂ اُحد میں عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کو بھی شوق پیدا ہوا کہ میں بھی جاؤں، لوگوں نے کہا کہ تم معذور ہو، لنگڑے پن کی وجہ سے چلنا دشوار ہے۔ انھوں نے فرمایا: کیسی بُری بات ہے کہ میرے بیٹے تو جنت میں جائیں اور میں رہ جاؤں۔ بیوی نے بھی اُبھارنے کے لیے طعنہ کے طور پر کہا کہ میں تو دیکھ رہی ہوں کہ وہ لڑائی سے بھاگ کر لوٹ آیا عمرو رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر ہتھیار لیے اور قبلہ کی طرف منھ کر کے یہ دعا کی "اَللّٰهُمَّ لَا تَرُدَّنِيْ إِلٰى أَهْلِيْ" (اے اللہ! مجھے اپنے اہل کی طرف نہ لوٹائیو) اس کے بعد حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور اپنی قوم کے منع کرنے کا اور اپنی خواہش کا اظہار کیا اور کہا کہ میں امید کرتا ہوں کہ اپنے لنگڑے پیر سے جنت میں چلوں پھروں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے تم کو معذور کیا ہے، تو نہ جانے میں کیا حرج ہے۔ انھوں نے پھر خواہش کی، تو آپ ﷺ نے اجازت دے دی۔ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عمرو رضی اللہ عنہ کو لڑائی میں دیکھا کہ اکڑتے ہوئے جاتے تھے

حل لغات: ① مجمع۔ ② برداشت نہ کر سکے۔ ③ ناپاک۔ ④ فرشتے۔

اور کہتے تھے کہ خدا کی قسم! میں جنت کا مشتاق[1] ہوں۔ ان کا ایک بیٹا بھی ان کے پیچھے دوڑا ہوا جاتا تھا، دونوں لڑتے رہے حتیٰ کہ دونوں شہید ہوئے۔ ان کی بیوی اپنے خاوند اور بیٹے کی نعش کو اونٹ پر لاد کر دفن کے لیے مدینہ لانے لگیں، تو وہ اونٹ بیٹھ گیا، بڑی دِقت[2] سے اُس کو مار کر اُٹھایا اور مدینہ لانے کی کوشش کی، مگر وہ اُحد ہی کی طرف کا منہ کرتا تھا۔ ان کی بیوی نے حضور ﷺ سے ذِکر کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اونٹ کو یہی حکم ہے، کیا عمرو چلتے ہوئے کچھ کہہ کر گئے تھے؟ انھوں نے عرض کیا کہ قبلہ کی طرف منہ کر کے یہ دعا کی تھی "اَللّٰھُمَّ لَا تَرُدَّنِیْ اِلٰی اَھْلِیْ"۔ آپ ﷺ نے فرمایا اسی وجہ سے یہ اونٹ اس طرف نہیں جاتا۔ [قرۃ]

فائدہ: اسی کا نام ہے جنت کا شوق اور یہی ہے وہ سچا عشق اللہ کا اور اس کے رسول ﷺ کا، جس کی وجہ سے صحابہ ؓ کہاں سے کہاں پہونچ گئے کہ ان کے جذبے مرنے کے بعد بھی ویسے ہی رہتے، بہتیری کوشش کی کہ اونٹ چلے، مگر وہ یا تو بیٹھ جاتا یا اُحد کی طرف چلتا تھا۔

⑤ حضرت مُصْعَب بن عُمَیر ؓ کی شہادت

حضرت مُصْعَب بن عُمَیر ؓ اسلام لانے سے پہلے بڑے ناز[3] کے پلے ہوئے اور مالدار لڑکوں میں تھے، ان کے باپ ان کے لیے دو دو سو درم کا جوڑا خرید کر پہناتے تھے، نو عمر تھے، بہت زیادہ ناز و نعمت[4] میں پرورش پاتے تھے۔ اسلام کے شروع ہی زمانے میں گھر والوں سے چھپ کر مسلمان ہو گئے، اور اسی حالت میں رہتے۔ کسی نے ان کے گھر والوں کو بھی خبر کر دی، انھوں نے ان کو باندھ کر قید کر دیا، کچھ روز اسی حالت میں گذرے اور جب موقع ملا تو چھپ کر بھاگ گئے اور جو لوگ حبشہ کی طرف ہجرت کر رہے تھے ان کے ساتھ ہجرت کر کے چلے گئے، وہاں سے واپس آ کر مدینہ منورہ کی ہجرت فرمائی اور زہد و فقر[5] کی زندگی بسر کرنے لگے، اور ایسی تنگی کی حالت تھی کہ ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ تشریف فرما تھے، حضرت مصعب ؓ سامنے سے گذرے، ان کے پاس صرف ایک چادر تھی، جو کئی جگہ سے پھٹی ہوئی تھی اور ایک جگہ بجائے کپڑے کے چمڑے کا پیوند لگا ہوا تھا، حضور ﷺ ان کی اِس حالت اور اُس پہلی حالت کا تذکرہ فرماتے ہوئے آنکھوں میں آنسو بھر لائے۔ غزوۂ اُحد میں مہاجرین کا جھنڈا اُن کے ہاتھ میں تھا، جب مسلمان نہایت پریشانی کی حالت میں منتشر ہو رہے تھے، تو یہ جمے ہوئے کھڑے تھے، ایک کافر اُن کے قریب آیا اور تلوار سے ہاتھ کاٹ دیا کہ جھنڈا گر جاوے اور مسلمانوں کو گویا کھلی شکست ہو جائے، انھوں نے فوراً دوسرے ہاتھ میں لے لیا۔ اُس نے دوسرے ہاتھ کو بھی کاٹ ڈالا، انھوں نے دونوں بازوؤں کو جوڑ کر سینہ سے جھنڈے کو چمٹا لیا کہ گرنے نہیں، اُس نے ان کے تیر مارا جس سے شہید ہو گئے، مگر زندگی میں جھنڈے کو نہ گرنے دیا، اس کے بعد جھنڈا گرا، جس کو فوراً دوسرے شخص نے اُٹھا لیا، جب اُن کو دفن کرنے کی نوبت

حل لغات: ① شوق رکھتا ہوں۔ ② مشکل۔ ③ لاڈ۔ ④ لاڈ و پیار، عیش و آرام۔ ⑤ غربت۔

آئی تو صرف ایک چادر ان کے پاس تھی، جو پورے بدن پر نہیں آتی تھی، اگر سر کی طرف سے ڈھانکا جاتا، تو پاؤں کھل جاتے اور پاؤں کی طرف کی جاتی، تو سر کھل جاتا۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ چادر کو سر کی جانب کر دیا جائے اور پاؤں پر اذخر کے پتے ڈال دیے جائیں۔ [قرۃ، اصابہ]

فائدہ: یہ آخری زندگی ہے، اس نازک اور نازوں پر پلے ہوئے کی، جو دو سو درم کا جوڑا پہنتا تھا کہ آج اُس کو کفن کی ایک چادر بھی پوری نہیں ملتی اور اس پر ہمت یہ کہ زندگی میں جھنڈا نہ گرنے دیا، دونوں ہاتھ کٹ گئے، مگر پھر بھی اُس کو نہ چھوڑا، بڑے نازوں کے پلے ہوئے تھے، مگر ایمان اُن لوگوں کے دلوں میں کچھ ایسی طرح سے جمتا تھا کہ پھر وہ اپنے سوا کسی چیز کا بھی نہ چھوڑتا تھا، روپیہ پیسہ راحت آرام ہر قسم کی چیز سے ہٹا کر اپنے میں لگا لیتا تھا۔

⑥ یرمُوک کی لڑائی میں حضرت سعد ﷺ کا خط

عراق کی لڑائی کے وقت حضرت عمر ﷺ کا ارادہ خود لڑائی میں شرکت فرمانے کا تھا، عوام اور خواص دونوں قسم کے مجمعوں سے کئی روز تک اس میں مشورہ ہوتا رہا کہ حضرت عمر ﷺ کا خود شریک ہونا زیادہ مناسب ہے یا مدینہ رہ کر لشکروں کے روانہ کرتے رہنے کا انتظام زیادہ مناسب ہے۔ عوام کی رائے تھی کہ خود شرکت مناسب ہے، خواص کی رائے تھی کہ دوسری صورت زیادہ بہتر ہے۔

مشوروں کی گفتگو میں حضرت سَعْد بن اَبی وقاص ﷺ کا بھی تذکرہ آ گیا، اُن کو سب نے پسند کر لیا کہ ان کو اگر بھیجا جاوے تو بہت مناسب ہے، پھر حضرت عمر ﷺ کے جانے کی ضرورت نہیں، حضرت سعد ﷺ بڑے بہادر اور عرب کے شیروں میں شمار ہوتے تھے، غرض یہ تجویز[1] ہو گئی اور اُن کو بھیج دیا گیا، جب قادسیہ[2] پر حملہ کے لیے پہونچے، تو شاہِ کسریٰ نے اُن کے مقابلہ کے لیے رستم کو جو مشہور پہلوان تھا تجویز[3] کیا۔ رستم نے ہر چند[4] کوشش کی اور بادشاہ سے بار بار اس کی درخواست کی کہ مجھے اپنے پاس رہنے دیں، خوف کا غلبہ تھا، مگر اظہار اس کا کرتا تھا کہ میں یہاں سے لشکروں کے بھیجنے میں اور صلاح مشورہ میں مدد دوں گا، مگر بادشاہ نے جس کا نام یزدجرد تھا، قبول نہ کیا اور اُس کو مجبوراً جنگ میں شریک ہونا پڑا۔ [اشہر] حضرت سعد ﷺ جب روانہ ہونے لگے، تو حضرت عمر ﷺ نے اُن کو وصیت فرمائی، جس کے الفاظ کا مختصر ترجمہ یہ ہے: ''سعد! تمہیں یہ بات دھوکے میں نہ ڈالے کہ تم حضور ﷺ کے ماموں کہلاتے ہو اور حضور ﷺ کے صحابی ہو، اللہ تعالیٰ بُرائی کو بُرائی سے نہیں دھوتے، بلکہ بُرائی کو بھلائی سے دھوتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے اور بندوں کے درمیان کوئی رشتہ نہیں ہے، اُس کے یہاں صرف اُس کی بندگی مقبول ہے، اللہ کے یہاں شریف رذیل[5] سب برابر ہیں، سب ہی اس کے بندے ہیں اور وہ سب کا رب ہے، اُس کے انعامات بندگی سے حاصل

حل لغات: ① طے کرنا۔ ② عراق میں کوفہ کے قریب ایک گاؤں۔ ③ چُنا۔ ④ بہت۔ ⑤ ذلیل۔

ہوتے ہیں، ہر اَمر[1] میں اس چیز کو دیکھنا جو حضور ﷺ کا طریقہ تھا، وہی عمل کی چیز ہے، میری اِس نصیحت کو یاد رکھنا، تم ایک بہت بڑے کام کے لیے بھیجے جارہے ہو، اس سے چھٹکارا صرف حق کے اِتباع[2] سے ہوسکتا ہے، اپنے آپ کو اور اپنے ساتھیوں کو خوبی کا عادی بنانا، اللہ کے خوف کو اختیار کرنا اور اللہ کا خوف دو باتوں میں جمع ہوتا ہے، اُس کی اطاعت میں اور گناہ سے پرہیز کرنے میں اور اللہ کی اطاعت جس کو بھی نصیب ہوئی، دنیا سے بُغض[3] اور آخرت کی محبت سے نصیب ہوئی''۔ [اشہر]

اِس کے بعد حضرت سعد ؓ نہایت بشاشت[4] سے لشکر لے کر روانہ ہوئے، جس کا اندازہ اُس خط سے ہوتا ہے، جو انھوں نے رستم کو لکھا ہے، جس میں وہ لکھتے ہیں: ''فَإِنَّ مَعِيَ قَوْمًا يُحِبُّوْنَ الْمَوْتَ كَمَا يُحِبُّوْنَ الْأَعَاجِمُ الْخَمْرَ'' بے شک میرے ساتھ ایسی جماعت ہے، جو موت کو ایسا ہی محبوب رکھتی ہے، جیسا کہ تم لوگ شراب پینے کو محبوب رکھتے ہو۔ [تفسیر عزیزی اوّل]

فائدہ: شراب کے دلدادوں[5] سے پوچھو کہ اس میں کیا مزہ ہے، جو لوگ موت کو ایسا محبوب رکھتے ہوں کامیابی کیوں نہ ان کے قدم چومے۔

⑦ حضرت وَہب بن قابوس ؓ کی اُحد میں شہادت

حضرت وَہب بن قَابُوس ؓ ایک صحابی ہیں، جو کسی وقت میں مسلمان ہوئے تھے اور اپنے گھر کسی گاؤں میں رہتے تھے، بکریاں چراتے تھے، اپنے بھتیجے کے ساتھ ایک رسّی میں بکریاں باندھے ہوئے مدینہ منورہ پہونچے، پوچھا کہ حضور ﷺ کہاں تشریف لے گئے؟ معلوم ہوا کہ اُحد کی لڑائی پر گئے ہوئے ہیں، بکریوں کو وہیں چھوڑ کر حضور ﷺ کے پاس پہونچ گئے، اتنے میں ایک جماعت کفار کی حملہ کرتی ہوئی آئی، حضور ﷺ نے فرمایا: جو اِن کو منتشر[6] کردے وہ جنت میں میرا ساتھی ہے، حضرت وہب ؓ نے زور سے تلوار چلانی شروع کی اور سب کو ہٹا دیا۔ دوسری مرتبہ پھر یہی صورت پیش آئی، تیسری مرتبہ پھر ایسا ہی ہوا، حضور ﷺ نے اُن کو جنت کی خوشخبری دی، اس کا سننا تھا کہ تلوار لے کر کفار کے جمگھٹے[7] میں گھس گئے اور شہید ہوئے، حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ کہتے ہیں کہ میں نے وہب ؓ جیسی دلیری اور بہادری کسی کی بھی کسی لڑائی میں نہیں دیکھی، اور شہید ہونے کے بعد حضور ﷺ کو میں نے دیکھا کہ وہب ؓ کے سرہانے کھڑے تھے، اور ارشاد فرماتے تھے کہ اللہ تم سے راضی ہو، میں تم سے راضی ہوں، اس کے بعد حضور ﷺ نے خود اپنے دستِ مبارک سے دفن فرمایا، باوجود یہ کہ اس لڑائی میں حضور اقدس ﷺ خود بھی زخمی تھے۔ حضرت عمر ؓ فرماتے تھے کہ مجھے کسی کے عمل پر بھی اتنا رشک نہیں آیا، جتنا وہب ؓ کے عمل پر آیا۔ میرا دل چاہتا ہے کہ اللہ کے یہاں ان جیسا اعمال نامہ لے کر پہونچوں۔ [اصابہ، قرۃ]

حل لغات: ① معاملہ۔ ② پیروی۔ ③ نفرت۔ ④ خوش دلی۔ ⑤ عاشقوں۔ ⑥ بکھیر دے۔ ⑦ مجمع۔

فائدہ: ان پر رشک اس خاص کارنامہ کی وجہ سے ہے کہ جان کو جان نہیں سمجھا، ورنہ خود حضرت عمر ﷺ اور دوسرے حضرات کے دوسرے کارنامے اس سے کہیں بڑھے ہوئے ہیں۔

⑧ بیرِ مَعُوْنَہ کی لڑائی

بیرِ معونہ کی ایک مشہور لڑائی ہے، جس میں ستّر[1] صحابہ ﷺ کی ایک بڑی جماعت پوری کی پوری شہید ہوئی، جن کو ''قُرّاء'' کہتے ہیں، اس لیے کہ سب حضرات قرآن مجید کے حافظ تھے اور سوائے چند مہاجرین کے اکثر انصار تھے، حضور ﷺ کو اُن کے ساتھ بڑی محبت تھی، کیوں کہ یہ حضرات رات کا اکثر حصہ ذکر و تلاوت میں گذارتے تھے اور دن کو حضور ﷺ کی بیبیوں کے گھروں کی ضروریات لکڑی پانی وغیرہ پہونچایا کرتے تھے، اس مقبول جماعت کو نجد کا رہنے والا، قومِ بنی عامر کا ایک شخص جس کا نام عامر بن مالک اور کنیت ابو براء تھی، اپنے ساتھ اپنی پناہ میں تبلیغ اور وعظ کے نام سے لے گیا تھا، حضور اقدس ﷺ نے ارشاد بھی فرمایا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ میرے اصحاب کو مضرّت[2] نہ پہونچے، مگر اُس شخص نے بہت زیادہ اطمینان دلایا۔ آپ ﷺ نے ان ستّر[3] صحابہ ﷺ کو ہمراہ[4] کر دیا اور ایک والا نامہ[5] عامر بن طفیل کے نام جو بنی عامر کا رئیس تھا تحریر[6] فرمایا، جس میں اسلام کی دعوت تھی، یہ حضرات مدینہ سے رُخصت ہو کر بیرِ معونہ پہونچے، تو ٹھہر گئے، اور دو ساتھی ایک حضرت عمر بن اُمیہ ﷺ، دوسرے حضرت منذر بن عمر ﷺ سب کے اونٹوں کو لے کر چرانے کے لیے تشریف لے گئے اور حضرت حرام ﷺ اپنے ساتھ دو حضرات کو ساتھیوں میں سے لے کر عامر بن طفیل کے پاس حضور ﷺ کا والا نامہ دینے کے لیے تشریف لے گئے، قریب پہونچ کر حضرت حرام ﷺ نے اپنے دو ساتھیوں سے فرمایا کہ تم یہیں ٹھہر جاؤ میں آگے جاتا ہوں، اگر میرے ساتھ کوئی دغا[7] نہ کی گئی تو تم بھی چلے آنا، ورنہ یہیں سے واپس ہو جانا کہ تین کے مارے جانے سے ایک کا مارا جانا بہتر ہے، عامر بن طفیل اس عامر بن مالک کا بھتیجا تھا، جو اُن صحابہ ﷺ کو اپنے ساتھ لایا تھا، اُس کو اسلام اور مسلمانوں سے خاص عداوت[8] تھی۔ حضرت حرام ﷺ نے والا نامہ دیا، تو اس نے غصہ میں پڑھا بھی نہیں، بلکہ حضرت حرام ﷺ کے ایک ایسا نیزہ مارا جو پار نکل گیا، حضرت حرام ﷺ فُزْتُ وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ (رب کعبہ کی قسم میں تو کامیاب ہو گیا) کہہ کر جاں[9] بحق ہوئے۔ اس نے نہ اس کی پرواہ کی کہ قاصد[10] کو مارنا کسی قوم کے نزدیک بھی جائز نہیں، اور نہ اس کا لحاظ کیا کہ میرا چچا ان حضرات کو اپنی پناہ میں لایا ہے، ان کو شہید کرنے کے بعد اس نے اپنی قوم کو جمع کیا اور اس پر آمادہ کیا کہ ان مسلمانوں میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑو، لیکن ان لوگوں نے ابو براء کی پناہ کی وجہ سے تردّد کیا، تو اس نے آس پاس کے اور لوگوں کو جمع کیا اور بہت بڑی جماعت کے ساتھ ان ستّر صحابہ ﷺ کا مقابلہ کیا، یہ حضرات آخر کہاں تک مقابلہ کرتے اور چاروں طرف سے کفار میں گھرے ہوئے تھے، بجز ایک کعب بن زید ﷺ کے جن

حل لغات: ① تکلیف۔ ② ساتھ۔ ③ خط۔ ④ لکھا۔ ⑤ غداری۔ ⑥ دشمنی۔ ⑦ شہید ہوئے۔ ⑧ پیغام لانے والے۔

میں کچھ زندگی کی رَمَق[1] باقی تھی اور کفار ان کو مردہ سمجھ کر چھوڑ گئے تھے، باقی سب شہید ہو گئے، حضرت مُنذِر اور عمر ؓ جو اونٹ چرانے گئے ہوئے تھے، انھوں نے آسمان کی طرف دیکھا، تو مُردار[2] خور جانور اڑ رہے تھے، دونوں حضرات یہ کہہ کر لوٹے کہ ضرور کوئی حادثہ پیش آیا، یہاں آ کر دیکھا تو اپنے ساتھیوں کو شہید پایا اور سواروں کو خون کی بھری ہوئی تلواریں لیے ہوئے ان کے گرد چکر لگاتے دیکھا، یہ حالت دیکھ کر دونوں حضرات ٹھٹکے[3] اور باہم مشورہ کیا کہ کیا کرنا چاہیے؟ عمر بن اُمیہ ؓ نے کہا کہ چلو واپس چل کر حضور ﷺ کو اطلاع دیں، مگر حضرت منذر ؓ نے جواب دیا کہ خبر تو ہو ہی جاوے گی، میرا تو دل نہیں مانتا کہ شہادت کو چھوڑوں اور اس جگہ سے چلا جاؤں، جہاں ہمارے دوست پڑے سو رہے ہیں، آگے بڑھو اور ساتھیوں سے جا ملو، چنانچہ دونوں آگے بڑھے اور میدان میں کود گئے، حضرت منذر ؓ شہید ہوئے اور حضرت عمر بن اُمیہ ؓ گرفتار ہوئے، مگر چوں کہ عامر کی ماں کے ذمہ کسی منت کے سلسلہ میں ایک غلام کا آزاد کرنا تھا، اس لیے عامر نے اُن کو اس منت میں آزاد کیا۔ [اسلام]

اِن حضرات میں حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے غلام حضرت عامر بن فُہَیرہ ؓ بھی تھے، ان کے قاتل جبار بن سَلمٰی کہتے ہیں کہ میں نے جب ان کے برچھا مارا اور وہ شہید ہوئے تو انھوں نے کہا: فُزْتُ وَاللّٰہِ (خدا کی قسم! میں کامیاب ہوا) اس کے بعد میں نے دیکھا کہ ان کی نعش آسمان کو اڑی چلی گئی، میں بہت متحیر[4] ہوا اور میں نے بعد میں لوگوں سے پوچھا کہ میں نے خود برچھا مارا وہ مرے، لیکن پھر بھی وہ کہتے ہیں: ''میں کامیاب ہو گیا''، تو وہ کامیابی کیا تھی؟ لوگوں نے بتایا کہ وہ کامیابی جنت کی تھی، اس پر میں مسلمان ہو گیا۔ [خمیس]

فائدہ: یہ ہی ہیں وہ لوگ جن پر اسلام کو بجا طور پر فخر ہے، بے شک موت ان کے لیے شراب سے زیادہ محبوب تھی اور کیوں نہ ہوتی؟ جب دنیا میں کام ہی ایسے کیے تھے، جن پر اللہ کے یہاں کی سُرخ روئی[5] یقینی تھی، اسی لیے جو مرتا تھا وہ کامیاب ہوتا تھا۔

⑨ حضرت عُمیر ؓ کا قول کہ کھجوریں کھانا طویل[6] زندگی ہے

غزوۂ بدر میں حضور اقدس ﷺ ایک خیمہ میں تشریف فرما تھے، آپ ﷺ نے صحابہ ؓ سے ارشاد فرمایا کہ اُٹھو اور بڑھو ایسی جنت کی طرف، جس کی چوڑائی آسمان وزمین سے کہیں زیادہ ہے اور مُتّقیوں کے واسطے بنائی گئی ہے۔ حضرت عمیر بن الحُمام ؓ ایک صحابی ہیں، وہ بھی سن رہے تھے کہنے لگے: واہ واہ، حضور ﷺ نے فرمایا واہ واہ کس بات پر کہا؟ عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے یہ تمنا ہے کہ میں بھی ان میں سے ہوتا، آپ ﷺ نے فرمایا: تم بھی ان میں سے ہو، اس کے بعد جھولی میں سے چند کھجوریں نکال کر

حل لغات: ① تھوڑی سی جان۔ ② مُردے کھانے والے۔ ③ حیرت کے مارے رک گئے۔ ④ حیران۔ ⑤ کامیابی۔ ⑥ لمبی۔

کھانے لگے، اس کے بعد کہنے لگے کہ ان کھجوروں کے ختم ہونے کا انتظار جو ہاتھ میں ہے، بڑی لمبی زندگی ہے، کہاں تک انتظار کروں گا؛ یہ کہہ کر ان کو پھینک دیا اور تلوار لے کے مجمع میں گھس گئے اور شہید ہونے تک لڑتے رہے۔ [طبقات ابن سعد]

فائدہ: حقیقت میں یہی لوگ جنت کے قدردان[1] ہیں اور اس پر یقین رکھنے والے۔ ہم لوگوں کو بھی اگر یقین نصیب ہوجائے تو ساری باتیں سہل ہوجائیں۔

⑩ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہجرت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تو ذکر ہی کیا ہے، بچہ بچہ ان کی بہادری[2] سے واقف اور شجاعت[3] کا معترف ہے۔ اسلام کے شروع میں جب مسلمان سب ہی ضعف[4] کی حالت میں تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اسلام کی قوت کے واسطے عمر رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہونے کی دعا کی اور قبول ہوئی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ کعبہ کے قریب اس وقت تک نماز نہیں پڑھ سکتے تھے، جب تک کہ عمر مسلمان نہیں ہوئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اول اول ہر شخص نے ہجرت چھپ کر کی، مگر جب عمر رضی اللہ عنہ نے ہجرت کا ارادہ کیا تو تلوار گلے میں ڈالی، کمان[5] ہاتھ میں لی اور بہت سے تیر ساتھ لیے، اوّل مسجد میں گئے، طواف اطمینان سے کیا، پھر نہایت اطمینان سے نماز پڑھی، اس کے بعد کفار کے مجمعوں میں گئے اور فرمایا کہ جس کا دل یہ چاہے کہ اس کی ماں اس کو روئے، اس کی بیوی رانڈ[6] ہو، اس کے بچے یتیم ہوں، وہ مکہ سے باہر آکر میرا مقابلہ کرے۔ یہ الگ الگ جماعتوں کو سنا کر تشریف لے گئے۔ کسی ایک شخص کی بھی ہمت نہ پڑی کہ پیچھا کرتا۔ [اُسد الغابہ]

⑪ غزوۂ مُوتہ کا قصہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف بادشاہوں کے پاس تبلیغی دعوت نامے ارسال[7] فرمائے تھے، ان میں ایک خط حضرت حارث بن عُمَیر اَزْدِی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ بصریٰ کے بادشاہ کے پاس بھی بھیجا تھا۔ جب یہ مُوتہ پہونچے تو شرحبیل غسانی نے، جو قیصر کے حُکّام[8] میں سے ایک شخص تھا، ان کو قتل کر دیا۔ قاصدوں[9] کا قتل کسی کے نزدیک بھی پسندیدہ نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات بہت گراں[10] ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین ہزار کا ایک لشکر تجویز فرما کر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو ان پر امیر مقرر فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اگر یہ شہید ہوجائیں، تو جعفر بن ابی طالب امیر بنائے جائیں، وہ بھی شہید ہوجائیں تو عبداللہ بن رَوَاحہ رضی اللہ عنہ امیر ہوں، وہ بھی شہید ہوجائیں، تو پھر مسلمان جس کو دل چاہے امیر بنالیں۔ ایک یہودی اس گفتگو کو سن رہا تھا، اس نے کہا: یہ تینوں تو ضرور شہید ہوں گے، پہلے انبیاء کی اس قسم کے کلام کا یہی مطلب ہوتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سفید جھنڈا بنا کر حضرت زید رضی اللہ عنہ کے حوالے فرمایا

حل لغات: ① قدر کرنے والے۔ ② بہادری۔ ③ اقرار کرنے والا۔ ④ کمزوری۔ ⑤ تیر چلانے کا آلہ۔ ⑥ بیوہ۔ ⑦ بھیجنا۔ ⑧ افسروں۔ ⑨ پیغام لے جانے والا۔ ⑩ ناپسند۔

اور خود مع[1] ایک جماعت کے ان حضرات کو رخصت فرمانے تشریف لے گئے۔ شہر کے باہر جب پہونچانے والے واپس آنے لگے، تو ان مجاہدین کے لیے دعا کی کہ حق تعالیٰ شانہٗ تم کو سلامتی کے ساتھ، کامیابی کے ساتھ واپس لائے اور ہر قسم کی برائی سے محفوظ رکھے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ ؓ نے اس کے جواب میں تین شعر پڑھے، جن کا مطلب یہ تھا کہ میں تو اپنے رب سے گناہوں کی مغفرت چاہتا ہوں اور یہ چاہتا ہوں کہ ایک ایسی تلوار ہو، جس سے میرے خون کے فوّارے چھوٹنے لگیں یا ایسا برچھا[2] ہو جو آنتوں اور کلیجہ کو چیرتا ہوا نکل جائے اور جب لوگ میری قبر پر گذریں، تو یہ کہیں کہ اللہ تجھ غازی کو رشید[3] اور کامیاب کرے، واقعی تُو تو رشید اور کامیاب تھا۔ اس کے بعد یہ حضرات روانہ ہو گئے، شُرَحبیل کو بھی ان کی روانگی کا علم ہوا، وہ ایک لاکھ فوج[4] کے ساتھ مقابلہ کے لیے تیار ہوا۔ یہ حضرات کچھ آگے چلے، تو معلوم ہوا کہ خود ہرقل، روم کا بادشاہ بھی ایک لاکھ فوج ساتھ لیے ہوئے مقابلہ کے لیے آرہا ہے۔ ان حضرات کو اس خبر سے تردّد[5] ہوا کہ اتنی بڑی جمعیت[6] کا مقابلہ کیا جاوے، یا حضور اقدس ﷺ کو اطلاع دی جاوے؟ حضرت عبداللہ بن رواحہ ؓ نے للکار کر فرمایا: اے لوگو! تم کس بات سے گھبرا رہے ہو، تم کس چیز کے ارادہ سے نکلے ہو، تمہارا مقصود شہید ہو جانا ہے، ہم لوگ کبھی بھی قوت[7] اور آدمیوں کی کثرت کے زور پر نہیں لڑے، ہم صرف اس دین کی وجہ سے لڑے ہیں، جس کی وجہ سے اللہ نے ہمیں اکرام نصیب فرمایا ہے، آگے بڑھو، دو کامیابیوں میں سے ایک تو ضروری ہے، یا شہادت یا غلبہ۔ یہ سن کر مسلمانوں نے ہمت کی اور آگے بڑھ گئے، حتّٰی کہ مُوتہ پر پہونچ کر لڑائی شروع ہو گئی۔ حضرت زید ؓ نے جھنڈا ہاتھ میں لیا اور میدان میں پہونچے، گھمسان کی لڑائی شروع ہوئی، شُرَحبیل کا بھائی بھی مارا گیا اور اس کے ساتھی بھاگ گئے، خود شُرَحبیل بھی بھاگ کر ایک قلعہ میں چھپ گیا اور ہرقل کے پاس مدد کے لیے آدمی بھیجا، اس نے تقریباً دو لاکھ فوج بھیجی اور لڑائی زور سے ہوتی رہی، حضرت زید ؓ شہید ہوئے، تو حضرت جعفر ؓ نے جھنڈا لیا اور اپنے گھوڑے کے خود ہی پاؤں کاٹ دیے، تاکہ واپسی کا خیال بھی دل میں نہ آئے اور چند اشعار پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے:

''اے لوگو! کیا ہی اچھی ہے جنت اور کیا ہی اچھا ہے اس کا قریب ہونا، کتنی بہترین چیز ہے اور کتنا ٹھنڈا ہے اس کا پانی، اور ملک روم کے لوگوں پر عذاب کا وقت آ گیا، مجھ پر بھی لازم ہے کہ ان کو ماروں''۔ یہ اشعار پڑھے اور اپنے گھوڑے کے پاؤں خود ہی کاٹ چکے تھے کہ واپسی کا خیال بھی دل میں نہ آوے اور تلوار لے کر کافروں کے مجمع میں گھس گئے، امیر ہونے کی وجہ سے جھنڈا بھی اُنہی کے پاس تھا، اول جھنڈا دائیں ہاتھ میں لیا، کافروں نے دایاں ہاتھ کاٹ دیا کہ جھنڈا گر جائے، انھوں نے فوراً بائیں ہاتھ میں لیا، انھوں نے وہ بھی کاٹا، تو انھوں نے دونوں بازوؤں سے اُس کو تھاما اور منہ سے مضبوط پکڑ لیا، ایک شخص نے

حل لغات: (۱) ساتھ۔ (۲) نیزہ۔ (۳) ہدایت پایا ہوا۔ (۴) فکر۔ (۵) فوج۔ (۶) طاقت۔

پیچھے سے ان کے دو ٹکڑے کر دیے، جس سے یہ گر پڑے، اُس وقت اُن کی عمر تینتیس ۳۳ سال کی تھی۔ حضرت عبداللہ بن عمر ﷺ کہتے ہیں کہ ہم نے بعد میں نعشوں میں سے حضرت جعفر ﷺ کو جب اُٹھایا، تو ان کے بدن کے اگلے حصہ میں نوّے زخم تھے۔ جب یہ شہید ہو گئے، تو لوگوں نے عبداللہ بن رَوَاحہ ﷺ کو آواز دی، وہ لشکر کے ایک کونہ میں گوشت کا ٹکڑا کھا رہے تھے کہ تین دن سے کچھ چکھنے کو بھی نہ ملا تھا، وہ آواز سنتے ہی گوشت کے ٹکڑے کو پھینک کر اپنے آپ کو ملامت ۱ کرتے ہوئے کہ جعفر تو شہید ہو جائیں اور تو دنیا میں مشغول رہے، آگے بڑھے اور جھنڈا لے کر قتال شروع کر دیا، انگلی میں زخم آیا وہ لٹک گئی، تو انھوں نے پاؤں سے اس کٹی ہوئی انگلی کو دبا کر ہاتھ کھینچا وہ الگ ہو گئی، اُس کو پھینک دیا اور آگے بڑھے، اس گھمسان ۲ اور پریشانی کی حالت میں تھوڑا سا تردّد ۳ بھی پیش آیا کہ نہ ہمت نہ مقابلہ کی طاقت، لیکن اس تردّد کو تھوڑی ہی دیر گذری تھی کہ اپنے دل کو مخاطب بنا کر کہا: او دل! کس چیز کا اب اشتیاق ۴ باقی ہے، جس کی وجہ سے تردّد ہے، کیا بیوی کا ہے تو اس کو تین طلاق، یا غلاموں کا ہے تو وہ سب آزاد، یا باغ کا ہے تو وہ اللہ کے راستہ میں صدقہ۔ اس کے بعد چند شعر پڑھے، جن کا ترجمہ یہ ہے: ”قسم ہے او دل! تجھے اُترنا ہوگا، خوشی سے اُتر یا ناگواری سے اُتر، تجھے اطمینان کی زندگی گذارتے ہوئے ایک زمانہ گذر چکا، سوچ تو آخر تُو ایک قطرۂ منی ہے، دیکھ کافر لوگ مسلمانوں پر کھنچے ہوئے آرہے ہیں، تجھے کیا ہوا کہ جنت کو پسند نہیں کرتا، اگر تُو قتل نہ ہوا تو ویسے بھی آخر مرے گا ہی۔“ اس کے بعد گھوڑے سے اُترے، ان کے چچازاد بھائی گوشت کا ایک ٹکڑا لائے کہ ذرا سا کھالو، کمر سیدھی کرلو، کئی دن سے کچھ نہیں کھایا۔ انھوں نے لے لیا، اتنے میں ایک جانب سے ہلّے ۵ کی آواز آئی، اس کو پھینک دیا اور تلوار لے کر جماعت میں گھس گئے اور شہید ہونے تک تلوار چلاتے رہے۔ [خمیس]

فائدہ: صحابہ ﷺ کی پوری زندگی کا یہی نمونہ ہے، ان کا ہر ہر قصہ دنیا کی بے ثباتی ۶ اور آخرت کے شوق کا سبق دیتا ہے۔ صحابہ کرام ﷺ کا تو پوچھنا ہی کیا، تابعین پر بھی یہی رنگ چڑھا ہوا تھا۔ ایک قصہ پر اس باب کو ختم کرتا ہوں، جو دوسرے رنگ کا ہے۔ دشمن سے مقابلہ کے نمونے تو آپ دیکھ ہی چکے ہیں، اب حکومت کے سامنے کا منظر بھی دیکھ لیجیے۔

⑫ سعید بن جُبیرؒ اور حَجّاج کی گفتگو

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: أَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ ”بہترین جہاد ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنا ہے“۔ حَجّاج کا ظلم وستم دنیا میں مشہور ہے، گو اُس زمانہ کے بادشاہ باوجود ظلم وستم کے دین کی اشاعت کا کام بھی کرتے رہتے تھے؛ لیکن پھر بھی دین دار اور عادل ۷ بادشاہوں کے لحاظ سے وہ

حل لغات: ① برا بھلا کہنا۔ ② سخت لڑائی۔ ③ ہچکچاہٹ۔ ④ شوق۔ ⑤ حملہ، شور۔ ⑥ باقی نہ رہنا۔ ⑦ انصاف پسند۔

بدترین شمار ہوتے تھے اور اس وجہ سے لوگ ان سے بیزار[1] تھے۔ سعید بن جُبیرؒ نے بھی ابنُ الاَشعَث کے ساتھ مل کر حجّاج کا مقابلہ کیا۔ حجّاج عبدُالمَلِک بن مَروان کی طرف سے حاکم تھا۔ سعید بن جُبیرؒ مشہور تابعی ہیں اور بڑے علماء میں سے ہیں۔ حکومت اور بالخصوص حجّاج کو ان سے بُغض وعداوت[2] تھی اور چونکہ مقابلہ کیا تھا، اس لیے عداوت کا ہونا بھی ضروری تھا۔ مقابلہ میں حجّاج اُن کو گرفتار نہ کرسکا، یہ شکست کے بعد چھپ کر مکہ مکرمہ چلے گئے، حکومت نے اپنے ایک خاص آدمی کو مکہ کا حاکم بنایا اور پہلے حاکم کو اپنے پاس بلالیا، اس نئے حاکم نے جاکر خطبہ پڑھا، جس کے اخیر میں عبدُالمَلِک بن مروان بادشاہ کا یہ حکم بھی سنایا کہ جو شخص سعید بن جبیر کو ٹھکانا دے اس کی خیر نہیں، اس کے بعد اُس حاکم نے خود اپنی طرف سے بھی قسم کھائی کہ جس کے گھر میں وہ ملے گا، اس کو قتل کیا جائے گا اور اس کے گھر کو، نیز اس کے پڑوسیوں کے گھر کو ڈھاؤں گا۔ غرض بڑی دِقّت[3] سے مکہ کے حاکم نے ان کو گرفتار کرکے حجّاج کے پاس بھیج دیا، اُس کو غصہ نکالنے اور ان کو قتل کرنے کا موقع مل گیا، سامنے بلایا اور پوچھا۔ حجّاج: تیرا کیا نام ہے؟ سعیدؒ: میرا نام سعید ہے۔ حجّاج: کس کا بیٹا ہے؟ سعید: جُبیر کا بیٹا ہوں (سعید کا ترجمہ نیک بخت ہے اور جبیر کے معنیٰ: اصلاح کی ہوئی چیز) اگرچہ ناموں میں معنیٰ اکثر مقصود نہیں ہوتے؛ لیکن حجّاج کو ان کے نام کا اچھے معنیٰ والا ہونا پسند نہیں آیا، اس لیے کہا: نہیں تو شَقی بن کَسِیر ہے (شقی کہتے ہیں بد بخت کو اور کسیر: ٹوٹی ہوئی چیز)۔ سعیدؒ: میری والدہ میرا نام تجھ سے بہتر جانتی تھیں۔ حجّاج: تُو بھی بد بخت، تیری ماں بھی بد بخت۔ سعید: غیب کا جاننے والا تیرے علاوہ اور کوئی ہے (یعنی عَلّامُ الغُیُوب)۔ حجّاج: دیکھ میں اب تجھے موت کے گھاٹ اُتارتا ہوں۔ سعید: تو میری ماں نے میرا نام درست رکھا۔ حجّاج: اب میں تجھ کو زندگی کے بدلہ کیسا جہنم رسید کرتا ہوں۔ سعید: اگر میں جانتا کہ یہ تیرے اختیار میں ہے تو تجھ کو معبود بنالیتا۔ حجّاج: حضور اقدس ﷺ کی نسبت تیرا کیا عقیدہ ہے؟ سعید: وہ رحمت کے نبی تھے اور اللہ کے رسول تھے، جو بہترین نصیحت کے ساتھ تمام دنیا کی طرف بھیجے گئے۔ حجّاج: خلفاء کی نسبت تیرا کیا خیال ہے؟ سعید: میں ان کا محافظ نہیں ہوں، ہر شخص اپنے کیے کا ذمہ دار ہے۔ حجّاج: میں ان کو بُرا کہتا ہوں یا اچھا؟ سعید: جس چیز کا مجھے علم نہیں ہے، میں اس میں کیا کہہ سکتا ہوں، مجھے اپنا ہی حال معلوم ہے۔ حجّاج: ان میں سب سے زیادہ پسندیدہ تیرے نزدیک کون ہے؟ سعید: جو سب سے زیادہ میرے مالک کو راضی کرنے والا تھا۔ بعض کتب میں بجائے اس کے یہ جواب ہے کہ ان کے حالات بعض کو بعض پر ترجیح دیتے ہیں۔ حجّاج: سب سے زیادہ راضی رکھنے والا کون تھا؟ سعید: اُس کو وہی جانتا ہے، جو دل کے بھیدوں اور چھپے ہوئے رازوں سے واقف ہے۔ حجّاج: حضرت علی ﷺ جنت میں ہیں یا دوزخ میں؟ سعید: اگر میں جنت اور جہنم میں جاؤں اور وہاں والوں کو دیکھ لوں تو بتلا سکتا ہوں۔ حجّاج: میں

حل لغات: (۱) ناراض، پریشان۔ (۲) دشمنی۔ (۳) دشواری۔

قیامت میں کیسا آدمی ہوں گا؟ سعید: میں اس سے کم ہوں کہ غیب پر مطّلع[1] کیا جاؤں۔ حجّاج: تو مجھ سے سچ بولنے کا ارادہ نہیں کرتا؟ سعید: میں نے جھوٹ بھی نہیں کہا۔ حجّاج: تُو کبھی ہنستا کیوں نہیں؟ سعید: کوئی بات ہنسنے کی دیکھتا نہیں اور وہ شخص کیا ہنسے جو مٹی سے بنا ہو اور قیامت میں اس کو جانا ہو اور دنیا کے فتنوں میں دن رات رہتا ہو۔ حجّاج: میں تو ہنستا ہوں۔ سعید: اللہ نے ایسے ہی مختلف طریقوں میں ہم کو بنایا ہے۔ حجّاج: میں تجھے قتل کرنے والا ہوں۔ سعید: میری موت کا سبب پیدا کرنے والا اپنے کام سے فارغ ہو چکا۔ حجّاج: میں اللہ کے نزدیک تجھ سے زیادہ محبوب ہوں۔ سعید: اللہ پر کوئی بھی جرأت نہیں کرسکتا، جب تک کہ اپنا مرتبہ معلوم نہ کرلے اور غیب کی اللہ ہی کو خبر ہے۔ حجّاج: میں کیوں نہیں جرأت کرسکتا حالانکہ میں جماعت کے بادشاہ کے ساتھ ہوں اور تُو باغیوں[2] کی جماعت کے ساتھ ہے؟ سعید: میں جماعت سے علیحدہ نہیں ہوں اور فتنہ کو خود ہی پسند نہیں کرتا اور جو تقدیر میں ہے اس کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ حجّاج: ہم جو کچھ امیر المؤمنین کے لیے جمع کرتے ہیں، اس کو تو کیسا سمجھتا ہے؟ سعید: میں نہیں جانتا کہ کیا جمع کیا۔ حجّاج نے سونا چاندی کپڑے وغیرہ منگا کر اُن کے سامنے رکھ دیے۔ سعید: یہ اچھی چیزیں ہیں، اگر اپنی شرط کے موافق ہوں۔ حجّاج: شرط کیا ہے؟ سعید: یہ کہ تو اُن سے ایسی چیزیں خریدے جو بڑے گھبراہٹ کے دن یعنی قیامت کے دن اَمن پیدا کرنے والی ہوں، ورنہ ہر دودھ پلانے والی دودھ پیتے کو بھول جائے گی اور حمل گر جائیں گے اور آدمی کو اچھی چیز کے سوا کچھ بھی کام نہ دے گی۔ حجّاج: ہم نے جو جمع کیا، یہ اچھی چیز نہیں؟ سعید: تُو نے جمع کیا تُو ہی اس کی اچھائی کو سمجھ سکتا ہے۔ حجّاج: کیا تو اس میں سے کوئی چیز اپنے لیے پسند کرتا ہے؟ سعید: میں صرف اس چیز کو پسند کرتا ہوں، جس کو اللہ پسند کرے۔ حجّاج: تیرے لیے ہلاکت ہو۔ سعید: ہلاکت اس شخص کے لیے ہے، جو جنت سے ہٹا کر جہنم میں داخل کردیا جائے۔ حجّاج: (دِق[3] ہوکر) بتلا کہ میں تجھے کس طریقہ سے قتل کروں؟ سعید: جس طرح سے قتل ہونا اپنے لیے پسند ہو۔ حجّاج: کیا تجھے معاف کردوں؟ سعید: معافی اللہ کے یہاں کی معافی ہے، تیرا معاف کرنا کوئی چیز نہیں۔ حجّاج نے جلّاد[4] کو حکم دیا کہ اس کو قتل کردو۔ سعید: باہر لائے گئے اور ہنسے۔ حجّاج کو اس کی اطلاع دی گئی پھر بلایا اور پوچھا۔ حجّاج: تُو کیوں ہنسا؟ سعید: تیری اللہ پر جرأت اور اللہ تعالیٰ کے تجھ پر حلم سے۔ حجّاج: میں اس کو قتل کرتا ہوں جس نے مسلمانوں کی جماعت میں تفریق[5] کی، پھر جلّاد سے خطاب کرکے کہا: میرے سامنے اس کی گردن اُڑاؤ۔ سعید: میں دو رکعت نماز پڑھ لوں، نماز پڑھی، پھر قبلہ رُخ ہوکر ﴿وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝﴾ [سورۂ انعام] پڑھا، یعنی میں نے اپنا منہ اس پاک ذات کی طرف کیا جس نے آسمان وزمین بنائے اور میں سب طرف سے ہٹ کر اُدھر متوجہ ہوا اور نہیں ہوں

حل لغات: ① خبر دینا۔ ② حکومت کے مخالف لوگ۔ ③ پریشان۔ ④ مجرموں کو قتل کرنے والا۔ ⑤ دشمنی پیدا کرنا۔

مشرکین سے۔ حجّاج: اس کا منہ قبلہ سے پھیر دو اور نصاریٰ کے قبلہ کی طرف کر دو کہ انھوں نے بھی اپنے دین میں تفریق کی اور اختلاف پیدا کیا، چنانچہ فوراً پھیر دیا گیا۔ سعید: ﴿فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللَّهِ﴾ ﴿الْكَافِي بِالسَّرَائِرِ﴾ جدھر تم منہ پھیرو اُدھر بھی خدا ہے، جو بھیدوں کا جاننے والا ہے۔ حجّاج: اوندھا ڈال دو، (یعنی زمین کی طرف منہ کر دو) ہم تو ظاہر پر عمل کرنے کے ذمہ دار ہیں۔ سعید: ﴿مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَىٰ ﴿٥٥﴾﴾ [سورۂ طٰہٰ] ''ہم نے زمین ہی سے تم کو پیدا کیا اور اسی میں تم کو لوٹائیں گے اور اسی سے پھر دوبارہ اُٹھائیں گے۔'' حجّاج: اس کو قتل کر دو۔ سعید: میں تجھے اس بات کا گواہ بناتا ہوں، ((أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ)) تو اس کو محفوظ رکھنا، جب میں تجھ سے قیامت کے دن ملوں گا تو لے لوں گا۔ اس کے بعد وہ شہید کر دیے گئے۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ. ان کے انتقال کے بعد بدن سے خون بہت زیادہ نکلا، جس سے حجّاج کو بھی حیرت ہوئی، اپنے طبیب سے اس کی وجہ پوچھی، اس نے کہا کہ ان کا دل نہایت مطمئن تھا اور قتل کا ذرا بھی خوف ان کے دل میں نہیں تھا، اس لیے خون اپنی اصلی مقدار پر قائم رہا، بخلاف اور لوگوں کے کہ خوف سے اُن کا خون پہلے ہی خشک ہو جاتا ہے۔ [علمائے سلف کتاب الامامت والسیاست]

فائدہ: اس قصہ کے سوال جواب میں کتب میں کمی زیادتی بھی ہے اور بھی بعض سوال جواب نقل کیے گئے ہیں، ہمیں تو نمونہ ہی دکھانا تھا، اس لیے اسی پر اکتفا کیا گیا، تابعین کے اس قسم کے قصے بہت زیادہ ہیں۔ حضرت امام اعظم، امام مالک، امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ وغیرہ حضرات اسی حق[1] گوئی کی وجہ سے ہمیشہ مشقتیں برداشت فرماتے رہے، لیکن حق کو ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔

آٹھواں باب: علمی ولولہ[2] اور اس کا انہماک[3]

چوں کہ اصل دین کلمۂ توحید ہے اور وہی سب کمالات کی بنیاد ہے، جب تک وہ نہ ہو کوئی کارِ خیر[4] بھی مقبول نہیں۔ اس لیے صحابۂ کرام ﷺ کی ہمت بالخصوص ابتدائی زمانہ میں زیادہ تر کلمۂ توحید کے پھیلانے اور کفار سے جہاد کرنے میں مشغول تھی اور وہ علمی انہماک کے لیے فارغ و یکسو[5] تھے۔ لیکن اس کے باوجود ان مشاغل کے ساتھ ان کا انہماک اور شوق و شغف[6] جس کا ثمرہ[7] آج چودہ سو برس تک علوم قرآن و حدیث کا بقا[8] ہے؛ ایک کھلی ہوئی چیز ہے۔ ابتدائے اسلام کے بعد جب کچھ فراغت ان حضرات کو میسر ہو سکی اور جماعت میں بھی کچھ اضافہ ہوا تو آیت کلام اللہ ﴿وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً ۚ فَلَوْلَا نَفَرَ مِن

حل لغات: (۱) سچ بات کہنا۔ (۲) شوق۔ (۳) بہت زیادہ مشغولی۔ (۴) نیک کام۔ (۵) پورے طور پر فرصت میں نہ تھے۔ (۶) محبت۔ (۷) پھل۔ (۸) باقی رہنا۔

كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ [سورۂ توبہ] نازل ہوئی۔ جس کا ترجمہ یہ ہے: مسلمانوں کو یہ نہ چاہیے کہ سب کے سب نکل کھڑے ہوں، سو ایسا کیوں نہ کیا جاوے کہ ان کی ہر ہر بڑی جماعت میں سے ایک چھوٹی جماعت جایا کرے تاکہ باقی ماندہ[1] لوگ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرتے رہیں اور تاکہ وہ قوم کو جب وہ اُن کے پاس واپس آویں ڈراویں تاکہ وہ احتیاط رکھیں۔ [بیان القرآن]

حضرت عبداللہ بن عباس ﷺ فرماتے ہیں ﴿انْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا﴾ [سورۂ توبہ:۴۱] اور ﴿اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا﴾ [سورۂ توبہ:۳۹] سے جو عموم[2] معلوم ہوتا ہے اس کو ﴿مَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً﴾ [سورۂ توبہ:۱۲۲] نے منسوخ[3] کر دیا۔ صحابۂ کرام ﷺ کو حق تعالیٰ شانہٗ نے جامعیت[4] عطا فرمائی تھی اور اس وقت کے لیے یہ چیز نہایت ہی ضروری تھی، کہ وہی ایک مختصر سی جماعت دین کے سارے کام سنبھالنے والی تھی، مگر تابعین کے زمانہ میں جب اسلام پھیل گیا اور مسلمانوں کی بڑی جماعت اور جمعیت ہوگئی، نیز صحابۂ کرام ﷺ جیسی جامعیت بھی باقی نہ رہی، تو ہر ہر شعبۂ دین کے لیے پوری توجہ سے کام کرنے والے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائے۔ مُحدِّثین کی مستقل جماعت بننی شروع ہوگئی، جن کا کام احادیث کا ضبط[5] اور ان کا پھیلانا تھا۔ فُقَہاء کی علیحدہ[6] جماعت ہوئی۔ صوفیا، قرّاء، مجاہدین غرض دین کے ہر ہر شعبہ کو مستقل سنبھالنے والے پیدا ہوئے، اُس وقت کے لیے یہ ہی چیز مناسب اور ضروری تھی، اگر یہ صورت نہ ہوتی تو ہر شعبہ میں کمال اور ترقی دُشوار تھی، اس لیے کہ ہر شخص تمام چیزوں میں انتہائی کمال پیدا کرلے یہ بہت دشوار ہے، یہ صفت حق تعالیٰ شانہٗ نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام، بالخصوص سید الانبیاء علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام ہی کو عطا فرمائی تھی، اس لیے اس باب میں صحابۂ کرام ﷺ کے علاوہ اور دیگر حضرات کے واقعات بھی ذکر کیے جائیں گے۔

① فتوے کا کام کرنے والی جماعت کی فہرست

اگرچہ صحابۂ کرام ﷺ جہاد اور اعلاء[7] کلمۃ اللہ کی مشغولی کے باوجود سب ہی علمی مشغلہ[8] میں ہر وقت مُنہمک[9] تھے اور ہر شخص ہر وقت جو کچھ حاصل کر لیتا تھا، اس کو پھیلانا پہونچانا یہی اس کا مشغلہ تھا، لیکن ایک جماعت فتوے کے ساتھ مخصوص تھی، جو حضور اقدس ﷺ کے زمانہ میں بھی فتوے کا کام کرتی تھی۔ وہ حضراتِ ذیل ہیں: حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، اُبَی بن کعب، حضرت عبداللہ بن مسعود، مُعاذ بن جبل، عمّار بن یاسر، حُذیفہ، سلمان فارسی، زید بن ثابت، ابوموسیٰ، اَبُوالدَّرْدَاء رضی اللہ عنہم اجمعین۔ [تلقیح]

حل لغات: ① باقی بچے ہوئے۔ ② عام ہونا۔ ③ ختم۔ ④ ہر طرح کی خوبی۔ ⑤ حفاظت۔ ⑥ الگ۔ ⑦ اللہ کے کلمہ کو بلند کرنا۔ ⑧ کام۔ ⑨ بہت زیادہ مشغول۔

فائدہ: یہ ان حضرات کے کمالِ علم کی بات ہے کہ حضور ﷺ کی موجودگی میں یہ لوگ اہلِ فتویٰ شمار کیے جاتے تھے۔

② حضرت ابوبکر صدیق ؓ کا مجموعۂ احادیث کو جلا دینا

حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ میرے باپ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے پانچ سو[۵۰۰] احادیث کا ایک ذخیرہ جمع کیا تھا۔ ایک رات میں نے دیکھا کہ وہ نہایت بے چین ہیں، کروٹیں بدل رہے ہیں۔ مجھے یہ حالت دیکھ کر بے چینی ہوئی۔ دریافت کیا کہ کوئی تکلیف ہے؟ یا کوئی فکر کی بات سننے میں آئی ہے؟ غرض تمام رات اس بے چینی میں گذری اور صبح کو فرمایا کہ وہ احادیث جو میں نے تیرے پاس رکھوا رکھی ہیں، اٹھالا۔ میں لے کر آئی۔ آپ ؓ نے اُن کو جلا دیا۔ میں نے پوچھا کہ کیوں جلا دیا؟ ارشاد فرمایا کہ مجھے اندیشہ[۱] ہوا کہیں ایسا نہ ہو کہ میں مَر جاؤں اور یہ میرے پاس ہوں، ان میں دوسروں کی سنی ہوئی روایتیں بھی ہیں کہ میں نے معتبر سمجھا ہو، اور وہ واقع[۲] میں معتبر نہ ہوں اور اس کی روایت میں کوئی گڑبڑ ہو، جس کا وبال[۳] مجھ پر ہو۔ [تذکرۃ الحفاظ]

فائدہ: حضرت ابوبکر صدیق ؓ کا یہ علمی کمال اور شغف[۴] تھا کہ انھوں نے پانچ سو[۵۰۰] احادیث کا ایک رسالہ جمع کیا اور اس کے بعد اس کو جلا دینا یہ کمال احتیاط تھا۔ اکابر صحابہ ؓ کا حدیث کے بارے میں احتیاط کا یہی حال تھا، اسی وجہ سے اکثر صحابہ ؓ سے روایتیں بہت کم نقل کی جاتی ہیں۔ ہم لوگوں کو اس واقعہ سے سبق لینے کی ضرورت ہے، جو منبروں پر بیٹھ کے بے دھڑک احادیث نقل کر دیتے ہیں۔ حالانکہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ ہر وقت کے حاضر باش[۵]، سفر حضر کے ساتھی، ہجرت کے رفیق۔ صحابہ ؓ کہتے ہیں کہ ہم میں بڑے عالم حضرت ابوبکر ؓ تھے، حضرت عمر ؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے وصال[۶] کے بعد جب بیعت کا قصہ پیش آیا اور حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے تقریر فرمائی، تو کوئی آیت اور کوئی حدیث ایسی نہیں چھوڑی؛ جس میں انصار کی فضیلت آئی ہو اور حضرت ابوبکر ؓ نے اپنی تقریر میں نہ فرمادی ہو۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ قرآن پاک پر کتنا عبور[۷] تھا اور احادیث کس قدر یاد تھیں، مگر پھر بھی بہت کم روایتیں حدیث کی آپ سے منقول ہیں۔ یہی راز ہے کہ حضرت امام اعظم ؒ سے بھی حدیث کی روایتیں بہت کم نقل کی گئی ہیں۔

③ تبلیغ حضرت مُصْعَب بن عُمَیر ؓ

مُصْعَب بن عُمَیر ؓ جن کا ایک قصہ ساتویں باب کے نمبر پانچ پر بھی گذر چکا ہے، ان کو حضور اقدس ﷺ نے مدینہ منورہ کی اس جماعت کے ساتھ، جو سب سے پہلے منیٰ کی گھاٹی میں مسلمان ہوئی تھی، تعلیم اور دین کے سکھانے کے لیے بھیج دیا تھا۔ یہ مدینہ طیبہ میں ہر وقت تعلیم اور تبلیغ میں مشغول رہتے، لوگوں کو قرآن

حل لغات: ① فکر۔ ② حقیقت۔ ③ عذاب۔ ④ شوق۔ ⑤ ساتھ رہنے والے۔ ⑥ انتقال۔ ⑦ مہارت۔

شریف پڑھاتے اور دین کی باتیں سکھلاتے تھے۔ اسعد بن زُرارہ رضی اللہ عنہ کے پاس ان کا قیام تھا اور مُقْرِئ (پڑھانے والا، مُدرِّس) کے نام سے مشہور ہو گئے تھے۔ سعد بن مُعاذ رضی اللہ عنہ اور اُسید بن حُضیر رضی اللہ عنہ یہ دونوں سرداروں میں تھے۔ ان کو یہ بات ناگوار ہوئی۔ سعد رضی اللہ عنہ نے اُسید رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم اسعد کے پاس جاؤ اور اُن سے کہو کہ ہم نے یہ سنا ہے کہ تم کسی پردیسی کو اپنے ساتھ لے آئے ہو، جو ہمارے ضعیف لوگوں کو بیوقوف بناتا ہے، بہکاتا ہے۔ وہ اسعد رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور اُن سے سختی سے یہ گفتگو کی۔ اسعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم اُن کی بات سن لو، اگر تمہیں پسند آئے قبول کرلو، اگر سننے کے بعد ناپسند ہو، تو روکنے کا مضائقہ[1] نہیں۔ اُسید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ انصاف کی بات ہے، سننے لگے۔ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے اسلام کی خوبیاں سنائیں اور کلامُ اللہ شریف کی آیتیں تلاوت کیں۔ حضرت اُسید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیا ہی اچھی باتیں ہیں اور کیا ہی بہتر کلام ہے، جب تم اپنے دین میں کسی کو داخل کرتے ہو، تو کس طرح داخل کرتے ہو؟ ان لوگوں نے کہا کہ تم نہاؤ، پاک کپڑے پہنو، اور کلمۂ شہادت پڑھو۔ حضرت اُسید رضی اللہ عنہ نے اسی وقت سب کام کیے اور مسلمان ہو گئے۔ اس کے بعد یہ سعد کے پاس گئے اور ان کو بھی اپنے ہمراہ[2] لائے، ان سے بھی یہی گفتگو ہوئی۔ سعد ابن مُعاذ رضی اللہ عنہ بھی مسلمان ہو گئے اور مسلمان ہوتے ہی اپنی قوم بَنُوالْاَشْہَلْ کے پاس گئے۔ ان سے جا کر کہا کہ میں تم لوگوں کی نگاہ میں کیسا آدمی ہوں؟ انھوں نے کہا کہ ہم میں سب سے افضل اور بہتر ہو، اس پر سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے تمہارے مردوں اور عورتوں سے کلام حرام ہے، جب تک تم مسلمان نہ ہو جاؤ اور محمد ﷺ پر ایمان نہ لاؤ۔ ان کے اس کہنے سے قبیلۂ اَشْہَل کے سب مرد عورت مسلمان ہو گئے اور حضرت مصعب رضی اللہ عنہ ان کو تعلیم دینے میں مشغول ہو گئے۔ [تلقیح]

فائدہ: صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ عام دستور تھا کہ جو شخص بھی مسلمان ہو جاتا، وہ مستقل ایک مُبَلِّغ ہوتا اور جو بات اسلام کی اس کو آتی تھی، اس کا پھیلانا اور دوسروں تک پہونچانا، اُس کی زندگی کا ایک مستقل کام تھا، جس میں نہ کھیتی مانع[3] تھی، نہ تجارت، نہ پیشہ، نہ ملازمت۔

④ حضرت اُبَیْ بن کَعْب رضی اللہ عنہ کی تعلیم

حضرت اُبَیْ بن کَعْب رضی اللہ عنہ مشہور صحابہ اور مشہور قاریوں میں ہیں۔ اسلام لانے سے پہلے سے لکھنا پڑھنا جانتے تھے، عرب میں لکھنے کا عام دستور[4] نہیں تھا، اسلام کے بعد سے اس کا چرچا ہوا؛ لیکن یہ پہلے سے واقف تھے۔ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر رہ کر وحی بھی لکھا کرتے تھے، قرآن شریف کے بڑے ماہر تھے اور ان لوگوں میں تھے، جنھوں نے حضور ﷺ کی زندگی ہی میں تمام قرآن شریف حفظ کر لیا تھا۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ میری امت کے بڑے قاری اُبَیْ بن کَعْب ہیں۔ تہجد میں آٹھ[5] راتوں میں قرآن پاک کے ختم

حل لغات: ① حرج۔ ② ساتھ۔ ③ روکنے والی۔ ④ رواج۔

کرنے کا اہتمام تھا۔ ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ جلّ شانہٗ نے مجھے ارشاد فرمایا ہے کہ تمہیں قرآن شریف سناؤں۔ عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے میرا نام لے کر کہا؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں تمہارا نام لے کر کہا۔ یہ سن کر فرطِ[1] خوشی سے رونے لگے۔ ع

ذکر میرا مجھ سے بہتر ہے کہ اُس محفل میں ہے

جُنْدُب بن عبداللہ ؓ کہتے ہیں کہ میں مدینہ طیبہ علم حاصل کرنے کے لیے حاضر ہوا، تو مسجدِ نبوی میں حدیث پڑھانے والے مُتعدد حضرات تھے اور شاگردوں کے حلقے متفرق طور پر علیٰحدہ علیٰحدہ، ہر استاد کے پاس موجود تھے۔ میں اُن حلقوں پر گذرتا ہوا ایک حلقہ پر پہونچا، جس میں ایک صاحب مُسافرانہ[2] ہیئت کے ساتھ صرف دو کپڑے بدن پر ڈالے ہوئے بیٹھے حدیث پڑھا رہے تھے۔ میں نے لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کون بزرگ ہیں؟ بتایا کہ مسلمانوں کے سردار اُبَی بن کعب ہیں۔ میں ان کے حلقۂ درس میں بیٹھ گیا۔ جب حدیث سے فارغ ہوئے تو گھر جانے لگے، میں بھی پیچھے ہولیا، وہاں جا کر دیکھا ایک پُرانا سا گھر، خستہ[3] حالت، نہایت معمولی سامان، زاہدانہ زندگی۔ [طبقات]

حضرت اُبَی ؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ نے (میرا امتحان لیا) ارشاد فرمایا کہ قرآن شریف میں سب سے بڑی آیت (برکت اور فضل کے اعتبار سے) کونسی ہے؟ میں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں۔ حضور ﷺ نے دوبارہ سوال فرمایا، مجھے ادب مانع ہوا، میں نے پھر وہی جواب دیا۔ تیسری مرتبہ پھر ارشاد فرمایا، میں نے عرض کیا: آیۃُ الکُرسی۔ حضور ﷺ خوش ہوئے اور فرمایا: اللہ تجھے تیرا علم مبارک کرے۔ ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ نماز پڑھا رہے تھے، ایک آیت چھوٹ گئی، حضرت اُبی ؓ نے نماز میں لقمہ دیا، حضور ﷺ نے نماز کے بعد ارشاد فرمایا کہ کس نے بتایا؟ حضرت اُبی ؓ نے عرض کیا: میں نے بتایا تھا۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرا بھی یہ گمان تھا کہ تم نے ہی بتایا ہوگا۔ [مُسند احمد]

فائدہ: یہ حضرت ابی ؓ باوجود اس علمی شَغَف[4] اور قرآن پاک کی مخصوص خدمات کے حضور ﷺ کے ساتھ ہر غزوہ میں شریک ہوئے ہیں، حضور ﷺ کا کوئی جہاد ایسا نہیں جس میں ان کی شرکت نہ ہوئی ہو۔

⑤ حضرت حذیفہ ؓ کا فتنوں کے معلوم کرنے کا اہتمام

حضرت حذیفہ ؓ مشہور صحابہ میں ہیں، صاحبُ السِّر (بھیدی) اُن کا لقب ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے منافقین اور فتنوں کا علم ان کو بتایا تھا، کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ نے قیامت تک جتنے فتنے آنے والے ہیں، سب کو نمبروار بتایا تھا، کوئی ایسا فتنہ جس میں تین سو[5] آدمیوں کے بقدر لوگ شریک ہوں، حضور ﷺ نے نہیں چھوڑا، بلکہ اس فتنہ کا حال اور اس کے مقتدا[6] کا حال

حل لغات: ① بہت زیادہ خوشی۔ ② مسافروں جیسی حالت۔ ③ بُری حالت۔ ④ شوق ⑤ لیڈر، پیشوا۔

مع اس کے نام کے، نیز اس کی ماں کا نام، اس کے باپ کا نام، اس کے قبیلہ کا نام صاف صاف بتادیا تھا، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگ حضور ﷺ سے خیر کی باتیں دریافت کیا کرتے تھے اور میں بُرائی کی باتیں دریافت کیا کرتا تھا، تاکہ اس سے بچا جائے، ایک مرتبہ میں نے دریافت کیا: یارسول اللہ! یہ خیر وخوبی جس پر آج کل آپ کی برکت سے ہم لوگ ہیں، اس کے بعد بھی کوئی بُرائی آنے والی ہے، حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں! بُرائی آنے والی ہے، میں نے عرض کیا کہ اس بُرائی کے بعد پھر بھلائی لوٹ کر آئے گی یا نہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ حذیفہ! اللہ کا کلام پڑھ اور اس کے معانی پر غور کر، اس کے احکام کی اتباع کر، (مجھے فکر سوار تھا) میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اُس بُرائی کے بعد بھلائی ہوگی؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں! پھر بھلائی ہوگی، لیکن دل ایسے نہیں ہوں گے، جیسے پہلے تھے، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس بھلائی کے بعد پھر بُرائی ہوگی؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں! ایسے لوگ پیدا ہوجائیں گے، جو آدمیوں کو گمراہ کریں گے اور جہنم کی طرف لے جائیں گے، میں نے عرض کیا کہ اگر میں اس زمانہ کو پاؤں تو کیا کروں؟ حضور ﷺ نے فرمایا: اگر مسلمانوں کی کوئی مُتّحِدہ[1] جماعت ہو اور ان کا کوئی بادشاہ ہو، تو اس کے ساتھ ہوجانا، ورنہ ان سب فرقوں کو چھوڑ کر ایک کونہ میں علیحدہ بیٹھ جانا یا کسی درخت کی جڑ میں جا کر بیٹھ جانا اور مرنے تک وہیں بیٹھے رہنا، چوں کہ ان کو منافقوں کا حال حضور ﷺ نے سب کا بتلادیا تھا، اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان سے دریافت فرمایا کرتے تھے کہ میرے حُکّام[2] میں کوئی منافق تو نہیں؟ ایک مرتبہ انھوں نے عرض کیا کہ ایک منافق ہے، مگر میں نام نہیں بتاؤں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو معزول[3] کردیا، غالباً اپنی فراست[4] سے پہچان لیا ہوگا، جب کوئی شخص مرجاتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ تحقیق فرماتے کہ حذیفہ رضی اللہ عنہ ان کے جنازہ میں شریک ہیں یا نہیں، اگر حذیفہ رضی اللہ عنہ شریک ہوتے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی نماز پڑھتے، ورنہ وہ بھی نہ پڑھتے۔ حضرت حُذَیفہ رضی اللہ عنہ کا جب انتقال ہونے لگا، تو نہایت گھبراہٹ اور بے چینی میں رو رہے تھے، لوگوں نے دریافت کیا، فرمایا کہ دنیا کے چھوٹنے پر نہیں رو رہا ہوں، بلکہ موت تو مجھے محبوب ہے، البتہ اس پر رو رہا ہوں کہ مجھے اس کی خبر نہیں کہ میں اللہ کی ناراضی پر جارہا ہوں یا خوشنودی[5] پر، اس کے بعد کہا کہ یہ میری دنیا کی آخری گھڑی ہے، یا اللہ! تجھے معلوم ہے کہ مجھے تجھ سے محبت ہے، اس لیے اپنی ملاقات میں برکت عطا فرما۔ [ابوداؤد وأسد الغابہ]

⑥ حضرت اَبُوہُرَیرہ رضی اللہ عنہ کا احادیث کو حفظ کرنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نہایت مشہور اور جلیل[6] القدر صحابی ہیں اور اتنی کثرت سے ان سے حدیثیں نقل ہیں کہ کسی دوسرے صحابی سے اتنی زیادہ نقل کی ہوئی موجود نہیں، اس پر لوگوں کو تعجب ہوتا تھا کہ ۷ھ میں یہ مسلمان ہوکر تشریف لائے اور ۱۱ھ میں حضور اقدس ﷺ کا وصال[7] ہوگیا۔ اتنی قلیل مدت میں، جو

حل لغات: (۱) اتفاق رکھنے والی۔ (۲) افسروں۔ (۳) ہٹادیا۔ (۴) سمجھداری۔ (۵) خوشی۔ (۶) بڑی شان والے۔ (۷) انتقال۔

تقریباً چار برس ہوتی ہے، اتنی زیادہ حدیثیں کیسے یاد ہوئیں؟ خود ابوہریرہ ؓ اس کی وجہ بتاتے ہیں، فرماتے ہیں کہ لوگ کہتے ہیں کہ ابوہریرہ بہت روایتیں نقل کرتے ہیں، میرے مہاجر بھائی تجارت پیشہ[1] تھے، بازار میں آنا جانا پڑتا تھا اور میرے انصاری بھائی کھیتی کا کام کرتے تھے، اس کی مشغولی ان کو درپیش رہتی تھی اور ابوہریرہ اصحاب صفہ کے مساکین میں سے ایک مسکین تھا، جو حضور اقدس ﷺ کی خدمت اقدس میں جو کچھ کھانے کو مل جاتا تھا، اُس پر قناعت[2] کیے پڑا رہتا تھا، ایسے اوقات میں موجود ہوتا تھا، جس میں وہ نہیں ہوتے تھے اور ایسی چیزیں یاد کر لیتا تھا جن کو وہ یاد نہیں کر سکتے تھے۔ ایک مرتبہ میں نے حضور ﷺ سے حافظہ[3] کی شکایت کی، حضور ﷺ نے فرمایا: چادر بچھا، میں نے چادر بچھائی، حضور ﷺ نے دونوں ہاتھوں سے اس میں کچھ اشارہ فرمایا، اس کے بعد فرمایا، اس چادر کو ملا لے، میں نے اپنے سینہ سے ملا لیا، اس کے بعد سے کوئی چیز نہیں بھولا۔ [بخاری]

فائدہ: اصحابِ صُفّہ وہ لوگ کہلاتے ہیں، جو حضور اقدس ﷺ کی گویا خانقاہ کے رہنے والے تھے، ان حضرات کے اخراجات[4] کا کوئی خاص نظم نہیں تھا، گویا حضور ﷺ کے مہمان تھے، جو کہیں سے کچھ ہدیہ یا صدقہ کے طور پر آتا، اس پر ان کا زیادہ تر گذر تھا، حضرت ابوہریرہ ؓ بھی ان ہی لوگوں میں تھے، بسا اوقات کئی کئی وقت کے فاقے بھی اُن پر گذر جاتے تھے، بعض اوقات بھوک کی وجہ سے جنون[5] کی سی حالت ہو جاتی تھی، جیسا کہ تیسرے باب کے قصہ نمبر ۳۷ میں گذرا، لیکن اس کے باوجود احادیث کا کثرت سے یاد کرنا ان کا مشغلہ تھا، جس کی بدولت آج سب سے زیادہ احادیث انہی کی بتائی جاتی ہیں۔ ابن جوزیؒ نے تلقیح میں لکھا ہے کہ پانچ ہزار تین سو چوہتر[۵۳۷۴] حدیثیں ان سے مروی ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت ابوہریرہ ؓ نے جنازہ کے متعلق ایک حدیث بیان کی کہ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے: جو شخص جنازہ کی نماز پڑھ کر واپس آجائے، اس کو ایک قیراط ثواب ملتا ہے اور جو دفن تک شریک رہے، اس کو دو قیراط ثواب ملتا ہے اور ایک قیراط کی مقدار اُحد کے پہاڑ سے بھی زیادہ ہے، حضرت عبداللہ بن عمر ؓ کو اس حدیث میں کچھ تردّد[6] ہوا، انھوں نے فرمایا: ابوہریرہ ؓ سوچ کر کہو، ان کو غصہ آگیا، سیدھے حضرت عائشہ ؓ کے پاس گئے اور جا کر عرض کیا، کہ میں آپ ؓ کو قسم دے کر پوچھتا ہوں، یہ قیراط والی حدیث آپ نے حضور ﷺ سے سنی؟ انھوں نے فرمایا: ہاں سنی ہے، ابوہریرہ ؓ فرمانے لگے کہ مجھے حضور ﷺ کے زمانہ میں نہ تو باغ میں کوئی درخت لگانا تھا، نہ بازار میں مال بیچنا تھا، میں تو حضور ﷺ کے دربار میں پڑا رہتا تھا اور صرف یہ کام تھا کہ کوئی بات یاد کرنے کو مل جائے یا کچھ کھانے کو مل جائے، حضرت عبداللہ بن عمر ؓ نے فرمایا: بے شک تم ہم لوگوں سے زیادہ

حل لغات: ① تجارت کرنے والے۔ ② تھوڑی چیز پر راضی ہونا۔ ③ یاد رکھنے کی قوت۔ ④ خرچ۔ ⑤ پاگل پن۔ ⑥ شک۔

حاضر باش[1] تھے اور احادیث کو زیادہ جاننے والے۔ [مسند احمد] اس کے ساتھ ہی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے کہ میں بارہ ہزار مرتبہ روزانہ استغفار پڑھتا ہوں اور ایک تاگہ ان کے پاس تھا، جس میں ایک ہزار گرہ لگی ہوئی تھیں، رات کو اس وقت تک نہیں سوتے تھے، جب تک اس کو سبحان اللہ کے ساتھ پورا نہ کر لیتے تھے۔ [تذکرہ]

⑦ قتلِ مُسَیلَمہ و قرآن کا جمع کرنا

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال[2] کے بعد مسیلمہ کذاب کا، جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہی نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا، اثر بڑھنے لگا اور چوں کہ عرب میں ارتداد[3] بھی زور شور سے شروع ہو گیا تھا، اس سے اس کو اور بھی تقویت[4] پہونچی، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس سے لڑائی کی، حق تعالیٰ شانہٗ نے اسلام کو قوت عطا فرمائی اور مسیلمہ قتل ہوا؛ لیکن اس لڑائی میں صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بھی ایک بڑی جماعت شہید ہو گئی، بالخصوص قرآن پاک کے حافظوں کی ایک بڑی جماعت شہید ہوئی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اس لڑائی میں قاری بہت شہید ہو گئے، اگر اسی طرح ایک دو لڑائی میں اور شہید ہو گئے، تو قرآن پاک کا بہت سا حصہ ضائع ہو جانے کا اندیشہ ہے، اس لیے اس کو ایک جگہ لکھوا کر محفوظ کر لیا جائے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایسے کام کی کیسے جرأت[5] کرتے ہو، جس کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس پر اصرار فرماتے رہے اور ضرورت کا اظہار کرتے رہے، بالآخر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے بھی موافق ہو گئی، تو حضرت زید بن ثابت کو، جن کا قصہ باب: ۱۱ر قصہ: ۱۸ر پر آ رہا ہے بلایا، زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تشریف رکھتے تھے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اول اپنی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ساری گفتگو نقل فرمائی، اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ تم جوان ہو اور دانشمند[6]، تم پر کسی قسم کی بدگمانی بھی نہیں اور ان سب باتوں کے علاوہ یہ کہ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی تم وحی کے لکھنے پر مامور[7] رہ چکے ہو، اس لیے اس کام کو تم کرو، لوگوں کے پاس سے قرآن پاک جمع کرو اور اس کو ایک جگہ نقل کر دو۔ زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم! اگر مجھے یہ حکم فرماتے کہ فلاں پہاڑ کو توڑ کر اِدھر سے اُدھر منتقل کر دو، تو یہ حکم بھی میرے لیے قرآن پاک جمع کرنے کے حکم سے سہل[8] تھا۔ میں نے عرض کیا کہ آپ حضرات ایسا کام کس طرح کر رہے ہیں، جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا؟ وہ حضرات مجھے سمجھاتے رہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے زید رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اگر تم عمر رضی اللہ عنہ کی موافقت[9] کرو، تو میں اس کا حکم دوں اور نہیں تو پھر میں بھی ارادہ نہ کروں۔ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ طویل[10] گفتگو کے بعد، حق تعالیٰ شانہٗ نے میرا بھی اسی

حل لغات: ① حاضر رہنے والے۔ ② انتقال۔ ③ اسلام سے پھر جانا۔ ④ طاقت۔ ⑤ دلیری، ہمت۔ ⑥ سمجھ دار۔ ⑦ متعین۔ ⑧ آسان۔ ⑨ اتفاق۔ ⑩ لمبی۔

جانب شرحِ صدر[1] فرمادیا کہ قرآن پاک کو یک جا[2] جمع کیا جائے، چنانچہ میں نے تعمیلِ ارشاد میں لوگوں کے پاس، جو قرآن شریف متفرق[3] طور پر لکھا ہوا تھا، اور جو اُن حضرات صحابۂ کرام ؓ کے سینوں میں بھی محفوظ تھا، سب کو تلاش کر کے جمع کیا۔ [بخاری]

فائدہ: اس قصہ میں اوّل تو ان حضرات کے اتباع کا اہتمام معلوم ہوتا، کہ پہاڑ کا منتقل[4] کرنا ان کے لیے اس سے سہل[5] تھا کہ کوئی ایسا کام کیا جائے، جس کو حضور ﷺ نے نہیں کیا، اس کے بعد کلام پاک کا جمع کرنا، جو دین کی اصل ہے، اللہ نے ان حضرات کے اعمال نامہ میں رکھا تھا، پھر حضرت زید ؓ نے اتنا اہتمام اس کے جمع فرمانے میں کیا کہ کوئی آیت بغیر لکھی ہوئی نہیں لیتے تھے، جو حضور اقدس ﷺ کے زمانہ کی لکھی ہوئی تھیں، اُن ہی سے جمع کرتے تھے اور حُفّاظ[6] کے سینوں سے اُس کا مقابلہ کرتے تھے، اور چوں کہ تمام قرآن شریف متفرق جگہوں میں لکھا ہوا تھا، اس لیے اُس کی تلاش میں، گو محنت[7] ضرور کرنا پڑی، مگر سب مل گیا۔ اُبی بن کعب ؓ جن کو خود حضور ﷺ نے قرآن پاک کا سب سے زیادہ ماہر بتایا، ان کی اعانت[8] کرتے تھے اس محنت سے کلام اللہ شریف کو ان حضرات نے سب سے پہلے جمع فرمایا۔

⑧ حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کی احتیاط روایتِ حدیث میں

حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ بڑے مشہور صحابہ میں ہیں اور ان صحابہ ؓ میں شمار ہے جو فتوے کے مالک تھے، ابتدائے اسلام ہی میں مسلمان ہوگئے تھے اور حبشہ[9] کی ہجرت بھی کی تھی، تمام غزوات میں حضور ﷺ کے ساتھ شریک رہے ہیں اور مخصوص خادم ہونے کی وجہ سے صاحبُ النّعل، صاحبُ الوِسادہ، صاحبُ المُطَہّرۃ، جوتے والے، تکیہ والے، وضو کے پانی والے، یہ القاب بھی ان کے ہیں؛ اس لیے کہ حضور اقدس ﷺ کی یہ خدمتیں اکثر ان کے سپرد[10] رہتی تھیں۔ حضور ﷺ کا ان کے بارے میں یہ بھی ارشاد ہے کہ اگر میں کسی کو بغیر مشورہ امیر بناؤں، تو عبداللہ بن مسعود کو بناؤں۔ حضور ﷺ کا یہ بھی ارشاد تھا کہ تمہیں ہر وقت حاضری کی اجازت ہے، حضور ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ جس شخص کو قرآن شریف بالکل ایسی طرح پڑھنا ہو جس طریقہ سے اُترا ہے، تو عبداللہ بن مسعود ؓ کے طریقہ کے موافق پڑھے۔ حضور ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ ابن مسعود ؓ جو حدیث تم سے بیان کریں اس کو سچ سمجھو۔ ابو موسیٰ اشعری ؓ کہتے ہیں کہ ہم لوگ جب یمن سے آئے، تو ایک زمانہ تک ابن مسعود ؓ کو اہلِ بیت[11] میں سے سمجھتے رہے، اس لیے کہ اتنی کثرت سے ان کی اور ان کی والدہ کی آمد و رفت حضور ﷺ کے گھر میں تھی، جیسی گھر کے آدمیوں کی ہوتی ہے۔ [بخاری]

حل لغات: ① دل کا اطمینان۔ ② ایک جگہ۔ ③ الگ الگ۔ ④ ہٹانا۔ ⑤ آسان۔ ⑥ حافظ کی جمع۔ ⑦ اگرچہ۔ ⑧ مدد۔ ⑨ ایک ملک۔ ⑩ ذمے۔ ⑪ گھر والے۔

لیکن ان سب باتوں کے باوجود ابوعمرو شیبانی ﷺ کہتے ہیں کہ میں ایک سال تک ابن مسعود ﷺ کے پاس رہا، میں نے کبھی ان کو حضور ﷺ کی طرف منسوب[1] کر کے بات کرتے نہیں سنا، لیکن کبھی اگر حضور ﷺ کی طرف کوئی بات منسوب کر دیتے تھے، تو بدن پر کپکپی آجاتی تھی۔ عمرو بن میمون ﷺ کہتے ہیں کہ میں ہر جمعرات کو ایک سال تک ابن مسعود ﷺ کے پاس آتا رہا، میں نے کبھی حضور ﷺ کی طرف نسبت کر کے بات کرتے نہیں سنا۔ ایک مرتبہ حدیث بیان فرماتے ہوئے زبان پر یہ جاری ہوگیا کہ حضور ﷺ نے یہ اِرشاد فرمایا: تو بدن کانپ گیا، آنکھوں میں آنسو بھر آئے، پیشانی پر پسینہ آگیا، رگیں پھول گئیں اور فرمایا ان شاء اللہ یہی فرمایا تھا یا اس کے قریب قریب تھا یا اس سے کچھ زیادہ یا اس سے کچھ کم۔ [مقدمہ اوجز، مسند احمد]

فائدہ: یہ تھی ان حضرات صحابۂ کرام ﷺ کی احتیاط حدیث شریف کے بارہ میں، اس لیے کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو میری طرف سے جھوٹ نقل کرے، اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے؛ اس خوف کی وجہ سے یہ حضرات باوجود یہ کہ مسائل حضور ﷺ کے ارشادات اور حالات ہی سے بتاتے تھے، مگر یہ نہیں کہتے تھے کہ حضور ﷺ کا یہ ارشاد ہے، کہ خدانخواستہ جھوٹ نہ نکل جائے۔ اس کے بالمقابل ہم اپنی حالتیں دیکھتے ہیں کہ بے دھڑک بے تحقیق حدیث نقل کر دیتے ہیں۔ ذرا بھی نہیں جھجکتے، حالانکہ حضور ﷺ کی طرف منسوب کر کے بات کا نقل کرنا بڑی سخت ذمہ داری ہے، فقہ حنفی انہی عبداللہ بن مسعود ﷺ سے زیادہ تر لیا گیا ہے۔

⑨ حضرت اَبُوالدَّرْدَاء ﷺ کے پاس حدیث کے لیے جانا

کثیر بن قیسؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابوالدرداء ﷺ کے پاس دمشق کی مسجد میں بیٹھا ہوا تھا، ایک شخص ان کی خدمت میں آئے اور کہا کہ میں مدینہ منورہ سے صرف ایک حدیث کی وجہ سے آیا ہوں، میں نے سنا ہے کہ وہ آپ نے حضور اقدس ﷺ سے سنی ہے، ابوالدرداء ﷺ نے پوچھا کوئی اور تجارتی کام نہیں تھا؟ انھوں نے کہا نہیں، ابوالدرداء ﷺ نے پھر پوچھا کہ کوئی دوسری غرض تو نہ تھی، کہا: نہیں صرف حدیث ہی معلوم کرنے کے لیے آیا ہوں، ابوالدرداء ﷺ نے فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے کہ جو شخص کوئی راستہ علم حاصل کرنے کے لیے چلتا ہے، حق تعالیٰ شانہٗ اس کے لیے جنت کا راستہ سہل[2] فرمادیتے ہیں، اور فرشتے اپنے پَر طالب علم کی خوشنودی کے واسطے بچھا دیتے ہیں، اور طالب علم کے لیے آسمان زمین کے رہنے والے استغفار کرتے ہیں، حتیٰ کہ مچھلیاں جو پانی میں رہتی ہیں وہ بھی استغفار کرتی ہیں، اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے، جیسا کہ چاند کی فضیلت تمام ستاروں پر ہے، اور علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کسی کو دینار و درہم کا وارث نہیں بناتے، بلکہ علم کا وارث بناتے ہیں، جو شخص علم کو حاصل کرتا ہے، وہ ایک بڑی دولت کو حاصل کرتا ہے۔ [ابن ماجہ]

حل لغات: ① نسبت۔ ② آسان۔

فائدہ: حضرت ابوالدرداء ؓ فقہائے صحابہ ؓ میں ہیں، حکیمُ الاُمت کہلاتے ہیں، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی نبوت کے وقت میں تجارت کیا کرتا تھا، میں نے مسلمان ہونے کے بعد چاہا کہ تجارت اور عبادت دونوں کو جمع کروں، مگر دونوں اکٹھی نہ رہ سکیں، تو مجھے تجارت چھوڑنا پڑی، اب میرا دل یہ بھی گوارا نہیں کرتا کہ بالکل دروازہ ہی پر دکان ہو، جس کی وجہ سے ایک بھی نماز فوت[1] نہ ہو اور روزانہ چالیس دینار کا نفع ہو اور میں ان سب کو صدقہ کردوں، کسی نے پوچھا کہ ایسی تجارت سے کیوں خفا ہوئے کہ نماز بھی نہ جائے اور اتنا نفع روزانہ کا اللہ کے راستہ میں خرچ ہو، پھر بھی پسند نہیں کرتے؟ فرمایا: حساب تو دینا ہی پڑے گا۔ ابوالدرداء ؓ یہ بھی فرماتے ہیں کہ مجھے موت سے محبت ہے، اپنے مولیٰ سے ملاقات کے شوق میں اور فقر سے محبت ہے تواضع کے واسطے اور بیماری سے محبت ہے گناہ دُھلنے کے واسطے۔ [تذکرہ]

اوپر کے قصہ میں ایک حدیث کی خاطر اتنا طویل سفر کیا ہے، ان حضرات کے یہاں حدیث حاصل کرنے کے لیے سفر کرنا کچھ اہم نہیں تھا، ایک ایک حدیث سننے اور معلوم کرنے کے لیے دور دور کا سفر طے کر لینا ان حضرات کو بہت سہل تھا، شعبیؒ ایک مشہور محدث ہیں، کوفہ کے رہنے والے ہیں، اپنے کسی شاگرد کو ایک مرتبہ حدیث سنائی اور فرمایا کہ لے گھر بیٹھے مفت مل گئی، ورنہ اس سے کم کے لیے بھی مدینہ منورہ کا سفر کرنا پڑتا تھا کہ ابتداء میں حدیث کا مخزن[2] مدینہ طیبہ ہی تھا، علمی شغف[3] رکھنے والے حضرات نے بڑے بڑے طویل[4] سفر علم کی خاطر اختیار فرمائے ہیں۔ سعید بن المسیبؒ جو ایک مشہور تابعی ہیں، کہتے ہیں کہ میں ایک ایک حدیث کی خاطر راتوں اور دنوں پیدل چلا ہوں۔ امام الائمہ امام بخاریؒ شوال ۱۹۴ھ میں پیدا ہوئے، ۲۰۵ھ میں یعنی گیارہ سال کی عمر میں حدیث پڑھنا شروع کی تھی۔ عبداللہ بن مبارکؒ کی سب تصانیف[5] بچپن ہی میں حفظ کر لی تھیں، اپنے شہر میں جتنی احادیث مل سکیں ان کو حاصل کر لینے کے بعد ۲۱۶ھ میں سفر شروع کیا، والد کا انتقال ہو چکا تھا، اس وجہ سے یتیم تھے، والدہ سفر میں ساتھ تھیں، اس کے بعد بلخ، بغداد، مکہ مکرمہ، بصرہ، کوفہ، شام، عسقلان، حمص، دمشق ان شہروں میں گئے اور ہر جگہ جو ذخیرہ حدیث کا مل سکا، حاصل فرمایا اور ایسی نوعمری میں استاد حدیث بن گئے تھے کہ منہ پر داڑھی کا ایک بال بھی نہیں نکلا تھا۔ کہتے ہیں کہ میری اٹھارہ برس کی عمر تھی، جب میں نے صحابہ ؓ اور تابعین کے فیصلے تصنیف[6] کیے۔ حاشدؒ اور ان کے ایک ساتھی کہتے ہیں کہ امام بخاریؒ ہم لوگوں کے ساتھ اُستاد کے پاس جایا کرتے، ہم لوگ لکھتے اور بخاریؒ ویسے ہی واپس آجاتے، ہم نے کئی روز گزر جانے پر ان سے کہا کہ تم وقت ضائع کرتے ہو، وہ چُپ ہو گئے، جب کئی مرتبہ کہا تو کہنے لگے کہ تم نے دِق[7] ہی کر دیا، لاؤ تم نے کیا لکھا ہے، ہم نے اپنا مجموعہ[8] احادیث نکالا جو پندرہ ہزار[15000] حدیثوں سے زیادہ مقدار میں تھا، انھوں نے ان سب کو حفظ سنا دیا، ہم دنگ رہ گئے۔

حل لغات: (۱) نہ چھوٹے۔ (۲) خزانہ۔ (۳) شوق۔ (۴) لمبے۔ (۵) لکھی ہوئی کتابیں۔ (۶) لکھا۔ (۷) پریشان۔ (۸) ذخیرہ۔

⑩ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا انصاری کے پاس جانا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کے وِصال[1] کے بعد، میں نے ایک انصاری سے کہا کہ حضور ﷺ کا تو وصال ہوگیا، ابھی تک صحابۂ کرام ﷺ کی بڑی جماعت موجود ہے، آؤ اُن سے پوچھ پوچھ کر مسائل یاد کریں۔ اُن انصاری نے کہا: کیا ان صحابہ کرام ﷺ کی جماعت کے ہوتے ہوئے بھی لوگ تم سے مسئلہ پوچھنے آئیں گے؟ صحابہ ﷺ کی بہت بڑی جماعت موجود ہے، غرض ان صاحب نے تو ہمت کی نہیں، میں مسائل کے پیچھے پڑ گیا اور جن صاحب کے متعلق بھی مجھے علم ہوتا کہ فلاں حدیث انھوں نے حضور ﷺ سے سُنی ہے ان کے پاس جاتا اور تحقیق کرتا۔ مجھے مسائل کا بہت بڑا ذخیرہ انصار سے ملا۔ بعض لوگوں کے پاس جاتا اور معلوم ہوتا کہ وہ سو رہے ہیں، تو اپنی چادر وہیں چوکھٹ پر رکھ کر انتظار میں بیٹھ جاتا، گو ہَوا سے منہ پر اور بدن پر مٹی بھی پڑتی رہتی، مگر میں وہیں بیٹھا رہتا، جب وہ اُٹھتے تو جس بات کو معلوم کرنا تھا وہ دریافت کرتا۔ وہ حضرات کہتے بھی کہ تم نے حضور ﷺ کے چچازاد بھائی ہو کر کیوں تکلیف کی؟ مجھے بُلا لیتے، مگر میں کہتا کہ میں علم حاصل کرنے والا ہوں، اس لیے میں ہی حاضر ہونے کا زیادہ مستحق تھا۔ بعض حضرات پوچھتے کہ تم کب سے بیٹھے ہو؟ میں کہتا: بہت دیر سے، وہ کہتے کہ تم نے بُرا کیا، مجھے اطلاع کر دیتے۔ میں کہتا: میرا دل نہ چاہا کہ تم میری وجہ سے اپنی ضروریات سے فارغ ہونے سے پہلے آؤ، حتّٰی کہ ایک وقت میں یہ نوبت[2] بھی آئی کہ لوگ علم حاصل کرنے کے واسطے میرے پاس جمع ہونے لگے، تب اُن انصاری صاحب کو بھی قلق[3] ہوا، کہنے لگے کہ یہ لڑکا ہم سے زیادہ ہوشیار تھا۔ [دارمی]

فائدہ: یہی چیز تھی، جس نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو اپنے وقت میں ''حِبْرُ الْاُمَّۃ'' اور ''بَحْرُ الْعِلْم'' کا لقب دلوایا۔ جب اُن کا وصال ہوا تو طائف میں تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے صاحب زادہ ''محمدؒ'' نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور فرمایا کہ اس امت کا امام ربّانی آج رخصت ہوا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما آیتوں کے شانِ نزول[4] جاننے میں سب سے ممتاز[5] ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اُن کو علماء کی ممتاز صف میں جگہ دیتے تھے۔ یہ سب اسی جاں فشانی[6] کا ثمرہ تھا، ورنہ اگر یہ صاحبزادگی[7] کے زعم[8] میں رہتے، تو یہ مراتب[9] کیسے حاصل ہوتے۔

⑪ علم کی عظمت اور اس کے آداب

خود آقائے نامدار نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''جن سے علم حاصل کرو، ان کے ساتھ تواضع سے پیش آؤ''۔

بخاری میں مجاہدؒ سے نقل کیا ہے کہ جو شخص پڑھنے میں حیا کرے یا تکبر کرے، وہ علم حاصل نہیں کر سکتا۔

حل لغات: ① انتقال۔ ② حالت۔ ③ افسوس۔ ④ قرآن کی آیتوں کے اترنے کا موقع۔ ⑤ جدا، الگ۔ ⑥ کوشش۔ ⑦ بڑے کی اولاد۔ ⑧ گھمنڈ، غرور۔ ⑨ مرتبے۔

حضرت علی کرّم اللہ وجہہٗ کا ارشاد ہے کہ جس شخص نے مجھ کو ایک حرف بھی پڑھا دیا، میں اس کا غلام ہوں، خواہ وہ مجھے آزاد کردے یا بیچ دے۔ یحییٰ بن کثیرؒ کہتے ہیں کہ علم تن پروری[1] کے ساتھ حاصل نہیں ہوتا۔ امام شافعیؒ کا ارشاد ہے کہ جو شخص علم کو بے دلی اور استغنا[2] کے ساتھ حاصل کرے، وہ کامیاب نہیں ہوسکتا۔ ہاں! جو شخص خاکساری[3] اور تنگ دستی[4] کے ساتھ حاصل کرنا چاہے، وہ کامیاب ہوسکتا ہے۔ مغیرہؒ کہتے ہیں کہ ہم لوگ اپنے استاد ابراہیمؒ سے ایسے ڈرتے تھے، جیسا کہ بادشاہ سے ڈرا کرتے ہیں۔ یحییٰ بن معینؒ بہت بڑے محدّث ہیں، امام بخاریؒ ان کے متعلق کہتے ہیں کہ محدثین کا جتنا احترام وہ کرتے تھے، اتنا کسی دوسرے کو کرتے میں نے نہیں دیکھا۔ امام ابو یوسفؒ کہتے ہیں کہ میں نے بزرگوں سے سنا ہے کہ جو استاد کی قدر نہیں کرتا، وہ کامیاب نہیں ہوتا۔ اس قصہ میں جہاں حضرت عبداللہ بن عباس ؓ کے اساتذہ کے ساتھ تواضع[5] اور انکساری معلوم ہوتی ہے، اس کے ساتھ ہی علم کا شغف[6] اور اہتمام بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کے پاس کسی حدیث کا ہونا معلوم ہوتا، فوراً جاتے، اس کو حاصل فرماتے، خواہ اس میں کتنی ہی مشقت، محنت اور تکلیف اُٹھانا پڑتی۔ اور حق یہ ہے کہ بے محنت اور مشقت کے علم تو درکنار، معمولی سی چیز بھی حاصل نہیں ہوتی اور یہ تو ضرب المثل[7] ہے: ”مَنْ طَلَبَ الْعُلٰی سَهِرَ اللَّيَالِيَ“ جو شخص بلند مرتبوں کا طالب ہوگا، راتوں کو جاگے گا۔

⑫ متفرق علمی کارنامے

حارث بن یزید، ابن شُبْرُمہ، قَعْقَاع، مُغیرہ رحمہم اللہ، چاروں حضرات عشاء کی نماز کے بعد علمی بحث شروع کرتے، صبح کی اذان تک ایک بھی جدا نہ ہوتا۔ لیث بن سعدؒ کہتے ہیں کہ امام زہریؒ عشاء کے بعد باوضو بیٹھ کر حدیث کا سلسلہ شروع فرماتے، تو صبح کردیتے۔ [دارمی]

دَراوَردیؒ کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کو میں نے دیکھا کہ مسجد نبوی میں عشاء کے بعد سے ایک مسئلہ میں بحث شروع فرماتے اور وہ بھی اس طرح کہ نہ کوئی طعن[8] تشنیع ہوتی، نہ تغلیط[9] اور اسی حالت میں صبح ہوجاتی اور اسی جگہ صبح کی نماز پڑھتے۔ [مقدمہ]

ابنِ فُرات بغدادیؒ ایک محدّث ہیں، جب انتقال ہوا، تو اٹھارہ صندوق[10] کتابوں کے چھوڑے؛ جن میں سے اکثر خود اپنے قلم کی لکھی ہوئی تھیں اور کمال یہ ہے کہ محدثین کے نزدیک صحت[11] نقل اور عمدگی ضبط[12] کے اعتبار سے ان کا لکھا ہوا حجت[13] بھی ہے۔ ابن جوزیؒ مشہور محدث ہیں، تین سال کی عمر میں باپ نے مفارقت[14] کی، یتیمی کی حالت میں پرورش پائی؛ لیکن محنت کی حالت یہ تھی کہ جمعہ کی نماز کے علاوہ گھر سے دُور

حل لغات: ① عیش وآرام۔ ② بے پرواہی۔ ③ عاجزی۔ ④ غریبی۔ ⑤ عاجزی۔ ⑥ شوق۔ ⑦ کہاوت۔ ⑧ بُرا بھلا کہنا۔ ⑨ کسی کو غلط کہنا۔ ⑩ پیٹی۔ ⑪ صحیح لکھنا۔ ⑫ اچھے طریقے سے محفوظ کرنا۔ ⑬ دلیل۔ ⑭ انتقال ہوگیا۔

نہیں جاتے تھے۔ ایک مرتبہ منبر پر کہا کہ میں نے اپنی ان انگلیوں سے دو ہزار جلدیں لکھی ہیں، ڈھائی سو سے زیادہ خود ان کی اپنی تصنیفات ہیں۔ کہتے ہیں کہ کوئی وقت ضائع نہیں جاتا تھا، چار جُز روزانہ لکھنے کا معمول تھا۔ درس کا یہ عالم تھا کہ مجلس میں بعض مرتبہ ایک لاکھ سے زیادہ شاگردوں کا اندازہ کیا گیا، اُمَراء[1]، وُزَراء[2]، سلاطین[3] تک مجلسِ درس میں حاضر ہوتے تھے۔ ابن جوزیؒ خود کہتے ہیں کہ ایک لاکھ آدمی مجھ سے بیعت ہوئے اور بیس ہزار میرے ہاتھ پر مسلمان ہوئے ہیں۔ اس سب کے باوجود شیعوں کا زور تھا، اس وجہ سے تکلیفیں بھی اُٹھانا پڑیں۔ [تذکرہ] احادیث لکھنے کے وقت میں قلموں کا تراشہ جمع کرتے رہتے تھے۔ مرنے کے وقت وصیت کی تھی کہ میرے نہانے کا پانی اسی سے گرم کیا جائے۔ کہتے ہیں کہ صرف غسلِ میت کے پانی گرم کرنے ہی کے لیے کافی نہ تھا، بلکہ گرم کرنے کے بعد بچ بھی گیا تھا۔

یحییٰ بن مَعینؒ حدیث کے مشہور استاذ ہیں۔ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے ان ہاتھوں سے دس لاکھ حدیثیں لکھی ہیں۔ ابنِ جَریر طَبَریؒ مشہور مؤرخ ہیں، صحابہ ﷺ اور تابعین رحمہم اللہ کے احوال[4] کے ماہر، چالیس[5] سال تک ہمیشہ چالیس[6] ورق روزانہ لکھنے کا معمول تھا۔ ان کے انتقال پر شاگردوں نے روزانہ کی لکھائی کا حساب لگایا، تو بلوغ کے بعد سے مرنے تک چودہ ورق روزانہ کا اوسط[7] نکلا۔ ان کی تاریخ مشہور ہے، عام طور سے ملتی ہے، جب اس کی تصنیف[8] کا ارادہ ظاہر کیا، تو لوگوں سے پوچھا کہ تمام عالم کی تاریخ سے تو تم لوگ بہت خوش ہوگے؟ لوگوں نے پوچھا کہ اندازاً کتنی بڑی ہوگی؟ کہنے لگے کہ تقریباً تیس ہزار ورق پر آئے گی۔ لوگوں نے کہا: اس کے پورا کرنے سے پہلے عمریں فنا[9] ہو جائیں گی۔ کہنے لگے کہ اِنَّا لِلّٰہِ ہمتیں پست ہوگئیں۔ اس کے بعد مختصر کیا اور تقریباً تین ہزار[3000] ورق پر لکھی۔ اسی طرح ان کی تفسیر کا بھی قصہ ہوا، وہ بھی مشہور ہے اور عام طور سے ملتی ہے۔

دارِ قطنیؒ حدیث کے مشہور مُصنّف ہیں۔ حدیث حاصل کرنے کے لیے بغداد، بَصرہ، کوفہ، واسط، مصر اور شام کا سفر کیا۔ ایک مرتبہ استاذ کی مجلس میں بیٹھے تھے، استاذ پڑھ رہے تھے اور یہ کوئی کتاب نقل کر رہے تھے؛ ایک ساتھی نے اعتراض کیا کہ تم دوسری طرف متوجہ ہو، کہنے لگے کہ میری اور تمہاری توجہ میں فرق ہے۔ بتاؤ استاذ نے اب تک کتنی حدیثیں سنائیں؟ وہ سوچنے لگے، دارِ قُطنیؒ نے کہا کہ شیخ نے اٹھارہ[18] حدیثیں سنائی ہیں، پہلی یہ تھی، دوسری یہ تھی، اسی طرح ترتیب[8] وار سب کی سب مع[9] سند کے سُنا دیں۔

حافظ اثرمؒ ایک محدّث ہیں۔ احادیث کے یاد کرنے میں بڑے مشّاق[10] تھے۔ ایک مرتبہ حج کو تشریف لے گئے، وہاں خراسان کے دو بڑے استاذِ حدیث آئے ہوئے تھے اور حرم شریف میں دونوں علیحدہ علیحدہ

حل لغات: (۱) مالدار لوگ۔ (۲) وزیر لوگ۔ (۳) بادشاہ۔ (۴) حالات۔ (۵) درمیانی حساب۔ (۶) لکھنا۔ (۷) ختم۔ (۸) ایک کے بعد دوسری۔ (۹) ساتھ۔ (۱۰) ماہر۔

میں کچھ زندگی کی رَمَق[1] باقی تھی اور کفار ان کو مردہ سمجھ کر چھوڑ گئے تھے، باقی سب شہید ہو گئے، حضرت مُنذِر اور عمر ؓ جو اونٹ چرانے گئے ہوئے تھے، انھوں نے آسمان کی طرف دیکھا، تو مُردار[2] خور جانور اڑ رہے تھے، دونوں حضرات یہ کہہ کر لوٹے کہ ضرور کوئی حادثہ پیش آیا، یہاں آ کر دیکھا تو اپنے ساتھیوں کو شہید پایا اور سواروں کو خون کی بھری ہوئی تلواریں لیے ہوئے ان کے گرد چکر لگاتے دیکھا، یہ حالت دیکھ کر دونوں حضرات ٹھٹکے[3] اور باہم مشورہ کیا کہ کیا کرنا چاہیے؟ عمر بن اُمیہ ؓ نے کہا کہ چلو واپس چل کر حضور ﷺ کو اطلاع دیں، مگر حضرت منذر ؓ نے جواب دیا کہ خبر تو ہو ہی جاوے گی، میرا تو دل نہیں مانتا کہ شہادت کو چھوڑوں اور اس جگہ سے چلا جاؤں، جہاں ہمارے دوست پڑے سو رہے ہیں، آگے بڑھو اور ساتھیوں سے جا ملو، چنانچہ دونوں آگے بڑھے اور میدان میں کود گئے، حضرت منذر ؓ شہید ہوئے اور حضرت عمر بن اُمیہ ؓ گرفتار ہوئے، مگر چوں کہ عامر کی ماں کے ذمہ کسی منت کے سلسلہ میں ایک غلام کا آزاد کرنا تھا، اس لیے عامر نے اُن کو اس منت میں آزاد کیا۔ [اسلام]

اِن حضرات میں حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے غلام حضرت عامر بن فُہَیرہ ؓ بھی تھے، ان کے قاتل جبار بن سَلمٰی کہتے ہیں کہ میں نے جب ان کے برچھا مارا اور وہ شہید ہوئے تو انھوں نے کہا: فُزْتُ وَاللّٰہِ (خدا کی قسم! میں کامیاب ہوا) اس کے بعد میں نے دیکھا کہ ان کی نعش آسمان کو اڑی چلی گئی، میں بہت متحیر[4] ہوا اور میں نے بعد میں لوگوں سے پوچھا کہ میں نے خود برچھا مارا وہ مرے، لیکن پھر بھی وہ کہتے ہیں: ''میں کامیاب ہو گیا''، تو وہ کامیابی کیا تھی؟ لوگوں نے بتایا کہ وہ کامیابی جنت کی تھی، اس پر میں مسلمان ہو گیا۔ [خمیس]

فائدہ: یہ ہی ہیں وہ لوگ جن پر اسلام کو بجا طور پر فخر ہے، بے شک موت ان کے لیے شراب سے زیادہ محبوب تھی اور کیوں نہ ہوتی؟ جب دنیا میں کام ہی ایسے کیے تھے، جن پر اللہ کے یہاں کی سُرخ روئی[5] یقینی تھی، اسی لیے جو مرتا تھا وہ کامیاب ہوتا تھا۔

⑨ حضرت عُمیر ؓ کا قول کہ کھجوریں کھانا طویل[6] زندگی ہے

غزوۂ بدر میں حضور اقدس ﷺ ایک خیمہ میں تشریف فرما تھے، آپ ﷺ نے صحابہ ؓ سے ارشاد فرمایا کہ اُٹھو اور بڑھو ایسی جنت کی طرف، جس کی چوڑائی آسمان وزمین سے کہیں زیادہ ہے اور مُتّقیوں کے واسطے بنائی گئی ہے۔ حضرت عمیر بن الحُمام ؓ ایک صحابی ہیں، وہ بھی سن رہے تھے کہنے لگے: واہ واہ، حضور ﷺ نے فرمایا واہ واہ کس بات پر کہا؟ عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے یہ تمنا ہے کہ میں بھی ان میں سے ہوتا، آپ ﷺ نے فرمایا: تم بھی ان میں سے ہو، اس کے بعد جھولی میں سے چند کھجوریں نکال کر

حل لغات: ① تھوڑی سی جان۔ ② مُردے کھانے والے۔ ③ حیرت کے مارے رک گئے۔ ④ حیران۔ ⑤ کامیابی۔ ⑥ لمبی۔

کھانے لگے، اس کے بعد کہنے لگے کہ ان کھجوروں کے ختم ہونے کا انتظار جو ہاتھ میں ہے، بڑی لمبی زندگی ہے، کہاں تک انتظار کروں گا؛ یہ کہہ کر ان کو پھینک دیا اور تلوار لے کے مجمع میں گھس گئے اور شہید ہونے تک لڑتے رہے۔ [طبقات ابن سعد]

فائدہ: حقیقت میں یہی لوگ جنت کے قدردان[1] ہیں اور اس پر یقین رکھنے والے۔ ہم لوگوں کو بھی اگر یقین نصیب ہوجائے تو ساری باتیں سہل ہوجائیں۔

⑩ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہجرت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تو ذکر ہی کیا ہے، بچہ بچہ ان کی بہادری[2] سے واقف اور شجاعت[3] کا معترف ہے۔ اسلام کے شروع میں جب مسلمان سب ہی ضعف[4] کی حالت میں تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اسلام کی قوت کے واسطے عمر رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہونے کی دعا کی اور قبول ہوئی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ کعبہ کے قریب اس وقت تک نماز نہیں پڑھ سکتے تھے، جب تک کہ عمر مسلمان نہیں ہوئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اول اول ہر شخص نے ہجرت چھپ کر کی، مگر جب عمر رضی اللہ عنہ نے ہجرت کا ارادہ کیا تو تلوار گلے میں ڈالی، کمان[5] ہاتھ میں لی اور بہت سے تیر ساتھ لیے، اوّل مسجد میں گئے، طواف اطمینان سے کیا، پھر نہایت اطمینان سے نماز پڑھی، اس کے بعد کفار کے مجمعوں میں گئے اور فرمایا کہ جس کا دل یہ چاہے کہ اس کی ماں اس کو روئے، اس کی بیوی رانڈ[6] ہو، اس کے بچے یتیم ہوں، وہ مکہ سے باہر آکر میرا مقابلہ کرے۔ یہ الگ الگ جماعتوں کو سنا کر تشریف لے گئے۔ کسی ایک شخص کی بھی ہمت نہ پڑی کہ پیچھا کرتا۔ [اُسد الغابہ]

⑪ غزوۂ مُوتہ کا قصہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف بادشاہوں کے پاس تبلیغی دعوت نامے ارسال[7] فرمائے تھے، ان میں ایک خط حضرت حارث بن عُمَیر اَزْدِی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ بصریٰ کے بادشاہ کے پاس بھی بھیجا تھا۔ جب یہ مُوتہ پہونچے تو شرحبیل غسانی نے، جو قیصر کے حُکّام[8] میں سے ایک شخص تھا، ان کو قتل کر دیا۔ قاصدوں[9] کا قتل کسی کے نزدیک بھی پسندیدہ نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات بہت گراں[10] ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین ہزار کا ایک لشکر تجویز فرما کر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو ان پر امیر مقرر فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اگر یہ شہید ہوجائیں، تو جعفر بن ابی طالب امیر بنائے جائیں، وہ بھی شہید ہوجائیں تو عبداللہ بن رَوَاحہ رضی اللہ عنہ امیر ہوں، وہ بھی شہید ہوجائیں، تو پھر مسلمان جس کو دل چاہے امیر بنالیں۔ ایک یہودی اس گفتگو کو سن رہا تھا، اس نے کہا: یہ تینوں تو ضرور شہید ہوں گے، پہلے انبیاء کی اس قسم کے کلام کا یہی مطلب ہوتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سفید جھنڈا بنا کر حضرت زید رضی اللہ عنہ کے حوالے فرمایا

حل لغات: ① قدر کرنے والے۔ ② بہادری۔ ③ اقرار کرنے والا۔ ④ کمزوری۔ ⑤ تیر چلانے کا آلہ۔ ⑥ بیوہ۔ ⑦ بھیجنا۔ ⑧ افسروں۔ ⑨ پیغام لے جانے والا۔ ⑩ ناپسند۔

اور خود مع[1] ایک جماعت کے ان حضرات کو رخصت فرمانے تشریف لے گئے۔ شہر کے باہر جب پہونچانے والے واپس آنے لگے، تو ان مجاہدین کے لیے دعا کی کہ حق تعالیٰ شانہٗ تم کو سلامتی کے ساتھ، کامیابی کے ساتھ واپس لائے اور ہر قسم کی برائی سے محفوظ رکھے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ ؓ نے اس کے جواب میں تین شعر پڑھے، جن کا مطلب یہ تھا کہ میں تو اپنے رب سے گناہوں کی مغفرت چاہتا ہوں اور یہ چاہتا ہوں کہ ایک ایسی تلوار ہو، جس سے میرے خون کے فوّارے چھوٹنے لگیں یا ایسا برچھا[2] ہو جو آنتوں اور کلیجہ کو چیرتا ہوا نکل جائے اور جب لوگ میری قبر پر گذریں، تو یہ کہیں کہ اللہ تجھ غازی کو رشید[3] اور کامیاب کرے، واقعی تُو تو رشید اور کامیاب تھا۔ اس کے بعد یہ حضرات روانہ ہو گئے، شُرَحبیل کو بھی ان کی روانگی کا علم ہوا، وہ ایک لاکھ فوج[4] کے ساتھ مقابلہ کے لیے تیار ہوا۔ یہ حضرات کچھ آگے چلے، تو معلوم ہوا کہ خود ہرقل، روم کا بادشاہ بھی ایک لاکھ فوج ساتھ لیے ہوئے مقابلہ کے لیے آرہا ہے۔ ان حضرات کو اس خبر سے تردّد[5] ہوا کہ اتنی بڑی جمعیت[6] کا مقابلہ کیا جاوے، یا حضور اقدس ﷺ کو اطلاع دی جاوے؟ حضرت عبداللہ بن رواحہ ؓ نے للکار کر فرمایا: اے لوگو! تم کس بات سے گھبرا رہے ہو، تم کس چیز کے ارادہ سے نکلے ہو، تمہارا مقصود شہید ہو جانا ہے، ہم لوگ کبھی بھی قوت[7] اور آدمیوں کی کثرت کے زور پر نہیں لڑے، ہم صرف اس دین کی وجہ سے لڑے ہیں، جس کی وجہ سے اللہ نے ہمیں اکرام نصیب فرمایا ہے، آگے بڑھو، دو کامیابیوں میں سے ایک تو ضروری ہے، یا شہادت یا غلبہ۔ یہ سن کر مسلمانوں نے ہمت کی اور آگے بڑھ گئے، حتّٰی کہ مُوتہ پر پہونچ کر لڑائی شروع ہو گئی۔ حضرت زید ؓ نے جھنڈا ہاتھ میں لیا اور میدان میں پہونچے، گھمسان کی لڑائی شروع ہوئی، شُرَحبیل کا بھائی بھی مارا گیا اور اس کے ساتھی بھاگ گئے، خود شُرَحبیل بھی بھاگ کر ایک قلعہ میں چھپ گیا اور ہرقل کے پاس مدد کے لیے آدمی بھیجا، اس نے تقریباً دو لاکھ فوج بھیجی اور لڑائی زور سے ہوتی رہی، حضرت زید ؓ شہید ہوئے، تو حضرت جعفر ؓ نے جھنڈا لیا اور اپنے گھوڑے کے خود ہی پاؤں کاٹ دیے، تاکہ واپسی کا خیال بھی دل میں نہ آئے اور چند اشعار پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے:

''اے لوگو! کیا ہی اچھی ہے جنت اور کیا ہی اچھا ہے اس کا قریب ہونا، کتنی بہترین چیز ہے اور کتنا ٹھنڈا ہے اس کا پانی، اور ملک روم کے لوگوں پر عذاب کا وقت آ گیا، مجھ پر بھی لازم ہے کہ ان کو ماروں''۔ یہ اشعار پڑھے اور اپنے گھوڑے کے پاؤں خود ہی کاٹ چکے تھے کہ واپسی کا خیال بھی دل میں نہ آوے اور تلوار لے کر کافروں کے مجمع میں گھس گئے، امیر ہونے کی وجہ سے جھنڈا بھی اُنہی کے پاس تھا، اول جھنڈا دائیں ہاتھ میں لیا، کافروں نے دایاں ہاتھ کاٹ دیا کہ جھنڈا گر جائے، انھوں نے فوراً بائیں ہاتھ میں لیا، انھوں نے وہ بھی کاٹا، تو انھوں نے دونوں بازوؤں سے اُس کو تھاما اور منہ سے مضبوط پکڑ لیا، ایک شخص نے

حل لغات: (۱) ساتھ۔ (۲) نیزہ۔ (۳) ہدایت پایا ہوا۔ (۴) فکر۔ (۵) فوج۔ (۶) طاقت۔

پیچھے سے ان کے دو ٹکڑے کر دیے، جس سے یہ گر پڑے، اُس وقت اُن کی عمر تینتیس ۳۳ سال کی تھی۔ حضرت عبداللہ بن عمر ﷺ کہتے ہیں کہ ہم نے بعد میں نعشوں میں سے حضرت جعفر ﷺ کو جب اُٹھایا، تو ان کے بدن کے اگلے حصہ میں نوّے زخم تھے۔ جب یہ شہید ہو گئے، تو لوگوں نے عبداللہ بن رَوَاحہ ﷺ کو آواز دی، وہ لشکر کے ایک کونہ میں گوشت کا ٹکڑا کھا رہے تھے کہ تین دن سے کچھ چکھنے کو بھی نہ ملا تھا، وہ آواز سنتے ہی گوشت کے ٹکڑے کو پھینک کر اپنے آپ کو ملامت ۱ کرتے ہوئے کہ جعفر تو شہید ہو جائیں اور تو دنیا میں مشغول رہے، آگے بڑھے اور جھنڈا لے کر قتال شروع کر دیا، انگلی میں زخم آیا وہ لٹک گئی، تو انھوں نے پاؤں سے اس کٹی ہوئی انگلی کو دبا کر ہاتھ کھینچا وہ الگ ہو گئی، اُس کو پھینک دیا اور آگے بڑھے، اس گھمسان ۲ اور پریشانی کی حالت میں تھوڑا سا تردّد ۳ بھی پیش آیا کہ نہ ہمت نہ مقابلہ کی طاقت، لیکن اس تردّد کو تھوڑی ہی دیر گذری تھی کہ اپنے دل کو مخاطب بنا کر کہا: او دل! کس چیز کا اب اشتیاق ۴ باقی ہے، جس کی وجہ سے تردّد ہے، کیا بیوی کا ہے تو اس کو تین طلاق، یا غلاموں کا ہے تو وہ سب آزاد، یا باغ کا ہے تو وہ اللہ کے راستہ میں صدقہ۔ اس کے بعد چند شعر پڑھے، جن کا ترجمہ یہ ہے: ”قسم ہے او دل! تجھے اُترنا ہوگا، خوشی سے اُتر یا ناگواری سے اُتر، تجھے اطمینان کی زندگی گذارتے ہوئے ایک زمانہ گذر چکا، سوچ تو آخر تُو ایک قطرۂ منی ہے، دیکھ کافر لوگ مسلمانوں پر کھنچے ہوئے آرہے ہیں، تجھے کیا ہوا کہ جنت کو پسند نہیں کرتا، اگر تُو قتل نہ ہوا تو ویسے بھی آخر مرے گا ہی۔“ اس کے بعد گھوڑے سے اُترے، ان کے چچازاد بھائی گوشت کا ایک ٹکڑا لائے کہ ذرا سا کھالو، کمر سیدھی کرلو، کئی دن سے کچھ نہیں کھایا۔ انھوں نے لے لیا، اتنے میں ایک جانب سے ہلّے ۵ کی آواز آئی، اس کو پھینک دیا اور تلوار لے کر جماعت میں گھس گئے اور شہید ہونے تک تلوار چلاتے رہے۔ [خمیس]

فائدہ: صحابہ ﷺ کی پوری زندگی کا یہی نمونہ ہے، ان کا ہر ہر قصہ دنیا کی بے ثباتی ۶ اور آخرت کے شوق کا سبق دیتا ہے۔ صحابہ کرام ﷺ کا تو پوچھنا ہی کیا، تابعین پر بھی یہی رنگ چڑھا ہوا تھا۔ ایک قصہ پر اس باب کو ختم کرتا ہوں، جو دوسرے رنگ کا ہے۔ دشمن سے مقابلہ کے نمونے تو آپ دیکھ ہی چکے ہیں، اب حکومت کے سامنے کا منظر بھی دیکھ لیجیے۔

⑫ سعید بن جُبیرؒ اور حَجّاج کی گفتگو

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: أَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ ”بہترین جہاد ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنا ہے“۔ حَجّاج کا ظلم وستم دنیا میں مشہور ہے، گو اُس زمانہ کے بادشاہ باوجود ظلم وستم کے دین کی اشاعت کا کام بھی کرتے رہتے تھے؛ لیکن پھر بھی دین دار اور عادل ۷ بادشاہوں کے لحاظ سے وہ

حل لغات: ① برا بھلا کہنا۔ ② سخت لڑائی۔ ③ ہچکچاہٹ۔ ④ شوق۔ ⑤ حملہ، شور۔ ⑥ باقی نہ رہنا۔ ⑦ انصاف پسند۔

بدترین شمار ہوتے تھے اور اس وجہ سے لوگ ان سے بیزار[1] تھے۔ سعید بن جُبیرؒ نے بھی ابنُ الاَشعَث کے ساتھ مل کر حجّاج کا مقابلہ کیا۔ حجّاج عبدُالمَلِک بن مَروان کی طرف سے حاکم تھا۔ سعید بن جُبیرؒ مشہور تابعی ہیں اور بڑے علماء میں سے ہیں۔ حکومت اور بالخصوص حجّاج کو ان سے بُغض وعداوت[2] تھی اور چونکہ مقابلہ کیا تھا، اس لیے عداوت کا ہونا بھی ضروری تھا۔ مقابلہ میں حجّاج اُن کو گرفتار نہ کرسکا، یہ شکست کے بعد چھپ کر مکہ مکرمہ چلے گئے، حکومت نے اپنے ایک خاص آدمی کو مکہ کا حاکم بنایا اور پہلے حاکم کو اپنے پاس بلالیا، اس نئے حاکم نے جاکر خطبہ پڑھا، جس کے اخیر میں عبدُالمَلِک بن مروان بادشاہ کا یہ حکم بھی سنایا کہ جو شخص سعید بن جبیر کو ٹھکانا دے اس کی خیر نہیں، اس کے بعد اُس حاکم نے خود اپنی طرف سے بھی قسم کھائی کہ جس کے گھر میں وہ ملے گا، اس کو قتل کیا جائے گا اور اس کے گھر کو، نیز اس کے پڑوسیوں کے گھر کو ڈھاؤں گا۔ غرض بڑی دِقّت[3] سے مکہ کے حاکم نے ان کو گرفتار کرکے حجّاج کے پاس بھیج دیا، اُس کو غصہ نکالنے اور ان کو قتل کرنے کا موقع مل گیا، سامنے بلایا اور پوچھا۔ حجّاج: تیرا کیا نام ہے؟ سعیدؒ: میرا نام سعید ہے۔ حجّاج: کس کا بیٹا ہے؟ سعید: جُبیر کا بیٹا ہوں (سعید کا ترجمہ نیک بخت ہے اور جبیر کے معنیٰ: اصلاح کی ہوئی چیز) اگرچہ ناموں میں معنیٰ اکثر مقصود نہیں ہوتے؛ لیکن حجّاج کو ان کے نام کا اچھے معنیٰ والا ہونا پسند نہیں آیا، اس لیے کہا: نہیں تو شَقی بن کَسِیر ہے (شقی کہتے ہیں بد بخت کو اور کسیر: ٹوٹی ہوئی چیز)۔ سعیدؒ: میری والدہ میرا نام تجھ سے بہتر جانتی تھیں۔ حجّاج: تُو بھی بد بخت، تیری ماں بھی بد بخت۔ سعید: غیب کا جاننے والا تیرے علاوہ اور کوئی ہے (یعنی عَلّامُ الغُیُوب)۔ حجّاج: دیکھ میں اب تجھے موت کے گھاٹ اُتارتا ہوں۔ سعید: تو میری ماں نے میرا نام درست رکھا۔ حجّاج: اب میں تجھ کو زندگی کے بدلہ کیسا جہنم رسید کرتا ہوں۔ سعید: اگر میں جانتا کہ یہ تیرے اختیار میں ہے تو تجھ کو معبود بنالیتا۔ حجّاج: حضور اقدس ﷺ کی نسبت تیرا کیا عقیدہ ہے؟ سعید: وہ رحمت کے نبی تھے اور اللہ کے رسول تھے، جو بہترین نصیحت کے ساتھ تمام دنیا کی طرف بھیجے گئے۔ حجّاج: خلفاء کی نسبت تیرا کیا خیال ہے؟ سعید: میں ان کا محافظ نہیں ہوں، ہر شخص اپنے کیے کا ذمہ دار ہے۔ حجّاج: میں ان کو بُرا کہتا ہوں یا اچھا؟ سعید: جس چیز کا مجھے علم نہیں ہے، میں اس میں کیا کہہ سکتا ہوں، مجھے اپنا ہی حال معلوم ہے۔ حجّاج: ان میں سب سے زیادہ پسندیدہ تیرے نزدیک کون ہے؟ سعید: جو سب سے زیادہ میرے مالک کو راضی کرنے والا تھا۔ بعض کتب میں بجائے اس کے یہ جواب ہے کہ ان کے حالات بعض کو بعض پر ترجیح دیتے ہیں۔ حجّاج: سب سے زیادہ راضی رکھنے والا کون تھا؟ سعید: اُس کو وہی جانتا ہے، جو دل کے بھیدوں اور چھپے ہوئے رازوں سے واقف ہے۔ حجّاج: حضرت علی ﷺ جنت میں ہیں یا دوزخ میں؟ سعید: اگر میں جنت اور جہنم میں جاؤں اور وہاں والوں کو دیکھ لوں تو بتلا سکتا ہوں۔ حجّاج: میں

حل لغات: (۱) ناراض، پریشان۔ (۲) دشمنی۔ (۳) دشواری۔

قیامت میں کیسا آدمی ہوں گا؟ سعید: میں اس سے کم ہوں کہ غیب پر مطّلع[1] کیا جاؤں۔ حجّاج: تو مجھ سے سچ بولنے کا ارادہ نہیں کرتا؟ سعید: میں نے جھوٹ بھی نہیں کہا۔ حجّاج: تُو کبھی ہنستا کیوں نہیں؟ سعید: کوئی بات ہنسنے کی دیکھتا نہیں اور وہ شخص کیا ہنسے جو مٹی سے بنا ہو اور قیامت میں اس کو جانا ہو اور دنیا کے فتنوں میں دن رات رہتا ہو۔ حجّاج: میں تو ہنستا ہوں۔ سعید: اللہ نے ایسے ہی مختلف طریقوں میں ہم کو بنایا ہے۔ حجّاج: میں تجھے قتل کرنے والا ہوں۔ سعید: میری موت کا سبب پیدا کرنے والا اپنے کام سے فارغ ہو چکا۔ حجّاج: میں اللہ کے نزدیک تجھ سے زیادہ محبوب ہوں۔ سعید: اللہ پر کوئی بھی جرأت نہیں کرسکتا، جب تک کہ اپنا مرتبہ معلوم نہ کرلے اور غیب کی اللہ ہی کو خبر ہے۔ حجّاج: میں کیوں نہیں جرأت کرسکتا حالانکہ میں جماعت کے بادشاہ کے ساتھ ہوں اور تُو باغیوں[2] کی جماعت کے ساتھ ہے؟ سعید: میں جماعت سے علیحدہ نہیں ہوں اور فتنہ کو خود ہی پسند نہیں کرتا اور جو تقدیر میں ہے اس کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ حجّاج: ہم جو کچھ امیر المؤمنین کے لیے جمع کرتے ہیں، اس کو تو کیسا سمجھتا ہے؟ سعید: میں نہیں جانتا کہ کیا جمع کیا۔ حجّاج نے سونا چاندی کپڑے وغیرہ منگا کر اُن کے سامنے رکھ دیے۔ سعید: یہ اچھی چیزیں ہیں، اگر اپنی شرط کے موافق ہوں۔ حجّاج: شرط کیا ہے؟ سعید: یہ کہ تو اُن سے ایسی چیزیں خریدے جو بڑے گھبراہٹ کے دن یعنی قیامت کے دن اَمن پیدا کرنے والی ہوں، ورنہ ہر دودھ پلانے والی دودھ پیتے کو بھول جائے گی اور حمل گر جائیں گے اور آدمی کو اچھی چیز کے سوا کچھ بھی کام نہ دے گی۔ حجّاج: ہم نے جو جمع کیا، یہ اچھی چیز نہیں؟ سعید: تُو نے جمع کیا تُو ہی اس کی اچھائی کو سمجھ سکتا ہے۔ حجّاج: کیا تو اس میں سے کوئی چیز اپنے لیے پسند کرتا ہے؟ سعید: میں صرف اس چیز کو پسند کرتا ہوں، جس کو اللہ پسند کرے۔ حجّاج: تیرے لیے ہلاکت ہو۔ سعید: ہلاکت اس شخص کے لیے ہے، جو جنت سے ہٹا کر جہنم میں داخل کردیا جائے۔ حجّاج: (دِق[3] ہوکر) بتلا کہ میں تجھے کس طریقہ سے قتل کروں؟ سعید: جس طرح سے قتل ہونا اپنے لیے پسند ہو۔ حجّاج: کیا تجھے معاف کردوں؟ سعید: معافی اللہ کے یہاں کی معافی ہے، تیرا معاف کرنا کوئی چیز نہیں۔ حجّاج نے جلّاد[4] کو حکم دیا کہ اس کو قتل کردو۔ سعید: باہر لائے گئے اور ہنسے۔ حجّاج کو اس کی اطلاع دی گئی پھر بلایا اور پوچھا۔ حجّاج: تُو کیوں ہنسا؟ سعید: تیری اللہ پر جرأت اور اللہ تعالیٰ کے تجھ پر حلم سے۔ حجّاج: میں اس کو قتل کرتا ہوں جس نے مسلمانوں کی جماعت میں تفریق[5] کی، پھر جلّاد سے خطاب کرکے کہا: میرے سامنے اس کی گردن اُڑاؤ۔ سعید: میں دو رکعت نماز پڑھ لوں، نماز پڑھی، پھر قبلہ رُخ ہوکر ﴿وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝﴾ [سورۂ انعام] پڑھا، یعنی میں نے اپنا منہ اس پاک ذات کی طرف کیا جس نے آسمان وزمین بنائے اور میں سب طرف سے ہٹ کر اُدھر متوجہ ہوا اور نہیں ہوں

حل لغات: ① خبر دینا۔ ② حکومت کے مخالف لوگ۔ ③ پریشان۔ ④ مجرموں کو قتل کرنے والا۔ ⑤ دشمنی پیدا کرنا۔

مشرکین سے۔ حجّاج: اس کا منہ قبلہ سے پھیر دو اور نصاریٰ کے قبلہ کی طرف کر دو کہ انھوں نے بھی اپنے دین میں تفریق کی اور اختلاف پیدا کیا، چنانچہ فوراً پھیر دیا گیا۔ سعید: ﴿فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللَّهِ﴾ ﴿الْكَافِي بِالسَّرَائِرِ﴾ جدھر تم منہ پھیرو اُدھر بھی خدا ہے، جو بھیدوں کا جاننے والا ہے۔ حجّاج: اوندھا ڈال دو، (یعنی زمین کی طرف منہ کر دو) ہم تو ظاہر پر عمل کرنے کے ذمہ دار ہیں۔ سعید: ﴿مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَىٰ ﴿٥٥﴾﴾ [سورۂ طٰہٰ] ''ہم نے زمین ہی سے تم کو پیدا کیا اور اسی میں تم کو لوٹائیں گے اور اسی سے پھر دوبارہ اُٹھائیں گے۔'' حجّاج: اس کو قتل کر دو۔ سعید: میں تجھے اس بات کا گواہ بناتا ہوں، ((أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ)) تو اس کو محفوظ رکھنا، جب میں تجھ سے قیامت کے دن ملوں گا تو لے لوں گا۔ اس کے بعد وہ شہید کر دیے گئے۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ. ان کے انتقال کے بعد بدن سے خون بہت زیادہ نکلا، جس سے حجّاج کو بھی حیرت ہوئی، اپنے طبیب سے اس کی وجہ پوچھی، اس نے کہا کہ ان کا دل نہایت مطمئن تھا اور قتل کا ذرا بھی خوف ان کے دل میں نہیں تھا، اس لیے خون اپنی اصلی مقدار پر قائم رہا، بخلاف اور لوگوں کے کہ خوف سے اُن کا خون پہلے ہی خشک ہو جاتا ہے۔ [علمائے سلف کتاب الامامت والسیاست]

فائدہ: اس قصہ کے سوال جواب میں کتب میں کمی زیادتی بھی ہے اور بھی بعض سوال جواب نقل کیے گئے ہیں، ہمیں تو نمونہ ہی دکھانا تھا، اس لیے اسی پر اکتفا کیا گیا، تابعین کے اس قسم کے قصے بہت زیادہ ہیں۔ حضرت امام اعظم، امام مالک، امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ وغیرہ حضرات اسی حق[1] گوئی کی وجہ سے ہمیشہ مشقتیں برداشت فرماتے رہے، لیکن حق کو ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔

آٹھواں باب: علمی ولولہ[2] اور اس کا انہماک[3]

چوں کہ اصل دین کلمۂ توحید ہے اور وہی سب کمالات کی بنیاد ہے، جب تک وہ نہ ہو کوئی کارِ خیر[4] بھی مقبول نہیں۔ اس لیے صحابۂ کرام ﷺ کی ہمت بالخصوص ابتدائی زمانہ میں زیادہ تر کلمۂ توحید کے پھیلانے اور کفار سے جہاد کرنے میں مشغول تھی اور وہ علمی انہماک کے لیے فارغ و یکسو[5] تھے۔ لیکن اس کے باوجود ان مشاغل کے ساتھ ان کا انہماک اور شوق و شغف[6] جس کا ثمرہ[7] آج چودہ سو برس تک علوم قرآن و حدیث کا بقا[8] ہے؛ ایک کھلی ہوئی چیز ہے۔ ابتدائے اسلام کے بعد جب کچھ فراغت ان حضرات کو میسر ہو سکی اور جماعت میں بھی کچھ اضافہ ہوا تو آیت کلام اللہ ﴿وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً ۚ فَلَوْلَا نَفَرَ مِن

حل لغات: (۱) سچ بات کہنا۔ (۲) شوق۔ (۳) بہت زیادہ مشغولی۔ (۴) نیک کام۔ (۵) پورے طور پر فرصت میں نہ تھے۔ (۶) محبت۔ (۷) پھل۔ (۸) باقی رہنا۔

كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ [سورۂ توبہ] نازل ہوئی۔ جس کا ترجمہ یہ ہے: مسلمانوں کو یہ نہ چاہیے کہ سب کے سب نکل کھڑے ہوں، سو ایسا کیوں نہ کیا جاوے کہ ان کی ہر ہر بڑی جماعت میں سے ایک چھوٹی جماعت جایا کرے تاکہ باقی ماندہ[1] لوگ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرتے رہیں اور تاکہ وہ قوم کو جب وہ اُن کے پاس واپس آویں ڈراویں تاکہ وہ احتیاط رکھیں۔ [بیان القرآن]

حضرت عبداللہ بن عباس ﷺ فرماتے ہیں ﴿انْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا﴾ [سورۂ توبہ:۴۱] اور ﴿اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا﴾ [سورۂ توبہ:۳۹] سے جو عموم[2] معلوم ہوتا ہے اس کو ﴿مَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً﴾ [سورۂ توبہ:۱۲۲] نے منسوخ[3] کر دیا۔ صحابۂ کرام ﷺ کو حق تعالیٰ شانہٗ نے جامعیت[4] عطا فرمائی تھی اور اس وقت کے لیے یہ چیز نہایت ہی ضروری تھی، کہ وہی ایک مختصر سی جماعت دین کے سارے کام سنبھالنے والی تھی، مگر تابعین کے زمانہ میں جب اسلام پھیل گیا اور مسلمانوں کی بڑی جماعت اور جمعیت ہوگئی، نیز صحابۂ کرام ﷺ جیسی جامعیت بھی باقی نہ رہی، تو ہر ہر شعبۂ دین کے لیے پوری توجہ سے کام کرنے والے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائے۔ مُحدِّثین کی مستقل جماعت بننی شروع ہوگئی، جن کا کام احادیث کا ضبط[5] اور ان کا پھیلانا تھا۔ فُقَہاء کی علیحدہ[6] جماعت ہوئی۔ صوفیا، قرّاء، مجاہدین غرض دین کے ہر ہر شعبہ کو مستقل سنبھالنے والے پیدا ہوئے، اُس وقت کے لیے یہ ہی چیز مناسب اور ضروری تھی، اگر یہ صورت نہ ہوتی تو ہر شعبہ میں کمال اور ترقی دُشوار تھی، اس لیے کہ ہر شخص تمام چیزوں میں انتہائی کمال پیدا کرلے یہ بہت دشوار ہے، یہ صفت حق تعالیٰ شانہٗ نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام، بالخصوص سید الانبیاء علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام ہی کو عطا فرمائی تھی، اس لیے اس باب میں صحابۂ کرام ﷺ کے علاوہ اور دیگر حضرات کے واقعات بھی ذکر کیے جائیں گے۔

① فتوے کا کام کرنے والی جماعت کی فہرست

اگرچہ صحابۂ کرام ﷺ جہاد اور اعلاء[7] کلمۃ اللہ کی مشغولی کے باوجود سب ہی علمی مشغلہ[8] میں ہر وقت مُنہمک[9] تھے اور ہر شخص ہر وقت جو کچھ حاصل کر لیتا تھا، اس کو پھیلانا پہونچانا یہی اس کا مشغلہ تھا، لیکن ایک جماعت فتوے کے ساتھ مخصوص تھی، جو حضور اقدس ﷺ کے زمانہ میں بھی فتوے کا کام کرتی تھی۔ وہ حضراتِ ذیل ہیں: حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، اُبَی بن کعب، حضرت عبداللہ بن مسعود، مُعاذ بن جبل، عمّار بن یاسر، حُذیفہ، سلمان فارسی، زید بن ثابت، ابوموسیٰ، اَبُوالدَّرْدَاء رضی اللہ عنہم اجمعین۔ [تلقیح]

حل لغات: ① باقی بچے ہوئے۔ ② عام ہونا۔ ③ ختم۔ ④ ہر طرح کی خوبی۔ ⑤ حفاظت۔ ⑥ الگ۔ ⑦ اللہ کے کلمہ کو بلند کرنا۔ ⑧ کام۔ ⑨ بہت زیادہ مشغول۔

فائدہ: یہ ان حضرات کے کمالِ علم کی بات ہے کہ حضور ﷺ کی موجودگی میں یہ لوگ اہلِ فتویٰ شمار کیے جاتے تھے۔

② حضرت ابوبکر صدیق ؓ کا مجموعۂ احادیث کو جلا دینا

حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ میرے باپ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے پانچ سو[۵۰۰] احادیث کا ایک ذخیرہ جمع کیا تھا۔ ایک رات میں نے دیکھا کہ وہ نہایت بے چین ہیں، کروٹیں بدل رہے ہیں۔ مجھے یہ حالت دیکھ کر بے چینی ہوئی۔ دریافت کیا کہ کوئی تکلیف ہے؟ یا کوئی فکر کی بات سننے میں آئی ہے؟ غرض تمام رات اس بے چینی میں گذری اور صبح کو فرمایا کہ وہ احادیث جو میں نے تیرے پاس رکھوا رکھی ہیں، اٹھالا۔ میں لے کر آئی۔ آپ ؓ نے اُن کو جلا دیا۔ میں نے پوچھا کہ کیوں جلا دیا؟ ارشاد فرمایا کہ مجھے اندیشہ[۱] ہوا کہیں ایسا نہ ہو کہ میں مَر جاؤں اور یہ میرے پاس ہوں، ان میں دوسروں کی سنی ہوئی روایتیں بھی ہیں کہ میں نے معتبر سمجھا ہو، اور وہ واقع[۲] میں معتبر نہ ہوں اور اس کی روایت میں کوئی گڑبڑ ہو، جس کا وبال[۳] مجھ پر ہو۔ [تذکرۃ الحفاظ]

فائدہ: حضرت ابوبکر صدیق ؓ کا یہ علمی کمال اور شغف[۴] تھا کہ انھوں نے پانچ سو[۵۰۰] احادیث کا ایک رسالہ جمع کیا اور اس کے بعد اس کو جلا دینا یہ کمال احتیاط تھا۔ اکابر صحابہ ؓ کا حدیث کے بارے میں احتیاط کا یہی حال تھا، اسی وجہ سے اکثر صحابہ ؓ سے روایتیں بہت کم نقل کی جاتی ہیں۔ ہم لوگوں کو اس واقعہ سے سبق لینے کی ضرورت ہے، جو منبروں پر بیٹھ کے بے دھڑک احادیث نقل کر دیتے ہیں۔ حالانکہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ ہر وقت کے حاضر باش[۵]، سفر حضر کے ساتھی، ہجرت کے رفیق۔ صحابہ ؓ کہتے ہیں کہ ہم میں بڑے عالم حضرت ابوبکر ؓ تھے، حضرت عمر ؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے وصال[۶] کے بعد جب بیعت کا قصہ پیش آیا اور حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے تقریر فرمائی، تو کوئی آیت اور کوئی حدیث ایسی نہیں چھوڑی؛ جس میں انصار کی فضیلت آئی ہو اور حضرت ابوبکر ؓ نے اپنی تقریر میں نہ فرمادی ہو۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ قرآن پاک پر کتنا عبور[۷] تھا اور احادیث کس قدر یاد تھیں، مگر پھر بھی بہت کم روایتیں حدیث کی آپ سے منقول ہیں۔ یہی راز ہے کہ حضرت امام اعظم ؒ سے بھی حدیث کی روایتیں بہت کم نقل کی گئی ہیں۔

③ تبلیغ حضرت مُصْعَب بن عُمَیر ؓ

مُصْعَب بن عُمَیر ؓ جن کا ایک قصہ ساتویں باب کے نمبر پانچ پر بھی گذر چکا ہے، ان کو حضور اقدس ﷺ نے مدینہ منورہ کی اس جماعت کے ساتھ، جو سب سے پہلے منیٰ کی گھاٹی میں مسلمان ہوئی تھی، تعلیم اور دین کے سکھانے کے لیے بھیج دیا تھا۔ یہ مدینہ طیبہ میں ہر وقت تعلیم اور تبلیغ میں مشغول رہتے، لوگوں کو قرآن

حل لغات: ① فکر۔ ② حقیقت۔ ③ عذاب۔ ④ شوق۔ ⑤ ساتھ رہنے والے۔ ⑥ انتقال۔ ⑦ مہارت۔

شریف پڑھاتے اور دین کی باتیں سکھلاتے تھے۔ اسعد بن زُرارہ رضی اللہ عنہ کے پاس ان کا قیام تھا اور مُقْرِئ (پڑھانے والا، مُدرِّس) کے نام سے مشہور ہو گئے تھے۔ سعد بن مُعاذ رضی اللہ عنہ اور اُسید بن حُضیر رضی اللہ عنہ یہ دونوں سرداروں میں تھے۔ ان کو یہ بات ناگوار ہوئی۔ سعد رضی اللہ عنہ نے اُسید رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم اسعد کے پاس جاؤ اور اُن سے کہو کہ ہم نے یہ سنا ہے کہ تم کسی پردیسی کو اپنے ساتھ لے آئے ہو، جو ہمارے ضعیف لوگوں کو بیوقوف بناتا ہے، بہکاتا ہے۔ وہ اسعد رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور اُن سے سختی سے یہ گفتگو کی۔ اسعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم اُن کی بات سن لو، اگر تمہیں پسند آئے قبول کرلو، اگر سننے کے بعد ناپسند ہو، تو روکنے کا مضائقہ[1] نہیں۔ اُسید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ انصاف کی بات ہے، سننے لگے۔ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے اسلام کی خوبیاں سنائیں اور کلامُ اللہ شریف کی آیتیں تلاوت کیں۔ حضرت اُسید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیا ہی اچھی باتیں ہیں اور کیا ہی بہتر کلام ہے، جب تم اپنے دین میں کسی کو داخل کرتے ہو، تو کس طرح داخل کرتے ہو؟ ان لوگوں نے کہا کہ تم نہاؤ، پاک کپڑے پہنو، اور کلمۂ شہادت پڑھو۔ حضرت اُسید رضی اللہ عنہ نے اسی وقت سب کام کیے اور مسلمان ہو گئے۔ اس کے بعد یہ سعد کے پاس گئے اور ان کو بھی اپنے ہمراہ[2] لائے، ان سے بھی یہی گفتگو ہوئی۔ سعد ابن مُعاذ رضی اللہ عنہ بھی مسلمان ہو گئے اور مسلمان ہوتے ہی اپنی قوم بَنُوالْاَشْہَلْ کے پاس گئے۔ ان سے جا کر کہا کہ میں تم لوگوں کی نگاہ میں کیسا آدمی ہوں؟ انھوں نے کہا کہ ہم میں سب سے افضل اور بہتر ہو، اس پر سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے تمہارے مردوں اور عورتوں سے کلام حرام ہے، جب تک تم مسلمان نہ ہو جاؤ اور محمد ﷺ پر ایمان نہ لاؤ۔ ان کے اس کہنے سے قبیلۂ اَشْہَل کے سب مرد عورت مسلمان ہو گئے اور حضرت مصعب رضی اللہ عنہ ان کو تعلیم دینے میں مشغول ہو گئے۔ [تلقیح]

فائدہ: صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ عام دستور تھا کہ جو شخص بھی مسلمان ہو جاتا، وہ مستقل ایک مُبَلِّغ ہوتا اور جو بات اسلام کی اس کو آتی تھی، اس کا پھیلانا اور دوسروں تک پہونچانا، اُس کی زندگی کا ایک مستقل کام تھا، جس میں نہ کھیتی مانع[3] تھی، نہ تجارت، نہ پیشہ، نہ ملازمت۔

④ حضرت اُبَیْ بن کَعْب رضی اللہ عنہ کی تعلیم

حضرت اُبَیْ بن کَعْب رضی اللہ عنہ مشہور صحابہ اور مشہور قاریوں میں ہیں۔ اسلام لانے سے پہلے سے لکھنا پڑھنا جانتے تھے، عرب میں لکھنے کا عام دستور[4] نہیں تھا، اسلام کے بعد سے اس کا چرچا ہوا؛ لیکن یہ پہلے سے واقف تھے۔ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر رہ کر وحی بھی لکھا کرتے تھے، قرآن شریف کے بڑے ماہر تھے اور ان لوگوں میں تھے، جنھوں نے حضور ﷺ کی زندگی ہی میں تمام قرآن شریف حفظ کر لیا تھا۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ میری امت کے بڑے قاری اُبَیْ بن کَعْب ہیں۔ تہجد میں آٹھ[5] راتوں میں قرآن پاک کے ختم

حل لغات: ① حرج۔ ② ساتھ۔ ③ روکنے والی۔ ④ رواج۔

کرنے کا اہتمام تھا۔ ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ جلّ شانہٗ نے مجھے ارشاد فرمایا ہے کہ تمہیں قرآن شریف سناؤں۔ عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے میرا نام لے کر کہا؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں تمہارا نام لے کر کہا۔ یہ سن کر فرطِ[1] خوشی سے رونے لگے۔ ع

ذکر میرا مجھ سے بہتر ہے کہ اُس محفل میں ہے

جُنْدُب بن عبداللہ ؓ کہتے ہیں کہ میں مدینہ طیبہ علم حاصل کرنے کے لیے حاضر ہوا، تو مسجدِ نبوی میں حدیث پڑھانے والے مُتعدد حضرات تھے اور شاگردوں کے حلقے متفرق طور پر علیٰحدہ علیٰحدہ، ہر استاد کے پاس موجود تھے۔ میں اُن حلقوں پر گذرتا ہوا ایک حلقہ پر پہونچا، جس میں ایک صاحب مُسافرانہ[2] ہیئت کے ساتھ صرف دو کپڑے بدن پر ڈالے ہوئے بیٹھے حدیث پڑھا رہے تھے۔ میں نے لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کون بزرگ ہیں؟ بتایا کہ مسلمانوں کے سردار اُبَی بن کعب ہیں۔ میں ان کے حلقۂ درس میں بیٹھ گیا۔ جب حدیث سے فارغ ہوئے تو گھر جانے لگے، میں بھی پیچھے ہولیا، وہاں جا کر دیکھا ایک پُرانا سا گھر، خستہ[3] حالت، نہایت معمولی سامان، زاہدانہ زندگی۔ [طبقات]

حضرت اُبَی ؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ نے (میرا امتحان لیا) ارشاد فرمایا کہ قرآن شریف میں سب سے بڑی آیت (برکت اور فضل کے اعتبار سے) کونسی ہے؟ میں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں۔ حضور ﷺ نے دوبارہ سوال فرمایا، مجھے ادب مانع ہوا، میں نے پھر وہی جواب دیا۔ تیسری مرتبہ پھر ارشاد فرمایا، میں نے عرض کیا: آیۃُ الکُرسی۔ حضور ﷺ خوش ہوئے اور فرمایا: اللہ تجھے تیرا علم مبارک کرے۔ ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ نماز پڑھا رہے تھے، ایک آیت چھوٹ گئی، حضرت اُبی ؓ نے نماز میں لقمہ دیا، حضور ﷺ نے نماز کے بعد ارشاد فرمایا کہ کس نے بتایا؟ حضرت اُبی ؓ نے عرض کیا: میں نے بتایا تھا۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرا بھی یہ گمان تھا کہ تم نے ہی بتایا ہوگا۔ [مُسند احمد]

فائدہ: یہ حضرت ابی ؓ باوجود اس علمی شَغَف[4] اور قرآن پاک کی مخصوص خدمات کے حضور ﷺ کے ساتھ ہر غزوہ میں شریک ہوئے ہیں، حضور ﷺ کا کوئی جہاد ایسا نہیں جس میں ان کی شرکت نہ ہوئی ہو۔

⑤ حضرت حذیفہ ؓ کا فتنوں کے معلوم کرنے کا اہتمام

حضرت حذیفہ ؓ مشہور صحابہ میں ہیں، صاحبُ السِّر (بھیدی) اُن کا لقب ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے منافقین اور فتنوں کا علم ان کو بتایا تھا، کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ نے قیامت تک جتنے فتنے آنے والے ہیں، سب کو نمبروار بتایا تھا، کوئی ایسا فتنہ جس میں تین سو[5] آدمیوں کے بقدر لوگ شریک ہوں، حضور ﷺ نے نہیں چھوڑا، بلکہ اس فتنہ کا حال اور اس کے مقتدا[6] کا حال

حل لغات: ① بہت زیادہ خوشی۔ ② مسافروں جیسی حالت۔ ③ بُری حالت۔ ④ شوق ⑤ لیڈر، پیشوا۔

مع اس کے نام کے، نیز اس کی ماں کا نام، اس کے باپ کا نام، اس کے قبیلہ کا نام صاف صاف بتادیا تھا، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگ حضور ﷺ سے خیر کی باتیں دریافت کیا کرتے تھے اور میں بُرائی کی باتیں دریافت کیا کرتا تھا، تاکہ اس سے بچا جائے، ایک مرتبہ میں نے دریافت کیا: یارسول اللہ! یہ خیر وخوبی جس پر آج کل آپ کی برکت سے ہم لوگ ہیں، اس کے بعد بھی کوئی بُرائی آنے والی ہے، حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں! بُرائی آنے والی ہے، میں نے عرض کیا کہ اس بُرائی کے بعد پھر بھلائی لوٹ کر آئے گی یا نہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ حذیفہ! اللہ کا کلام پڑھ اور اس کے معانی پر غور کر، اس کے احکام کی اتباع کر، (مجھے فکر سوار تھا) میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اُس بُرائی کے بعد بھلائی ہوگی؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں! پھر بھلائی ہوگی، لیکن دل ایسے نہیں ہوں گے، جیسے پہلے تھے، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس بھلائی کے بعد پھر بُرائی ہوگی؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں! ایسے لوگ پیدا ہوجائیں گے، جو آدمیوں کو گمراہ کریں گے اور جہنم کی طرف لے جائیں گے، میں نے عرض کیا کہ اگر میں اس زمانہ کو پاؤں تو کیا کروں؟ حضور ﷺ نے فرمایا: اگر مسلمانوں کی کوئی مُتّحِدہ[1] جماعت ہو اور ان کا کوئی بادشاہ ہو، تو اس کے ساتھ ہوجانا، ورنہ ان سب فرقوں کو چھوڑ کر ایک کونہ میں علیحدہ بیٹھ جانا یا کسی درخت کی جڑ میں جا کر بیٹھ جانا اور مرنے تک وہیں بیٹھے رہنا، چوں کہ ان کو منافقوں کا حال حضور ﷺ نے سب کا بتلادیا تھا، اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان سے دریافت فرمایا کرتے تھے کہ میرے حُکّام[2] میں کوئی منافق تو نہیں؟ ایک مرتبہ انھوں نے عرض کیا کہ ایک منافق ہے، مگر میں نام نہیں بتاؤں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو معزول[3] کردیا، غالباً اپنی فراست[4] سے پہچان لیا ہوگا، جب کوئی شخص مرجاتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ تحقیق فرماتے کہ حذیفہ رضی اللہ عنہ ان کے جنازہ میں شریک ہیں یا نہیں، اگر حذیفہ رضی اللہ عنہ شریک ہوتے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی نماز پڑھتے، ورنہ وہ بھی نہ پڑھتے۔ حضرت حُذَیفہ رضی اللہ عنہ کا جب انتقال ہونے لگا، تو نہایت گھبراہٹ اور بے چینی میں رو رہے تھے، لوگوں نے دریافت کیا، فرمایا کہ دنیا کے چھوٹنے پر نہیں رو رہا ہوں، بلکہ موت تو مجھے محبوب ہے، البتہ اس پر رو رہا ہوں کہ مجھے اس کی خبر نہیں کہ میں اللہ کی ناراضی پر جارہا ہوں یا خوشنودی[5] پر، اس کے بعد کہا کہ یہ میری دنیا کی آخری گھڑی ہے، یا اللہ! تجھے معلوم ہے کہ مجھے تجھ سے محبت ہے، اس لیے اپنی ملاقات میں برکت عطا فرما۔ [ابوداؤد وأسد الغابہ]

⑥ حضرت اَبُوہُرَیرہ رضی اللہ عنہ کا احادیث کو حفظ کرنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نہایت مشہور اور جلیل[6] القدر صحابی ہیں اور اتنی کثرت سے ان سے حدیثیں نقل ہیں کہ کسی دوسرے صحابی سے اتنی زیادہ نقل کی ہوئی موجود نہیں، اس پر لوگوں کو تعجب ہوتا تھا کہ ۷ھ میں یہ مسلمان ہوکر تشریف لائے اور ۱۱ھ میں حضور اقدس ﷺ کا وصال[7] ہوگیا۔ اتنی قلیل مدت میں، جو

حل لغات: (۱) اتفاق رکھنے والی۔ (۲) افسروں۔ (۳) ہٹادیا۔ (۴) سمجھداری۔ (۵) خوشی۔ (۶) بڑی شان والے۔ (۷) انتقال۔

تقریباً چار برس ہوتی ہے، اتنی زیادہ حدیثیں کیسے یاد ہوئیں؟ خود ابوہریرہ ؓ اس کی وجہ بتاتے ہیں، فرماتے ہیں کہ لوگ کہتے ہیں کہ ابوہریرہ بہت روایتیں نقل کرتے ہیں، میرے مہاجر بھائی تجارت پیشہ[1] تھے، بازار میں آنا جانا پڑتا تھا اور میرے انصاری بھائی کھیتی کا کام کرتے تھے، اس کی مشغولی ان کو درپیش رہتی تھی اور ابوہریرہ اصحاب صفہ کے مساکین میں سے ایک مسکین تھا، جو حضور اقدس ﷺ کی خدمت اقدس میں جو کچھ کھانے کو مل جاتا تھا، اُس پر قناعت[2] کیے پڑا رہتا تھا، ایسے اوقات میں موجود ہوتا تھا، جس میں وہ نہیں ہوتے تھے اور ایسی چیزیں یاد کر لیتا تھا جن کو وہ یاد نہیں کر سکتے تھے۔ ایک مرتبہ میں نے حضور ﷺ سے حافظہ[3] کی شکایت کی، حضور ﷺ نے فرمایا: چادر بچھا، میں نے چادر بچھائی، حضور ﷺ نے دونوں ہاتھوں سے اس میں کچھ اشارہ فرمایا، اس کے بعد فرمایا، اس چادر کو ملا لے، میں نے اپنے سینہ سے ملا لیا، اس کے بعد سے کوئی چیز نہیں بھولا۔ [بخاری]

فائدہ: اصحابِ صُفّہ وہ لوگ کہلاتے ہیں، جو حضور اقدس ﷺ کی گویا خانقاہ کے رہنے والے تھے، ان حضرات کے اخراجات[4] کا کوئی خاص نظم نہیں تھا، گویا حضور ﷺ کے مہمان تھے، جو کہیں سے کچھ ہدیہ یا صدقہ کے طور پر آتا، اس پر ان کا زیادہ تر گذر تھا، حضرت ابوہریرہ ؓ بھی ان ہی لوگوں میں تھے، بسا اوقات کئی کئی وقت کے فاقے بھی اُن پر گذر جاتے تھے، بعض اوقات بھوک کی وجہ سے جنون[5] کی سی حالت ہو جاتی تھی، جیسا کہ تیسرے باب کے قصہ نمبر ۳۷ میں گذرا، لیکن اس کے باوجود احادیث کا کثرت سے یاد کرنا ان کا مشغلہ تھا، جس کی بدولت آج سب سے زیادہ احادیث انہی کی بتائی جاتی ہیں۔ ابن جوزیؒ نے تلقیح میں لکھا ہے کہ پانچ ہزار تین سو چوہتر[۵۳۷۴] حدیثیں ان سے مروی ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت ابوہریرہ ؓ نے جنازہ کے متعلق ایک حدیث بیان کی کہ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے: جو شخص جنازہ کی نماز پڑھ کر واپس آجائے، اس کو ایک قیراط ثواب ملتا ہے اور جو دفن تک شریک رہے، اس کو دو قیراط ثواب ملتا ہے اور ایک قیراط کی مقدار اُحد کے پہاڑ سے بھی زیادہ ہے، حضرت عبداللہ بن عمر ؓ کو اس حدیث میں کچھ تردّد[6] ہوا، انھوں نے فرمایا: ابوہریرہ ؓ سوچ کر کہو، ان کو غصہ آگیا، سیدھے حضرت عائشہ ؓ کے پاس گئے اور جا کر عرض کیا، کہ میں آپ ؓ کو قسم دے کر پوچھتا ہوں، یہ قیراط والی حدیث آپ نے حضور ﷺ سے سنی؟ انھوں نے فرمایا: ہاں سنی ہے، ابوہریرہ ؓ فرمانے لگے کہ مجھے حضور ﷺ کے زمانہ میں نہ تو باغ میں کوئی درخت لگانا تھا، نہ بازار میں مال بیچنا تھا، میں تو حضور ﷺ کے دربار میں پڑا رہتا تھا اور صرف یہ کام تھا کہ کوئی بات یاد کرنے کو مل جائے یا کچھ کھانے کو مل جائے، حضرت عبداللہ بن عمر ؓ نے فرمایا: بے شک تم ہم لوگوں سے زیادہ

حل لغات: ① تجارت کرنے والے۔ ② تھوڑی چیز پر راضی ہونا۔ ③ یاد رکھنے کی قوت۔ ④ خرچ۔ ⑤ پاگل پن۔ ⑥ شک۔

حاضر باش[1] تھے اور احادیث کو زیادہ جاننے والے۔ [مسند احمد] اس کے ساتھ ہی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے کہ میں بارہ ہزار مرتبہ روزانہ استغفار پڑھتا ہوں اور ایک تاگہ ان کے پاس تھا، جس میں ایک ہزار گرہ لگی ہوئی تھیں، رات کو اس وقت تک نہیں سوتے تھے، جب تک اس کو سبحان اللہ کے ساتھ پورا نہ کر لیتے تھے۔ [تذکرہ]

⑦ قتلِ مُسَیلَمہ و قرآن کا جمع کرنا

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال[2] کے بعد مسیلمہ کذاب کا، جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہی نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا، اثر بڑھنے لگا اور چوں کہ عرب میں ارتداد[3] بھی زور شور سے شروع ہو گیا تھا، اس سے اس کو اور بھی تقویت[4] پہونچی، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس سے لڑائی کی، حق تعالیٰ شانہٗ نے اسلام کو قوت عطا فرمائی اور مسیلمہ قتل ہوا؛ لیکن اس لڑائی میں صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بھی ایک بڑی جماعت شہید ہو گئی، بالخصوص قرآن پاک کے حافظوں کی ایک بڑی جماعت شہید ہوئی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اس لڑائی میں قاری بہت شہید ہو گئے، اگر اسی طرح ایک دو لڑائی میں اور شہید ہو گئے، تو قرآن پاک کا بہت سا حصہ ضائع ہو جانے کا اندیشہ ہے، اس لیے اس کو ایک جگہ لکھوا کر محفوظ کر لیا جائے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایسے کام کی کیسے جرأت[5] کرتے ہو، جس کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس پر اصرار فرماتے رہے اور ضرورت کا اظہار کرتے رہے، بالآخر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے بھی موافق ہو گئی، تو حضرت زید بن ثابت کو، جن کا قصہ باب: ۱۱ر قصہ: ۱۸ر پر آ رہا ہے بلایا، زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تشریف رکھتے تھے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اول اپنی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ساری گفتگو نقل فرمائی، اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ تم جوان ہو اور دانشمند[6]، تم پر کسی قسم کی بدگمانی بھی نہیں اور ان سب باتوں کے علاوہ یہ کہ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی تم وحی کے لکھنے پر مامور[7] رہ چکے ہو، اس لیے اس کام کو تم کرو، لوگوں کے پاس سے قرآن پاک جمع کرو اور اس کو ایک جگہ نقل کر دو۔ زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم! اگر مجھے یہ حکم فرماتے کہ فلاں پہاڑ کو توڑ کر اِدھر سے اُدھر منتقل کر دو، تو یہ حکم بھی میرے لیے قرآن پاک جمع کرنے کے حکم سے سہل[8] تھا۔ میں نے عرض کیا کہ آپ حضرات ایسا کام کس طرح کر رہے ہیں، جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا؟ وہ حضرات مجھے سمجھاتے رہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے زید رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اگر تم عمر رضی اللہ عنہ کی موافقت[9] کرو، تو میں اس کا حکم دوں اور نہیں تو پھر میں بھی ارادہ نہ کروں۔ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ طویل[10] گفتگو کے بعد حق تعالیٰ شانہٗ نے میرا بھی اسی

حل لغات: ① حاضر رہنے والے۔ ② انتقال۔ ③ اسلام سے پھر جانا۔ ④ طاقت۔ ⑤ دلیری، ہمت۔ ⑥ سمجھ دار۔ ⑦ متعین۔ ⑧ آسان۔ ⑨ اتفاق۔ ⑩ لمبی۔

جانب شرحِ صدر[1] فرمادیا کہ قرآن پاک کو یک جا[2] جمع کیا جائے، چنانچہ میں نے تعمیلِ ارشاد میں لوگوں کے پاس، جو قرآن شریف متفرق[3] طور پر لکھا ہوا تھا، اور جو اُن حضرات صحابۂ کرام ؓ کے سینوں میں بھی محفوظ تھا، سب کو تلاش کر کے جمع کیا۔ [بخاری]

فائدہ: اس قصہ میں اوّل تو ان حضرات کے اتباع کا اہتمام معلوم ہوتا، کہ پہاڑ کا منتقل[4] کرنا ان کے لیے اس سے سہل[5] تھا کہ کوئی ایسا کام کیا جائے، جس کو حضور ﷺ نے نہیں کیا، اس کے بعد کلام پاک کا جمع کرنا، جو دین کی اصل ہے، اللہ نے ان حضرات کے اعمال نامہ میں رکھا تھا، پھر حضرت زید ؓ نے اتنا اہتمام اس کے جمع فرمانے میں کیا کہ کوئی آیت بغیر لکھی ہوئی نہیں لیتے تھے، جو حضور اقدس ﷺ کے زمانہ کی لکھی ہوئی تھیں، اُن ہی سے جمع کرتے تھے اور حُفّاظ[6] کے سینوں سے اُس کا مقابلہ کرتے تھے، اور چوں کہ تمام قرآن شریف متفرق جگہوں میں لکھا ہوا تھا، اس لیے اُس کی تلاش میں، گو محنت[7] ضرور کرنا پڑی، مگر سب مل گیا۔ اُبی بن کعب ؓ جن کو خود حضور ﷺ نے قرآن پاک کا سب سے زیادہ ماہر بتایا، ان کی اعانت[8] کرتے تھے اس محنت سے کلام اللہ شریف کو ان حضرات نے سب سے پہلے جمع فرمایا۔

⑧ حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کی احتیاط روایتِ حدیث میں

حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ بڑے مشہور صحابہ میں ہیں اور ان صحابہ ؓ میں شمار ہے جو فتوے کے مالک تھے، ابتدائے اسلام ہی میں مسلمان ہوگئے تھے اور حبشہ[9] کی ہجرت بھی کی تھی، تمام غزوات میں حضور ﷺ کے ساتھ شریک رہے ہیں اور مخصوص خادم ہونے کی وجہ سے صاحبُ النّعل، صاحبُ الوِسادہ، صاحبُ المُطَہّرۃ، جوتے والے، تکیہ والے، وضو کے پانی والے، یہ القاب بھی ان کے ہیں؛ اس لیے کہ حضور اقدس ﷺ کی یہ خدمتیں اکثر ان کے سپرد[10] رہتی تھیں۔ حضور ﷺ کا ان کے بارے میں یہ بھی ارشاد ہے کہ اگر میں کسی کو بغیر مشورہ امیر بناؤں، تو عبداللہ بن مسعود کو بناؤں۔ حضور ﷺ کا یہ بھی ارشاد تھا کہ تمہیں ہر وقت حاضری کی اجازت ہے، حضور ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ جس شخص کو قرآن شریف بالکل ایسی طرح پڑھنا ہو جس طریقہ سے اُترا ہے، تو عبداللہ بن مسعود ؓ کے طریقہ کے موافق پڑھے۔ حضور ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ ابن مسعود ؓ جو حدیث تم سے بیان کریں اس کو سچ سمجھو۔ ابو موسیٰ اشعری ؓ کہتے ہیں کہ ہم لوگ جب یمن سے آئے، تو ایک زمانہ تک ابن مسعود ؓ کو اہلِ بیت[11] میں سے سمجھتے رہے، اس لیے کہ اتنی کثرت سے ان کی اور ان کی والدہ کی آمد و رفت حضور ﷺ کے گھر میں تھی، جیسی گھر کے آدمیوں کی ہوتی ہے۔ [بخاری]

حل لغات: ① دل کا اطمینان۔ ② ایک جگہ۔ ③ الگ الگ۔ ④ ہٹانا۔ ⑤ آسان۔ ⑥ حافظ کی جمع۔ ⑦ اگرچہ۔ ⑧ مدد۔ ⑨ ایک ملک۔ ⑩ ذمے۔ ⑪ گھر والے۔

لیکن ان سب باتوں کے باوجود ابوعمرو شیبانی ﷺ کہتے ہیں کہ میں ایک سال تک ابن مسعود ﷺ کے پاس رہا، میں نے کبھی ان کو حضور ﷺ کی طرف منسوب[1] کر کے بات کرتے نہیں سنا، لیکن کبھی اگر حضور ﷺ کی طرف کوئی بات منسوب کر دیتے تھے، تو بدن پر کپکپی آجاتی تھی۔ عمرو بن میمون ﷺ کہتے ہیں کہ میں ہر جمعرات کو ایک سال تک ابن مسعود ﷺ کے پاس آتا رہا، میں نے کبھی حضور ﷺ کی طرف نسبت کر کے بات کرتے نہیں سنا۔ ایک مرتبہ حدیث بیان فرماتے ہوئے زبان پر یہ جاری ہوگیا کہ حضور ﷺ نے یہ اِرشاد فرمایا: تو بدن کانپ گیا، آنکھوں میں آنسو بھر آئے، پیشانی پر پسینہ آگیا، رگیں پھول گئیں اور فرمایا ان شاء اللہ یہی فرمایا تھا یا اس کے قریب قریب تھا یا اس سے کچھ زیادہ یا اس سے کچھ کم۔ [مقدمہ اوجز، مسند احمد]

فائدہ: یہ تھی ان حضرات صحابۂ کرام ﷺ کی احتیاط حدیث شریف کے بارہ میں، اس لیے کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو میری طرف سے جھوٹ نقل کرے، اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے؛ اس خوف کی وجہ سے یہ حضرات باوجود یہ کہ مسائل حضور ﷺ کے ارشادات اور حالات ہی سے بتاتے تھے، مگر یہ نہیں کہتے تھے کہ حضور ﷺ کا یہ ارشاد ہے، کہ خدانخواستہ جھوٹ نہ نکل جائے۔ اس کے بالمقابل ہم اپنی حالتیں دیکھتے ہیں کہ بے دھڑک بے تحقیق حدیث نقل کر دیتے ہیں۔ ذرا بھی نہیں جھجکتے، حالانکہ حضور ﷺ کی طرف منسوب کر کے بات کا نقل کرنا بڑی سخت ذمہ داری ہے، فقہ حنفی انہی عبداللہ بن مسعود ﷺ سے زیادہ تر لیا گیا ہے۔

⑨ حضرت اَبُوالدَّرْدَاء ﷺ کے پاس حدیث کے لیے جانا

کثیر بن قیسؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابوالدرداء ﷺ کے پاس دمشق کی مسجد میں بیٹھا ہوا تھا، ایک شخص ان کی خدمت میں آئے اور کہا کہ میں مدینہ منورہ سے صرف ایک حدیث کی وجہ سے آیا ہوں، میں نے سنا ہے کہ وہ آپ نے حضور اقدس ﷺ سے سنی ہے، ابوالدرداء ﷺ نے پوچھا کوئی اور تجارتی کام نہیں تھا؟ انھوں نے کہا نہیں، ابوالدرداء ﷺ نے پھر پوچھا کہ کوئی دوسری غرض تو نہ تھی، کہا: نہیں صرف حدیث ہی معلوم کرنے کے لیے آیا ہوں، ابوالدرداء ﷺ نے فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے کہ جو شخص کوئی راستہ علم حاصل کرنے کے لیے چلتا ہے، حق تعالیٰ شانہٗ اس کے لیے جنت کا راستہ سہل[2] فرمادیتے ہیں، اور فرشتے اپنے پَر طالب علم کی خوشنودی کے واسطے بچھا دیتے ہیں، اور طالب علم کے لیے آسمان زمین کے رہنے والے استغفار کرتے ہیں، حتیٰ کہ مچھلیاں جو پانی میں رہتی ہیں وہ بھی استغفار کرتی ہیں، اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے، جیسا کہ چاند کی فضیلت تمام ستاروں پر ہے، اور علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کسی کو دینار و درہم کا وارث نہیں بناتے، بلکہ علم کا وارث بناتے ہیں، جو شخص علم کو حاصل کرتا ہے، وہ ایک بڑی دولت کو حاصل کرتا ہے۔ [ابن ماجہ]

حل لغات: ① نسبت۔ ② آسان۔

فائدہ: حضرت ابوالدرداء ؓ فقہائے صحابہ ؓ میں ہیں، حکیمُ الاُمت کہلاتے ہیں، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی نبوت کے وقت میں تجارت کیا کرتا تھا، میں نے مسلمان ہونے کے بعد چاہا کہ تجارت اور عبادت دونوں کو جمع کروں، مگر دونوں اکٹھی نہ رہ سکیں، تو مجھے تجارت چھوڑنا پڑی، اب میرا دل یہ بھی گوارا نہیں کرتا کہ بالکل دروازہ ہی پر دکان ہو، جس کی وجہ سے ایک بھی نماز فوت[1] نہ ہو اور روزانہ چالیس دینار کا نفع ہو اور میں ان سب کو صدقہ کردوں، کسی نے پوچھا کہ ایسی تجارت سے کیوں خفا ہوئے کہ نماز بھی نہ جائے اور اتنا نفع روزانہ کا اللہ کے راستہ میں خرچ ہو، پھر بھی پسند نہیں کرتے؟ فرمایا: حساب تو دینا ہی پڑے گا۔ ابوالدرداء ؓ یہ بھی فرماتے ہیں کہ مجھے موت سے محبت ہے، اپنے مولیٰ سے ملاقات کے شوق میں اور فقر سے محبت ہے تواضع کے واسطے اور بیماری سے محبت ہے گناہ دُھلنے کے واسطے۔ [تذکرہ]

اوپر کے قصہ میں ایک حدیث کی خاطر اتنا طویل سفر کیا ہے، ان حضرات کے یہاں حدیث حاصل کرنے کے لیے سفر کرنا کچھ اہم نہیں تھا، ایک ایک حدیث سننے اور معلوم کرنے کے لیے دور دور کا سفر طے کر لینا ان حضرات کو بہت سہل تھا، شعبیؒ ایک مشہور محدث ہیں، کوفہ کے رہنے والے ہیں، اپنے کسی شاگرد کو ایک مرتبہ حدیث سنائی اور فرمایا کہ لے گھر بیٹھے مفت مل گئی، ورنہ اس سے کم کے لیے بھی مدینہ منورہ کا سفر کرنا پڑتا تھا کہ ابتداء میں حدیث کا مخزن[2] مدینہ طیبہ ہی تھا، علمی شغف[3] رکھنے والے حضرات نے بڑے بڑے طویل[4] سفر علم کی خاطر اختیار فرمائے ہیں۔ سعید بن المسیبؒ جو ایک مشہور تابعی ہیں، کہتے ہیں کہ میں ایک ایک حدیث کی خاطر راتوں اور دنوں پیدل چلا ہوں۔ امام الائمہ امام بخاریؒ شوال ۱۹۴ھ میں پیدا ہوئے، ۲۰۵ھ میں یعنی گیارہ سال کی عمر میں حدیث پڑھنا شروع کی تھی۔ عبداللہ بن مبارکؒ کی سب تصانیف[5] بچپن ہی میں حفظ کر لی تھیں، اپنے شہر میں جتنی احادیث مل سکیں ان کو حاصل کر لینے کے بعد ۲۱۶ھ میں سفر شروع کیا، والد کا انتقال ہو چکا تھا، اس وجہ سے یتیم تھے، والدہ سفر میں ساتھ تھیں، اس کے بعد بلخ، بغداد، مکہ مکرمہ، بصرہ، کوفہ، شام، عسقلان، حمص، دمشق ان شہروں میں گئے اور ہر جگہ جو ذخیرہ حدیث کا مل سکا، حاصل فرمایا اور ایسی نوعمری میں استاد حدیث بن گئے تھے کہ منہ پر داڑھی کا ایک بال بھی نہیں نکلا تھا۔ کہتے ہیں کہ میری اٹھارہ برس کی عمر تھی، جب میں نے صحابہ ؓ اور تابعین کے فیصلے تصنیف[6] کیے۔ حاشدؒ اور ان کے ایک ساتھی کہتے ہیں کہ امام بخاریؒ ہم لوگوں کے ساتھ اُستاد کے پاس جایا کرتے، ہم لوگ لکھتے اور بخاریؒ ویسے ہی واپس آجاتے، ہم نے کئی روز گزر جانے پر ان سے کہا کہ تم وقت ضائع کرتے ہو، وہ چُپ ہو گئے، جب کئی مرتبہ کہا تو کہنے لگے کہ تم نے دِق[7] ہی کر دیا، لاؤ تم نے کیا لکھا ہے، ہم نے اپنا مجموعہ[8] احادیث نکالا جو پندرہ ہزار[15000] حدیثوں سے زیادہ مقدار میں تھا، انھوں نے ان سب کو حفظ سنا دیا، ہم دنگ رہ گئے۔

حل لغات: (۱) نہ چھوٹے۔ (۲) خزانہ۔ (۳) شوق۔ (۴) لمبے۔ (۵) لکھی ہوئی کتابیں۔ (۶) لکھا۔ (۷) پریشان۔ (۸) ذخیرہ۔

⑩ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا انصاری کے پاس جانا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کے وِصال[1] کے بعد، میں نے ایک انصاری سے کہا کہ حضور ﷺ کا تو وصال ہوگیا، ابھی تک صحابۂ کرام ﷺ کی بڑی جماعت موجود ہے، آؤ اُن سے پوچھ پوچھ کر مسائل یاد کریں۔ اُن انصاری نے کہا: کیا ان صحابہ کرام ﷺ کی جماعت کے ہوتے ہوئے بھی لوگ تم سے مسئلہ پوچھنے آئیں گے؟ صحابہ ﷺ کی بہت بڑی جماعت موجود ہے، غرض ان صاحب نے تو ہمت کی نہیں، میں مسائل کے پیچھے پڑ گیا اور جن صاحب کے متعلق بھی مجھے علم ہوتا کہ فلاں حدیث انھوں نے حضور ﷺ سے سُنی ہے ان کے پاس جاتا اور تحقیق کرتا۔ مجھے مسائل کا بہت بڑا ذخیرہ انصار سے ملا۔ بعض لوگوں کے پاس جاتا اور معلوم ہوتا کہ وہ سو رہے ہیں، تو اپنی چادر وہیں چوکھٹ پر رکھ کر انتظار میں بیٹھ جاتا، گو ہَوا سے منہ پر اور بدن پر مٹی بھی پڑتی رہتی، مگر میں وہیں بیٹھا رہتا، جب وہ اُٹھتے تو جس بات کو معلوم کرنا تھا وہ دریافت کرتا۔ وہ حضرات کہتے بھی کہ تم نے حضور ﷺ کے چچازاد بھائی ہو کر کیوں تکلیف کی؟ مجھے بُلا لیتے، مگر میں کہتا کہ میں علم حاصل کرنے والا ہوں، اس لیے میں ہی حاضر ہونے کا زیادہ مستحق تھا۔ بعض حضرات پوچھتے کہ تم کب سے بیٹھے ہو؟ میں کہتا: بہت دیر سے، وہ کہتے کہ تم نے بُرا کیا، مجھے اطلاع کر دیتے۔ میں کہتا: میرا دل نہ چاہا کہ تم میری وجہ سے اپنی ضروریات سے فارغ ہونے سے پہلے آؤ، حتّٰی کہ ایک وقت میں یہ نوبت[2] بھی آئی کہ لوگ علم حاصل کرنے کے واسطے میرے پاس جمع ہونے لگے، تب اُن انصاری صاحب کو بھی قلق[3] ہوا، کہنے لگے کہ یہ لڑکا ہم سے زیادہ ہوشیار تھا۔ [دارمی]

فائدہ: یہی چیز تھی، جس نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو اپنے وقت میں ''حِبْرُ الْاُمَّۃ'' اور ''بَحْرُ الْعِلْم'' کا لقب دلوایا۔ جب اُن کا وصال ہوا تو طائف میں تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے صاحب زادہ ''محمدؒ'' نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور فرمایا کہ اس امت کا امام ربّانی آج رخصت ہوا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما آیتوں کے شانِ نزول[4] جاننے میں سب سے ممتاز[5] ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اُن کو علماء کی ممتاز صف میں جگہ دیتے تھے۔ یہ سب اسی جاں فشانی[6] کا ثمرہ تھا، ورنہ اگر یہ صاحبزادگی[7] کے زعم[8] میں رہتے، تو یہ مراتب[9] کیسے حاصل ہوتے۔

⑪ علم کی عظمت اور اس کے آداب

خود آقائے نامدار نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''جن سے علم حاصل کرو، ان کے ساتھ تواضع سے پیش آؤ''۔

بخاری میں مجاہدؒ سے نقل کیا ہے کہ جو شخص پڑھنے میں حیا کرے یا تکبر کرے، وہ علم حاصل نہیں کر سکتا۔

حل لغات: ① انتقال۔ ② حالت۔ ③ افسوس۔ ④ قرآن کی آیتوں کے اترنے کا موقع۔ ⑤ جدا، الگ۔ ⑥ کوشش۔ ⑦ بڑے کی اولاد۔ ⑧ گھمنڈ، غرور۔ ⑨ مرتبے۔

حضرت علی کرّم اللہ وجہہٗ کا ارشاد ہے کہ جس شخص نے مجھ کو ایک حرف بھی پڑھا دیا، میں اس کا غلام ہوں، خواہ وہ مجھے آزاد کردے یا بیچ دے۔ یحییٰ بن کثیرؒ کہتے ہیں کہ علم تن پروری[1] کے ساتھ حاصل نہیں ہوتا۔ امام شافعیؒ کا ارشاد ہے کہ جو شخص علم کو بے دلی اور استغنا[2] کے ساتھ حاصل کرے، وہ کامیاب نہیں ہوسکتا۔ ہاں! جو شخص خاکساری[3] اور تنگ دستی[4] کے ساتھ حاصل کرنا چاہے، وہ کامیاب ہوسکتا ہے۔ مغیرہؒ کہتے ہیں کہ ہم لوگ اپنے استاد ابراہیمؒ سے ایسے ڈرتے تھے، جیسا کہ بادشاہ سے ڈرا کرتے ہیں۔ یحییٰ بن معینؒ بہت بڑے محدّث ہیں، امام بخاریؒ ان کے متعلق کہتے ہیں کہ محدثین کا جتنا احترام وہ کرتے تھے، اتنا کسی دوسرے کو کرتے میں نے نہیں دیکھا۔ امام ابو یوسفؒ کہتے ہیں کہ میں نے بزرگوں سے سنا ہے کہ جو استاد کی قدر نہیں کرتا، وہ کامیاب نہیں ہوتا۔ اس قصہ میں جہاں حضرت عبداللہ بن عباس ؓ کے اساتذہ کے ساتھ تواضع[5] اور انکساری معلوم ہوتی ہے، اس کے ساتھ ہی علم کا شغف[6] اور اہتمام بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کے پاس کسی حدیث کا ہونا معلوم ہوتا، فوراً جاتے، اس کو حاصل فرماتے، خواہ اس میں کتنی ہی مشقت، محنت اور تکلیف اُٹھانا پڑتی۔ اور حق یہ ہے کہ بے محنت اور مشقت کے علم تو درکنار، معمولی سی چیز بھی حاصل نہیں ہوتی اور یہ تو ضرب المثل[7] ہے: ”مَنْ طَلَبَ الْعُلٰی سَهِرَ اللَّيَالِيَ“ جو شخص بلند مرتبوں کا طالب ہوگا، راتوں کو جاگے گا۔

⑫ متفرق علمی کارنامے

حارث بن یزید، ابن شُبْرُمہ، قَعْقَاع، مُغیرہ رحمہم اللہ، چاروں حضرات عشاء کی نماز کے بعد علمی بحث شروع کرتے، صبح کی اذان تک ایک بھی جدا نہ ہوتا۔ لیث بن سعدؒ کہتے ہیں کہ امام زہریؒ عشاء کے بعد باوضو بیٹھ کر حدیث کا سلسلہ شروع فرماتے، تو صبح کردیتے۔ [دارمی]

دَراوَردیؒ کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کو میں نے دیکھا کہ مسجد نبوی میں عشاء کے بعد سے ایک مسئلہ میں بحث شروع فرماتے اور وہ بھی اس طرح کہ نہ کوئی طعن[8] تشنیع ہوتی، نہ تغلیط[9] اور اسی حالت میں صبح ہوجاتی اور اسی جگہ صبح کی نماز پڑھتے۔ [مقدمہ]

ابنِ فُرات بغدادیؒ ایک محدّث ہیں، جب انتقال ہوا، تو اٹھارہ صندوق[10] کتابوں کے چھوڑے؛ جن میں سے اکثر خود اپنے قلم کی لکھی ہوئی تھیں اور کمال یہ ہے کہ محدثین کے نزدیک صحت[11] نقل اور عمدگی ضبط[12] کے اعتبار سے ان کا لکھا ہوا حجت[13] بھی ہے۔ ابن جوزیؒ مشہور محدث ہیں، تین سال کی عمر میں باپ نے مفارقت[14] کی، یتیمی کی حالت میں پرورش پائی؛ لیکن محنت کی حالت یہ تھی کہ جمعہ کی نماز کے علاوہ گھر سے دُور

حل لغات: ① عیش وآرام۔ ② بے پرواہی۔ ③ عاجزی۔ ④ غریبی۔ ⑤ عاجزی۔ ⑥ شوق۔ ⑦ کہاوت۔ ⑧ بُرا بھلا کہنا۔ ⑨ کسی کو غلط کہنا۔ ⑩ پیٹی۔ ⑪ صحیح لکھنا۔ ⑫ اچھے طریقے سے محفوظ کرنا۔ ⑬ دلیل۔ ⑭ انتقال ہوگیا۔

نہیں جاتے تھے۔ ایک مرتبہ منبر پر کہا کہ میں نے اپنی ان انگلیوں سے دو ہزار جلدیں لکھی ہیں، ڈھائی سو سے زیادہ خود ان کی اپنی تصنیفات ہیں۔ کہتے ہیں کہ کوئی وقت ضائع نہیں جاتا تھا، چار جُز روزانہ لکھنے کا معمول تھا۔ درس کا یہ عالم تھا کہ مجلس میں بعض مرتبہ ایک لاکھ سے زیادہ شاگردوں کا اندازہ کیا گیا، اُمَراء[1]، وُزَراء[2]، سلاطین[3] تک مجلسِ درس میں حاضر ہوتے تھے۔ ابن جوزیؒ خود کہتے ہیں کہ ایک لاکھ آدمی مجھ سے بیعت ہوئے اور بیس ہزار میرے ہاتھ پر مسلمان ہوئے ہیں۔ اس سب کے باوجود شیعوں کا زور تھا، اس وجہ سے تکلیفیں بھی اُٹھانا پڑیں۔ [تذکرہ] احادیث لکھنے کے وقت میں قلموں کا تراشہ جمع کرتے رہتے تھے۔ مرنے کے وقت وصیت کی تھی کہ میرے نہانے کا پانی اسی سے گرم کیا جائے۔ کہتے ہیں کہ صرف غسلِ میت کے پانی گرم کرنے ہی کے لیے کافی نہ تھا، بلکہ گرم کرنے کے بعد بچ بھی گیا تھا۔

یحییٰ بن مَعینؒ حدیث کے مشہور استاذ ہیں۔ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے ان ہاتھوں سے دس لاکھ حدیثیں لکھی ہیں۔ ابنِ جَریر طَبَریؒ مشہور مؤرخ ہیں، صحابہ ﷺ اور تابعین رحمہم اللہ کے احوال[4] کے ماہر، چالیس[5] سال تک ہمیشہ چالیس[6] ورق روزانہ لکھنے کا معمول تھا۔ ان کے انتقال پر شاگردوں نے روزانہ کی لکھائی کا حساب لگایا، تو بلوغ کے بعد سے مرنے تک چودہ ورق روزانہ کا اوسط[7] نکلا۔ ان کی تاریخ مشہور ہے، عام طور سے ملتی ہے، جب اس کی تصنیف[8] کا ارادہ ظاہر کیا، تو لوگوں سے پوچھا کہ تمام عالم کی تاریخ سے تو تم لوگ بہت خوش ہوگے؟ لوگوں نے پوچھا کہ اندازاً کتنی بڑی ہوگی؟ کہنے لگے کہ تقریباً تیس ہزار ورق پر آئے گی۔ لوگوں نے کہا: اس کے پورا کرنے سے پہلے عمریں فنا[9] ہو جائیں گی۔ کہنے لگے کہ اِنَّا لِلّٰہِ ہمتیں پست ہوگئیں۔ اس کے بعد مختصر کیا اور تقریباً تین ہزار[3000] ورق پر لکھی۔ اسی طرح ان کی تفسیر کا بھی قصہ ہوا، وہ بھی مشہور ہے اور عام طور سے ملتی ہے۔

دارِ قطنیؒ حدیث کے مشہور مُصنّف ہیں۔ حدیث حاصل کرنے کے لیے بغداد، بَصرہ، کوفہ، واسط، مصر اور شام کا سفر کیا۔ ایک مرتبہ استاذ کی مجلس میں بیٹھے تھے، استاذ پڑھ رہے تھے اور یہ کوئی کتاب نقل کر رہے تھے؛ ایک ساتھی نے اعتراض کیا کہ تم دوسری طرف متوجہ ہو، کہنے لگے کہ میری اور تمہاری توجہ میں فرق ہے۔ بتاؤ استاذ نے اب تک کتنی حدیثیں سنائیں؟ وہ سوچنے لگے، دارِ قُطنیؒ نے کہا کہ شیخ نے اٹھارہ[18] حدیثیں سنائی ہیں، پہلی یہ تھی، دوسری یہ تھی، اسی طرح ترتیب[8] وار سب کی سب مع[9] سند کے سُنا دیں۔

حافظ اثرمؒ ایک محدّث ہیں۔ احادیث کے یاد کرنے میں بڑے مشّاق[10] تھے۔ ایک مرتبہ حج کو تشریف لے گئے، وہاں خراسان کے دو بڑے استاذِ حدیث آئے ہوئے تھے اور حرم شریف میں دونوں علیحدہ علیحدہ

حل لغات: (۱) مالدار لوگ۔ (۲) وزیر لوگ۔ (۳) بادشاہ۔ (۴) حالات۔ (۵) درمیانی حساب۔ (۶) لکھنا۔ (۷) ختم۔ (۸) ایک کے بعد دوسری۔ (۹) ساتھ۔ (۱۰) ماہر۔

درس دے رہے تھے، ہر ایک کے پاس پڑھنے والوں کا ایک بڑا مجمع موجود تھا، یہ دونوں کے درمیان میں بیٹھ گئے اور دونوں کی حدیثیں ایک ہی وقت میں لکھ ڈالیں۔

عبداللہ بن مبارکؒ مشہور محدّث ہیں۔ حدیثیں حاصل کرنے میں ان کی محنتیں مشہور ہیں۔ خود کہتے ہیں کہ میں نے چار ہزار[۴۰۰۰] اُستاذوں سے حدیث حاصل کی ہے۔ علی بن الحسنؒ کہتے ہیں کہ ایک رات سخت سردی تھی، میں اور ابن مبارکؒ مسجد سے عشاء کے بعد نکلے، دروازہ پر ایک حدیث میں گفتگو شروع ہوگئی، میں بھی کچھ کہتا رہا، وہ بھی فرماتے رہے۔ وہیں کھڑے کھڑے صبح کی اذان ہوگئی۔ حُمیدیؒ ایک مشہور محدث ہیں، جنھوں نے بخاری اور مسلم کی احادیث کو ایک جگہ جمع بھی کیا ہے، رات بھر لکھتے تھے اور گرمی کے موسم میں جب گرمی بہت ستاتی، تو ایک لگن[۱] میں پانی بھر لیتے اور اس میں بیٹھ کر لکھتے، سب سے الگ رہتے تھے، شاعر بھی ہیں، ان کے شعر ہیں:

لِقَاءُ النَّاسِ لَيْسَ يُفِيْدُ شَيْئًا سِوَى الْهِذْيَانِ مِنْ قِيْلٍ وَّقَالٍ

فَأَقْلِلْ مِنْ لِقَاءِ النَّاسِ إِلَّا لِأَخْذِ الْعِلْمِ أَوْ إِصْلَاحِ حَالٍ

ترجمہ: لوگوں کی ملاقات کچھ فائدہ نہیں دیتی، بجز قیل[۲] وقال[۳] کی بکواس کے، اس لیے لوگوں کی ملاقات کم کر، بجز اس کے کہ علم حاصل کرنے کے واسطے استاذ سے یا اصلاحِ نفس کے واسطے کسی شیخ سے ملاقات ہو۔

امام طبرانیؒ مشہور محدث ہیں۔ بہت سی تصانیف فرمائی ہیں۔ کسی نے ان کی کثرتِ[۴] تصانیف کو دیکھ کر پوچھا کہ کس طرح لکھیں؟ کہنے لگے کہ تیس[۳۰] برس بوریے پر گزار دیے، یعنی رات دن بوریے پر پڑے رہتے تھے۔ ابوالعباس شیرازیؒ کہتے ہیں کہ میں نے طبرانیؒ سے تین لاکھ[۳۰۰۰۰۰] حدیثیں لکھی ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ بڑی شدت[۵] کے ساتھ ناسخ اور منسوخ احادیث کی تحقیق فرماتے تھے۔ کوفہ جو اس زمانہ میں علم کا گھر کہلاتا تھا، اس میں جتنے محدثین تھے، سب کی احادیث کو جمع فرمایا تھا اور جب کوئی باہر سے محدث آتے، تو شاگردوں کو حکم فرماتے کہ ان کے پاس کوئی ایسی حدیث ہو، جو اپنے پاس نہ ہو تو اس کی تحقیق کرو۔ ایک علمی مجلس امام صاحبؒ کے یہاں تھی، جس میں محدث، فقیہ، اہل لغت کا مجمع تھا۔ جب کوئی مسئلہ درپیش[۶] ہوتا، تو اس مجلس میں اس پر بحث ہوتی اور بعض مرتبہ ایک ایک مہینہ بحث رہتی، اس کے بعد جب کوئی بات طے ہوتی، تو وہ مذہب قرار دی جاتی اور لکھ لی جاتی۔

امام ترمذیؒ کے نام سے کون ناواقف ہوگا۔ احادیث کا کثرت سے یاد کرنا اور یاد رکھنا، ان کی خصوصی شان تھی اور قوتِ حافظہ میں ضرب المثل[۷] تھے۔ بعض محدثین نے اُن کا امتحان لیا اور چالیس[۴۰] حدیثیں ایسی

حل لغات: ① بڑا برتن۔ ② سوائے۔ ③ اِدھر اُدھر کی بات۔ ④ بہت ساری کتابیں۔ ⑤ بڑی محنت۔ ⑥ پیش آنا۔ ⑦ مشہور۔

سنائیں جو غیر معروف[1] تھیں، امام ترمذیؒ نے فوراً سنا دیں۔ خود امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ میں نے مکہ مکرمہ کے راستے میں ایک شیخ کی احادیث کے دو جُزو نقل کیے تھے، اتفاق سے خود ان شیخ سے ملاقات ہوگئی، میں نے درخواست کی کہ وہ دونوں جُزو احادیث کے، استاذ سے سُن بھی لوں، انھوں نے قبول کرلیا۔ میں سمجھ رہا تھا کہ وہ جزو میرے پاس ہیں، مگر استاد کی خدمت میں گیا تو بجائے ان کے دو سادے جُزو ہاتھ میں تھے۔ استاذ نے سنانا شروع کیا اتفاقاً ان کی نظر پڑی تو میرے ہاتھ میں دو سادے جزو تھے، ناراض ہو کر فرمایا: تمہیں شرم نہیں آتی؟ میں نے قصہ بیان کیا اور عرض کیا کہ آپ جو سناتے ہیں وہ مجھے یاد ہو جاتا ہے۔ اُستاد کو یقین نہ آیا، فرمایا: اچھا سناؤ، میں نے سب حدیثیں سنا دیں۔ فرمایا کہ یہ تم کو پہلے سے یاد ہوں گی۔ میں نے عرض کیا کہ اور نئی حدیثیں سنا دیجیے، انھوں نے چالیس[40] حدیثیں اور سنا دیں میں نے ان کو بھی فوراً سنا دیا اور ایک بھی غلطی نہیں کی۔

مُحدِّثینؒ نے جو جو محنتیں احادیث کے یاد کرنے میں، ان کو پھیلانے میں کی ہیں، اُن کا اِتّباع تو درکنار؛ ان کا شمار کرنا بھی مشکل ہے۔ قرطہؒ ایک مُحدِّث ہیں، زیادہ مشہور بھی نہیں ہیں، ان کے ایک شاگرد داؤدؒ کہتے ہیں کہ لوگ ابو حاتمؒ وغیرہ کے حافظہ کا ذکر کرتے ہیں، میں نے قرطمہؒ سے زیادہ حافظ نہیں دیکھا۔ ایک مرتبہ میں ان کے پاس گیا، کہنے لگے کہ ان کتب میں سے جونسی دل چاہے اُٹھالو، میں سنا دوں گا۔ میں نے کتابُ الاَشربہ اُٹھائی، وہ ہر باب کے اخیر سے اوّل کی طرف پڑھتے گئے اور پوری کتاب سنا دی۔

ابوزُرعہؒ کہتے ہیں کہ امام احمد بن حنبلؒ کو دس لاکھ[1000000] حدیثیں یاد تھیں۔ اسحاق بن راہویہؒ کہتے ہیں کہ ایک لاکھ[100000] حدیثیں میں نے جمع کی ہیں اور تیس ہزار[30000] مجھے ازبر[2] یاد ہیں۔ خُفافؒ کہتے ہیں کہ اسحاقؒ نے گیارہ ہزار[11000] حدیثیں اپنی یاد سے ہمیں لکھوائیں اور پھر ان کو نمبروار سنایا، نہ کوئی حرف کم ہوا، نہ زیادہ۔

ابوسعد اصبہانی بغدادیؒ سولہ[16] سال کی عمر میں ابونضرؒ کی احادیث سننے کے لیے بغداد پہونچے، راستے میں اُن کے انتقال کی خبر سنی، بے ساختہ رو پڑے، چیخیں نکل گئیں کہ ان کی سند کہاں ملے گی؟ اتنا رنج کہ رونے میں چیخیں نکل جائیں، جب ہی ہوسکتا ہے، جب کسی چیز کا عشق ہو جائے۔ ان کو مسلم شریف پوری حفظ یاد تھی اور حفظ ہی طلبہ کو لکھوایا کرتے تھے، گیارہ[11] حج کیے، جب کھانا کھانے بیٹھتے، تو آنکھوں میں آنسو بھر آتے۔ ابوعمر ضریرؒ پیدائشی نابینا تھے، مگر حُفّاظِ حدیث میں شمار ہے، علم فقہ، تاریخ، فرائض، حساب میں کامل مہارت رکھتے تھے۔

ابوالحسینؒ اصبہانی کو بخاری شریف اور مسلم شریف دونوں یاد تھیں، بالخصوص بخاری شریف کا تو یہ حال تھا کہ جو کوئی سَنَد پڑھتا، اس کا مَتن یعنی حدیث پڑھ دیتے اور جو متن پڑھتا، اس کی سند پڑھ دیتے

حل لغات: ① جس کو عام طور پر لوگ نہیں جانتے۔ ② زبانی۔

تھے۔ شیخ تقی الدین بَعْلَبَکِیؒ نے چار مہینے میں مسلم شریف تمام حفظ کر لی تھی اور جَمْعُ بَیْنَ الصَّحِیْحَیْن کے بھی حافظ تھے۔ صاحبِ کرامات بزرگ تھے، قرآن پاک کے بھی حافظ تھے۔ کہتے ہیں کہ سورۂ انعام ساری ایک دن میں حفظ کر لی تھی۔ ابنُ السُّنِّیؒ امام نسائیؒ کے مشہور شاگرد ہیں۔ حدیث لکھنے میں اخیر تک مشغول رہے۔ اُن کے صاحب زادے کہتے ہیں کہ میرے والدؒ نے لکھتے لکھتے دوات میں قلم رکھا اور دونوں ہاتھ دُعا کے واسطے اُٹھائے اور اسی حال میں انتقال ہو گیا۔ علامہ ساجیؒ نے بچپن میں فقہ حاصل کیا، اس کے بعد علم حدیث کا شغل رہا۔ ''ہَرَات'' میں دس۱۰ برس قیام کیا، جس میں چھ۶ مرتبہ ترمذی شریف اپنے ہاتھ سے لکھی۔ ابن مَنْدَہؒ سے غَرَائبِ شُعبہ پڑھ رہے تھے کہ اسی حال میں ابن مَنْدَہؒ کا عشاء کی نماز کے بعد انتقال ہوا، پڑھنے والے سے پڑھانے والے کا ولولہ علمی ہے کہ اخیر وقت تک پڑھاتے رہے۔

ابوعَمْرو خُفَافؒ کو ایک لاکھ۱۰۰۰۰۰ حدیثیں ازبر۱ تھیں۔ امام بخاریؒ کے استاذ عاصم بن علیؒ جب بغداد پہونچے، تو شاگردوں کا اس قدر ہجوم تھا کہ اکثر ایک لاکھ۱۰۰۰۰۰ سے زائد ہو جاتے تھے۔ ایک مرتبہ اندازہ لگایا گیا، تو ایک لاکھ بیس ہزار۱۲۰۰۰۰ ہوئے۔ اسی وجہ سے بعض الفاظ کو کئی کئی مرتبہ کہنا پڑتا۔ ان کے ایک شاگرد کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حَدَّثَنَا اللَّیْثُ کو چودہ۱۴ مرتبہ کہنا پڑا۔ ظاہر بات ہے کہ سوا لاکھ۱۲۵۰۰۰ آدمیوں کو آواز پہونچانے کے واسطے بعض لفظوں کو کئی کئی مرتبہ کہنا ہی پڑے گا۔ ابومُسلِم بَصْرِیؒ جب بغداد پہونچے، تو ایک بڑے میدان میں حدیث کا درس شروع ہوا، سات۷ آدمی کھڑے ہو کر لکھواتے تھے، جس طرح عید کی تکبیریں کہی جاتی ہیں۔ سبق کے بعد دواتیں شمار کی گئیں تو چالیس ہزار۴۰۰۰۰ سے زیادہ تھیں اور جو لوگ صرف سننے والے تھے وہ ان سے علیٰحدہ۔ فِرَیابیؒ کی مجلس میں اسی طرح لکھوانے والے تین سو سولہ۳۱۶ تھے، اس سے مجمع کا اندازہ اپنے آپ ہو جاتا ہے۔ اس محنت اور مشقت سے یہ پاک علم آج تک زندہ ہے۔

امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے چھ لاکھ۶۰۰۰۰۰ حدیثوں میں سے انتخاب کر کے بخاری شریف لکھی ہے، جس میں سات ہزار دو سو پچھتر۷۲۷۵ حدیثیں ہیں اور ہر حدیث لکھتے وقت دو۲ رکعت نفل نماز پڑھ کر حدیث لکھی ہے۔ جب یہ بغداد پہونچے، تو وہاں کے محدثین نے ان کا امتحان لیا؛ اس طرح کہ دس۱۰ آدمی متعین ہوئے، ان میں سے ہر شخص نے دس۱۰ دس۱۰ حدیثیں چھانٹیں، جن کو بدل بدل کر ان سے پوچھا۔ یہ ہر سوال کے جواب میں ''مجھے معلوم نہیں'' کہتے رہے، جب دس۱۰ کے دس۱۰ پوچھ چکے، تو انھوں نے سب سے پہلے پوچھنے والے کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم نے سب سے پہلی حدیث یہ پوچھی تھی، تم نے اس طرح بیان کی یہ غلط ہے اور صحیح اس طرح ہے۔ دوسری حدیث یہ پوچھی تھی، وہ اس طرح تم نے بیان کی، یہ غلط ہے اور صحیح اس طرح ہے، غرض اسی طرح سو۱۰۰ کی سو۱۰۰ حدیثیں ترتیب وار بیان فرما دیں کہ ہر حدیث کو اوّل اس طرح

حل لغات: ① زبانی یاد۔

پڑھتے، جس طرح امتحان لینے والے نے پڑھا تھا، پھر کہتے کہ یہ غلط ہے اور صحیح اس طرح ہے۔

امام مسلمؒ نے چودہ[۱۴] برس کی عمر میں حدیث پڑھنا شروع کی تھی، اسی میں اخیر تک مشغول رہے۔ خود کہتے ہیں کہ میں نے تین لاکھ[۳۰۰۰۰۰] احادیث میں سے چھانٹ[۲] کر مسلم شریف تصنیف[۱] کی ہے، جس میں بارہ ہزار[۱۲۰۰۰] حدیثیں ہیں۔ امام ابوداؤدؒ کہتے ہیں کہ میں نے پانچ لاکھ[۵۰۰۰۰۰] احادیث سنی ہیں، جن میں سے انتخاب[۲] کر کے سنن ابوداؤد شریف تصنیف کی ہے، جس میں چار ہزار آٹھ سو[۴۸۰۰] حدیثیں ہیں۔ یوسف مزّیؒ مشہور محدث ہیں، اسماءِ رجال[۳] کے امام ہیں۔ اول اپنے شہر میں فقہ اور حدیث حاصل کیا، اس کے بعد مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، حلب، حماۃ، بعلبک وغیرہ کا سفر کیا۔ بہت سی کتابیں اپنے قلم سے لکھیں۔ ''تہذیب الکمال'' دوسو[۲۰۰] جلدوں میں تصنیف کی اور ''کتاب الاطراف'' اسّی جلدوں سے زیادہ میں۔ ان کی عادتِ شریفہ تھی کہ اکثر چپ رہتے، بات کسی سے بہت ہی کم کرتے تھے، اکثر اوقات کتاب دیکھنے میں مشغول رہتے تھے، حاسدوں کی عداوت[۴] کا شکار بھی بنے؛ مگر انتقام[۵] نہیں لیا۔

ان حضرات کے حالات کا احاطہ دشوار ہے۔ بڑی بڑی کتابیں ان کے حالات اور جاں فشانیوں[۶] کا احاطہ نہیں کرسکیں۔ یہاں نمونہ کے طور پر چند حضرات کے دو[۲] چار واقعات کا ذکر اس لیے کیا، تاکہ یہ معلوم ہو کہ وہ علم حدیث جو آج ساڑھے[۱۳۵۰] تیرہ سو برس تک نہایت آب و تاب[۷] سے باقی ہے، وہ کس محنت اور جاں فشانی سے باقی رکھا گیا ہے اور جو لوگ علم حاصل کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں، اپنے آپ کو ''طالب علم'' کہتے ہیں، وہ کتنی محنت اور مشقت اس کے لیے گوارا کرتے ہیں۔ اگر ہم لوگ یہ چاہیں کہ ہم اپنی عیش و عشرت، راحت و آرام، سیر و تفریح اور دنیا کے دوسرے مشاغل[۸] میں لگے رہیں اور حضور ﷺ کے پاک کلام کا یہ شیوع[۹] اسی طرح باقی رہے؛ تو ''ایں خیال است و محال است و جنوں'' کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے؟۔

نوّاں[۹] باب: حضور ﷺ کی فرماں برداری اور امتثالِ حکم[۱۱] اور یہ دیکھنا کہ حضور ﷺ کا منشا[۱۲] مبارک کیا ہے

ویسے تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا ہر فعل[۱۳] فرمانبرداری تھا اور گزشتہ قصوں سے بھی یہ بات خوب روشن ہے، لیکن خاص طور پر چند قصے اس باب میں اس لیے ذکر کیے جاتے ہیں کہ ہم لوگ اپنی حالتوں کا، اس باب سے خاص طور سے مقابلہ کر کے دیکھیں کہ ہم اللہ کی اور اس کے رسول پاک ﷺ کے احکام کی فرماں

حل لغات: (۱) لکھنا۔ (۲) چھانٹنا۔ (۳) حدیث کے راویوں کی جانچ کا فن۔ (۴) دشمنی۔ (۵) بدلہ۔ (۶) کوششوں۔ (۷) چمک دمک۔ (۸) کاموں۔ (۹) پھیلنا۔ (۱۰) یہ صرف خیال ہے، ناممکن ہے اور پاگل پن ہے۔ (۱۱) حکم بجالانا۔ (۱۲) چاہت۔ (۱۳) کام۔

برداری کہاں تک کرتے ہیں؟ جس پر ہم لوگ ہر وقت اس کے بھی منتظر رہتے ہیں کہ وہ برکات، ترقیات اور ثمرات[1] جو صحابہ کرام ؓ کو حاصل ہوتے تھے، ہمیں بھی حاصل ہوں؛ اگر واقعی ہم لوگ اس چیز کے متمنی[2] ہیں، تو ہمیں بھی وہ کرنا چاہیے جو وہ حضرات کر کے دکھلا گئے ہیں۔

① حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کا چادر کو جلا دینا

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص ؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ سفر میں ہم لوگ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ تھے، میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، میرے اوپر ایک چادر تھی، جو کُسُم[3] کے رنگ میں ہلکی سی رنگی ہوئی تھی، حضور ﷺ نے دیکھ کر فرمایا: یہ کیا اوڑھ رکھا ہے؟ مجھے اس سوال سے حضور ﷺ کی ناگواری کے آثار معلوم ہوئے، گھر والوں کے پاس واپس ہوا، تو انھوں نے چولھا جلا رکھا تھا، میں نے وہ چادر اس میں ڈال دی۔ دوسرے روز جب حاضری ہوئی، تو حضور ﷺ نے فرمایا: وہ چادر کیا ہوئی؟ میں نے قصہ سنا دیا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عورتوں میں سے کسی کو کیوں نہ پہنا دی؟ عورتوں کے پہننے میں تو مضائقہ[4] نہ تھا۔ [ابوداؤد]

فائدہ: اگرچہ چادر کے جلا دینے کی ضرورت نہ تھی، مگر جس کے دل میں کسی کی ناگواری اور ناراضی کی چوٹ لگی ہوئی ہو، وہ اتنی سوچ کا متحمل[5] ہی نہیں ہوتا کہ اس کی کوئی اور صورت بھی ہو سکتی ہے۔ ہاں! مجھ جیسا نالائق ہوتا، تو نہ معلوم کتنے احتمالات[6] پیدا کر لیتا کہ یہ ناگواری کس درجہ کی ہے اور دریافت تو کر لوں اور کوئی صورت اجازت کی بھی ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اور حضور ﷺ نے پوچھا ہی تو ہے، منع تو نہیں کیا وغیرہ وغیرہ۔

② انصاری کا مکان کو ڈھا دینا

حضور اقدس ﷺ ایک مرتبہ دولت[7] کدہ سے باہر تشریف لے جا رہے تھے، راستے میں ایک قُبّہ (گنبد دار حُجرہ) دیکھا، جو اونچا بنا ہوا تھا۔ ساتھیوں سے دریافت فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ انھوں نے عرض کیا کہ فلاں انصاری نے قُبّہ بنایا ہے۔ حضور ﷺ سن کر خاموش ہو رہے۔ کسی دوسرے وقت وہ انصاری حاضرِ خدمت ہوئے اور سلام کیا، حضور ﷺ نے اِعراض[8] فرمایا، سلام کا جواب بھی نہ دیا۔ انھوں نے اس خیال سے کہ شاید خیال نہ ہوا ہو، دوبارہ سلام کیا، حضور اقدس ﷺ نے پھر بھی اعراض فرمایا اور جواب نہیں دیا، وہ اس کے کیسے متحمل ہو سکتے تھے؟ صحابہ ؓ سے جو وہاں موجود تھے، دریافت کیا، پوچھا، تحقیق کیا کہ میں آج حضور ﷺ کی نظروں کو پھرا ہوا پاتا ہوں، خیر تو ہے؟ انھوں نے کہا کہ حضور ﷺ باہر تشریف لے گئے تھے، راستے میں تمہارا قُبّہ دیکھا تھا اور دریافت فرمایا تھا کہ یہ کس کا ہے؟ یہ سن کر وہ انصاری فوراً گئے اور اس کو توڑ کر ایسا زمین کی برابر کر دیا کہ نام و نشان بھی نہ رہا اور پھر آ کر عرض بھی نہیں کیا۔ اتفاقاً حضور ﷺ ہی کا اس جگہ کسی دوسرے موقع پر گزر ہوا، تو دیکھا کہ وہ

حل لغات: ① فائدے۔ ② تمنا کرنے والے، خواہش کرنے والے۔ ③ ایک سرخ رنگ کا پھول جس سے کپڑے رنگے جاتے ہیں۔ ④ حرج۔ ⑤ برداشت کرنے والا۔ ⑥ شک و شبہ۔ ⑦ مکان۔ ⑧ منہ پھیر لیا۔

قُبّہ وہاں نہیں ہے۔ دریافت فرمایا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ انصاری نے آنحضرت ﷺ کے اِعْراض کا، کئی روز ہوئے ذکر کیا تھا، ہم نے کہہ دیا تھا کہ تمہارا قُبّہ دیکھا ہے، انھوں نے آکر اس کو بالکل توڑ دیا۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر تعمیر[1] آدمی پر وبال ہے، مگر وہ تعمیر جو سخت ضرورت اور مجبوری کی ہو۔ [ابوداؤد]

فائدہ: یہ کمالِ عشق کی باتیں ہیں، ان حضرات کو اس کا تحمل ہی نہیں تھا کہ چہرۂ انور کو رنجیدہ[2] دیکھیں یا کوئی شخص اپنے سے حضور ﷺ کی گرانی[3] کو محسوس کرے۔ اُن صحابی نے قُبّہ کو گرایا اور پھر یہ بھی نہیں کہ گرانے کے بعد جتانے کے طور پر آکر کہتے کہ آپ کی خوشی کے واسطے گرادیا، بلکہ جب حضور ﷺ کا خود ہی اتفاق سے اُدھر کو تشریف لے جانا ہوا، تو ملاحظہ[4] فرمایا۔ حضور ﷺ کو تعمیر میں روپے کا ضائع کرنا خاص طور سے ناگوار[5] تھا۔ بہت سی احادیث میں اس کا ذکر آیا ہے۔ خود ازواجِ مُطَہّرات کے مکانات کھجور کی ٹہنیوں کے ٹٹّے[6] تھے، جن پر ٹاٹ کے پردے پڑے رہتے تھے، تاکہ اجنبی نگاہ اندر نہ جاسکے۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ کہیں سفر میں تشریف لے گئے، حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کو کچھ ثروت[7] حاصل تھی، انھوں نے اپنے مکان پر بجائے ٹٹوں کے کچّی اینٹیں لگالیں۔ واپسی پر جب حضور ﷺ نے ملاحظہ فرمایا، تو دریافت کیا کہ یہ کیا کیا؟ انھوں نے عرض کیا کہ اس میں بے پردگی کا احتمال[8] رہتا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ بدترین چیز جس میں آدمی کا روپیہ خرچ ہو، تعمیر ہے۔ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ مَیں اور میری والدہ اپنے مکان کی ایک دیوار کو جو خراب ہوگئی تھی، درست کررہے تھے۔ حضور ﷺ نے ملاحظہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ موت اس دیوار کے گرنے سے زیادہ قریب ہے۔ [ابوداؤد]

③ صحابۂ رضی اللہ عنہم کا سُرخ[9] چادروں کو اُتارنا

حضرت رافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ ایک مرتبہ سفر میں حضور اقدس ﷺ کے ہمرکاب[10] تھے اور ہمارے اونٹوں پر چادریں پڑی ہوئی تھیں، جن میں سرخ ڈورے[11] تھے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں دیکھتا ہوں کہ یہ سرخی تم پر غالب ہوتی جاتی ہے۔ حضور ﷺ کا یہ ارشاد فرمانا تھا کہ ہم لوگ ایک دم ایسے گھبرا کے اُٹھے کہ ہمارے بھاگنے سے اونٹ بھی اِدھر اُدھر بھاگنے لگے اور ہم نے فوراً سب چادریں اونٹوں سے اتارلیں۔ [ابوداؤد]

فائدہ: صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی میں اس قسم کے واقعات کوئی اہمیت نہیں رکھتے، ہاں ہماری زندگی کے اعتبار سے ان پر تعجب ہوتا ہے۔ اُن حضرات کی عام زندگی ایسی ہی تھی۔ عُروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جب صُلحِ حُدَیبیہ میں جس کا قصہ باب: ۱ر کے: ۳ر پر گزرا، کفّار کی طرف سے قاصد کی حیثیت سے آئے تھے، تو مسلمانوں کی حالت کا بڑی غور سے مطالعہ کیا تھا اور مکّہ واپس جاکر کفّار سے کہا تھا کہ میں بڑے بڑے بادشاہوں کے

حل لغات: ① عمارت۔ ② ناراض۔ ③ ناراضگی۔ ④ دیکھا۔ ⑤ ناپسند۔ ⑥ کھجور کی ٹہنیوں سے بنے ہوئے چھپر۔ ⑦ مالداری۔ ⑧ خوف۔ ⑨ لال رنگ۔ ⑩ ساتھ۔ ⑪ دھاگے۔

یہاں قاصد[1] بن کر گیا ہوں، فارس و رُوم اور حَبَشہ کے بادشاہوں سے ملا ہوں، میں نے کسی بادشاہ کے یہاں یہ بات نہیں دیکھی کہ اس کے درباری، اس کی اس قدر تعظیم[2] کرتے ہوں، جتنی محمد (ﷺ) کی جماعت اُن کی تعظیم کرتی ہے، کبھی اُن کا بلغم زمین پر نہیں گرنے دیتی، وہ کسی نہ کسی کے ہاتھ پر پڑتا ہے اور وہ اس کو منہ اور بدن پر مَل لیتا ہے، جب وہ کوئی حکم کرتے ہیں تو ہر شخص دوڑتا ہے کہ تعمیل کرے، جب وہ وضو کرتے ہیں تو وضو کا پانی بدن پر مَلنے اور لینے کے واسطے ایسے دوڑتے ہیں، گویا آپس میں جنگ[3] و جدل ہو جاوے گا اور جب وہ بات کرتے ہیں تو سب چُپ ہو جاتے ہیں، کوئی شخص ان کی طرف عظمت[4] کی وجہ سے نگاہ اُٹھا کر نہیں دیکھ سکتا۔

④ حضرت وائل رضی اللہ عنہ کا ذُباب کے لفظ سے بال کٹوا دینا

وائل بن حُجر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حاضر خدمت ہوا، میرے سر کے بال بہت بڑھے ہوئے تھے، میں سامنے آیا تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ذُباب ذُباب. میں یہ سمجھا کہ میرے بالوں کو ارشاد فرمایا۔ میں واپس گیا اور ان کو کٹوا دیا۔ جب دوسرے دن خدمت میں حاضری ہوئی تو ارشاد فرمایا کہ میں نے تمہیں نہیں کہا تھا، لیکن یہ اچھا کیا۔ [ابوداؤد]

فائدہ: ذُباب کے معنیٰ مخنوس کے بھی ہیں اور بُری چیز کے بھی، یہ اشاروں پر مرمٹنے کی بات ہے کہ منشا[5] سمجھنے کے بعد خواہ وہ غلط ہی سمجھا ہو، اس کی تعمیل[6] میں دیر نہ ہوتی تھی۔ یہاں حضور ﷺ نے ارشاد ہی فرما دیا کہ تم کو نہیں کہا تھا، مگر یہ چونکہ اپنے متعلق سمجھے، اس لیے کیا مجال تھی کہ دیر ہوتی۔

ابتدائے[7] اسلام میں نماز میں بولنا جائز تھا، پھر منسوخ[8] ہو گیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حاضرِ خدمت ہوئے، حضور ﷺ نماز پڑھ رہے تھے، انھوں نے حسبِ[9] معمول سلام کیا، چونکہ نماز میں بولنا منسوخ ہو چکا تھا، حضور نے جواب نہ دیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے جواب نہ دینے سے نئی اور پرانی باتیں یاد آ کر مختلف خیالات نے مجھے آگھیرا، کبھی سوچتا: فلاں بات سے ناراضی ہوئی، کبھی خیال کرتا کہ فلاں بات پیش آئی۔ آخر حضور ﷺ نے جب سلام پھیرا اور ارشاد فرمایا کہ نماز میں کلام کرنا منسوخ ہو گیا ہے، اس لیے میں نے سلام کا جواب نہیں دیا تھا، تب جان میں جان[10] آئی۔

⑤ حضرت سُہیل بن حَنظلیہ رضی اللہ عنہ کی عادت اور خُرَیم رضی اللہ عنہ کا بال کٹوا دینا

دمشق میں سہیل بن حنظلیہ رضی اللہ عنہ نامی ایک صحابی رہا کرتے تھے، جو نہایت یکسو[11] تھے، بہت کم کسی سے ملتے جلتے تھے اور کہیں آتے جاتے نہ تھے، دن بھر نماز میں مشغول رہتے یا تسبیح اور وظائف میں، مسجد میں آتے جاتے۔ راستے میں حضرت اَبُوالدَّرْدَاء رضی اللہ عنہ پر جو مشہور صحابی ہیں؛ گذر

حل لغات: ① پیغام لے جانے والا۔ ② عزت۔ ③ لڑائی جھگڑا۔ ④ بزرگی۔ ⑤ چاہت۔ ⑥ حکم پورا کرنا۔ ⑦ شروع۔ ⑧ ختم۔ ⑨ عادت کے مطابق۔ ⑩ اطمینان ہوا۔ ⑪ لوگوں سے الگ رہنے والے۔

ہوتا۔ ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے کہ کوئی کلمۂ خیر سناتے جاؤ، تمہیں کوئی نقصان نہیں، ہمیں نفع ہو جائے گا، تو وہ کوئی واقعہ حضور ﷺ کے زمانہ کا یا کوئی حدیث سنا دیتے۔ ایک مرتبہ اسی طرح جا رہے تھے۔ ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے معمول کے موافق درخواست کی کہ کوئی کلمۂ خیر سناتے جائیں۔ کہنے لگے کہ ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ خُرَیم اَسَدی اچھا آدمی ہے، اگر دو باتیں نہ ہوں، ایک: سر کے بال بہت بڑھے رہتے ہیں، دوسرے: لنگی ٹخنوں سے نیچے باندھتا ہے۔ ان کو حضور ﷺ کا یہ ارشاد پہونچا، فوراً چاقو لے کر بال کانوں کے نیچے سے کاٹ دیے اور لنگی آدھی پنڈلی تک باندھنا شروع کر دی۔ [ابوداؤد]

فائدہ: بعض روایات میں آیا ہے کہ خود حضور اقدس ﷺ نے ان سے ان دونوں باتوں کو ارشاد فرمایا اور انھوں نے قسم کھا کر کہا کہ اب سے نہ ہوں گی، مگر دونوں روایتوں میں کچھ اشکال[1] نہیں۔ یہ ہو سکتا ہے کہ خود ان سے بھی ارشاد فرمایا ہو اور غیبت[2] میں بھی ارشاد فرمایا ہو، جو سننے والے نے ان سے جا کر عرض کر دیا۔

⑥ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا اپنے بیٹے سے نہ بولنا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا تھا کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ عورتوں کو مسجد میں جانے کی اجازت دے دیا کرو۔ ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کے ایک صاحبزادہ نے عرض کیا کہ ہم تو اجازت نہیں دے سکتے، کیونکہ وہ اس کو آئندہ چل کر بہانہ بنالیں گی آزادی اور فساد و آوارگی[3] کا۔ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ بہت ناراض ہوئے، برا بھلا کہا اور فرمایا کہ میں تو حضور ﷺ کا ارشاد سناؤں اور تو کہے کہ اجازت نہیں دے سکتے۔ اس کے بعد ہمیشہ کے لیے ان صاحبزادہ سے بولنا چھوڑ دیا۔ [مسلم، ابوداؤد]

فائدہ: صاحبزادہ کا یہ کہنا کہ فساد کا حیلہ[4] بنالیں گی، اپنے زمانہ کی حالت کو دیکھ کر تھا۔ اسی وجہ سے خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ اگر حضور ﷺ اس زمانہ کی عورتوں کا حال دیکھتے، تو ضرور عورتوں کو مسجد میں جانے سے منع فرما دیتے، حالانکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا زمانہ حضور اقدس ﷺ کے کچھ زیادہ بعد کا نہیں، لیکن اس کے باوجود حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کو اس کا تحمّل نہیں ہو سکا کہ حضور ﷺ کے ارشاد کو سن کر اس میں کوئی تردّد[5] یا تأمّل[6] کیا جائے اور صرف اس بات پر کہ حضور ﷺ کے ارشاد پر انھوں نے انکار کیا، عمر بھر نہیں بولے۔ اور حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی اس میں دِقّتیں[7] اٹھانا پڑیں کہ حضور اقدس ﷺ کے پاک ارشاد کی اہمیت کی وجہ سے، جو ان کی جان تھی؛ مسجد سے روکنا بھی مشکل تھا اور زمانہ کے فساد کی وجہ سے جس کا اندیشہ اُسی وقت سے شروع ہو گیا تھا، اجازت بھی مشکل تھی۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جن کے کئی نکاح ہوئے، جن میں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی ہوا، وہ مسجد میں تشریف لے جاتی تھیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو

حل لغات: ① اعتراض۔ ② غیر موجودگی۔ ③ بے حیائی۔ ④ بہانہ۔ ⑤ انکار۔ ⑥ سوچ بچار۔ ⑦ مشکلیں۔

نماز کے بارے میں تین قسم کے حضرات عام طور سے پائے جاتے ہیں. ایک جماعت[1] وہ ہے جو سرے سے نماز ہی کی پرواہ نہیں کرتی، دوسرا گروہ وہ ہے جو نماز تو پڑھتا ہے مگر جماعت کا اہتمام نہیں کرتا، تیسرے وہ لوگ ہیں جو نماز بھی پڑھتے ہیں اور جماعت کا اہتمام بھی کرتے ہیں مگر لاپروائی اور بُری طرح سے پڑھتے ہیں اسلئے اس رسالہ میں تینوں مضامین کی مناسبت سے تین باب ذکر کئے گئے ہیں اور ہر باب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک ارشادات اور ان کا ترجمہ پیش کر دیا ہے مگر ترجمہ میں وضاحت اور سہولت کا لحاظ کیا ہے. لفظی ترجمہ کی زیادہ رعایت نہیں کی، نیز چونکہ نماز کی تبلیغ کرنیوالے اکثر اہلِ علم بھی ہوتے ہیں، اسلئے حدیث کا حوالہ اور اسکے متعلق جو مضامین اہلِ علم سے تعلق رکھتے تھے وہ عربی میں لکھ دیئے گئے ہیں کہ عوام کو اُن سے کچھ فائدہ نہیں ہے اور تبلیغ کرنے والے حضرات کو بسا اوقات ضرورت پڑجاتی ہے اور ترجمہ و فوائد وغیرہ اُردو میں لکھدیئے گئے ہیں۔

بابِ اوّل نماز کی اہمیت کے بیان میں

اس باب میں دو فصلیں ہیں. فصل اوّل میں نماز کی فضیلت کا بیان ہے اور دوسری فصل میں نماز کے چھوڑنے پر جو وعید اور عتاب حدیث میں آیا ہے اس کا بیان ہے۔

فصلِ اوّل نماز کی فضیلت کے بیان میں

اِسلام کی پانچ بُنیادی چیزیں[2]:

(۱) عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُنِيَ الْاِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ شَهَادَةِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اسلام کی بنیاد[2] پانچ ستونوں پر ہے. سب سے اوّل لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ محمد رسول اللہ کی گواہی دینا یعنی اس بات کا اقرار

---

[1] یعنی لوگوں کی ایک قسم۔ [2] "بنیاد" کے لفظ پر غور کیجئے تو سمجھ میں آتا ہے صرف یہی پانچ چیزیں پورا اسلام نہیں ہیں بلکہ اسلامی زندگی کی عمارت کا یہ بنیادی پتھر ہیں. ان پانچ بُنیادی احکام پر عمل کرنے کے بعد جو شخص جتنا جتنا اپنی زندگی میں شریعت کے حکموں کو جاری کرتا جائیگا اتنی ہی اسکی اسلامی زندگی کی تعمیر ہوتی چلی جائیگی اور زندگی کے جس معاملہ میں بھی شریعت کی پابندی چھوڑ دے گا، اسلامی زندگی کی عمارت کا وہی کونہ ناقص اور ادھورا رہ جائے گا۔

marfat.com

لَوْاَنَّ نَهْرًا بِبَابِ اَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ فِيْهِ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ هَلْ بَقِيَ مِنْ دَرَنِهٖ شَيْءٌ قَالُوْا لَا يَبْقٰى مِنْ دَرَنِهٖ شَيْءٌ قَالَ فَكَذٰلِكَ مَثَلُ الصَّلٰوتِ الْخَمْسِ يَمْحُو اللّٰهُ بِهِنَّ الْخَطَايَا رواه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي ورواه ابن ماجة من حديث عثمانؓ كذا في الترغيب۔

ارشاد فرمایا بتاؤ اگر کسی شخص کے دروازہ پر ایک نہر جاری ہو جس میں وہ پانچ مرتبہ روزانہ غسل کرتا ہو۔ کیا اسکے بدن پر کچھ میل باقی رہے گا۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ کچھ بھی باقی نہیں رہے گا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ یہی حال پانچوں نمازوں کا ہے کہ اللہ جلّ شانہٗ ان کی وجہ سے گناہوں کو زائل کر دیتے ہیں ــــــــــ

(۴/۲) عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الصَّلَوٰتِ الْخَمْسِ كَمَثَلِ نَهْرٍ جَارٍ غَمْرٍ عَلٰى بَابِ اَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ مِنْهُ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ رواه مسلم كذا في الترغيب۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ پانچوں نمازوں کی مثال ایسی ہے کہ کسی کے دروازے پر ایک نہر ہو جس کا پانی جاری ہو اور بہت گہرا ہو اس میں روزانہ پانچ دفعہ غسل کرے۔

ف:۔ جاری پانی گندگی وغیرہ سے پاک ہوتا ہے اور جتنا پانی گہرا ہوگا اتنا ہی صاف شفاف ہوگا اسی لئے اس حدیث میں اس کا جاری ہونا اور گہرا ہونا فرمایا گیا ہے اور جتنے صاف پانی سے آدمی غسل کرے گا اتنی ہی صفائی بدن پر آئے گی۔ اسی طرح نمازوں کی وجہ سے اگر آداب کی رعایت رکھتے ہوئے پڑھی جائیں تو گناہوں سے صفائی حاصل ہوتی ہے۔ اِس قسم کا مضمون کئی حدیثوں میں مختلف صحابہؓ سے مختلف الفاظ میں نقل کیا گیا ہے۔ ابوسعید خُدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا گیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ پانچوں نمازیں درمیانی اوقات کے لئے کفّارہ ہیں، یعنی ایک نماز سے دوسری نماز تک جو صغیرہ گناہ ہوتے ہیں وہ نماز کی برکت سے معاف ہو جاتے ہیں۔ اسکے بعد حضورؐ نے ارشاد فرمایا مثلاً ایک شخص کا کوئی کارخانہ ہے جس میں وہ کچھ کاروبار کرتا ہے۔ جس کی وجہ سے اسکے بدن پر کچھ گرد و غبار میل کچیل لگ جاتا ہے اور اسکے کارخانے اور مکان کے درمیان میں پانچ نہریں پڑتی ہیں، جب وہ کارخانہ سے گھر جاتا ہے تو ہر نہر پر غسل کرتا ہے، اسی طرح سے پانچوں نمازوں کا حال ہے کہ جب کبھی درمیانی اوقات میں کچھ خطا لغزش وغیرہ ہو جاتی ہے تو نمازوں میں دعا استغفار کرنے سے اللہ جلّ شانہٗ بالکل اسکو معاف فرما دیتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود اس قسم کی

marfat.com

ملا ہو۔ روزی صرف گذارے کے قابل ہو جس پر صبر کر کے عُمر گذار دے، اللہ کی عبادت اچھی طرح کرتا ہو۔ گُمنامی میں پڑا ہو۔ جلدی سے مرجاوے، نہ میراث زیادہ ہو، نہ رونے والے زیادہ ہوں۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ اپنے گھر میں نماز کثرت سے پڑھا کرو گھر کی خیر میں اضافہ ہوگا۔

نمازی کے ہر ہر حصّۂ جسم کے گُناہوں کی معافی

(۶) عَنْ اَبِیْ مُسْلِمٍ التَّغْلَبِیِّ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰی اَبِیْ اُمَامَۃَ وَھُوَ فِی الْمَسْجِدِ فَقُلْتُ یَا اَبَا اُمَامَۃَ اِنَّ رَجُلًا حَدَّثَنِیْ مِنْکَ اَنَّکَ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ تَوَضَّأَ فَاَسْبَغَ الْوُضُوْءَ غَسَلَ یَدَیْہِ وَوَجْھَہٗ وَمَسَحَ عَلٰی رَأْسِہٖ وَاُذُنَیْہِ ثُمَّ قَامَ اِلٰی صَلٰوۃٍ مَفْرُوْضَۃٍ غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ فِیْ ذٰلِکَ الْیَوْمِ مَامَشَتْ اِلَیْہِ رِجْلَاہُ وَقَبَضَتْ اِلَیْہِ یَدَاہُ وَسَمِعَتْ اِلَیْہِ اُذُنَاہُ وَنَظَرَتْ اِلَیْہِ عَیْنَاہُ وَحَدَّثَ بِہٖ نَفْسُہٗ مِنْ سُوْءٍ فَقَالَ وَاللّٰہِ لَقَدْ سَمِعْتُہٗ مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِرَارًا رواہ احمد والغالب علٰی سندہ الحسن وتقدم لہٗ شواھد فی الوضوء کذا فی الترغیب قلت وروی معنی الحدیث عن ابی امامۃ بطرق فی مجمع الزوائد۔

ابو مُسلم کہتے ہیں کہ میں حضرت ابُو اُمامہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا وہ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ میں نے عرض کیا کہ مجھ سے ایک صاحب نے آپکی طرف سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ارشاد سُنا ہے جو شخص اچھی طرح وضو کرے اور پھر فرض نماز پڑھے تو حق تعالیٰ جلّ شانہٗ اس دن وہ گناہ جو چلنے سے ہوئے ہوں اور وہ گناہ جو اس کے کانوں سے صادر ہوئے ہوں اور وہ گناہ جن کو آنکھوں سے کیا ہو اور وہ گناہ جو اس کے دل میں پیدا ہوئے ہوں سب کو معاف فرما دیتے ہیں۔ حضرت اُبو اُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے فرمایا کہ میں نے یہ مضمون نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی دفعہ سُنا ہے۔

ف:- یہ مضمون بھی کئی صحابہؓ سے نقل کیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ، حضرت اُبو ہُریرہؓ، حضرت انسؓ، حضرت عبد اللہ صُنابحیؓ، حضرت عمرو بن عَبسہ وغیرہ حضرات سے مختلف الفاظ کے ساتھ متعدد

لہ الجامع الصغیر (ز) لہ الجامع الصغیر (ز) سہ اصل حدیث میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابو امامہؓ نے قسم کھا کر فرمایا۔

marfat.com

نمازی کے جنت میں داخلہ کی ضمانت

(۹) عَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ بْنِ رِبْعِیٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی اِنِّیْ افْتَرَضْتُ عَلٰی اُمَّتِکَ خَمْسَ صَلَوَاتٍ وَعَھَدْتُّ عِنْدِیْ عَھْدًا اَنَّہٗ مَنْ حَافَظَ عَلَیْھِنَّ لِوَقْتِھِنَّ اَدْخَلْتُہُ الْجَنَّۃَ فِیْ عَھْدِیْ وَمَنْ لَّمْ یُحَافِظْ عَلَیْھِنَّ فَلَا عَھْدَ لَہٗ عِنْدِیْ کَذَا فِی الدُّرِّ الْمَنْثُوْرِ بِرِوَایَۃِ اَبِیْ دَاوٗدَ وَابْنِ مَاجَۃَ وَفِیْہِ اَیْضًا اَخْرَجَ مَالِکٌ وَابْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ وَاَحْمَدُ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ وَابْنُ حِبَّانَ وَالْبَیْھَقِیُّ عَنْ عُبَادَۃَ بْنِ الصَّامِتِ فَذَکَرَ مَعْنٰی حَدِیْثِ الْبَابِ مَرْفُوْعًا بِاَطْوَلَ مِنْہُ۔

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے یہ فرمایا کہ میں نے تمہاری اُمت پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں اور اسکا میں نے اپنے لئے عہد کر لیا ہے کہ جو شخص ان پانچوں نمازوں کو انکے وقت پر ادا کرنیکا اہتمام کرے اسکو اپنی ذمہ داری پر جنّت میں داخل کروں گا، اور جو ان نمازوں کا اہتمام نہ کرے تو مجھ پر اس کی کوئی ذِمّہ داری نہیں۔

ف :۔ ایک دوسری حدیث میں یہ مضمون اور بوضاحت سے آیا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے پانچ نمازیں فرض فرمائی ہیں جو شخص ان میں لاپروائی سے کسی قسم کی کوتاہی نہ کرے، اچھی طرح وضو کرے اور وقت پر ادا کرے، خشوع خضوع سے پڑھے۔ حق تعالیٰ شانہٗ کا عہد ہے کہ اس کو جنّت میں داخل فرمائیں گے اور جو شخص ایسا نہ کرے اللہ تعالیٰ کا کوئی عہد اس سے نہیں، چاہے اسکی مغفرت فرمائیں چاہے عذاب دیں۔ کتنی بڑی فضیلت ہے نماز کی کہ اسکے اہتمام سے اللہ کے عہد میں اور ذِمّہ داری میں آدمی داخل ہو جاتا ہے، ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی معمولی سا حاکم یا دولت مند کسی شخص کو اطمینان دلادے یا کسی مطالبہ کا ذمہ دار ہو جائے یا کسی قسم کی ضمانت کرلے تو وہ کتنا مُطمئن اور خوش ہوتا ہے اور اس حاکم کا کس قدر اِحسان مند اور گرویدہ بن جاتا ہے۔ یہاں ایک معمولی عبادت پر جس میں کچھ مشقت بھی نہیں ہے مالکُ المُلکِ دو جہان کا بادشاہ عہد کرتا ہے، پھر بھی لوگ اس چیز سے غفلت اور لاپروائی کرتے ہیں، اس میں کسی کا کیا نقصان ہے اپنی ہی کم نصیبی اور اپنا ہی ضرر ہے۔

---

[1] حافظ عراقی نے احیاء العلوم کی تخریج احادیث میں حافظ ابن عبدالبر سے نقل کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ (احیاء العلوم ج ۱ ص ۱۳) [2] "ضرر" نقصان۔

marfat.com

ہوتا تو اُمت پر فرض کر دیتا (۳۹) تہجُّد ضرور پڑھا کرو کہ تہجُّد صالحین کا طریقہ ہے اور اللہ کے قُرب کا سبب ہے، تہجُّد گناہوں سے روکتا ہے اور خطاؤں کی معافی کا ذریعہ ہے، اس سے بدن کی تندرستی بھی ہوتی ہے (۴۰) حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے کہ اے آدم کی اولاد تو دِن کے شروع میں چار رکعتوں سے عاجِز نہ بن، میں تمام دن تیرے کاموں کی کِفایت کروں گا۔

حَدِیْث کی کتابوں میں بہت کثرت سے نماز کے فضائل اور ترغیبیں ذِکر کی گئی ہیں۔ چالیسؔ کے عَدَد کی رِعایت سے اتنے پر کفایت کی گئی کہ اگر کوئی شخص ان کو حِفظ یاد کرلے تو چالیسؔ حدیثیں یاد کرنے کی فضیلت حاصِل کرلے گا۔ حق یہ ہے کہ نماز ایسی بڑی دولت ہے کہ اس کی قدر وہی کرسکتا ہے جس کو اللہ جَلَّ شانہٗ نے اس کا مزہ چکھا دیا ہو، اسی دولت کی وجہ سے حضورؐ نے اپنی آنکھ کی ٹھنڈک اس میں فرمائی اور اسی لذت کی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رات کا اکثر حصّہ نماز ہی میں گذار دیتے تھے، یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے وصال کے وقت خاص طور پر نماز کی وصیّت فرمائی اور اُس کے اہتمام کی تاکید فرمائی، متعدّد احادیث میں ارشادِ نبویؐ نقل کیا گیا، اِتَّقُوا اللّٰہَ فِی الصَّلٰوۃِ[1]۔ نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ حضورؐ سے نقل کرتے ہیں کہ تمام اعمال میں مجھے نماز سب سے زیادہ محبُوب ہے۔ ایک صحابیؓ کہتے ہیں کہ میں ایک رات مسجد نبوی پر گذرا۔ حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم نماز پڑھ رہے تھے، مجھے بھی شوق ہوا، حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پیچھے نیّت باندھ لی۔ حضورؐ سُورۂ بقرہ پڑھ رہے تھے۔ میں نے خیال کیا کہ سَو آیتوں پر رکوع کر دیں گے مگر جب وہ گذر گئیں اور رکوع نہ کیا تو میں نے سوچا کہ دَو سَو پر رکوع کریں گے، مگر وہاں بھی نہ کیا تو مجھے خیال ہوا کہ سُورۃ کے ختم ہی پر کریں گے جب سورۃ ختم ہوئی تو حضورؐ نے کئی مرتبہ اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ پڑھا اور سُورۂ آلِ عِمرَان شروع کر دی۔ میں سوچ میں پڑ گیا۔ آخر میں نے خیال کیا کہ آخر اسکے ختم پر تو رکوع کریں گے ہی۔ حضورؐ نے اس کو ختم فرمایا اور تین مرتبہ اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ پڑھا اور سُورۂ مائدۃ شروع کر دی اسکو ختم کر کے رکوع کیا اور رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ پڑھتے رہے اور اُسکے ساتھ کچھ اور بھی پڑھتے تھے جو سمجھ میں نہ آیا۔ اس کے بعد اسی طرح سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی بھی پڑھتے رہے، اسکے ساتھ بھی کچھ پڑھتے تھے جو سمجھ میں نہ آیا۔ اسکے بعد اسی طرح سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی بھی پڑھتے رہے اسکے ساتھ بھی کچھ پڑھتے تھے۔ اِس کے بعد دوسری رکعت میں

---

[1] رواہ البیہقی فی شعب الایمان عن انس رضی اللہ عنہ (الجامع الصغیر)

marfat.com

ذمہ ہیں۔ تیسری شراب نہ پینا کہ ہر بُرائی کی کنجی ہے[1]۔

(۳) عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ اَوْصَانِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِعَشْرِ کَلِمَاتٍ قَالَ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰہِ شَیْئًا وَّاِنْ قُتِلْتَ وَحُرِّقْتَ وَلَا تَعُقَّنَّ وَالِدَیْكَ وَاِنْ اَمَرَاكَ اَنْ تَخْرُجَ مِنْ اَھْلِكَ وَمَالِكَ وَلَا تَتْرُكَنَّ صَلٰوۃً مَّكْتُوْبَۃً مُتَعَمِّدًا فَاِنَّ مَنْ تَرَكَ صَلٰوۃً مَّكْتُوْبَۃً مُتَعَمِّدًا فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْہُ ذِمَّۃُ اللّٰہِ وَلَا تَشْرَبَنَّ خَمْرًا فَاِنَّہٗ رَاْسُ كُلِّ فَاحِشَۃٍ وَاِیَّاكَ وَالْمَعْصِیَۃَ فَاِنَّ بِالْمَعْصِیَۃِ حَلَّ سَخَطُ اللّٰہِ وَاِیَّاكَ وَالْفِرَارَ مِنَ الزَّحْفِ وَاِنْ ھَلَكَ النَّاسُ وَاِنْ اَصَابَ النَّاسَ مَوْتٌ فَاثْبُتْ وَاَنْفِقْ عَلٰی اَھْلِكَ مِنْ طَوْلِكَ وَلَا تَرْفَعْ عَنْھُمْ عَصَاكَ اَدَبًا وَّاَخِفْھُمْ فِی اللّٰہِ رواہ احمد والطبرانی فی الکبیر واسناد احمد صحیح لو سلم من الانقطاع فان عبد الرحمن ابن جبیر لو یسمع من معاذ کذا فی الترغیب والیہما عزاہ السیوطی فی الدر ولم یذکر الانقطاع ثم قال واخرج الطبرانی عن امیمۃ مولاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالت کنت اصب علیٰ رسول

حضرت مُعاذؓ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دس باتوں کی وصیت فرمائی (۱) یہ کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا گو تو قتل کر دیا جائے یا جلا دیا جائے، (۲) والدین کی نافرمانی نہ کرنا گو وہ تجھے اس کا حُکم کریں کہ بیوی کو چھوڑ دے یا سارا مال خرچ کر دے (۳) فرض نماز جان کر نہ چھوڑنا جو شخص فرض نماز جان کر چھوڑ دیتا ہے اللہ کا ذمہ اس سے بری ہے (۴) شراب نہ پینا کہ یہ ہر بُرائی اور فحش کی جڑ ہے (۵) اللہ کی نافرمانی نہ کرنا کہ اس سے اللہ تعالیٰ کا غضب اور قہر نازل ہوتا ہے۔ (۶) لڑائی میں نہ بھاگنا چاہے سب ساتھی مر جائیں (۷) اگر کسی جگہ وَبا پھیل جاوے (جیسے طاعون وغیرہ) تو وہاں سے نہ بھاگنا (۸) اپنے گھر والوں پر خرچ کرنا (۹) تنبیہ کے واسطے ان پر سے لکڑی نہ ہٹانا (۱۰) اللہ تعالیٰ سے اُن کو ڈراتے رہنا۔

اَولاد کی تربیت اور نماز کی تاکید:۔

ف:۔ لکڑی نہ ہٹانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس سے بے فکر نہ ہوں کہ باپ تنبیہ نہیں کرتا اور مارتا نہیں جو چاہے کرتے رہو بلکہ ان کو حدود شرعیہ کے ماتحت کبھی کبھی مارتے رہنا چاہیئے کہ بغیر مار کے اکثر تنبیہ نہیں ہوتی۔ آج کل اولاد کو شروع میں تو محبت کے جوش

---

[1] شراب کا حملہ عقل پر ہوتا ہے جب وہی نہ رہے تو نفس و شیطان جو کچھ بھی کرا لیں کم ہے۔

marfat.com

توقارون کے ساتھ حشر ہوگا اگر حکومت وسلطنت ہے تو فرعون کے ساتھ، اور وزارت (یعنی ملازمت یا مصاحبت) ہے تو ہامان کے ساتھ۔ اور تجارت ہے تو اُبی بن خلف کے ساتھ۔ اور جب ان لوگوں کے ساتھ اس کا حشر ہوگیا تو پھر جس قسم کے بھی عذاب احادیث میں وارد ہوئے ہیں خواہ وہ حدیثیں متکلم فیہ ہوں ان میں کوئی اشکال نہیں رہا کہ جہنم کے عذاب سخت سے سخت ہیں البتہ یہ ضرور ہے کہ اسکو اپنے ایمان کی وجہ سے ایک نہ ایک دن ان سے خلاصی ہوجائیگی اور وہ لوگ ہمیشہ کیلئے اِس میں رہیں گے۔ لیکن خلاصی ہونے تک کا زمانہ کیا کچھ ہنسی کھیل ہے نہ معلوم کتنے ہزار برس ہوں گے۔

(۷) قَالَ بَعْضُهُمْ وَرَدَ فِي الْحَدِيْثِ اَنَّ مَنْ حَافَظَ عَلَى الصَّلٰوةِ اَكْرَمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى بِخَمْسِ خِصَالٍ يَرْفَعُ عَنْهُ ضِيْقَ الْعَيْشِ وَعَذَابَ الْقَبْرِ وَيُعْطِيْهِ اللّٰهُ كِتَابَهٗ بِيَمِيْنِهٖ وَيَمُرُّ عَلَى الصِّرَاطِ كَالْبَرْقِ وَيَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ وَمَنْ تَهَاوَنَ عَنِ الصَّلٰوةِ عَاقَبَهُ اللّٰهُ بِخَمْسَ عَشَرَةَ عُقُوْبَةً خَمْسٌ فِي الدُّنْيَا وَثَلٰثٌ عِنْدَ الْمَوْتِ وَثَلٰثٌ فِيْ قَبْرِهٖ وَثَلٰثٌ عِنْدَ خُرُوْجِهٖ مِنَ الْقَبْرِ فَاَمَّا الَّتِيْ فِي الدُّنْيَا فَالْاُوْلٰى تُنْزَعُ الْبَرَكَةُ مِنْ عُمُرِهٖ وَالثَّانِيَةُ تُمْحٰى سِيْمَاءُ الصَّالِحِيْنَ مِنْ وَجْهِهٖ وَالثَّالِثَةُ كُلُّ عَمَلٍ يَعْمَلُهٗ لَا يَاْجُرُهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَالرَّابِعَةُ لَا يُرْفَعُ لَهٗ دُعَاءٌ اِلَى السَّمَاءِ وَالْخَامِسَةُ لَيْسَ لَهٗ حَقٌّ فِيْ دُعَاءِ الصَّالِحِيْنَ وَاَمَّا الَّتِيْ تُصِيْبُهٗ عِنْدَ الْمَوْتِ فَاِنَّهٗ يَمُوْتُ ذَلِيْلًا وَالثَّانِيَةُ يَمُوْتُ جُوْعًا وَالثَّالِثَةُ يَمُوْتُ عَطْشَانًا وَلَوْ سُقِيَ بِحَارَ الدُّنْيَا مَا رَوِيَ مِنْ عَطْشِهٖ وَاَمَّا الَّتِيْ

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص نماز کا اہتمام کرتا ہے حق تعالیٰ شانہٗ پانچ طرح سے اس کا اکرام واعزاز فرماتے ہیں ایک[1] یہ کہ اس پر سے رزق کی تنگی ہٹادی جاتی ہے۔ دوسرے[2] یہ کہ اس سے عذابِ قبر ہٹا دیا جاتا ہے۔ تیسرے[3] یہ کہ قیامت کو اسکے اعمالنامے داہنے ہاتھ میں دیئے جائیں گے (جن کا حال سورۂ الحاقہ[4] میں مفصل مذکور ہے کہ جن لوگوں کے نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں دیئے جائیں گے وہ نہایت خوش وخرم ہر شخص کو دکھاتے پھریں گے) اور چوتھے[5] یہ کہ پلصراط پر سے بجلی کی طرح گذر جائیں گے۔ پانچویں[6] یہ کہ حساب سے محفوظ رہیں گے اور جو شخص نماز میں سستی کرتا ہے اس کو پندرہ[15] طریقہ سے عذاب ہوتا ہے۔ پانچ[5] طرح دُنیا میں اور تین[3] طرح سے موت کے وقت اور تین[3] طرح قبر میں اور تین[3] طرح قبر سے نکلنے کے بعد۔ دُنیا کے پانچ[5] تو یہ ہیں، اوّل[1] یہ کہ اس کی زندگی میں برکت نہیں رہتی، دوسرے[2] یہ کہ صلحا کا نور اس کے چہرہ سے ہٹا دیا جاتا ہے۔ تیسرے[3] یہ کہ اسکے نیک کاموں کا اجر ہٹا دیا جاتا ہے۔ چوتھے[4] اسکی دُعائیں قبول نہیں ہوتیں۔ پانچویں[5]

[1] یعنی وہ بہت کمزور ہوں [2] پارہ انتیسواں۔

marfat.com

کہاں ہیں وہ لوگ جو راحت اور تکلیف ہر حال میں اللہ کی حمد کرتے تھے، یہ سُنکر ایک جماعت اُٹھے گی اور بغیر حساب کتاب کے جنّت میں داخل ہو جائے گی، پھر اعلان ہوگا کہاں ہیں وہ لوگ جو راتوں کو عبادت میں مشغول رہتے تھے اور ان کے پہلو بستروں سے دُور رہتے تھے پھر ایک جماعت اُٹھے گی اور بغیر حساب کتاب کے جنّت میں داخل ہو جائے گی. پھر اعلان ہوگا کہاں ہیں وہ لوگ جن کو تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی تھی۔ پھر ایک جماعت اُٹھے گی اور بغیر حساب کتاب کے جنّت میں داخل ہو جائیگی. ایک اور حدیث میں بھی یہی قصّہ آیا ہے اس میں یہ بھی ہے کہ اعلان ہوگا آج محشر والے دیکھیں گے کہ کریم لوگ کون ہیں اور اعلان ہوگا کہاں ہیں وہ لوگ جن کو تجارتی مشاغل اللہ کے ذکر اور نماز سے نہیں روکتے تھے۔ شیخ نصرؒ سمرقندی نے تَنْبِیْہُ الْغَافِلِیْن میں بھی یہ حدیث لکھی ہے. اسکے بعد لکھا ہے کہ جب یہ حضرات بغیر حساب کتاب چھوٹ چکیں گے تو جہنّم سے ایک (عُنق) لمبی گردن ظاہر ہوگی جو لوگوں کو پھاندتی ہوئی چلی آئے گی، اسمیں دو چمکدار آنکھیں ہوں گی اور نہایت فصیح زبان ہوگی، وہ کہے گی کہ میں ہر اُس شخص پر مُسلّط ہوں جو مُتکبّر بدمزاج ہو. اور مجمع میں سے ایسے لوگوں کو اسطرح چُن لے گی جیسا کہ جانور دانہ چُگتا ہے، ان سب کو چُن کر جہنّم میں پھینک دے گی. اسکے بعد پھر اسی طرح دوبارہ نکلے گی اور کہے گی کہ اب میں ہر اُس شخص پر مُسلّط ہوں جس نے اللہ کو اور اس کے رسولؐ کو ایذا دی[1]. اُن لوگوں کو بھی جماعت سے چُن کر لیجائیگی. اس کے بعد سہ بارہ پھر نکلے گی اور اس مرتبہ تصویر والوں کو چُن کر لے جائیگی. اس کے بعد جب یہ تینوں قسم کے آدمی مجمع سے چھٹ جائیں گے تو حساب کتاب شروع ہوگا، کہتے ہیں کہ پہلے زمانہ میں شیطان آدمیوں کو نظر آجاتا تھا، ایک صاحب نے اس سے کہا کہ کوئی ترکیب ایسی بتا کہ میں بھی تجھ جیسا ہو جاؤں. شیطان نے کہا کہ اس کی ترکیب یہ ہے کہ نماز میں سُستی کر اور قسم کھانے میں ذرا پروا نہ کر. جھوٹی سچّی ہر طرح کی قسمیں کھایا کر. ان صاحب نے کہا کہ میں اللہ سے عہد کرتا ہوں کہ کبھی نماز نہ چھوڑوں گا اور کبھی قسم نہ کھاؤں گا. شیطان نے کہا کہ تیرے سوا مجھ سے چال کیساتھ کسی نے کچھ نہیں لیا. میں نے بھی عہد کر لیا کہ آدمی کو کبھی نصیحت نہیں کروں گا۔

حضرت اُبیؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا اس اُمّت کو رفعت[2] و عزّت اور دین کے فروغ کی بشارت دو، لیکن دین کے کسی کام کو جو شخص دنیا کے واسطے کرے آخرت میں اس کا کوئی حصّہ نہیں[3]. ایک حدیث میں آیا ہے حضور اقدسؐ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے حق

---

[1] در منثور (ز) [2] تکلیف پہنچائی. یعنی ان کے حکموں کو ٹالا۔ [3] بلندی، بڑائی [4] ترغیب۔

marfat.com

یہ بھی ممکن ہے کہ آدمیوں کی حالت کے اعتبار سے کم وبیش ہو۔

ابُواللّیث سمرقندیؒ نے قُرَّۃُ العُیُون میں حضورؐ کا ارشاد نقل کیا ہے جو شخص ایک فرض نماز بھی جان بوجھ کر چھوڑ دے اس کا نام جہنم کے دروازہ پر لکھ دیا جاتا ہے اور اس کو اس میں جانا ضروری ہے اور حضرت ابنِ عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا یہ کہو کہ اے اللہ ہم میں کسی کو شقی محروم نہ کر۔ پھر فرمایا جانتے ہو شقی محروم کون ہے؟ صحابہؓ کے اِستفسار پر ارشاد فرمایا کہ شقی محروم نماز کا چھوڑنے والا ہے، اس کا کوئی حصہ اسلام میں نہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ دیدہ و دانستہ بلا عذر نماز چھوڑنے والے کی طرف حق تعالیٰ قیامت میں اِلتفات ہی نہ فرمائیں گے اور عَذَابٌ اَلِیْمٌ (دُکھ دینے والا عذاب) اس کو دیا جائیگا۔ منجملہ ان کے نماز کا چھوڑنے والا بھی ہے کہ اس کے ہاتھ بندھے ہوئے ہوں گے اور فرشتے منہ اور پشت پر ضرب لگا رہے ہوں گے۔ جنت کہے گی کہ میرا تیرا کوئی تعلق نہیں نہ میں تیرے لئے نہ تُو میرے لئے۔ دوزخ کہے گی کہ آجا تُو میرے لئے ہے میں تیرے لئے۔ یہ بھی نقل کیا ہے کہ جہنم میں ایک وادی (جنگل) ہے جس کا نام ہے لَم لَم، اس میں سانپ ہیں جو اونٹ کی گردن کے برابر موٹے ہیں اور ان کی لمبائی ایک مہینہ کی مسافت کے برابر ہے، اس میں نماز چھوڑنے والوں کو عذاب دیا جائے گا۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ایک میدان ہے جس کا نام جُبُّ الحُزْنِ ہے۔ وہ بچھوؤں کا گھر ہے اور ہر بچھو خچر کی برابر بڑا ہے وہ بھی نماز چھوڑنیوالوں کو ڈسنے کیلئے ہیں۔ ہاں مولائے کریم معاف کر دے تو کون پوچھنے والا ہے مگر کوئی معافی چاہے بھی تو۔ ابنِ حجرؒ نے زواجر میں لکھا ہے کہ ایک عورت کا انتقال ہو گیا تھا، اس کا بھائی دفن میں شریک تھا، اِتفاق سے دفن کرتے ہوئے ایک تھیلی قبر میں گر گئی۔ اُس وقت خیال نہیں آیا بعد میں یاد آئی تو بہت رنج ہوا چپکے سے قبر کھول کر نکالنے کا ارادہ کیا۔ قبر کو کھولا تو وہ آگ کے شعلوں سے بھر رہی تھی۔ روتا ہوا ماں کے پاس آیا اور حال بیان کیا اور پوچھا کہ یہ کیا بات ہے۔ ماں نے بتایا کہ وہ نماز میں سُستی کرتی تھی اور قضا کر دیتی تھی۔[۱] اَعَاذَنَا اللّٰہُ مِنْھَا۔

(۹) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا سَھْمَ فِی الْاِسْلَامِ

حضور اقدسؐ کا ارشاد ہے کہ اسلام میں کوئی بھی حصہ نہیں اُس شخص کا جو نماز نہ پڑھتا ہو اور

لہ معلوم کرنے پر لہ جان بوجھکر بغیر کسی شرعی مجبوری کے لہ توجہ نہ فرمائیں گے لہ رنج وغم کا گڑھا ابن حجر مکی ہیتمی۔

[۱] الزواجر عن اقتراف الکبائر ج ۱ ص ۱۴۳

marfat.com

يَحُطُّ خُطْوَةً إِلَّا رُفِعَتْ لَهُ بِهَا دَرَجَةٌ وَ حُطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةٌ فَإِذَا صَلَّى لَمْ تَزَلِ الْمَلَائِكَةُ تُصَلِّي عَلَيْهِ مَا دَامَ فِي مُصَلَّاهُ مَا لَمْ يُحْدِثْ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ وَلَا يَزَالُ فِي صَلٰوةٍ مَا انْتَظَرَ الصَّلٰوةَ رواه البخاری واللفظ له ومسلم وابو داود والترمذی وابن ماجه كذا فی الترغيب۔

کے ارادہ سے چلتا ہے کوئی اور ارادہ اس کے ساتھ شامل نہیں ہوتا تو جو قدم بھی رکھتا ہے اس کی وجہ سے ایک نیکی بڑھ جاتی ہے اور ایک خطا معاف ہو جاتی ہے اور پھر جب نماز پڑھکر اسی جگہ بیٹھا رہتا ہے تو جب تک باوضو بیٹھا رہے گا فرشتے اس کے لئے مغفرت اور رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں اور جب تک آدمی نماز کے انتظار میں رہتا ہے وہ نماز کا ثواب پاتا رہتا ہے

فائدہ :- پہلی حدیث میں ستائیس ۲۷ درجہ کی زیادتی بتلائی گئی تھی اور اس حدیث میں پچیس ۲۵ درجہ کی، ان دونوں حدیثوں میں جو اختلاف ہوا ہے علماء نے اس کے بہت سے جوابات تحریر فرمائے ہیں جو شروح حدیث میں مذکور ہیں۔ منجملہ ان کے یہ ہے کہ یہ نمازیوں کے حال کے اختلاف کی وجہ سے ہے کہ بعضوں کو پچیس ۲۵ درجہ کی زیادتی ہوتی ہے اور بعضوں کو اخلاص کی وجہ سے ستائیس ۲۷ کی ہو جاتی ہے۔ بعض علماء نے نماز کے اختلاف پر محمول فرمایا ہے کہ سِرّی[1] نمازوں میں پچیس ۲۵ ہے اور جہری[2] میں ستائیس ۲۷ ہے۔ بعض نے ستائیس ۲۷ عشاء اور صبح کے لئے بتلایا ہے کہ ان دونوں نمازوں میں جانا مشکل معلوم ہوتا ہے اور پچیس ۲۵ باقی نمازوں میں۔ بعض شراح نے لکھا ہے کہ اس اُمّت پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعامات کی بارش بڑھتی ہی چلی گئی۔ جیسا کہ اور بھی بہت سی جگہ اس کا ظہور ہے۔ اسلئے اوّل پچیس ۲۵ درجہ تھا بعد میں ستائیس ۲۷ ہو گیا۔ بعض شراح نے ایک عجیب بات سمجھی ہے وہ کہتے ہیں کہ اس حدیث کا ثواب پہلی حدیث سے بہت زیادہ ہے۔ اسلئے کہ اس حدیث میں یہ ارشاد نہیں ہے کہ وہ پچیس ۲۵ درجہ کی زیادتی ہے بلکہ یہ ارشاد ہے کہ پچیس ۲۵ درجہ اَلْمُضَاعَفُ ہوتی ہے، جس کا ترجمہ دوچند اور دُوگنا ہوتا ہے یعنی یہ کہ پچیس ۲۵ مرتبہ تک دُوگنا اجر ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس صورت میں جماعت کی ایک نماز کا ثواب تین کروڑ پینتیس لاکھ چوّن ہزار چار سو بتیس ۳۳۵۵۴۴۳۲ درجہ ہوا۔ حق تعالیٰ شانہٗ کی رحمت سے یہ ثواب کچھ بعید نہیں اور جب نماز کے چھوڑنے کا گناہ ایک حُقبہ ہے۔ جو پہلے باب میں گذرا تو اس کے پڑھنے کا ثواب یہ ہونا قرینِ قیاس بھی ہے۔

اس کے بعد حضورؐ نے اسطرف اشارہ فرمایا کہ یہ تو خود ہی غور کر لینے کی چیز ہے کہ جماعت

---

[1] جنمیں قرأت آہستہ ہوتی ہے [2] جنمیں قرأت آواز سے ہوتی ہے۔

marfat.com

بعض صلے ما ادرك و اتم ما بقی کان کذلك فان اتی المسجد وقد صلوا فاتم الصلوٰة کان کذلك رواه ابوداؤد۔

(۶) عَنْ قُبَاثِ بْنِ اَشْيَمَ اللَّيْثِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةُ الرَّجُلَيْنِ يَؤُمُّ اَحَدُهُمَا صَاحِبَهٗ اَزْكٰى عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ صَلٰوةِ اَرْبَعَةٍ تَتْرٰى وَصَلٰوةُ اَرْبَعَةٍ اَزْكٰى عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ صَلٰوةِ ثَمَانِيَةٍ تَتْرٰى وَصَلٰوةُ ثَمَانِيَةٍ يَؤُمُّهُمْ اَحَدُهُمْ اَزْكٰى عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ صَلٰوةِ مِائَةٍ تَتْرٰى رواه البزار والطبرانی باسناد لا باس به کذا فی الترغیب۔ وفی مجمع الزوائد رواه البزار والطبرانی فی الکبیر ورجال الطبرانی موثقون وعزاه فی الجامع الصغیر الی الطبرانی والبیهقی ورقم له بالصحة وعن ابی بن کعب رفعه بمعنے حدیث الباب وفیه قصة وفی آخره وکلما کثر فهو احب الی الله عز وجل رواه احمد وابوداؤد والنسائی وابن خزیمة وابن حبان فی صحیحیهما والحاکم وقد جزم یحیٰی بن معین والذهلی بصحة هذا الحدیث کذا فی الترغیب۔

جائیگا، البتہ اگر پہلے سے یقیناً معلوم ہو جائے تو مضائقہ نہیں۔

(۶) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ دو آدمیوں کی جماعت کی نماز کہ ایک امام ہو ایک مقتدی، اللہ کے نزدیک چار آدمیوں کی علیحدہ علیحدہ نماز سے زیادہ پسندیدہ ہے، اسی طرح چار آدمیوں کی جماعت کی نماز آٹھ آدمیوں کی متفرق نماز سے زیادہ محبوب ہے، اور آٹھ آدمیوں کی جماعت کی نماز سو آدمیوں کی متفرق نمازوں سے بڑھی ہوئی ہے۔ ایک دوسری حدیث میں ہے، اسی طرح جتنی بڑی جماعت میں نماز پڑھی جائیگی وہ اللہ کو زیادہ محبوب ہے مختصر جماعت سے۔

فائدہ:- جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ دو چار آدمی ملکر گھر دوکان وغیرہ پر جماعت کرلیں وہ کافی ہے، اول تو اس میں مسجد کا ثواب شروع ہی سے نہیں ہوتا، دوسرے کثرتِ جماعت کے ثواب سے بھی محرومی ہوتی ہے مجمع جتنا زیادہ ہوگا اتنا ہی اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے اور جب اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے واسطے ایک کام کرنا ہے تو پھر جس طریقہ میں اسکی خوشنودی زیادہ ہو اسی طریقہ سے کرنا چاہیئے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ تین چیزوں کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔ ایک جماعت کی صف کو، ایک اس شخص کو جو آدھی رات (تہجد) کی نماز پڑھ رہا ہو، تیسرے اس شخص کو جو کسی لشکر کے ساتھ لڑ رہا ہو۔

لہ یعنی نمازیوں کی تعداد ۲ جامع الصغیر (ز)

marfat.com

كُلَّ الْجَفَاءِ وَالْكُفْرُ وَالنِّفَاقُ مَنْ سَمِعَ مُنَادِيَ اللّٰهِ يُنَادِيْ إِلَى الصَّلٰوةِ فَلَا يُجِيْبُهٗ رَوَاهُ احمد والطبرانی من رواية زبان بن فائد كذا فی الترغيب وفی مجمع الزوائد رواه الطبرانی فی الكبير وزبان ضعفه ابن معين ووثقه ابوحاتم وعزاه فی الجامع الصغير الی الطبرانی ورقم له بالضعف۔

اللہ کے منادی (یعنی مؤذن) کی آواز سنے اور نماز کو نہ جائے۔

ف:۔ کتنی سخت وعید اور ڈانٹ ہے اس حدیث پاک میں کہ اس کی اس حرکت کو کافروں کا فعل اور منافقوں کی حرکت بتایا ہے کہ گویا مسلمان سے یہ بات ہو ہی نہیں سکتی۔ ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ آدمی کی بدبختی اور بدنصیبی کیلئے یہ کافی ہے کہ مؤذن کی آواز سنے اور نماز کو نہ جائے،

سلیمان بن ابی حثمہ جلیل القدر لوگوں میں تھے۔ حضورؐ کے زمانہ میں پیدا ہوئے۔ مگر حضورؐ سے روایت سننے کی نوبت کم عمری کی وجہ سے نہیں آئی۔ حضرت عمرؓ نے ان کو بازار کا نگراں بنا رکھا تھا۔ ایک دن اتفاق سے صبح کی نماز میں موجود نہ تھے۔ حضرت عمرؓ اس طرف تشریف لے گئے تو اُن کی والدہ سے پوچھا کہ سلیمان آج صبح کی نماز میں موجود نہ تھے۔ والدہ نے کہا کہ رات بھر نفلوں میں مشغول رہا، نیند کے غلبہ سے آنکھ لگ گئی۔ آپؓ نے فرمایا، میں صبح کی جماعت میں شریک ہوں یہ مجھے اس سے پسندیدہ ہے کہ رات بھر نفلیں پڑھوں۔

(۳) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ فِتْيَتِيْ فَيَجْمَعُوْا لِيْ حُزَمًا مِّنْ حَطَبٍ ثُمَّ اٰتِيَ قَوْمًا يُصَلُّوْنَ فِيْ بُيُوْتِهِمْ لَيْسَتْ بِهِمْ عِلَّةٌ فَاُحَرِّقَهَا عَلَيْهِمْ رواه مسلم وابو داؤد وابن ماجة والترمذی كذا فی الترغيب قال السيوطی فی الدر اخرج ابن ابی شيبة والبخاری ومسلم وابن ماجة عن ابی هريرة رفعه اثقل الصلوة علی المنافقين صلوة العشاء وصلوة الفجر ولو يعلمون ما فيهما لاتوهما ولو حبوا ولقد هممت ان امر بالصلوة فتقام الحديث بنحوه۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میرا دل چاہتا ہے کہ چند جوانوں سے کہوں کہ بہت سا ایندھن اکٹھا کر کے لائیں، پھر میں ان لوگوں کے پاس جاؤں جو بلا عذر کے گھروں میں نماز پڑھ لیتے ہیں اور جا کر اُنکے گھروں کو جلا دوں۔

ف:۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو باوجود اس شفقت اور رحمت کے جو اُمت کے حال پر تھی اور کسی شخص کی ادنیٰ سی تکلیف بھی گوارا نہ تھی ان لوگوں پر جو گھروں میں نماز پڑھ لیتے ہیں، اس قدر غصہ ہے کہ اُن کے گھروں میں آگ لگا دینے کو بھی آمادہ ہیں۔

(۴) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس

marfat.com

جمع ہوگا اس میں یہ لوگ ڈالدیئے جائیں گے۔ ایک جگہ ارشاد ہے وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقَاتُهُمْ اِلَّآ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ۝[1] (ترجمہ) "اور ان کی خیر خیرات مقبول ہونے سے اور کوئی چیز بجز اس کے مانع نہیں ہے کہ انھوں نے اللہ کے ساتھ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ کفر کیا اور نماز نہیں پڑھتے مگر کاہلی سے اور نیک کام میں خرچ نہیں کرتے مگر گرانی سے[2]۔" اس کے بالمقابل اچھی طرح سے نماز پڑھنے والوں کے بارے میں ارشاد ہے۔ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۙ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۚ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۙ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ۭ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (ترجمہ) "بیشک کامیابی اور فلاح کو پہونچ گئے وہ مومن جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں اور وہ لوگ جو لغویات[4] سے اعراض کرنے والے ہیں اور جو زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں[5] (یا اپنے اخلاق کو درست کرنیوالے ہیں) اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنیوالے ہیں بجز اپنی بیبیوں اور باندیوں کے کہ ان میں کوئی حرج نہیں۔ البتہ جو ان کے علاوہ اور جگہ شہوت پوری کرنا چاہیں وہ لوگ حد سے گزرنے والے ہیں اور جو اپنی نمازوں کا اہتمام کرنے والے ہیں یہی لوگ جنّت کے وارث ہیں جو فردوس کے وارث بنیں گے اور ہمیشہ ہمیشہ کو اس میں رہیں گے۔" حدیث میں آیا ہے کہ فردوس جنّت کا اعلیٰ اور افضل ترین حصہ ہے، وہاں سے جنّت کی نہریں جاری ہوتی ہیں، اسی[6] پر عرش الٰہی ہوگا۔ جب تم جنّت کی دُعا کیا کرو تو جنّت الفردوس مانگا کرو۔ دوسری جگہ نماز کے بارے میں ارشاد الٰہی ہے۔ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ[7] (ترجمہ) "بیشک نماز دُشوار ہے مگر جن کے دلوں میں خشوع ہے ان پر کچھ بھی دُشوار نہیں، یہ وہ لوگ ہیں جو اس کا خیال رکھتے ہیں کہ بلاشبہ وہ اپنے رب سے قیامت میں ملنے والے ہیں اور مرنے کے بعد اسی کی طرف لوٹ کے جانے والے ہیں۔" ایسے ہی لوگوں کی تعریف میں ایک جگہ ارشادِ خداوندی ہے فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ ۙ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ

---

[1] سورۃ التوبۃ آیت ۵۴ [2] یعنی بوجھ سمجھکر خرچ کرتے ہیں۔ [3] سورۃ المؤمنون آیت از اول تا گیارہ۔
[4] فضول کاموں سے پرہیز کرتے ہیں [5] زکوٰۃ کی تفسیر میں اختلاف ہے کہ اس جگہ شہور معنی زکوٰۃ کے مراد ہیں یا زکوٰۃ بدنی یعنی اپنی اصلاح اور نفس کا تزکیہ انا [6] اسی پر عرش الٰہی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس سے اوپر پھر کوئی اور درجہ جنت کا نہیں ہے بس عرش اعظم ہی ہے [7] سورۃ بقرہ آیت ۴۶۔

marfat.com

اُٹھ، سونے سے تہجد میں قرآن پڑھنا بہت بہتر ہے۔ کہتے ہیں اسکے بعد سے جب مجھے نیند آتی ہے اور یہ اشعار یاد آتے ہیں تو نیند بالکل اُڑ جاتی ہے۔

حضرت عطاؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک بازار میں گیا، وہاں ایک باندی فروخت ہو رہی تھی جو دیوانی بتائی جاتی تھی، میں نے سات دینار میں خرید لی اور اپنے گھر لے آیا۔ جب رات کا کچھ حصہ گذرا تو میں نے دیکھا کہ وہ اُٹھی وضو کیا نماز شروع کر دی اور نماز میں اس کی یہ حالت تھی کہ روتے روتے اسکا دم نکلا جاتا تھا۔ نماز کے بعد اس نے مناجات شروع کی اور یہ کہنے لگی اے میرے معبود آپکو مجھ سے محبت[1] رکھنے کی قسم مجھ پر رحم فرما، میں نے اس سے کہا کہ اس طرح نہ کہو یوں کہو کہ مجھے تجھ سے محبت رکھنے کی قسم۔ یہ سُن کر اُسکو غصہ آگیا اور کہنے لگی قسم ہے اُس ذات کی، اگر اُسکو مجھ سے محبت نہ ہوتی تو تجھے میٹھی نیند نہ سُلاتا اور مجھے یوں نہ کھڑا رکھتا۔ پھر اوندھے مُنہ گر گئی اور چند شعر پڑھے، جن کا مطلب یہ ہے کہ بیچینی بڑھتی جا رہی ہے اور دل جلا جا رہا ہے اور صبر جاتا رہا اور آنسو بہہ رہے ہیں اس شخص کو کس طرح قرار آسکتا ہے جس کو عشق و شوق اور اضطراب سے چین ہی نہیں۔ اے اللہ اگر کوئی خوشی کی چیز ہو تو اس کو عطا فرما کر مجھ پر احسان فرما۔ اسکے بعد بلند آواز سے یہ دعا کی کہ یا اللہ میرا اور آپ کا معاملہ اب تک پوشیدہ تھا اب مخلوق کو خبر ہو چلی اب مجھے اُٹھا لیجئے۔ یہ کہکر زور سے ایک چیخ ماری اور مر گئی۔

اسی قسم کا ایک واقعہ حضرت سَرِیؒ کے ساتھ بھی پیش آیا، کہتے ہیں کہ میں نے اپنی خدمت کیلئے ایک باندی خریدی۔ ایک مُدت تک وہ میری خدمت کرتی رہی اور اپنی حالت کا مجھ سے اِخفا کرتی، اس کی نماز کی ایک جگہ مُتعیّن تھی۔ جب کام سے فارغ ہو جاتی وہاں جا کر نماز میں مشغول ہو جاتی۔ ایک رات میں نے دیکھا کہ وہ کبھی نماز پڑھتی ہے اور کبھی مناجات میں مشغول ہو جاتی ہے اور کہتی ہے کہ آپ اس محبت کے وسیلہ سے جو مجھ سے ہے فُلاں فُلاں کام کر دیں۔ میں نے آواز سے کہا کہ اے عورت یوں کہہ کہ میری محبت کے وَسیلہ سے جو مجھے آپ سے ہے۔ کہنے لگی میرے آقا اگر اس کو مجھ سے محبت نہ ہوتی تو تمہیں نماز سے بھلا کر مجھے کھڑا نہ کرتا۔ سَرِیؒ کہتے ہیں جب صبح ہوئی تو میں نے اُسکو بُلا کر کہا کہ تو میری خدمت کے قابل نہیں، اللہ ہی کی عبادت کے لائق ہے۔ اُسکو کچھ سامان دے کر آزاد کر دیا۔

حضرت سَرِی سقطیؒ ایک عورت کا حال فرماتے ہیں کہ جب وہ تہجد کی نماز کو کھڑی ہوتی تو کہتی "اے اللہ ابلیس بھی تیرا ایک بندہ ہے اس کی پیشانی بھی تیرے قبضہ میں ہے وہ مجھے دیکھتا ہے اور میں اُسے نہیں دیکھتی تو اُسے دیکھتا ہے اور اسکے سارے کاموں پر قادر ہے اور وہ تیرے کسی کام پر

---

[1] یعنی اے پروردگار تیری اس محبت کی قسم جو تجھے میرے ساتھ ہے۔ [2] نزہتہ ز،

marfat.com

کہ اُن کی پنڈلیوں پر ہمیشہ اسکی وجہ سے ورم رہتا تھا اور میں ان کے پیچھے بیٹھی ہوئی ان کے حال پر ترس کھا کر رویا کرتی تھی۔ سعید بن المسیبؒ کے متعلق لکھا ہے کہ پچاس برس تک عشاء اور صبح کی نماز ایک ہی وُضو سے پڑھی۔ اور ابُوالمعتمرؒ کے متعلق لکھا ہے کہ چالیسؔ برس تک ایسا ہی کیا۔ امام غزالیؒ نے ابوطالبؒ مکی سے نقل کیا کہ چالیسؔ تابعیوں سے تواتر کے طریق[1] سے یہ بات ثابت ہے کہ وہ عشاء کی وُضو سے صبح کی نماز پڑھتے تھے۔ ان میں سے بعض کا چالیسؔ برس تک یہی عمل رہا[2]۔ حضرت امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے متعلق تو بہت کثرت سے یہ چیز نقل کی گئی کہ تیسؔ یا چالیسؔ یا پچاسؔ برس عشاء اور صبح کی نماز ایک وُضو سے پڑھی اور یہ اختلاف نقل کرنے والوں کے اختلاف کی وجہ سے ہے کہ جس شخص کو جتنے سال کا علم ہُوا اتنا ہی نقل کیا ہے۔ لکھا ہے کہ آپ کا معمول صرف دوپہر کو تھوڑی دیر سونے کا تھا اور یہ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ دوپہر کے سونے کا حدیث میں حکم ہے[3]۔ حضرت امام شافعیؒ صاحب کا معمول تھا کہ رمضان میں ساٹھؔ[4] قرآن شریف نمازمیں پڑھتے تھے۔ ایک شخص کہتے ہیں کہ میں کئی برس تک امام شافعیؒ کے یہاں رہا صرف رات کو تھوڑی دیر سوتے تھے۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ تین سو رکعتیں روزانہ پڑھتے تھے۔ اور جب بادشاہِ وقت نے آپکے کوڑے لگوائے اور اس کی وجہ سے ضُعف بہت ہوگیا تو ڈیڑھ[5] سو رہ گئی تھیں اور تقریباً اسّیؔ برس کی عُمر تھی۔ اُبُوعثمانؒ سُلمی چالیسؔ برس تک رات بھر روتے تھے اور دِن کو ہمیشہ روزہ رکھتے۔ ان کے علاوہ ہزاروں لاکھوں واقعات توفیق والوں کے کتب تواریخ میں مذکور ہیں جن کا اِحاطہ بھی دُشوار ہے۔ نمونہ اور مثال کے لئے یہی واقعات کافی ہیں۔ حق تعالےٰ شانہٗ مجھے بھی اور ناظرین کو بھی اِن حضرات کے اتّباع کا کچھ حصّہ اپنے لطف و فضل سے نصیب فرمائیں۔ آمین۔

بعض لوگوں کو نماز کا کچھ ہی حصّہ حاصل ہوتا ہے:

(۱) عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ الرَّجُلَ لَيَنْصَرِفُ وَمَا كُتِبَ لَهٗ اِلَّا عُشْرُ صَلٰوتِهٖ تُسْعُهَا ثُمُنُهَا سُبُعُهَا سُدُسُهَا خُمُسُهَا رُبُعُهَا ثُلُثُهَا نِصْفُهَا رواه ابوداؤد وقال المنذری فی الترغیب رواہ ابوداؤد والنسائی وابن

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آدمی نماز سے فارغ ہوتا ہے اور اسکے لئے ثواب کا دسواں[1] حصّہ لکھا جاتا ہے۔ اسی طرح بعض کیلئے نواں[2] حصّہ بعض کیلئے آٹھواں[3]، ساتواں[4]، چھٹا[5]، پانچواں[6] اور چوتھائی، تہائی، آدھا حصّہ لکھا جاتا ہے۔

ف:۔ یعنی جس درجہ کا خُشوع اور اخلاص نماز

---

[1] یعنی چالیسؔ تابعین کے متعلق یہ بات اس کثرت سے لوگوں نے بیان کی ہے کہ ہر آدمی یقین کرنے پر مجبور ہوجاتا ہے۔ [2] اتحاف (ز) یعنی اتحاف السادۃ المتقین بشرح احیاء علوم الدین [3] یعنی قیلولہ کرنے کا حدیث شریف میں حکم ہے اسکی تعمیل میں دوپہر کو سوجاتا ہوں۔

marfat.com

ایضاعن انس بلفظه وفی الترغیب عن ابی هریرةؓ رفعه الصلوٰة ثلثة اثلاث الطهور ثلث والرکوع ثلث والسجود ثلث فمن اداها بحقها قبلت منه وقبل منه سائر عمله و من ردت علیه صلوته رد علیه سائر عمله رواه البزار وقال لا نعلمه مرفوعا الا من حدیث المغیرة بن مسلم قال الحافظ واسناده حسن۔ واخرج مالک فی الموطا ان عمر بن الخطاب کتب الی عماله ان اهم امورکم عندی الصلوٰة من حفظها وحافظ علیها حفظ دینه ومن ضیعها فهو لما سواها اضیع کذا فی الدر۔

میرے نزدیک نماز ہے۔ جو شخص اسکی حفاظت اور اس کا اہتمام کرے گا وہ دین کے اور اجزاء کا بھی اہتمام کر سکتا ہے اور جو اسکو ضائع کر دے گا وہ دین کے اور اجزا کو زیادہ برباد کر دے گا۔

ف:۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پاک ارشاد اور حضرت عمرؓ کے اس اعلان کا منشا بظاہر یہ ہے جو دوسری حدیث میں آیا ہے کہ شیطان مسلمان سے اس وقت تک ڈرتا رہتا ہے جب تک وہ نماز کا پابند اور اسکو اچھی طرح ادا کرتا رہتا ہے کیونکہ خوف کی وجہ سے اس کو زیادہ جرأت نہیں ہوتی۔ لیکن جب وہ نماز کو ضائع کر دیتا ہے تو اس کی جرأت بہت بڑھ جاتی ہے اور اس آدمی کو گمراہ کرنے کی اُمنگ پیدا ہو جاتی ہے۔ اور پھر بہت سے مہلکات[1] اور بڑے بڑے گناہوں میں اسکو مبتلا کر دیتا ہے۔ اور یہی مطلب ہے حق سبحانہٗ وتقدس کے ارشاد اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ کا جس کا بیان قریب ہی آرہا ہے۔

نماز کی چوری:

(۵۱) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْوَءُ النَّاسِ سَرِقَةً اَلَّذِیْ يَسْرِقُ صَلٰوتَهٗ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَيْفَ يَسْرِقُ صَلٰوتَهٗ قَالَ لَا يُتِمُّ رُكُوْعَهَا وَلَا سُجُوْدَهَا رواه الدارمی وفی الترغیب رواه احمد والطبرانی وابن خزیمة فی صحیحه وقال صحیح الاسناد وفی المقاصد الحسنة حدیث ان اسوء الناس سرقة رواه احمد والدارمی فی مسندیهما من

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بدترین چوری کرنیوالا شخص وہ ہے جو نماز میں سے بھی چوری کرلے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ نماز میں سے کس طرح چوری کرے گا۔ ارشاد فرمایا کہ اس کا رکوع اور سجدہ اچھی طرح سے نہ کرے۔

ف:۔ یہ مضمون کئی حدیثوں میں وارد ہوا ہے اوّل تو چوری خود ہی کس قدر ذلت کی چیز ہے اور چور کو کیسی حقارت سے دیکھا جاتا ہے پھر چوری میں بھی اس حرکت کو بدترین چوری

[1] ہلاک وتباہ کرنیوالی چیزوں میں سے منتخب کنز العمال۔

marfat.com

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ الصَّلٰوةِ طُوْلُ الْقُنُوْتِ اخرجہ ابن ابی شیبۃ ومسلم والترمذی وابن ماجۃ کذا فی الدر المنثور وفیہ ایضاً عَنْ مُجَاهِدٍ فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِیْنَ قَالَ مِنَ الْقُنُوْتِ الرُّكُوْعُ وَالْخُشُوْعُ وَطُوْلُ الرُّكُوْعِ یَعْنِیْ طُوْلَ الْقِیَامِ وَغَضُّ الْبَصَرِ وَخَفْضُ الْجَنَاحِ وَالرَّهْبَةُ لِلّٰهِ وَكَانَ الْفُقَهَاءُ مِنْ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ اَحَدُهُمْ فِی الصَّلٰوةِ یَهَابُ الرَّحْمٰنَ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی اَنْ یَّلْتَفِتَ اَوْ یُقَلِّبَ الْحَصٰی اَوْ یَشُكَّ بِبَصَرِهٖ اَوْ یَعْبَثَ بِشَیْءٍ اَوْ یُحَدِّثَ نَفْسَهٗ بِشَیْءٍ مِّنْ اَمْرِ الدُّنْیَا اِلَّا نَاسِیًا حَتّٰی یَنْصَرِفَ اخرجہ سعید بن منصور وعبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی[1] حاتم والاصبہانی فی الترغیب والبیہقی فی شعب الایمان. وھٰذا اٰخر ما اردت ایرادہ فی ھٰذہ الحملۃ الرعایۃ لعدد الاربعین واللہ ولی التوفیق وقد وقع الفراغ منہ لیلۃ التروایۃ من سنۃ سبع و خمسین بعد الف وثلثمائۃ والحمد للہ اولا واٰخرا۔

نماز وہ ہے جس میں لمبی لمبی رکعتیں ہوں۔ مجاہدؒ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہٗ کے ارشاد قُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِیْنَ (اور نماز میں) کھڑے رہو اللہ کے سامنے مؤدب۔ اس آیت میں رکوع بھی داخل ہے اور خشوع بھی اور لمبی رکعت ہونا بھی اور آنکھوں کو پست کرنا، بازوؤں کو جھکانا (یعنی اکڑ کے کھڑا نہ ہونا) اور اللہ سے ڈرنا بھی شامل ہے کہ لفظ قنوت میں جس کا اس آیت میں حکم دیا گیا یہ سب چیزیں داخل ہیں) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ میں سے جب کوئی شخص نماز کو کھڑا ہوتا تھا تو اللہ سے ڈرتا تھا اس بات سے کہ اِدھر اُدھر دیکھے یا (سجدہ میں جاتے ہوئے) کنکریوں کو اُلٹ پلٹ کرے (عرب میں صفوں کی جگہ کنکریاں بچھائی جاتی ہیں) یا کسی لغو چیز میں مشغول ہو یا دل میں کسی دنیاوی چیز کا خیال لائے۔ ہاں بھول کے خیال آگیا ہو تو دوسری بات ہے۔

ف:۔ قُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِیْنَ کی تفسیر میں مختلف ارشادات وارد ہوئے ہیں۔ ایک یہ بھی ہے کہ قٰنِتِیْنَ کے معنیٰ چپ چاپ کے ہیں۔ ابتداء زمانہ نماز میں بات کرنا، سلام کا جواب دینا وغیرہ وغیرہ امور جائز تھے۔ مگر جب یہ آیت شریفہ نازل ہوئی تو نماز میں بات کرنا ناجائز ہوگیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضورؐ نے اس بات کا عادی بنا رکھا تھا کہ جب میں حاضر ہوں تو گو حضورؐ نماز میں مشغول ہوں میں سلام کرتا حضورؐ جواب دیتے۔ ایک مرتبہ میں حاضر ہوا حضورؐ نماز میں مشغول تھے۔ میں نے حسب عادت سلام کیا، حضورؐ نے جواب نہیں دیا۔ مجھے سخت فکر ہوا کہ شاید میرے بارے میں اللہ جل شانہٗ کے یہاں سے کوئی عتاب نازل ہوا ہو۔ نئے اور

[1] تمام نسخوں میں یہ نام ابن حاتم تھا لیکن یہ صحیح نہیں۔ ابن ابی حاتم ہونا چاہیے۔ حضرت شیخ مدظلہٗ سے رجوع کرنے کے بعد درست کر دیا گیا۔

والا رب ہر عیب سے بالکل پاک ہے۔ اسکی بڑائی کے سامنے اپنی عاجزی اور بیچارگی کا اظہار ہے کہ گردن کا بلند کرنا غرور اور تکبر کی علامت ہے اور اسکا جھکا دینا نیازمندی اور فرمانبرداری کا اقرار ہے تو رکوع میں گویا اسکا اقرار ہے کہ تیرے احکام کے سامنے اپنے کو جھکاتا ہوں اور تیری اطاعت اور بندگی کو اپنے سر پر رکھتا ہوں، میرا یہ گنہگار جسم تیرے سامنے حاضر ہے اور تیری بارگاہ میں جھکا ہوا ہے تو بیشک بڑائی والا ہے اور تیری بڑائی کے سامنے میں سرنگوں ہوں۔ اسی طرح سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی میں بھی اللہ کی بیحد رفعت اور بلندی کا اقرار ہے اور اس بلندی کے ساتھ ہر برائی اور عیب سے پاکی کا اقرار ہے۔ اپنے اس سر کو اسکے سامنے ڈال دیتا ہے جو سارے اعضاء میں اشرف شمار کیا جاتا ہے اور اس میں محبوب ترین چیزیں آنکھ، کان، ناک زبان ہیں، گویا اس کا اقرار ہے کہ میری یہ سب اشرف اور محبوب چیزیں تیرے حضور میں حاضر اور تیرے سامنے زمین پر پڑی ہوئی ہیں، اس اُمید پر کہ تُو مجھ پر فضل فرمائے اور رحم کرے، اور اس عاجزی کا پہلا ظہور اسکے سامنے ہاتھ باندھکر مؤدب کھڑے ہونے میں تھا، اس پر ترقی اسکے سامنے سر جھکا دینے میں تھی، اور اس پر بھی ترقی اسکے سامنے زمین پر ناک رگڑنے اور سر رکھ دینے میں ہے۔ اسی طرح پُوری نماز کی حالت ہے اور حق یہ ہے کہ یہی اصلی ہیئت نماز کی ہے اور یہی ہے وہ نماز جو دین و دُنیا کی فلاح و بہبود کا زینہ ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے لُطف سے مجھے اور سب مسلمانوں کو اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

بزرگوں کے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کے واقعات:

اور جیسا کہ مُجاہدؒ نے بیان کیا ہے فُقہائے صحابہؓ کی یہی نماز تھی وہ جب نماز میں کھڑے ہوتے تھے، اللہ سے ڈرتے تھے۔ حضرت حسنؒ جب وُضو فرماتے تو چہرہ کا رنگ متغیر[1] ہو جاتا تھا۔ کسی نے پُوچھا یہ کیا بات ہے تو ارشاد فرمایا کہ ایک بڑے جبار بادشاہ کے حضور میں کھڑے ہونے کا وقت آگیا ہے، پھر وضو کر کے جب مسجد میں تشریف لیجاتے تو مسجد کے دروازہ پر کھڑے ہو کر یہ فرماتے اِلٰہِیْ عَبْدُکَ بِبَابِکَ یَا مُحْسِنُ قَدْ اَتَاکَ الْمُسِیْئُ وَقَدْ اَمَرْتَ الْمُحْسِنَ مِنَّا اَنْ یَّتَجَاوَزَ عَنِ الْمُسِیْئِ فَاَنْتَ الْمُحْسِنُ وَاَنَا الْمُسِیْئُ فَتَجَاوَزْ عَنْ قَبِیْحِ مَا عِنْدِیْ بِجَمِیْلِ مَا عِنْدَکَ یَا کَرِیْمُ۔ ترجمہ: "یا اللہ تیرا بندہ تیرے دروازہ پر حاضر ہے۔ اے احسان کرنیوالے اور بھلائی کا برتاؤ کرنیوالے، بداعمال تیرے پاس حاضر ہے۔ تُو نے ہم لوگوں کو یہ حکم فرمایا ہے کہ اچھے لوگ بُروں سے درگذر کریں تُو اچھائی والا ہے اور میں بدکار ہوں، اے کریم میری بُرائیوں سے اُن خوبیوں کی بدولت جن کا تُو مالک ہے درگذر فرما۔" اس کے بعد مسجد میں داخل ہوتے۔

---

[1] آیتہ تک بدل جاتا تھا۔

marfat.com

ہوسکتی ہے کہ ہم ان لذتوں سے ناآشنا ہیں[1] اور نابالغ بلوغ کی لذتوں سے ناواقف ہوتا ہی ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ اس لذت تک پہونچادیں تو زہے نصیب۔"

آخری گذارش

صوفیہ نے لکھا ہے کہ نماز حقیقت میں اللہ جل شانہٗ کے ساتھ مناجات کرنا اور ہمکلام ہونا ہے جو غفلت کے ساتھ ہو ہی نہیں سکتا۔ نماز کے علاوہ اور عبادتیں غفلت سے بھی ہوسکتی ہیں مثلاً زکوٰۃ ہے کہ اس کی حقیقت مال کا خرچ کرنا ہے۔ یہ خود ہی نفس کو اتنا شاق ہے کہ اگر غفلت کے ساتھ ہو تب بھی نفس کو شاق گذرے گا۔ اسی طرح روزہ دن بھر کا بھوکا پیاسا رہنا، صحبت کی لذت سے رکنا کہ یہ سب چیزیں نفس کو مغلوب کرنے والی ہیں۔ غفلت سے بھی اگر متحقق[2] ہوں تو نفس کی شدت وتیزی پر اثر پڑے گا۔ لیکن نماز کا معظم[3] حصہ ذکر ہے، قرارت قرآن ہے۔ یہ چیزیں اگر غفلت کی حالت میں ہوں تو مناجات یا کلام نہیں ہیں ایسی ہی ہیں جیسے بخار کی حالت میں ہذیان اور بکواس ہوتی ہے کہ جو چیز دل میں ہوتی ہے وہ زبان پر ایسے اوقات میں جاری ہوجاتی ہے نہ اس میں کوئی مشقت ہوتی ہے نہ کوئی نفع۔ اسی طرح چونکہ نماز کی عادت پڑگئی ہے اسلئے اگر توجہ نہ ہو تو عادت کے موافق بلا سوچے سمجھے زبان سے الفاظ نکلتے رہیں گے۔ جیسا کہ سونے کی حالت میں اکثر باتیں زبان سے نکلتی ہیں کہ سننے والا اسکو اپنے سے کلام سمجھتا ہے نہ اسکا کوئی فائدہ ہے۔ اسی طرح حق تعالیٰ شانہٗ بھی ایسی نماز کی طرف التفات اور توجہ نہیں فرماتے جو بلا ارادہ کے ہو۔ اسلئے نہایت اہم ہے کہ نماز اپنی وسعت وہمت کے موافق پوری توجہ سے پڑھی جائے۔

ایک ضروری بات: ——— لیکن یہ امر نہایت ضروری ہے کہ اگر یہ حالات اور کیفیات جو پچھلوں کی معلوم ہوئی ہیں حاصل نہ ہوں تب بھی نماز جس حال سے بھی ممکن ہو ضرور پڑھی جائے۔ یہ بھی شیطان کا ایک سخت ترین مکر ہوتا ہے کہ وہ یہ سمجھائے کہ بری طرح پڑھنے سے تو نہ پڑھنا ہی اچھا ہے۔ یہ غلط ہے۔ نہ پڑھنے سے بری طرح کا پڑھنا ہی بہتر ہے۔ اسلئے کہ نہ پڑھنے کا

---

[1] اکبر الہ آبادی فرماتے ہیں (خفیف ترمیم کے ساتھ) ؎

ناتجربہ کاری سے زاہد کی ہیں یہ باتیں
اس لطف کو کیا جانے پوچھو تو کبھی پی ہے؟

[2] پائی جائیں [3] اکثر حصہ۔

marfat.com

دینی امور کا معلوم کرنا، تحقیق کرنا ہر شخص کا اپنا فرض ہے قانون سے ناواقفیت کا عذر کسی حکومت میں بھی معتبر نہیں۔ اَحکَمُ الحَاکِمِین کے یہاں یہ پوچ عذر کیسے چل سکتا ہے یہ تو عذرِ گناہ بدتر از گناہ کا مصداق ہے۔ اسی طرح نہ علماء کے لئے یہ جواب موزوں کہ کوئی سُننے والا نہیں۔ جن اسلاف کی نیابت کے آپ حضرات دعویدار ہیں انھوں نے کیا کچھ تبلیغ کی خاطر برداشت نہیں فرمایا، کیا پتھر نہیں کھائے، گالیاں نہیں کھائیں، مصیبتیں نہیں جھیلیں؟ لیکن ہر نوع کی تکالیف برداشت فرمانے کے بعد اپنی تبلیغی ذمہ داریوں کا احساس فرما کر لوگوں تک دین پہنچایا، ہر سخت سے سخت مزاحمت کے باوجود نہایت شفقت سے اسلام و احکام کی اشاعت کی۔

عام طور پر مسلمانوں نے تبلیغ کو علماء کے ساتھ مخصوص سمجھ رکھا ہے حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے بلکہ ہر وہ شخص جسکے سامنے کوئی منکر[1] ہو رہا ہو اور وہ اسکے روکنے پر قادر ہو یا اسکے روکنے کے اسباب پیدا کر سکتا ہو اسکے ذمہ واجب ہے کہ اسکو روکے، اور اگر بفرض محال مان بھی لیا جاوے کہ یہ علماء کا کام ہے تب بھی جبکہ وہ اپنی کوتاہی سے یا کسی مجبوری سے اس حق کو پورا نہیں کر رہے ہیں یا ان سے پورا نہیں ہو رہا ہے تو ضروری ہے کہ ہر شخص کے ذمہ یہ فریضہ عائد ہو۔ قرآن و حدیث میں جسقدر اہتمام سے تبلیغ اور اَمرٌ بِالمَعرُوفِ وَالنَّہیُ عَنِ المُنکَرِ کو ارشاد فرمایا گیا ہے وہ ان آیات و احادیث سے ظاہر ہے جو آئندہ فصلوں میں آرہی ہیں۔ ایسی حالت میں صرف علماء کے ذمہ رکھکر یا انکی کوتاہی بتاکر کوئی شخص بَرِیُ الذِّمَّہ نہیں ہو سکتا۔ اسلئے میری عَلَی العُمُوم درخواست ہے کہ ہر مسلمان کو اسوقت تبلیغ میں کچھ نہ کچھ حصّہ لینا چاہیئے اور جسقدر وقت بھی دین کی تبلیغ اور حفاظت میں خرچ ہو سکتا ہو کرنا چاہیئے ؎

ہر وقت خوش کہ دست دہد مغتنم شمار
کس را وقوف نیست کہ انجامِ کار چیست[2]

یہ بھی معلوم کر لینا ضروری ہے کہ تبلیغ کیلئے یا اَمرٌ بِالمَعرُوفِ اور نَہیٌ عَنِ المُنکَرِ کے لئے

---

[1] مُنکَر:- برائی ؎ ایک ضروری شرط یہ بھی ہے کہ آدمی جتنی بات صحیح طور پر جانتا ہو اتنی ہی دوسروں کو بتائے اور اپنی معلومات سے آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرے اسلئے کہ یہ خود ایک بُرائی ہے ؎ (ترجمہ) جو بھی وقت میسّر آجائے اسے غنیمت سمجھ اسلئے کہ کسے خبر ہے انجام کیا ہونے والا ہے

marfat.com

کہ اَمَرَ بِالْمَعْرُوْفِ اور نَہٰی عَنِ الْمُنْکَرِ کرتے ہو۔

مُفَسِّرِیْن نے لکھا ہے کہ اس آیت شریفہ میں اَمَرَ بِالْمَعْرُوْفِ اور نَہٰی عَنِ الْمُنْکَرِ کو ایمان سے بھی پہلے ذکر فرمایا۔ حالانکہ ایمان سب چیزوں کی اصل ہے بغیر ایمان کے کوئی خیر بھی معتبر نہیں۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ ایمان میں تو اور امم سابقہ بھی شریک تھیں۔ یہ خاص خصوصیت جسکی وجہ سے تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے متبعین سے اُمّتِ محمدیہ کو تفوق ہے وہ یہی اَمَرَ بِالْمَعْرُوْفِ اور نَہٰی عَنِ الْمُنْکَرِ ہے جو اس اُمّت کا تمغۂ امتیاز ہے اور چونکہ بغیر ایمان کے کوئی عمل خیر معتبر نہیں اسلئے ساتھ ہی بطور قید کے اسکو بھی ذکر فرمادیا، ورنہ اصل مقصود اس آیتِ شریفہ میں اسی کا ذکر فرمانا ہے اور چونکہ وہی اس جگہ مقصود بالذکر ہے اسلئے اس کو مقدم فرمایا۔

اس اُمّت کے لئے تمغۂ امتیاز ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اسکا مخصوص اہتمام کیا جائے ورنہ کہیں چلتے پھرتے تبلیغ کر دینا اسمیں کافی نہیں، اسلئے کہ یہ اَمَرَ پہلی اُمّتوں میں بھی پایا جاتا تھا جسکو فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُکِّرُوْا بِہٖ وغیرہ آیات میں ذکر فرمایا ہے، امتیاز مخصوص اہتمام کا ہے کہ اسکو مستقل کام سمجھکر دین کے اور کاموں کی طرح سے اسمیں مشغول ہوں۔

۷ لَاخَیْرَ فِیْ کَثِیْرٍ مِّنْ نَّجْوَاھُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَۃٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍ بَیْنَ النَّاسِ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰہِ فَسَوْفَ نُؤْتِیْہِ اَجْرًا عَظِیْمًا ۝

۷ عام لوگوں کی اکثر سرگوشیوں میں خیر (وبرکت) نہیں ہوتی، مگر جو لوگ ایسے ہیں کہ صدقہ خیرات کی یا اور کسی نیک کام کی یا لوگوں میں باہم اصلاح کر دینے کی ترغیب دیتے ہیں (اور اس تعلیم و ترغیب کیلئے خفیہ تدبیریں اور مشورے کرتے ہیں۔ اُنکے مشوروں میں البتہ خیر و برکت ہے) اور جو شخص یہ کام (یعنی نیک اعمال کی ترغیب محض اللہ کی رضا کے واسطے کرے گا (نہ کہ لالچ یا شہرت کی غرض سے)، اسکو ہم عنقریب اجرِ عظیم عطا فرمائینگے۔

اِس آیت میں حق تعالیٰ شانہٗ نے اَمَرَ بِالْمَعْرُوْفِ کرنے والوں کیلئے بڑے اجر کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور جس اجر کو حق جل جلالہٗ بڑا فرمادیں اسکی کیا انتہا ہو سکتی ہے اس آیت شریفہ کی تفسیر میں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک نقل کیا گیا ہے کہ آدمی کا ہر کلام اس پر بار ہے مگر یہ کہ اَمَرَ بِالْمَعْرُوْفِ اور نَہٰی عَنِ الْمُنْکَرِ ہو، یا اللہ کا ذکر ہو،

marfat.com

اِسی کو کمال اور وسعتِ اخلاق سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ عَلَی الْاِطْلَاقْ غلط ہے بلکہ جہاں اَمْر بِالْمَعْرُوْفِ وغیرہ قطعاً مفید نہ ہو ممکن ہے کہ صرف سکوت کی کچھ گنجائش نکل آوے (نہ کہ ہاں میں ہاں ملانے کی) لیکن جہاں مفید ہو سکتا ہے مثلاً اپنی اولاد، اپنے ماتحت، اپنے دست نگر لوگوں میں۔ وہاں کسی طرح بھی یہ سکوت کمالِ اخلاق نہیں بلکہ سکوت کرنے والا شرعاً و عُرفاً خود مجرم ہے۔

سفیان ثوریؒ کہتے ہیں کہ جو شخص اپنے پڑوسیوں کو محبوب ہو اپنے بھائیوں میں محمود ہو (اغلب یہ ہے کہ) وہ مداہن[1] ہوگا۔

متعدد روایات میں یہ مضمون آیا ہے کہ جب کوئی گناہ مخفی طور سے کیا جاتا ہے تو اُسکی مُضرّت کرنے والے ہی کو ہوتی ہے لیکن جب کوئی گناہ کُھلّم کُھلا کیا جاتا ہے اور لوگ اسکے روکنے پر قادر ہیں اور پھر نہیں روکتے تو اسکی مضرت اور نقصان بھی عام ہوتا ہے۔

اب ہر شخص اپنی ہی حالت پر غور کرلے کہ کتنے معاصی اسکے علم میں ایسے کئے جاتے ہیں جنکو وہ روک سکتا ہے اور پھر بے توجہی، لاپرواہی، بے التفاتی سے کام لیتا ہے اور اس سے بڑھ کر ظلم یہ ہے کہ کوئی اللہ کا بندہ اسکو روکنے کی کوشش کرتا ہے تو اسکی مخالفت کی جاتی ہے، اس کو کوتاہ نظر بتلایا جاتا ہے۔ اس کی اعانت کرنے کی بجائے اسکا مقابلہ کیا جاتا ہے۔ فَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ۔[1]

۴۲ عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ رَجُلٍ يَّكُوْنُ فِيْ قَوْمٍ يَّعْمَلُ فِيْهِمْ بِالْمَعَاصِيْ يَقْدِرُوْنَ عَلٰى اَنْ يُّغَيِّرُوْا عَلَيْهِ وَلَا يُغَيِّرُوْنَ اِلَّا اَصَابَهُمُ اللّٰهُ بِعِقَابٍ قَبْلَ اَنْ يَّمُوْتُوْا۔

(رواہ ابوداؤد، وابن ماجۃ وابن حبانؒ الاصبہانی وغیرھم کذا فی الترغیب)

۴۲ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر کسی جماعت اور قوم میں کوئی شخص کسی گناہ کا ارتکاب کرتا ہے اور وہ جماعت وقوم باوجود قدرت کے اُس شخص کو اُس گناہ سے نہیں روکتی تو اُن پر مرنے سے پہلے دُنیا ہی میں اللہ تعالیٰ کا عذاب مسلط ہو جاتا ہے۔

میرے مخلص بزرگو! اور ترقیٔ اسلام و مسلمین کے خواہشمند دوستو! یہ ہیں مسلمانوں کی تباہی کے اسباب اور روز افزوں بربادی کی وجوہ۔ ہر شخص اجنبیوں کو نہیں، برابر

[1] خوشامدی، منہ دیکھی بات کہنے والا۔ [1] ظالم لوگ اپنا ٹھکانہ عنقریب جان لیں گے۔

marfat.com

انکی تعلیم کو سچی تعلیم سمجھتے ہو تو پھر کیا وجہ ہے کہ جس چیز کو وہ سببِ مرض بتا رہے ہیں، جن چیزوں کو وہ بیماری کی جڑ فرما رہے ہیں وہی چیزیں تمہارے نزدیک سببِ شفاء وصحت قرار دی جا رہی ہیں، نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "کوئی شخص اسوقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ اسکی خواہش اُس دین کے تابع نہ ہو جائے جس کو میں لے کر آیا ہوں"۔ لیکن تمہاری رائے ہے کہ مذہب کی آڑ کو بیچ سے ہٹا دیا جائے تاکہ ہم بھی دیگر اقوام کی طرح ترقی کر سکیں۔ اللہ جل جلالہٗ کا ارشاد ہے۔ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ۔ ترجمہ :- جو شخص آخرت کی کھیتی کا طالب ہو ہم اُسکی کھیتی میں ترقی دینگے اور جو دُنیا کی کھیتی کا طالب ہو ہم اسکو کچھ دُنیا دیدینگے اور آخرت میں اُسکا کچھ حصہ نہیں۔ (بیان القرآن)

حدیث میں آیا ہے کہ جو مسلمان آخرت کو اپنا نصب العین بنا لیتا ہے اللہ جل شانہٗ اُسکے دل کو غنی فرما دیتے ہیں اور دُنیا ذلیل ہو کر اُسکے پاس آتی ہے۔ اور جو شخص دُنیا کو اپنا نصب العین قرار دیتا ہے پریشانیوں میں مبتلا ہوتا ہے اور دُنیا میں سے جتنا حصہ مقدر ہو چکا ہے اس سے زیادہ ملتا ہی نہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس آیتِ پاک کو تلاوت فرما کر ارشاد فرمایا کہ اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے کہ اے ابنِ آدم تُو میری عبادت کے لئے فارغ ہو جا میں تیرے سینہ کو تفکرات سے خالی کر دوں گا اور تیرے فقر کو ہٹا دوں گا ورنہ تیرے دل میں (سینکڑوں طرح کے) مشاغل بھر دوں گا اور تیرا فقر بند نہیں کروں گا"۔ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا ارشاد ہے اور تمہاری رائے ہے کہ مسلمان ترقی میں اسلئے پیچھے ہٹے ہوئے ہیں کہ جو راستہ ترقی کیلئے اختیار کیا جاتا ہے یہ مُلّا نے اسمیں رُکاوٹیں پیدا کر دیتے ہیں۔ آپ ہی ذرا انصاف کی نظر سے ملاحظہ فرمائیں کہ اگر یہ مُلّا نے ایسے ہی لالچی ہیں تو آپ حضرات کی ترقیات انکے لئے مُسرّت کا سبب ہوں گی۔ کیونکہ جب انکی روزی آپکے زعم میں آپ کے ذریعہ سے ہے تو جسقدر وسعت اور فتوحات آپ پر ہوں گی وہ انکے لئے بھی سببِ وسعت اور فتوحات ہوں گی مگر یہ خود غرض پھر بھی آپ کی مخالفت کرتے ہیں تو کوئی تو مجبوری انکو درپیش ہے جسکی وجہ سے یہ اپنے نفع کو بھی کھو رہے ہیں اور آپ جیسے محسن ومربیوں سے بگاڑ کر گویا اپنی دُنیا خراب کر رہے ہیں۔ میرے دوستو! ذرا غور تو کرو،

marfat.com

ضرورت ہے اس سے بہت زیادہ اپنے نفس کی اصلاح کی احتیاج[1] ہے۔ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد مواقع میں بہت زیادہ اہتمام سے منع فرمایا ہے کہ لوگوں کو نصیحت کرتا پھرے اور خود مبتلائے معاصی رہے۔

آپؐ نے شبِ معراج میں ایک جماعت کو دیکھا جنکے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کترے جاتے تھے۔ آپؐ نے دریافت فرمایا کہ یہ کون لوگ ہیں۔ تو حضرت جبرئیلؑ نے عرض کیا کہ یہ لوگ آپکی اُمّت کے واعظ و مقرر ہیں کہ دوسروں کو نصیحت کرتے تھے خود اسپر عمل نہیں کرتے تھے۔ (مشکوٰۃ شریف)

ایک حدیث وارد ہے کہ اہل جنّت کے چند لوگ بعض اہل جہنم سے جاکر پوچھینگے کہ تم یہاں کیسے پہونچ گئے؟ ہم تو جنّت میں تمہاری ہی بتائی ہوئی باتوں پر عمل کرنے کی بدولت پہنچے ہیں۔ وہ کہیں گے کہ ہم تم کو تو بتلاتے تھے مگر خود عمل نہیں کرتے تھے، ایک دوسری حدیث میں وارد ہے کہ بدکار قرّاء (علماء) کی طرف عذابِ جہنّم زیادہ سُرعت سے چلے گا، وہ اسپر تعجب کرینگے کہ بُت پرستوں سے بھی پہلے انکو عذاب دیا جاتا ہے۔ تو جواب ملیگا کہ جاننے کے باوجود کسی جُرم کا کرنا انجان ہوکر کرنے کی برابر نہیں ہوسکتا۔

مشائخ نے لکھا ہے کہ اُس شخص کا وعظ نافع نہیں ہوتا جو خود عامل نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ اس زمانہ میں ہر روز جلسے، وعظ، تقریریں ہوتی رہتی ہیں مگر ساری بے اثر، مختلف انواع کی تحریرات و رسائل شائع ہوتے رہتے ہیں۔ مگر سب بے سود۔ خود اللہ جل جلالہٗ کا ارشاد ہے اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتَابَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔

ترجمہ:۔ کیا تم حکم کرتے ہو لوگوں کو نیک کام کا اور بھولتے ہو اپنے آپ کو، حالانکہ پڑھتے ہو کتاب۔ کیا تم سمجھتے نہیں۔ (ترجمہ عاشقی) نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے مَا تَزَالُ قَدَمَا عَبْدٍ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حَتّٰى يُسْأَلَ عَنْ اَرْبَعٍ عَنْ عُمُرِهٖ فِيْمَ اَفْنَاهُ وَعَنْ شَبَابِهٖ فِيْمَ اَبْلَاهُ وَعَنْ مَالِهٖ مِنْ اَيْنَ اكْتَسَبَهٗ وَفِيْمَ اَنْفَقَهٗ وَعَنْ عِلْمِهٖ مَاذَا عَمِلَ فِيْهِ (ترغیب عن البیہقی وغیرہ)

ترجمہ:۔ قیامت میں آدمی کے قدم اسوقت تک اپنی جگہ سے نہیں ہٹ سکتے جب تک

---

[1] کس قدر عجیب بات ہے کہ وہ دوسروں کو روشنی کی طرف لانے کی کوشش کر رہا ہے اور خود اندھیرے کی طرف بڑھتا چلا جارہا ہے۔

marfat.com

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے :۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَنَا اَغْنَی الشُّرَکَاءِ عَنِ الشِّرْکِ مَنْ عَمِلَ عَمَلًا اَشْرَکَ فِیْہِ مَعِیَ غَیْرِیْ تَرَکْتُہٗ وَشِرْکَہٗ وَفِیْ رِوَایَۃٍ فَاَنَا مِنْہُ بَرِیْءٌ فَھُوَ لِلَّذِیْ عَمِلَہٗ (مشکوٰۃ عن مسلم) ترجمہ :۔ حق سبحانہٗ وتقدس کا ارشاد ہے کہ میں سب شرکاء میں شرکت سے بہت زیادہ بے نیاز ہوں یعنی دُنیا کے شرکاء شرکت کے محتاج اور شرکت پر راضی ہوتے ہیں اور میں خَلَّاقٌ عَلَی الْاِطْلَاقِ ہوں بے پروا ہوں عبادت میں غیر کی شرکت سے بیزار ہوں جو شخص کوئی عمل ایسا کرے جسمیں میرے ساتھ کسی دوسرے کو بھی شریک کرلے میں اسکو اسکے شرک کے حوالہ کر دیتا ہوں، دوسری روایت میں ہے کہ میں اس سے بَرِیْ ہو جاتا ہوں۔ ایک دوسری حدیث میں وارِد ہے کہ قیامت کے دن میدانِ حشر میں ایک منادی بآوازِ بلند کہیگا کہ جس شخص نے کسی عمل میں دوسرے کو شریک کیا ہو وہ اسکا ثواب اور بدلہ اسی سے مانگے۔ اللہ تعالیٰ سب شرکاء میں شرکت سے بہت زیادہ بے نیاز ہے۔ ایک اور حدیث میں وارد ہے۔ مَنْ صَلّٰی یُرَائِیْ فَقَدْ اَشْرَکَ وَمَنْ صَامَ یُرَائِیْ فَقَدْ اَشْرَکَ وَمَنْ تَصَدَّقَ یُرَائِیْ فَقَدْ اَشْرَکَ (مشکوٰۃ عن احمد) ترجمہ :۔ جو شخص ریاکاری سے نماز پڑھتا ہے وہ مُشرک ہو جاتا ہے اور جو شخص ریاکاری سے روزہ رکھتا ہے وہ مشرک ہو جاتا ہے جو شخص ریاکاری سے صدقہ دیتا ہے وہ مُشرک ہو جاتا ہے۔ مُشرک ہو جانیکا مطلب ہے کہ وہ دوسرے لوگوں کو جنکے دِکھلانے کے لئے یہ اعمال کئے ہیں اللہ تعالیٰ کا شریک بنا لیتا ہے۔ اس حالت میں یہ اعمال اللہ تعالیٰ کے لئے نہیں رہتے ہیں بلکہ اُن لوگوں کیلئے بن جاتے ہیں جنکو دکھلانے کے لئے کئے جاتے ہیں۔

ایک اور حدیث میں ارشاد نبوی ہے اِنَّ اَوَّلَ النَّاسِ یُقْضٰی عَلَیْہِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ رَجُلٌ اُسْتُشْہِدَ فَاُتِیَ بِہٖ فَعَرَّفَہٗ نِعَمَہٗ فَعَرَفَھَا قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِیْھَا قَالَ قَاتَلْتُ فِیْکَ حَتّٰی اسْتُشْہِدْتُّ قَالَ کَذَبْتَ وَلٰکِنَّکَ قَاتَلْتَ لِاَنْ یُّقَالَ جَرِیْءٌ فَقَدْ قِیْلَ ثُمَّ اَمَرَ بِہٖ فَسُحِبَ عَلٰی وَجْھِہٖ حَتّٰی اُلْقِیَ فِی النَّارِ وَرَجُلٌ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ وَعَلَّمَہٗ وَقَرَأَ الْقُرْاٰنَ فَاُتِیَ بِہٖ فَعَرَّفَہٗ نِعَمَہٗ فَعَرَفَھَا قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِیْھَا قَالَ تَعَلَّمْتُ الْعِلْمَ وَعَلَّمْتُہٗ وَقَرَأْتُ فِیْکَ الْقُرْاٰنَ قَالَ کَذَبْتَ وَلٰکِنَّکَ تَعَلَّمْتَ الْعِلْمَ لِیُقَالَ اِنَّکَ عَالِمٌ وَقَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ لِیُقَالَ ھُوَ قَارِیٌٔ فَقَدْ قِیْلَ ثُمَّ اَمَرَ بِہٖ فَسُحِبَ عَلٰی وَجْھِہٖ حَتّٰی اُلْقِیَ فِی النَّارِ وَرَجُلٌ وَسَّعَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاَعْطَاہُ مِنْ اَصْنَافِ الْمَالِ کُلِّہٖ فَاُتِیَ بِہٖ فَعَرَّفَہٗ نِعَمَہٗ فَعَرَفَھَا قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِیْھَا قَالَ

marfat.com

کی ایک جماعت پیدا کی جائے انکو علم سکھایا جائے اسلئے کہ علماء کا وجود فرض کفایہ ہے اگر ایک جماعت اس کیلئے موجود ہے تو یہ فرض سب سے ساقط ہے ورنہ تمام دُنیا گنہگار ہے۔

ایک عام اشکال یہ کیا جاتا ہے کہ ان علماء کے اختلاف نے عوام کو تباہ و برباد کر دیا ہے ممکن ہے کہ کسی درجہ میں صحیح ہو، مگر حقیقت یہ ہے کہ علماء کا یہ اختلاف آج کا نہیں سو پچاس برس کا نہیں خیر القرون بلکہ خود نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوہریرہؓ کو اپنے نعلین شریف بطور علامت کے دیکر اس اعلان کیلئے بھیجتے ہیں کہ جو شخص کلمہ گو ہو وہ جنّت میں ضرور داخل ہوگا، راستہ میں حضرت عمرؓ ملتے ہیں اور معاملہ پوچھتے ہیں، حضرت ابوہریرہؓ اپنے آپکو حضورؐ کا قاصد بتاتے ہیں لیکن پھر بھی حضرت عمرؓ اس زور سے اُنکے سینہ پر دونوں ہاتھ مارتے ہیں کہ وہ بیچارے سُرینوں کے بل زمین پر گر پڑتے ہیں مگر نہ کوئی حضرت عمرؓ کے خلاف پوسٹر شائع ہوتا ہے نہ کوئی جلسہ ہو کر احتجاجی ریزولیوشن پاس ہوتا ہے۔

حضرات صحابہ کرامؓ میں ہزاروں مسئلے مختلف فیہا ہیں اور ائمہ اربعہؒ کے یہاں تو شاید فقہ کی کوئی جزئی ہو جو مختلف فیہ نہو۔ چار رکعت نماز میں نیّت باندھنے سے سلام پھیرنے تک تقریباً دو سو مسئلے ائمہ اربعہ کے یہاں ایسے مختلف فیہ ہیں جو مجھ کوتاہ نظر کی نگاہ سے بھی گذر چکے ہیں اور اس سے زائد نہ معلوم کتنے ہونگے۔ مگر کبھی رفع یدین اور آمین بالجہر وغیرہ دو تین مسئلوں کے سوا کانوں میں نہ پڑے ہونگے نہ اُسکے لئے اشتہارات و پوسٹر شائع ہوئے ہونگے نہ جلسے اور مناظرے ہوتے دیکھے ہونگے۔ راز یہ ہے کہ عوام کے کان ان مسائل سے آشنا نہیں ہیں۔ علماء میں اختلاف رحمت ہے اور بدیہی امر ہے جب بھی کوئی عالم کسی شرعی دلیل سے کوئی فتویٰ دیگا دوسرے کے

لے لوگ اس بات کو کہتے ہوئے نہ معلوم کیوں اس حقیقت کو فراموش کر دیتے ہیں کہ کہیں دو ڈاکٹروں دو حکیموں دو وکیلوں دو انجینیروں میں جب اتفاق نہیں ہو سکتا اور اسکے باوجود کسی نہ کسی ڈاکٹر حکیم وکیل پر خاموشی سے اعتماد کر لیا جاتا ہے تو علماء کے اختلاف کے موقع پر کیوں یہ رویہ اختیار نہیں کیا جاتا؟ اگر یہ کہا جائے کہ دین ایک خدا ایک پھر اختلاف کیوں؟ ہم کہیں گے کہ مریض ایک ہوتا ہے پھر بھی دو ڈاکٹروں میں کیوں اختلاف ہوتا ہے؟ بس یا تو آدمی خود دینی علم حاصل کرے اور یا پھر کسی ایک پرہیزگار عالم کی بات پر اعتماد کر کے عمل شروع کر دے ورنہ اختلافات کی تو کوئی حد نہیں ہے ۱۲ اور ان دو تین مسئلوں میں بھی مناظرے بازی اور اشتہار بازی زیادہ تر اسی وجہ سے ہوئی کہ یہ مسائل عوام کے ہاتھ آگئے تھے۔

marfat.com

حضرت داؤد علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی دُعا ہے کہ یا اللہ اگر تو مجھے ذاکرین کی مجلس سے گذر کر غافلین کی مجلس میں جاتا ہوا دیکھے تو میرے پاؤں توڑ دے ۔

جب اسکی صوت[1] و صورت سے ہی محرومی تو بہتر ہے ؟ مرے کانوں کا کر[2] ہونا، اور آنکھیں کور[3] ہو جانی

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جن مجالس میں اللہ تعالیٰ کی یاد ہوتی ہے وہ آسمان والوں کے نزدیک ایسی چمکتی ہیں جیسے کہ زمین والوں کے نزدیک ستارے۔

حضرت ابو ہریرہؓ ایک مرتبہ بازار میں تشریف لے گئے اور لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم لوگ یہاں بیٹھے ہو اور مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث تقسیم ہو رہی ہے۔ لوگ دوڑے ہوئے آئے وہاں کچھ بھی تقسیم نہ ہو رہا تھا۔ واپس جا کر عرض کیا کہ وہاں تو کچھ بھی نہیں۔ ابو ہریرہؓ نے پوچھا کہ آخر کیا ہو رہا تھا؟ لوگوں نے کہا کہ چند لوگ اللہ کے ذکر میں مشغول تھے اور کچھ تلاوت میں، انھوں نے کہا کہ یہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث ہے۔

امام غزالی رح اس نوع کی روایات بکثرت ذکر فرمائی ہیں۔ اس سب سے بڑھکر یہ کہ خود نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حکم ہے وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا۔

ترجمہ:۔ اور آپ اپنے آپکو ان لوگوں کے ساتھ مقید رکھا کیجئے جو صبح و شام اپنے رب کی عبادت محض اسکی رضا جوئی کے لئے کرتے ہیں اور دنیوی زندگانی کی رونق کے خیال سے آپ کی آنکھیں اُن سے ہٹنے نہ پاویں۔ اور ایسے شخص کا کہنا نہ مانیں جسکے قلب کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر رکھا ہے اور وہ اپنی نفسانی خواہش پر چلتا ہے اور اس کا حال حد سے بڑھ گیا ہے،

متعدد روایات میں وارد ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ جل جلالہٗ کا اس پر شکر ادا فرمایا کرتے تھے کہ میری اُمت میں ایسے لوگ پیدا فرمائے جنکی مجلس میں اپنے آپ کو روکے رکھنے کا مامور ہوں۔ اور اسی آیت شریفہ میں دوسری جماعت کا بھی حکم ارشاد فرمایا گیا ہے کہ جنکے قلوب اللہ کی یاد سے غافل ہیں اپنی خواہشات کا اتباع کرتے ہیں، حدود سے بڑھ جاتے ہیں انکے اتباع سے روک دیا گیا ہے۔

---

[1] آواز [2] بہرا [3] اندھا۔

marfat.com

فصل اوّل رمضانُ المبارک فضائل

① حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریر

عن سلمانؓ قال

خطبنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فی اٰخر یوم من شعبان فقال یایھا الناس قد اظلکم شھر عظیم مبارک شھر فیہ لیلۃ خیر من الف شھر شھر جعل اللہ صیامہ فریضۃ و قیام لیلہ تطوعا من تقرب فیہ بخصلۃ کان کمن ادی فریضۃ فی ماسواہ ومن ادی فریضۃ فیہ کان کمن ادی سبعین فریضۃ فیما سواہ وھو شھر الصبر والصبر ثوابہ الجنۃ وشھر المواساۃ وشھر یزاد فی رزق المومن فیہ من فطر فیہ صائما کان مغفرۃ لذنوبہ و عتق رقبتہ من النار وکان لہ مثل اجرہ من غیر ان ینقص من اجرہ شئ قالوا یارسول اللہ لیس کلنا یجد مایفطر الصائم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعطی اللہ ھذا الثواب من فطر صائما علی ثمرۃ او شربۃ ماء او

① حضرت سلمانؓ کہتے ہیں کہ نبی کریمؐ نے شعبان کی آخر تاریخ میں ہم لوگوں کو وعظ فرمایا، کہ تمہارے اوپر ایک مہینہ آرہا ہے جو بہت بڑا مہینہ ہے بہت مُبارک مہینہ ہے اسمیں ایک رات ہے (شبِ قدر) جو ہزار مہینوں سے بڑھکر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسکے روزہ کو فرض فرمایا اور اسکے رات کے قیام (یعنی تراویح) کو ثواب کی چیز بنایا ہے۔ جو شخص اس مہینہ میں کسی نیکی کے ساتھ اللہ کا قرب حاصل کرے ایسا ہے جیسا کہ غیر رمضان میں فرض ادا کیا اور جو شخص اس مہینہ میں کسی فرض کو ادا کرے وہ ایسا ہے جیسا کہ غیر رمضان میں ستّر فرض ادا کرے، یہ مہینہ صبر کا ہے اور صبر کا بدلہ جنّت ہے اور یہ مہینہ لوگوں کے ساتھ غمخواری کرنے کا ہے اس مہینہ میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے۔ جو شخص کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرائے اسکے لئے گناہوں کے معاف ہونے اور آگ سے خلاصی کا سبب ہوگا۔ اور روزہ دار کے ثواب کی مانند اسکو ثواب ہوگا مگر اس روزہ دار کے ثواب سے کچھ کم نہیں کیا جائیگا۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ہم میں سے ہر شخص تو اتنی وسعت نہیں رکھتا کہ روزہ دار کو افطار

marfat.com

اور ڈاک وغیرہ ملاحظہ فرما کر جواب لکھاتے۔ اسکے بعد ظہر کی نماز تک آرام فرماتے اور ظہر سے عصر تک تلاوت فرماتے۔ عصر سے مغرب تک تسبیح میں مشغول رہتے اور حاضرین سے بات چیت بھی فرماتے۔ بذل المجہود ختم ہو جانے کے بعد صبح کا کچھ حصہ تلاوت میں اور کچھ کتب بینی میں، بذل المجہود اور وفار الوفار زیادہ تر اسوقت زیر نظر رہتی تھی۔ یہ اس پر تھا کہ رمضان المبارک میں معمولات میں کوئی خاص تغیر نہ تھا کہ نوافل کا یہ معمول دائمی تھا اور نوافل مذکورہ کا تمام سال بھی اہتمام رہتا تھا۔ البتہ رکعات کے طول میں رمضان المبارک میں اضافہ ہو جاتا تھا، ورنہ جن اکابر کے یہاں رمضان المبارک کے خاص معمولات مستقل تھے اُن کا اتباع تو ہر شخص سے نبھنا بھی مشکل ہے۔

حضرت شیخ الہندؒ کا معمول حضرت اقدس مولانا شیخ الہندؒ[1] رحمۃ اللہ علیہ تراویح کے بعد سے صبح کی نماز تک نوافل میں مشغول رہتے تھے اور یکے بعد دیگرے متفرق حفاظ سے کلام مجید ہی سنتے رہتے تھے۔ اور حضرت مولانا شاہ عبد الرحیم صاحب رائپوری قدس سرہٗ کے یہاں تو رمضان المبارک کا مہینہ دن و رات تلاوت ہی کا ہوتا تھا کہ اس میں ڈاک بھی بند اور ملاقات بھی ذرا گوارا نہ تھی۔ بعض مخصوص خدام کو صرف اتنی اجازت ہوتی تھی کہ تراویح کے بعد جتنی دیر حضرت سادی چائے کے ایک دو فنجان نوش فرمائیں اتنی دیر حاضرِ خدمت ہو جایا کریں۔ بزرگوں کے یہ معمولات اس وجہ سے نہیں لکھے جاتے کہ سرسری نگاہ سے اُن کو پڑھ لیا جائے یا کوئی تفریحی فقرہ اُن پر کہہ دیا جائے، بلکہ اسلئے ہیں کہ اپنی ہمت کے موافق اُن کا اتباع کیا جائے اور حتی الوسع پورا کرنے کا اہتمام کیا جاوے کہ ہر لائن اپنے مخصوص امتیازات میں دوسرے پر فائق ہے۔ جو لوگ دنیوی مشاغل سے مجبور نہیں ہیں کیا ہی اچھا ہو کہ گیارہ مہینے ضائع کر دینے کے بعد ایک مہینہ مر مٹنے کی کوشش کر لیں۔ ملازم پیشہ حضرات جو دس بجے سے چار بجے تک دفتر میں رہنے کے پابند ہیں اگر صبح سے دس بجے تک کم از کم رمضان المبارک کا مبارک مہینہ تلاوت میں خرچ کر دیں تو کیا دقت ہے آخر دنیوی ضروریات کے لئے دفتر کے علاوہ اوقات میں سے وقت نکالا ہی جاتا ہے اور کھیتی کرنے والے تو نہ کسی کے نوکر، نہ اوقات کے تغیر میں انکو ایسی پابندی کہ اسکو بدل نہ سکیں یا کھیتی پر بیٹھے بیٹھے تلاوت نہ کر سکیں۔ اور تاجروں کیلئے تو اسمیں کوئی دقت ہی نہیں کہ اس مبارک مہینہ میں دوکان کا

---

[1] آپ مالس بریلی میں ۱۲۶۸ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۳۳۹ھ میں وفات پائی۔

marfat.com

ورنہ اسکے لئے رمضان بے رمضان برابر۔ اور اس ظلم و بے غیرتی کا تو ذکر ہی کیا کہ خود روزہ خور ہو کر بے حیا منہ سے روزہ دار ملازموں سے کام لے اور نماز روزہ کی وجہ سے اگر تعمیل میں کچھ تساہل ہو تو برسنے لگے وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ ترجمہ:۔ اور عنقریب ظالم لوگوں کو معلوم ہو جائیگا کہ وہ کیسی (مصیبت) کی جگہ لوٹ کر جائینگے۔ (مراد جہنم ہے) اسکے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک میں چار چیزوں کی کثرت کا حکم فرمایا۔ اوّل کلمۂ شہادت' احادیث میں اسکو افضل الذکر ارشاد فرمایا ہے۔ مشکوٰۃ میں بروایت ابوسعید خدریؓ نقل کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک مرتبہ اللہ جل جلالہٗ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ یا اللہ تو مجھے کوئی ایسی دُعا بتلادے کہ اسکے ساتھ میں تجھے یاد کیا کروں اور دُعا کیا کروں وہاں سے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ارشاد ہوا۔ حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا کہ یہ کلمہ تو تیرے سارے ہی بندے کہتے ہیں۔ میں تو کوئی دُعا یا ذکر مخصوص چاہتا ہوں۔ وہاں سے ارشاد ہوا کہ موسیٰؑ اگر ساتوں آسمان اور انکے آباد کرنیوالے میرے سوا یعنی ملائکہ اور ساتوں زمین ایک پلڑہ میں رکھدیئے جاویں اور دوسرے میں کلمۂ طیّبہ رکھدیا جاوے تو وہی جُھک[1] جائیگا۔

ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جو شخص اخلاص سے اس کلمہ کو کہے آسمان کے دروازے اسکے لئے فوراً کُھل جاتے ہیں اور عرش تک پہنچنے میں کسی قسم کی روک نہیں ہوتی بشرطیکہ کہنے والا کبائر[2] سے بچے عادت اللہ اسی طرح جاری ہے کہ ضرورتِ عامہ کی چیز کو کثرت سے مرحمت فرماتے ہیں دنیا میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو چیز جسقدر ضرورت کی ہوتی ہے اتنی ہی عام ہوتی ہے مثلاً پانی ہے کہ عام ضرورت کی چیز ہے حق تعالیٰ شانہٗ کی بے پایاں رحمت نے اسکو کسقدر عام کر رکھا ہے۔ اور کیمیا جیسی لغو اور بیکار چیز کو عنقا کر دیا۔ اسی طرح کلمۂ طیّبہ افضل الذکر ہے متعدد احادیث سے اسکی تمام اذکار پر افضلیت معلوم ہوتی ہے اسکو سب سے عام کر رکھا ہے کہ کوئی محروم نہ رہے۔ پھر بھی اگر کوئی محروم رہے تو اسکی بدبختی ہے بالجملہ بہت سی احادیث اس کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں جنکو اختصاراً ترک[3] کیا جاتا ہے۔ دوسری چیز جسکی کثرت کرنے کو حدیث بالا میں ارشاد فرمایا گیا وہ استغفار ہے۔ احادیث میں استغفار کی

---

[1] رواہ البغوی فی شرح السنۃ کما فی المشکوٰۃ صـ۲۰۱ [2] یعنی کبیرہ گناہوں سے بچے [3] اس سلسلہ میں شیخ مدظلہ کی دوسری کتاب "فضائلِ ذکر" دیکھنی چاہیئے۔

marfat.com

ساتھ اس درجہ مانوس اور متأثر ہو جاتا ہے کہ تھوڑی بہت غیبت محسوس نہیں ہوتی، بلکہ وہی خیالات اپنی طبیعت بن جاتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ بغیر رمضان کے جن لوگوں سے گناہ زیادہ سرزد ہوتے ہیں۔ رمضان میں بھی انہی سے زیادہ تر صدور ہوتا ہے اور آدمی کا نفس چونکہ ساتھ رہتا ہے اسی لئے اسکا اثر ہے۔ دوسری بات ایک اور بھی ہے، نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب آدمی کوئی گناہ کرتا ہے تو اسکے قلب میں ایک کالا نقطہ لگ جاتا ہے حتےٰ کہ اسکا قلب بالکل سیاہ ہو جاتا ہے۔ پھر خیر کی بات اسکے قلب تک نہیں پہونچتی اسی کو حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنے کلام پاک میں کَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ سے ارشاد فرمایا ہے کہ اُنکے قلوب زنگ آلودہ ہو گئے۔ ایسی صورت میں وہ قلوب ان گناہوں کی طرف خود متوجہ ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ بہت سے لوگ ایک نوع کے گناہ کو بے تکلف کر لیتے ہیں۔ لیکن اسی جیسا جب کوئی دوسرا گناہ سامنے ہوتا ہے تو قلب کو اس سے انکار ہوتا ہے۔ مثلاً جو لوگ شراب پیتے ہیں انکو اگر سُور کھانیکو کہا جائے تو انکی طبیعت کو نفرت ہوتی ہے۔ حالانکہ معصیت میں دونوں برابر ہیں تو اسی طرح جبکہ غیر رمضان میں وہ ان گناہوں کو کرتے رہتے ہیں تو دل اُنکے ساتھ رنگے جاتے ہیں جسکی وجہ سے رمضان المبارک میں بھی اُنکے سرزد ہونے کیلئے شیاطین کی ضرورت نہیں رہتی۔ بالجملہ اگر حدیث پاک سے سب شیاطین کا مقیّد ہو جانا مراد ہے تب بھی رمضان المبارک میں گناہوں کے سرزد ہونے سے کچھ اشکال نہیں۔ اور اگر متمرد اور خبیث شیاطین کا مقیّد ہونا مراد ہو تب تو کوئی اشکال ہے ہی نہیں۔ اور بندۂ ناچیز کے نزدیک یہی توجیہ اولیٰ ہے اور ہر شخص اسکو غور کر سکتا ہے اور تجربہ کر سکتا ہے۔ کہ رمضان المبارک میں نیکی کرنے کیلئے یا کسی معصیت سے بچنے کیلئے اتنے زور لگانے نہیں پڑتے جتنے کہ غیر رمضان میں پڑتے ہیں، تھوڑی سی ہمّت اور توجہ کافی ہوتی ہے۔

حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ ہے کہ یہ دونوں حدیثیں مختلف لوگوں کے اعتبار سے ہیں۔ یعنی فسّاق کے حق میں صرف متکبر شیاطین قید ہوتے ہیں اور صلحاء کے حق میں مطلقاً ہر قسم کے شیاطین محبوس ہو جاتے ہیں۔

روزہ داروں کی مغفرت پانچویں خصوصیت یہ ہے کہ رمضان المبارک کی آخری رات میں سب روزہ داروں کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔ یہ مضمون پہلی روایت میں بھی گذر چکا ہے چونکہ رمضان المبارک کی راتوں میں شبِ قدر سب سے افضل رات ہے

marfat.com

ہوں کہ وہ اُنکی نافرمانی کرتا ہو تو اُن کے لئے کثرت سے دُعا اور استغفار کرنے سے مطیع شمار ہوجاتا ہے[۱]۔ ایک دوسری حدیث میں وارد ہے کہ بہترین بھلائی باپ کے بعد اسکے ملنے والوں سے حُسن سلوک ہے[۲]۔

۴ عن عبادۃ بن الصامت رض ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال یوما وحضرنا رمضان اتاکم رمضان شہر برکۃ یغشاکم اللہ فیہ فینزل الرحمۃ ویحط الخطایا ویستجیب فیہ الدعاء ینظر اللہ تعالیٰ الی تنافسکم فیہ ویباھی بکم ملئکتہ فأروا اللہ من انفسکم خیرا فان الشقی من حرم فیہ رحمۃ اللہ عزوجل۔ (رواہ الطبرانی ورواتہ ثقات الا ان محمد بن[۳] قیس لا یحضرنی فیہ جرح ولا تعدیل کذا فی الترغیب)

۴ حضرت عبادہؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک کے قریب ارشاد فرمایا کہ رمضان کا مہینہ آگیا ہے جو بڑی برکت والا ہے حق تعالیٰ شانہٗ اسمیں تمہاری طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اپنی رحمتِ خاصہ نازل فرماتے ہیں، خطاؤں کو معاف فرماتے ہیں، دعاؤں کو قبول کرتے ہیں تمہارے تنافس کو دیکھتے ہیں اور ملائکہ سے فخر کرتے ہیں۔ پس اللہ کو اپنی نیکی دکھلاؤ، بدنصیب ہے وہ شخص جو اس مہینہ میں بھی اللہ کی رحمت سے محروم رہ جاوے۔

ف :- تنافس اسکو کہتے ہیں کہ دوسرے کی حرص میں کام کیا جائے اور مقابلہ پر دوسرے سے بڑھ چڑھ کر کام کیا جاوے تفاخر اور تقابل والے آویں اور یہاں اپنے اپنے جوہر دکھلاویں۔ فخر کی بات نہیں تحدیث بالنعمۃ کے طور پر لکھتا ہوں اپنی نااہلیت سے خود اگرچہ کچھ نہیں کرسکتا مگر اپنے گھرانہ کی عورتوں کو دیکھ کر خوش ہوتا ہوں کہ اکثروں کو اسکا اہتمام رہتا ہے کہ دوسری سے تلاوت میں بڑھ جاوے خانگی کاروبار کے ساتھ پندرہ[۱۵] بیس[۲۰] پارے روزانہ بے تکلف پورے کرلیتی ہیں۔ حق تعالیٰ شانہٗ اپنی رحمت سے قبول فرماویں اور زیادتی کی توفیق عطا فرماویں۔

۵ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

۵ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ رمضان المبارک کی ہر شب و روز میں اللہ

---

[۱] بیہقی فی شعب الایمان عن انس رض (مشکوٰۃ ص۴۲۰)، [۲] مسلم عن ابن عمر کما فی المشکوٰۃ ص۴۱۹، [۳] ترغیب کے بعض نسخوں میں یہی ہے مگر صحیح نسخوں میں محمد بن ابی قیس ہے۔ جیسا کہ انتخاب الترغیب جلد ۲ حدیث نمبر ۴۳۷ میں ہے

marfat.com

مَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی الْمُتَسَحِّرِیْنَ۔ (رواہ الطبرانی فی الاوسط وابن حبان فی صحیحہ کذا فی الترغیب)

کھانے والوں پر رحمت نازل فرماتے ہیں۔

ف: کس قدر اللہ جل جلالہٗ کا انعام واحسان ہے کہ روزہ کی برکت سے اس سے پہلے کھانیکو جسکو سحری کہتے ہیں اُمت کیلئے ثواب کی چیز بنادیا اور اس میں بھی مسلمانوں کو اجر دیا جاتا ہے۔ بہت سی احادیث میں سحر کھانے کی فضیلت اور اجر کا ذکر ہے، علامہ عینیؒ نے[1] سترہ صحابہؓ سے اسکی فضیلت کی احادیث نقل کی ہیں اور اسکے مستحب ہونے پر اجماع نقل کیا ہے۔ بہت سے لوگ کاہلی کی وجہ سے اس فضیلت سے محروم رہ جاتے ہیں اور بعض لوگ تراویح پڑھکر کھانا کھا کر سوجاتے ہیں اور وہ اسکے ثواب سے محروم رہتے ہیں۔ اسلئے کہ لُغت میں سحر اس کھانے کو کہتے ہیں جو صبح کے قریب کھایا جائے جیساکہ قاموس نے لکھا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ آدھی رات سے اسکا وقت شروع ہوجاتا ہے۔ صاحبِ کشافؒ نے اخیر کے چھٹے حصہ کو بتلایا ہے یعنی تمام رات کو چھ حصوں پر تقسیم کرکے اخیر کا حصہ مثلاً اگر غروب آفتاب سے طلوع صبح صادق تک بارہ گھنٹے ہوں تو اخیر کے دو گھنٹے سحر کا وقت ہے اور ان میں بھی تاخیر اولیٰ ہے۔ بشرطیکہ اتنی تاخیر نہ ہو کہ روزہ میں شک ہونے لگے۔ سحر کی فضیلت بہت سی احادیث میں آئی ہے۔

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہمارے اور اہلِ کتاب (یہود و نصاریٰ) کے روزہ میں سحری کھانے سے فرق ہوتا ہے[2]۔ کہ وہ سحری نہیں کھاتے۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ سحری کھایا کرو کہ اسمیں برکت ہے[3]۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ تین[4] چیزوں میں برکت ہے، جماعت میں اور ثرید میں اور سحری کھانے میں۔ اس حدیث میں جماعت سے عام مراد ہے نماز کی جماعت اور ہر وہ کام جسکو مسلمانوں کی جماعت ملکر کرے کہ اللہ کی مدد اسکے ساتھ فرمائی گئی ہے۔ اور ثرید گوشت میں پکی ہوئی روٹی کہلاتی ہے جو نہایت لذیذ کھانا ہے۔ تیسرے[5] سحری، نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی صحابیؓ کو اپنے ساتھ سحر کھلانے کیلئے بلاتے تو ارشاد فرماتے کہ آؤ برکت کا کھانا کھالو[6]۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ سحری کھاکر روزہ پر قوت حاصل کرو اور دوپہر کو سوکر اخیر شب کے اُٹھنے پر مدد چاہا کرو[7]۔

---

[1] مرقاۃ ۳ (ز) [2] رواہ مسلم وابوداؤد والنسائی والترمذی وابن خزیمۃ عن عمروؓ [3] رواہ البخاری ومسلم عن انسؓ۔ [4] طبرانی فی الکبیر عن سلمانؓ [5] رواہ ابوداؤد والنسائی وابن خزیمۃ وابن حبان فی صحیحیہما عن العرباض بن ساریۃؓ۔ [6] رواہ ابن ماجۃ وابن خزیمۃ والبیہقی عن ابن عباسؓ۔ یہ سب روایات الترغیب ج۲ ص۱۲۷، ۱۳۸ پر ہیں۔

marfat.com

گوشت کے ٹکڑے اور تازہ کھایا ہوا خون نکلا لوگوں کو حیرت ہوئی تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ انھوں نے حق تعالےٰ شانہٗ کی حلال روزی سے تو روزہ رکھا اور حرام[1] چیزوں کو کھایا کہ دونوں عورتیں لوگوں کی غیبت کرتی رہیں، اس حدیث سے ایک مضمون اور بھی مترشح ہوتا ہے کہ غیبت کرنے کی وجہ سے روزہ بہت زیادہ معلوم ہوتا ہے حتےٰ[2] کہ وہ دونوں عورتیں روزہ کی وجہ سے مرنے کے قریب ہوگئیں اسی طرح اور بھی گناہوں کا حال ہے اور تجربہ اسکی تائید کرتا ہے کہ روزہ میں اکثر متقی لوگوں پر ذرا بھی اثر نہیں ہوتا اور فاسق لوگوں کی اکثر بُری حالت ہوتی ہے۔ اسلئے اگر یہ چاہیں کہ روزہ نہ لگے تب بھی اسکی بہتر صورت یہ ہے کہ گناہوں سے[3] اس حالت میں احتراز کریں، بالخصوص غیبت سے جسکو لوگوں نے روزہ کاٹنے کا مشغلہ تجویز کر رکھا ہے۔ حق تعالےٰ شانہٗ نے اپنے کلام پاک میں غیبت کو اپنے بھائی کے مردار گوشت سے تعبیر فرمایا ہے اور احادیث میں بھی بکثرت اس قسم کے واقعات ارشاد فرمائے گئے ہیں جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کی غیبت کی گئی اس کا حقیقۃً گوشت کھایا جاتا ہے۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ چند لوگوں کو دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ دانتوں میں خلال کرو۔ انھوں نے عرض کیا کہ ہم نے تو آج گوشت چکھا بھی نہیں، حضورؐ نے فرمایا کہ فلاں شخص کا گوشت تمہارے دانتوں کو لگ رہا ہے۔ معلوم ہوا کہ انکی غیبت کی تھی۔ اللہ تعالےٰ اپنے حفظ میں رکھے کہ ہم لوگ اس سے بہت ہی غافل ہیں، عوام کا ذکر نہیں خواص مبتلا ہیں۔ ان لوگوں کو چھوڑ کر جو دنیا دار کہلاتے ہیں دینداروں[4] کی مجالس بھی بالعموم اس سے کم خالی ہوتی ہیں، اس سے بڑھکر یہ ہے کہ اکثر اسکو غیبت بھی نہیں سمجھا جاتا۔ اگر اپنے یا کسی کے دل میں کچھ کھٹکا بھی پیدا ہو تو اس پر اظہارِ[5] واقعہ کا پردہ ڈال دیا جاتا ہے۔

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے دریافت کیا کہ غیبت کیا چیز ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ کسی کی پس پشت ایسی بات کرنی جو اُسے ناگوار ہو۔ سائل نے پوچھا کہ اگر اسمیں واقعۃً وہ بات موجود ہو جو کہی گئی۔ حضورؐ نے فرمایا جب ہی تو غیبت ہے، اگر واقعۃً

---

[1] قرآنِ کریم میں غیبت کرنے کو اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا قرار دیا ہے، ان عورتوں کی غیبت پر اللہ تعالیٰ نے حقیقۃً انکے پیٹ سے گوشت کے ٹکڑے ظاہر فرمادیئے [2] یعنی وقت گذاری کیلئے غیبت کرنے لگتے ہیں [3] حتیٰ کہ خدا مجھے معاف کرے بہت سے بڑے بڑے مشائخ کی مجلسیں بھی اس سے بہت کم خالی ہوتی ہیں۔ اللہ ہم سب کو [4] سن میں رکھے۔ آمین [5] یعنی یہ کہکر ٹال دیتے ہیں کہ یہ تو ایک سچی بات کا اظہار ہے۔

marfat.com

خائف بھی رہنا چاہیئے اور دُعا بھی کرتے رہنا چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ شانہٗ اسکو اپنی رضا کا سبب بنالیں، مگر ساتھ ہی یہ امر بھی قابلِ لحاظ ہے کہ اپنے عمل کو قابلِ قبول نہ سمجھنا امرِ آخر اور کریم آقا کے لُطف پر نگاہ امرِ آخر ہے[۱] اسکے لُطف کے انداز بالکل نرالے ہیں معصیت پر بھی کبھی ثواب دے دیتے ہیں تو پھر کوتاہیٔ عمل کا کیا ذکر ہے

خوبی ہمیں کرشمہ وناز وخرام نیست　　بسیار شیوہا است بتاں را کہ نام نیست[۲]

یہ چھ[۳] چیزیں عام صلحاء کیلئے ضروری بتلائی جاتی ہیں خواص اور مقربین کیلئے ان کیساتھ ایک ساتویں چیز کا بھی اضافہ فرماتے ہیں کہ دل کو اللہ کے سوا کسی چیز کی طرف بھی متوجہ نہ ہونے دے چہ جائے کہ روزہ کی حالت میں اسکا خیال اور تدبیر کہ افطار کیلئے کوئی چیز ہے یا نہیں یہ بھی خطا[۴] فرماتے ہیں۔ بعض مشائخ نے لکھا ہے کہ روزہ میں شام کو افطار کیلئے کسی چیز کے حاصل کرنے کا قصد بھی خطا ہے اسلئے کہ یہ اللہ کے وعدۂ رزق پر اعتماد کی کمی ہے۔ شرح احیاء میں بعض مشائخ کا قصہ لکھا ہے کہ اگر افطار کے وقت سے پہلے کوئی چیز کہیں سے آجاتی تھی تو اسکو کسی دوسرے کو دے دیتے تھے مُبادا[۵] دل کو اُسکی طرف التفات ہوجائے اور توکل میں کسی قسم کی کمی ہوجائے۔ مگر یہ امور بڑے لوگوں کے لئے ہیں، ہم لوگوں کو ان امور کی ہوس کرنا بھی بے محل ہے اور اس حالت پر پہونچے بغیر اسکو اختیار کرنا اپنے کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ مُفسّرین نے لکھا ہے کہ کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ میں آدمی کے ہر جزو پر روزہ فرض کیا گیا ہے۔ پس زبان کا روزہ جھوٹ وغیرہ سے بچنا ہے اور کان کا روزہ ناجائز چیزوں کے سُننے سے احتراز، آنکھ کا روزہ لہو ولعب کی چیزوں سے احتراز ہے اور ایسے ہی باقی اعضاء حتےٰ کہ نفس کا روزہ حرص وشہوتوں سے بچنا، دل کا روزہ حُبِّ دنیا سے خالی رکھنا، روح کا روزہ آخرت کی لذتوں سے

---

[۱] اپنی کوتاہی اور نقص کی وجہ سے اپنے عمل کو تو یہی سمجھنا چاہیئے کہ یہ بارگاہ الٰہی میں پیش کرنے کے قابل نہیں ہے اور اس عمل کی وجہ سے میں کسی انعام کا حقدار نہیں ہوسکتا لیکن خدائے کریم کے لطف وکرم پر نظر کرتے ہوئے یہ امید ضرور ہونی چاہیئے کہ میں محروم نہیں رہوں گا۔ خدا مجھے میرے استحقاق کے بغیر محض اپنے فضل وکرم سے ضرور نوازے گا۔ یہی خوف ورجاء کے درمیان کی بہترین ایمانی کیفیت ہے۔ اپنی طرف نظر کرتے ہوئے خوف اور کریم کے کرم پر نظر کرتے ہوئے اُمید ورجاء [۲] محبوب کی خوبیاں بس یہی دو چار ناز وانداز نہیں ہیں بلکہ اسکے بہت سے وہ اوصاف وکمالات بھی ہیں جنکا عام بول چال میں کوئی نام نہیں ہے اور انکو الفاظ وبیان میں تعبیر نہیں کیا جاسکتا [۳] لیکن "ایں جہانے دیگرست" یہ بہت اونچی باتیں ہیں عوام کو اسمیں نہ الجھنا چاہیئے۔
[۴] "مُبادا" کہیں ایسا نہ ہو۔

marfat.com

چہ جائیکہ اُس میں اور بھی بہت سے برکات وفضائل شامل ہوگئے ہوں۔ آگے زیادتی شوق کے لئے ارشاد فرماتے ہیں۔ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ آپ کو کچھ معلوم بھی ہے، کہ شبِ قدر کیسی بڑی چیز ہے۔ یعنی اس رات کی بڑائی اور فضیلت کا آپکو علم بھی ہے کہ کتنی خوبیاں اور کسقدر فضائل اس میں ہیں۔ اسکے بعد چند فضائل کا ذکر فرماتے ہیں۔ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ۔ شبِ قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ یعنی ہزار مہینہ تک عبادت کرنے کا جسقدر ثواب ہے اس سے زیادہ شبِ قدر میں عبادت کرنے کا ثواب ہے اور اس زیادتی کا علم بھی نہیں کہ کتنی زیادہ ہے تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ اُس رات میں فرشتے اُترتے ہیں۔ علامہ رازیؒ لکھتے ہیں کہ ملائکہ نے جب ابتداء میں تجھے دیکھا تھا تو تجھ سے نفرت ظاہر کی تھی اور بارگاہِ عالی میں عرض کیا تھا کہ ایسی چیز کو آپ پیدا فرماتے ہیں جو دُنیا میں فساد کرے اور خون بہاوے اسکے بعد والدین نے جب تجھے اوّل دیکھا تھا جب کہ تو منی کا قطرہ تھا تو تجھ سے نفرت کی تھی حتیٰ کہ کپڑے کو اگر لگ جاتا تو کپڑے کو دھونے کی نوبت آتی۔ لیکن جب حق تعالیٰ شانہٗ نے اُس قطرہ کو بہتر صورت مرحمت فرمادی تو والدین کو بھی شفقت اور پیار کی نوبت آئی اور آج جبکہ تو توفیق الٰہی سے شبِ قدر میں معرفتِ الٰہی اور طاعتِ ربانی میں مشغول ہے تو ملائکہ بھی اپنے اس فقرہ کی معذرت کرنے کے لئے اترتے ہیں۔ وَالرُّوْحُ فِيْهَا اور اس رات میں روح القدس یعنی حضرت جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی نازل ہوتے ہیں۔ روح کے معنی میں مفسرین کے چند قول ہیں، جمہور کا یہی قول ہے جو اوپر لکھا گیا۔ کہ اس سے حضرت جبرئیل علیہ السلام مراد ہیں۔ علامہ رازیؒ نے لکھا ہے کہ یہی قول زیادہ صحیح[1] ہے اور حضرت جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی افضلیت کی وجہ سے ملائکہ کے ذکر کے بعد خاص طور سے ان کا ذکر فرمایا۔ بعض کا قول ہے کہ روح سے مراد ایک بہت بڑا فرشتہ ہے کہ تمام آسمان وزمین[2] اسکے سامنے ایک لقمہ کے بقدر ہیں، بعضوں کا قول ہے کہ اس سے مراد فرشتوں کی ایک مخصوص جماعت ہے جو اور فرشتوں کو بھی صرف لیلۃ القدر ہی میں نظر آتے ہیں۔ چوتھا[3] قول یہ ہے کہ یہ اللہ کی کوئی خاص مخلوق ہے جو کھاتے پیتے ہیں مگر نہ فرشتے ہیں نہ انسان۔ پانچواں[4] یہ کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام مراد ہیں جو اُمت محمدیہ کے کارنامے دیکھنے کے لئے ملائکہ کے ساتھ اُترتے ہیں چھٹا[5]

---

[1] آگے حدیث ۳ آرہی ہے اس سے بھی اس قول کی تائید ہوتی ہے [2] گویا روحِ کائنات خصوصیت کیساتھ متوجہ ہوتی ہے۔

marfat.com

میں دن رات کی نمازوں میں ساٹھ قرآن شریف ختم کرتے اور انکے علاوہ سینکڑوں کے واقعات ہیں جنھوں نے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ[1] پر عمل کر کے بتلا دیا کہ کرنے والے کے لئے کچھ مشکل نہیں یہ سلف کے واقعات ہیں اب بھی کرنیوالے موجود ہیں اس درجہ کا مجاہدہ نہ سہی مگر اپنے زمانہ کے موافق اپنی طاقت و قدرت کے موافق نمونۂ سلف اب بھی موجود ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سچّا اقتدا کرنیوالے اس دور فساد میں بھی موجود ہیں نہ راحت و آرام انہماک عبادت سے مانع ہوتا ہے نہ دنیوی مشاغل سدِّ راہ ہوتے ہیں۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ جل جلالہٗ کا ارشاد ہے اے ابن آدم تو میری عبادت کیلئے فارغ ہو جا میں تیرے سینے کو غنا سے بھر دوں گا اور تیرے فقر کو بند کر دوں گا ورنہ تیرے سینہ کو مشاغل سے بھر دوں گا اور فقر زائل نہیں ہوگا، روزمرہ کے مشاہدات اس سچّے ارشاد کے شاہد عدل ہیں۔

۴ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ لَيْلَةُ الْقَدْرِ نَزَلَ جِبْرَئِيْلُ فِيْ كَبْكَبَةٍ مِّنَ الْمَلَآئِكَةِ يُصَلُّوْنَ عَلٰى كُلِّ عَبْدٍ قَائِمٍ اَوْ قَاعِدٍ يَذْكُرُ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ فَاِذَا كَانَ يَوْمُ عِيْدِهِمْ يَعْنِيْ يَوْمُ فِطْرِهِمْ بَاهٰى بِهِمْ مَلَآئِكَتَهٗ فَقَالَ يَا مَلَآئِكَتِيْ مَا جَزَآءُ اَجِيْرٍ وَفّٰى عَمَلَهٗ قَالُوْا رَبَّنَا جَزَآؤُهٗ اَنْ يُّوَفّٰى اَجْرَهٗ قَالَ مَلَآئِكَتِيْ عَبِيْدِيْ وَاِمَآئِيْ قَضَوْا فَرِيْضَتِيْ عَلَيْهِمْ ثُمَّ خَرَجُوْا يَعِجُّوْنَ اِلَى الدُّعَآءِ وَعِزَّتِيْ وَجَلَالِيْ وَكَرَمِيْ وَعُلُوِّيْ وَارْتِفَاعِ مَكَانِيْ لَاُجِيْبَنَّهُمْ فَيَقُوْلُ ارْجِعُوْا فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ شبِ قدر میں حضرت جبرئیل علیہ السلام ملائکہ کی ایک جماعت کے ساتھ آتے ہیں اور اس شخص کے لئے جو کھڑے یا بیٹھے اللہ کا ذکر کر رہا ہے اور عبادت میں مشغول ہے دعائے رحمت کرتے ہیں اور جب عید الفطر کا دن ہوتا ہے تو حق تعالیٰ جل شانہٗ اپنے فرشتوں کے سامنے بندوں کی عبادت پر فخر فرماتے ہیں (اسلئے کہ انھوں نے آدمیوں پر طعن کیا تھا[2]) اور ان سے دریافت فرماتے ہیں کہ اے فرشتو اس مزدور کا جو اپنی خدمت پوری پوری ادا کر دے کیا بدلہ ہے وہ عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب اس کا بدلہ یہی ہے کہ اُسکی اُجرت پوری دیدی جاوے

[1] یعنی ہم نے جنات اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا ہے [2] یعنی تخلیق آدم کے وقت یہ کہا تھا کہ آپ ایسی مخلوق پیدا کر رہے ہیں جو زمین میں فتنہ و فساد برپا کرے گی۔

marfat.com

ہمارے لئے یہی بہتر ہو۔ نہایت عبرت اور غور کا مقام ہے اللہ جل شانہٗ کی رحیم وکریم ذات بندہ پر ہر وقت مہربان ہے۔ اگر بندہ اپنی بداعمالی سے کسی مصیبت میں مبتلا ہو جاتا ہے تب بھی اللہ جل جلالہٗ کی طرف سے تھوڑی سی توجہ اور اقرارِ عجز کے بعد اللہ کا کرم شاملِ حال ہو جاتا ہے اور وہ مصیبت بھی کسی بڑی خیر کا سبب بنا دیجاتی ہے اور اللہ کے لئے کوئی چیز مشکل نہیں۔ چنانچہ علماء نے اسکے اخفاء میں بھی چند مصالح ارشاد فرمائے ہیں۔ اوّل[1] یہ کہ اگر تعیین باقی رہتی تو بہت سی کوتاہ طبائع ایسی ہوتیں کہ اور راتوں کا اہتمام بالکل ترک کر دیتیں اور اس صورتِ موجودہ میں اس احتمال پر کہ آج ہی شاید شبِ قدر ہو متعدد راتوں میں عبادت کی توفیق طلب والوں کو نصیب ہو جاتی ہے۔ دوسری[2] یہ کہ بہت سے لوگ ہیں کہ معاصی کئے بغیر اُن سے رہا ہی نہیں جاتا تعیین کی صورت میں اگر باوجود معلوم ہونے کے اس رات میں معصیت میں جرأت کیجاتی تو سخت اندیشہ تھا۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ مسجد میں تشریف لائے کہ ایک صحابیؓ سو رہے تھے۔ آپؐ نے حضرت علی رضؓ سے ارشاد فرمایا کہ ان کو جگا دو تاکہ وضو کر لیں، حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے جگا تو دیا مگر حضورؐ سے پوچھا کہ آپ تو خیر کی طرف بہت تیزی سے چلنے والے ہیں آپؐ نے خود کیوں نہ جگا دیا۔ حضورؐ نے فرمایا، مبادا انکار کر بیٹھتا اور میرے کہنے پر انکار کفر ہو جاتا تیرے کہنے سے انکار پر کفر نہیں ہوگا۔ تو اسی طرح حق سبحانہٗ وتقدس کی رحمت نے گوارا نہ فرمایا کہ اس عظمت والی رات کے معلوم ہونے کے بعد کوئی گناہ پر جرأت کرے۔ تیسری[3] یہ کہ تعیین کی صورت میں اگر کسی شخص سے وہ رات اتفاقاً چھوٹ جاتی تو آئندہ راتوں میں افسردگی وغیرہ کی وجہ سے پھر کسی رات کا بھی جاگنا نصیب نہ ہوتا اور اب رمضان کی ایک دو رات تو کم از کم ہر شخص کو میسر ہو ہی جاتی ہیں۔ چوتھی[4] یہ کہ جتنی راتیں طلب میں خرچ ہوتی ہیں ان سب کا مستقل ثواب علیحدہ ملے گا۔ پانچویں[5] یہ کہ رمضان کی عبادت میں حق تعالیٰ جل شانہٗ ملائکہ پر تفاخر فرماتے ہیں جیسا کہ پہلی روایات میں معلوم ہو چکا۔ اس صورت میں تفاخر کا زیادہ موقع ہے کہ بندے باوجود معلوم نہ ہونے کے محض احتمال اور خیال پر رات رات بھر جاگتے ہیں اور عبادت میں مشغول رہتے ہیں کہ جب احتمال پر اسقدر کوشش کر رہے ہیں اگر بتلا دیا جاتا کہ یہی رات شب قدر ہے تو پھر ان کی

[1] چنانچہ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں یہی حکمت بیان فرمائی ہے۔

marfat.com

ف :- اس حدیث کا اوّل مضمون تو سابقہ روایات میں ذکر ہو چکا ہے۔ آخر میں شبِ قدر کی چند علامات ذکر کی ہیں جن کا مطلب صاف ہے کسی توضیح کا محتاج نہیں، انکے علاوہ اور بھی بعض علامات روایات میں اور ان لوگوں کے کلام میں ذکر کی گئی ہیں جنکو اس رات کی دولت نصیب ہوئی ہے بالخصوص اس رات کے بعد جب صبح کو آفتاب نکلتا ہے تو بغیر شعاع کے نکلتا ہے۔ یہ علامت بہت سی روایاتِ حدیث میں وارد ہوئی ہے اور ہمیشہ پائی جاتی ہے۔ اسکے علاوہ اور علامتیں لازمی اور لابدی نہیں ہیں، عَبْدَۃ بن اَبِی لُبابۃ رح کہتے ہیں کہ میں نے رمضان المبارک کی ستائیس[۲۷] شب کو سمندر کا پانی چکھا تو بالکل میٹھا[۵۱] تھا۔ ایوب بن خالد رح کہتے ہیں کہ مجھے نہانے کی ضرورت ہوگئی میں نے سمندر کے پانی سے غسل کیا تو بالکل میٹھا تھا اور یہ تیئیس[۲۳] شب کا قصہ ہے۔

مشائخ نے لکھا ہے کہ شبِ قدر میں ہر چیز سجدہ کرتی ہے حتّٰی کہ درخت زمین پر گر جاتے ہیں اور پھر اپنی جگہ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مگر ایسی چیزوں کا تعلق[۵۲] امورِ کشفیہ سے ہے جو ہر شخص کو محسوس نہیں ہوتے۔

۷ عَنْ عَائِشَةَ رض قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ اِنْ عَلِمْتُ اَيُّ لَيْلَةٍ لَيْلَةُ الْقَدْرِ مَا اَقُوْلُ فِيْهَا قَالَ قُوْلِيْ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّيْ۔ (رواہ احمد وابن ماجۃ والترمذی وصححہ کذا فی المشکوٰۃ)

۷ حضرت عائشہ رض نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ اگر مجھے شبِ قدر کا پتہ چل جاوے تو کیا دُعا مانگوں؟ حضور نے اَللّٰهُمَّ سے اخیر تک دُعا بتلائی، جس کا ترجمہ یہ ہے :- اے اللہ تو بیشک معاف کرنے والا ہے اور پسند کرتا ہے معاف کرنے کو، پس معاف فرمادے مجھ سے بھی،

ف :- نہایت جامع دعا ہے کہ حق تعالیٰ اپنے لُطف وکرم سے آخرت کے مطالبہ سے معاف فرمادیں تو اس سے بڑھکر اور کیا چاہیئے ؎

من نگویم کہ طاعتم بپذیر قلمِ عفو بر گناہم کش[۵۳]

---

[۵۱] کچھ تعجب کی بات تو ہے نہیں کہ اس رات میں رحمت الٰہیہ کی موسلا دھار بارشوں کا اثر اس قسم کی چیزوں میں بھی ظاہر ہو جائے لیکن یہ بھی ضروری نہیں، کہ ہمیشہ اور ہر جگہ ہی ایسا ہوا کرے اور ہر شخص اسے محسوس بھی کرے۔

[۵۲] یہ روحانی اور باطنی امور ہیں خدا نے جن کی باطن کی آنکھیں روشن کی ہیں انکو یہ چیزیں نظر آسکتی ہیں۔ عام لوگوں سے اسکا تعلق نہیں ہے اور نہ ہر شخص کو اسکی حرص کرنی چاہیئے [۵۳] یعنی میں یہ نہیں کہتا کہ میری نیکیاں قبول کرلے بلکہ صرف اتنا کردے کہ میرے گناہوں پر قلم پھیر کر مجھے بخش دے۔

marfat.com

نیز اعتکاف میں چونکہ آنا جانا اور اِدھر اُدھر کے کام بھی کچھ نہیں رہتے۔ اسلئے عبادت اور کریم آقا کی یاد کے علاوہ اور کوئی مشغلہ بھی نہ رہے گا۔ لہذا شبِ قدر کے قدردانوں کے لئے اعتکاف سے بہتر صورت نہیں۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اوّل تو سارے ہی رمضان میں عبادت کا بہت زیادہ اہتمام اور کثرت فرماتے تھے۔ لیکن اخیر عشرہ میں کچھ حد ہی نہیں رہتی تھی، رات کو خود بھی جاگتے اور گھر کے لوگوں کو بھی جگانے کا اہتمام فرماتے تھے۔ جیساکہ صحیحین کی متعدّد روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ بخاری و مُسلم کی ایک روایت میں حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ اخیر عشرہ میں حضورؐ لنگی کو مضبوط باندھ لیتے اور راتوں کا احیاء فرماتے اور اپنے گھر کے لوگوں کو بھی جگاتے۔ لنگی مضبوط باندھنے سے کوشش میں اہتمام کی زیادتی بھی مراد ہوسکتی ہے[1] اور بیویوں سے بالکلیہ احتراز بھی مراد ہوسکتا ہے۔

۲ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ فِی الْمُعْتَکِفِ ھُوَ یَعْتَکِفُ[2] الذُّنُوْبَ وَیُجْرٰی لَہٗ مِنَ الْحَسَنَاتِ کَعَامِلِ الْحَسَنَاتِ کُلِّھَا (مشکوٰۃ عن ابن ماجۃ)

۲ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ معتکف گناہوں سے محفوظ رہتا ہے اور اسکے لئے نیکیاں اتنی ہی لکھی جاتی ہیں جتنی کہ کرنے والے کیلئے۔

ف :- دو مخصوص نفعے اعتکاف کے اس حدیث میں ارشاد فرمائے گئے ہیں، ایک یہ کہ اعتکاف کی وجہ سے گناہوں سے حفاظت ہوتی ہے ورنہ بسا اوقات کوتاہی اور لغزش سے کچھ ایسے اسباب پیدا ہوجاتے ہیں کہ اس میں آدمی گناہ میں مبتلا ہو ہی جاتا ہے اور ایسے متبرک وقت میں معصیت کا ہوجانا کس قدر ظلم عظیم ہے اعتکاف کی وجہ سے ان سے امن اور حفاظت رہتی ہے، دوسرے یہ کہ بہت سے نیک اعمال جیساکہ جنازہ کی شرکت، مریض کی عیادت وغیرہ ایسے امور ہیں کہ اعتکاف میں بیٹھ جانے کی وجہ سے معتکف انکو نہیں کرسکتا۔ اسلئے اعتکاف کی وجہ سے جن

---

[1] جیسے اردو محاورہ میں کمر کسنا، آستیں چڑھانا۔

[2] مشکوٰۃ میں یہ لفظ اسی طرح ہے یعتکف لیکن اصل سنن ابن ماجہ کے متعدد نسخوں میں یعکف بغیر تاء کے ہے اور بظاہر یہی صحیح ہے چنانچہ جامع صغیر میں ابن ماجہ اور بیہقی کے حوالے سے "یعکف" بغیر تاء کے ہی ذکر کیا ہے اور دیگر اکثر کتب میں یہی ہے۔

marfat.com

غَيْرَ الظُّلُوْمِ قَالَ وَلِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ مِّنْ شَهْرِ رَمَضَانَ عِنْدَ الْاِفْطَارِ اَلْفُ اَلْفِ عَتِيْقٍ مِّنَ النَّارِ كُلُّهُمْ قَدْ اِسْتَوْجَبُوا النَّارَ فَاِذَا كَانَ اٰخِرُ يَوْمٍ مِّنْ شَهْرِ رَمَضَانَ اَعْتَقَ اللّٰهُ فِيْ ذٰلِكَ الْيَوْمِ بِقَدْرِ مَا اَعْتَقَ مِنْ اَوَّلِ الشَّهْرِ اِلٰى اٰخِرِهٖ وَاِذَا كَانَتْ لَيْلَةُ الْقَدْرِ يَا مُرُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ جِبْرَئِيْلَ فَيَهْبِطُ فِيْ كَبْكَبَةٍ مِّنَ الْمَلٰئِكَةِ وَمَعَهُمْ لِوَاءٌ اَخْضَرُ فَيُرَكِّزُ اللِّوَاءَ عَلٰى ظَهْرِ الْكَعْبَةِ وَلَهٗ مِائَةُ جَنَاحٍ مِنْهَا جَنَاحَانِ لَا يَنْشُرُهُمَا اِلَّا فِيْ تِلْكَ اللَّيْلَةِ فَيَنْشُرُهُمَا فِيْ تِلْكَ اللَّيْلَةِ فَيُجَاوِزُ الْمَشْرِقَ اِلَى الْمَغْرِبِ فَيَحُثُّ جِبْرَئِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ الْمَلَائِكَةَ فِيْ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ فَيَسْتَمُّوْنَ عَلٰى كُلِّ ذَيْمٍ وَّقَاعِدٍ وَّمُصَلٍّ وَّذَاكِرٍ وَّيُصَافِحُوْنَهُمْ وَيُؤَمِّنُوْنَ عَلٰى دُعَائِهِمْ حَتّٰى يَطْلُعَ الْفَجْرُ فَاِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ يُنَادِيْ جِبْرَئِيْلُ مَعَاشِرَ الْمَلٰئِكَةِ الرَّحِيْلَ الرَّحِيْلَ فَيَقُوْلُوْنَ يَا جِبْرَئِيْلُ فَمَا صَنَعَ اللّٰهُ فِيْ حَوَائِجِ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اُمَّةِ اَحْمَدَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُوْلُ نَظَرَ اللّٰهُ اِلَيْهِمْ فِيْ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ فَعَفَا عَنْهُمْ اِلَّا اَرْبَعَةً فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ هُمْ قَالَ رَجُلٌ مُدْمِنُ

خراب نہ کریں۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہٗ رمضان کی ہر رات میں ایک منادی کو حکم فرماتے ہیں کہ تین مرتبہ یہ آواز دے کہ ہے کوئی مانگنے والا جس کو میں عطا کروں ہے کوئی توبہ کرنے والا کہ میں اسکی توبہ قبول کروں، کوئی ہے مغفرت چاہنے والا کہ میں اسکی مغفرت کروں، کون ہے جو غنی کو قرض کردے، ایسا غنی جو نادار نہیں، ایسا پورا پورا ادا کرنے والا جو ذرا بھی کمی نہیں کرتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالےٰ شانہٗ رمضان شریف میں روزانہ افطار کے وقت ایسے دس لاکھ آدمیوں کو جہنم سے خلاصی مرحمت فرماتے ہیں جو جہنم کے مستحق ہو چکے تھے۔ اور جب رمضان کا آخری دن ہوتا ہے تو یکم رمضان سے آج تک جسقدر لوگ جہنم سے آزاد کئے گئے تھے اُنکے برابر اس ایک دن میں آزاد فرماتے ہیں اور جس رات شبِ قدر ہوتی ہے تو حق تعالےٰ شانہٗ حضرت جبرئیلؑ کو حکم فرماتے ہیں وہ فرشتوں کے ایک بڑے لشکر کے ساتھ زمین پر اُترتے ہیں، ان کے ساتھ ایک سبز جھنڈا ہوتا ہے جسکو کعبہ کے اوپر کھڑا کرتے ہیں۔ اور حضرت جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سو بازو ہیں جن میں سے دو بازو کو صرف

marfat.com

امام فخر الدین رازیؒ لکھتے ہیں کہ قیامت میں گواہیاں چار طرح کی ہونگی، ایک ملائکہ کی، جس کے متعلق آیاتِ ذیل میں تذکرہ ہے وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ۔ وَمَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ۔ وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِيْنَ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ۔

دوسری گواہی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ہوگی جس کے متعلق ارشاد ہے وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا۔

تیسری اُمتِ محمدیہ کی گواہی ہوگی جس کے متعلق ارشاد ہے وَجِایْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ۔

چوتھی آدمی کی اپنے اعضاء کی گواہی ہوگی جس کے متعلق ارشاد ہے يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ الآیۃ اور اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا اَيْدِيْهِمْ الآیۃ۔

اختصار کے خیال سے ان آیات کا ترجمہ نہیں لکھا۔ سب آیات کا حاصل قیامت کے دن ان چیزوں کی گواہی دینے کا ذکر ہے جن کا بیان آیت کے شروع میں لکھ دیا گیا۔

چوتھا امر حدیث بالا میں یہ ارشاد مبارک ہے کہ میں تم کو کفار کے سامنے رسوا اور فضیحت نہ کروں گا۔ یہ حق تعالےٰ شانہٗ کا غایت درجہ کا لطف وکرم اور مسلمانوں کے حال پر غیرت ہے کہ اللہ کی رضا کے ڈھونڈنے والوں کے لئے یہ بھی لطف وانعام ہے کہ ان کی لغزشوں اور سیئات سے وہاں بھی درگذر اور پردہ پوشی کی جاتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ قیامت کے دن حق تعالےٰ شانہٗ ایک مومن کو اپنے قریب بلا کر اُس پر پردہ ڈال کر کہ کوئی دوسرا نہ دیکھے اسکی لغزشوں اور سیئات یاد دلا کر اس سے ہر ہر گناہ کا اقرار کرائیں گے اور وہ اپنے گناہوں کی کثرت اور اقرار پر یہ سمجھے گا کہ اب ہلاکت کا وقت قریب آگیا۔ تو ارشاد ہوگا کہ میں نے دنیا میں تجھ پر ستاری فرمائی تھی تو آج بھی اُن پر پردہ ہے اور معاف ہیں۔ اسکے بعد اُس کے نیک اعمال کا دفتر

marfat.com

کمالِ آدمیّت

ایک سائل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کچھ سوالات پیش کرنے کی اجازت چاہی، انسانِ کامل، رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان فرمائی، پھر ارشاد ہوا، ہاں اجازت ہے، دنیا اور آخرت کے بارے میں جو بات چاہو دریافت کرو!

اس نے عرض کیا : یارسول اللہ! میری خواہش ہے کہ سب سے بڑا عالم بن جاؤں

ارشاد ہوا : اللہ سے ڈرتا رہ، تو سب سے بڑا عالم بن جائے گا

اس نے کہا : میں چاہتا ہوں سب سے زیادہ مال دار ہو جاؤں

فرمایا : قناعت اختیار کر، سب سے زیادہ مال دار ہو جائے گا

اس نے کہا : میں چاہتا ہوں سب سے زیادہ بہتر ہو جاؤں

ارشاد ہوا : جو شخص لوگوں کو نفع پہنچائے وہ سب سے زیادہ بہتر ہے، تو لوگوں کے لیے نفع بخش بن جا، سب سے بہتر ہو جائے گا

اس نے کہا : میں سب سے زیادہ عادل اور منصف بننا چاہتا ہوں

آپ نے ارشاد فرمایا : دوسروں کے لیے وہی پسند کر جو اپنے لیے پسند کرتا ہے، تو سب سے زیادہ عادل اور منصف بن جائے گا

اس نے عرض کیا : خدا کی بارگاہ میں سب سے زیادہ مخصوص اور مقرب بننا چاہتا ہوں

ارشاد ہوا : تو خدا کا ذکر خوب کیا کر، خدا کی بارگاہ میں مخصوص اور مقرب ہو جائے گا

اس نے کہا : میرا شمار مخلصین اور صالحین میں ہو جائے

ارشاد ہوا : تو خدا کی عبادت ایسی کر گویا تو اس کو دیکھ رہا ہے، اگر اس طرح ممکن نہ ہو تو ایسی عبادت کر جیسے وہ تجھ کو دیکھ رہا ہے

اس نے کہا : میں اطاعت گزاروں میں ہونا چاہتا ہوں

فرمایا : فرض کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کر، تیرا شمار اطاعت گزاروں میں ہو جائے گا

اس نے کہا : میری آرزو ہے کہ حشر میں نور میرے ساتھ ہو

فرمایا : تو کسی پر ظلم نہ کر، قیامت کے دن نور تیرے ساتھ ہو گا

اس نے کہا : میں چاہتا ہوں خدا مجھ پر رحم کی نظر فرمائے

ارشاد ہوا : تو (اطاعت و بندگی کے ذریعے) اپنے اوپر رحم کر، اور (حسن سلوک کے ذریعہ) مخلوق پر رحم کر، خدا تجھ پر رحم کی نظر فرمائے گا

اس نے کہا : میری خواہش ہے، میرے گناہ کم ہو جائیں

فرمایا : کثرت سے استغفار کیا کر، تیرے گناہ کم ہو جائیں گے

اس نے کہا : میں بزرگ بننا چاہتا ہوں

فرمایا : مصیبت کے وقت لوگوں سے اللہ کی شکایت نہ کر، سب سے زیادہ بزرگ ہو جائے گا

اس نے کہا : میں چاہتا ہوں میرے رزق میں برکت ہو

فرمایا : تو ہمیشہ پاک (یعنی باوضو) رہ، تیرے رزق میں برکت ہو جائے گی

اس نے کہا : میری خواہش ہے کہ میرا شمار خدا اور رسولؐ کے دوستوں میں ہو جائے

فرمایا : جو باتیں خدا اور رسولؐ کو پسند ہیں، ان کو پسند کر اور جن باتوں سے اللہ کو نفرت ہے، ان سے نفرت کر تو خدا اور رسولؐ کا دوست بن جائے گا

اس نے کہا : میں چاہتا ہوں مجھ پر خدا کا غضب نازل نہ ہو

ارشاد ہوا : تو کسی پر بے جا غصہ نہ کر، خدا کے غضب اور ناراضگی سے بچا رہے گا

اس نے کہا : میری ہر دعا قبول ہو جایا کرے

فرمایا : حرام چیزوں اور حرام باتوں سے اپنے آپ کو بچائے رکھ، جو دعا مانگے گا قبول ہو گی

اس نے کہا : میں چاہتا ہوں، خدا قیامت میں مجھے سب کے سامنے رسوا نہ کرے

فرمایا : تو بدکاری سے بچا رہ، قیامت میں رسوا نہ ہو گا

اس نے کہا : میری خواہش ہے کہ خدا میرے عیب چھپا لے

فرمایا : تو اوروں کی پردہ پوشی کر، خدا تیری پردہ پوشی کرے گا

پھر اس نے کہا : کون سی نیکی خدا کے نزدیک افضل ہے

فرمایا : بہترین اخلاق، عجز و انکساری، مصیبتوں پر صبر کرنا، خدا کے فیصلوں پر راضی ہونا افضل ترین نیکیاں ہیں۔

marfat.com

خود بھی محسوس ہوئی اور آنمخدوم کا بھی ارشاد ہوا کہ فضائلِ ذکر کو ان لوگوں تک پہونچایا جائے تاکہ جو لوگ محض تعمیلِ ارشاد میں اب تک اس کا اہتمام کرتے ہیں وہ اس کے فضائل معلوم ہونے کے بعد خود اپنے شوق سے بھی اس کا اہتمام کریں کہ اللہ کا ذکر بڑی دولت ہے۔ اُس کے فضائل کا احاطہ[1] نہ تو مجھ جیسے بے بضاعت کے امکان میں ہے اور نہ واقع میں ممکن ہے۔ اس لئے مختصر طور پر اس رسالہ میں چند روایات ذکر کرتا ہوں اور اسکو تین[2] بابوں پر منقسم کرتا ہوں۔

بابِ[3] اوّل :- مطلق ذکر کے فضائل میں۔ بابِ[4] دوم :- افضل الذکر کلمۂ طیبہ کے بیان میں۔
بابِ[5] سوم :- کلمہ سویم یعنی تسبیحاتِ فاطمہؓ کے بیان میں۔

پہلا باب — فضائلِ ذکر میں

اللہ تعالیٰ شانہٗ کے پاک ذکر میں اگر کوئی آیت یا حدیثِ نبوی نہ بھی وارد ہوتی تب بھی اس مُنعِمِ حقیقی کا ذکر ایسا تھا کہ بندہ کو کسی آن بھی اس سے غافل نہ ہونا چاہیئے تھا کہ اس ذاتِ پاک کے انعام واحسان ہر آن اتنے کثیر ہیں جن کی نہ کوئی انتہا ہے نہ مثال۔ ایسے منعم کا ذکر اس کی یاد، اس کا شکر، اس کی احسان مندی فطری چیز ہے ؎

خداوندِ عالم کے قربان میں — کرم جسکے لاکھوں ہیں ہر آن میں

لیکن اس کے ساتھ جب قرآن وحدیث اور بزرگوں کے اقوال واحوال اس پاک ذکر کی ترغیب وتحریض[1] سے بھرے ہوئے ہیں تو پھر کیا پوچھنا ہے اس پاک ذکر کی برکات کا اور کیا ٹھکانا ہے اسکے انوار کا، تاہم اوّل چند آیات، پھر چند احادیث اس مبارک ذکر کے متعلق پیش کرتا ہوں۔

فصل اوّل[1] — آیاتِ ذکر میں

(۱) فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ (سورہ بقرہ رکوع ۱۸)
(۱) پس تم میری یاد کرو (میرا ذکر کرو) میں تمہیں یاد رکھوں گا اور میرا شکر ادا کرتے رہو اور ناشکری نہ کرو،

(۲) فَإِذَا أَفَضْتُم مِّنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللَّهَ عِندَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ
(۲) پھر جب تم (حج کے موقع میں) عرفات سے واپس آجاؤ تو مزدلفہ میں (ٹھیر کر) اللہ کو یاد کرو

---

[1] تمام کے تمام فضائل کا جمع کر دینا [2] شوق دلانا، آمادہ کرنا۔

marfat.com

بڑی تکلیف پہنچی اور آپ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہیں۔

۲۷ وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ (سورۂ انبیاء، رکوع ۶)

۲۷ اور مچھلی والے (پیغمبر یعنی حضرت یونسؑ کا ذکر کیجئے) جب وہ (اپنی قوم سے) خفا ہو کر چلے گئے اور یہ سمجھے کہ ہم ان پر دار گیر نہ کریں گے، پس انھوں نے اندھیروں میں پکارا کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ آپ ہر عیب سے پاک ہیں۔ بیشک میں قصور وار ہوں۔

۲۸ وَزَكَرِيَّآ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ ۝ (سورۂ انبیاء رکوع ۶)

۲۸ اور زکریا (علیہ السلام کا ذکر کیجئے) جب انھوں نے اپنے رب کو پکارا کہ اے میرے رب مجھے لاوارث نہ چھوڑو (اور یوں تو) سب وارثوں سے بہتر (اور حقیقی وارث) آپ ہی ہیں۔

۲۹ اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ۭ وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ ۝ (سورۂ انبیاء، رکوع ۶)

۲۹ بیشک یہ سب (انبیاء جن کا پہلے سے ذکر ہو رہا ہے) نیک کاموں میں دوڑتے تھے اور پکارتے تھے ہم کو (ثواب کی) رغبت اور (عذاب کا) خوف کرتے ہوئے اور تھے سب کے سب ہمارے لئے عاجزی کرنیوالے۔

۳۰ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ۔ (سورۂ حج، رکوع ۵)

۳۰ اور آپ (جنت وغیرہ کی) خوشخبری سنا دیجئے ایسے خشوع کرنے والوں کو جن کا یہ حال ہے کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو اُن کے دل ڈر جاتے ہیں۔

۳۱ اِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ۝ فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا حَتّٰٓى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ ۝ اِنِّيْ جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوْٓا اَنَّهُمْ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ ۝ (سورۂ مومنون رکوع ۴)

۳۱ (قیامت میں کفار سے گفتگو کے ذیل میں کہا جائیگا کیا تم کو یاد نہیں) میرے بندوں کا ایک گروہ تھا (جو بیچارے ہم سے) یوں کہا کرتے تھے اے ہمارے پروردگار ہم ایمان لے آئے سو ہم کو بخش دیجئے۔ اور ہم پر رحمت فرمائیے۔ آپ سب سے زیادہ رحم کرنیوالے ہیں۔ پس تم نے ان کا مذاق اڑایا حتّٰی کہ اس مشغلہ نے تم کو ہماری یاد بھی بھلا دی اور تم اُن سے ہنسی کیا کرتے تھے۔ میں نے آج اُن کو اُنکے صبر کا بدلہ دیدیا کہ وہی کامیاب ہوئے۔

۳۲ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ الآیۃ (سورۂ نور، رکوع ۵)

۳۲ (کاملِ ایمان والوں کی تعریف کے ذیل میں ہے) وہ ایسے لوگ ہیں کہ اُن کو اللہ کے ذکر سے نہ

marfat.com

ف :- نگاہ سے پھسلا کر گرا دینا کنایہ ہے دشمنی کی زیادتی سے جیسا کہ ہمارے یہاں بولتے ہیں ایسا دیکھ رہا ہے کہ کھا جائے گا۔ حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ جس کو نظر لگ گئی ہو اُس پر اس آیت شریفہ کو پڑھ کر دم کرنا مفید ہے۔ (جمل)

۵۴ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۝ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ۝

(سورۂ اعلیٰ، رکوع ۱)

۵۴ بیشک بامراد ہوگیا وہ شخص جو (بُرے اخلاق سے) پاک ہوگیا اور اپنے رب کا نام لیتا رہا اور نماز پڑھتا رہا۔

فصلِ دوم احادیثِ ذکر میں

جب کہ اس مضمون میں قرآن پاک کی آیات اس کثرت سے موجود ہیں تو احادیث کا کیا پوچھنا کیوں کہ قرآن شریف کے کل تیس ۳۰ پارے ہیں اور حدیث شریف کی لاتعداد کتابیں ہیں اور ہر کتاب میں بیشمار حدیثیں ہیں۔ ایک بخاری شریف ہی کے بڑے بڑے تیس ۳۰ پارے ہیں اور ابوداؤد شریف کے بتیس ۳۲ پارے ہیں اور کوئی کتاب بھی ایسی نہیں کہ اس مبارک ذکر سے خالی ہو۔ اسلئے احادیث کا اِحاطہ تو کون کرسکتا ہے نمونہ اور عمل کے واسطے ایک آیت اور حدیث بھی کافی ہے۔ اور جسکو عمل ہی نہیں کرنا اُس کیلئے دفتر کے دفتر بھی بیکار ہیں۔ کَمَثَلِ الْحِمَارِ یَحْمِلُ اَسْفَارًا[1]۔

۱ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ وَاَنَا مَعَهٗ اِذَا ذَكَرَنِیْ فَاِنْ ذَكَرَنِیْ فِیْ نَفْسِهٖ ذَكَرْتُهٗ فِیْ نَفْسِیْ وَاِنْ ذَكَرَنِیْ فِیْ مَلَاٍ ذَكَرْتُهٗ فِیْ مَلَاٍ خَیْرٍ مِّنْهُمْ وَاِنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ اِلَیْهِ ذِرَاعًا وَاِنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ اِلَیْهِ بَاعًا وَاِنْ اَتَانِیْ یَمْشِیْ اَتَیْتُهٗ هَرْوَلَةً۔ رواہ احمد و البخاری ومسلم والترمذی والنسائی

۱ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں بندہ کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں جیسا کہ وہ میرے ساتھ گمان رکھتا ہے اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں، پس اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کو اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ میرا مجمع میں ذکر کرتا ہے تو میں اُس مجمع سے بہتر یعنی فرشتوں کے مجمع میں (جو معصوم اور بے گناہ ہیں) تذکرہ کرتا ہوں۔ اور اگر بندہ میری

[1] معلومات ہونے کے باوجود جو شخص عمل سے کورا ہو اسکی مثال ایسی ہے جیسے گدھے پر کچھ کتابیں لدی ہوئی ہیں (قرآن کریم)

marfat.com

والحصن الحصين والترغيب للمنذري وذكره في الجامع الصغير مختصرا وعزاه الى ابن حبان في صحيحه وابن السني في عمل اليوم والليلة والطبراني في الكبير والبيهقي في الشعب وفي مجمع الزوائد رواه الطبراني باسانيد۔

میں سے ایک چیز جو سب سے اہم ہو مجھے ایسی بتادیجئے کہ اسکو مضبوط پکڑلوں اور ہر وقت ہر جگہ چلتے پھرتے اُٹھتے بیٹھتے کرتا رہوں۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ چار چیزیں ایسی ہیں کہ جس شخص کو یہ ملجائیں اسکو دین و دنیا کی بھلائی مل جائے، ایک وہ زبان جو ذکر میں مشغول رہنے والی ہو۔ دوسرے وہ دل جو شکر میں مشغول رہتا ہو۔ تیسرے وہ بدن جو مشقت برداشت کرنے والا ہو۔ چوتھے وہ بیوی جو اپنے نفس میں اور خاوند کے مال میں خیانت نہ کرے[1]۔ نفس میں خیانت یہ ہے کہ کسی قسم کی گندگی میں مُبتلا ہو جائے۔ رَطبُ اللِّسان کا مطلب اکثر علماء نے کثرت کا لکھا ہے اور یہ عام مُحاورہ ہے ہمارے عُرف میں بھی جو شخص کسی کی تعریف یا تذکرہ کثرت سے کرتا ہے تو یہ بولا جاتا ہے کہ فلاں کی تعریف میں رَطبُ اللِّسان ہے مگر بندہ ناچیز کے خیال میں ایک دوسرا مطلب بھی ہو سکتا ہے وہ یہ کہ جس سے عشق و محبت ہوتی ہے اُس کے نام لینے سے منہ میں ایک لذّت اور مزہ محسوس ہوا کرتا ہے جن کو بابِ عشق سے کچھ سابقہ پڑ چکا ہے وہ اس سے واقف ہیں۔ اس بنا پر مطلب یہ ہے کہ اس لذّت سے اللہ کا پاک نام لیا جائے کہ مزہ آجائے۔ میں نے اپنے بعض بزرگوں کو بکثرت دیکھا ہے کہ ذِکر بالجہر کرتے ہوئے ایسی تراوٹ آجاتی ہے کہ پاس بیٹھنے والا بھی اسکو محسوس کرتا ہے اور ایسا مُنہ میں پانی بھر جاتا ہے۔ کہ ہر شخص اُسکو محسوس کرتا ہے مگر یہ جب حاصل ہوتا ہے کہ جب دِل میں چسک ہو اور زبان کثرتِ ذکر کے ساتھ مانوس ہو چکی ہو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ سے محبت کی علامت اُسکے ذکر سے محبت ہے اور اللہ سے بغض کی علامت اسکے ذکر سے بغض ہے۔

حضرت ابو درداء رضؓ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں کی زبان اللہ کے ذکر سے تروتازہ رہتی ہے وہ جنت میں ہنستے ہوئے داخل ہوں گے۔

۴ عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَا اُنَبِّئُکُمْ بِخَیْرِ اَعْمَالِکُمْ وَاَزْکَاھَا

۴ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابہؓ سے ارشاد فرمایا کہ میں تم کو ایسی چیز نہ بتاؤں جو تمام اعمال میں بہترین چیز ہے

[1] اس حدیث کو طبرانی نے معجم کبیر میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں بروایت عبداللہ بن عباس نے نقل کیا ہے۔

marfat.com

حکیم ترمذیؒ کہتے ہیں کہ اللہ کا ذِکر دِل کو تَر کرتا ہے اور نرمی پیدا کرتا ہے اور جب دِل اللہ کے ذِکر سے خالی ہوتا ہے تو نفس کی گرمی اور شہوت کی آگ سے خُشک ہو کر سخت ہو جاتا ہے اور سارے اعضاء سخت ہو جاتے ہیں، طاعت سے رُک جاتے ہیں اگر ان اعضاء کو کھینچو تو ٹوٹ جائیں گے جیسے کہ خُشک لکڑی کہ جُھکانے سے نہیں جھکتی صرف کاٹ کر جلانے کے کام کی رہ جاتی ہے۔

۵ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰیؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْ اَنَّ رَجُلًا فِیْ حُجْرِہٖ دَرَاھِمُ یَقْسِمُھَا وَاٰخَرُ یَذْکُرُ اللّٰہَ لَکَانَ الذَّاکِرُ لِلّٰہِ اَفْضَلَ، اخرجہ الطبرانی کذا فی الدر وفی مجمع الزوائد رواہ الطبرانی فی الاوسط ورجالہ وثقوا۔

۵ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر ایک شخص کے پاس بہت سے روپے ہوں اور وہ ان کو تقسیم کر رہا ہو اور دوسرا شخص اللہ کے ذِکر میں مشغول ہو تو ذِکر کرنیوالا افضل ہے۔ ف:۔ یعنی اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا کتنی ہی بڑی چیز کیوں نہ ہو لیکن اللہ کی یاد اس کے مقابلہ میں بھی افضل ہے۔ پھر کس قدر خوش نصیب ہیں وہ مالدار اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے والے جن کو اللہ کے ذِکر کی بھی توفیق نصیب ہو جائے۔ ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ شانُہٗ کی طرف سے بھی روزانہ بندوں پر صدقہ ہوتا رہتا ہے اور ہر شخص کو اُس کی حیثیت کے موافق کچھ نہ کچھ عطا ہوتا رہتا ہے لیکن کوئی عطاء اس سے بڑھ کر نہیں کہ اُس کو اللہ کے ذِکر کی توفیق ہو جائے۔ جو لوگ کاروبار میں مشغول رہتے ہیں، تجارت، زراعت، ملازمت میں گھرے رہتے ہیں اگر تھوڑا بہت وقت اللہ کی یاد کیلئے اپنے اوقات میں سے نکال لیں تو کیسی مُفت کی کمائی ہے۔ دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں سے دو چار گھنٹے اس کام کے لئے نکال لینا کون سی مشکل بات ہے آخر فضولیات لغویات میں بہت سا وقت خرچ ہوتا ہے اس کارآمد چیز کے واسطے وقت نکالنا کیا دشوار ہے۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ کے بہترین بندے وہ ہیں جو اللہ کے ذِکر کے واسطے چاند سورج ستارے اور سایہ کی تحقیق رکھتے ہیں۔ یعنی اوقات کی تحقیق کا اہتمام کرتے ہیں۔ اگرچہ اس زمانہ میں گھڑی گھنٹوں کی کثرت نے اس سے بے نیاز کر دیا۔ پھر بھی منجملہ واقفیت ان چیزوں کی مناسب ہے کہ گھڑی کے خراب اور غلط ہو جانے کی صورت میں اوقات ضائع نہ ہو جائیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ زمین کے جس حصہ پر

marfat.com

مِنْ اَصْحَابِہٖ فَقَالَ مَا اَجْلَسَکُمْ قَالُوْا جَلَسْنَا نَذْکُرُ اللّٰہَ وَنَحْمَدُہٗ عَلٰی مَا ھَدَانَا لِلْاِسْلَامِ وَمَنَّ بِہٖ عَلَیْنَا قَالَ آللّٰہِ مَا اَجْلَسَکُمْ اِلَّا ذٰلِکَ قَالُوْا آللّٰہِ مَا اَجْلَسَنَا اِلَّا ذٰلِکَ قَالَ اَمَا اِنِّیْ لَمْ اَسْتَحْلِفْکُمْ تُھْمَۃً لَّکُمْ وَلٰکِنْ اَتَانِیْ جِبْرَئِیْلُ فَاَخْبَرَنِیْ اَنَّ اللّٰہَ یُبَاھِیْ بِکُمُ الْمَلَآئِکَۃَ اخرجہ ابن ابی شیبۃ واحمد ومسلم والترمذی والنسائی کذا فی الدر والمشکوٰۃ۔

اور دریافت فرمایا کہ کس بات نے تم لوگوں کو یہاں بٹھایا ہے۔ عرض کیا کہ اللہ جلّ شانہٗ کا ذکر کر رہے ہیں اور اس بات پر اُس کی حمد وثنا کر رہے ہیں کہ اُس نے ہم لوگوں کو اسلام کی دولت سے نوازا یہ اللہ کا بڑا ہی احسان ہم پر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا خدا کی قسم صرف اسی وجہ سے بیٹھے ہو، صحابہؓ نے عرض کیا خدا کی قسم صرف اسی وجہ سے بیٹھے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی بدگمانی کی وجہ سے میں نے تم لوگوں کو قسم نہیں دی بلکہ جبرئیلؑ میرے پاس ابھی آئے تھے اور یہ خبر سُنا گئے کہ اللہ جلّ شانہٗ تم لوگوں کی وجہ سے ملائکہ پر فخر فرما رہے ہیں۔ **ف**:- یعنی میں نے جو قسم دیکر پوچھا اُس سے مقصود اہتمام اور تاکید تھی کہ ممکن ہے کوئی اور خاص بات بھی اسکے علاوہ ہو اور وہ بات اللہ جل شانہٗ کے فخر کا سبب ہو اب معلوم ہو گیا کہ صرف یہ تذکرہ ہی سببِ فخر ہے۔ کس قدر خوش قسمت تھے وہ لوگ جن کی عبادتیں مقبول تھیں اور ان کی حمد وثنا پر حق تعالیٰ شانہٗ کے فخر کی خوشخبری اُن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے دنیا ہی میں معلوم ہو جاتی تھی اور کیوں نہ ہوتا کہ ان حضرات کے کارنامے اسی کے مستحق تھے۔ ان کے کارناموں کا مختصر تذکرہ میں اپنے رسالہ "حکایاتِ صحابہؓ"[1] میں نمونہ کے طور پر لکھ چکا ہوں۔

مُلّا علی قاریؒ[2] فرماتے ہیں کہ فخر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ دیکھو یہ لوگ باوجودیکہ نفس ان کے ساتھ ہے شیطان اُن پر مُسلّط ہے شہوتیں ان میں موجود ہیں دنیا کی ضرورتیں ان کے پیچھے لگی ہوئی ہیں ان سب کے باوجود ان سب کے مقابلہ میں اللہ کے ذکر میں مشغول ہیں اور اتنی کثرت سے ہٹانے والی چیزوں کے باوجود میرے ذکر سے نہیں ہٹتے۔ تمہارا ذکر وتسبیح اس لحاظ سے کہ تمہارے لئے کوئی مانع بھی اِن میں سے نہیں ہے۔ ان کے مقابلہ میں کوئی چیز نہیں ہے۔

---

[1] یہ رسالہ زیرِ نظر مجموعے میں شامل ہے [2] مُلّا علی بن محمد سلطان القاری الہروی ثم المکی یہ اپنے وقت کے چوٹی کے علماء میں شمار ہوتے تھے اور بعد میں بھی بہت شہرت پائی۔ ان کی تصانیف بہت ہیں اور ہر ایک علم وتحقیق، عمدگی ترتیب وپاکیزگی (باقی اگلے صفحہ پر)

marfat.com

کا اخیر بھی مراد ہو سکتا ہے۔ اس حدیث میں اہم مسئلہ اخلاص کا ہے اور اخلاص کی قیمت اور بھی بہت سی احادیث میں اس رسالہ میں نظر سے گذریگی۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اخلاص ہی کی قدر ہے جس درجہ کا اخلاص ہوگا اُسی درجہ کی عمل کی قیمت ہوگی۔ صُوفیہ کے نزدیک اخلاص کی حقیقت یہ ہے کہ قال اور حال[1] برابر ہوں۔ ایک حدیث میں آئندہ آرہا ہے کہ اخلاص یہ ہے کہ گناہوں سے روک دے۔ بہجۃ النفوس میں لکھا ہے ایک بادشاہ کے لئے جو نہایت ہی جابر اور متشدد تھا ایک جہاز میں بہت سی شراب لائی جارہی تھی۔ ایک صاحب کا اُس جہاز پر گذر ہوا اور جس قدر مٹکیاں[2] شراب سے بھری ہوئی تھیں سب ہی توڑ دیں ایک چھوڑ دی۔ کسی شخص کی ہمت ان کو روکنے کی نہ پڑی۔ لیکن اس پر حیرت تھی کہ اس بادشاہ کے تشدد کا مقابلہ بھی کوئی نہیں کرسکتا تھا پھر اس نے کس طرح جرأت کی۔ بادشاہ کو اطلاع دی گئی اسکو بھی تعجب ہوا اوّلاً اس بات پر کہ اسکے مال پر کس طرح ایک معمولی آدمی نے جرأت کی اور پھر اس پر کہ ایک مٹکی کیوں چھوڑ دی۔ اُن صاحب کو بلایا گیا پوچھا کہ یہ کیوں کیا؟ انھوں نے جواب دیا کہ میرے دِل میں اس کا تقاضا ہوا اسلئے ایسا کیا تمہارا جو دِل چاہے سزا دیدو، اس نے پوچھا کہ یہ ایک کیوں چھوڑی۔ انھوں نے کہا کہ مجھے اوّلاً اِسلامی غیرت کا تقاضا تھا اسلئے میں نے توڑیں مگر جب ایک رہی تو میرے دِل میں ایک خوشی سی پیدا ہوئی کہ میں نے ایک ناجائز کام کو مٹا دیا تو مجھے اس کے توڑنے میں یہ شبہ ہوا کہ یہ حظِ نفس (دل کی خوشی) کی وجہ سے ہے اسلئے ایک کو چھوڑ دیا۔ بادشاہ نے کہا اسکو چھوڑ دو یہ مجبور تھا۔

اختیار العلوم میں لکھا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا جو ہر وقت عبادت میں مشغول رہتا تھا، ایک جماعت اسکے پاس آئی اور کہا کہ یہاں ایک قوم ہے جو ایک درخت کو پوجتی ہے یہ سُنکر اُس کو غُصہ آیا اور کُلہاڑا کندھے پر رکھ کر اسکو کاٹنے کے لئے چلدیا راستہ میں شیطان ایک پیرِ مرد[3] کی صورت میں ملا۔ عابد سے پوچھا کہاں جارہے ہو۔ اس نے کہا فلاں درخت کاٹنے جاتا ہوں۔ شیطان نے کہا تمہیں اس درخت سے کیا واسطہ تم اپنی عبادت میں مشغول رہو۔ تم نے اپنی عبادت کو ایک مہمل[4] کام کیواسطے چھوڑ دیا۔ عابد نے کہا یہ بھی عبادت ہے شیطان نے کہا کہ میں نہیں کاٹنے دوں گا۔ دونوں میں مقابلہ ہوا وہ عابد اسکے سینے پر چڑھ گیا۔ شیطان نے اپنے کو عاجز دیکھ کر خوشامد کی اور کہا اچھا ایک بات سُن لے۔ عابد نے اسکو چھوڑ دیا

---

[1] یعنی زبان و عمل یکساں ہو جائیں [2] مٹکیاں، ہانڈیاں [3] بوڑھے آدمی کی صورت۔
[4] فضول کام۔

marfat.com

بِسُوَالِ الْاَعْرَابِیِّ الحدیث۔ قال رواہ احمد والطبرانی بنحوہ ورجالہ وثقوا قلت وفی الباب عن ابی ھریرۃ عند البیہقی فی الشعب اِنَّ فِی الْجَنَّۃِ لَعُمُدًا مِنْ یَّاقُوْتٍ عَلَیْھَا غُرَفٌ مِّن زَبَرْجَدٍ لَھَا اَبْوَابٌ مُّفَتَّحَۃٌ تَضِیْءُ کَمَا یَضِیْءُ الْکَوْکَبُ الدُّرِّیُّ یَسْکُنُھَا الْمُتَحَابُّوْنَ فِی اللّٰہِ تَعَالٰی وَالْمُتَلَاقُوْنَ فِی اللّٰہِ کذا فی الجامع الصغیر ورقم لہ بالضعف وذکر فی مجمع الزوائد لہ شواھد وکذا فی المشکوٰۃ۔

وہ لوگ جو اللہ ہی کیواسطے آپسمیں ملتے جلتے ہوں،

ف:۔ اس میں اطباء کا اختلاف ہے کہ زبرجد اور زمرد ایک ہی پتھر کے دو نام ہیں یا ایک ہی پتھر کی دو قسمیں ہیں یا ایک ہی نوع کے دو پتھر ہیں۔

بہرحال یہ ایک پتھر ہوتا ہے[1] جو نہایت ہی روشن چمکدار ہوتا ہے۔

آج خانقاہوں کے بیٹھنے والوں[2] پر ہرطرح الزام ہے ہرطرف سے فقرے کسے جاتے ہیں۔ آج اُنہیں جتنا دل چاہے بُرا کہہ لیں۔ کل جب آنکھ کھُلے گی اُسوقت حقیقت معلوم ہوگی کہ بوریوں پر بیٹھنے والے کیا کچھ کما کر لے گئے جب وہ ان منبروں اور بالاخانوں پر ہوں گے اور یہ ہنسنے والے اور گالیاں دینے والے کیا کما کر لے گئے ؎

فَسَوْفَ تَرٰی اِذَا انْکَشَفَ الْغُبَارُ اَفَرَسٌ تَحْتَ رِجْلِکَ اَمْ حِمَارٌ

ترجمہ:۔ عنقریب جب غبار ہٹ جائے گا تو معلوم ہوگا کہ گھوڑے پر سوار تھے یا گدھے پر۔

ان خانقاہوں کی اللہ کے یہاں کیا قدر ہے جن پر آج چاروں طرف سے گالیاں پڑتی ہیں یہ اُن احادیث سے معلوم ہوتا ہے جن میں ان کی فضیلتیں ذکر کی گئی ہیں۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جس گھر میں اللہ کا ذکر کیا جاتا ہو وہ آسمان والوں کیلئے ایسا چمکتا ہے

---

[1] سابقہ ایڈیشنوں میں یہاں "اسکے پتے بنتے ہیں جو بازار میں چمکدار کاغذ کی طرح بکتے ہیں"۔ یہ عبارت تھی جو حضرت شیخ مدظلہ سے رجوع کرنے کے بعد ان کے ارشاد کے مطابق متن سے یہ عبارت حذف کر دی گئی۔

[2] خانقاہوں میں کچھ لوگ تو وہ ہیں جنھوں نے خانقاہوں کے نام سے دُکان قائم کر رکھی ہے اور تصوف وسلوک کی انھیں ہوا تک نہیں لگی ہے اور کچھ خدا کے مقبول بندے ایسے بھی ہیں جو ان غربت کدوں میں خود بھی یادِ الٰہی میں مصروف ہیں اور ہزاروں بھٹکے ہوئے انسانوں کو خدا کی راہ دکھا رہے ہیں اور اہم دینی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ عام لوگ جب بُرا کہنے پر آتے ہیں تو سب کو ایک طرف سے کہنا شروع کر دیتے ہیں اور بھولے بھالے خوش عقیدہ مسلمان جب بزرگوں کی عقیدتمندی اور تعریف میں لگتے ہیں تو جھوٹے پیروں کے کھُلے ہوئے خلاف شرع اور فاسقانہ اعمال کو بھی تصوف وسلوک کے اعلیٰ مقامات ثابت کرنے لگتے ہیں اور یہ دونوں ہی باتیں غلط ہیں۔ نہ سب بُرے ہیں اور نہ ہی سب کے سب اچھے ہیں۔ جو جیسا ہو اسکو دیکھ بھال کر ویسا ہی کہو۔ شیخ مدظلہ کی مراد بھی یہی ہے۔

marfat.com

۵ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رضؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَکْثِرُوْا ذِکْرَ اللّٰہِ حَتّٰی یَقُوْلُوْا مَجْنُوْنٌ۔ رواہ احمد وابو یعلی وابن حبان و الحاکم فی صحیحہ وقال صحیح الاسناد وروی عن ابن عباس مرفوعًا بلفظ اُذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا یَقُوْلُ الْمُنَافِقُوْنَ اِنَّکُمْ مُرَاؤُنَ رواہ الطبرانی ورواہ البیہقی عن ابی الجوزاء مرسلًا کذا فی الترغیب والمقاصد الحسنۃ للسخاوی وھکذا فی الدر المنثور للسیوطی الا انہ عزا حدیث ابی الجوزاء الی عبد اللّٰہ بن احمد فی زوائد الزھد وعزاہ فی الجامع الصغیر الی سعید بن منصور فی سننہ والبیہقی فی الشعب ورقم لہ بالضعف وذکر فی الجامع الصغیر ایضًا بروایۃ الطبرانی عن ابن عباس مسندا ورقم لہ بالضعف وعزا حدیث ابی سعید الی احمد وابی یعلی فی مسندہ وابن حبان والحاکم و البیہقی فی الشعب ورقم لہ بالحسن[1]

۵ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ کا ذکر ایسی کثرت سے کیا کرو کہ لوگ مجنوں کہنے لگیں۔ دوسری حدیث میں ہے کہ ایسا ذکر کرو کہ منافق لوگ تمہیں ریاکار کہنے لگیں۔

ف بہ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ منافقوں یا بیوقوفوں کے ریاکار کہنے سے ایسی بڑی دولت چھوڑنا نہ چاہیئے بلکہ اس کثرت اور اہتمام سے کرنا چاہیئے کہ یہ لوگ تم کو پاگل سمجھکر تمہارا پیچھا چھوڑ دیں اور مجنوں جب ہی کہا جائے گا جب نہایت کثرت سے اور زور سے ذکر کیا جائے آہستہ میں یہ بات نہیں ہو سکتی۔ ابن کثیرؒ نے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے کوئی چیز بندوں پر ایسی فرض نہیں فرمائی جس کی کوئی حد مقرر نہ کر دی ہو اور پھر اُسکے عذر کو قبول نہ فرما لیا ہو بجز اللہ کے ذکر کے کہ نہ اس کی کوئی حد مقرر فرمائی اور نہ عقل رہنے تک کسی کو معذور قرار دیا۔ چنانچہ ارشاد ہے:۔ اُذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا (اللہ جل شانہٗ کا خوب کثرت سے ذکر کیا کرو) رات میں دن میں جنگل میں دریا میں سفر میں حضر میں فقر میں تونگری بیماری میں صحت میں آہستہ اور پکار کر اور ہر حال میں۔ حافظ ابن حجرؒ نے منبہات میں لکھا ہے کہ حضرت عثمانؓ سے قرآن پاک کے ارشاد وَکَانَ تَحْتَہٗ کَنْزٌ لَّھُمَا میں منقول ہے کہ وہ سونے کی ایک تختی تھی جس میں سات سطریں لکھی ہوئی تھیں جن کا ترجمہ یہ ہے ۱ مجھے

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی اسکو حسن کہا ہے۔ (السراج المنیر شرح الجامع الصغیر ص۲۶۶)

marfat.com

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُنَادِیْ مُنَادٍ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَیْنَ اُولُوا الْاَلْبَابِ قَالُوْا اَیُّ اُولِی الْاَلْبَابِ تُرِیْدُ قَالَ الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ عُقِدَ لَھُمْ لِوَاءٌ فَتَبِعَ الْقَوْمُ لِوَاءَھُمْ وَقَالَ لَھُمْ اُدْخُلُوْھَا خَالِدِیْنَ اخرجہ الاصبہانی فی الترغیب کذا فی الدر۔

ہے کہ قیامت کے دن ایک آواز دینے والا آواز دے گا کہ عقلمند لوگ کہاں ہیں؟ لوگ پوچھیں گے کہ عقلمندوں سے کون مراد ہیں؟ جواب ملے گا وہ لوگ جو اللہ کا ذِکر کرتے تھے کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے ہوئے (یعنی ہر حال میں اللہ کا ذِکر کرتے رہتے تھے) اور آسمانوں اور زمینوں کے پیدا ہونے میں غور کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یا اللہ آپنے یہ سب بے فائدہ تو پیدا کیا ہی نہیں ہم آپکی تسبیح کرتے ہیں آپ ہم کو جہنم کے عذاب سے بچا لیجئے۔ اسکے بعد ان لوگوں کیلئے ایک جھنڈا بنایا جائے گا جس کے پیچھے یہ سب جائیں گے اور اُن سے کہا جائے گا کہ ہمیشہ کیلئے جنّت میں داخل ہو جاؤ۔

ف :- آسمانوں اور زمینوں کے پیدا ہونے میں غور کرتے ہیں یعنی اللہ کی قُدرت کے مظاہر اور اسکی حکمتوں کے عجائب سوچتے ہیں جس سے اللہ جلّ جلالہٗ کی معرفت میں قوت پیدا ہوتی ہے ؎ الٰہی یہ عالم ہے گلزار تیرا ؛ ابن ابی الدنیاؒ نے ایک مُرسل روایت نقل کی ہے کہ نبیٔ اکرمؐ ایک مرتبہ صحابہؓ کی ایک جماعت کے پاس تشریف لیگئے جو چُپ چاپ بیٹھے تھے حضورؐ نے ارشاد فرمایا کیا بات ہے کس سوچ میں بیٹھے ہو؟ عرض کیا مخلوقاتِ الٰہیہ کی سوچ میں ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہاں اللہ کی ذات میں غور نہ کیا کرو (کہ وہ ذرا انوار ہے) اس کی مخلوقات میں غور کیا کرو۔ حضرت عائشہؓ سے ایک شخص نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی عجیب بات سُنا دیجئے۔ فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کون سی بات ایسی تھی جو عجیب نہ تھی۔ ایک مرتبہ رات کو تشریف لائے میرے بستر پر میرے لحاف میں لیٹ گئے پھر ارشاد فرمایا چھوڑیں تو اپنے رب کی عبادت کروں۔ یہ فرما کر اُٹھے وضو فرمایا اور نماز کی نیت باندھ کر رونا شروع کر دیا یہاں تک کہ آنسو سینہ مُبارک پر بہتے رہے، پھر اسی طرح رکوع میں روتے رہے پھر سجدہ میں اسی طرح روتے رہے ساری رات اسی طرح گذار دی۔ حتّٰی کہ صبح کی نماز کے واسطے حضرت بلالؓ بلانے کے لئے آگئے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ تو بخشے بخشائے ہیں پھر آپ اتنا کیوں روئے۔ ارشاد فرمایا کیا میں اللہ کا

marfat.com

کو اہتمام سے ارشاد فرمایا ہے۔ یہ سب اس جماعت کے بارے میں ہے جو اللہ کا ذکر کرنے والی ہو کہ احادیث میں کثرت سے اس کی ترغیب آئی ہے اس کے بالمقابل اگر کوئی شخص غافلین کی جماعت میں پھنس جائے اور اُس وقت اللہ کے ذکر میں مشغول ہو تو۔ اسکے بارے میں بھی احادیث میں کثرت سے فضائل آئے ہیں ایسے موقع پر آدمی کو اور بھی زیادہ اہتمام اور توجہ سے اللہ کی طرف مشغول رہنا چاہیئے تاکہ اُن کی نحوست سے محفوظ رہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ غافلین کی جماعت میں اللہ کا ذکر کرنے والا ایسا ہے جیسے کہ جہاد میں بھاگنے والوں کی جماعت میں سے کوئی شخص جم کر مقابلہ کرے[1]۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ غافلین میں اللہ کا ذکر کرنے والا ایسا ہے جیسے بھاگنے والوں کی طرف سے کُفّار کا مقابلہ کرے۔ نیز وہ ایسا ہے جیسے اندھیرے گھر میں چراغ۔ نیز وہ ایسا ہے جیسے پت جھڑ والے درختوں میں کوئی شاداب سرسبز درخت ہو ایسے شخص کو حق تعالیٰ شانہٗ اُسکا جنّت کا گھر پہلے ہی دکھادیں گے۔ اور ہر آدمی اور حیوان کی برابر اُسکی مغفرت کیجاویگی[2] یہ جب ہے کہ ان مجالس میں اللہ کے ذکر میں مشغول ہو ورنہ ایسی مجالس کی شرکت کی ممانعت آئی ہے۔ حدیث میں ہے کہ عشیرۃ یعنی یارانہ کی مجالس سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ عزیزی رہ کہتے ہیں یعنی ایسی مجالس سے جن میں غیر اللہ کا ذکر کثرت سے ہوتا ہو لغویات اور لہو و لعب میں مشغول ہوتی ہو۔ ایک بزرگ کہتے ہیں میں ایک مرتبہ بازار جارہا تھا ایک حبشی باندی میرے ساتھ تھی میں نے بازار میں اسکو ایک جگہ بٹھادیا کہ میں واپسی میں اُسکو لے لوں گا وہ وہاں سے چلی آئی جب میں نے واپسی پر اُسکو وہاں نہ دیکھا تو مجھے غصّہ آیا میں گھر واپس آیا تو وہ باندی آئی اور لگی کہنے میرے آقا خفگی میں جلدی نہ کریں آپ مجھے ایسے لوگوں کے پاس چھوڑ گئے جو اللہ کے ذکر سے غافل تھے مجھے یہ ڈر ہوا کہ ان پر کوئی عذاب نازل نہ ہو وہ زمین میں دھنس نہ جائیں اور میں بھی اُنکے ساتھ عذاب میں دھنس نہ جاؤں۔

فجر اور عصر کے بعد اللہ کا ذکر

(۴۰) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْمَا یَلْذُکُرُ عَنْ رَبِّهٖ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی اُذْکُرُنِیْ

(۴۰) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اللہ جلالہٗ کا پاک ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ تو صبح کی نماز کے بعد اور عصر کی نماز کے بعد تھوڑی دیر مجھے یاد کرلیا کر میں درمیانی حصہ میں تیری

[1] رواہ الطبرانی فی الکبیر عن ابن مسعود رض [2] رواہ ابو نعیم فی الحلیہ عن ابن عمر رض
رواہ سعید بن منصور فی سننہ عن ابان بن عثمان مرسلاً کما فی الجامع الصغیر۔

marfat.com

کے بیان میں پہلے مُفصّل گذر چکا ہے اگر ذکر میں اسکے سوا اور کوئی بھی فضیلت نہ ہوتی تب بھی شرافت اور کرامت کے اعتبار سے یہی ایک فضیلت کافی تھی چہ جائیکہ اس میں اور بھی بہت سی فضیلتیں ہیں (۱۶) دل کو زندہ کرتا ہے: حافظ ابنِ تیمیہؒ کہتے ہیں کہ اللہ کا ذکر دل کیلئے ایسا ہے جیسا مچھلی کیلئے پانی، خود غور کرلو کہ بغیر پانی کے مچھلی کا کیا حال ہوتا ہے (۱۷) دل اور روح کی روزی ہے اگر ان دونوں کو اپنی روزی نہ ملے تو ایسا ہے جیسا بدن کو اس کی روزی (یعنی کھانا) نہ ملے (۱۸) دل کو زنگ سے صاف کرتا ہے جیسا کہ حدیث میں بھی وارد ہوا ہے ہر چیز پر اُسکے مناسب زنگ اور میل کچیل ہوتا ہے دل کا میل اور زنگ خواہشات اور غفلت ہیں یہ اسکے لئے صفائی کا کام دیتا ہے (۱۹) لَغْزِشوں اور خطاؤں کو دور کرتا ہے (۲۰) بندہ کو اللہ جلّ شانُہٗ سے جو وحشت ہوجاتی ہے اُسکو دور کرتا ہے کہ غافل کے دل پر اللہ کی طرف سے ایک وحشت رہتی ہے جو ذکر ہی سے دور ہوتی ہے (۲۱) جو اَذْکَار بندہ کرتا ہے وہ عرش کے چاروں طرف بندہ کا ذِکر کرتے رہتے ہیں جیسا کہ حدیث میں وارد ہے باب نمبر۲ فصل نمبر۲ حدیث نمبر۱۷ (۲۲) جو شخص راحت میں اللہ جلّ شانُہٗ کا ذکر کرتا ہے اللہ جلّ جلالُہٗ مصیبت کے وقت اُسکو یاد کرتا ہے (۲۳) اللہ کے عذاب سے نجات کا ذریعہ ہے (۲۴) سَکِیْنَہ اور رحمت کے اُترنے کا سبب ہے اور فرشتے ذکر کرنے والے کو گھیر لیتے ہیں (سَکِیْنَہ کے معنی باب ہٰذا کی فصل نمبر۲ حدیث نمبر۸ میں گذر چکے ہیں) (۲۵) اسکی برکت سے زبان غیبت، چُغل خوری، جھوٹ، بدگوئی، لغوگوئی سے محفوظ رہتی ہے چنانچہ تجربہ اور مشاہدہ سے ثابت ہے کہ جس شخص کی زبان اللہ کے ذکر کی عادی ہوجاتی ہے وہ ان اشیاء سے عموماً محفوظ رہتا ہے اور جس کی زبان عادی نہیں ہوتی ہر نوع کی لغویات میں مبتلا رہتا ہے (۲۶) ذکر کی مجلسیں فرشتوں کی مجلسیں ہیں اور لغویات اور غفلت کی مجلسیں شیطان کی مجلسیں ہیں اب آدمی کو اختیار ہے جس قسم کی مجلسوں کو چاہے پسند کرلے اور ہر شخص اُسی کو پسند کرتا ہے جس سے مناسبت رکھتا ہے (۲۷) ذکر کی وجہ سے ذکر کرنے والا بھی سَعِید (نیک بخت) ہوتا ہے اور اس کے آس پاس بیٹھنے والا بھی اور غفلت یا لغویات میں مبتلا ہونے والا خود بھی بدبخت ہوتا ہے

صفحہ گذشتہ کا بقیہ:- ہی دل میں یاد کرتا ہے میں بھی اسیطرح پوشیدہ طریقہ پر یاد کرتا ہوں [۱] حافظ ابو العباس تقی الدین احمد تیمیہ الحرانیؒ آپ مشہور و معروف جلیل القدر متبحر عالم جامع معقول و منقول حافظِ حدیث امامِ وقت تھے، وسعتِ معلومات، کثرتِ مُطالعہ اور حافظہ و ذکاوت میں آپ کی نظیر نہ تھی۔ آپ کی رائے بعض چیزوں میں عام علماء سے بہت ہٹی ہوئی ہے جس کی وجہ سے بہت سے علماء کو آپ پر اعتراض بھی ہے۔ آپ ۶۶۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۷۲۸ھ میں وفات پائی۔

marfat.com

ہو اسی طرح اور اعمال جہاد وغیرہ کا حکم ہے (۵۷) یہ نوافل اور دوسری نفل عبادات کے قائم مقام ہے، چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ فقراء نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ یہ مالدار لوگ بڑے بڑے درجے حاصل کرتے ہیں، یہ روزے نمازیں ہمارے شریک ہیں اور اپنے مالوں کی وجہ سے حج عمرہ جہاد میں ہم سے سبقت لیجاتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں ایسی چیز بتاؤں جس سے کوئی شخص تم تک نہ پہونچ سکے مگر وہ شخص جو یہ عمل کرے۔ اسکے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نماز کے بعد سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھنے کو فرمایا (جیسا کہ باب نمبر ۲ فصل نمبر ۲ حدیث نمبر ۷ میں آرہا ہے) کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حج عمرہ جہاد وغیرہ ہر عبادت کا بدل ذکر کو قرار دیا ہے (۵۸) ذکر دوسری عبادات کیلئے بڑا معین و مددگار ہے کہ اسکی کثرت سے ہر عبادت محبوب بنجاتی ہے اور عبادات میں لذت آنے لگتی ہے اور کسی عبادت میں بھی مشقت اور بار نہیں رہتا (۵۹) ذکر کی وجہ سے ہر مشقت آسان بنجاتی ہے اور ہر دشوار چیز سہل ہو جاتی ہے اور ہر قسم کے بوجھ میں خفت ہو جاتی ہے اور ہر مصیبت زائل ہو جاتی ہے (۶۰) ذکر کی وجہ سے دل سے خوف و ہراس دور ہو جاتا ہے ڈر کے مقام پر اطمینان پیدا کرنے اور خوف کے زائل کرنے میں اللہ کے ذکر کو خصوصی دخل ہے اور اسکی یہ خاص تاثیر ہے جتنی بھی ذکر کی کثرت ہوگی اتنا ہی اطمینان نصیب ہوگا اور خوف زائل ہوگا (۶۱) ذکر کی وجہ سے آدمی میں ایک خاص قوت پیدا ہوتی ہے جس کی وجہ سے ایسے کام اُس سے صادر ہونے لگتے ہیں جو دشوار نظر آتے ہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضؓ کو جب انھوں نے چکی کی مشقت اور کاروبار کی دشواری کی وجہ سے ایک خادم طلب کیا تھا تو سوتے وقت سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ۳۳، ۳۳ مرتبہ اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۳۴ مرتبہ پڑھنے کا حکم فرمایا تھا اور یہ ارشاد فرمایا تھا کہ یہ خادم سے بہتر ہے (۶۲) آخرت کیلئے کام کرنیوالے سب دوڑ رہے ہیں اور اس دوڑ میں ذاکرین کی جماعت سب سے آگے ہے۔ عمر مولیٰ عفرۃؓ سے نقل کیا گیا ہے کہ قیامت میں جب لوگوں کو اعمال کا ثواب ملے گا تو بہت سے لوگ اُس وقت حسرت کرینگے کہ ہم نے ذکر کا اہتمام کیوں نہ کیا کہ سب سے زیادہ سہل[1] عمل تھا۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ مُفَرِّدُوْن لوگ آگے بڑھ گئے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ مُفَرِّدُوْن لوگ کون ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ذکر پر مرمٹنے والے کہ ذکر

[1] سہل :- آسان، بے مشقت۔

marfat.com

الثَّابِتُ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ ۚ وَیُضِلُّ اللّٰہُ الظّٰلِمِیْنَ ۙ وَیَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَآءُ ۝

(سورۂ ابراہیم، رکوع ۴)

(یعنی کلمۂ طیبہ) سے دنیا اور آخرت دونوں میں مضبوط رکھتا ہے اور کافروں کو دونوں جہان میں بچلا دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ (اپنی حکمت سے) جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

ف :- حضرت براء رضؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب قبر میں سوال ہوتا ہے تو مسلمان لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی گواہی دیتا ہے آیت شریفہ میں یہی بات ہے یہی مراد ہے۔ حضرت عائشہ رضؓ سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے کہ اس سے مراد قبر کا سوال جواب ہے۔ حضرت ابنِ عباس رضؓ فرماتے ہیں کہ مسلمان جب مرتا[1] ہے تو فرشتے اسوقت حاضر ہوتے ہیں اُسکو سلام کرتے ہیں جنت کی خوشخبری دیتے جب وہ مرجاتا[2] ہے تو فرشتے اسکے ساتھ جاتے ہیں اسکی نمازِ جنازہ میں شریک ہوتے ہیں اور جب وہ دفن ہوجاتا ہے تو اسکو بٹھاتے ہیں اور اس سے سوال جواب ہوتے ہیں جن میں یہ بھی پوچھا جاتا ہے کہ تیری گواہی کیا ہے وہ کہتا ہے اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ یہی مراد ہے آیت شریفہ میں۔ حضرت ابوقتادہ رضؓ فرماتے ہیں کہ دنیا میں پکی بات سے مراد لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے اور آخرت میں قبر کا سوال جواب مراد ہے، حضرت طاؤس رضؒ سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے۔

۵ لَہٗ دَعْوَۃُ الْحَقِّ ؕ وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ لَا یَسْتَجِیْبُوْنَ لَھُمْ بِشَیْءٍ اِلَّا کَبَاسِطِ کَفَّیْہِ اِلَی الْمَآءِ لِیَبْلُغَ فَاہُ وَمَا ھُوَ بِبَالِغِہٖ ؕ وَمَا دُعَآءُ الْکٰفِرِیْنَ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ ۝

(سورۂ رعد، رکوع ۲)

۵ سچا پکارنا اُسی کیلئے خاص ہے اور خدا کے سوا جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ انکی درخواست کو اس سے زیادہ منظور نہیں کرسکتے جتنا پانی اس شخص کی درخواست کو منظور کرتا ہے جو اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف پھیلائے (اور اُس پانی کو اپنی طرف بلائے) تاکہ وہ اُسکے مُنہ تک آجائے اور وہ (پانی اُڑکر) اُسکے مُنہ تک آنے والا کسی طرح بھی نہیں اور کافروں کی درخواست محض[3] بے اثر ہے۔

ف :- حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ دَعْوَۃُ الْحَقِّ سے مراد توحید یعنی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے۔ حضرت ابنِ عباس رضؓ سے بھی یہی منقول ہے کہ دعوۃ الحق سے شہادت

---

[1] یعنی جب روح نکلنے کے قریب ہوتی ہے [2] یعنی جب روح قبض ہوجاتی ہے [3] بالکل بے اثر ہے۔

marfat.com

اللّٰہُ اَکْبَرُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ کہا کر۔

(۱۵) هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ○ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ○ (سورۂ رحمان، رکوع ۳)

(۱۵) بھلا اِحسان کا بدلہ احسان کے سوا اور بھی کچھ ہو سکتا ہے سو اے (جن وانس!) تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ ف :۔ حضرت ابن عباسؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں کہ آیت شریفہ کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص پر میں نے دنیا میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنے کا انعام کیا بھلا آخرت میں جنت کے سوا اور کیا بدلہ ہو سکتا ہے۔ حضرت عکرمہؓ سے بھی یہی منقول ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنے کا بدلہ جنت کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے، حضرت حسنؓ سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے۔

(۱۶) فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَعَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَاَلْزَمَھُمْ کَلِمَۃَ التَّقْوٰی وَکَانُوْٓا اَحَقَّ بِھَا وَاَھْلَھَا (سورۂ فتح، رکوع ۳)

(۱۶) پس اللہ تعالیٰ نے اپنی سکینۃ (سکون تحمل یا خاص رحمت) اپنے رسول پر نازل فرمائی اور مومنین پر اور ان کو تقویٰ کے کلمہ پر (تقویٰ کی بات پر) جمائے رکھا اور وہی اُس تقوے کے کلمہ کے مستحق تھے اور اہل تھے۔ ف :۔ تقویٰ کے کلمہ سے مراد اکثر روایات میں یہی وارد ہوا ہے کہ کلمہ طیبہ ہے۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ و حضرت سلمہؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی نقل کیا ہے کہ اس سے مراد لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے اور حضرت اُبَیّ بن کعبؓ حضرت علیؓ حضرت عمرؓ حضرت ابن عباسؓ حضرت ابن عمرؓ وغیرہ بہت سے صحابہؓ سے یہی نقل کیا گیا ہے۔ عطار خراسانی رح سے پورا کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ نقل کیا گیا ہے، حضرت علی رضؓ سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ بھی نقل کیا گیا ہے۔ ترمذیؒ نے حضرت براءؓ سے نقل کیا ہے کہ اس سے مراد لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے۔

(۱۷) قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی۔ (سورہ اعلیٰ، رکوع ۱)

(۱۷) فلاح کو پہونچ گیا وہ شخص جس نے تزکیہ کر لیا (پاکی حاصل کی) ف :۔ حضرت جابرؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ تَزَکّٰی سے مراد یہ ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی گواہی دے اور بتوں کو خیرباد[1] کہے۔ حضرت عکرمہ رح کہتے ہیں کہ تَزَکّٰی کے یہ معنی ہیں کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھے یہی حضرت ابن عباسؓ سے بھی نقل کیا گیا ہے۔

---

[1] تمام معبودانِ باطل سے رشتہ توڑ دے۔

marfat.com

وَّاحِدٌ فَلَهٗٓ اَسْلِمُوْا (سورۂ حج، رکوع ۵) (۵۱، ۵۲) اُعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ (سورۂ مومن، رکوع ۲) (۵۳) وَمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ[1] (سورۂ مومنون، رکوع ۵) (۵۴) فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (سورۂ مومنون، رکوع ۶) (۵۵) وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ (سورۂ مومنون، رکوع ۶) (۵۶) ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ (پانچ مرتبہ سورۂ نمل رکوع نمبر ۵ میں وارد ہے) (۵۷) وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَهُ الْحَمْدُ (سورۂ قصص، رکوع ۷) (۵۸) مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ (سورۂ قصص، رکوع ۷) (۵۹) وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (سورۂ قصص، رکوع ۱۹) (۶۰) وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ[2] (سورہ عنکبوت، رکوع ۵) (۶۱) لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ (سورۂ فاطر، رکوع ۱) (۶۲) اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ (سورۂ صٰفّٰت، رکوع ۱) (۶۳) اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ (سورۂ صٰفّٰت، رکوع ۲) (۶۴) اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا (سورۂ صٓ، رکوع ۱) (۶۵) وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (سورۂ صٓ، رکوع ۵) (۶۶) هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (سورۂ زمر، رکوع ۱) (۶۷) ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (سورۂ زمر، رکوع ۱) (۶۸) لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ (سورۂ مومن، رکوع ۱) (۶۹) لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ (سورۂ مومن، رکوع ۷) (۷۰) هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ (سورۂ مومن، رکوع ۷) (۷۱) يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (سورۂ حم سجدہ، رکوع ۱) (۷۲) اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ (سورۂ حم سجدہ، رکوع ۲) (۷۳) اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ (سورۂ شوریٰ، رکوع ۲) (۷۴) اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ (سورۂ زخرف، رکوع ۴) (۷۵) رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا (سورۂ دخان، رکوع ۱) (۷۶) لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ (سورۂ دخان، رکوع ۱) (۷۷) اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ (سورۂ احقاف، رکوع ۳) (۷۸) فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (سورۂ محمد، رکوع ۲) (۷۹) وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ (سورۂ ذٰریٰت، رکوع ۳) (۸۰) هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (سورۂ حشر، رکوع ۳) (۸۱) اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (سورۂ ممتحنہ، رکوع ۱) (۸۲) اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (سورۂ تغابن، رکوع ۲) (۸۳) رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (سورۂ مزمل، رکوع ۱) (۸۴) لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ وَلَآ

---

[1] متعدد نسخوں میں اس آیت میں اِلٰہٍ کے بعد غیرہ بھی لکھا ہے، لیکن اس آیت میں غیرہ کا لفظ نہیں ہے چنانچہ قدیم نسخوں میں یہ آیت صرف اِلٰہٍ تک ہے۔

[2] تمام قدیم وجدید نسخوں میں وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَاحِدٌ ہے۔ لیکن جس آیت کا حوالہ دیا گیا ہے اس میں وَاِلٰهُكُمْ کے بعد اِلٰهٌ نہیں ہے۔ اسلئے وہ لفظ حذف کر دیا گیا ہے۔

marfat.com

اس مطلب کے مُوَافِق یہ حدیث ان احادیث کے قریب قریب ہوگی جن میں ارشاد ہے کہ میری شفاعت میری امّت کے کبیرہ گناہ والوں کیلئے ہے کہ وہ اپنے اعمال کی وجہ سے جہنّم میں ڈالے جائیں گے لیکن کلمہ طیبہ کی برکت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت انکو نصیب ہوگی۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ اسکے مِصْدَاق وہ لوگ ہیں جو اخلاص سے اس کلمہ کا وِرد رکھیں اور نیک اعمال ہوں، ان کے سب سے زیادہ سعادت مند ہونے کا مطلب یہ ہے کہ زیادہ نفع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے انکو پہونچے گا کہ ترقی درجات کا سبب بنیگی، علامہ عینی رح نے لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت قیامت کے دن چھ طریقہ سے ہوگی۔ اوّل میدانِ حشر کی قید سے خلاصی کی ہوگی۔ کہ حشر میں ساری مخلوق طرح طرح کے مصائب میں مُبتلا پریشان حال یہ کہتی ہوئی ہوگی کہ ہم کو جہنم ہی میں ڈال دیا ہوتا۔ مگر ان مَصَائِب سے تو خلاصی ہو۔ اسوقت جلیل القدر انبیاء کی خدمت میں یکے بعد دیگرے حاضری ہوگی کہ آپ ہی اللہ کے یہاں سفارش فرمائیں مگر کسی کو جُرأت نہ ہوگی کہ سفارش فرماسکیں بالآخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت فرمائیں گے یہ شفاعت تمام عالَم مخلوق جن وانس مسلم کافر سب کے حق میں ہوگی اور سب اس سے مُنتفع ہوں گے۔ احادیثِ قیامت میں اسکا مفصّل قصہ مذکور ہے۔ دوسری شفاعت بعض کفّار کے حق میں تخفیف عذاب کی ہوگی جیسا ابوطالب کے بارہ میں صحیح حدیث میں وارد ہوا ہے۔ تیسری شفاعت بعض مومنوں کو جہنم سے نکلنے کے بارہ میں ہوگی جو اس میں داخل ہوچکے ہیں۔ چوتھی شفاعت بعض مومن جو اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے جہنم میں داخل ہونے کے مُستحق ہوچکے ہیں۔ ان کی جہنم سے معافی اور جہنم میں نہ داخل ہونے کے بارے میں ہوگی۔ پانچویں شفاعت بعض مومنین کے بغیر حساب کتاب جنت میں داخل ہونے میں ہوگی۔ اور چھٹی شفاعت مومنین کے درجات بلند ہونے میں ہوگی۔

۴ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصًا دَخَلَ الْجَنَّةَ قِيْلَ وَمَا اِخْلَاصُهَا قَالَ اَنْ تَحْجُزَهُ

۴ حضرت زید رض بن ارقم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں جو شخص اخلاص کے ساتھ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہے وہ جنت میں داخل ہوگا کسی نے پوچھا کہ کلمہ کے اخلاص (کی علامت)

لہ یعنی وہ لوگ نیک اعمال کرنے والوں میں سے ہوں لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا جنھوں نے آپ کا بہت زیادہ ساتھ دیا اور ہر قسم کا تعاون کیا۔ لیکن اسلام سے مشرف نہ ہوسکے۔

marfat.com

وفی مجمع الزوائد رواہ احمد واسنادہ جید وفی موضع اٰخر رواہ احمد والطبرانی ورجال احمد ثقات۔

اُسکے دل میں ہوجاتا ہے اگر وہ سچی توبہ کرلیتا ہے تو وہ نشان دھل جاتا ہے ورنہ جمارہتا ہے اور پھر جب وہ دوسرا گناہ کرتا ہے تو دوسرا نشان ہوجاتا ہے۔ اسی طرح آخر دل بالکل کالا ہوجاتا ہے اور زنگ آلود ہوجاتا ہے جس کو حق تعالیٰ شانہٗ نے سورۂ تطفیف میں ارشاد فرمایا ہے کَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ اسکے بعد اسکے دل کی حالت ایسی ہوجاتی ہے کہ حق بات اسمیں اثر اور سرایت ہی نہیں کرتی، ایک حدیث میں آیا ہے کہ چار چیزیں آدمی کے دل کو برباد کردیتی ہیں۔ احمقوں سے مقابلہ، گناہوں کی کثرت، عورتوں کے ساتھ کثرتِ اختلاط، اور مُردہ لوگوں کے پاس کثرت سے بیٹھنا۔ کسی نے پوچھا مُردوں سے کیا مراد ہے؟ فرمایا ہر وہ مالدار جس کے اندر مال نے اکڑ پیدا کردی ہو۔

۸ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْثِرُوْا مِنْ شَهَادَةِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ قَبْلَ اَنْ يُّحَالَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهَا۔ رواہ ابویعلی باسناد جید قوی کذا فی الترغیب و عزاہ فی الجامع الی ابی یعلی وابن عدی فی الکامل ورقم لہ بالضعف وزاد لقنوھا موتاکم وفی مجمع الزوائد رواہ ابویعلی ورجالہ رجال الصحیح غیر ضمام وھو ثقۃ۔

۸ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا اقرار کثرت سے کرتے رہا کرو قبل اسکے کہ ایسا وقت آئے کہ تم اُس کلمہ کو نہ کہہ سکو۔

ف:۔ یعنی موت حائل ہوجائے کہ اسکے بعد کسی عمل کا بھی وقت نہیں رہتا زندگی کا زمانہ بہت ہی تھوڑا سا ہے اور یہ ہی عمل کرنے کا اور تخم بولینے کا وقت ہے اور مرنے کے بعد کا زمانہ بہت ہی وسیع ہے اور وہاں وہی مل سکتا ہے جو یہاں بودیا گیا

۹ عَنْ عُمَرَ رض قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنِّیْ لَاَعْلَمُ كَلِمَةً لَا يَقُوْلُهَا عَبْدٌ حَقًّا مِّنْ قَلْبِهٖ فَيَمُوْتُ عَلٰى ذٰلِكَ اِلَّا حُرِّمَ عَلَى النَّارِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ رواہ الحاکم وقال صحیح علی

۹ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ کوئی بندہ ایسا نہیں ہے کہ دل سے حق سمجھ کر اسکو پڑھے اور اسی حال میں مرجائے مگر وہ جہنم پر حرام ہوجائے وہ کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے۔

لہ یعنی انکی بدعملیوں نے انکے دلوں پر زنگ لگادیا ہے ۱۲ یعنی جو حق سمجھ کر دل سے اس کلمہ کو پڑھ لے گا ضرور جنت میں داخل ہوگا

marfat.com

البیہقی فی الشعب والطبرانی بسند ضعیف عن ابن عمر رض اھ. قلت وقد حکم علیہ المنذری بالنکارۃ مبناہ اَنَّہٗ حَمَلَ اَھْلُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ عَلَی الظَّاھِرِ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ وَمَعْلُوْمٌ اَنَّ بَعْضَ الْمُسْلِمِیْنَ یُعَذَّبُوْنَ فِی الْقَبْرِ وَالْحَشْرِ فَیَکُوْنُ الْحَدِیْثُ مُخَالِفًا لِلْمَعْرُوْفِ فَیَکُوْنُ مُنْکَرًا لٰکِنَّہٗ اِنْ اُرِیْدَ بِہِ الْمَخْصُوْصُ بِھٰذِہِ الصِّفَۃِ فَیَکُوْنُ مُوَافِقًا لِلنُّصُوْصِ الْکَثِیْرَۃِ مِنَ الْقُرْاٰنِ وَالْحَدِیْثِ فَاِنَّ السَّابِقُوْنَ السَّابِقُوْنَ اُولٰٓئِکَ الْمُقَرَّبُوْنَ وَمِنْھُمْ سَابِقٌ بِالْخَیْرَاتِ بِاِذْنِ اللّٰہِ وَیَسْبِقُوْنَ اَلْفًا یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ بِغَیْرِ حِسَابٍ وَغَیْرُ ذٰلِکَ مِنَ الْاٰیَاتِ وَالْاٰیَاتِ فَاِنَّ الْحَدِیْثَ مُوَافِقٌ لَھَا لَا مُخَالِفٌ فَیَکُوْنُ مَعْرُوْفًا لَا مُنْکَرًا وذکر السیوطی فی الجامع الصغیر بروایۃ ابن مردویہ والبیہقی فی البعث عَنْ عُمَرَ بِلَفْظِ سَابِقُنَا سَابِقٌ وَمُقْتَصِدُنَا نَاجٍ وَظَالِمُنَا مَغْفُوْرٌ لَہٗ وَرَقَمَ لَہٗ بِالْحُسْنِ قلت ویؤیدہ حدیث سَبَقَ الْمُفَرِّدُوْنَ الْمُسْتَھْتَرُوْنَ فِیْ ذِکْرِ اللّٰہِ یَضَعُ الذِّکْرُ عَنْھُمْ اَثْقَالَھُمْ فَیَاْتُوْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ خِفَافًا رواہ الترمذی والحاکم عن ابی ھریرۃ والطبرانی عن ابی الدرداء کذا فی الجامع ورقم لہ

کے واسطے اس قسم کے سوال کرائے جاتے تھے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جبرئیلؑ مجھے اپنی اُمّت کا فکر بہت بڑھ رہا ہے کہ قیامت میں اُن کا کیا حال ہوگا۔ حضرت جبرئیل علیہ السّلام نے دریافت کیا کہ کُفار کے بارے میں یا مسلمانوں کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسلمانوں کے بارے میں فکر ہے، حضرت جبرئیلؑ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لیا اور ایک مقبرہ[1] پر تشریف لیگئے جہاں قبیلہ بنو سلمہ کے لوگ دفن تھے حضرت جبرئیلؑ نے ایک قبر پر ایک پَر مارا اور ارشاد فرمایا کہ قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہِ (اللہ کے حکم سے کھڑا ہوجا) اُس قبر سے ایک شخص نہایت حسین خوبصورت چہرہ والا اُٹھا وہ کہہ رہا تھا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ حضرت جبرئیل نے ارشاد فرمایا کہ اپنی جگہ لوٹ جا، وہ چلا گیا۔ پھر دوسری قبر پر دوسرا پَر مارا اور ارشاد فرمایا کہ اللہ کے حکم سے کھڑا ہوجا، اس میں سے ایک شخص نہایت بدصورت کالا مُنہ کَیرِی[2] آنکھوں والا کھڑا ہوا وہ کہہ رہا تھا ہائے افسوس ہائے شرمندگی ہائے مصیبت، پھر حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا اپنی جگہ لوٹ جا، اسکے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ جس حالت پر یہ لوگ مرتے ہیں اسی حالت

[1] یعنی قبرستان میں تشریف لیگئے [2] کیری وہ آنکھیں کہلاتی ہیں جنمیں پُتلی کا کالا حصہ کچھ ہلکا نیلے رنگ کا ہو۔

marfat.com

اُسکے لئے جنّت واجب ہوجاتی ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہؐ اگر کوئی تندرستی ہی میں کہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر تو اور بھی زیادہ جنّت کو واجب کرنیوالا ہے اُسکے بعد یہ قسمیہ مضمون ارشاد فرمایا جو اُوپر ذکر کیا گیا۔

(۱۶) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ جَاءَ النَّخَّامُ ابْنُ زَيْدٍ وَقَرْدُ[1] بْنُ كَعْبٍ وَبَحْرِيُّ بْنُ عَمْرٍو فَقَالُوْا يَا مُحَمَّدُ مَا تَعْلَمُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا غَيْرَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ بِذٰلِكَ بُعِثْتُ وَاِلٰى ذٰلِكَ اَدْعُوْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ قَوْلِهِمْ قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً الاٰية اخرجه ابن اسحاق وابن المنذر وابن ابی حاتم وابو الشیخ کذا فی الدر المنثور

(۱۶) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک مرتبہ تین کافر حاضر ہوئے اور پوچھا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں جانتے (نہیں مانتے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (نہیں کوئی معبود اللہ کے سوا) اسی کلمہ کے ساتھ میں مبعوث ہوا ہوں اور اسی کی طرف لوگوں کو بلاتا ہوں، اسی بارہ میں آیت قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً نازل ہوئی۔ ف :۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسی کلمہ کے ساتھ میں مبعوث ہوا ہوں یعنی نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں اور اسی کلمہ کی طرف لوگوں کو بلاتا ہوں۔ حضورؐ کے ارشاد کا یہ مطلب نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس میں خصوصیت ہے بلکہ سارے ہی نبی اسی کلمہ کے ساتھ نبی بنا کر بھیجے گئے اور سب ہی انبیاء نے اسی کلمہ کی طرف دعوت دی ہے۔ حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے لیکر ختم الانبیاء فخرِ رُسل صلی اللہ علیہ وسلم تک کوئی بھی نبی ایسا نہیں ہے جو اس مبارک کلمہ کی دعوت نہ دیتا ہو، کس قدر با برکت اور مہتم بالشان کلمہ ہے کہ سارے انبیاء اور سارے سچے مذہب اسی پاک کلمہ کی طرف بلانے والے اور اسکے شائع کرنے والے ہیں آخر کوئی تو بات ہے کہ اس سے کوئی بھی سچا مذہب خالی نہیں اسی کلمہ کی تصدیق میں قرآن پاک کی آیت قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً (سورۂ انعام، رکوع ۲) نازل ہوئی جسمیں نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق میں خود حق تعالیٰ شانہٗ کی گواہی کا ذکر ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جب بندہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ اسکی تصدیق فرماتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں میرے بندہ نے سچ کہا ہے میرے سوا کوئی معبود نہیں۔

---

[1] وفی الباب النقول (المحلی علی حاشیۃ تنویر المقیاس ص۱۲۵) قردم بن کعب واللہ اعلم۔

marfat.com

ف :- لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور استغفار سے ہلاک کرنے کا مطلب یہ ہے کہ شیطان کا مُنتہائے مقصد دل پر اپنا زہر چڑھانا ہے جس کا ذکر باب اول فصل دوم کے نمبر ۱۴ پر گذر چکا اور یہ زہر جب ہی چڑھتا ہے جب دِل اللہ کے ذِکر سے خالی ہو ورنہ شیطان کو ذِلّت کے ساتھ دل سے واپس ہونا پڑتا ہے اور اللہ کا ذِکر دلوں کی صفائی کا ذریعہ ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ ہر چیز کیلئے ایک صفائی ہوتی ہے[1] دلوں کی صفائی اللہ کا ذکر ہے۔ اسی طرح اِستغفار کے بارہ میں کثرت سے احادیث میں یہ وارد ہوا ہے کہ وہ دلوں کے مَیل اور زَنگ کو دُور کرنے والا ہے۔ اَبُوعَلِی رَقَّاق رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جب بندہ اخلاص سے لَآ اِلٰہَ کہتا ہے تو ایک دم دِل صاف ہوجاتا ہے (جیسا آئینہ پر بھیگا ہُوا کپڑا پھیرا جاوے) پھر وہ اِلَّا اللّٰہُ کہتا ہے تو صاف دِل پر اُس کا نور ظاہر ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ شیطان کی ساری ہی کوشش بے کار ہوگئی اور ساری محنت رائیگاں گئی۔ ہوائے نفس سے ہلاک کرنے کا مطلب یہ ہے کہ نَاحَق کو حق سمجھنے لگے اور جو دل میں آجائے اسی کو دین اور مذہب بنالے، قرآن شریف میں کئی جگہ اسکی مذمت وارِد ہوئی ہے، ایک جگہ ارشاد ہے :-

اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَ اَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَ قَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ؕ

(سورۂ جاثیہ، رکوع ۲)

کیا آپؐ نے اُس شخص کی حالت بھی دیکھی جس نے اپنا خُدا اپنی خواہشِ نفس کو بنا رکھا ہے اور خدا تعالےٰ نے اُسکو باوجود سمجھ بوجھ کے گمراہ کر دیا ہے اور اُسکے کان اور دل پر مُہر لگادی اور آنکھ پر پردہ ڈال دیا (کہ حق بات کو نہ سنتا ہے نہ دیکھتا ہے نہ دل میں اُترتی ہے) پس اللہ کے (گمراہ کر دینے کے بعد) کون ہدایت کرسکتا ہے پھر بھی تم نہیں سمجھتے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے :-

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ (سورۂ قصص، رکوع ۵)

ایسے شخص سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو اپنی نفسانی خواہش پر چلتا ہو بغیر اسکے کہ کوئی دلیل اللہ کی طرف سے (اُسکے پاس) ہو، اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں کرتا ـــــ اور بھی متعدد جگہ اس قسم کا مضمون وارد ہوا ہے۔ یہ شیطان کا بہت ہی سخت حملہ ہے کہ وہ غیر دین کو دین کے لباس میں سمجھاوے اور آدمی اُس کو دین

[1] یعنی ہر چیز کا میل کچیل صاف کرنے کیلئے کوئی چیز ضرور ہوتی ہے۔

marfat.com

وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنِّيْ لَاَعْلَمُ كَلِمَةً لَا يَقُوْلُهَا عَبْدٌ عِنْدَ مَوْتِهٖ اِلَّا نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَتَهٗ وَاَشْرَقَ لَوْنُهٗ وَرَاٰى مَا يَسُرُّهٗ وَمَا مَنَعَنِيْ اَنْ اَسْاَلَهٗ عَنْهَا اِلَّا الْقُدْرَةُ عَلَيْهِ حَتّٰى مَاتَ فَقَالَ عُمَرُ اِنِّيْ لَاَعْلَمُهَا قَالَ فَمَا هِيَ قَالَ لَا نَعْلَمُ كَلِمَةً هِيَ اَعْظَمُ مِنْ كَلِمَةٍ اَمَرَ بِهَا عَمَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ قَالَ فَهِيَ وَاللّٰهِ هِيَ۔ اخرجہ البیہقی فی الاسماء والصفات کذا فی الدر قلت اخرجہ الحاکم وقال صحیح علیٰ شرط الشیخین واقرہ علیہ الذہبی واخرجہ احمد واخرج ایضاً من مسند عمر رض بمعناہ بزیادۃ فیہما واخرجہ ابن ماجۃ عن یحییٰ بن طلحۃ عن ام۔ وفی شرح الصدور للسیوطی واخرج ابو یعلے والحاکم بسند صحیح عن طلحۃ وعمر قال سمعنا رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم یقول انی اعلم کلمۃ الحدیث۔

یہ سُنا تھا کہ مجھے ایک ایسا کلمہ معلوم ہے کہ جو شخص مرتے وقت اُسکو کہے تو موت کی تکلیف اُس سے ہٹ جائے اور رنگ چمکنے لگے اور خوشی کا منظر دیکھے مگر مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اُس کلمہ کے پوچھنے کی قدرت نہ ہوئی (اس کا رنج ہو رہا ہے) حضرت عمر رض نے فرمایا مجھے معلوم ہے۔ طلحہ رض (خوش ہو کر کہنے لگے) کیا ہے؟ حضرت عمر رض نے فرمایا ہمیں معلوم ہے کہ کوئی کلمہ اُس سے بڑھا ہوا نہیں ہے جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا (ابوطالب) پر پیش کیا تھا اور وہ ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ فرمایا واللہ یہی ہے واللہ یہی ہے۔

ف بہ۔ کلمہ طیبہ کا سراسر نور و سرور ہونا بہت سی روایات سے معلوم اور مفہوم ہوتا ہے۔ حافظ ابن حجر نے منبہات[1] میں حضرت ابوبکر صدیق رض سے نقل کیا ہے کہ اندھیرے پانچ ہیں اور پانچ ہی انکے لئے چراغ ہیں دنیا کی محبت اندھیرا ہے جس کا چراغ تقویٰ ہے۔ اور گناہ اندھیرا ہے جسکا چراغ توبہ ہے اور قبر اندھیرا ہے جس کا چراغ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ہے اور آخرت اندھیرا ہے جس کا چراغ نیک عمل ہے اور پُلصراط اندھیرا ہے جس کا چراغ یقین ہے۔ رابعہ عدویہ مشہور ولیہ ہیں رات بھر نماز میں مشغول رہتیں صبح صادق کے بعد تھوڑی دیر سو رہتیں اور جب صبح کا چاند نا اچھی طرح ہو جاتا تو گھبرا کر اُٹھتیں اور نفس کو ملامت کرتیں کہ کب تک سوتا رہے گا عنقریب قبر کا زمانہ آنے والا ہے جہاں صور پھونکنے تک سونا ہی ہوگا۔ جب انتقال کا وقت قریب ہوا تو ایک خادمہ کو وصیت فرمائی کہ یہ ادنی گدڑی جس کو وہ تہجد کے وقت پہنا کرتی تھیں اسمیں مجھے کفن دے دینا اور

[1] اس کتاب کے متعلق اور اسکے مصنف کے متعلق ایک اہم تنبیہ آپ گذشتہ صفحات میں حاشیہ کے اندر پڑھ چکے ہیں منہ برنگ عفت۔

marfat.com

انہ لیس احد اعظم عندک قدرا عمن جعلت اسمہ مع اسمک فاوحی اللہ الیہ یا آدم انہ اٰخر النبیین من ذریتک ولولاہ ما خلقتک اخرجہ الطبرانی فی الصغیر والحاکم وابو نعیم والبیہقی کلاھما فی الدلائل وابن عساکر فی الدر ونی مجمع الزوائد رواہ الطبرانی فی الاوسط والصغیر ونیہ من لم اعرفھم قلت ویؤید الاخر الحدیث المشہور لولاک لما خلقت الافلاک، قال القاری فی الموضوعات الکبیر موضوع لکن معناہ صحیح وفی التنزیہ معناہ ثابت ویؤید الاول ماورد فی غیر روایۃ من انہ مکتوب علی العرش واوراق الجنۃ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کما بسط طرقا السیوطی فی مناقبہ اللالی فی غیر موضع وبسط لہ شواھد ایضاً فی تفسیرہ فی سورۃ الم نشرح۔

نازل ہوئی کہ محمد کون ہیں (جن کے واسطے سے تم نے اِستغفار کی) عرض کیا کہ جب آپنے مجھے پیدا کیا تھا تو میں نے عرش پر لکھا ہوا دیکھا تھا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ تو میں سمجھ گیا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اُونچی ہستی کوئی نہیں ہے جن کا نام تم نے اپنے نام کے ساتھ رکھا وحی نازل ہوئی کہ وہ خاتم النبیین ہیں تمہاری اولاد میں سے ہیں لیکن وہ نہ ہوتے تو تم بھی پیدا نہ کئے جاتے۔[1]

ف:- حضرت آدم علے نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُسوقت کیا کیا دعائیں کیں اور کس کس طرح سے گڑگڑائے، اس بارے میں بہت سی روایات وارد ہوئی ہیں اور ان میں کوئی تعارض بھی نہیں جس پر مالک کی ناراضگی آقا کی خفگی ہو وہی جانتا ہے، ان بے حقیقت آقاؤں کی ناراضگی کی وجہ سے نوکروں اور خادموں پر کیا کچھ گذر جاتا ہے اور وہاں تو مالک الملک رزاقِ عالم اور مختصر یہ کہ خدا کا عتاب تھا اور گذر کس پر رہی تھی اس شخص پر جس کو فرشتوں سے سجدہ کرایا اپنا مقرب بنایا، جو شخص جتنا مقرب ہوتا ہے اتنا ہی عتاب کا اُس پر اثر ہوتا ہے بشرطیکہ کمینہ نہ ہو اور وہ تو نبی تھے۔ حضرت ابن عباس رضؓ فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام اسقدر روئے ہیں کہ تمام دُنیا کے آدمیوں کا رونا اگر جمع کیا جائے تو اُن کے برابر نہیں ہو سکتا، چالیس برس تک سر اُوپر نہیں اُٹھایا۔ حضرت بریدہ رضؓ خود حضور اقدس ﷺ

---

[1] یہ روایت بہت زیادہ کمزور ہے جیسا کہ خود حضرت شیخ نے عربی کے کلام میں ظاہر کیا ہے لیکن متعدد روایات کے حوالوں کے بعد حضرت شیخ مدظلہ نے اس کے مفہوم کو ثابت قرار دیا ہے۔ جیسا کہ آگے لکھتے ہیں: "ان سب کے مجموعے میں کوئی اشکال نہیں"

marfat.com

کسی نہ کسی وقت اس کلمہ کی برکت سے نجات پائے گا، یہی مطلب ہے حدیث بالا کہ اگر ایمان کا ذرا سا حصہ بھی ہے تب بھی جہنم سے کسی نہ کسی وقت نکالا جائے گا، ایک حدیث میں ہے جو شخص لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھے وہ اُس کو کسی نہ کسی دِن ضرور کام دے گا۔ گو اُس کو کچھ نہ کچھ سزا بھگتنا پڑے۔

(۴۱) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْرَابِيٌّ عَلَيْهِ جُبَّةٌ مِّنْ طَيَالِسَةٍ مَكْفُوْفَةٌ بِالدِّيْبَاجِ فَقَالَ اِنَّ صَاحِبَكُمْ هٰذَا يُرِيْدُ يَرْفَعُ كُلَّ رَاعٍ وَابْنَ رَاعٍ وَيَضَعُ كُلَّ فَارِسٍ وَابْنَ فَارِسٍ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُغْضَبًا فَاَخَذَ بِمَجَامِعِ ثَوْبِهٖ فَاجْتَذَبَهٗ وَقَالَ اَلَا اَرٰى عَلَيْكَ ثِيَابَ مَنْ لَّا يَعْقِلُ ثُمَّ رَجَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَلَسَ فَقَالَ اِنَّ نُوْحًا لَمَّا حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ دَعَا ابْنَيْهِ فَقَالَ اِنِّيْ قَاصٌّ عَلَيْكُمَا الْوَصِيَّةَ اٰمُرُكُمَا بِاثْنَتَيْنِ وَاَنْهَاكُمَا عَنْ اِثْنَتَيْنِ اَنْهَاكُمَا عَنِ الشِّرْكِ وَالْكِبْرِ وَاٰمُرُكُمَا بِلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَاِنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِيْنَ وَمَا فِيْهِمَا لَوْ وُضِعَتْ فِيْ كِفَّةِ الْمِيْزَانِ وَوُضِعَتْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فِي الْكِفَّةِ الْاُخْرٰى كَانَتْ اَرْجَحَ مِنْهُمَا وَلَوْ اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِيْنَ وَمَا فِيْهِمَا كُنَّ حَلْقَةً فَوُضِعَتْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ عَلَيْهَا

(۴۱) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص گاؤں کا رہنے والا آیا جو ریشمی جُبہ پہن رہا تھا اور اسکے کناروں پر دِیبا[1] کی گوٹ تھی (صحابہؓ سے مخاطب کرکے) کہنے لگا کہ تمہارے ساتھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ چاہتے ہیں کہ ہر چرواہے (بکری چرانے والے) اور چرواہے زادے کو بڑھا دیں[2]۔ اور شہسوار اور شہسواروں کی اولاد کو گرا دیں، حضورؐ ناراضگی سے اُٹھے اور اُسکے کپڑوں کو گریبان سے پکڑ کر ذرا کھینچا اور ارشاد فرمایا کہ (تو ہی بتا) تو بے وقوفوں کے سے کپڑے نہیں پہن رہا ہے۔ پھر اپنی جگہ واپس آکر تشریف فرما ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ حضرت نوح علیٰ نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا جب انتقال ہونے لگا تو اپنے دونوں صاحبزادوں کو بُلایا اور ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں (آخری) وصیت کرتا ہوں جس میں دو چیزوں سے روکتا ہوں اور دو چیزوں کا حکم کرتا ہوں۔ جن سے روکتا ہوں ایک شرک ہے دوسرا تکبّر، اور جن چیزوں

[1] ایک قدیم ریشمین کپڑے کا نام ہے [2] اس شخص کو یہ شبہ اسلئے ہوا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نظامِ زندگی پیش کیا تھا اسمیں انسانوں کے طبقاتی بُعد کو دُور کیا جارہا تھا، لیکن طریقہ بالکل فطری تھا، نہ تو سرمایہ داری کو بڑھاوا دیکر غریبوں کو پیسا گیا تھا اور نہ غریبوں اور سرمایہ داروں کو آپس میں ٹکرا کر انسانوں کا خون خرابہ کیا گیا تھا۔

marfat.com

بھی ہوتی ہے جن میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسا کہ گناہ کیا ہی نہیں، یہ مضمون کئی حدیثوں میں[1] وارِد ہوا ہے۔ توبہ اُس[2] کو کہتے ہیں کہ جو گناہ ہو چکا اُس پر انتہائی ندامت اور شرم ہو اور آئندہ کیلئے پکّا ارادہ ہو کہ پھر کبھی اُس گناہ کو نہیں کروں گا، ایک دوسری حدیث میں حضورؐ کا ارشاد وارِد ہوا ہے کہ "اللہ کی عبادت کر اور کسی کو اُس کا شریک نہ بنا اور ایسے اخلاص سے عمل کیا کر جیسا کہ وہ پاک ذات تیرے سامنے ہو اور اپنے آپ کو مُردوں میں شمار کر اور اللہ کی یاد ہر پتھر اور ہر درخت کے قریب کر (تاکہ بہت سے گواہ قیامت کے دن ملیں) اور جب کوئی بُرائی ہو جائے تو اسکے کفارہ میں کوئی نیکی کیا کر، اگر بُرائی مخفی کی ہے تو نیکی بھی مخفی[3] ہو اور بُرائی کو عَلَی الاِعْلَان کیا ہے تو اُسکے کفارہ میں نیکی بھی عَلَی الاِعْلَان ہو[4]"

(۲۴) عَنْ تَمِیْمِ الدَّارِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاحِدًا اَحَدًا صَمَدًا لَمْ یَتَّخِذْ صَاحِبَۃً وَّلَا وَلَدًا وَّلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ۔ عَشْرَ مَرَّاتٍ کُتِبَتْ لَہٗ اَرْبَعُوْنَ اَلْفَ حَسَنَۃٍ۔ اخرجہ احمد قلت اخرج الحاکم شواھدہ بالفاظ مختلفۃ۔

(۲۴) حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاحِدًا اَحَدًا صَمَدًا لَمْ یَتَّخِذْ صَاحِبَۃً وَّلَا وَلَدًا وَّلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ کو دس مرتبہ پڑھے گا چالیس ہزار نیکیاں اسکے لئے لکھی جائیں گی۔

ف:- کلمہ طیبہ کی خاص خاص مقدار پر بھی حدیث کی کتابوں میں بڑی فضیلتیں ذکر فرمائی گئی ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے جب تم فرض نماز پڑھا کرو تو ہر فرض کے بعد دس مرتبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ پڑھا کرو اس کا ثواب ایسا ہے جیسے ایک غلام آزاد کیا۔

(۲۵) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ اَحَدًا صَمَدًا لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ

(۲۵) دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ

---

[1] جامع صغیر میں ابن ماجہ، حکیم ترمذی، بیہقی، ابن عساکر اور دیلمی وغیرہم کے حوالوں سے یہ روایات موجود ہیں۔
[2] توبہ کے تین رکن ہیں جنکے بغیر توبہ توبہ نہیں بنتی (۱) ابتک کئے ہوئے پر ندامت و شرمندگی (۲) آئندہ کبھی نہ کرنے کا پکّا عہد (۳) اور اسوقت بُرے کاموں سے بالکل علیحدگی [3] مخفی:- پوشیدہ، چھپکر [4] رواہ الطبرانی فی الکبیر والبیہقی فی شعب الایمان عن معاذ بن جبل رض کمافی الجامع الصغیر۔

marfat.com

احمد ومسلم والاربعة عن ابی سعید ومسلم وابن ماجة عن ابی هریرة والنسائی عن عائشة ورقم له بالصحة وفی الحصن اِذَا نَضَحَ الْوَلَدُ فَلَقِّنُوْهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وفی الحرز رواه ابن السنی عن عمرو بن العاص اھ قلت ولفظه فی عمل الیوم واللیلة عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ وَجَدْتُّ فِیْ کِتَابِ جَدِّیْ الَّذِیْ حَدَّثَهٗ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا نَضَحَ اَوْلَادُکُمْ فَعَلِّمُوْهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ثُمَّ لَا تُبَالُوْا مَتٰی مَاتُوْا وَاِذَا اتْغَرُّوْا فَمُرُوْهُمْ بِالصَّلٰوةِ وفی الجامع الصغیر برواية احمد وابی داود والحاکم عَنْ مُعَاذٍ رض مَنْ کَانَ اٰخِرُ کَلَامِهٖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ ورقم له بالصحة وفی مجمع الزوائد عَنْ عَلِیٍّ رَفَعَهٗ مَنْ کَانَ اٰخِرُ کَلَامِهٖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَمْ یَدْخُلِ النَّارَ وفی غیر روایة مرفوعة مَنْ لُقِّنَ عِنْدَ الْمَوْتِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ۔

کہنے لگے اُس سے حساب معاف ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص نماز کی پابندی کرتا ہے مرنے کے وقت ایک فرشتہ اُسکے پاس آتا ہے جو شیطان کو دُور کر دیتا ہے اور مرنے والے کو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ تلقین کرتا ہے، ایک بات کثرت سے تجربہ میں آئی ہے کہ اکثر و بیشتر تلقین کا فائدہ جب ہی ہوتا ہے کہ زندگی میں بھی اس پاک کلمہ کی کثرت رکھتا ہو۔ ایک شخص کا قصہ لکھا ہے کہ وہ بھُس[1] فروخت کیا کرتا تھا جب اُسکے مرنے کا وقت آیا تو لوگ اُسکو کلمہ کی تلقین کرتے تھے اور وہ کہتا تھا کہ یہ گٹھا[2] اتنے کا ہے اور یہ اتنے کا ہے۔ اسی طرح اور بھی متعدد واقعات نُزہَتُہ البَسَاطِین میں بھی لکھے ہیں اور مشاہدہ میں بھی آتے ہیں۔ بَسا اوقات کسی گناہ کا کرنا بھی اس کا سبب بن جاتا ہے کہ مرتے وقت کلمہ طیبہ نصیب نہیں ہوتا۔

---

[1] سابقہ نسخوں میں یہ لفظ اثفرو (ث ف) اور کسی میں اتفرو (ت ف) چھپا ہے۔ جو بظاہر کتابت کی غلطی نظر آتی ہے۔ صحیح لفظ اثغرو یعنی (ث غ) ہونا چاہیئے۔

حافظ ابن السنی کی کتاب "عمل الیوم واللیلة" جہاں سے یہ روایت لی گئی ہے اس میں دیکھنے کے بعد تصحیح کر دی گئی ہے۔ "اثغر الصبی" کے معنی ہیں بچہ کا اس عمر کو پہنچ جانا جب اسکے دودھ کے دانت ٹوٹنے لگتے ہیں اور دوسرے نئے دانت نکلتے ہیں اسوقت بچوں کو نماز کی تاکید کرنی چاہیئے۔ یہ عمر تقریباً وہی ہے جو دوسری حدیث میں آئی ہے کہ جب بچہ سات سال کا ہو جائے تو اُسے نماز کا حکم کرو۔

[2] بھوسہ جو چوپایوں کے چارے میں کام آتا ہے گٹھا گٹھر، بڑی گٹھری۔

marfat.com

کے بعد دوبارہ زندہ ہونا حساب ہونا اعمال کا تُلنا اور پُلصراط پر گذرنا سب ہی داخل ہے۔ (۸) جنّت کا یقین ہونا اور یہ کہ مومن انشاء اللہ ہمیشہ اُس میں رہیں گے (۹) جہنّم کا یقین ہونا اور یہ کہ اسمیں سخت سے سخت عذاب ہیں اور وہ بھی ہمیشہ ہمیشہ رہے گی (۱۰) اللہ تعالیٰ شانہٗ سے محبّت رکھنا (۱۱) اللہ کے واسطے دوسروں سے محبّت رکھنا اور اللہ ہی کے واسطے بُغض رکھنا (یعنی اللہ والوں سے محبّت رکھنا اور اسکی نافرمانی کرنے والوں سے بُغض رکھنا اور اسی میں داخل ہے صحابۂ کرامؓ بالخصوص مہاجرین اور انصار کی محبّت اور آلِ رسولؐ کی محبّت (۱۲) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے محبّت رکھنا جس میں آپؐ کی تعظیم بھی آگئی اور حضورؐ پر درود شریف پڑھنا بھی اور آپؐ کی سنتوں کا اِتباع کرنا بھی داخل ہے۔ (۱۳) اِخلاص جس میں ریا نہ کرنا اور نِفاق سے بچنا بھی داخل ہے (۱۴) توبہ یعنی دل سے گناہوں پر ندامت اور آئندہ نہ کرنے کا عہد (۱۵) اللہ کا خوف (۱۶) اللہ کی رحمت کا امیدوار ہونا (۱۷) اللہ کی رحمت سے مایُوس نہ ہونا (۱۸) شکر گذاری (۱۹) وفا (۲۰) صبر (۲۱) تواضع جس میں بڑوں کی تعظیم بھی داخل ہے (۲۲) شفقت و رحمت جس میں بچّوں پر شفقت کرنا بھی داخل ہے (۲۳) مقدّر پر راضی رہنا (۲۴) توکل (۲۵) خود بینی اور خود ستائی کا چھوڑنا جس میں اصلاحِ نفس بھی داخل ہے (۲۶) کینہ اور خَلِش نہ رکھنا جس میں حسد بھی داخل ہے (۲۷) عینی[1] میں یہ نمبر رہ گیا ہے میرے خیال میں اس جگہ حیا کرنا ہے جو کاتب کی غلطی سے رہ گیا ہے (۲۸) غصّہ نہ کرنا (۲۹) فریب نہ دینا جس میں بدگمانی نہ کرنا اور کسی کے ساتھ مکر نہ کرنا بھی داخل ہے (۳۰) دُنیا کی محبت دل سے نکال دینا جس میں مال کی اور جاہ کی محبّت بھی داخل ہے۔ علامہؒ عینی میں فرماتے ہیں کہ امور بالا میں دل کے تمام اعمال داخل ہیں، اگر کوئی چیز بظاہر خارج معلوم ہو تو وہ غور سے ان نمبروں میں سے کسی نہ کسی نمبر میں داخل ہوگی۔

دوسری قسم:- زبان کا عمل تھا اسکے سات شعبے ہیں:- (۱) کلمہ طیّبہ کا پڑھنا قرآن پاک کی تلاوت کرنا (۳) علم سیکھنا (۴) علم دوسروں کو سکھانا (۵) دعا کرنا (۶) اللہ کا ذکر جس میں استغفار بھی داخل ہے (۷) لغو باتوں سے بچنا۔

تیسری قسم:- باقی بدن کے اعمال ہیں۔ یہ کل چالیس ہیں جو تین حصّوں پر منقسم ہیں۔ **پہلا حصّہ:**- اپنی ذاتوں سے تعلق رکھتا ہے یہ سولہ شاخیں ہیں:- (۱) پاکی

[1] عینی شرح بخاری۔

marfat.com

وَتَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلٰمٌ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ (سورۂ یونس رکوع)

نکلے گی سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ اور آپس کا اُن کا سلام ہوگا اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اور جب دُنیا کی دِقّتوں کو یاد کریں گے اور خیال کریں گے کہ اب ہمیشہ کیلئے اُن سے خلاصی ہوگئی تو، آخر میں کہیں گے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

(۱۱) سُبْحَانَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ۔ (سورۂ یونس، رکوع ۲)

(۱۱) وہ ذات پاک اور برتر ہے ان چیزوں سے جن کو وہ کافر شریک بناتے ہیں۔

(۱۲) قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحَانَهٗ هُوَ الْغَنِيُّ۔ (سورۂ یونس، رکوع ۷)

(۱۲) وہ لوگ کہتے ہیں کہ اللہ جَلَّ شَانُہٗ کے اولاد ہے اللہ اس سے پاک ہے وہ کسی کا محتاج نہیں۔

(۱۳) وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔ (سورۂ یوسف، رکوع ۱۲)

(۱۳) اور اللہ جَلَّ شَانُہٗ (ہر عیب سے) پاک ہے اور میں مُشرکین میں سے نہیں ہوں۔

(۱۵) وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ۔ (سورۂ رعد، رکوع ۲)

(۱۵) اور رعد (فرشتہ) اُسکی حمد کے ساتھ تسبیح کرتا ہے اور دوسرے فرشتے بھی اُسکے ڈر سے (تسبیح، تحمید کرتے ہیں) ف:۔ علما نے لکھا ہے کہ جو شخص بجلی کے کڑکنے کے وقت سُبْحَانَ الَّذِیْ یُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ پڑھے گا اسکو بجلی کے نقصان سے حفاظت حاصل ہوگی۔ ایک حدیث میں بھی آیا ہے کہ جب بجلی کی کڑک سُنا کرو تو اللہ کا ذکر کیا کرو۔ بجلی ذکر کرنے والے تک نہیں جا سکتی۔ دوسری حدیث میں وارد ہے کہ بجلی کی کڑک کے وقت تسبیح کیا کرو تکبیر[1] نہ کہا کرو۔

(۱۶) وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ۔ (سورۂ حجر، رکوع ۶)

(۱۶) اور ہم کو معلوم ہے کہ یہ لوگ (جو نامناسب کلمات آپ کی شان میں) کہتے ہیں۔ ان سے آپ کو دل تنگی ہوتی ہے پس (اسکی پرواہ نہ کیجئے) آپ اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرتے رہیں اور سجدہ کرنے والوں (یعنی نمازیوں) میں شامل رہیں اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہیں، یہاں تک کہ آپکی وفات کا وقت آوے۔

(۱۷) سُبْحَانَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ۔ (سورۂ نحل، رکوع ۱)

(۱۷) وہ ذات لوگوں کے شرک سے پاک اور بالا تر ہے۔

[1] یعنی اللہ اکبر نہ کہا کرو۔

marfat.com

ذِكْرًا كَثِيْرًا وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا۔
(سورۂ احزاب، رکوع ۶)

کثرت سے کرو اور صبح و شام اس کی تسبیح کرتے رہو۔

(۴۵) قَالُوْا سُبْحَانَكَ اَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ۔ (سورۂ سبا، رکوع ۵)

(جب قیامت میں ساری مخلوق کو جمع کر کے حق تعالیٰ شانہٗ فرشتوں سے پوچھیں گے کیا یہ لوگ تمہاری پرستش کرتے تھے تو) وہ کہیں گے آپ (شرک وغیرہ عیوب سے) پاک ہیں۔ ہمارا تو محض آپ سے تعلق ہے نہ کہ اُن سے۔

(۴۶) سُبْحَانَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا۔ (سورہ یٰس، رکوع ۳)

وہ ذات پاک ہے جس نے تمام جوڑ[1] کی (یعنی ایک دوسرے کے مقابل) چیزیں پیدا کیں۔

(۴۷) فَسُبْحَانَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ۔
(سورۂ یٰس، رکوع ۵)

پس پاک ہے وہ ذات جس کے قبضہ میں ہر چیز کا پورا پورا اختیار ہے اور اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

(۴۸) فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ۔
(سورۂ صافات، رکوع ۵)

پس اگر (یونس علیہ السلام) تسبیح کرنے والوں میں نہ ہوتے تو قیامت تک اسی (مچھلی) کے پیٹ میں رہتے۔

(۴۹) سُبْحَانَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ۔
(سورۂ صافات، رکوع ۵)

اللہ کی ذات پاک ہے ان چیزوں سے جن کو یہ لوگ بیان کرتے ہیں۔

(۵۰) وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ۔ (سورۂ صافات، ع ۵)

(فرشتے کہتے ہیں کہ ہم سب ادب سے صف بستہ کھڑے رہتے ہیں) اور سب اُسکی تسبیح کرتے رہتے ہیں۔

(۵۱) سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔
(سورۂ صافات، رکوع ۵)

آپ کا رب جو عزت (وعظمت) والا ہے پاک ہے ان چیزوں سے جن کو یہ بیان کرتے ہیں اور سلام ہو پیغمبروں پر اور تمام تعریف اللہ ہی کے واسطے ثابت ہے جو تمام عالم کا پروردگار ہے۔

(۵۲) اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ وَالطَّيْرَ

ہم نے پہاڑوں کو حکم کر رکھا تھا کہ ان کی (حضرت داؤد علیہ السلام کی) ساتھ شریک

[1] یعنی کائنات کی تمام جاندار اور بے جان چیزیں خواہ وہ نباتات ہوں یا جمادات یا حیوانات سب کو جوڑا جوڑا پیدا کیا ہے اور جوڑے ہی کی ایک قسم اضداد ہے جیسے اندھیرا اجالا، ٹھنڈا گرم، سخت و نرم، بزم و رزم وغیرہ۔

marfat.com

التَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ۔

(سورۃ انعام، رکوع ۱)

آسمانوں کو اور زمین کو پیدا فرمایا اور اندھیروں کو اور نور کو بنایا۔ پھر بھی کافر لوگ (دوسروں کو اپنے رب کی برابر کرتے ہیں۔

۳ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

(سورۃ انعام، رکوع ۵)

۳ پھر (ہماری گرفت سے) ظالم لوگوں کی جڑ کٹ گئی اور تمام تعریف اللہ ہی کیلئے ہے (اسکا شکر ہے) جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

۴ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ۔ (سورۃ اعراف، رکوع ۵)

۴ اور (جنت میں پہونچنے کے بعد) وہ کہنے لگے تمام تعریف اللہ ہی کیلئے ہے جس نے ہم کو اس مقام تک پہونچا دیا اور ہم کبھی بھی یہاں تک نہ پہونچتے (اگر اللہ جلّ شانہٗ ہم کو نہ پہونچاتے۔

۵ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ۔ (سورہ اعراف، رکوع ۱۹)

۵ جو لوگ ایسے رسول نبیٔ امّی کا اِتباع کرتے ہیں جن کو وہ لوگ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔

ف:۔ توریت میں جو صفات حضورؐ کی نقل کی گئی ہیں اُن میں یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ اُن کی اُمّت بہت کثرت سے اللہ کی حمد کرنے والی ہے۔ چنانچہ دُرِّ منثور میں کئی روایات سے یہ مضمون نقل کیا گیا ہے۔

۶ اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحَامِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحَافِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ (سورۃ توبہ، رکوع ۱۴)

۶ (ان مجاہدین کے اوصاف جن کے نفوس کو اللہ جلّ شانہٗ نے جنت کے بدلہ میں خرید لیا ہے یہ ہیں کہ) وہ گناہوں سے توبہ کرنے والے ہیں اللہ کی عبادت کرنیوالے ہیں اللہ کی حمد کرنیوالے ہیں روزہ رکھنے والے ہیں یا اللہ کی رضا کیلئے سفر کرنیوالے ہیں) رکوع اور سجدہ کرنیوالے ہیں (یعنی نمازی ہیں) نیک باتوں کا حکم کرنیوالے ہیں اور بُری باتوں سے روکنے والے ہیں (تبلیغ کرنیوالے ہیں) اور اللہ کی حدود کی (یعنی احکام کی) حفاظت کرنیوالے ہیں (ایسے) مومنوں کو آپ خوشخبری سُنا دیجئے

۷ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ (سورۃ یونس، رکوع ۱)

۷ اور آخری پکار اُن کی یہی ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ (تمام تعریف اللہ ہی

marfat.com

سے فرماتے ہیں کہ میرے بندے کے بچہ کی روح نکال لی، وہ عرض کرتے ہیں کہ نکال لی۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اُسکے دل کے ٹکڑے کو لے لیا۔ وہ عرض کرتے ہیں بے شک لے لیا، ارشاد ہوتا ہے کہ پھر میرے بندے نے اس پر کیا کہا۔ عرض کرتے ہیں تیری حمد کی اور اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا۔ ارشاد ہوتا ہے کہ اچھا اسکے بدلے میں جنت میں ایک گھر اسکے لئے بنادو اور اس کا نام بیت الحمد (تعریف کا گھر) رکھو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اس سے بیحد راضی ہوتے ہیں۔ کہ بندہ کوئی لقمہ کھائے یا پانی کا گھونٹ پیئے اور اس پر الحمدُ للہ کہے۔

تیسرا کلمہ تہلیل تھا یعنی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنا جس کا مفصل بیان اس سے پہلے باب میں گذر چکا ہے چوتھا کلمہ تکبیر کہلاتا ہے۔ یعنی اللہ کی بڑائی بیان کرنا اسکی بلندی اور عظمت کا اقرار کرنا جس کا مصداق اللہ اکبر کہنا بھی ہے وہ ان آیات میں بھی گذر چکا ہے۔ ان کے علاوہ صرف تکبیر کا یعنی اللہ کی عظمت اور بڑائی کا بیان بھی بہت سی آیات میں وارد ہوا ہے جن میں سے چند آیات ذکر کی جاتی ہیں۔

❶ وَلِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَا ھَدٰکُمْ وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ۔ (سورۂ بقرہ، رکوع ۲۳)

❶ اور تاکہ تم اللہ کی بڑائی بیان کرو اس بات پر کہ تم کو ہدایت فرمائی اور تاکہ تم شکر کرو اللہ تعالیٰ کا

❷ عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ الْکَبِیْرُ الْمُتَعَالُ۔ (سورۂ رعد، رکوع ۲)

❷ وہ تمام پوشیدہ اور ظاہر چیزوں کا جاننے والا ہے (سب سے) بڑا ہے اور عالیشان رتبہ والا ہے

❸ کَذٰلِکَ سَخَّرَھَا لَکُمْ لِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَا ھَدٰکُمْ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِیْنَ۔ (سورۂ حج، رکوع ۵)

❸ اسی طرح اللہ جل شانہٗ نے (قربانی کے جانوروں کو) تمہارے لئے مسخر کر دیا تاکہ تم اللہ کی بڑائی بیان کرو۔ اس بات پر کہ اُس نے تم کو ہدایت کی (اور قربانی کرنے کی توفیق دی) اور (اے محمدؐ) اخلاص والوں کو (اللہ کی رضا کی) خوشخبری سنا دیجئے۔

❹ و ❺ وَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْعَلِیُّ الْکَبِیْرُ۔ (سورۂ حج، رکوع ۸) (سورہ لقمٰن، رکوع ۳)

❹ و ❺ اور بے شک اللہ جل شانہٗ ہی عالیشان اور بڑائی والا ہے۔

❻ حَتّٰٓی اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِھِمْ قَالُوْا مَاذَا قَالَ رَبُّکُمْ قَالُوا الْحَقَّ وَھُوَ الْعَلِیُّ

❻ (جب فرشتوں کو اللہ کی طرف سے کوئی حکم ہوتا ہے تو وہ خوف کے مارے گھبرا

لہ یہ روایت ترمذی نے حضرت ابو موسیٰ سے روایت کی ہے۔

marfat.com

کرتے رہتے ہیں۔ بعض روایات میں حضرت کعبؓ نے حضورؐ سے یہ مضمون نقل کیا ہے اور ایک دوسرے صحابی رضؓ حضرت نعمانؓ نے بھی اس قسم کا مضمون خود حضور اقدس ؐ ہی سے نقل کیا ہے۔

فصل دوم

اُن احادیث کے بیان میں جن میں ان کلمات کی فضیلت اور ترغیب ذکر فرمائی گئی ہے،

❶ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَلِمَتَانِ خَفِیْفَتَانِ عَلَی اللِّسَانِ ثَقِیْلَتَانِ فِی الْمِیْزَانِ حَبِیْبَتَانِ اِلَی الرَّحْمٰنِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ رواه البخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجة كذا فی الترغیب۔

❶ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دو کلمے ایسے ہیں کہ زبان پر بہت ہلکے اور ترازو میں بہت وزنی اور اللہ کے نزدیک بہت محبوب ہیں۔ وہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ اور سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ ہیں۔

ف :- زبان پر ہلکے کا مطلب یہ ہے کہ پڑھنے میں نہ وقت خرچ ہو کہ بہت مختصر ہیں نہ یاد کرنے میں کوئی دقت یا دیر لگے اور اسکے باوجود جب اعمال کے تولنے کا وقت آئے گا تو ترازو میں ان کلموں کی کثرت کی وجہ سے بہت زیادہ وزن ہو جائے گا۔ اور اگر کوئی بھی فائدہ نہ ہوتا تو بھی اس سے بڑھ کر کیا چیز تھی کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ دو کلمے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ امام بخاری رضؒ نے اپنی کتاب صحیح بخاری کو ان ہی دو کلموں پر ختم فرمایا اور یہی حدیث کتاب کے ختم پر ذکر فرمائی ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد نبوی ہے کہ کوئی شخص تم میں سے اس بات کو نہ چھوڑے کہ ہزار نیکیاں روزانہ کر لیا کرے۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سو مرتبہ پڑھ لیا کرے ہزار نیکیاں ہو جائیں گی۔ اتنے گناہ تو انشاء اللہ روزانہ کے ہوں گے بھی نہیں۔ اور اس تسبیح کے علاوہ

(صفحہ گذشتہ کا بقیہ) چکر لگاتی رہتی ہے۔ کیا بعید ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اور اہلِ سائنس کی یہ تحقیق ایک ہی حقیقت کی دو تعبیریں ہوں۔ شریعت کی ہزاروں حقیقتیں ہیں جو آج سائنسی دور میں مادی طریقے پر بھی ثابت ہو چکی ہیں۔

لہ رواہ ابن ماجة وابن ابی الدنیا والحاکم عن النعمان بن بشیر قال الحاکم صحیح علی شرط مسلم۔

marfat.com

کہاں۔ فرمایا کہ بھوک کی بیتابی نے پریشان کیا۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا واللہ اسی چیز نے مجھے بھی مجبور کیا کہ کہیں جاؤں، یہ دونوں حضرات یہ گفتگو کر ہی رہے تھے کہ سردارِ دوعالم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے، ان کو دیکھ کر دریافت فرمایا کہ تم اس وقت کہاں؟ عرض کیا یارسول اللہ بھوک نے پریشان کیا جس سے مُضطرب[1] ہوکر نکل پڑے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا اسی مجبوری سے میں بھی آیا ہوں۔ تینوں حضرات اکٹھے ہوکر حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے مکان پر پہونچے وہ تشریف نہیں رکھتے تھے بیوی نے بڑی مسرّت و افتخار سے ان حضرات کو بٹھایا۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا ابو ایوبؓ کہاں گئے ہیں۔ عرض کیا ابھی حاضر ہوتے ہیں۔ کسی ضرورت سے گئے ہوئے ہیں۔ اتنے میں ابو ایوبؓ بھی حاضرِ خدمت ہوگئے اور فرطِ خوشی میں کھجور کا ایک بڑا سا خوشہ توڑ کر لائے، حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ سارا خوشہ کیوں توڑا۔ اس میں کچّی اور اَدھ کچری بھی ٹوٹ گئیں، چھانٹ کر پکّی ہوئی توڑ لیتے۔ انھوں نے عرض کیا اس خیال سے توڑا کہ ہر قسم کی سامنے ہوں جو پسند ہو وہ نوش فرمادیں (کہ بعض مرتبہ پکّی ہوئی سے ادھ کچری[2] زیادہ پسند ہوتی ہے) خوشہ سامنے رکھ کر جلدی سے گئے اور ایک بکری کا بچہ ذبح کیا اور جلدی جلدی کچھ تو ویسے ہی بھون لیا کچھ سالن تیار کرلیا۔ حضورؐ نے ایک روٹی میں تھوڑا سا گوشت رکھ کر ابو ایوبؓ کو دیا کہ یہ فاطمہؓ کو پہونچادو اسکو بھی کئی دِن سے کچھ نہیں مل سکا وہ فوراً پہونچا کر آئے ان حضرات نے بھی سیر ہوکر نوش فرمایا۔ اسکے بعد حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ دیکھو یہ اللہ کی نعمتیں ہیں۔ روٹی ہے گوشت ہے۔ ہر قسم کی کچّی اور پکی کھجوریں ہیں۔ یہ فرماکر نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور ارشاد فرمایا اُس پاک ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے یہی وہ نعمتیں ہیں جن سے قیامت میں سوال ہوگا، (جن حالات کے تحت میں اسوقت یہ چیزیں میسّر ہوئی تھیں ان کے لحاظ سے) صحابہؓ کو بڑی گرانی اور فکر پیدا ہوگیا (کہ ایسی مجبوری اور اضطرار کی حالت میں یہ چیزیں میسّر آئیں اور اور ان پر بھی سوال و حساب ہو) حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کا شکر ادا کرنا تو ضروری ہے ہی۔ جب اس قسم کی چیزوں پر ہاتھ ڈالو تو اوّل بِسْمِ اللّٰہِ پڑھو اور جب کھاچکو تو کہو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ هُوَ اَشْبَعَنَا وَاَنْعَمَ عَلَیْنَا وَاَفْضَلَ (تمام تعریف اللہ ہی کیلئے ہے جس نے ہم کو پیٹ بھر کر کھلایا اور ہم پر انعام فرمایا اور بہت زیادہ عطا کیا) اس دعا کا پڑھنا

---

[1] بے چین ہوکر۔ [2] اسمیں تھوڑی سی ترشی بھی ہوتی ہے جو خوشگوار ہوتی ہے۔

marfat.com

سَبِيْلِ اللّٰهِ رواه الفريابي والطبراني واللفظ له وهو حديث غريب ولا باس باسناده انشاء الله كذا في الترغيب و في مجمع الزوائد رواه الطبراني وفيه سليمان بن احمد الواسطي وثقه عبدان وضعفه الجمهور والغالب على بقية رجاله التوثيق وفي الباب عن ابي هريرة رض مرفوعًا اخرجه ابن مردويه وابن عباس رض ايضًا عند ابن مردويه كذا في الدر۔

پڑھا کرے کہ اللہ کے نزدیک یہ کلام پہاڑ کی بقدر سونا خرچ کرنے سے بھی زیادہ محبوب ہے۔

ف :۔ کسقدر اللہ کا فضل ہے کہ ہر قسم کی مشقت سے بچنے والوں کیلئے بھی فضائل اور درجات کا دروازہ بند نہیں فرمایا، راتوں کو نہیں جاگا جاتا، کنجوسی سے پیسہ خرچ نہیں ہوتا، بزدلی اور کم ہمتی سے جہاد جیسا مبارک عمل نہیں ہوتا[۵۵]۔ اسکے بعد بھی اگر دین کی قدر ہے آخرت کا فکر ہے تو اسکے لئے بھی راستہ کھلا ہوا ہے پھر بھی کچھ نہ کماسکے تو کم نصیبی کے سوا اور کیا ہے۔ پہلے یہ مضمون ذرا تفصیل سے گذر چکا ہے۔

❻ عَنْ سُمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَبُّ الْكَلَامِ اِلَى اللّٰهِ اَرْبَعٌ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ لَا يَضُرُّكَ بِاَيِّهِنَّ بَدَاْتَ۔ رواه مسلم وابن ماجة والنسائي وزاد وهن من القرآن ورواه النسائي ايضًا وابن حبان في صحيحه من حديث ابي هريرة رض كذا في الترغيب وعزاه السيوطي حديث

حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب کلام چار کلمے ہیں سُبْحَانَ اللّٰهِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ۔ ان میں سے جسکو چاہے پہلے پڑھے اور جسکو چاہے بعد میں (کوئی خاص ترتیب نہیں) ایک حدیث میں ہے کہ یہ کلمے قرآن پاک میں بھی موجود ہیں۔

ف :۔ یعنی قرآن پاک کے الفاظ میں بھی یہ کلمے کثرت سے وارد ہوئے ہیں

---

[۵۵] یہاں ایک اصولی بات یہ ذہن میں رکھنی چاہیئے کہ یہ بات جو بیان کی گئی ہے یہ عام حالات میں ہے ورنہ جب جہاد کا موقع ہو اور ضرورت کا تقاضہ یہ ہو کہ سب کو محاذ پر جانا چاہیئے یا کسی اسلامی کام کیلئے پیسہ کی سخت ضرورت ہو تو ایسے اوقات میں جہاد سے پیچھے ہٹنا یا پیسہ دینے سے جی چرانا سخت درجہ کا گناہ ہے ایسے وقت میں کروڑوں بار تسبیح و تحمید سے زیادہ اجر و ثواب وقتی تقاضے میں تھوڑی سی شرکت پر ملیگا۔

marfat.com

والبزار كذا فى جمع الفوائد واليهما عزاه فى الحصن ومجمع الزوائد وقال رجالها رجال الصحيح۔

ہے ارشاد فرمایا کہ سُبحَانَ اللّٰہِ کا ثواب اُحد سے زیادہ ہے، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا اُحد سے زیادہ ہے، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کا اُحد سے زیادہ ہے، اَللّٰہُ اَکْبَرُ کا اُحد سے زیادہ ہے۔ ف :- یعنی ان کلموں میں سے ہر کلمہ ایسا ہے جس کا ثواب اُحد پہاڑ سے زیادہ ہے اور ایک پہاڑ کیا نہ معلوم کتنے ایسے پہاڑوں سے زیادہ ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ سُبحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سارے آسمانوں اور زمینوں کو ثواب سے بھر دیتے ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ سُبحَانَ اللّٰہِ کا ثواب آدھی ترازو ہے۔ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اسکو پُر کر دیتی ہے اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ آسمان زمین کے درمیان کو پُر کر دیتی ہے۔ ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ سُبحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ مجھے ہر اس چیز سے زیادہ محبوب ہے جس پر آفتاب نکلے۔ مُلّا علیؒ فرماتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ ساری ہی دنیا اللہ کے واسطے خرچ کر دوں تو اس سے بھی یہ زیادہ محبوب ہیں۔ کہتے ہیں کہ حضرت سُلیمانؑ علیہ السّلام ہوائی تخت پر تشریف لیجا رہے تھے پرندے آپ پر سایہ کئے ہوئے تھے اور جن وانس وغیرہ لشکر دو قطار، ایک عابد پر گذر ہوا جس نے حضرت سُلیمان علیہ السّلام کے اس وُسعتِ ملکی اور عموم سلطنت کی تعریف کی، آپؑ نے ارشاد فرمایا کہ مومن کے اعمالنامہ میں ایک تسبیح سلیمان بن داودؑ کے سارے ملک سے اچھی ہے کہ یہ مُلک فنا ہو جائے گا اور تسبیح باقی رہنے والی چیز[1] ہے۔

(۱۱) عَنْ اَبِیْ سَلَّامٍ مَوْلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ بَخٍ بَخٍ خَمْسٌ مَا اَثْقَلَھُنَّ فِی الْمِیْزَانِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَسُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ۔

الحدیث اخرجہ احمد فی مسندہ کذا ورجالہ ثقات کما فی مجمع الزوائد والحاکم وقال

(۱۱) ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ واہ واہ پانچ چیزیں (اعمال نامہ تلنے کی)، ترازو میں کتنی زیادہ وزنی ہیں :- لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ سُبْحَانَ اللّٰہِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور وہ بچہ جو مرجائے اور باپ (اسی طرح ماں بھی) اُس پر صبر کرے۔

ف :- یہ مضمون کئی صحابہ رضؓ سے

[1] حضرت سلیمانؑ کے فرمان کا مقصد یہ تھا کہ تجھے جو خدا نے اپنی یاد کی توفیق دی ہے تو اسے حقیر نہ سمجھ، ہاں اگر حضرت سلیمانؑ کے تقویٰ وعبادت پر رشک کرتا تو قابلِ قدر جذبہ تھا۔

marfat.com

مِنْ وُلْدِ اِسْمٰعِیْلَ وَاحْمَدِیْ اللّٰہَ مِائَۃَ تَحْمِیْدَۃٍ فَاِنَّھَا تَعْدِلُ لَکِ مِائَۃَ فَرَسٍ مُسْرَجَۃٍ مُلْجَمَۃٍ تَحْمِلِیْنَ عَلَیْھَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَکَبِّرِی اللّٰہَ مِائَۃَ تَکْبِیْرَۃٍ فَاِنَّھَا تَعْدِلُ لَکِ مِائَۃَ بَدَنَۃٍ مُقَلَّدَۃٍ مُتَقَبَّلَۃٍ وَھَلِّلِی اللّٰہَ مِائَۃَ تَھْلِیْلَۃٍ قَالَ اَبُوْخَلَفٍ اَحْسِبُہٗ قَالَ تَمْلَأُ مَا بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلَا یَرْفَعُ لِاَحَدٍ عَمَلٌ اَفْضَلُ مِمَّا یَرْفَعُ لَکِ اِلَّا اَنْ یَّاْتِیَ بِمِثْلِ مَا اَتَیْتِ۔

رواہ احمد باسناد حسن واللفظ لہ والنسائی ولم یقل ولا یرفع الی آخرہ والبیہقی بتمامہ وابن ابی الدنیا فجعل ثواب الرقاب فی التحمید والفرس فی التسبیح وابن ماجۃ بمعناہ باختصار والطبرانی فی الکبیر بنحو احمد ولم یقل احسبہ وفی الاوسط باسناد حسن بمعناہ کذا فی الترغیب باختصار قلت رواہ الحاکم بمعناہ وصححہ وعزاہ فی الجامع الصغیر الی احمد والطبرانی والحاکم ورقم لہ بالصحۃ وذکرہ فی مجمع الزوائد بطرق وقال اسانیدھا حسنۃ وفی الترغیب ایضا عن ابی امامۃ مرفوعًا بنحو حدیث الباب مختصرًا وقال رواہ الطبرانی ورواتہ رواۃ الصحیح خلا سلیم بن عثمان الفوزی یکشف حالہ فانہ لا

گویا تم نے سو غلام عرب آزاد کئے اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سو مرتبہ پڑھا کرو اس کا ثواب ایسا ہے گویا تم نے سو گھوڑے مع سامان لگام وغیرہ جہاد میں سواری کے لئے دے دیئے۔ اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ سو مرتبہ پڑھا کرو یہ ایسا ہے گویا تم نے سو اونٹ قربانی میں ذبح کئے اور وہ قبول ہو گئے اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ سو مرتبہ پڑھا کرو اس کا ثواب تو تمام آسمان زمین کے درمیان کو بھر دیتا ہے اس سے بڑھکر کسی کا کوئی عمل نہیں جو مقبول ہو۔ حضرت ابورافع رض کی بیوی حضرت سلمیٰ رض نے بھی حضور صلعم سے عرض کیا کہ مجھے کوئی وظیفہ مختصر سا بتا دیجئے زیادہ لمبا نہ ہو (حضور صلعم نے ارشاد فرمایا کہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ دس مرتبہ پڑھا کرو اللہ جل شانہٗ اسکے جواب میں فرماتے ہیں کہ یہ میرے لئے ہے پھر سُبْحَانَ اللّٰہِ دس مرتبہ کہا کرو اللہ تعالیٰ پھر یہی فرماتے ہیں کہ یہ میرے لئے ہے۔ پھر اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ دس مرتبہ پڑھا کرو۔ حق تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں کہ ہاں میں نے مغفرت کر دی۔ دس مرتبہ تم اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ کہو دس مرتبہ اللہ جل شانہٗ فرماتے ہیں کہ میں نے مغفرت کر دی)

ف:۔ ضعفا اور بوڑھوں کیلئے بالخصوص عورتوں کیلئے کس قدر سہل اور مختصر چیز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تجویز فرما دی ہے۔ دیکھئے ایسی مختصر

marfat.com

جائز ہوگی جیساکہ بعض اماموں کا مذہب ہے۔ حَنَفِیّہ کے نزدیک ڈھائی روپے سے کم جائز نہیں) نکاح کے بعد میں اٹھا اور اللہ ہی کو معلوم ہے کہ مجھے کس قدر مُسرّت تھی خوشی میں سوچ رہا تھا کہ رُخصتی کے انتظام کیلئے کس سے قرض مانگوں، کیا کروں، اسی فکر میں شام ہوگئی میرا روزہ تھا مغرب کے وقت روزہ افطار کیا نماز کے بعد گھر آیا چراغ جلایا روٹی اور زیتون کا تیل موجود تھا اسکو کھانے لگا کہ کسی شخص نے دروازہ کھٹکھٹایا میں نے پوچھا کون ہے؟ کہا سعید ہے۔ میں سوچنے لگا کہ کون سعید ہے۔ حضرت کی طرف میرا خیال بھی نہ گیا کہ چالیس برس سے اپنے گھر یا مسجد کے سوا کہیں آنا جانا تھا ہی نہیں۔ باہر آکر دیکھا کہ سعید بن المسیبؒ ہیں۔ میں نے عرض کیا آپنے مجھے نہ بُلا لیا۔ فرمایا میرا ہی آنا مناسب تھا۔ میں نے عرض کیا کیا ارشاد ہے۔ فرمایا مجھے یہ خیال آیا کہ اب تمہارا نکاح ہوچکا ہے۔ تنہا رات کو سونا مناسب نہیں، اسلئے تمہاری بیوی کو لایا ہوں۔ یہ فرماکر اپنی لڑکی کو دروازہ کے اندر کر دیا اور دروازہ بند کرکے چلے گئے وہ لڑکی شرم کی وجہ سے گر گئی۔ میں نے اندر سے کواڑ بند کئے اور وہ روٹی اور تیل جو چراغ کے سامنے رکھا تھا وہاں سے ہٹا دیا کہ اسکی نظر نہ پڑے۔ اور مکان کی چھت پر چڑھ کر پڑوسیوں کو آواز دی لوگ جمع ہوگئے تو میں نے کہا کہ حضرت سعیدؒ نے اپنی لڑکی سے میرا نکاح کر دیا ہے اور اسوقت وہ اسکو خود ہی پہونچا گئے ہیں سب کو تعجب ہوا کہنے لگے واقعی وہ تمہارے گھر میں ہے؟ میں نے کہا ہاں! اس کا چرچا ہوا میری والدہ کو خبر ہوئی وہ بھی اسی وقت آگئیں اور کہنے لگیں کہ اگر تین دن تک تو نے اسکو چھیڑا تو تیرا منہ نہ دیکھوں گی۔ ہم تین دن میں اسکی تیاری کرلیں۔ تین دن کے بعد جب میں اس لڑکی سے ملا تو دیکھا نہایت خوبصورت قرآن شریف کی بھی حافظ اور سنتِ رسولؐ سے بھی بہت زیادہ واقف۔ شوہر کے حقوق سے بھی بہت زیادہ باخبر۔ ایک مہینہ تک نہ تو حضرت سعیدؒ میرے پاس آئے نہ میں اُنکی خدمت میں گیا۔ ایک ماہ کے بعد میں حاضر ہوا تو وہاں مجمع تھا میں سلام کرکے بیٹھ گیا۔ جب سب چلے گئے تو فرمایا اس آدمی[1] کو کیسا پایا میں نے عرض کیا نہایت بہتر ہے کہ دوست دیکھکر خوش ہوں دشمن جلیں۔ فرمایا اگر کوئی بات ناگوار ہو تو لکڑی سے خبر لینا۔ میں واپس آگیا تو ایک آدمی کو بھیجا جو بیس ہزار درم (تقریباً پانچہزار روپیہ) مجھے دے گیا۔ اس

[1] ممکن ہے کوئی اسوقت وہاں موجود ہو اسلئے ایسا مبہم لفظ فرمایا تاکہ دوسرا کوئی نہ سمجھے۔

marfat.com

برابری کرسکتی ہے؟ نہیں ہرگز نہیں اور اسکے مقابلہ میں دُنیا کی کسی عزت کو اگر رفیع سمجھا جائے تو کیا اپنے اوپر ظلم نہیں۔؟

(۱۸) عَنْ يُسَيْرَةَ وَكَانَتْ مِنَ الْمُهَاجِرَاتِ قَالَتْ قَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُنَّ بِالتَّسْبِيْحِ وَالتَّهْلِيْلِ وَالتَّقْدِيْسِ وَاعْقِدْنَ بِالْاَنَامِلِ فَاِنَّهُنَّ مَسْئُوْلَاتٌ مُسْتَنْطَقَاتٌ وَلَا تَغْفَلْنَ فَتَنْسَيْنَ الرَّحْمَةَ۔ رواہ الترمذی وابوداؤد کذا فی المشکوٰۃ وفی النہل اخرجہ ایضاً احمد والحاکم اھ وقال الذہبی فی تلخیصہ صحیح وکذا رقم لہ بالصحۃ فی الجامع الصغیر و بسط صاحب الاتحاف فی تخریجہ وقال عبداللہ بن عمرو رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعقد التسبیح رواہ ابوداؤد والنسائی والترمذی و حسنہ والحاکم کذا فی الاتحاف و بسط فی تخریجہ ثم قال قال الحافظ معنی العقد المذکور فی الحدیث احصاء العدد وھو اصطلاح العرب بوضع بعض الانامل علی بعض عقد انملۃ اخری فالاحاد والعشرات بالیمین والمئون والالاف بالیسار اھ

(۱۸) حضرت یُسَیرَہ رضؓ جو ہجرت کرنیوالی صحابیات میں سے ہیں فرماتی ہیں کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے اوپر تسبیح (سُبْحَانَ اللّٰہِ کہنا) اور تہلیل (لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھنا) اور تقدیس (اللہ کی پاکی بیان کرنا مثلاً سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ پڑھنا یا سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰئِكَةِ وَالرُّوْحِ کہنا) لازم کرلو اور انگلیوں پر گنا کرو اسلئے کہ انگلیوں سے قیامت میں سوال کیا جائے گا اور اُن سے جواب طلب کیا جائے گا کہ کیا عمل کئے اور جواب میں گویائی دیجائیگی[1] اور اللہ کے ذکر سے غفلت نہ کرنا (اگر ایسا کروگی تو اللہ کی) رحمت سے محروم کردی جائیگی۔

ف:۔ قیامت میں آدمی کے بدن سے اسکے ہاتھ پاؤں سے بھی سوال ہوگا کہ ہر ہر حصۂ بدن نے کیا کیا نیک کام کئے اور کیا کیا ناجائز اور بُرے کام کئے۔ قرآن پاک میں متعدد جگہ اس کا ذکر ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے:۔ يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ۔ الآیۃ (جس روز انکے خلاف گواہی دیں گی اُن کی زبانیں[2] اور اُنکے ہاتھ اور پاؤں اُن کاموں کی

---

[1] یعنی انگلیوں کو گویائی (بولنے کی صلاحیت) دیجائیگی [2] زبان گواہی ضرور دیگی لیکن آدمی جسطرح آج اپنی مرضی سے زبان کو استعمال کرتا ہے ایسا نہ ہوگا بلکہ انسان کا کنٹرول زبان سے ختم ہوجائیگا اور سب اجزاء بدن بلکہ تمام دنیا کی چیزیں کھول کر سامنے رکھ دیں گے۔

marfat.com

وَبِحَمْدِہٖ عَدَدَ خَلْقِہٖ وَرِضَا نَفْسِہٖ وَزِنَۃَ عَرْشِہٖ وَمِدَادَ کَلِمَاتِہٖ۔ رواہ مسلم کذا فی المشکوٰۃ قال القاری وکذا اصحاب السنن الاربعۃ وفی الباب عن صفیۃ قالت دخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وبین یدی اربعۃ الاف نواۃ اسبح بھن الحدیث اخرجہ الحاکم وقال الذھبی صحیح وعن سعد بن ابی وقاص انہ دخل مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی امرأۃ وبین یدیھا نوی او حصی تسبح بہ فقال الا اخبرک بما ھو ایسر علیک من ھذا او افضل سبحان اللہ عدد ما خلق فی السماء وسبحان اللہ عدد ما خلق فی الارض وسبحان اللہ عدد ما بین ذلک وسبحان اللہ عدد ما ھو خالق واللہ اکبر مثل ذلک والحمد للہ مثل ذلک۔ رواہ ابوداؤد والترمذی و قال الترمذی حدیث غریب کذا فی المشکوٰۃ قال القاری وفی نسخۃ حسن غریب اھ وفی النھل اخرجہ ایضاً النسائی وابن ماجۃ وابن حبان والحاکم

نے فرمایا میں نے تم سے (جدا ہونے کے) بعد چار کلمے تین مرتبہ پڑھے اگر ان کو اس سب کے مقابلہ میں تولا جائے جو تم نے صبح سے پڑھا ہے تو وہ غالب ہو جائیں[1]۔ وہ کلمے یہ ہیں :۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ عَدَدَ خَلْقِہٖ وَرِضَا نَفْسِہٖ وَزِنَۃَ عَرْشِہٖ وَمِدَادَ کَلِمَاتِہٖ (اللہ کی تسبیح کرتا ہوں اور اسکی تعریف کرتا ہوں بقدر اس کی مخلوقات کے عدد کے اور بقدر اسکی مرضی اور خوشنودی کے اور بقدر وزن اسکے عرش کے اور اسکے کلمات کی مقدار کے موافق۔ دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت سعدؓ حضورؐ کے ساتھ ایک صحابی عورتؓ کے پاس تشریف لے گئے ان کے سامنے کھجور کی گٹھلیاں یا کنکریاں رکھی ہوئی تھیں جن پر وہ تسبیح پڑھ رہی تھیں حضورؐ نے فرمایا میں تجھے ایسی چیز بتاؤں جو اس سے سہل ہو (یعنی کنکریوں پر گننے سے سہل ہو) یا یہ ارشاد فرمایا کہ اس سے افضل ہو سُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ مَا خَلَقَ اخیر تک (اللہ کی تعریف کرتی ہوں بقدر اس مخلوق کے جو آسمان میں پیدا کی اور بقدر اس مخلوق کے

[1] ضروری نہیں کہ الفاظ کی تعداد اور وقت کی مقدار زیادہ ہو تو اجر بھی اسی تناسب سے زیادہ ہو بلکہ جس طرح غذاؤں میں بعض چیزیں ایسی ہیں کہ انکا تھوڑا سا کھانا بھی جسم کیلئے بہت ہوتا ہے اور بعض غذائیں وہ بھی ہیں کہ بہت کھائی جائیں تب بھی اتنی غذائیت نہیں حاصل ہوتی۔ اسی طرح بعض کلمات روحانی غذا اور اجر و ثواب کے لحاظ سے دوسرے بعض کلمات سے بڑھے ہوئے ہیں۔

marfat.com

تَاْتِيَكَ نَتَسْتَخْدِمَكَ خَادِمًا مَّا يَقِيهَا حَرَّ مَا هِيَ فِيهِ قَالَ اِتَّقِي اللّٰهَ يَا فَاطِمَةُ وَاَدِّي فَرِيضَةَ رَبِّكِ وَاعْمَلِي عَمَلَ اَهْلِكِ فَاِذَا اَخَذْتِ مَضْجَعَكِ فَسَبِّحِي ثَلٰثًا وَّثَلٰثِينَ وَاحْمِدِي ثَلٰثًا وَّثَلٰثِينَ وَكَبِّرِي اَرْبَعًا وَّثَلٰثِينَ فَتِلْكَ مِائَةٌ فَهِيَ خَيْرٌ لَّكِ مِنْ خَادِمٍ قَالَتْ رَضِيتُ عَنِ اللّٰهِ وَعَنْ رَّسُولِهٖ اخرجہ ابوداؤد وفی الباب عَنِ الْفَضْلِ بْنِ الْحَسَنِ الضَّمْرِيِّ اَنَّ اُمَّ الْحَكَمِ اَوْ ضُبَاعَةَ ابْنَتَيِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ حَدَّثَتْهُ عَنْ اِحْدَاهُمَا اَنَّهَا قَالَتْ اَصَابَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْيًا فَذَهَبْتُ اَنَا وَاُخْتِي وَفَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشَكَوْنَا اِلَيْهِ مَا نَحْنُ فِيهِ وَسَاَلْنَاهُ اَنْ يَّاْمُرَ لَنَا بِشَيْءٍ مِّنَ السَّبْيِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبَقَكُنَّ يَتٰمٰى بَدْرٍ وَلٰكِنْ سَاَدُلُّكُنَّ عَلٰى مَا هُوَ خَيْرٌ لَّكُنَّ مِنْ ذٰلِكَ تُكَبِّرْنَ اللّٰهَ عَلٰى اَثَرِ كُلِّ صَلٰوةٍ ثَلٰثًا وَّثَلٰثِينَ تَكْبِيرَةً وَثَلٰثًا وَّثَلٰثِينَ تَسْبِيحَةً وَثَلٰثًا وَّثَلٰثِينَ تَحْمِيدَةً وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ رواہ ابوداؤد وفی الجامع الصغیر بروایۃ ابن مندۃ عن حابس[1] کان یامر

کی خدمت میں لوگوں کا مجمع تھا اس لئے واپس چلی آئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے روز خود ہی مکان پر تشریف لائے اور فرمایا تم کل کس کام کو آئی تھیں وہ چپ ہوگئیں (شرم کی وجہ سے بول بھی نہ سکیں) میں نے عرض کیا حضورؐ چکی سے ہاتھ میں نشان پڑ گئے مشکیزہ بھرنے کی وجہ سے سینہ پر بھی نشان پڑ گیا ہے جھاڑو دینے کی وجہ سے کپڑے میلے رہتے ہیں۔ کل آپکے پاس کچھ لونڈی غلام آئے تھے اس لئے میں نے ان سے کہا تھا کہ ایک خادم اگر مانگ لائیں تو ان مشقتوں میں سہولت ہوجائے۔ حضورؐ نے فرمایا فاطمہؓ اللہ سے ڈرتی رہو اور اسکے فرض ادا کرتی رہو اور گھر کے کاروبار کرتی رہو اور جب سونے کیلئے لیٹو تو سُبْحَانَ اللّٰہِ ۳۳ مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ۳۳ مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۳۴ مرتبہ پڑھ لیا کرو۔ یہ خادم سے بہتر ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں اللہ (کی تقدیر) اور اسکے رسولؐ (کی تجویز) سے راضی ہوں۔ دوسری حدیث میں حضورؐ کی پھوپی زاد بہنوں کا قصہ بھی اسی قسم کا آیا ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ ہم دو بہنیں اور حضورؐ کی بیٹی فاطمہؓ تینوں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی مشقت اور دقتیں ذکر کر کے ایک خادم کی طلب کی حضورؐ نے فرمایا کہ خادم

[1] یہ لفظ بعض نسخوں میں "جلیس" اور بعض میں "حلبس" ہے لیکن صحیح "حابس" ہے جیسا کہ (باقی اگلے صفحہ پر)

marfat.com

وابوداؤد وابوعبد الرحمن احمد بن شعیب فی الصحیح ثم قال بعد ماذکر توثیق رواته واما ارسال ابراهیم بن الحکم عن ابیه فلا یوهن وصل الحدیث فان الزیادة من الثقة اولیٰ من الارسال علی ان امام عصرہ فی الحدیث اسحٰق بن ابراهیم الحنظلی قد اقام هذا الاسناد عن ابراهیم بن الحکم ووصله اھ قال السیوطی فی اللآلی هذا اسناد حسن وما قال الحاکم اخرجه النسائی فی کتابه الصحیح لم نره فی شئ من نسخ السنن لا الصغری ولا الکبری۔

۲ وَعَنْ اَبِی الْجَوْزَاءِ عَنْ رَجُلٍ كَانَتْ لَهٗ صُحْبَةٌ يَرَوْنَ اَنَّهٗ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو قَالَ قَالَ لِی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِئْتِنِیْ غَدًا اَحْبُوْكَ وَاُثِيْبُكَ وَاُعْطِيْكَ حَتّٰی ظَنَنْتُ اَنَّهٗ يُعْطِيْنِیْ عَطِيَّةً قَالَ اِذَا زَالَ النَّهَارُ فَقُمْ فَصَلِّ اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فذکر نحوه وفیه وَقَالَ فَاِنَّكَ لَوْ كُنْتَ اَعْظَمَ اَهْلِ الْاَرْضِ ذَنْبًا غُفِرَ لَكَ بِذٰلِكَ قَالَ قُلْتُ فَاِنْ لَّمْ اَسْتَطِعْ اَنْ اُصَلِّيَهَا تِلْكَ السَّاعَةَ قَالَ صَلِّهَا مِنَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ رواه ابوداؤد۔

۲ ایک صحابیؓ کہتے ہیں مجھ سے حضورؐ نے فرمایا کل صبح کو آنا تم کو ایک بخشش کروں گا ایک چیز دوں گا ایک عطیہ کروں گا، وہ صحابیؓ کہتے ہیں میں ان الفاظ سے سمجھا کہ کوئی (مال) عطا فرمائیں گے (جب میں حاضر ہوا)، تو فرمایا کہ جب دوپہر کو آفتاب ڈھل چکے تو چار رکعت نماز پڑھو اسی طریقہ سے بتایا جو پہلی حدیث میں گذرا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ اگر تم ساری دنیا کے لوگوں سے زیادہ گنہگار ہوگے تو تمہارے گناہ معاف[1] ہو جائیں گے۔ میں نے عرض کیا کہ اگر اس وقت میں کسی وجہ سے نہ پڑھ سکوں تو ارشاد فرمایا کہ جس وقت ہو سکے دن میں یا رات میں پڑھ لیا کرو۔

۳ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ وَجَّهَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَعْفَرَ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ اِلٰی بِلَادِ الْحَبَشَةِ فَلَمَّا قَدِمَ اِعْتَنَقَهٗ وَقَبَّلَ بَيْنَ عَيْنَيْهِ ثُمَّ قَالَ اَلَا اَهَبُ لَكَ اَلَا اُبَشِّرُكَ اَلَا

۳ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچازاد بھائی حضرت جعفرؓ کو حبشہ بھیجا یا تھا جب وہ وہاں سے واپس مدینہ طیبہ پہنچے تو حضورؐ نے ان کو گلے لگایا اور پیشانی پر بوسہ دیا پھر فرمایا میں تجھے ایک چیز دوں،

[1] اس میں کبیرہ یا صغیرہ گناہوں کی قید نہیں بلکہ الفاظ کا تقاضہ یہ ہے کہ سبھی مراد ہوں اسلئے ہر قسم کے گناہ مراد لئے جائیں گے، البتہ بندوں کے حقوق اس سے الگ ہونگے جیسا کہ اہل علم نے تفصیل سے اپنے اپنے مواقع پر لکھا ہے۔

marfat.com

کے استادوں کے استاد ہیں۔ بیہقیؒ کہتے ہیں کہ ابن مبارکؒ سے پہلے ابوالجوزاءؒ جو مُعتمد تابعی ہیں اس کا اہتمام کیا کرتے تھے۔ روزانہ جب ظہر کی اذان ہوتی تو مسجد میں جاتے اور جماعت کے وقت تک اسکو پڑھ لیا کرتے۔ عبدالعزیز بن ابی رواد ؒ جو ابن مبارکؒ کے بھی اُستاد ہیں بڑے عابد زاہد متقی لوگوں میں ہیں کہتے ہیں جو جنّت کا ارادہ کرے اس کو ضروری ہے کہ صلوٰۃ التسبیح کو مضبوط پکڑے۔ ابوعثمان حیری ؒ جو بڑے زاہد ہیں کہتے ہیں کہ میں نے مصیبتوں اور غموں کے ازالہ کیلئے صلوٰۃ التسبیح جیسی کوئی چیز نہیں دیکھی۔ علامہ تقی سُبکی فرماتے ہیں کہ یہ نماز بڑی اہم ہے بعض لوگوں کے انکار کی وجہ سے دھوکہ میں نہ پڑنا چاہیئے۔ جو شخص اس نماز کے ثواب کو سُنکر بھی غفلت کرے وہ دین کے بارے میں سُستی کرنے والا ہے، صلحاء کے کاموں سے دور ہے اسکو پکّا آدمی نہ سمجھنا چاہیئے۔ مرقاۃ میں لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ ہر جمعہ کو پڑھا کرتے تھے۔

❷ بعض علماء نے اس وجہ سے اس حدیث کا انکار کیا ہے کہ اتنا زیادہ ثواب صرف چار رکعت پر مشکل ہے بالخصوص کبیرہ گناہوں کا معاف ہونا، لیکن جب روایت بہت سے صحابہ رضؓ سے منقول ہے تو انکار مشکل ہے۔ البتہ دوسری آیات اور احادیث کی وجہ سے کبیرہ[1] گناہوں کی معافی کے لئے توبہ کی شرط ہوگی۔

❸ احادیث بالا میں اس نماز کے دو[2] طریقے بتائے گئے ہیں:۔ اوّل[1] یہ کہ کھڑے ہو کر الحمد شریف اور سورۃ کے بعد پندرہ[15] مرتبہ چاروں کلمے سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھے۔ پھر رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ کے بعد دس[10] مرتبہ پڑھے۔ پھر رکوع سے کھڑے ہو کر سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ، رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ کے بعد دس[10] مرتبہ پڑھے۔ پھر دونوں سجدوں میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کے بعد دس[10] دس[10] مرتبہ پڑھے اور دونوں سجدوں کے درمیان جب بیٹھے

---

[1] عام اصول اگرچہ یہی ہے کہ کبیرہ گناہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے لیکن جب اس حدیث میں صغیرہ وکبیرہ کا لفظ صاف طور پر آچکا ہے تو راقم سطور کے خیال میں کوئی وجہ نہیں کہ کبیرہ گناہ کے عام اصول سے اس حدیث کو مستثنیٰ نہ قرار دیا جائے اور یوں اسکے ساتھ توبہ و استغفار بھی شامل ہو تو سُبحان اللہ۔

marfat.com

حجاج کرام کیلئے بہترین تحفہ

مذہبی اور دینی کتابوں میں ایک اور گرانقدر معتبر اور مستند کتاب کا اضافہ

رہنمائے حُجّاج

جسے الحاج مولانا **خلیل الرحمٰن** صاحب نعمانی مظاہری نے فقہ حنفی کی معتبر اور مشہور کتابوں کی مدد سے مرتب اور تالیف فرمایا ہے۔

رہنمائے حجاج، بلاشبہ ایسی کتاب ہے جو افعال و اعمال اور احکام و مناسک حج و عمرہ کے تمام اہم، ضروری اور مفید امور پر حاوی ہے

رہنمائے حجاج، ہر حاجی کے لئے رفیق و رہبر ہے کیونکہ اس میں گھر سے روانگی سے لیکر واپسی تک کے ہر مقام اور موقعہ کی دعائیں اور مسائل سادہ انداز بیان میں تفصیل کے ساتھ ذکر کئے گئے ہیں

رہنمائے حجاج میں، احرام، تلبیہ میقات، طواف، سعی، قیام منیٰ و مزدلفہ، وقوف عرفات، رمی، قربانی، جنایات، حج بدل وغیرہ وغیرہ عنوانات کے تحت تفصیلی مسائل لکھے گئے ہیں۔

رہنمائے حجاج میں مکہ معظمہ کے مشہور و متبرک مقامات کے بیان کے علاوہ مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری کے آداب، صلوٰۃ و سلام کا طریقہ، آداب، دعائیں، مسائل اور دیگر زیارات کا بیان بھی تفصیل کے ساتھ کیا گیا ہے۔

رہنمائے حجاج۔ ہر خاص و عام مسلمان بہن بھائی کے لئے یکساں مفید ہے۔

رہنمائے حجاج کی خوبیاں، اس کے مطالعہ ہی سے واضح اور ظاہر ہو سکتی ہیں

رہنمائے حجاج۔ ان باطنی خوبیوں کے ساتھ ساتھ حسن ظاہر سے بھی مزین کر کے پیش کی گئی ہے۔

آفسٹ کی بہترین کتابت و طباعت، سفید کاغذ، دعاؤں کے صفحات دو رنگ میں اور حسین و رنگین گرد پوش سے آراستہ

سفر حج میں استعمال ہونے والے ضروری عربی الفاظ مع ترجمہ

صفحات	...	...	۳۵۲
قیمت	...	...	
سائز	...	...	۲۰ × ۳۰ / ۱۶

ناشر: **اقبال بُک ہاؤس** صدر، کراچی ۳

marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَ الْاِنْسَانَ وَعَلَّمَہُ الْبَیَانَ وَاَنْزَلَ لَہُ الْقُرْاٰنَ وَ جَعَلَہُ مَوْعِظَۃً وَّشِفَآءً وَّھُدًی وَّرَحْمَۃً لِّلذَّوِی الْاِیْمَانِ لَارَیْبَ فِیْہِ وَلَمْ یَجْعَلْ لَّہُ عِوَجًا وَّاَنْزَلَہُ قَیِّمًا حُجَّۃً نُوْرًا لِّلذَّوِی الْاِیْقَانِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ الْاَتَمَّانِ الْاَکْمَلَانِ عَلٰی خَیْرِ الْخَلَآئِقِ مِنَ الْاِنْسِ وَالْجَانِّ الَّذِیْ نَوَّرَ الْقُلُوْبَ وَالْقُبُوْرَ نُوْرُہٗ وُجُوْدٌ وَّرَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ ظُھُوْرُہٗ وَعَلٰٓی اٰلِہٖ وَصَحْبِہِ الَّذِیْ ھُمْ نُجُوْمُ الْھِدَایَۃِ وَنَاشِرُ الْفُرْقَانِ وَعَلٰی مَنْ تَبِعَھُمْ بِالْاِیْمَانِ وَبَعْدُ یَقُوْلُ الْمُفْتَقِرُ اِلٰی رَحْمَۃِ رَبِّہِ الْجَلِیْلِ عَبْدُہُ الْمَدْعُوُّ بِزَکَرِیَّا بْنُ یَحْیٰی بْنِ اِسْمٰعِیْلَ ھٰذِہِ الْعُجَالَۃُ اَرْبَعُوْنَۃٌ فِیْ فَضَائِلِ الْقُرْاٰنِ اَتَمَّتُھَا مُمْتَثِلًا لِاَمْرِ مَنْ اِشَارَتُہٗ حُکْمٌ وَطَاعَتُہٗ غُنْمٌ۔

تمام تعریف اس پاک ذات کیلئے ہے جس نے انسان کو پیدا کیا اور اسکو وضاحت سکھائی اور اسکے لئے وہ قرآن پاک نازل فرمایا جسکو نصیحت اور شفا اور ہدایت اور رحمت ایمان والوں کے لئے بنایا جس میں نہ کوئی شک ہے اور نہ کسی قسم کی کجی بلکہ وہ بالکل مستقیم ہے اور حجت و نور ہے یقین والوں کیلئے۔ اور کامل و مکمل درود و سلام اس بہترین خلائق پر ہو جو جس کے نور نے زندگی میں دلوں کو اور مرنے کے بعد قبروں کو منور فرما دیا اور جس کا ظہور تمام عالم کیلئے رحمت ہے اور آپؐ کی اولاد و اصحاب پر جو ہدایت کے ستارے ہیں اور کلام پاک کے پھیلانیوالے، نیز ان مؤمنین پر بھی جو ایمان کے ساتھ انکے پیچھے لگنے والے ہیں۔ حمد و صلوٰۃ کے بعد اللہ کی رحمت کا محتاج بندہ زکریا بن یحییٰ بن اسمٰعیلؒ عرض کرتا ہے کہ یہ جلدی میں لکھے ہوئے چند اوراق "فضائلِ قرآن" میں ایک "چہل حدیث" ہے جسکو میں نے ایسے حضرات کے امتثالِ حکم میں جمع کیا ہے جن کا اشارہ بھی حکم ہے اور اُن کی اطاعت ہر طرح مغتنم ہے۔

حق سُبحانہٗ وتقدّس کے اُن انعامات خاصہ میں سے جو مدرسہ عالیہ مظاہر علوم سہارنپور کے ساتھ ہمیشہ مخصوص رہے ہیں۔ مدرسہ کا سالانہ جلسہ ہے جو ہر سال مدرسہ کے اجمالی حالات سُنانے کے لئے منعقد ہوتا ہے۔ مدرسہ کے اس جلسہ میں مقرّرین، واعظین اور مشاہیر اہلِ ہند کے جمع کرنے کا اسقدر اہتمام نہیں

marfat.com

ہوسکتی ہے۔ جن لوگوں کو سلاطین کے دربار سے کچھ واسطہ پڑچکا ہے وہ تجربہ سے اور جن کو سابقہ نہیں پڑا وہ اندازہ کرسکتے ہیں کہ سلطانی فرمان کی ہیبت قلوب پر کیا ہوسکتی ہے۔ کلام الٰہی محبوب وحاکم کا کلام ہے اسلئے دونوں[1] آداب کا مجموعہ اس کے ساتھ برتنا ضروری ہے۔

حضرت عکرمہؓ جب کلام پاک پڑھنے کے لئے کھولا کرتے تھے تو بیہوش ہوکر گرجاتے تھے اور زبان پر جاری ہوجاتا تھا هٰذا کلام ربّی هٰذا کلام ربّی (یہ میرے رب کا کلام ہے، یہ میرے رب کا کلام ہے) یہ اُن آداب کا اجمال ہے اور ان تفصیلات کا اختصار ہے جو مشائخ نے آدابِ تلاوت میں لکھے ہیں جن کی کسی قدر توضیح بھی ناظرین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ جنکا خلاصہ صرف یہ ہے کہ بندہ نوکر بنکر نہیں چاکر بنکر نہیں بلکہ بندہ بنکر آقا و مالک محسن ومنعم کا کلام پڑھے۔ صوفیا نے لکھا ہے کہ جو شخص اپنے کو قرارۃ کے آداب سے قاصر سمجھتا رہے گا وہ قرب کے مراتب میں ترقی کرتا رہیگا اور جو اپنے کو رضا و عجب کی نگاہ سے دیکھے گا وہ ترقی سے دور رہوگا۔

آدابِ تلاوت مسواک اور وضو کے بعد کسی یکسوئی کی جگہ میں نہایت وقار اور تواضع کے ساتھ رو بقبلہ بیٹھے اور نہایت ہی حضورِ قلب اور خشوع کے ساتھ اس لطف سے جو اس وقت کے مناسب ہے اسطرح پڑھے کہ گویا خود حق سبحانہٗ وعزاسمہٗ کو کلام پاک سُنا رہا ہے۔ اگر وہ معنی سمجھتا ہے تو تدبّر و تفکر کے ساتھ آیاتِ وعد و رحمت پر دُعائے مغفرت و رحمت مانگے اور آیاتِ عذاب و وعید پر اللہ سے پناہ چاہے کہ اسکے سوا کوئی بھی چارہ ساز نہیں۔ آیاتِ تنزیہ و تقدیس پر سُبحان اللہ کہے اور از خود تلاوت میں رونا نہ آوے تو بتکلف رونے کی سعی کرے۔

وَاَلَذُّ حَالَاتِ الْغَرَامِ لِمُغْرَمٍ ۔۔۔ شِكْوَى الْهَوَى بِالْمَدْمَعِ الْمِهْرَاقِ

ترجمہ:۔ کسی عاشق کیلئے سب سے زیادہ لذت کی حالت یہ ہے کہ محبوب سے اس کا گلہ ہورہا ہو اس طرح کہ آنکھوں سے بارش ہو۔ پس اگر یاد کرنا مقصود نہو تو پڑھنے میں جلدی نہ کرے، کلام پاک کو رحل یا تکیہ یا کسی اونچی جگہ پر رکھے۔ تلاوت کے درمیان میں کسی سے کلام نہ کرے اگر کوئی ضرورت پیش ہی آجاوے تو کلام پاک کو بند کرکے بات کرے اور پھر اسکے بعد اعوذ پڑھکر دوبارہ شروع کرے۔ اگر مجمع میں لوگ اپنے کاروبار میں مشغول ہوں تو

[1] یعنی ایک فدا کار عاشق اور ایک وفادار محکوم دونوں کے اصول و آداب برتنے چاہئیں [2] غور و فکر۔

marfat.com

کوئی فائدہ اسکو حاصل نہیں ہوگا۔ درحقیقت اس حدیث شریف میں فانی و باقی کے تقابل پر تنبیہ بھی مقصود ہے کہ آدمی اپنی حرکت وسکون پر غور کرے کہ کسی فانی چیز پر اسکو ضائع کر رہا ہوں یا باقی رہنے والی چیز پر اور پھر حسرت ہے اُن اوقات پر جو باقی رہنے والا وبال کماتے ہوں۔ حدیث کا اخیر جملہ اور اُن کے برابر اونٹوں سے افضل ہے۔ تین مطالب کا محتمل ہے اوّل یہ کہ چار کے عدد تک بالتفصیل ارشاد فرمادیا اور اس کے مافوق کو اجمالاً فرمادیا کہ جسقدر آیات کوئی شخص حاصل کریگا اسکے بقدر اونٹوں سے افضل ہے۔ اس صورت میں اونٹوں سے جنس مراد ہے خواہ اونٹ ہوں یا اونٹنیاں۔ اور بیان ہے چار سے زیادہ کا۔ اسلئے کہ چار تک کا ذکر خود تصریحاً مذکور ہوچکا۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ انہی اعداد کا ذکر ہے جو پہلے مذکور ہوچکے۔ اور مطلب یہ ہے کہ رغبات[1] مختلف ہوا کرتی ہیں کسی کو اونٹنی پسند ہے تو کوئی اونٹ کا گرویدہ ہے۔ اسلئے حضورؐ نے اس لفظ سے یہ ارشاد فرمادیا کہ ہر آیت ایک اونٹنی سے بھی افضل ہے۔ اور اگر کوئی شخص اونٹ سے محبت رکھتا ہو تو ایک آیت ایک اونٹ سے بھی افضل ہے۔ تیسرا مطلب یہ ہے کہ یہ بیان اُن ہی اعداد کا ہے جو پہلے ذکر کئے گئے چار سے زائد کا نہیں ہے۔ مگر دوسرے مطلب میں جو تقریر گذری کہ ایک اونٹنی یا ایک اونٹ سے افضل ہے یہ نہیں بلکہ مجموعہ مراد ہے کہ ایک آیت ایک اونٹ اور ایک اونٹنی دونوں کے مجموعہ سے افضل ہے۔ اسیطرح ہر آیت اپنے موافق عدد اونٹنی اور اونٹ دونوں کے مجموعہ سے افضل ہے تو گویا فی آیت کا مقابلہ ایک جوڑ سے ہوا۔ میرے والد[2] صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ نے اسی مطلب کو پسند فرمایا ہے کہ اس میں فضیلت کی زیادتی ہے۔ اگرچہ یہ مراد نہیں ہے کہ ایک آیت کا اجر ایک اونٹ یا دو اونٹ کا مقابلہ کرسکتا ہے یہ صرف تنبیہ اور تمثیل ہے۔ میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ ایک آیت جس کا ثواب دائمی اور ہمیشہ رہنے والا ہے۔ ہفتِ اقلیم کی بادشاہت سے جو فنا ہوجانے والی ہے افضل اور بہتر ہے۔

مُلّا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ ایک بزرگ کے بعض تجارت پیشہ احباب نے اُن سے درخواست کی کہ جہاز سے اُترنے کے وقت حضرت جدّہ تشریف فرما ہوں تاکہ جناب کی برکت سے ہمارے مال میں نفع ہو۔ اور مقصود یہ تھا کہ تجارت کے منافع سے حضرت کے بعض خدام کو کچھ نفع حاصل ہو۔ اوّل تو حضرت نے عذر فرمایا مگر جب انھوں نے

---

[1] ہر ایک کی پسند الگ الگ ہوا کرتی ہے [2] یعنی حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

marfat.com

عامر بن واثلہ رضؓ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضؓ نے نافع بن عبدالحارث کو مکہ مکرمہ کا حاکم بنا رکھا تھا ان سے ایک مرتبہ دریافت فرمایا کہ جنگلات کا ناظم کس کو مقرر کر رکھا ہے۔ انھوں نے عرض کیا کہ ابن ابزی کو۔ حضرت عمر رضؓ نے پوچھا کہ ابن ابزی کون شخص ہے؟ انھوں نے عرض کیا کہ ہمارا ایک غلام ہے۔ حضرت عمر رضؓ نے اعتراضاً[1] فرمایا کہ غلام کو امیر کیوں بنا دیا۔ انھوں نے کہا کہ کتاب اللہ کا پڑھنے والا ہے۔ حضرت عمر رضؓ نے اس حدیث کو نقل کیا ہے کہ نبی کریم کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اس کلام کی بدولت بہت سے لوگوں کے رفع درجات فرماتے ہیں اور بہت سوں کو پست کرتے ہیں۔

۸ قرآن مجید کی سفارش

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلٰثٌ تَحْتَ الْعَرْشِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَلْقُرْاٰنُ يُحَاجُّ الْعِبَادَ لَهٗ ظَهْرٌ وَّبَطْنٌ وَّ الْاَمَانَةُ وَالرَّحِمُ تُنَادِيْ اَلَا مَنْ وَصَلَنِيْ وَصَلَهُ اللّٰهُ وَمَنْ قَطَعَنِيْ قَطَعَهُ اللّٰهُ۔

(رواہ فی شرح السنۃ)

۸ عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ حضور اقدسؐ سے نقل کرتے ہیں کہ تین چیزیں قیامت کے دن عرش کے نیچے ہونگی۔ ایک کلام پاک کہ جھگڑے گا بندوں سے قرآن پاک کیلئے ظاہر ہے اور باطن، دوسری چیز امانت ہے اور تیسری رشتہ داری جو پکارے گی کہ جس شخص نے مجھکو جوڑا اللہ اسکو اپنی رحمت سے ملادے اور جس نے مجھ کو توڑا اللہ اپنی رحمت سے اسکو جدا کردے۔

اِن چیزوں کے عرش کے نیچے ہونے سے مقصود ان کا کمالِ قرب ہے یعنی حق سبحانہٗ وتقدس کے عالی دربار میں بہت ہی قریب ہوں گی۔ کلام اللہ شریف کے جھگڑنے کا مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں نے اسکی رعایت کی اس کا حق ادا کیا اس پر عمل کیا۔ ان کی طرف سے دربارِ حق سبحانہٗ میں جھگڑے گا اور شفاعت کرے گا ان کے درجے بلند کرائیگا۔ ملا علی قاریؒ نے بروایت ترمذی نقل کیا ہے کہ قرآن شریف بارگاہِ الٰہی میں عرض کرے گا کہ اسکو جوڑا[2] مرحمت فرمائیں تو حق تعالیٰ شانہٗ کرامت[3] کا تاج مرحمت فرمادینگے۔ پھر وہ زیادتی کی درخواست کرے گا تو حق تعالیٰ شانہٗ اکرام کا پورا جوڑا مرحمت فرمادینگے۔ پھر

[1] اعتراضاً کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ ظاہر کرنا چاہتے تھے کہ "ہمارا غلام" کا لفظ کچھ اچھا نہیں ہے جیسے کہ بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ ہمارا نوکر، یہ لفظ بھی مناسب نہیں ہے اسکی جگہ اور دوسرے الفاظ ہیں مثلاً یہ کہ ہمارے یہاں کام کرتے یا ہمارے فلاں کام کے نگراں ہیں یا منشی ہیں وغیرہ کے الفاظ کہنے چاہئیں۔

[2] یعنی شاندار لباس [3] یعنی عزت و سربلندی کا تمغہ عطا ہوگا۔

marfat.com

محتمل وہ ناظرہ خواں بھی ہے جو کہ قرآن شریف بہت کثرت کے ساتھ پڑھتا ہو۔ مرقاۃ میں لکھا ہے وہ پڑھنے والا مراد نہیں جسکو قرآن لعنت کرتا ہو۔ یہ اس حدیث کی طرف اشارہ ہے کہ بہت سے قرآن پڑھنے والے ایسے ہیں کہ وہ قرآن کو پڑھتے ہیں اور قرآن اُن کو لعنت کرتا ہے۔ اسلئے اگر کسی شخص کے عقائد وغیرہ درست نہ ہوں تو قرآن شریف کے پڑھنے سے اسکی مقبولیت پر استدلال نہیں ہوسکتا۔ خوارج کے بارے میں بکثرت اس قسم کی احادیث وارد ہوئی ہیں۔

ترتیل سے تلاوت کرنا ترتیل کے متعلق شاہ عبدالعزیز صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے اپنی تفسیر میں تحریر فرمایا ہے کہ ترتیل لغت میں صاف اور واضح طور سے پڑھنے کو کہتے ہیں۔ اور شرع شریف میں کسی چیز کی رعایت کے ساتھ تلاوت کرنے کو کہتے ہیں۔ اوّل حرفوں کو صحیح نکالنا یعنی اپنے مخرج سے پڑھنا تاکہ طا کی جگہ تا اور ضاد کی جگہ ظا نہ نکلے، دوسرے وقوف کی جگہ پر اچھی طرح سے ٹھہرنا تاکہ وصل اور قطع کلام کا بے محل نہ ہوجاوے، تیسرے حرکتوں میں اِشباع کرنا یعنی زبر زیر پیش کو اچھی طرح سے ظاہر کرنا، چوتھے آواز کو تھوڑا سا بلند کرنا تاکہ کلام پاک کے الفاظ زبان سے نکل کر کانوں تک پہونچیں اور وہاں سے دل پر اثر کریں۔ پانچویں آواز کو ایسی طرح سے درست کرنا کہ اس میں درد پیدا ہوجاوے اور دل پر جلدی اثر کرے۔ کہ درد والی آواز دل پر جلدی اثر کرتی ہے اور اس سے روح کو قوت اور تاثر زیادہ ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے اطبّاء[1] نے کہا ہے کہ جس دوا کا اثر دل پر پہونچانا ہو اسکو خوشبو میں ملا کر دیا جائے کہ دل اسکو جلدی کھینچتا ہے۔ اور جس دوا کا اثر جگر میں پہونچانا ہو اسکو شیرینی میں ملایا جائے کہ جگر مٹھائی کا جاذب ہے۔ اسی وجہ سے بندہ کے نزدیک اگر تلاوت کے وقت خوشبو کا خاص استعمال کیا جاوے تو دل پر تاثیر میں زیادہ تقویت ہوگی۔ چھٹے تشدید اور مد کو اچھی طرح ظاہر کیا جاوے کہ اسکے اظہار سے کلام پاک میں عظمت ظاہر ہوتی ہے اور تاثیر میں اعانت ہوتی ہے۔ ساتویں آیاتِ رحمت وعذاب کا حق ادا کرے جیسا کہ تمہید میں گذر چکا، یہ سات چیزیں ہیں جن کی رعایت ترتیل کہلاتی ہے اور مقصود ان سب سے صرف ایک ہے یعنی کلامِ پاک کا فہم وتدبر۔ حضرت ام المومنین ام سلمہؓ سے کسی نے پوچھا کہ حضور ﷺ

---

[1] اَطِبّاء:۔ طبیب کی جمع۔ یعنی حکیم [2] یعنی جہاں آیات میں رحمت اور انعاماتِ الٰہی کا ذکر ہو وہاں ان کی دعا کرے اور جہاں عذاب وغیرہ کا ذکر ہو وہاں اس سے پناہ مانگے۔

marfat.com

بات بھی سُن لیجئے کہ اگر خدانخواستہ آپنے اپنے بچہ کو چار پیسے کے لالچ میں دین سے محروم رکھا تو یہ ہی نہیں کہ آپ اس لایزال ثواب سے محروم رہیں گے بلکہ اللہ کے یہاں آپ کو جوابدہی بھی کرنے پڑے گی۔ آپ اس ڈر سے کہ یہ مولوی وحافظ پڑھنے کے بعد صرف مسجد کے مُلانے اور ٹکڑے کے محتاج بن جاتے ہیں اسوجہ سے آپ اپنے لاڈلے بچہ کو اس سے بچاتے ہیں۔ یاد رکھیں کہ اس سے آپ اسکو تو دائمی مصیبت میں گرفتار کر ہی رہے ہیں مگر ساتھ ہی اپنے اوپر بھی سخت جوابدہی لے رہے ہیں۔ حدیث کا ارشاد ہے کُلُّکُمْ رَاعٍ وَکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِیَّتِہٖ[1] الحدیث ہر شخص سے اسکے ماتحتوں اور دستنگروں کا بھی سوال ہوگا کہ اُنکو کسقدر دین سکھایا ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اِن عیوب سے آپ بچنے اور بچانے کی کوشش کیجئے۔ مگر جُوؤں کے ڈر سے کپڑا نہ پہننا کوئی عقل کی بات نہیں البتہ اسکے صاف رکھنے کی ضرور کوشش چاہیئے۔ بالجملہ اگر آپ اپنے بچہ کو دینداری صلاحیت سکھلائینگے اپنی جوابدہی سے سبکدوش ہونگے اور اسوقت تک وہ زندہ رہے جسقدر نیک اعمال کریگا دُعا و استغفار آپ کیلئے کریگا آپ کیلئے رفع درجات کا سبب بنیگا۔ لیکن دُنیا کی خاطر چار پیسے کے لالچ سے آپنے اسکو دین سے بے بہرہ رکھا تو یہی نہیں کہ خود آپ کو اپنی حرکت کا وبال بھگتنا پڑے گا جسقدر بداطواریاں فسق وفجور اس سے سرزد ہوں گے آپکے نامۂ اعمال بھی اس ذخیرہ سے خالی نہ رہینگے، خدارا اپنے حال پر رحم کھائیں۔ دنیا بہرحال گذر جانے والی چیز ہے اور موت ہر بڑی سے بڑی تکلیف کا خاتمہ ہے۔ لیکن جس تکلیف کے بعد موت بھی نہیں اسکا کوئی منتہا نہیں۔

حافظِ قرآن کی ایک خاص فضیلت

عَنْ عُقْبَۃَ بْنِ عَامِرٍؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَوْ جُعِلَ الْقُرْاٰنُ فِیْ اِھَابٍ ثُمَّ اُلْقِیَ فِی النَّارِ مَا احْتَرَقَ۔ (رواہ الدارمی)

(۲) عقبہ بن عامر کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ اگر رکھ دیا جاوے قرآن شریف کسی چمڑے میں پھر وہ آگ میں ڈالدیا جاوے تو نہ جلے۔

مشائخ حدیث اس روایت کے مطلب میں دو طرف گئے ہیں بعض کے نزدیک

---

[1] رواہ البخاری ومسلم واحمد وابوداؤد والترمذی عن ابن عمر رضی اللہ عنہما (جامع صغیر ص۹۵ ج۲)

[2] ۔۔۔ ہیں یہودہ حرکتیں تک ورواہ احمد وابویعلی والطبرانی عنہ قال العراقی فی تخریج الاحیاء رباقی اگلے

کے اعتبار سے مختلف ہے بعض حالتوں میں روزہ افضل ہے اور بعض میں صدقہ، اسیطرح لوگوں کے اعتبار سے بھی مختلف ہے، بعض لوگوں کے لئے روزہ افضل ہے اور جبکہ روزہ آگ سے بچاؤ ہے جس کا درجہ اس روایت میں سب سے اخیر میں ہے تو پھر تلاوتِ کلام اللہ کا کیا کہنا جو سب سے اوّل ہے۔ صاحب احیاء[1] نے حضرت علی کرّم اللہ وجہہ سے نقل کیا ہے کہ جس شخص نے نماز میں کھڑے ہو کر کلامِ پاک پڑھا اسکو ہر حرف پر سو نیکیاں ملیں گی، اور جس شخص نے نماز میں بیٹھ کر پڑھا اسکے لئے پچاس نیکیاں اور جس نے بغیر نماز کے وضو کے ساتھ پڑھا اس کیلئے پچیس نیکیاں اور جس نے بلا وضو پڑھا اسکے لئے دس نیکیاں، اور جو شخص پڑھے نہیں بلکہ صرف پڑھنے والے کی طرف کان لگا کر سُنے اسکے لئے بھی ہر حرف کے بدلے ایک نیکی۔

۱۷ بہترین دولت عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اِذَا رَجَعَ اِلٰى اَهْلِهٖ اَنْ يَّجِدَ فِيْهِ ثَلٰثَ خَلِفَاتٍ عِظَامٍ سِمَانٍ قُلْنَا نَعَمْ قَالَ فَثَلٰثُ اٰيَاتٍ يَقْرَأُ بِهِنَّ اَحَدُكُمْ فِيْ صَلٰوتِهٖ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ ثَلٰثِ خَلِفَاتٍ عِظَامٍ سِمَانٍ (رواہ مسلم)

۱۷ ابو ہریرہ رض کہتے ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ گھر واپس آئے تو تین حاملہ بڑی اور موٹی اونٹنیاں جاویں۔ ہم نے عرض کیا بیشک (ضرور پسند کرتے ہیں)، حضورؐ نے فرمایا کہ تین آیتیں جن کو تم میں سے کوئی نماز میں پڑھ لے وہ تین حاملہ بڑی اور موٹی اونٹنیوں سے افضل ہے،

اس سے ملتا جلتا مضمون حدیث نمبر ۲ میں گذر چکا ہے۔ اس حدیث شریف میں چونکہ نماز میں پڑھنے کا ذکر ہے اور وہ بغیر نماز کے پڑھنے سے افضل ہے۔ اسلئے تشبیہ حاملہ اونٹنیوں سے دی گئی۔ اسلئے کہ وہاں بھی دو عبارتیں ہیں، نماز اور تلاوت، ایسے ہی یہاں بھی دو چیزیں ہیں اونٹنی اور اس کا حمل۔ میں حدیث نمبر ۲ کے فائدہ میں لکھ چکا ہوں کہ اس قسم کی احادیث سے صرف تشبیہ مراد ہوتی ہے ورنہ ایک آیت کا باقی اجر ہزار فانی اونٹنیوں سے افضل ہے۔

۱۸ دیکھکر تلاوت کرنے کی فضیلت عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ

۱۸ اوس ثقفی نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ کلام اللہ شریف کا حفظ

---

[1] احیاء العلوم جلد اوّل صـ۲۷۔

marfat.com

بِتَقْوَى اللّٰهِ فَاِنَّهٗ رَأْسُ الْاَمْرِ كُلِّهٖ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ زِدْنِيْ قَالَ عَلَيْكَ بِتِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ فَاِنَّهٗ نُوْرٌ لَّكَ فِي الْاَرْضِ وَ ذُخْرٌ لَّكَ فِي السَّمَاءِ۔ (رواہ ابن حبان فی صحیحہ فی حدیث طویل[۱])

کہ مجھے کچھ وصیت فرمائیں۔ حضورؐ نے فرمایا تقویٰ کا اہتمام کرو کہ تمام امور کی جڑ ہے، میں نے عرض کیا کہ اسکے ساتھ کچھ اور بھی ارشاد فرماویں تو حضورؐ نے فرمایا کہ تلاوتِ قرآن کا اہتمام کرو کہ دُنیا میں یہ نور ہے اور آخرت میں ذخیرہ۔

تقویٰ حقیقۃً تمام اُمور کی جڑ ہے جس دل میں اللہ کا ڈر پیدا ہوجاوے اُس سے پھر کوئی بھی معصیت نہیں ہوتی اور نہ پھر اسکو کسی قسم کی تنگی پیش آتی ہے۔ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (جو شخص تقویٰ حاصل کرے تو حق تعالیٰ شانہٗ اسکے لئے ہر ضیق میں کوئی راستہ نکال دیتے ہیں اور اسطرح اسکو روزی پہونچاتے ہیں جس کا اسکو گمان بھی نہیں ہوتا۔)

تلاوت کا نور ہونا پہلی روایات سے بھی معلوم ہوچکا۔ شرح احیاء میں معرفۃ[۲] ابونعیم سے نقل کیا ہے کہ حضرت باسط نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ذکر کیا کہ جن گھروں میں کلامِ پاک کی تلاوت کی جاتی ہے وہ مکانات آسمان والوں کیلئے ایسے چمکتے ہیں جیسا کہ زمین والوں کیلئے آسمان پر ستارے، یہ حدیث ترغیب وغیرہ میں اتنی ہی نقل کی گئی یہ مختصر ہے اصل روایت بہت طویل ہے جسکو ابن حبانؒ وغیرہ سے ملا علی قاریؒ نے مفصل اور سیوطیؒ نے کچھ مختصر نقل کیا ہے۔ اگرچہ ہمارے رسالہ کے مناسب اتنا ہی جزو ہے جو اوپر گذر چکا، مگر چونکہ پوری حدیث بہت سے ضروری اور مفید مضامین پر مشتمل ہے۔ اسلئے تمام حدیث کا مطلب نقل کیا جاتا ہے جو حسب ذیل ہے:۔

ابوذرؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے کُل کتابیں کِسقدر نازل فرمائی ہیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ سو[۱۰۰] صحائف اور چار[۴] کتابیں، پچاس[۵۰] صحیفے حضرت شیث علیہ السلام پر اور تیس[۳۰] صحیفے حضرت ادریس علیہ السلام پر اور دس[۱۰] صحیفے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اور دس[۱۰] صحیفے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات سے پہلے اور ان کے علاوہ چار[۴] کتابیں توراۃ، انجیل، زبور اور قرآن شریف نازل فرمائی ہیں۔ میں نے پوچھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں میں کیا چیز

[۱] کما فی الترغیب ج ۲ ص ۳۲۹ [۲] حافظ ابونعیم اصبہانی کی ایک مشہور کتاب کتاب المعرفۃ۔

marfat.com

متعدد روایات سے یہ مضمون ثابت ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ کے دربار میں کلام پاک سے بڑھکر تقرب کسی چیز سے حاصل نہیں ہوتا۔ امام احمد بن حنبلؒ کہتے ہیں کہ میں نے حق تعالیٰ شانہٗ کی خواب میں زیارت کی تو پوچھا کہ سب سے بہتر چیز جس سے آپکے دربار میں تقرب ہو کیا چیز ہے۔ ارشاد ہوا کہ "احمد میرا کلام ہے"۔ میں نے عرض کیا کہ سمجھ کر یا بلا سمجھے۔ ارشاد ہوا کہ "سمجھ کر پڑھے یا بلا سمجھے دونوں طرح موجب تقرب ہے"۔ اس حدیث شریف کی توضیح اور تلاوتِ کلام پاک کا سب سے بہتر طریقہ تقرب ہو۔ نے کی تشریح حضرت اقدس بقیۃ السلف حجۃ الخلف مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نوّر اللہ مرقدہٗ کی تفسیر سے مستنبط ہوتی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ سلوک الی اللہ یعنی مرتبہ احسان حق سبحانہٗ وتقدس کی حضوری کا نام ہے جو تین طریقوں سے حاصل ہوسکتی ہے۔ اوّل تصوّر جسکو عرفِ شرع میں تفکر و تدبّر سے تعبیر کرتے ہیں اور صوفیہ کے یہاں مراقبہ ہے۔ دوسرا ذکر لسانی اور تیسرا تلاوتِ کلام پاک۔ سب سے اوّل طریقہ بھی چونکہ ذکر قلبی ہے اسلئے دراصل طریقے دو ہی ہیں، اوّل ذکر عام ہے کہ زبانی ہو یا قلبی، دوسرے تلاوت۔ سو جس لفظ کا اطلاق حق سبحانہٗ وتقدس پر ہوگا اور اسکو بار بار دہرایا جاویگا جو ذکر کا حاصل ہے تو مدرکہ کے اُس ذات کی طرف توجہ اور التفات کا سبب ہوگا اور گویا وہ ذات مستحضر ہوگی اور استحضار کے دوام کا نام معیت ہے جسکو اس حدیث شریف میں ارشاد فرمایا ہے لایزال عبدی یتقرب الیّ بالنوافل حتےٰ احببتہ فکنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بھا (الحدیث)[1] ترجمہ:- حق سبحانہٗ وتقدس کا ارشاد ہے کہ بندہ نفل عبادتوں کے ساتھ میرے ساتھ تقرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں بھی اسکو محبوب بنالیتا ہوں حتیٰ کہ میں اسکا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سُنتا ہے اور آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور ہاتھ جس سے وہ کسی چیز کو پکڑتا ہے اور پاؤں جس سے وہ چلتا ہے۔ یعنی جبکہ بندہ کثرتِ عبادت سے حق تعالیٰ شانہٗ کا مقرب بن جاتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ اسکے اعضاء کے محافظ بن جاتے ہیں اور آنکھ کان وغیرہ سب مرضی آقا کے تابع ہوجاتے ہیں اور نفل عبادات کی کثرت اسلئے ارشاد فرمائی کہ فرائض متعینہ ہیں جن میں کثرت نہیں ہوتی اور اسکے لئے ضرورت ہے دوام استحضار کی جیسا کہ پہلے معلوم ہوچکا۔ لیکن تقرب کا یہ طریقہ صرف اسی محبوب کی پاک ذات کیلئے ہے اگر کوئی چاہے کہ کسی

[1] رواہ البخاری عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ فی حدیث۔

marfat.com

محسوس کرے کہ اسپر اللہ کا خوف ہے یعنی اسکی آواز سے مرعوب ہونا محسوس ہوتا ہو۔ اس سب کے ساتھ اللہ جلّ وعلا کا بڑا انعام یہ ہے کہ آدمی اپنی حیثیت وطاقت کے موافق اسکا مکلّف ہے۔ حدیث میں ہے کہ حق سبحانہٗ وتقدس کی طرف سے فرشتہ اس کام پر مقرر ہے کہ جو شخص کلام پاک پڑھے اور کماحقہٗ اسکو درست نہ پڑھ سکے تو وہ فرشتہ اسکو درست کرنیکے بعد اوپر لیجاتا ہے۔ اللھم لا احصی ثناءً علیك۔

۲۷ عَنْ عُبَيْدَةَ الْمُلَيْكِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَهْلَ الْقُرْاٰنِ لَا تَتَوَسَّدُوا الْقُرْاٰنَ وَاتْلُوْهُ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ مِنْ اٰنَاءِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَافْشُوْهُ وَتَغَنَّوْهُ وَتَدَبَّرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ وَلَا تَعْجَلُوْا ثَوَابَهٗ فَاِنَّ لَهٗ ثَوَابًا رواه البيهقي في شعب الايمان)

۲۷ عبیدہ ملیکی رضؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے قرآن والو قرآن شریف سے تکیہ نہ لگاؤ اور اسکی تلاوت شب و روز ایسی کرو جیسا کہ اسکا حق ہے۔ کلام پاک کی اشاعت کرو اور اسکو اچھی آواز سے پڑھو اور اسکے معانی میں تدبر کرو تاکہ تم فلاح کو پہنچو، اور اسکا بدلہ (دنیا میں) طلب نہ کرو کہ (آخرت میں) اسکے لئے بڑا اجر وبدلہ ہے۔

حدیث بالا میں چند امور ارشاد فرمائے ہیں ۱ قرآن شریف سے تکیہ نہ لگاؤ، قرآن شریف سے تکیہ نہ لگانے کے دو مفہوم ہیں۔ اوّل یہ کہ اسپر تکیہ نہ لگاؤ کہ یہ خلافِ ادب ہے۔ ابن حجر نے لکھا ہے کہ قرآنِ پاک پر تکیہ لگانا، اسکی طرف پاؤں پھیلانا، اسکی طرف سے پشت کرنا، اسکو روندنا وغیرہ حرام ہے۔ دوسرے یہ کہ کنایہ ہے غفلت سے کہ کلامِ پاک برکت کے واسطے تکیہ ہی پر رکھا رہے جیسا کہ بعض مزارات پر دیکھا گیا کہ قبر کے سرہانے برکت کے واسطے رحل پر رکھا رہتا ہے۔ یہ کلام پاک کی حق تلفی ہے۔ اسکا حق یہ ہے کہ اسکی تلاوت کی جاوے ۲ اور اسکی تلاوت کرو جیسا کہ اسکا حق ہے یعنی کثرت سے آداب کی رعایت رکھتے ہوئے، خود کلام پاک میں بھی اسکی طرف متوجّہ فرمایا گیا ارشاد ہے اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ[1] (جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اسکی تلاوت کرتے ہیں جیسا کہ اسکی تلاوت کا حق ہے) یعنی جس عزت سے بادشاہ کا فرمان اور جس شوق سے محبوب کا کلام پڑھا جاتا ہے اسیطرح پڑھنا چاہیئے ۳ اور اسکی اشاعت کرو یعنی تقریر سے تحریر سے ترغیب سے عملی شرکت

[1] سورۂ بقرہ، آیت ۱۲۱۔

marfat.com

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اسْتَمَعَ إِلٰى اٰيَةٍ مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ كُتِبَتْ لَهٗ حَسَنَةٌ مُضَاعَفَةٌ وَمَنْ تَلَاهَا كَانَتْ لَهٗ نُوْرًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔ (رواه احمد عن عبادة بن ميسرة واختلف فی توثيقه عن الحسن عن ابی هريرة والجمهور علی ان الحسن لم يسمع عن ابی هريرة۔)

جو تلاوت کرے اسکے لئے قیامت کے دن نور ہوگا۔

محدثین نے سند کے اعتبار سے اگرچہ اسمیں کلام کیا ہے مگر مضمون بہت سی روایات سے مؤید ہے کہ کلامِ پاک کا سُننا بھی بہت اجر رکھتا ہے۔ حتّٰی کہ بعض لوگوں نے اسکو پڑھنے سے بھی افضل بتلایا ہے۔ ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضورؐ منبر پر تشریف فرما تھے، ارشاد فرمایا کہ مجھے قرآن شریف سُنا۔ میں نے عرض کیا کہ حضورؐ پر تو خود نازل ہی ہوا حضورؐ کو کیا سُناؤں۔ ارشاد ہوا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ سُنوں۔ اسکے بعد انھوں نے سُنایا تو حضورؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ ایک مرتبہ سالم مولیٰ حذیفہ کلام مجید پڑھ رہے تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دیر تک کھڑے ہوئے سُنتے رہے، ابو موسیٰ اشعری کا قرآن شریف سنا تو تعریف فرمائی۔

۴۱ تلاوت بلند آواز سے اور آہستہ

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجَاهِرُ بِالْقُرْاٰنِ كَالْجَاهِرِ بِالصَّدَقَةِ وَالْمُسِرُّ بِالْقُرْاٰنِ كَالْمُسِرِّ بِالصَّدَقَةِ (رواه الترمذی وابو داؤد والنسائی والحاكم وقال علٰی شرط البخاری[1])

۴۱ عقبہ بن عامرؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ کلام اللہ کا آواز سے پڑھنے والا علانیہ صدقہ کرنیوالے کے مشابہ ہے اور آہستہ پڑھنے والا خفیہ صدقہ کرنے والے کی مانند ہے۔

صدقہ بعض اوقات علانیہ افضل ہوتا ہے جسوقت دوسروں کی ترغیب کا سبب ہو یا اور کوئی مصلحت ہو۔ اور بعض اوقات مخفی افضل ہوتا ہے جہاں ریا کا شبہ ہو یا دوسروں کی تذلیل ہوتی ہو وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح کلام اللہ شریف کا بعض اوقات میں آواز سے پڑھنا افضل ہے جہاں دوسروں کی ترغیب کا سبب ہو اور اسمیں دوسرے کے سُننے کا ثواب بھی ہوتا ہے اور بعض اوقات آہستہ پڑھنا افضل ہوتا ہے جہاں دوسروں کو

[1] وفی الجامع الصغیر رواه ابو داؤد والترمذی والنسائی عن عقبة بن عامر والحاكم عن معاذ۔

marfat.com

ایک حدیث نقل کی ہے مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ فِیْ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً فَقَدْ عَذَبَ جس شخص نے قرآن شریف چالیس رات میں ختم کیا اُس نے بہت دیر کی۔ بعض علماء کا فتویٰ ہے کہ ہر مہینہ میں ایک ختم کرنا چاہیئے اور بہتر یہ ہے کہ سات روز میں ایک کلام مجید ختم کرے کہ صحابہ رض کا معمول عامۃً یہی نقل کیا جاتا ہے جمعہ کے روز شروع کرے اور سات روز میں ایک منزل روزانہ کرکے پنجشنبہ کے روز ختم کرے۔ امام صاحبؒ کا مقولہ پہلے گذر چکا کہ سال میں دو مرتبہ ختم کرنا قرآن شریف کا حق ہے لہٰذا اس سے کم کسی طرح نہ ہونا چاہیئے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ کلام پاک کا ختم اگر دن کے شروع میں ہو تو تمام دن، اور رات کے شروع میں ہو تو تمام رات ملائکہ اسکے لئے رحمت کی دُعا کرتے ہیں۔ اس سے بعض مشائخ نے استنباط فرمایا ہے کہ گرمی کے ایام میں دن کے ابتدائین ختم کرے اور موسم سرما میں ابتدائی شب میں تاکہ بہت سا وقت ملائکہ کی دُعا کا میسر ہو۔

۳۴ ہر سفارشی سے بڑا سفارشی قرآن مجید ہے

عَنْ سَعِیْدِ بْنِ سُلَیْمٍ مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَامِنْ شَفِیْعٍ اَعْظَمَ مَنْزِلَةً عِنْدَ اللّٰہِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ مِنَ الْقُرْاٰنِ لَا نَبِیٌّ وَلَا مَلَکٌ وَلَا غَیْرُہٗ۔ (قال العراقی رواہ عبد الملک بن حبیب کذا فی شرح الاحیاء)

کلام اللہ شریف کا شفیع اور اسدرجہ کا شفیع ہونا جسکی شفاعت مقبول ہے اور بھی متعدد روایات سے معلوم ہو چکا۔ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے فضل سے میرے اور تمہارے لئے اسکو شفیع بنادے۔ نہ کہ فریق مخالف اور مدعی لآلی مصنوعہ[1] میں بزار کی روایت سے نقل کیا ہے اور وضع کا حکم بھی اسپر نہیں لگایا کہ جب آدمی مرتا ہے تو اسکے گھر کے لوگ تجہیز تکفین میں مشغول ہوتے ہیں اور اُسکے سرہانے نہایت حسین وجمیل صورت میں ایک شخص ہوتا ہے جب کفن دیا جاتا ہے تو وہ شخص کفن کے اور سینہ کے درمیان ہوتا ہے جب دفن کرنے کے بعد لوگ لوٹتے ہیں اور منکر نکیر آتے ہیں تو وہ اس شخص کو علیحدہ

۳۴ سعید بن سلیم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ کے نزدیک کلام پاک سے بڑھکر کوئی سفارش کرنے والا نہ ہوگا نہ کوئی نبی نہ فرشتہ وغیرہ۔

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ کی مشہور کتاب جسمیں موضوع حدیثوں کی نشاندہی کی گئی ہے۔

marfat.com

خاتمہ

فی عدۃ روایات زائدۃ علی الاربعینۃ[1] لابد من ذکرھا لاغراض تناسب المقام

(۱) عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ رضؓ مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ شِفَاءٌ مِنْ كُلِّ دَاءٍ (رواہ الدارمی والبیہقی فی شعب الایمان[2])

(۱) عبد الملک بن عمیر رضؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ سورۂ فاتحہ میں ہر بیماری سے شفا ہے۔

خاتمہ میں بعض ایسی سورتوں کے فضائل ہیں جو پڑھنے میں بہت مختصر لیکن فضائل میں بہت بڑھی ہوئی ہیں اور اسی طرح دو ایک ایسے خاص امر ہیں جن پر تنبیہ قرآن پڑھنے والے کے لئے ضروری ہے۔

سورۂ فاتحہ کے فضائل بہت سی روایات میں وارد ہوئے ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک صحابی[3] نماز پڑھتے تھے حضورؐ نے انکو بلایا وہ نماز کی وجہ سے جواب نہ دے سکے جب فارغ ہو کر حاضر ہوئے تو حضورؐ نے فرمایا کہ میرے پکارنے پر جواب کیوں نہیں دیا۔ انھوں نے نماز کا عذر کیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ قرآن شریف کی آیت میں نہیں پڑھا یٰٓاَیُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ (اے ایمان والو اللہ اور اسکے رسول کی پکار کا جواب دو جب بھی وہ تم کو بلاویں)، پھر حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں تجھے قرآن شریف کی سب سے بڑی سورت یعنی سب سے افضل بتلاؤنگا، پھر حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ وہ الحمد کی سات آیتیں ہیں یہ سبع مثانی ہیں اور قرآنِ عظیم[4]۔ بعض صوفیا[5] سے منقول ہے کہ جو کچھ پہلی کتابوں میں تھا وہ سب کلام پاک میں آگیا اور جو کلام پاک میں ہے وہ سب سورۂ فاتحہ میں آگیا اور جو کچھ فاتحہ میں ہے وہ بسم اللہ میں آگیا اور جو بسم اللہ میں ہے وہ اس کی ب میں آگیا۔ انکی شرح بتلاتے ہیں کہ ب کے معنی اس جگہ ملانے کے ہیں اور مقصود

---

[1] یعنی گذشتہ چالیس[4] حدیثوں کے علاوہ خاتمہ میں چند دو روایات لکھی جاتی ہیں جنکا درج ہونا موقع محل کے لحاظ سے ضروری تھا [2] وقال السیوطی فی الاتقان ج ۲ ص ۱۶۳ اخرجہ البیہقی وغیرہ من حدیث عبد اللہ بن جابر رضؓ [3] یہ صحابی حضرت ابو سعید بن المعلیٰ ہیں [4] رواہ البخاری وابو داؤد والنسائی وابن ماجۃ عن ابی سعید بن المعلیٰ۔ کما فی الترغیب ص ۳۶۵ ج ۲ [5] امام رازی اور ابن النقیب نے اپنی اپنی تفسیروں میں اسے ذکر کیا ہے اور انکے

marfat.com

سورۂ تبارک الذی کے متعلق بھی ایک روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد آیا ہے، کہ میرا دل چاہتا ہے کہ یہ سورت ہر مؤمن کے دل میں ہو[1]۔ ایک روایت میں ہے کہ جس نے سورۂ تبارک الذی اور الم سجدہ کو مغرب اور عشاء کے درمیان پڑھا گویا اُس نے لیلۃ القدر میں قیام کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ جس نے ان دونوں سورتوں کو پڑھا اُسکے لئے ستر نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور ستر بُرائیاں دُور کی جاتی ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ جس نے اِن دونوں سورتوں کو پڑھا اسکے لئے عبادت لیلۃ القدر کی برابر ثواب لکھا جاتا ہے۔ (کذا فی المظاہر)

ترمذیؒ نے ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ بعض صحابہ نے ایک جگہ خیمہ لگایا انکو علم نہ تھا کہ وہاں قبر ہے اچانک اُن خیمہ لگانے والوں نے اس جگہ کسی کو سورۂ تبارک الذی پڑھتے ہوئے سُنا تو حضورؐ سے آکر عرض کیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ یہ سورت اللہ کے عذاب سے روکنے والی ہے اور نجات دینے والی ہے۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُسوقت تک نہ سوتے تھے جب تک الم سجدہ اور سورۂ تبارک الذی نہ پڑھ لیتے تھے۔ خالد بن معدان کہتے ہیں مجھے یہ روایت پہونچی ہے کہ ایک شخص بڑا گنہگار تھا، اور سورۂ سجدہ پڑھا کرتا تھا اسکے علاوہ اور کچھ نہیں پڑھتا تھا اس سورت نے اپنے پر اس شخص پر پھیلا دیئے کہ اے رب یہ شخص میری بہت تلاوت کرتا تھا۔ اسکی شفاعت قبول کی گئی اور حکم ہوگیا کہ ہر خطا کے بدلے ایک نیکی دی جائے۔ خالد بن معدان یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ سورت اپنے پڑھنے والے کی طرف سے قبر میں جھگڑتی ہے اور کہتی ہے کہ اگر میں تیری کتاب میں سے ہوں تو میری شفاعت قبول کر ورنہ مجھے اپنی کتاب سے مٹا دے اور بمنزلہ پرندہ کے بن جاتی ہے اور اپنے پر میت پر پھیلا دیتی ہے اور اسپر عذاب قبر ہونے سے مانع ہوتی ہے اور یہی سارا مضمون وہ تبارک الذی کے بارہ میں بھی کہتے ہیں۔ خالد بن معدان اسوقت تک نہ سوتے تھے جبتک دونوں سورتیں نہ پڑھ لیتے۔ طاؤس کہتے ہیں کہ یہ دونوں سورتیں تمام قرآن کی ہر سورت پر ستاسٹھ نیکیاں زیادہ رکھتی ہیں۔ عذابِ قبر کوئی معمولی چیز نہیں ہر شخص کو مرنے کے بعد سب سے پہلے قبر سے سابقہ پڑتا ہے۔ حضرت عثمانؓ جب کسی قبر پر کھڑے ہوتے تو اسقدر روتے کہ ریش[2] مبارک تر ہوجاتی۔ کسی نے پوچھا کہ آپ جنت و جہنم کے تذکرہ سے بھی اتنا نہیں روتے جتنا کہ قبر سے۔ آپنے فرمایا کہ میں نے

---

[1] رواہ الحاکم عن ابن عباس وقال اسنادہ عند الیمانیین صحیح کمافی الترغیب ص۲۷۲ ج۲ [2] ریش:۔ ڈاڑھی۔

marfat.com

مجبوراً اور اضطرار کی وجہ سے اختیار کیا گیا۔

تتمہ:۔ کلام پاک کے اُن سب فضائل اور خوبیوں کے ذکر کرنے سے مقصود اسکی ساتھ محبت پیدا کرنا ہے اسلئے کلام اللہ شریف کی محبت حق تعالیٰ شانہٗ کی محبت کیلئے لازم وملزوم ہے اور ایک کی محبت دوسرے کی محبت کا سبب ہوتی ہے۔ دُنیا میں آدمی کی خِلقت صرف اللہ جل شانہٗ کی معرفت کے لئے ہوئی ہے اور آدمی کے علاوہ سب چیز کی خِلقت آدمی[1] کے لئے ہے

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کارند — تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری
ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرمانبردار — شرطِ انصاف نہ باشد کہ تو فرماں نبری

کہتے ہیں بادل وہوا، چاند سورج، آسمان وزمین غرض ہر چیز تیری خاطر کام میں مشغول ہے تاکہ تو اپنی حوائج[2] انکے ذریعہ سے پوری کرے اور عبرت کی نگاہ سے دیکھے کہ آدمی کی ضروریات کے لئے یہ سب چیزیں کسقدر فرمانبردار و مطیع اور وقت پر کام کرنے والی ہیں اور تنبیہ کے لئے کبھی کبھی ان میں تخلف بھی تھوڑی کے لئے کر دیا جاتا ہے، بارش کے وقت بارش نہ ہونا، ہوا کے وقت ہوا نہ چلنا، اسی طرح گرہن کے ذریعہ سے چاند، سورج غرض ہر چیز میں کوئی تغیر بھی پیدا کیا جاتا ہے۔ تاکہ ایک غافل کیلئے تنبیہ کا تازیانہ بھی لگے، اس سب کے بعد حیرت کی بات ہے کہ تیری وجہ سے یہ سب چیزیں تیری ضروریات کے تابع کیجاویں اور انکی فرمانبرداری بھی تیری اطاعت اور فرمانبرداری کا سبب نہ بنے اور اطاعت و فرمانبرداری کے لئے بہترین معین محبت ہے اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ یُّحِبُّ مُطِیْعٌ جب کسی شخص سے محبت ہوجاتی ہے عشق وفریفتگی پیدا ہوجاتی ہے تو اسکی اطاعت وفرمانبرداری طبیعت اور عادت بن جاتی ہے اور اسکی نافرمانی ایسی ہی گراں اور شاق ہوتی ہے جیساکہ بغیر محبت کے کسی کی اطاعت خلافِ عادت وطبع ہونے کی وجہ سے بار ہوتی ہے، کسی چیز سے محبت پیدا کرنیکی صورت اسکے کمالات وجمال کا مشاہدہ ہے حواس

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) لیکن چونکہ ایک شخص نے اپنا پورا وقت اسی میں لگا دیا ہے اور وہ کوئی کام معاش کے لئے نہیں کرسکتا ورنہ تعلیم کا حرج ہوگا اسلئے اہل علم نے بدرجۂ مجبوری اسکی تنخواہ کی گنجائش دی ہے تو گویا وہ وقت کی اجرت ہے، لہذا کام تو اصل مقصود اور اپنا سمجھکر کرنا چاہیئے۔

[1] اقبال مرحوم نے کہا ہے ؎ نہ تو زمیں کے لئے ہے نہ آسماں کے لئے ؛ جہاں ہے تیرے لئے تو نہیں جہاں کے لئے

[2] یعنی ضروریاتِ زندگی۔

marfat.com

رہتی ہے حضورؐ نے فرمادیا کہ سورۂ فاتحہ ہر بیماری سے شفا ہے اور قرآن شریف دلوں کی بیماری کو دُور کرنے والا ہے۔ حدیث ۲۳ لوگوں کو افتخار کے اسباب گزشتہ افتخارات کے علاوہ اور بھی بہت سے ہوتے ہیں جنکا احاطہ مشکل ہے اکثر اپنے نسب پر افتخار ہوتا ہے، کسی کو اپنی عادتوں پر، کسی کو اپنی ہر دلعزیزی پر، کسی کو اپنے حُسن تدبیر پر، حضورؐ نے فرمادیا کہ حقیقۃً قابلِ افتخار جو چیز ہے وہ قرآن شریف ہے اور کیوں نہ ہو کہ درحقیقت ہر جمال وکمال کو جامع ہے۔

ع آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

حدیث ۲۴ اکثر لوگوں کو خزانہ جمع کرنے کا شوق ہوتا ہے کھانے اور پہننے میں تنگی کرتے ہیں تکالیف برداشت کرتے ہیں اور ننانوے[99] کے پھیر میں ایسے پھنس جاتے ہیں جس سے نکلنا دشوار ہوتا ہے حضورؐ نے ارشاد فرمادیا کہ ذخیرہ کے قابل کلام پاک ہے جتنا دل چاہے آدمی جمع کرے کہ اس سے بہتر کوئی خزینہ نہیں۔ حدیث ۲۴ اسی طرح اگر برقی روشنیوں کا آپ کو شوق ہے آپ اپنے کمرہ میں دس قمقمے بجلی کے اسلئے نصب کرتے ہیں کہ کمرہ جگمگا اُٹھے تو قرآن شریف سے بڑھکر نورانیت کس چیز میں ہوسکتی ہے، حدیث ۲۵ اگر آپ اسپر جان دیتے ہیں کہ آپکے پاس ہدایا[1] آیا کریں دوست روزانہ کچھ نہ کچھ بھیجتے رہا کریں آپ توسیع تعلقات اسی کے خاطر کرتے ہیں جو دوست آشنا اپنے باغ کے پھلوں میں آپ کا حصّہ نہ لگائے تو آپ اسکی شکایت کرتے ہیں تو قرآن شریف سے بہتر تحائف دینے والا کون ہے کہ سکینہ اسکے پاس بھیجی جاتی ہے پس آپکے کسی پر مرنے کی اگر یہی وجہ ہے کہ وہ آپ کے پاس روزانہ کچھ نذرانہ لاتا ہے تو قرآن شریف میں اسکا بھی بدل ہے۔ حدیث ۲۶ اور اگر آپ کسی وزیر کے اسلئے ہر وقت قدم چومتے ہیں کہ وہ دربار میں آپ کا ذکر کردیگا، کسی پیشکار کی اسلئے خوشامد کرتے ہیں کہ وہ کلکٹر کے یہاں آپ کی کچھ تعریف کردیگا، یا کسی کی آپ اسلئے چاپلوسی کرتے ہیں کہ محبوب کی مجلس میں آپکا ذکر کردے تو قرآن شریف احکم الحاکمین محبوب حقیقی کے دربار میں آپ کا ذکر خود محبوب وآقا کی زبان سے کراتا ہے۔ حدیث ۲۷ اگر آپ اسکے جویاں رہتے ہیں کہ محبوب کو سب سے زیادہ مرغوب کیا چیز ہے کہ اسکے مہیا کرنے میں پہاڑوں سے دودھ[2] کی نہر نکالی جائے تو قرآن شریف کی برابر آقا کو کوئی چیز بھی مرغوب نہیں، حدیث ۲۸

[1] ھدایا۔ جمع ہے ہدیہ کی یعنی تحفہ تحائف [2] کنایہ ہے مشکل سے اور دشوار کام کی طرف۔

marfat.com

؎ ہست رب الناس را با جان ناس ؛ اتصالے بے تکیف و بے قیاس
؎ سب سے ربطِ آشنائی ہے اُسے ؛ دل میں ہر اک کے رسائی ہے اُسے

تیسرے جمال، چوتھے کمال، پانچویں احسان۔ ان ہر سہ امور کے متعلق احادیث بالا میں اگر غور فرمائینگے تو نہ صرف اس جمال و کمال پر جسکی طرف ایک ناقص الفہم نے اشارہ کیا ہے اقتصار کرینگے بلکہ وہ خود بے تردد اس امر تک پہونچیں گے کہ عزت افتخار شوق و سکون جمال و کمال اکرام احسان لذت و راحت مال و متاع غرض کوئی بھی ایسی چیز نہ پاوینگے جو محبت کے اسباب میں ہو سکتی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسپر تنبیہ فرما کر قرآن شریف کو اسی نوع میں اس سے افضل نہ ارشاد فرمایا ہو البتہ حجاب میں مستور ہونا دُنیا کے لوازمات میں سے ہے۔ لیکن عقلمند شخص اسوجہ سے کہ لیچی کا چھلکہ خاردار ہے اسکے گودہ سے اعراض نہیں کرتا اور کوئی دل کھویا ہوا اپنی محبوبہ سے اسلئے نفرت نہیں کرتا کہ وہ اسوقت بُرقعہ میں ہے پردہ کے ہٹانے کی ہر ممکن سے ممکن کوشش کریگا اور کامیاب نہ بھی ہو سکا تو اس پردہ کے اوپر ہی سے آنکھیں ٹھنڈی کرے گا اُس کا یقین ہو جاوے کہ جسکی خاطر برسوں سے سرگرداں ہوں وہ اسی چادر میں ہے ممکن نہیں کہ پھر اس چادر سے نگاہ ہٹ سکے۔ اسی طرح کلام پاک کے اُن فضائل و مناقب اور کمالات کے بعد اگر وہ کسی حجاب کی وجہ سے محسوس نہیں ہوتے تو عاقل کا کام نہیں کہ اس سے بے توجہی اور لاپرواہی کرے بلکہ اپنی تقصیر اور نقصان پر افسوس کرے اور کمالات میں غور۔ حضرت عثمانؓ اور حضرت حذیفہ رضؓ سے مروی ہے کہ اگر قلوب نجاست سے پاک ہو جاویں تو تلاوتِ کلام اللہ سے کبھی بھی سیری نہ ہو۔ ثابت بنانی کہتے ہیں کہ بیسؔ برس میں نے کلام پاک کو مشقت سے پڑھا اور بیسؔ برس سے مجھے اسکی ٹھنڈک پہونچ رہی ہے پس جو شخص بھی معاصیؔ سے توبہ کے بعد غور کرے گا کلامِ پاک کو "آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داریؔ" کا مصداق پائیگا۔ اے کاش کہ ان الفاظ کے معانی مجھ پر بھی صادق آتے۔ میں ناظرین سے یہ بھی درخواست کرونگا کہ کہنے والے کی طرف التفات نہ فرمائیں کہ میری ناکارگی آپ کو اہم مقصود سے نہ روکے بلکہ بات کی طرف توجہ فرمائیں اور جہاںؔ سے یہ

ؔ "ناقص الفہم" سے حضرت شیخ نے اپنی طرف اشارہ فرمایا ہے ؔ مشہور پھل ہے جسکے اندر سفید گودے کے نیچے موٹی سی کٹھلی نکلتی ہے ؔ معاصی: معصیت کی جمع ہے جسکے معنی ہیں گناہ ؔ یعنی جو خوبیاں ان سب میں الگ الگ ہیں تیرے اندر وہ سب یکجا موجود ہیں ؔ یعنی کلامِ الٰہی اور ارشادات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

marfat.com

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ علی رضؓ کو پانچ یا سات ہی جمعے گذرے ہونگے کہ وہ حضورؐ کی مجلس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ پہلے میں تقریباً چار آیتیں پڑھتا تھا اور وہ بھی مجھے یاد نہ ہوتی تھیں اور اب تقریباً چالیس آیتیں پڑھتا ہوں اور ایسی ازبر ہوجاتی ہیں کہ گویا قرآن شریف میرے سامنے کھلا ہوا رکھا ہے اور پہلے میں حدیث سُنتا تھا اور جب اسکو دوبارہ کہتا تھا تو ذہن میں نہیں رہتی تھی۔ اور اب احادیث سُنتا ہوں اور جب دوسروں سے نقل کرتا ہوں تو ایک لفظ بھی نہیں چھوٹتا۔

حق تعالیٰ شانہٗ اپنے نبی کی رحمت کے طفیل مجھے بھی قرآن وحدیث کے حفظ کی توفیق عطا فرماویں اور تمہیں بھی۔ وصلے اللہ تبارك وتعالیٰ علےٰ خیر خلقہٖ سیدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہٖ وسلم برحمتك یا ارحم الراحمین۔

تکملہ

اوپر جو چہل حدیث لکھی گئی ہے وہ ایک خاص مضمون کے ساتھ مخصوص ہونیکی وجہ سے اسمیں اختصار کی رعایت نہیں ہوسکی۔ اس زمانہ میں چونکہ ہمتیں نہایت ہی پست ہوگئی ہیں، دین کیلئے کسی معمولی سی مشقت کا بھی برداشت کرنا گراں ہے اس لئے اس جگہ ایک دوسری چہل حدیث نقل کرتا ہوں جو نہایت ہی مختصر ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ہی جگہ منقول ہے۔ اسکے ساتھ ہی بڑی خوبی اسمیں یہ ہے کہ مہمات[1] دینیہ کو ایسی جامع ہے کہ اسکی نظیر ملنا مشکل ہے۔ کنز العمال میں قدمائے محدثین کی ایک جماعت کی طرف اسکا انتساب کیا ہے، اور متاخرین میں سے مولانا قطب الدین صاحبؒ مہاجر مکیؒ نے بھی اسکو ذکر فرمایا ہے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ دین کے ساتھ وابستگی رکھنے والے حضرات کم از کم اس کو ضرور حفظ کرلیں کہ کوڑیوں میں لعل ملتے ہیں، وہ حدیث یہ ہے:-

عَنْ سَلْمَانَ قَالَ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْاَرْبَعِيْنَ حَدِيْثًا الَّتِيْ قَالَ مَنْ حَفِظَهَا مِنْ اُمَّتِيْ

---

[1] مُہِمَّات :- یعنی دین کے اہم معاملات۔

marfat.com

قال اللہ تعالیٰ

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا

مسلمانوں کی موجودہ پستی کا واحد علاج

حضرت مولانا احتشام الحسن صاحب کاندھلوی

ناشر

یوسف سنز

ناشران، تاجرانِ کتب و اسٹیشنرز

13۔ نیو اردو بازار کراچی، فون 214453

marfat.com

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝ (العصر)

اچھے کام کئے اور ایک دوسرے کو حق کی فہمائش کرتے رہے اور ایک دوسرے کو صبر کی فہمائش کرتے رہے

ہمارے اسلاف عزت کے منتہا کو پہنچے ہوئے تھے۔ اور ہم انتہائی ذلت و خواری میں مبتلا ہیں پس معلوم ہوا کہ وہ کمالِ ایمان سے متصف تھے۔ اور ہم اس نعمت عظمیٰ سے محروم ہیں۔ جیسا کہ مخبر صادق صلے اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے

سَيَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَبْقَى مِنَ الْإِسْلَامِ إِلَّا اسْمُهُ وَلَا مِنَ الْقُرْآنِ إِلَّا رَسْمُهُ

یعنی قریب ہی ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ اسلام کا صرف نام باقی رہ جائے گا اور قرآن کے صرف نقوش رہ جائیں گے۔

اب غور طلب امر یہ ہے اگر واقعی ہم اس حقیقی اسلام سے محروم ہو گئے جو خدا اور رسول کے یہاں مطلوب ہے اور جس کے ساتھ ہماری دین و دنیا کی فلاح و بہبود وابستہ ہے تو کیا ذریعہ ہے جس سے وہ کھوئی ہوئی نعمت واپس آجائے؟ اور وہ کیا اسباب ہیں۔ جن کی وجہ سے روحِ اسلام ہم میں سے نکال لی گئی۔ اور ہم جسدِ بے جان رہ گئے

جب مصحف آسمانی کی تلاوت کی جاتی ہے "اور امت محمدیہ" کی فضیلت و برتری کی علت و غایت ڈھونڈی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس امت کو اعلیٰ اور برتر کام سپرد کیا گیا تھا جس کی وجہ سے "خیر الامم" کا معزز خطاب اس کو عطا کیا گیا۔

دنیا کی پیدائش کا مقصدِ اصلی خدا وحدہٗ لاشریک کی ذات و صفات کی معرفت ہے اور یہ اسوقت تک ناممکن ہے کہ جب تک بنی نوعِ انسان کو برائیوں اور گندگیوں سے پاک کر کے بھلائیوں اور خوبیوں کے ساتھ آراستہ نہ کیا جائے۔ اسی مقصد کے لئے ہزاروں رسولؑ اور نبی بھیجے گئے اور آخر میں اس مقصد کی تکمیل کے لئے سید الانبیاء والمرسلین کو مبعوث فرمایا اور اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ کا مژدہ سنایا گیا۔

اب چونکہ مقصد کی تکمیل ہو چکی تھی ہر برائی اور بھلائی کو کھول کھول کر بیان کر دیا گیا تھا ایک مکمل نظام عمل دیا جا چکا تھا۔ اس لئے رسالت و نبوت کے سلسلہ کو ختم کر دیا گیا اور جو کام پہلے نبی اور رسول سے لیا جاتا تھا وہ قیامت تک "امت محمدیہ" کے سپرد کر دیا گیا۔

marfat.com

نہ پائے تو دِل سے۔ اور یہ آخری صورت ایمان کی بڑی کمزوری کا درجہ ہے پس جس طرح آخری درجہ اضعف ایمان کا ہوا۔ اسی طرح پہلا درجہ کمالِ دعوت اور کمال ایمان کا ہوا۔ اس سے بھی واضح تر حدیث ابن مسعودؓ کی ہے۔

مَا مِنْ نَبِيٍّ بَعَثَهُ اللّٰهُ قَبْلِيْ اِلَّا كَانَ لَهٗ فِيْ اُمَّتِهٖ حَوَارِيُّوْنَ وَاَصْحَابٌ يَأْخُذُوْنَ بِسُنَّتِهٖ وَيَقْتَدُوْنَ بِاَمْرِهٖ ثُمَّ اِنَّهَا تَخْلُفُ مِنْ بَعْدِهِمْ خُلُوْفٌ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ وَيَفْعَلُوْنَ مَا لَا يُؤْمَرُوْنَ فَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِيَدِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِلِسَانِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِقَلْبِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَيْسَ وَرَاءَ ذٰلِكَ مِنَ الْاِيْمَانِ حَبَّةُ خَرْدَلٍ (مسلم)

یعنی سنتِ الٰہی یہ ہے کہ ہر نبی اپنے ساتھیوں اور تربیت یافتہ یاروں کی ایک جماعت چھوڑ جاتا ہے یہ جماعت نبی کی سنت کو قائم رکھتی ہے۔ اور ٹھیک ٹھیک اس کی پیروی کرتی ہے یعنی شریعت الٰہی کو جس حال اور جس شکل میں نبی چھوڑ گیا ہے اسکو بعینہٖ محفوظ رکھتے ہیں۔ اور اس میں ذرا بھی فرق نہیں آنے دیتے لیکن اس کے بعد شرِ فتن کا دور آتا ہے اور ایسے لوگ پیدا ہو جاتے ہیں جو طریقہ نبی سے ہٹ جاتے ہیں ان کا فعل انکے دعوے کے خلاف ہوتا ہے۔ اور ان کے کام ایسے ہوتے ہیں جن کے لئے شریعت نے حکم نہیں دیا سو ایسے لوگوں کے خلاف جس شخص نے قیام حق وسنت کی راہ میں اپنے ہاتھ سے کام لیا وہ بھی مومن ہے اور جو ایسا نہ کر سکا مگر زبان سے کام لیا وہ بھی مومن ہے اور جس سے یہ بھی نہ ہو سکا اور دل کے اعتقاد اور نیت کے ثبات کو ان کے خلاف کام میں لایا وہ بھی مومن ہے لیکن اس آخری درجہ کے بعد ایمان کا کوئی درجہ نہیں اس پر ایمان کی حد ختم ہو جاتی ہے حتیٰ کہ اب رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں ہو سکتا۔

اس کام کی اہمیت اور ضرورت کو امام غزالی نے اس طرح ظاہر فرمایا ہے۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر دین کا ایسا زبردست رکن ہے جس سے دین کی تمام چیزیں وابستہ ہیں اس کو انجام دینے کے لئے حق تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام کو مبعوث فرمایا اگر خدانخواستہ اس کو بالائے طاق رکھ دیا جائے اور اس کے علم وعمل کو ترک کر دیا جائے تو (العیاذ باللہ) نبوت کا بیکار ہونا لازم آئے گا۔ دیانت جو

marfat.com

جب کسی شخص کے سامنے کوئی اصلاحی نظام پیش کیا جاتا ہے تو جواب یہی ملتا ہے، کہ مسلمانوں کی ترقی اب کیسے ہو سکتی ہے۔ جب کہ ان کے پاس نہ سلطنت و حکومت ہے۔ نہ مال و زر اور نہ سامان حرب اور نہ مرکزی حیثیت، نہ قوتِ بازو، اور نہ باہمی اتفاق و اتحاد۔

بالخصوص دیندار طبقہ تو بزعم خود یہ طے کر چکا ہے کہ اب چودھویں صدی ہے۔ زمانہ رسالت کو بعد ہو چکا اب اسلام اور مسلمانوں کا انحطاط ایک لازمی شے ہے پس اس کے لئے جدوجہد کرنا عبث اور بیکار ہے۔ یہ صحیح ہے کہ جس قدر مشکوٰۃ نبوت سے بعد ہوتا جائے گا حقیقی اسلام کی شعاعیں ماند پڑتی جائیں گی لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ بقاء شریعت اور حفاظت دینِ محمدی کے لئے جدوجہد اور سعی نہ کی جائے اس لئے اگر ایسا ہوتا اور ہمارے اسلاف بھی خدانخواستہ یہی سمجھ لیتے تو آج ہم تک اس دین کے پہنچنے کی کوئی سبیل نہ تھی۔ البتہ جب کہ زمانہ ناموافق ہے تو رفتار زمانہ کو دیکھتے ہوئے زیادہ ہمت اور استقلال کے ساتھ اس کو لے کر کھڑے ہونے کی ضرورت ہے

تعجب ہے کہ جو مذہب سراسر عمل اور جدوجہد پر مبنی تھا آج اس کے پیروکار عمل سے یکسر خالی ہیں۔ حالانکہ قرآن مجید اور حدیث شریف میں جگہ جگہ عمل اور جہد کا سبق پڑھایا۔ اور بتلایا ہے کہ ایک عبادت گزار تمام رات نفل پڑھنے والا، دن بھر روزہ رکھنے والا۔ اللہ اللہ کرنے والا ہرگز اس شخص کے برابر نہیں ہو سکتا جو دوسروں کی اصلاح اور ہدایت کے فکر میں بے چین ہو۔

قرآن کریم نے جگہ جگہ جہادِ فی سبیل اللہ کی تائید کی۔ اور مجاہد کی فضیلت اور برتری کو نمایاں کیا

لَا یَسْتَوِی الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ غَیْرُ اُولِی الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ

برابر نہیں وہ مسلمان جو بلا کسی عذر کے گھر میں بیٹھے ہیں اور وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں اپنے مال و جان سے جہاد کریں۔

marfat.com

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ط

بے شک تمہارے لئے رسول اللہؐ میں اچھی پیروی ہے۔

اسی کی جانب امام مالک رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں لَنْ يُّصْلِحَ اٰخِرَ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اِلَّا مَا اَصْلَحَ اَوَّلَهَا یعنی اس امت محمدیہ کے آخر میں آنے والے لوگوں کی ہرگز اصلاح نہیں ہوسکتی جبتک وہی طریقہ اختیار نہ کیا جائے جس نے ابتداء میں اصلاح کی ہے۔

جس وقت نبی کریمؐ دعوتِ حق لے کر کھڑے ہوئے آپ تنہا تھے۔ کوئی آپؐ کا ساتھی اور ہم خیال نہ تھا۔ کوئی دنیوی طاقت آپ کو حاصل نہ تھی آپؐ کی قوم میں خودسری اور خود رائی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔ ان میں سے کوئی حق بات سننے اور اطاعت کرنے پر آمادہ نہ تھا۔ بالخصوص جس کلمۂ حق کی آپ تبلیغ کرنے کھڑے ہوئے تھے اس سے تمام قوم کے قلوب متنفر اور بیزار تھے۔ ان حالات میں کون سی طاقت تھی جس نے ایک مفلس و نادار اور بے یار و مددگار انسان نے تمام قوم کو اپنی طرف کھینچا، اب غور کیجئے کہ وہ آخر کیا چیز تھی جس کی طرف آپ نے مخلوق کو بلایا۔ اور جس شخص نے اس چیز کو پا لیا وہ پھر ہمیشہ کے لئے آپؐ کا ہو رہا۔ دنیا جانتی ہے کہ وہ صرف ایک سبق تھا۔ جو آپ کا مطمح نظر اور مقصودِ اصلی تھا جس کو آپ نے لوگوں کے سامنے پیش کیا۔

اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ط

(آل عمران ع ۷)

بجز اللہ تعالیٰ کے ہم کسی اور کی عبادت نہ کریں۔ اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ اور ہم میں سے کوئی دوسرے کو رب قرار نہ دے خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر

اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کے سوا ہر شے کی عبادت اور اطاعت اور فرمانبرداری کی ممانعت کی اور اغیار کے تمام بندھنوں اور علاقوں کو توڑ کر ایک نظامِ عمل مقرر

marfat.com

کے لئے تیار ہو جائیں تو ہفتہ میں چند گھنٹے اپنے محلے، اور مہینہ میں تین دن قرب و جوار کے مواضعات میں، اور سال میں ایک چلہ دور کے مواضعات میں اس کام کو کریں اور کوشش کریں کہ ہر مسلمان امیر ہو یا غریب، تاجر ہو یا ملازم، زمیندار ہو یا کاشتکار عالم ہو یا جاہل۔ اس کام میں شریک ہو جائے اور ان امور کا پابند بن جائے

کام کرنے کا طریقہ

کم از کم دس آدمیوں کی جماعت تبلیغ کیلئے نکلے۔ اول اپنے میں سے ایک شخص کو امیر بنا لے۔ اور پھر سب مسجد میں جمع ہوں اور وضو کر کے دو رکعت نفل ادا کریں۔ بشرطیکہ وقت مکروہ نہ ہو) بعد نماز مل کر حق تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا کریں اور نصرت و کامیابی اور تائید خداوندی اور توفیق الٰہی کو طلب کریں اور اپنے ثبات اور استقلال کی دعا مانگیں۔ دعا کے بعد سکون و وقار کے ساتھ آہستہ آہستہ حق تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوئے روانہ ہوں۔ اور فضول بات نہ کریں۔ جب اس جگہ پہنچیں جہاں تبلیغ کرنی ہے تو پھر سب مل کر حق تعالیٰ سے دعا مانگیں۔ اور تمام محلہ یا گاؤں میں گشت کر کے لوگوں کو جمع کریں۔ اول ان کو نماز پڑھوائیں اور پھر ان امور کی پابندی کا عہد لیں اور اس طریقہ پر کام کرنے کیلئے آمادہ کریں۔ اور ان لوگوں کے ہمراہ گھروں کے دروازوں پر جا کر عورتوں سے بھی نماز پڑھوائیں اور ان امور کی پابندی کی تاکید کریں۔

جو لوگ اس کام کو کرنے کے لئے تیار ہو جائیں ان کی ایک جماعت بنا دی جائے اور ان میں سے ایک شخص کو ان کا امیر مقرر کر دیا جائے اور اپنی نگرانی میں ان سے کام شروع کرا دیا جائے۔ اور پھر ان کے کام کی نگرانی کی جائے۔ ہر تبلیغ کرنے والے کو چاہیے کہ اپنے امیر کی اطاعت کرے اور امیر کو چاہیے کہ اپنے ساتھیوں کی خدمت گذاری اور راحت رسانی، ہمت افزائی اور ہمدردی میں کمی نہ کرے۔ اور قابل مشورہ باتوں میں سب سے مشورہ لے کر اس کے موافق عمل کرے۔

marfat.com

لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا ط (نور ع ۷)

سے بدلے دے گا۔ بشرطیکہ میری بندگی کرتے رہیں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں

اس آیت میں تمام امت سے وعدہ ہے کہ ایمان وعملِ صالح پر حکومت دینے کا جس کا ظہور عہد نبوی سے شروع ہو کر خلافتِ راشدہ تک مسلسل ممتد رہا چنانچہ جزیرہ عرب آپ کے زمانے میں اور دیگر ممالک زمانہ خلفاء راشدین میں فتح ہو گئے اور بعد میں بھی وقتاً فوقتاً گو اتصال نہ ہو۔ دوسرے صلحاء متوک وخلفائے حق میں اس وعدہ کا ظہور ہوتا رہا اور آئندہ بھی ہوتا رہے گا جیسا کہ دوسری آیت میں ہے۔ اِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝ ونحوہ (بیان القرآن

پس معلوم ہوا کہ اس دنیا میں چین وراحت اور اطمینان وسکون اور عزت وآبرو کی زندگی بسر کرنے کی اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں کہ ہم اس طریق پر مضبوطی سے کاربند ہوں۔ اور اپنی اجتماعی اور انفرادی ہر قسم کی قوت اس مقصد کی تکمیل کے لئے وقف کریں۔

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا

تم سب دین کو مضبوط پکڑو اور ٹکڑے ٹکڑے مت بنو۔

یہ ایک مختصر "نظامِ عمل" ہے جو درحقیقت اسلامی زندگی اور اسلاف کی زندگی کا نمونہ ہے۔

ملک میوات میں ایک عرصہ سے اس طرز پر کام کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اور اس تمام کوشش کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ قوم روز بروز ترقی کرتی جا رہی ہے۔ اس کام کے علاوہ برکات وثمرات اس قوم میں مشاہدہ کئے گئے جو دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اگر تمام مسلمان اجتماعی طور پر اس طریقِ زندگی کو اختیار کر لیں تو حق تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ ان کی تمام مصائب اور مشکلات دور ہو جائیں گی اور وہ عزت وآبرو اور اطمینان وسکون کی زندگی پالیں گے۔ اور اپنے

marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فضائل اعمال

جلد اول

شیخ الحدیث

حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ

① حکایاتِ صحابہ رضی اللہ عنہم	② فضائل نماز
③ فضائل تبلیغ	④ فضائل ذکر
⑤ فضائل قرآن مجید	⑥ فضائل رمضان شریف
⑦ مسلمانوں کی موجودہ پستی کا واحد علاج	⑧ فضائل درود شریف

پہلا ایڈیشن

ماہ ربیع الاول ۱۴۳۳ھ مطابق ماہ فروری ۲۰۱۲ء

Compiler	مرتب
AHEM Charitable Trust	اہم چیریٹیبل ٹرسٹ

Contact : Idara-e-**DEENIYAT**, Opp. Maharashtra College, Bellasis Road, Mumbai Central, Mumbai - 4000 08

Tel. : 022 - 23051111 • Fax : 022 - 23051144

Website : www.deeniyat.com • E-mail : info@deeniyat.com

نے مولانا کی حالت دیکھ کر فرمایا کہ تم ان سے چلنے کے لیے اصرار نہ کرو، ان پر ایک حالت طاری ہے یا تو تم اتنا انتظار کرو کہ یہ از خود تمہارے ساتھ چلے جائیں یا تم خود چلے جاؤ یہ بعد میں آجائیں گے چنانچہ رفقاء ٹھہر گئے۔

مولانا[1] فرماتے تھے کہ مدینہ طیبہ کے اس قیام کے دوران میں مجھے اس کام (تبلیغ) کے لیے امر ہوا اور ارشاد ہوا کہ ہم تم سے کام لیں گے، کچھ دن میرے اس بے چینی میں گزرے کہ میں ناتواں کیا کر سکوں گا؟ کسی عارف سے ذکر کیا تو انھوں نے فرمایا کہ پریشانی کی کیا بات ہے؟ یہ تو نہیں کہا گیا کہ تم کام کرو گے، یہ کہا گیا ہے کہ ہم تم سے کام لیں گے، بس کام لینے والے کام لے لیں گے''۔

اس سے بڑی تسکین ہوئی اور آپ نے مدینہ منورہ سے مراجعت فرمائی، پانچ مہینے حرمین میں قیام رہا اور تیرہ ربیع الثانی ۱۳۴۵ھ کو کاندھلہ واپسی ہوئی دراصل[1] مولانا کے دل میں اس سفرِ حج میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات ڈالی کہ ساری دنیا غفلت، جہالت اور دین سے بے طلبی کے ایک حصار میں گھری ہوئی ہے جس کی وجہ سے دین پر چلنا تقریباً ناممکن ہو گیا ہے، جب تک لوگوں کو ان کے اس ماحول اور مشاغل سے نکالا نہ جائے گا اور اہل اللہ اور بزرگانِ دین کی مجالس میں پھرایا نہ جائے گا اور اس نقل وحرکت میں دین کے بنیادی عقائد اور فرائض اور دین کی عمومی تعلیم کا عادی نہ بنایا جائے گا، دین کی طلب پیدا نہیں ہو سکتی، اس لیے مولانا نے لوگوں کو اپنے مشاغل سے نکلنے، گھروں کو چھوڑنے اور اپنے اخراجاتِ سفر خود برداشت کرنے اور اس راہ کی جہد ومشقت برداشت کرنے اور دین کے سیکھنے اور سکھانے اور جماعتیں بنا بنا کر قرنِ اول کی طرح ملکوں ملکوں پھرنے کی دعوت دینی شروع کر دی، میوات سے اپنے پاس بستی حضرت نظام الدین دہلی میں آنا اور یہاں سے میوات اور یوپی کو جماعتیں بنا کر روانہ کرنا شروع کیا، چنانچہ پہلی جماعت اپنے وطن کاندھلہ کو روانہ فرمائی۔

مولانا جس کام کو شروع فرماتے تھے اپنی تمام قوتوں کو اس پر صَرف فرما دیتے تھے، دینی دعوت میں حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ فرماتے ہیں: ''مولانا کی زندگی کا اصلی جوہر جس نے ان کو خدمتِ دین کے اس بلند مقام تک پہونچایا تھا ان کی بلند ہمتی ہے، خدمتِ دین اور اصلاحِ مسلمین کی کسی ابتدائی منزل پر مولانا کی بے قرار طبیعت نے قرار نہ پایا جب تک اس کو اصلی منزل نہ مل گئی اس نے کہیں دم نہ لیا اور کہیں آرام نہیں کیا''۔

جماعتوں کی نقل وحرکت میں ایسی کتابوں کی ضرورت پیش آئی جس میں ملت کے تمام طبقات مل جل کر صحیح دینی زندگی کی ایک ساخت پر ذہن بنا سکیں اور آپس میں کسی اختلاف یا افتراق کا شائبہ تک نہ آسکے، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ سے ''فضائل اعمال'' کی کتابیں لکھوائی گئیں؛ چنانچہ حکایاتِ صحابہ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ کے ارشاد پر: ''فضائل قرآن مجید'' حضرت حافظ محمد یٰسین صاحب نگینویؒ کے ارشاد پر: ''فضائل نماز، فضائل ذکر، فضائل تبلیغ، فضائل رمضان'' حضرت مولانا الیاسؒ کے ارشاد پر اور ''فضائل صدقات وفضائل حج'' وغیرہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی درخواست پر لکھی گئیں اور مسلمانوں کی موجودہ پستی کا واحد علاج'' مولانا احتشام الحسن صاحب خلیفہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ

---

(1) حضرت مولانا محمد الیاسؒ اور ان کی دعوت۔

۲۳	اقامۃ الحجۃ	حضرت مولانا عبدالحی صاحب لکھنویؒ۔
۲۴	بیہقی	ابوبکر احمد بن الحسین بن علی البیہقیؒ۔ متوفی ۴۵۸ھ
۲۵	درایہ	حافظ ابن حجرؒ۔
۲۶	اصابہ	حافظ ابن حجر العسقلانی الشافعیؒ۔ متوفی ۸۵۲ھ
۲۷	قرۃ العیون	شیخ ابواللیث سمرقندیؒ۔ متوفی ۶۰۶ھ
۲۸	تفسیر عزیزی	حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلویؒ۔ متوفی ۱۲۳۹ھ
۲۹	طبقات	محمد بن سعد کاتب الواقدیؒ۔ متوفی ۹۰۳ھ
۳۰	کتاب الامامۃ والسیاستہ	عبداللہ بن مسلم ابن قتیبہؒ۔ متوفی ۲۷۰ھ
۳۱	تلقیح فہوم اہل الاثر	جمال الدین عبدالرحمٰن بن الجوزیؒ۔ متوفی ۵۹۷ھ
۳۲	مسند احمد	ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبلؒ۔ متوفی ۲۴۱ھ
۳۳	مقدمہ اوجز المسالک	حضرت اقدس مولانا محمد زکریا صاحبؒ
۳۴	ابن ماجہ	ابوعبداللہ محمد بن یزید القزوینیؒ۔ متوفی ۲۷۳ھ
۳۵	سنن دارمی	ابومحمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن تمیمی دارمیؒ۔ متوفی ۲۵۵ھ
۳۶	استیعاب	حافظ ابن عبدالبر مالکیؒ۔ متوفی ۴۶۳ھ
۳۷	طبرانی	ابوالقاسم سلیمان بن احمد بن ایوبؒ۔ متوفی ۳۶۰ھ
۳۸	نسائی	ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب ابن علیؒ۔ متوفی ۳۰۳ھ
۳۹	الترغیب والترہیب	ابومحمد عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذریؒ۔ متوفی ۶۵۶ھ
۴۰	ابن حبان	ابوحاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبانؒ۔ متوفی ۳۵۴ھ
۴۱	مستدرک للحاکم	ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ المعروف بالحاکم نیشاپوریؒ۔ متوفی ۴۰۵ھ
۴۲	الزواجر	امام ابن حجر المکی الہیثمیؒ۔ متوفی ۹۷۳ھ
۴۳	مسند بزار	ابوبکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق البزارؒ۔ متوفی ۲۹۲ھ
۴۴	مصنف ابن ابی شیبہ	ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہؒ۔ متوفی ۲۳۵ھ
۴۵	مسند ابویعلی	احمد بن علی بن المثنی الموصلیؒ۔ متوفی ۳۰۷ھ
۴۶	سنن دارقطنی	ابوالحسن علی بن عمر بن احمدؒ۔ متوفی ۳۸۵ھ

مضامین	صفحہ نمبر
۱- حکایاتِ صحابہ ؓ	۱۸
تمہید	۱۹
پہلا باب	۲۱
دین کی خاطر سختیوں کا برداشت کرنا اور تکالیف ومشقت کا جھیلنا	۲۱
حضور اکرم ﷺ کے طائف کے سفر کا قصہ	۲۱
قصہ حضرت انس بن نضر ؓ کی شہادت کا	۲۳
صلح حدیبیہ اور ابو جندل ؓ اور ابو بصیر ؓ کا قصہ	۲۴
حضرت بلال حبشی ؓ کا اسلام اور مصائب	۲۶
حضرت ابوذر غفاری ؓ کا اسلام	۲۷
حضرت خباب بن الارت ؓ کی تکلیفیں	۲۹
حضرت عمار ؓ اور ان کے والدین کا ذکر	۳۰
حضرت صہیب ؓ کا اسلام	۳۰
حضرت عمر ؓ کا قصہ	۳۱
مسلمانوں کی حبشہ کی ہجرت اور شعب ابی طالب میں قید ہونا	۳۳
دوسرا باب	۳۷
اللہ جل جلالہٗ وعم نوالہٗ کا خوف اور ڈر	۳۷
آندھی کے وقت حضور اکرم ﷺ کا طریقہ	۳۷
اندھیرے میں حضرت انس ؓ کا فعل	۳۸
سورج گرہن میں حضور اکرم ﷺ کا عمل	۳۸
حضور اکرم ﷺ کا رات بھر روتے رہنا	۳۹
حضرت ابوبکر ؓ پر اللہ کا ڈر	۳۹
حضرت عمر ؓ کا خوفِ الٰہی	۴۰
حضرت ابن عباس ؓ کی نصیحت	۴۲

مضامین	صفحہ نمبر
تبوک کے سفر میں قوم ثمود کی بستی پر گذر	۴۲
تبوک میں حضرت کعب ؓ کی غیر حاضری اور توبہ	۴۴
صحابہ ؓ کے ہنسنے پر حضور ﷺ کی تنبیہ اور قبر کی یاد دہانی	۴۹
حضرت حنظلہ ؓ کو اپنے متعلق نفاق کا ڈر	۵۰
تکمیل اللہ کے خوف کے متفرق احوال	۵۱
تیسرا باب	۵۴
صحابۂ کرام ؓ کے زُہد اور فقر کے بیان میں	۵۴
حضور اکرم ﷺ کا پہاڑوں کو سونا بنا دینے سے انکار	۵۴
حضرت عمر ؓ کے وسعت طلب کرنے پر تنبیہ اور حضور ﷺ کے گذر کی حالت	۵۴
حضرت ابوہریرہ ؓ کی بھوک کا حال	۵۰
حضرت ابوبکر صدیق ؓ کا بیت المال سے وظیفہ	۵۷
حضرت عمر فاروق ؓ کا بیت المال سے وظیفہ	۵۸
حضرت بلال ؓ کا حضور ﷺ کے لیے ایک مُشرِک سے قرض	۶۰
حضرت ابوہریرہ ؓ کا بھوک میں مسئلہ دریافت کرنا	۶۱
صرف دنیاوی شرافت کی اللہ کے یہاں کوئی وقعت نہیں	۶۳
حضور ﷺ سے محبت کرنے والے پر فقر کی دوڑ	۶۳
سریۃ العنبر میں فقر کی حالت	۶۴
چوتھا باب	۶۵
صحابۂ کرام ؓ کے تقویٰ کے بیان میں	۶۵
حضور ﷺ کی ایک جنازہ سے واپسی اور ایک عورت کی دعوت	۶۶

مضامین	صفحہ نمبر
حضرت اُمِ حرام ؓ کی غزوۃ البحر میں شرکت کی تمنا	۱۳۵
حضرت اُمِ سلیم ؓ کی لڑکے کے مرنے پر خاوند سے ہم بستری	۱۳۶
حضرت اُمِ حبیبہ ؓ کا اپنے باپ کو بستر پر نہ بٹھانا	۱۳۶
حضرت زینب ؓ کا اِفک کے معاملہ میں صفائی پیش کرنا	۱۳۷
حضرت خنساء ؓ کی اپنے چار بیٹوں سمیت جنگ میں شرکت	۱۳۹
حضرت صفیہ ؓ کا یہودی کو تنہا مارنا	۱۴۰
حضرت اسماء ؓ کا عورتوں کے اجر کے بارے میں سوال	۱۴۱
حضرت اُمِ عمارہ ؓ کا اسلام اور جنگ میں شرکت	۱۴۲
حضرت اُمِ حکیم ؓ کا اسلام اور جنگ میں شرکت	۱۴۴
حضرت سمیہ اُمِ عمار ؓ کی شہادت	۱۴۵
حضرت اسماء بنت ابوبکر ؓ کی زندگی اور تنگی	۱۴۵
حضرت ابوبکر ؓ کا ہجرت کے وقت مال لے جانا اور حضرت اسماء ؓ کا اپنے دادا کو اطمینان دلانا	۱۴۷
حضرت اسماء ؓ کی سخاوت	۱۴۷
حضور ﷺ کی بیٹی حضرت زینب ؓ کی ہجرت اور انتقال	۱۴۸
حضرت ربیع بنت معوذ ؓ کی غیرتِ دینی	۱۴۹
معلومات	۱۵۰
حضور ﷺ کی بیبیاں اور اولاد	۱۵۰
حضرت خدیجہ ؓ کے حالات	۱۵۰
حضرت سَوْدَہ ؓ کے حالات	۱۵۱
حضرت عائشہ ؓ کے حالات	۱۵۱

مضامین	صفحہ نمبر
حضرت حَفْصَہ ؓ کے حالات	۱۵۳
حضرت زینب بنت خُزَیْمَہ ؓ کے حالات	۱۵۴
حضرت اُمِ سلمہ ؓ کے حالات	۱۵۴
حضرت زینب بنت جَحْش ؓ کے حالات	۱۵۵
حضرت جُوَیْرِیَہ ؓ کے حالات	۱۵۶
حضرت اُمِ حبیبہ ؓ کے حالات	۱۵۷
حضرت صَفِیَّہ ؓ کے حالات	۱۵۸
حضرت میمونہ ؓ کے حالات	۱۵۸
معلومات	۱۵۹
حضور ﷺ کی اولاد	۱۵۹
حضرت قاسم ؓ	۱۶۰
حضرت عبداللہ ؓ	۱۶۰
حضرت ابراہیم ؓ	۱۶۰
حضرت زینب ؓ	۱۶۰
حضرت رُقَیَّہ ؓ	۱۶۱
حضرت ام کُلْثُوم ؓ	۱۶۲
حضرت فاطمہ ؓ	۱۶۳
گیارھواں باب	۱۶۴
بچوں کا دینی جذبہ	۱۶۴
بچوں کو روزہ رکھوانا	۱۶۵
حضرت عائشہ ؓ کی احادیث اور ان کا علمی ذوق	۱۶۵
حضرت عُمَیر ؓ کا شوقِ جہاد	۱۶۶
حضرت عُمَیر ؓ کا جنگِ بدر میں چھپ کر شریک ہونے کی کوشش	۱۶۶
دو انصاری بچوں کا ابوجہل کو قتل کرنا	۱۶۷

مضامین	صفحہ نمبر
۳-فضائلِ تبلیغ	۲۸۷
تمہید	۲۸۸
فصلِ اول	۲۹۰
آیاتِ قرآنی، درتاکیدِ اَمر بالمعروف ونہی عن المنکر	۲۹۰
فصلِ ثانی	۲۹۱
احادیثِ نبوی درتاکیدِ امر بالمعروف ونہی عن المنکر	۲۹۱
فصلِ سوم	۳۰۵
تنبیہ برائے اصلاحِ نفس	۳۰۵
فصلِ چہارم	۳۰۷
فضائلِ اکرامِ مسلم ووعیدِ تحقیرِ مسلم	۳۰۷
فصلِ پنجم	۳۰۸
اخلاص اور ایمان واحتساب	۳۰۸
فصلِ ششم	۳۱۱
تعظیمِ علمائے کرام وبزرگانِ دین	۳۱۱
فصلِ ہفتم	۳۱۴
اہلِ حق کی پہچان اوران کی مجالست کی اہمیت	۳۱۴
۴-فضائلِ ذکر	۳۱۹
خطبہ وتمہید	۳۲۰
بابِ اول	۳۲۲
فضائلِ ذکر	۳۲۲
فصلِ اول	۳۲۲
آیاتِ ذکر میں	۳۲۲
فصلِ ثانی	۳۳۱
احادیثِ ذکر میں	۳۳۱
نرم بستروں والے ذاکر جنت میں	۳۳۸

مضامین	صفحہ نمبر
ذکر نہ کرنے والا مردے کی طرح ہے	۳۳۹
اللہ کے بہترین بندے	۳۴۰
ذکر صدقہ خیرات سے افضل ہے	۳۴۰
ذاکرین پر فرشتوں کا سایہ	۳۴۱
مجلس کا کفّارہ	۳۴۵
ذکر اللہ اور عذابِ قبر	۳۴۰
یادِ الٰہی کی خاطر جمع ہونے والے	۳۵۱
ذکر کی مجلسیں	۳۵۳
ذکر کی کثرت	۳۵۵
فجر اور عصر کے بعد اللہ کا ذکر	۳۶۳
ذکر کے ۷۳ رفائدے	۳۶۷
بابِ دوم	۳۷۵
کلمۂ طیبہ	۳۷۵
فصلِ اول	۳۷۵
ان آیات میں جن میں لفظ کلمۂ طیبہ کا نہیں ہے اور مراد کلمہ طیبہ ہے	۳۷۵
تکمیل	۳۸۳
فصلِ دوم	۳۸۳
وہ آیات جن میں کلمہ طیبہ کا ذکر ہے	۳۸۳
فصلِ سوم	۳۸۷
فضائلِ ذکر کی احادیث	۳۸۷
وضو کے بعد کی دعا	۴۲۵
وفات کے وقت کلمۂ طیبہ	۴۲۶
افیون کے نقصانات اور مسواک کے فائدے	۴۲۷
ایمان کی ستر شاخیں	۴۲۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: لَقَدْ كَانَ فِیْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ [سورۂ یوسف:۱۱۱]

بے شک ان کے قصے میں (بڑی) عبرت ہے سمجھ داروں کے لیے۔

①

حکایاتِ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین

یعنی

سچّی کہانیاں

جس میں

حضرت مولانا الحافظ الحاج الشاہ عبدالقادر صاحبؒ کے ارشاد سے

فخر الاماثل زبدۃ الافاضل حضرت مولانا الحاج الحافظ المحدث محمد زکریا صاحبؒ

شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور نے

صحابی مردوں، صحابی عورتوں، صحابی بچوں کے زُہد وتقویٰ، فقر وعبادت علمی مشاغل،

ایثار وہمدردی، بے مثل جرأت وبہادری، حیرت انگیز جاں بازی وغیرہ کے

ایمان افروز حالات بیان کیے ہیں۔

پہلا باب

دین کی خاطر سختیوں کا برداشت کرنا اور تکالیف و مَشقَّت کا جھیلنا

حضور اقدس ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے دین کے پھیلانے میں جس قدر تکلیفیں اور مشقتیں برداشت کی ہیں؛ ان کا برداشت کرنا تو دَرکِنار[1]، اُس کا ارادہ کرنا بھی ہم جیسے نالائقوں سے دشوار ہے۔ تاریخ کی کتابیں اِن واقعات سے بھری ہوئی ہیں، مگر اُن پر عمل کرنا تو علیٰحدہ رہا، ہم اُن کو معلوم کرنے کی بھی تکلیف نہیں کرتے۔ اِس باب میں چند قصوں کو نمونہ[2] کے طور پر ذکر کرنا ہے، اُن میں سب سے پہلے خود حضور اکرم ﷺ کے ایک قِصّہ سے ابتدا کرتا ہوں کہ حضور ﷺ کا ذکر برکت کا ذریعہ ہے۔

① حضور اکرم ﷺ کے طائف کے سفر کا قصہ

نُبوّت مل جانے کے بعد ۹/ برس تک نبی اکرم ﷺ مکہ مکرمہ میں تبلیغ فرماتے رہے اور قوم کی ہدایت اور اصلاح کی کوشش فرماتے رہے؛ لیکن تھوڑی سی جماعت کے سوا، جو مسلمان ہوگئی تھی اور تھوڑے سے ایسے لوگوں کے علاوہ جو باوجود مسلمان نہ ہونے کے آپ کی مدد کرتے تھے؛ اکثر کفارِ مکہ آپ کو اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو ہر طرح کی تکلیفیں پہونچاتے تھے، مذاق اڑاتے تھے اور جو ہوسکتا تھا اس سے دریغ[3] نہ کرتے تھے۔ حضور ﷺ کے چچا ابوطالب بھی اُن ہی نیک دل لوگوں میں تھے، جو باوجود مسلمان نہ ہونے کے حضور ﷺ کی ہر قسم کی مدد فرماتے تھے۔ دسویں سال میں جب ابوطالب کا بھی انتقال ہوگیا، تو کافروں کو اور بھی ہر طرح کھلے مُہار[4] اسلام سے روکنے اور مسلمانوں کو تکلیف پہونچانے کا موقع ملا۔ حضور اقدس ﷺ اس خیال سے طائف تشریف لے گئے کہ وہاں قبیلۂ ثَقِیف[5] کی بڑی جماعت ہے، اگر وہ قبیلہ مسلمان ہو جائے، تو مسلمانوں کو ان تکلیفوں سے نجات ملے اور دین کے پھیلنے کی بنیاد پڑ جائے۔ وہاں پہونچ کر قبیلہ کے تین[6] سرداروں سے جو بڑے درجے کے سمجھے جاتے تھے، گفتگو[7] فرمائی اور اللہ کے دین کی طرف بلایا اور اللہ کے رسول کی یعنی اپنی مدد کی طرف متوجہ کیا؛ مگر ان لوگوں نے بجائے اس کے کہ دین کی بات کو قبول کرتے یا کم سے کم عرب کی مشہور مہمان نوازی کے لحاظ سے ایک نَوواردِ مہمان[8] کی خاطر مُدارات کرتے، صاف جواب دے دیا اور نہایت بے رُخی[9] اور بداخلاقی سے پیش آئے، اُن لوگوں نے یہ بھی گوارہ[10] نہ کیا کہ آپ یہاں قیام[11] فرمالیں۔ جن لوگوں کو سردار سمجھ کر بات کی تھی کہ وہ شریف ہوں گے اور مُہذّب[12] گفتگو کریں گے، ان میں سے ایک شخص بولا کہ او ہو! آپ ہی کو اللہ نے نبی بنا کر بھیجا ہے۔ دوسرا بولا: اللہ کو

حل لغات: ① الگ رہا۔ ② مثال۔ ③ رکتے نہ تھے۔ ④ آزادی سے۔ ⑤ خاندان۔ ⑥ بات چیت۔ ⑦ اجنبی۔ ⑧ مہمان نوازی۔ ⑨ بے توجہی۔ ⑩ برداشت۔ ⑪ ٹھہر جائیں۔ ⑫ اچھی۔

سامنے سے ایک دوسرے صحابی سَعد بن مُعاذ ؓ آرہے ہیں۔ اُن سے کہا کہ: اے سعد! کہاں جارہے ہو؟ خدا کی قسم! جنت کی خوشبو اُحد کے پہاڑ سے آرہی ہے۔ یہ کہہ کر تلوار تو ہاتھ میں تھی ہی، کافروں کے ہُجوم[۱] میں گھس گئے اور اتنے شہید نہیں ہوگئے؛ واپس نہیں ہوئے، شہادت کے بعد ان کے بدن کو دیکھا تو چھلنی ہو گیا تھا، اَسّی[۸۰] سے زیادہ زخم تیر اور تلوار کے بدن پر تھے، ان کی بہن نے انگلیوں کے پوروں سے ان کو پہچانا۔

فائدہ: جو لوگ اخلاص اور سچی طلب کے ساتھ اللہ کے کام میں لگ جاتے ہیں، ان کو دنیا ہی میں جنت کا مزہ آنے لگتا ہے۔ یہ حضرت اَنَس ؓ زندگی ہی میں جنت کی خوشبو سونگھ رہے تھے، اگر اخلاص آدمی میں ہو جاوے، تو دنیا میں بھی جنت کا مزہ آنے لگتا ہے۔ میں نے ایک مُعتبر[۲] شخص سے جو حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوریؒ کے مُخلص خادم ہیں؛ حضرت کا مقولہ سنا ہے کہ ''جنت کا مزہ آرہا ہے''۔ فضائل رمضان میں اِس قِصّہ کو لکھ چکا ہوں۔

③ صُلحِ حُدَیبیہ اور ابوجَندَل ؓ اور ابوبَصیر ؓ کا قصہ

۶ھ میں حضور اقدس ﷺ عمرہ کے ارادہ سے مکہ تشریف لے جارہے تھے، کفارِ مکہ کو اِس کی خبر ہوئی اور وہ اس خبر کو اپنی ذلّت[۳] سمجھے، اِس لیے مُزاحمت[۴] کی اور حدیبیہ میں آپ ﷺ کو رُکنا پڑا، جاں نثار[۵] صحابہ ؓ ساتھ تھے، جو حضور ﷺ پر جان قربان کرنا فخر سمجھتے تھے، لڑنے کو تیار ہوگئے؛ مگر حضور ﷺ نے مکہ والوں کی خاطر[۶] سے لڑنے کا ارادہ نہیں فرمایا، اور صلح کی کوشش کی اور باوجود صحابہ ؓ کی لڑائی پر مُستعدی[۷] اور بہادری کے، حضور اکرم ﷺ نے کفار کی اِس قدر رعایت فرمائی کہ اُن کی ہر شرط کو قبول فرمالیا۔ صحابہ ؓ کو اِس طرح دَب کر صلح کرنا بہت ہی ناگوار[۸] تھا؛ مگر حضور ﷺ کے ارشاد کے سامنے کیا ہوسکتا تھا کہ جاں نثار تھے اور فرماں بردار، اس لیے حضرت عمر ؓ جیسے بہادروں کو بھی دبنا پڑا۔

صلح میں جو شرطیں طے ہوئیں، ان شرطوں میں ایک یہ شرط بھی تھی کہ کافروں میں سے جو شخص اسلام لائے اور ہجرت کرے، مسلمان اُس کو مکہ واپس کردیں اور مسلمانوں میں سے خدانخواستہ[۹] اگر کوئی شخص مرتد[۱۰] ہوکر چلا آئے، تو وہ واپس نہ کیا جائے۔ یہ صُلح نامہ[۱۱] ابھی تک پورا لکھا بھی نہیں گیا تھا کہ حضرت ابوجَندَل ؓ ایک صحابی تھے، جو اسلام لانے کی وجہ سے طرح طرح کی تکلیفیں برداشت کررہے تھے اور زنجیروں میں بندھے ہوئے تھے، اِسی حالت میں گرتے پڑتے مسلمانوں کے لشکر میں اِس اُمید پر پہونچے کہ اُن لوگوں کی حمایت[۱۲] میں جاکر اِس مصیبت سے چھٹکارا پاؤں گا، اُن کے باپ سہیل نے جو اِس صلح نامہ میں کفار کی طرف سے وکیل تھے اور اُس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے، فتح مکہ میں مسلمان ہوئے؛ انہوں نے

حل لغات: (۱) بھیڑ۔ (۲) بھروسے کے قابل۔ (۳) بے عزتی۔ (۴) روکا۔ (۵) جان قربان کرنے والے۔ (۶) خیال۔ (۷) تیاری۔ (۸) ناپسند۔ (۹) خدانہ کرے۔ (۱۰) اسلام چھوڑ کر۔ (۱۱) آپسی فیصلہ کا مضمون۔ (۱۲) پناہ۔

کی رَٹ لگاتے تھے، اسی کا یہ صِلہ[1] ملا کہ پھر حضور ﷺ کے دربار میں مؤذن بنے؛ اور سفر حضر[2] میں ہمیشہ اذان کی خدمت ان کے سپرد ہوتی۔ حضور ﷺ کے وصال[3] کے بعد مدینہ طیبہ میں رہنا اور حضور ﷺ کی جگہ کو خالی دیکھنا مشکل ہوگیا، اس لیے ارادہ کیا کہ اپنی زندگی کے جتنے دن ہیں، جہاد میں گذار دوں، اس لیے جہاد میں شرکت کی نیت سے چل دیے، ایک عرصہ تک مدینہ منورہ لوٹ کر نہیں آئے۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ کی خواب میں زیارت کی۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''بلال! یہ کیا ظلم ہے، ہمارے پاس کبھی نہیں آتے'' تو آنکھ کُھلنے پر مدینہ طیبہ حاضر ہوئے۔ حضرت حسن، حسین رضی اللہ عنہما نے اذان کی فرمائش[4] کی، لاڈلوں کی درخواست ایسی نہیں تھی کہ انکار کی گنجائش ہوتی، اذان کہنا شروع کی؛ اور مدینہ میں حضور ﷺ کے زمانہ کی اذان کانوں میں پڑ کر کُہرام[5] مچ گیا۔ عورتیں تک روتی ہوئی گھر سے نکل پڑیں۔ چند روز قیام کے بعد واپس ہوئے؛ اور ۲۰ھ کے قریب دمشق میں وصال ہوا۔ [اُسدالغابہ]

⑤ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا اسلام

حضرت اَبوذر غِفَارِی رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں، جو بعد میں بڑے زاہدوں[6] اور بڑے علماء میں سے ہوئے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کا ارشاد ہے کہ ابوذر ایسے علم کو حاصل کیے ہوئے ہیں، جس سے لوگ عاجز ہیں، مگر انھوں نے اس کو محفوظ کر رکھا ہے۔ جب ان کو حضور اقدس ﷺ کی نبوت کی پہلے پہل خبر پہونچی، تو انھوں نے اپنے بھائی کو حالات کی تحقیق کے واسطے مکہ بھیجا کہ جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میرے پاس وحی آتی ہے اور آسمان کی خبریں آتی ہیں، اس کے حالات معلوم کریں اور اس کے کلام کو غور سے سنیں۔ وہ مکہ مکرمہ آئے اور حالات معلوم کرنے کے بعد اپنے بھائی سے جا کر کہا کہ میں نے ان کو اچھی عادتوں اور عمدہ اخلاق کا حکم[7] کرتے دیکھا اور ایک ایسا کلام سنا جو نہ شعر ہے، نہ کاہنوں[8] کا کلام ہے۔ ابوذر رضی اللہ عنہ کو اس مُجمَل[9] بات سے تشفی نہ ہوئی، تو خود سامانِ سفر کیا اور مکہ پہونچے اور سیدھے مسجد حرام میں گئے، حضور ﷺ کو پہچانتے نہیں تھے اور کسی سے پوچھنا مَصلحت[10] کے خلاف سمجھا، شام تک اسی حال میں رہے۔ شام کو حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے دیکھا کہ ایک پردیسی مُسافر ہے، مُسافروں کی، غریبوں کی، پردیسیوں کی خبر گیری[11] ان کی ضرورتوں کا پورا کرنا، ان حضرات کی گھُٹی[12] میں پڑا ہوا تھا۔ اس لیے ان کو اپنے گھر لے آئے، میزبانی فرمائی، لیکن اس کے پوچھنے کی کچھ ضرورت نہ سمجھی کہ کون ہو، کیوں آئے۔ مسافر نے بھی کچھ ظاہر نہ کیا۔ صبح کو پھر مسجد میں آگئے اور دن بھر اسی حال میں گذرا کہ خود پتہ نہ چلا اور دریافت[13] کسی سے کیا نہیں، غالباً اس کی وجہ یہ ہوگی کہ حضور ﷺ کے ساتھ دشمنی کے قصے بہت مشہور تھے، آپ ﷺ کو اور آپ کے ملنے والوں کو ہر طرح کی

حل لغات: ① بدلہ۔ ② قیام، ٹھہرنا۔ ③ انتقال۔ ④ خواہش ظاہر کرنا۔ ⑤ چیخ وپکار۔ ⑥ دنیا سے بے رغبت لوگوں۔ ⑦ غیب کی خبریں بتانے والے۔ ⑧ مختصر۔ ⑨ تسلی۔ ⑩ عقلمندی۔ ⑪ دیکھ بھال۔ ⑫ عادت۔ ⑬ پوچھنا۔

دوسری یہ دعا کی کہ ان پر کوئی ایسا دشمن مُسَلَّط[1] نہ ہو، جو ان کو بالکل مٹا دے، یہ بھی قبول ہوگئی۔ تیسری یہ دعا کی کہ ان میں آپس میں لڑائی جھگڑے نہ ہوں، یہ بات منظور نہیں ہوئی۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ کا انتقال ۳۷ھ میں ہوا اور کوفہ میں سب سے پہلے صحابی یہی دفن ہوئے۔ ان کے انتقال کے بعد حضرت علی کرّم اللہ وجہہٗ کا گذر ان کی قبر پر ہوا، تو ارشاد فرمایا: اللہ خبّاب پر رحم فرمائیں، اپنی رغبت سے مسلمان ہوا اور خوشی سے ہجرت کی اور جہاد میں زندگی گذار دی اور مصیبتیں برداشت کیں۔ مبارک ہے وہ شخص جو قیامت کو یاد رکھے اور حساب کتاب کی تیاری کرے اور گذارہ[2] کے قابل مال پر قناعت[3] کرے اور اپنے مولیٰ کو راضی کرلے۔ [اُسد الغابہ]

فائدہ: حقیقت میں مولیٰ کو راضی کر لینا اُن ہی لوگوں کا حصہ تھا کہ اُن کی زندگی کا ہر کام مولیٰ ہی کی رضا کے واسطے تھا۔

⑦ حضرت عمّار رضی اللہ عنہ اور ان کے والدین کا ذکر

حضرت عمّار رضی اللہ عنہ اور ان کے ماں باپ کو بھی سخت سے سخت تکلیفیں پہونچائی گئیں، مکہ کی سخت گرم اور ریتلی زمین میں ان کو عذاب دیا جاتا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اس طرف گذر ہوتا، تو صبر کی تلقین[4] فرماتے اور جنت کی بشارت[5] فرماتے، آخر ان کے والد حضرت یاسر رضی اللہ عنہ اسی حالتِ تکلیف میں وفات پاگئے، کہ ظالموں نے مرنے تک چین نہ لینے دیا اور ان کی والدہ حضرت سُمیہ رضی اللہ عنہا کی شرمگاہ میں ابوجہل ملعون[6] نے ایک برچھا[7] مارا، جس سے وہ شہید ہوگئیں، مگر اسلام سے نہ ہٹیں، حالاں کہ بوڑھی تھیں، ضعیف تھیں؛ مگر اس بدنصیب نے کسی چیز کا بھی خیال نہیں کیا۔ اسلام میں سب سے پہلی شہادت ان کی ہے؛ اور اسلام میں سب سے پہلی مسجد حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی بنائی ہوئی ہے۔ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے گئے، تو حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک مکان سایہ کا بنانا چاہیے، جس میں تشریف رکھا کریں، دوپہر کو آرام فرمالیا کریں اور نماز بھی سایہ میں پڑھ سکیں، تو قبا میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے اول پتھر جمع کیے اور پھر مسجد بنائی۔ لڑائی میں نہایت جوش سے شریک ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ مزے میں آکر کہنے لگے کہ اب جا کر دوستوں سے ملیں گے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی جماعت سے ملیں گے۔ اتنے میں پیاس لگی اور پانی کسی سے مانگا، اس نے دودھ سامنے کیا، اس کو پیا اور پی کر کہنے لگے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ تُو دنیا میں سب سے آخری چیز دودھ پیے گا، اس کے بعد شہید ہوگئے۔ اس وقت چورانوے[94] برس کی عمر تھی۔ بعض نے ایک آدھ سال کم بتلائی ہے۔ [اُسد الغابہ]

⑧ حضرت صُہَیب رضی اللہ عنہ کا اسلام

حضرت صُہَیب رضی اللہ عنہ بھی حضرت عمّار رضی اللہ عنہ ہی کے ساتھ مسلمان ہوئے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اَرقم صحابی رضی اللہ عنہ کے مکان پر

حل لغات: ① سوار۔ ② کام چلانا۔ ③ تھوڑے پر خوش رہنا۔ ④ تعلیم۔ ⑤ خوش خبری۔ ⑥ مردود۔ ⑦ نیزہ، بھالا۔

اور اس کو لے کر پڑھا، اس میں ''سورۂ طٰہٰ'' لکھی ہوئی تھی، اس کو پڑھنا شروع کیا اور ﴿اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ ﴿۱۴﴾﴾ [سورۂ طٰہٰ] تک پڑھنا تھا کہ حالت ہی بدل گئی، کہنے لگے کہ اچھا مجھے بھی محمد ﷺ کی خدمت میں لے چلو، یہ الفاظ سن کر حضرت خباب رضی اللہ عنہ اندر سے نکلے اور کہا کہ اے عمر! تمہیں خوش خبری دیتا ہوں کہ کل شب پنج شنبہ[1] میں حضور اقدس ﷺ نے دعا مانگی تھی کہ یا اللہ! عمر اور ابوجہل میں جو تجھے زیادہ پسند ہو، اس سے اسلام کو قوت عطا فرما (یہ دونوں قوت میں مشہور تھے)۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کی دُعا تمہارے حق میں قبول ہوگئی۔ اس کے بعد حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جمعہ کی صبح کو مسلمان ہوئے۔ [خصائص] ان کا مسلمان ہونا تھا کہ کفار کے حوصلے پست[2] ہونا شروع ہوگئے، مگر پھر بھی یہ نہایت مختصر جماعت تھی اور وہ سارا مکہ بلکہ سارا عرب، اس لیے اور بھی جوش پیدا ہوا اور جلسے کر کے مشورہ کر کے ان حضرات کو نابود[3] کرنے کی کوشش ہوتی تھی؛ اور طرح طرح کی تدبیریں[4] کی جاتی تھیں، تاہم[5] اتنا ضرور ہوا کہ مسلمان مکہ کی مسجد میں نماز پڑھنے لگے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عمر کا اسلام لانا، مسلمانوں کی فتح تھی اور ان کی ہجرت مسلمانوں کی مدد تھی اور ان کی خلافت رحمت تھی۔ [اُسد الغابہ]

⑩ مسلمانوں کی حبشہ کی ہجرت اور شِعَبِ اَبی طَالب میں قید ہونا

مسلمانوں کو اور ان کے سردار فخر دوعالم ﷺ کو جب کفار سے تکالیف پہونچتی ہی رہیں اور آئے دن اُن میں بجائے کمی کے اضافہ[6] ہی ہوتا رہا، تو حضور اکرم ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس کی اجازت فرمادی کہ وہ یہاں سے کسی دوسری جگہ چلے جائیں؛ تو بہت سے حضرات نے حبشہ کی ہجرت فرمائی۔ حبشہ کے بادشاہ اگرچہ نصرانی[7] تھے اور اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے، مگر ان کے رحم دل اور منصف[8] مزاج ہونے کی شہرت[9] تھی، چنانچہ نبوت کے پانچویں برس رجب کے مہینہ میں پہلی جماعت کے گیارہ یا بارہ[12] مرد اور چار[10] یا پانچ[11] عورتوں نے حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ مکّہ والوں نے ان کا پیچھا بھی کیا کہ یہ نہ جاسکیں، مگر یہ لوگ ہاتھ نہ آئے۔ وہاں پہونچ کر ان کو یہ خبر ملی کہ مکّہ والے سب مسلمان ہوگئے اور اسلام کو غلبہ ہوگیا، اس خبر سے یہ حضرات بہت خوش ہوئے اور اپنے وطن واپس آگئے، لیکن مکہ مکرمہ کے قریب پہونچ کر معلوم ہوا کہ یہ خبر غلط تھی اور مکہ والے اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ دشمنی اور تکلیفیں پہونچانے میں مصروف[10] ہیں، تو بڑی دِقّت[11] ہوئی۔ ان میں سے بعض حضرات وہیں سے واپس ہوگئے اور بعض کسی کی پناہ لے کر مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ یہ حبشہ کی پہلی ہجرت کہلاتی ہے۔ اس کے بعد ایک بڑی جماعت نے جو تراسی[83] مرد اور اٹھارہ[18] عورتیں بتلائی جاتی ہیں، متفرّق[12] طور پر ہجرت کی اور یہ حبشہ کی دوسری ہجرت کہلاتی ہے۔

حل لغات: (۱) جمعرات کی رات۔ (۲) گھٹنا، کم ہونا۔ (۳) ختم۔ (۴) اسکیمیں، کوششیں۔ (۵) پھر بھی۔ (۶) بڑھنا، زیادہ ہونا۔ (۷) عیسائی۔ (۸) انصاف پسند۔ (۹) چرچا۔ (۱۰) مشغول۔ (۱۱) پریشانی۔ (۱۲) الگ الگ۔

کا بائیکاٹ کیا جاوے، نہ ان کو کوئی شخص اپنے پاس بیٹھنے دے، نہ ان سے کوئی خرید وفروخت کرے، نہ بات چیت کرے، نہ ان کے گھر جائے، نہ ان کو اپنے گھر میں آنے دے اور اس وقت تک صلح نہ کی جائے، جب تک کہ وہ حضور اکرم ﷺ کو قتل کے لیے حوالہ نہ کردیں۔ یہ معاہدہ زبانی ہی گفتگو[1] پر ختم نہیں ہوا، بلکہ یکم محرم کو[2] نبوی کو ایک معاہدہ تحریری لکھ کر بیت اللہ میں لٹکایا گیا، تاکہ ہر شخص اس کا احترام[3] کرے اور اس کو پورا کرنے کی کوشش کرے اور اس معاہدہ کی وجہ سے تین[4] برس تک یہ سب حضرات دو[5] پہاڑوں کے درمیان ایک گھاٹی میں نظر بند[6] رہے کہ نہ کوئی ان سے مل سکتا تھا، نہ یہ کسی سے مل سکتے تھے، نہ مکہ کے کسی آدمی سے کوئی چیز خرید سکتے تھے، نہ باہر کے آنے والے کسی تاجر سے مل سکتے تھے، اگر کوئی شخص باہر نکلتا تو پیٹا جاتا اور کسی سے ضرورت کا اظہار[7] کرتا تو صاف جواب پاتا۔ معمولی سا سامان، غلہ وغیرہ جوان لوگوں کے پاس تھا وہ کہاں تک کام دیتا۔ آخر فاقوں پر فاقے گذرنے لگے اور عورتیں اور بچے بھوک سے بے تاب[8] ہوکر روتے اور چلاتے اور ان کے اعزہ[9] کو اپنی بھوک اور تکالیف سے زیادہ ان بچوں کی تکالیف ستاتیں۔ آخر تین برس کے بعد اللہ کے فضل سے وہ صحیفہ دیمک کی نذر[10] رہوا؛ اور ان حضرات کی یہ مصیبت دور ہوئی۔ تین[11] برس کا زمانہ ایسے سخت بائیکاٹ اور نظر بندی میں گذرا اور ایسی حالت میں ان حضرات پر کیا کیا مشقتیں گذری ہوں گی، وہ ظاہر ہے، لیکن اس کے باوجود صحابہ کرام ﷺ نہایت ثابت[12] قدمی کے ساتھ اپنے دین پر جمے رہے، بلکہ اس کی اشاعت[13] فرماتے رہے۔

فائدہ: یہ تکالیف اور مشقتیں ان لوگوں نے اُٹھائی ہیں، جن کے آج ہم نام لیوا کہلاتے ہیں اور اپنے کو ان کا متبع[14] بتلاتے ہیں اور سمجھتے ہیں، ہم لوگ ترقی کے باب میں صحابہ کرام ﷺ جیسی ترقیوں کے خواب دیکھتے ہیں، لیکن کسی وقت ذرا غور کرکے یہ بھی سوچنا چاہیے کہ ان حضرات نے قربانیاں کتنی فرمائیں اور ہم نے دین کی خاطر، اسلام کی خاطر، مذہب کی خاطر کیا کیا؟ کامیابی ہمیشہ کوشش اور سعی کے مناسب ہوتی ہے۔ ہم لوگ چاہتے ہیں کہ عیش وآرام، بددینی اور دنیا[15] طلبی میں کافروں کے دوش بدوش[16] چلیں اور اسلامی ترقی ہمارے ساتھ ہو، یہ کیسے ہوسکتا ہے!

تَرسم نہ رَسی بکعبہ اے اَعرابی[17] ایں رہ کہ تُو می رَوی بتُرکستان است

ترجمہ: مجھے خوف ہے اوبدوی کہ تُو کعبہ کو نہیں پہونچ سکتا، اس لیے کہ یہ راستہ کعبہ کی دوسری جانب ترکستان کی طرف جاتا ہے۔

حل لغات: ① بات چیت۔ ② عزت۔ ③ قید۔ ④ بیان کرنا۔ ⑤ بے چین۔ ⑥ رشتہ داروں۔ ⑦ اس ورق کو دیمک نے کھالیا۔ ⑧ مضبوطی۔ ⑨ پھیلانا۔ ⑩ اتباع کرنے والا۔ ⑪ دنیا حاصل کرنا۔ ⑫ ساتھ ساتھ۔ ⑬ عرب کا دیہاتی۔

اور آفتاب یا چاند گرہن ہو جائے، تو گھبرا کر نماز کی طرف متوجہ ہو جایا کرو، میں جو آخرت کے حالات دیکھتا ہوں، اگر تم کو معلوم ہو جائیں، تو ہنسنا کم کر دو اور رونے کی کثرت کر دو، جب کبھی ایسی حالت پیش آئے، نماز پڑھو، دعا مانگو، صدقہ کرو۔

④ حضور اکرم ﷺ کا رات بھر روتے رہنا

نبی اکرم ﷺ ایک مرتبہ تمام رات روتے رہے اور صبح تک نماز میں یہ آیت تلاوت فرماتے رہے: ﴿اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۱۸﴾﴾ [سورۂ مائدہ] اے اللہ! اگر آپ ان کو سزا دیں، جب بھی آپ مختار ہیں کہ یہ آپ کے بندے ہیں اور آپ ان کے مالک، اور مالک کو حق ہے کہ بندوں کو جرائم پر سزا دے اور اگر آپ ان کو معاف فرما دیں، تو بھی آپ مختار ہیں کہ آپ زبردست قدرت والے ہیں تو معافی پر بھی قدرت ہے اور حکمت والے ہیں تو معافی بھی حکمت کے موافق ہوگی۔ [بیان القرآن] امام اعظمؒ کے متعلق بھی نقل کیا گیا ہے کہ وہ ایک شب تمام رات ﴿وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۵۹﴾﴾ [سورۂ یٰس] پڑھتے رہے اور روتے رہے۔ مطلب آیت شریفہ کا یہ ہے کہ قیامت کے دن مجرموں کو حکم ہوگا کہ دنیا میں تو سب ملے جلے رہے، مگر آج مجرم لوگ سب الگ ہو جائیں اور غیر مجرم علیحدہ۔ اس حکم کو سن کر جتنا بھی رویا جائے، تھوڑا ہے کہ نہ معلوم اپنا شمار مجرموں میں ہوگا یا فرماں برداروں میں۔

⑤ حضرت ابوبکر ﷺ پر اللہ کا ڈر

حضرت ابوبکر صدیق ﷺ جو باجماعِ اہلِ سنت، انبیاء کے علاوہ تمام دُنیا کے آدمیوں سے افضل ہیں اور ان کا جنتی ہونا یقینی ہے کہ خود حضور اقدس ﷺ نے ان کو جنتی ہونے کی بشارت دی، بلکہ جنتیوں کی ایک جماعت کا سردار بتایا اور جنت کے سب دروازوں سے اُن کی پکار اور بلاوے کی خوشخبری دی اور یہ بھی فرمایا کہ میری اُمت میں سب سے پہلے ابوبکر جنت میں داخل ہوں گے۔ اس سب کے باوجود فرمایا کرتے کہ کاش! میں کوئی درخت ہوتا جو کاٹ دیا جاتا، کبھی فرماتے: کاش! میں کوئی گھاس ہوتا کہ جانور اس کو کھا لیتے، کبھی فرماتے: کاش! میں کسی مومن کے بدن کا بال ہوتا۔ ایک مرتبہ ایک باغ میں تشریف لے گئے اور ایک جانور کو بیٹھا ہوا دیکھ کر ٹھنڈا سانس بھرا اور فرمایا کہ تُو کس قدر لطف میں ہے کہ کھاتا ہے، پیتا ہے، درختوں کے سائے میں پھرتا ہے اور آخرت میں تجھ پر کوئی حساب کتاب نہیں، کاش ابوبکر بھی تجھ جیسا ہوتا۔ [تاریخ الخلفاء] رَبِیْعَہ اَسْلَمِی ﷺ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ کسی بات پر مجھ میں اور حضرت ابوبکر ﷺ میں کچھ بات بڑھ گئی اور انہوں نے مجھے کوئی سخت لفظ کہہ دیا، جو مجھے ناگوار گذرا۔ فوراً ان کو خیال ہوا، مجھ سے فرمایا کہ تُو بھی مجھے کہہ

حل لغات: ① قدرت والے۔ ② گناہوں۔ ③ جس بات پر سب متفق ہوں۔ ④ ناپسند۔

فائدہ: یہ ہے اللہ کا خوف اس شخص کا جس کے نام سے بڑے بڑے نامور[1] بادشاہ ڈرتے تھے اور کانپتے تھے۔ آج بھی ساڑھے تیرہ سو برس کے زمانہ تک اس کا دبدبہ مانا ہوا ہے۔ آج کوئی بادشاہ نہیں، حاکم نہیں، کوئی معمولی سا امیر بھی اپنی رعایا کے ساتھ ایسا برتاؤ کرتا ہے؟

⑦ حضرت ابن عباس ؓ کی نصیحت

وَہب بن مُنَبِّہ ؒ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس ؓ کی ظاہری بینائی[2] جانے کے بعد میں ان کو لیے جارہا تھا، وہ مسجد حرام میں تشریف لے گئے، وہاں پہونچ کر ایک مجمع سے کچھ جھگڑے کی آواز آرہی تھی۔ فرمایا: مجھے اس مجمع کی طرف لے چلو۔ میں اس طرف لے گیا۔ وہاں پہونچ کر آپ نے سلام کیا۔ اُن لوگوں نے بیٹھنے کی درخواست کی، تو آپ نے انکار فرمادیا اور فرمایا کہ تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ کے خاص بندوں کی جماعت وہ لوگ ہیں، جن کو اس کے خوف نے چپ کر رکھا ہے، حالانکہ وہ نہ عاجز ہیں، نہ گونگے؛ بلکہ فصیح[3] لوگ ہیں، بولنے والے ہیں، سمجھدار ہیں، مگر اللہ تعالیٰ کی بڑائی کے ذکر نے ان کی عقلوں کو اُڑا[4] رکھا ہے، اُن کے دل اس کی وجہ سے ٹوٹے رہتے ہیں اور زبانیں چپ رہتی ہیں اور جب اس حالت پر ان کو پختگی[5] میسر[6] ہوجاتی ہے، تو اس کی وجہ سے نیک کاموں میں وہ جلدی کرتے ہیں، تم لوگ ان سے کہاں ہٹ گئے؟ وہبؒ کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے دو آدمیوں کو بھی ایک جگہ جمع نہیں دیکھا۔

فائدہ: حضرت ابن عباس ؓ اللہ کے خوف سے اس قدر روتے تھے کہ چہرہ پر آنسوؤں کے ہر وقت بہنے سے دو نالیاں سی بن گئی تھیں۔ اوپر کے قصہ میں حضرت ابن عباس ؓ نے نیک کاموں پر اہتمام کا یہ ایک سہل[7] نسخہ بتلایا ہے کہ اللہ کی عظمت اور اس کی بڑائی کا سوچ کیا جائے کہ اس کے بعد ہر قسم کا نیک عمل سہل ہے اور پھر وہ یقیناً اخلاص سے بھرا ہوا ہوگا۔ رات دن کے چوبیس گھنٹوں میں اگر تھوڑا سا وقت بھی ہم لوگ اس سوچنے کی خاطر نکال لیں، تو کیا مشکل ہے؟

⑧ تبوک کے سفر میں قومِ ثمود کی بستی پر گذر

غزوۂ[8] تبوک مشہور غزوہ ہے اور نبیٔ اکرم ﷺ کا آخری غزوہ ہے، حضور اقدس ﷺ کو اطلاع ملی کہ روم کا بادشاہ مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کررہا ہے اور بہت بڑا لشکر لے کر شام کے راستے سے مدینہ کو آرہا ہے، اس خبر پر پانچ رجب ۹ھ پنج شنبہ[9] کو نبیٔ اکرم ﷺ اس کے مقابلہ کے لیے مدینہ طیبہ سے روانہ ہوگئے، چوں کہ زمانہ سخت گرمی کا تھا اور مقابلہ بھی سخت تھا، اس لیے حضور ﷺ نے صاف اعلان فرمادیا تھا کہ روم کے بادشاہ سے مقابلہ کے لیے چلنا ہے، تیاری کرلی جائے اور حضور ﷺ نے خود اس کے لیے چندہ

حل لغات: ① مشہور۔ ② آنکھ کی روشنی۔ ③ اچھی طرح بات کرنے والے۔ ④ حیران کرنا۔ ⑤ مضبوطی۔ ⑥ آسانی سے مل جانا۔ ⑦ آسان۔ ⑧ وہ جنگ جس میں خود حضور ﷺ شریک ہوئے ہوں۔ ⑨ جمعرات۔

جاؤں، نہ پتہ چلے، تو دشوار نہ تھا، اس کے ساتھ ہی پھل بالکل پک رہے تھے، میں بھی سامانِ سفر کی تیاری کا صبح ہی سے ارادہ کرتا، مگر شام ہو جاتی اور کسی قسم کی تیاری کی نوبت نہ آتی؛ لیکن میں اپنے دل میں خیال کرتا کہ مجھے وُسعت[1] حاصل ہے، جب ارادہ پُختہ[2] کروں گا فوراً ہو جائے گا، حتیٰ کہ حضور اقدس ﷺ روانہ بھی ہو گئے اور مسلمان آپ ﷺ کے ساتھ ساتھ؛ مگر میرا سامانِ سفر تیار نہ ہوا، پھر بھی یہی خیال رہا کہ میں ایک دو روز میں تیار کر کے جاملوں گا، اسی طرح آج کل پر ٹلتا رہا، حتیٰ کے حضور ﷺ کے وہاں پہونچنے کا زمانہ تقریباً آ گیا، اس وقت میں نے کوشش بھی کی؛ مگر سامان نہ ہو سکا، اب میں جب مدینہ طیبہ میں اِدھر اُدھر دیکھتا ہوں، تو صرف وہی لوگ ملتے ہیں، جن کے اوپر نفاق کا بدنُما داغ لگا ہوا تھا یا وہ معذور[3] تھے اور حضور ﷺ نے بھی تبوک پہونچ کر دریافت فرمایا کہ کعب نظر نہیں پڑتے، کیا بات ہوئی؟ ایک صاحب نے کہا: یارسول اللہ! اس کو اپنے مال و جمال[4] کی اَکڑ[5] نے روکا۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ غلط کہا، ہم جہاں تک سمجھتے ہیں وہ بھلا آدمی ہے، مگر حضور اقدس ﷺ نے بالکل سکوت[6] فرمایا اور کچھ نہیں بولے، حتیٰ کہ چند روز میں مَیں نے واپسی کی خبر سنی، تو مجھے رنج و غم سوار ہوا اور بڑا فکر ہوا، دل میں جھوٹے جھوٹے عذر آتے تھے کہ اس وقت کسی فرضی عُذر[7] سے حضور ﷺ کے غصہ سے جان بچالوں، پھر کسی وقت معافی کی درخواست کرلوں گا اور اس بارے میں اپنے گھرانے کے ہر سمجھ دار سے مشورہ کرتا رہا، مگر جب مجھے معلوم ہو گیا کہ حضور ﷺ تشریف لے ہی آئے، تو میرے دل نے فیصلہ کیا کہ بغیر سچ کے کوئی چیز نجات نہ دے گی اور میں نے سچ سچ عرض[8] کرنے کی ٹھان ہی لی۔ حضور ﷺ کی عادتِ شریفہ یہ تھی کہ جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو اوّل مسجد میں تشریف لے جاتے اور دو رکعت تَحِیَّۃُ الْمَسْجِد پڑھتے اور وہاں تھوڑی دیر تشریف رکھتے کہ لوگوں سے ملاقات فرمائیں؛ چنانچہ حسبِ[9] معمول حضور ﷺ تشریف فرما ہے اور منافق لوگ آ کر جھوٹے جھوٹے عُذر کرتے اور قسمیں کھاتے رہے۔ حضور ﷺ ان کے ظاہر حال کو قبول فرماتے رہے اور باطن[10] کو اللہ کے سپرد فرماتے رہے کہ اتنے میں مَیں بھی حاضر ہوا اور سلام کیا۔ حضور ﷺ نے ناراضگی کے انداز میں تبسم فرمایا اور اِعراض[11] فرمایا۔ میں نے عرض کیا: یا نبی اللہ! آپ نے اعراض فرمالیا؟ میں خدا کی قسم! نہ تو منافق ہوں، نہ مجھے ایمان میں کچھ تَرَدُّد[12] ہے۔ ارشاد فرمایا کہ یہاں آ۔ میں قریب ہو کر بیٹھ گیا، حضور ﷺ نے فرمایا کہ تجھے کس چیز نے روکا؟ کیا تُو نے اونٹنیاں نہیں خرید رکھی تھیں؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگر میں کسی دنیادار کے پاس اس وقت ہوتا تو مجھے یقین ہے کہ میں اس کے غصہ سے معقول[13] عذر کے ساتھ خلاصی[14] پالیتا کہ مجھے بات کرنے کا سلیقہ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے، لیکن آپ ﷺ کے متعلق

حل لغات: (۱) گنجائش۔ (۲) پکا۔ (۳) مجبور۔ (۴) خوبصورتی۔ (۵) گھمنڈ۔ (۶) خاموشی۔ (۷) بہانے۔ (۸) بیان۔ (۹) عادت کے مطابق۔ (۱۰) اندرونی حالت۔ (۱۱) منہ پھیرلیا۔ (۱۲) شک۔ (۱۳) مناسب۔ (۱۴) چھٹکارا۔

ہلاک ہو جائیں گے، اگر آپ اجازت دیں اور آپ کو گرانی[1] نہ ہو، تو میں کچھ کام کاج ان کا کر دیا کروں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: مضائقہ[2] نہیں، لیکن صحبت نہ کریں۔ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس چیز کی طرف تو اُن کو میلان بھی نہیں، جس روز سے یہ واقعہ پیش آیا، آج تک اُن کا وقت روتے ہی گزر رہا ہے۔ کعب ؓ کہتے ہیں: مجھ سے بھی کہا گیا[3] کہ ہلال کی طرح تُو بھی اگر بیوی کی خدمت کی اجازت لے لے، تو شاید مل جائے۔ میں نے کہا: وہ بوڑھے ہیں، میں جوان ہوں، نہ معلوم مجھے کیا جواب ملے؟ اس لیے میں جرأت[4] نہیں کرتا۔ غرض اس حال میں دس روز اور گزرے کہ ہم سے بات چیت، میل جول چُھٹے ہوئے پورے پچاس دن ہو گئے، پچاسویں دن کی صبح کی نماز اپنے گھر کی چھت پر پڑھ کر میں نہایت غمگین بیٹھا ہوا تھا، زمین مجھ پر بالکل تنگ تھی اور زندگی دوبھر[5] ہو رہی تھی کہ ''سَلَع'' پہاڑ کی چوٹی پر سے ایک زور سے چلّانے والے نے آواز دی کہ کعب! خوشخبری ہو تم کو۔ میں اتنا ہی سن کر سجدے میں گر گیا اور خوشی کے مارے رونے لگا اور سمجھا کہ تنگی دور ہو گئی۔ حضور اقدس ﷺ نے صبح کی نماز کے بعد ہماری معافی کا اعلان فرمایا۔ جس پر ایک شخص نے تو پہاڑ پر چڑھ کر زور سے آواز دی کہ وہ سب سے پہلے پہونچ گئی۔ اس کے بعد ایک صاحب گھوڑے پر سوار بھاگے ہوئے آئے، میں جو کپڑے پہن رہا تھا، وہ نکال کر بشارت[6] دینے والے کی نذر[7] کر دیے، خدا کی قسم! ان دو کپڑوں[8] کے سوا اور کوئی کپڑا اس وقت میری ملک[9] میں نہ تھا۔ اس کے بعد میں نے دو کپڑے مانگے ہوئے پہنے اور حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اسی طرح میرے دونوں ساتھیوں کے پاس بھی خوشخبری لے کر لوگ گئے۔ میں جب مسجد نبوی میں حاضر ہوا، تو وہ لوگ جو خدمتِ اقدس میں حاضر تھے، مجھے مبارک باد دینے کے لیے دوڑے اور سب سے پہلے ابوطلحہ نے بڑھ کر مبارک باد دی اور مصافحہ کیا، جو ہمیشہ ہی یادگار رہے گا۔ میں نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں جا کر سلام کیا، تو چہرۂ انور کھل رہا تھا اور انوار خوشی کے چہرے سے ظاہر ہو رہے تھے۔ حضور اقدس ﷺ کا چہرۂ مبارک خوشی کے وقت میں چاند کی طرح چمکنے لگتا تھا، میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! میری توبہ کی تکمیل[10] یہ ہے کہ میری جائداد جو ہے، وہ سب اللہ کے راستے میں صدقہ ہے (کہ یہ ثروت[11] ہی اس مصیبت کا سبب بنی تھی) حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس میں تنگی ہوگی، کچھ حصہ اپنے پاس بھی رہنے دو، میں نے عرض کیا کہ بہتر ہے خیبر[12] کا حصہ رہنے دیا جائے، مجھے سچ ہی نے نجات دی، اس لیے میں نے عہد کر لیا کہ ہمیشہ ہی سچ بولوں گا۔ [درمنثور، فتح الباری]

فائدہ: یہ ہے صحابۂ کرام ؓ کی اطاعت اور دین داری کا اور اللہ کے خوف کا نمونہ کہ ہمیشہ جنگ میں یہ

حل لغات: ① ناراضگی۔ ② حرج۔ ③ ممکن ہے کہ بیوی نے کہا ہو کہ بیویوں سے علیحدگی کا حکم اب تک نہیں ہوا تھا یا کسی بچے یا منافق نے کہا ہو کہ صحابہ ؓ تو بولتے ہی نہ تھے۔ ④ ہمت۔ ⑤ دشوار۔ ⑥ خوشخبری۔ ⑦ حوالے۔ ⑧ اگرچہ کپڑے کے سوا اور مال موجود تھا، مگر اس وقت کی عام زندگی یہی تھی کہ فضول چیزیں زیادہ نہ ہوتی تھیں، اس لیے کپڑے ۲ رہی تھے۔ ⑨ قبضہ۔ ⑩ کامل ہونا۔ ⑪ مالداری۔ ⑫ ملک عرب کی ایک جگہ کا نام۔

فائدہ: یعنی آدمی کے ساتھ انسانی ضرورتیں بھی لگی ہوئی ہیں، جن کو پورا کرنا بھی ضروری ہے، کھانا پینا، بیوی بچے اور ان کی خیر خبر لینا یہ بھی ضروری چیزیں ہیں، اس لیے اس قسم کے حالات کبھی کبھی حاصل ہوتے ہیں، نہ ہر وقت یہ حاصل ہوتے ہیں اور نہ اس کی اُمید رکھنا چاہیے۔ یہ فرشتوں کی شان ہے کہ ان کو کوئی دوسرا دھندہ ہی نہیں، نہ بیوی بچے، نہ فکرِ معاش اور نہ دنیوی قصے؛ اور انسان کے ساتھ چوں کہ بشری ضروریات لگی ہوئی ہیں، اس لیے وہ ہر وقت ایک سی حالت پر نہیں رہ سکتا، لیکن غور کی بات یہ ہے کہ صحابۂ کرام ؓ کو اپنے دین کی کتنی فکر تھی کہ ذرا سی بات سے کہ حضور ﷺ کے سامنے جو حالت ہماری ہوتی ہے، وہ بعد میں نہیں رہتی، اس سے اپنے منافق ہونے کا ان کو فکر ہو گیا۔ ''عشق است و ہزار بدگمانی''، عشق جس سے ہوتا ہے، اس کے متعلق ہزار طرح کی بدگمانی اور فکر ہو جاتا ہے۔ بیٹے سے محبت ہو اور وہ کہیں سفر میں چلا جائے، پھر دیکھیے ہر وقت خیریت کی خبر کا فکر رہتا ہے اور جو یہ بھی معلوم ہو جائے کہ وہاں طاعون ہے یا فساد ہو گیا، پھر خدا جانے کتنے خطوط اور تار پہونچیں گے۔

تکمیل: اللہ کے خوف کے متفرق احوال

قرآن شریف کی آیات اور حضور ﷺ کی احادیث اور بزرگوں کے واقعات میں اللہ جلّ شانہٗ سے ڈرنے کے متعلق جتنا کچھ ذکر کیا گیا ہے، اس کا احاطہ تو دشوار ہے؛ لیکن مختصر طور پر اتنا سمجھ لینا چاہیے کہ دین کے ہر کمال کا زینہ ''اللہ کا خوف ہے''۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ حکمت کی جڑ اللہ کا خوف ہے۔ حضرت ابن عمر ؓ بہت رویا کرتے تھے، حتّٰی کہ روتے روتے آنکھیں بھی بیکار ہو گئی تھیں، کسی شخص نے ایک مرتبہ دیکھ لیا، تو فرمانے لگے کہ میرے رونے پر تعجب کرتے ہو؟ اللہ کے خوف سے سورج روتا ہے۔ ایک مرتبہ ایسا ہی قصہ آیا تو فرمایا کہ اللہ کے خوف سے چاند روتا ہے۔ ایک نوجوان صحابی پر حضور ﷺ کا گزر ہوا، وہ پڑھ رہے تھے جب ﴿فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ﴾ [سورۂ رحمٰن] پر پہونچے، تو بدن کے بال کھڑے ہو گئے، روتے روتے دَم گھٹنے لگا اور کہہ رہے تھے: ہاں! جس دن آسمان پھٹ جاویں گے، (یعنی قیامت کے دن) میرا کیا حال ہوگا؟ ہائے میری بربادی۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے اس رونے کی وجہ سے فرشتے بھی رونے لگے۔ ایک انصاری نے تہجد پڑھا اور پھر بیٹھ کر بہت روئے، کہتے تھے: اللہ ہی سے فریاد کرتا ہوں جہنم کی آگ کی۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم نے آج فرشتوں کو رُلا دیا۔ عبداللہ بن رَوَاحہ ؓ ایک صحابی ہیں، رو رہے تھے، بیوی بھی ان کی اس حالت کو دیکھ کر رونے لگیں،

حل لغات: ① روزی کی فکر۔ ② انسانی۔ ③ مختلف۔ ④ حالتیں۔ ⑤ تمام چیزوں کو جمع کرنا۔ ⑥ مشکل۔ ⑦ سیڑھی۔ ⑧ سانس رکنا۔

تیسرا باب: صحابۂ کرام ؓ کے زُہد اور فقر کے بیان میں

اس بارہ میں خود نبیٔ اکرم ﷺ کا اپنا معمول اور اس کے واقعات جو اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ چیز حضور ﷺ کی خود اختیار فرمائی ہوئی اور پسند کی ہوئی تھی؛ اتنی کثرت سے حدیث کی کتابوں میں پائے جاتے ہیں کہ ان کا مثال کے طور پر بھی جمع کرنا مشکل ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ ”فقر مومن کا تحفہ ہے“۔

① حضور ﷺ کا پہاڑوں کو سونا بنا دینے سے انکار

حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ ”میرے رب نے مجھ پر یہ پیش کیا کہ میرے لیے مکہ کے پہاڑوں کو سونے کا بنا دیا جائے۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ! مجھے تو یہ پسند ہے کہ ایک دن پیٹ بھر کر کھاؤں، تو دوسرے دن بھوکا رہوں، تاکہ جب بھوکا ہوں تو تیری طرف زاری کروں اور تجھے یاد کروں اور جب پیٹ بھروں، تو تیرا شکر کروں، تیری تعریف کروں“۔ [ترمذی]

فائدہ: یہ اس ذات مقدس کا حال ہے جس کے ہم نام لیوا ہیں اور اس کی اُمت میں ہونے پر فخر ہے، جس کی ہر بات ہمارے لیے قابلِ اتباع ہے۔

② حضرت عمر ؓ کے وسعت طلب کرنے پر تنبیہ اور حضور ﷺ کے گزر کی حالت

بیویوں کی بعض زیادتیوں پر ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ نے قسم کھالی تھی کہ ایک مہینہ تک ان کے پاس نہ جاؤں گا، تاکہ ان کو تنبیہ ہو اور علیحدہ اوپر ایک حُجرہ میں قیام فرمایا تھا۔ لوگوں میں یہ شہرت ہوگئی کہ حضور ﷺ نے سب کو طلاق دے دی۔ حضرت عمر ؓ اس وقت اپنے گھر تھے، جب یہ خبر سنی تو دوڑے ہوئے تشریف لائے، مسجد میں دیکھا کہ لوگ متفرق طور پر بیٹھے ہوئے حضور ﷺ کے رنج اور غصہ کی وجہ سے رو رہے ہیں، بیبیاں بھی سب اپنے اپنے گھروں میں رو رہی ہیں۔ اپنی بیٹی حضرت حفصہ ؓ کے پاس تشریف لے گئے، وہ بھی مکان میں رو رہی تھیں، فرمایا کہ اب کیوں رو رہی ہے؟ کیا میں ہمیشہ اس سے ڈرایا نہیں کرتا تھا کہ حضور ﷺ کی ناراضگی کی کوئی بات نہ کیا کر؟ اس کے بعد مسجد میں تشریف لائے، وہاں ایک جماعت منبر کے پاس بیٹھی رو رہی تھی، تھوڑی دیر وہاں بیٹھے رہے، مگر شدتِ رنج سے بیٹھا نہ گیا، تو حضور ﷺ جس جگہ تشریف فرما تھے، اس کے قریب تشریف لے گئے اور حضرت رباح ؓ ایک غلام کے ذریعہ سے جو دو بار کی زینہ پر پاؤں

حل لغات: ① دنیا سے بے رغبتی۔ ② غریبی۔ ③ بات۔ ④ ثبوت دینا۔ ⑤ عاجزی۔ ⑥ کشادگی، خوشحالی۔ ⑦ خرچ کو بڑھانے کی درخواست۔ ⑧ نصیحت، عبرت۔ ⑨ کمرہ۔ ⑩ الگ الگ۔ ⑪ غم کی زیادتی۔ ⑫ اوپر کا کمرہ۔ ⑬ سیڑھی۔

میں نے اپنے والد صاحبؒ سے سنا کہ میرے دادا صاحبؒ کا بھی تقریباً یہی معمول تھا کہ رات کو ایک بجے تک والد صاحبؒ مطالعہ میں مشغول رہتے۔ ایک بجے دادا صاحبؒ تہجد کے لیے اُٹھتے، تو تقاضا فرما کر والد صاحبؒ کو سلا دیتے اور خود تہجد میں مشغول ہو جاتے اور صبح سے تقریباً پون گھنٹہ قبل میرے تائے صاحبؒ کو تہجد کے لیے جگا دیتے اور خود اتباعِ سنت میں آرام فرماتے، اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ اِتِّبَاعَھُمْ۔

④ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کا بیت المال سے وظیفہ

حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے یہاں کپڑے کی تجارت ہوتی تھی اور اسی سے گذر اوقات تھا، جب خلیفہ بنائے گئے، تو حسبِ معمول صبح کو چند چادریں ہاتھ پر ڈال کر بازار میں فروخت کے لیے تشریف لے چلے، راستہ میں حضرت عمر ؓ ملے، پوچھا: کہاں چلے؟ فرمایا: بازار جا رہا ہوں۔ حضرت عمر ؓ نے عرض کیا کہ اگر تم تجارت میں مشغول رہو گے، تو خلافت کے کام کا کیا ہوگا؟ فرمایا: پھر اہل و عیال کو کہاں سے کھلاؤں؟ عرض کیا کہ ابوعبیدہ جن کو حضور ﷺ نے امین ہونے کا لقب دیا ہے، ان کے پاس چلیں، وہ آپ کے لیے بیت المال سے کچھ مقرر کر دیں گے۔ دونوں حضرات ان کے پاس تشریف لے گئے، تو انہوں نے ایک مہاجری کو جو اوسطاً ملتا تھا، نہ کم نہ زیادہ وہ مقرر فرما دیا۔ ایک مرتبہ بیوی نے درخواست کی کہ کوئی میٹھی چیز کھانے کو دل چاہتا ہے، حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے فرمایا کہ میرے پاس تو دام نہیں کہ خریدوں۔ اہلیہ نے عرض کیا کہ ہم اپنے روز کے کھانے میں سے تھوڑا تھوڑا بچا لیا کریں، کچھ دنوں میں اتنی مقدار ہو جائے گی۔ آپ نے اجازت فرما دی، اہلیہ نے کئی روز میں کچھ تھوڑے سے پیسے جمع کیے، آپ نے فرمایا کہ تجربے سے یہ معلوم ہوا کہ اتنی مقدار ہمیں بیت المال سے زیادہ ملتی ہے، اس لیے جو اہلیہ نے جمع کیا تھا وہ بھی بیت المال میں جمع فرما دیا اور آئندہ کے لیے اتنی مقدار جتنا انہوں نے روزانہ جمع کیا تھا، اپنی تنخواہ میں سے کم کر دیا۔

فائدہ: اتنے بڑے خلیفہ اور بادشاہ پہلے سے اپنی تجارت بھی کرتے تھے اور وہ ضروریات کو کافی بھی تھی، جیسا کہ اس اعلان سے معلوم ہوتا ہے، جو بخاری میں حضرت عائشہ ؓ سے مروی ہے کہ جب حضرت ابوبکر ؓ خلیفہ بنائے گئے، تو آپ نے فرمایا کہ میری قوم کو یہ بات معلوم ہے کہ میرا پیشہ تجارت میرے اہل و عیال کے خرچ کو ناکافی نہیں تھا؛ لیکن اب خلافت کی وجہ سے مسلمانوں کے کاروبار میں مشغولی ہے، اس لیے بیت المال سے میرے اہل و عیال کا کھانا مقرر ہوگا۔ اس کے باوجود حضرت ابوبکر ؓ کا وصال ہونے لگا، تو حضرت عائشہ ؓ کو وصیت فرمائی کہ میری ضرورتوں میں جو چیزیں بیت المال کی ہیں، وہ

حل لغات: ① حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ۔ ② حضرت مولانا اسماعیل صاحبؒ۔ ③ پہلے۔ ④ باپ کے بڑے بھائی یعنی حضرت مولانا محمد صاحبؒ۔ ⑤ تنخواہ۔ ⑥ عادت کے موافق۔ ⑦ بیچنا۔ ⑧ امانت دار۔ ⑨ بزنس، کاروبار۔ ⑩ انتقال۔

سامنے سے ایک دوسرے صحابی سَعد بن مُعاذ ؓ آرہے ہیں۔ اُن سے کہا کہ: اے سعد! کہاں جارہے ہو؟ خدا کی قسم! جنت کی خوشبو اُحد کے پہاڑ سے آرہی ہے۔ یہ کہہ کر تلوار تو ہاتھ میں تھی ہی، کافروں کے ہُجوم[۱] میں گھس گئے اور اتنے شہید نہیں ہوگئے؛ واپس نہیں ہوئے، شہادت کے بعد ان کے بدن کو دیکھا تو چھلنی ہو گیا تھا، اَسّی[۸۰] سے زیادہ زخم تیر اور تلوار کے بدن پر تھے، ان کی بہن نے انگلیوں کے پوروں سے ان کو پہچانا۔

فائدہ: جو لوگ اخلاص اور سچی طلب کے ساتھ اللہ کے کام میں لگ جاتے ہیں، ان کو دنیا ہی میں جنت کا مزہ آنے لگتا ہے۔ یہ حضرت اَنَس ؓ زندگی ہی میں جنت کی خوشبو سونگھ رہے تھے، اگر اخلاص آدمی میں ہو جاوے، تو دنیا میں بھی جنت کا مزہ آنے لگتا ہے۔ میں نے ایک مُعتبر[۲] شخص سے جو حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوریؒ کے مُخلص خادم ہیں؛ حضرت کا مقولہ سنا ہے کہ ''جنت کا مزہ آرہا ہے''۔ فضائل رمضان میں اِس قِصّہ کو لکھ چکا ہوں۔

③ صُلحِ حُدَیبیہ اور ابوجَندَل ؓ اور ابوبَصیر ؓ کا قصہ

۶ھ میں حضور اقدس ﷺ عمرہ کے ارادہ سے مکہ تشریف لے جارہے تھے، کفارِ مکہ کو اِس کی خبر ہوئی اور وہ اس خبر کو اپنی ذلّت[۳] سمجھے، اِس لیے مُزاحمت[۴] کی اور حدیبیہ میں آپ ﷺ کو رُکنا پڑا، جاں نثار[۵] صحابہ ؓ ساتھ تھے، جو حضور ﷺ پر جان قربان کرنا فخر سمجھتے تھے، لڑنے کو تیار ہوگئے؛ مگر حضور ﷺ نے مکہ والوں کی خاطر[۶] سے لڑنے کا ارادہ نہیں فرمایا، اور صلح کی کوشش کی اور باوجود صحابہ ؓ کی لڑائی پر مُستعدی[۷] اور بہادری کے، حضور اکرم ﷺ نے کفار کی اِس قدر رعایت فرمائی کہ اُن کی ہر شرط کو قبول فرمالیا۔ صحابہ ؓ کو اِس طرح دَب کر صلح کرنا بہت ہی ناگوار[۸] تھا؛ مگر حضور ﷺ کے ارشاد کے سامنے کیا ہوسکتا تھا کہ جاں نثار تھے اور فرماں بردار، اس لیے حضرت عمر ؓ جیسے بہادروں کو بھی دبنا پڑا۔

صلح میں جو شرطیں طے ہوئیں، ان شرطوں میں ایک یہ شرط بھی تھی کہ کافروں میں سے جو شخص اسلام لائے اور ہجرت کرے، مسلمان اُس کو مکہ واپس کردیں اور مسلمانوں میں سے خدانخواستہ[۹] اگر کوئی شخص مرتد[۱۰] ہوکر چلا آئے، تو وہ واپس نہ کیا جائے۔ یہ صُلح نامہ[۱۱] ابھی تک پورا لکھا بھی نہیں گیا تھا کہ حضرت ابوجَندَل ؓ ایک صحابی تھے، جو اسلام لانے کی وجہ سے طرح طرح کی تکلیفیں برداشت کررہے تھے اور زنجیروں میں بندھے ہوئے تھے، اِسی حالت میں گرتے پڑتے مسلمانوں کے لشکر میں اِس اُمید پر پہونچے کہ اُن لوگوں کی حمایت[۱۲] میں جاکر اِس مصیبت سے چھٹکارا پاؤں گا، اُن کے باپ سہیل نے جو اِس صلح نامہ میں کفار کی طرف سے وکیل تھے اور اُس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے، فتح مکہ میں مسلمان ہوئے؛ انہوں نے

حل لغات: (۱) بھیڑ۔ (۲) بھروسے کے قابل۔ (۳) بے عزتی۔ (۴) روکا۔ (۵) جان قربان کرنے والے۔ (۶) خیال۔ (۷) تیاری۔ (۸) ناپسند۔ (۹) خدانہ کرے۔ (۱۰) اسلام چھوڑ کر۔ (۱۱) آپسی فیصلہ کا مضمون۔ (۱۲) پناہ۔

کی رَٹ لگاتے تھے، اسی کا یہ صِلہ[1] ملا کہ پھر حضور ﷺ کے دربار میں مؤذن بنے؛ اور سفر حضر[2] میں ہمیشہ اذان کی خدمت ان کے سپرد ہوتی۔ حضور ﷺ کے وصال[3] کے بعد مدینہ طیبہ میں رہنا اور حضور ﷺ کی جگہ کو خالی دیکھنا مشکل ہوگیا، اس لیے ارادہ کیا کہ اپنی زندگی کے جتنے دن ہیں، جہاد میں گذار دوں، اس لیے جہاد میں شرکت کی نیت سے چل دیے، ایک عرصہ تک مدینہ منورہ لوٹ کر نہیں آئے۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ کی خواب میں زیارت کی۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''بلال! یہ کیا ظلم ہے، ہمارے پاس کبھی نہیں آتے'' تو آنکھ کُھلنے پر مدینہ طیبہ حاضر ہوئے۔ حضرت حسن، حسین رضی اللہ عنہما نے اذان کی فرمائش[4] کی، لاڈلوں کی درخواست ایسی نہیں تھی کہ انکار کی گنجائش ہوتی، اذان کہنا شروع کی؛ اور مدینہ میں حضور ﷺ کے زمانہ کی اذان کانوں میں پڑ کر کُہرام[5] مچ گیا۔ عورتیں تک روتی ہوئی گھر سے نکل پڑیں۔ چند روز قیام کے بعد واپس ہوئے؛ اور ۲۰ھ کے قریب دمشق میں وصال ہوا۔ [اُسدالغابہ]

⑤ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا اسلام

حضرت اَبوذر غِفَارِی رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں، جو بعد میں بڑے زاہدوں[6] اور بڑے علماء میں سے ہوئے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کا ارشاد ہے کہ ابوذر ایسے علم کو حاصل کیے ہوئے ہیں، جس سے لوگ عاجز ہیں، مگر انھوں نے اس کو محفوظ کر رکھا ہے۔ جب ان کو حضور اقدس ﷺ کی نبوت کی پہلے پہل خبر پہونچی، تو انھوں نے اپنے بھائی کو حالات کی تحقیق کے واسطے مکہ بھیجا کہ جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میرے پاس وحی آتی ہے اور آسمان کی خبریں آتی ہیں، اس کے حالات معلوم کریں اور اس کے کلام کو غور سے سنیں۔ وہ مکہ مکرمہ آئے اور حالات معلوم کرنے کے بعد اپنے بھائی سے جا کر کہا کہ میں نے ان کو اچھی عادتوں اور عمدہ اخلاق کا حکم[7] کرتے دیکھا اور ایک ایسا کلام سنا جو نہ شعر ہے، نہ کاہنوں[8] کا کلام ہے۔ ابوذر رضی اللہ عنہ کو اس مُجمَل[9] بات سے تشفی نہ ہوئی، تو خود سامانِ سفر کیا اور مکہ پہونچے اور سیدھے مسجد حرام میں گئے، حضور ﷺ کو پہچانتے نہیں تھے اور کسی سے پوچھنا مَصلحت[10] کے خلاف سمجھا، شام تک اسی حال میں رہے۔ شام کو حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے دیکھا کہ ایک پردیسی مُسافر ہے، مُسافروں کی، غریبوں کی، پردیسیوں کی خبر گیری[11] ان کی ضرورتوں کا پورا کرنا، ان حضرات کی گھُٹی[12] میں پڑا ہوا تھا۔ اس لیے ان کو اپنے گھر لے آئے، میزبانی فرمائی، لیکن اس کے پوچھنے کی کچھ ضرورت نہ سمجھی کہ کون ہو، کیوں آئے۔ مسافر نے بھی کچھ ظاہر نہ کیا۔ صبح کو پھر مسجد میں آگئے اور دن بھر اسی حال میں گذرا کہ خود پتہ نہ چلا اور دریافت[13] کسی سے کیا نہیں، غالباً اس کی وجہ یہ ہوگی کہ حضور ﷺ کے ساتھ دشمنی کے قصے بہت مشہور تھے، آپ ﷺ کو اور آپ کے ملنے والوں کو ہر طرح کی

حل لغات: ① بدلہ۔ ② قیام، ٹھہرنا۔ ③ انتقال۔ ④ خواہش ظاہر کرنا۔ ⑤ چیخ وپکار۔ ⑥ دنیا سے بے رغبت لوگوں۔ ⑦ غیب کی خبریں بتانے والے۔ ⑧ مختصر۔ ⑨ تسلی۔ ⑩ عقلمندی۔ ⑪ دیکھ بھال۔ ⑫ عادت۔ ⑬ پوچھنا۔

تیسرا باب: صحابۂ کرام ؓ کے زُہد اور فقر کے بیان میں

اس بارہ میں خود نبیٔ اکرم ﷺ کا اپنا معمول اور اس کے واقعات جو اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ چیز حضور ﷺ کی خود اختیار فرمائی ہوئی اور پسند کی ہوئی تھی؛ اتنی کثرت سے حدیث کی کتابوں میں پائے جاتے ہیں کہ ان کا مثال کے طور پر بھی جمع کرنا مشکل ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ ”فقر مومن کا تحفہ ہے“۔

① حضور ﷺ کا پہاڑوں کو سونا بنا دینے سے انکار

حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ ”میرے رب نے مجھ پر یہ پیش کیا کہ میرے لیے مکہ کے پہاڑوں کو سونے کا بنا دیا جائے۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ! مجھے تو یہ پسند ہے کہ ایک دن پیٹ بھر کر کھاؤں، تو دوسرے دن بھوکا رہوں، تاکہ جب بھوکا ہوں تو تیری طرف زاری کروں اور تجھے یاد کروں اور جب پیٹ بھروں، تو تیرا شکر کروں، تیری تعریف کروں“۔ [ترمذی]

فائدہ: یہ اس ذات مقدس کا حال ہے جس کے ہم نام لیوا ہیں اور اس کی اُمت میں ہونے پر فخر ہے، جس کی ہر بات ہمارے لیے قابلِ اتباع ہے۔

② حضرت عمر ؓ کے وسعت طلب کرنے پر تنبیہ اور حضور ﷺ کے گزر کی حالت

بیویوں کی بعض زیادتیوں پر ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ نے قسم کھالی تھی کہ ایک مہینہ تک ان کے پاس نہ جاؤں گا، تاکہ ان کو تنبیہ ہو اور علیحدہ اوپر ایک حُجرہ میں قیام فرمایا تھا۔ لوگوں میں یہ شہرت ہوگئی کہ حضور ﷺ نے سب کو طلاق دے دی۔ حضرت عمر ؓ اس وقت اپنے گھر تھے، جب یہ خبر سنی تو دوڑے ہوئے تشریف لائے، مسجد میں دیکھا کہ لوگ متفرق طور پر بیٹھے ہوئے حضور ﷺ کے رنج اور غصہ کی وجہ سے رو رہے ہیں، بیبیاں بھی سب اپنے اپنے گھروں میں رو رہی ہیں۔ اپنی بیٹی حضرت حفصہ ؓ کے پاس تشریف لے گئے، وہ بھی مکان میں رو رہی تھیں، فرمایا کہ اب کیوں رو رہی ہے؟ کیا میں ہمیشہ اس سے ڈرایا نہیں کرتا تھا کہ حضور ﷺ کی ناراضگی کی کوئی بات نہ کیا کر؟ اس کے بعد مسجد میں تشریف لائے، وہاں ایک جماعت منبر کے پاس بیٹھی رو رہی تھی، تھوڑی دیر وہاں بیٹھے رہے، مگر شدتِ رنج سے بیٹھا نہ گیا، تو حضور ﷺ جس جگہ تشریف فرما تھے، اس کے قریب تشریف لے گئے اور حضرت رباح ؓ ایک غلام کے ذریعہ سے جو دو بار کی زینہ پر پاؤں

حل لغات: ① دنیا سے بے رغبتی۔ ② غریبی۔ ③ بات۔ ④ ثبوت دینا۔ ⑤ عاجزی۔ ⑥ کشادگی، خوشحالی۔ ⑦ خرچ کو بڑھانے کی درخواست۔ ⑧ نصیحت، عبرت۔ ⑨ کمرہ۔ ⑩ الگ الگ۔ ⑪ غم کی زیادتی۔ ⑫ اوپر کا کمرہ۔ ⑬ سیڑھی۔

میں نے اپنے والد صاحبؒ سے سنا کہ میرے دادا صاحبؒ کا بھی تقریباً یہی معمول تھا کہ رات کو ایک بجے تک والد صاحبؒ مطالعہ میں مشغول رہتے۔ ایک بجے دادا صاحبؒ تہجد کے لیے اُٹھتے، تو تقاضا فرما کر والد صاحبؒ کو سلا دیتے اور خود تہجد میں مشغول ہو جاتے اور صبح سے تقریباً پون گھنٹہ قبل میرے تائے صاحبؒ کو تہجد کے لیے جگا دیتے اور خود اتباعِ سنت میں آرام فرماتے، اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ اِتِّبَاعَھُمْ۔

④ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کا بیت المال سے وظیفہ

حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے یہاں کپڑے کی تجارت ہوتی تھی اور اسی سے گذر اوقات تھا، جب خلیفہ بنائے گئے، تو حسبِ معمول صبح کو چند چادریں ہاتھ پر ڈال کر بازار میں فروخت کے لیے تشریف لے چلے، راستہ میں حضرت عمر ؓ ملے، پوچھا: کہاں چلے؟ فرمایا: بازار جا رہا ہوں۔ حضرت عمر ؓ نے عرض کیا کہ اگر تم تجارت میں مشغول رہو گے، تو خلافت کے کام کا کیا ہوگا؟ فرمایا: پھر اہل و عیال کو کہاں سے کھلاؤں؟ عرض کیا کہ ابوعبیدہ جن کو حضور ﷺ نے امین ہونے کا لقب دیا ہے، ان کے پاس چلیں، وہ آپ کے لیے بیت المال سے کچھ مقرر کر دیں گے۔ دونوں حضرات ان کے پاس تشریف لے گئے، تو انہوں نے ایک مہاجری کو جو اوسطاً ملتا تھا، نہ کم نہ زیادہ وہ مقرر فرما دیا۔ ایک مرتبہ بیوی نے درخواست کی کہ کوئی میٹھی چیز کھانے کو دل چاہتا ہے، حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے فرمایا کہ میرے پاس تو دام نہیں کہ خریدوں۔ اہلیہ نے عرض کیا کہ ہم اپنے روز کے کھانے میں سے تھوڑا تھوڑا بچا لیا کریں، کچھ دنوں میں اتنی مقدار ہو جائے گی۔ آپ نے اجازت فرما دی، اہلیہ نے کئی روز میں کچھ تھوڑے سے پیسے جمع کیے، آپ نے فرمایا کہ تجربے سے یہ معلوم ہوا کہ اتنی مقدار ہمیں بیت المال سے زیادہ ملتی ہے، اس لیے جو اہلیہ نے جمع کیا تھا وہ بھی بیت المال میں جمع فرما دیا اور آئندہ کے لیے اتنی مقدار جتنا انہوں نے روزانہ جمع کیا تھا، اپنی تنخواہ میں سے کم کر دیا۔

فائدہ: اتنے بڑے خلیفہ اور بادشاہ پہلے سے اپنی تجارت بھی کرتے تھے اور وہ ضروریات کو کافی بھی تھی، جیسا کہ اس اعلان سے معلوم ہوتا ہے، جو بخاری میں حضرت عائشہ ؓ سے مروی ہے کہ جب حضرت ابوبکر ؓ خلیفہ بنائے گئے، تو آپ نے فرمایا کہ میری قوم کو یہ بات معلوم ہے کہ میرا پیشہ تجارت میرے اہل و عیال کے خرچ کو ناکافی نہیں تھا؛ لیکن اب خلافت کی وجہ سے مسلمانوں کے کاروبار میں مشغولی ہے، اس لیے بیت المال سے میرے اہل و عیال کا کھانا مقرر ہوگا۔ اس کے باوجود حضرت ابوبکر ؓ کا وصال ہونے لگا، تو حضرت عائشہ ؓ کو وصیت فرمائی کہ میری ضرورتوں میں جو چیزیں بیت المال کی ہیں، وہ

حل لغات: ① حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ۔ ② حضرت مولانا اسماعیل صاحبؒ۔ ③ پہلے۔ ④ باپ کے بڑے بھائی یعنی حضرت مولانا محمد صاحبؒ۔ ⑤ تنخواہ۔ ⑥ عادت کے موافق۔ ⑦ بیچنا۔ ⑧ امانت دار۔ ⑨ بزنس، کاروبار۔ ⑩ انتقال۔

وعظ پسندیدہ بتلایا، چنانچہ حضور ﷺ نے دس آدمیوں کو اور بعض روایات میں چھ آدمیوں کو ان کے ساتھ کر دیا، جن میں حضرت عاصم رضی اللہ عنہ بھی تھے، راستہ میں جا کر ان لے جانے والوں نے بدعہدی[1] کی اور دشمنوں کو مقابلہ کے لیے بلایا، جو دو سو[2] آدمی تھے اور ان میں سے سو[3] آدمی بہت مشہور تیر انداز[4] تھے اور بعض روایات میں ہے کہ حضور ﷺ نے ان حضرات کو مکہ والوں کی خبر لانے کے لیے بھیجا تھا، راستہ میں بنو لحیان[5] کے دو سو آدمیوں سے مقابلہ ہوا، یہ مختصر جماعت دس آدمیوں کی یا چھ آدمیوں کی یہ حالت دیکھ کر ایک پہاڑی پر، جس کا نام فَدْفَد تھا چڑھ گئی، کفار نے کہا کہ ہم تمہارے خون سے اپنی زمین رنگنا نہیں چاہتے، صرف اہل مکہ سے تمہارے بدلہ میں کچھ مال لینا چاہتے ہیں، تم ہمارے ساتھ آ جاؤ، ہم تم کو قتل نہ کریں گے، مگر انھوں نے کہا کہ ہم کافر کے عہد[6] میں آنا نہیں چاہتے اور ترکش[7] سے تیر نکال کر مقابلہ کیا، جب تیر ختم ہو گئے تو نیزوں سے مقابلہ کیا، حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے ساتھیوں سے جوش میں کہا کہ تم سے دھوکہ کیا گیا، مگر گھبرانے کی بات نہیں، شہادت کو غنیمت سمجھو، تمہارا محبوب تمہارے ساتھ ہے اور جنت کی حوریں تمہاری منتظر ہیں، یہ کہہ کر جوش سے مقابلہ کیا اور جب نیزہ بھی ٹوٹ گیا، تو تلوار سے مقابلہ کیا، مقابلوں کا مجمع کثیر[8] تھا، آخر شہید ہو گئے اور دعا کی کہ یا اللہ! اپنے رسول ﷺ کو ہمارے قصہ کی خبر کر دے، چنانچہ یہ دعا قبول ہوئی اور اسی وقت اس واقعہ کا علم حضور ﷺ کو ہو گیا اور چونکہ عاصم رضی اللہ عنہ یہ بھی سن چکے تھے کہ سلافہ نے میرے سر کی کھوپڑی میں شراب پینے کی منت مانی ہے، اس لیے مرتے وقت دعا کی کہ یا اللہ! میرا سر تیرے راستے میں کاٹا جا رہا ہے تو ہی اس کا محافظ[9] ہے، وہ دعا بھی قبول ہوئی اور شہادت کے بعد جب کافروں نے سر کاٹنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھیوں کا اور بعض روایتوں میں بھڑوں کا ایک غول[10] بھیج دیا، جنھوں نے ان کے بدن کو چاروں طرف سے گھیر لیا، کافروں کو خیال تھا کہ رات کے وقت جب یہ اُڑ جائیں گی، تو سر کاٹ لیں گے، مگر رات کو ایک بارش کی رَو[11] آئی اور اُن کی نعش کو بہا کر لے گئی، اسی طرح سات آدمی یا تین آدمی شہید ہو گئے، غرض تین باقی رہ گئے۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ اور زید بن دَثِنَہ رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن طارق رضی اللہ عنہ، ان تینوں حضرات سے پھر انھوں نے عہد[12] پیمان کیا کہ تم نیچے آ جاؤ، ہم تم سے بدعہدی نہ کریں گے، یہ تینوں حضرات نیچے اُتر آئے اور نیچے اُترنے پر کفار نے ان کی کمانوں کی تانت[13] اُتار کر اُن کی مشکیں[14] باندھیں، حضرت عبداللہ بن طارق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ پہلی بدعہدی ہے، میں تمہارے ساتھ ہرگز نہ جاؤں گا، ان شہید ہونے والوں کا اقتدا[15] ہی مجھے پسند ہے، انھوں نے زبردستی ان کو کھینچنا چاہا، مگر یہ نہ ٹلے، تو ان لوگوں نے ان کو بھی شہید کر دیا، صرف دو حضرات ان کے ساتھ رہے، جن کو لے جا کر ان لوگوں نے مکہ والوں

حل لغات: (۱) وعدہ خلافی۔ (۲) تیر چلانے میں ماہر۔ (۳) قبیلہ کا نام۔ (۴) وعدہ۔ (۵) تیر رکھنے کی تھیلی۔ (۶) زیادہ۔ (۷) حفاظت کرنے والا۔ (۸) جماعت۔ (۹) پانی کی تیز دھار۔ (۱۰) وعدہ۔ (۱۱) کمان کی رسّی۔ (۱۲) گرفتار کر لیا۔ (۱۳) پیروی۔

چھٹا باب: ایثار و ہمدردی اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنا

ایثار کہتے ہیں: اپنی ضرورت کے وقت دوسرے کو ترجیح دینا، اول تو صحابہ کرام ﷺ کی ہر ادا، ہر عادت ایسی ہی ہے، جس کی برابری تو درکنار[1]، اس کا کچھ بھی حصہ کسی خوش قسمت کو نصیب ہو جائے تو عین سعادت[2] ہے، لیکن بعض عادتیں ان میں سے ایسی ممتاز[3] ہیں کہ انھیں کا حصہ تھیں، ان کے منجملہ ایثار ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے کلام اللہ شریف میں اس کی تعریف فرمائی اور ﴿يُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾ [سورۂ حشر:۹] میں اس صفت کو ذکر فرمایا کہ ''وہ لوگ اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں، گو ان پر فاقہ ہی ہو''۔

① صحابی کا مہمان کی خاطر چراغ بجھا دینا

ایک صحابی حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بھوک اور پریشانی کی حالت کی اطلاع دی، حضور ﷺ نے اپنے گھروں میں آدمی بھیجا، کہیں کچھ نہ ملا، تو حضور ﷺ نے صحابہ ﷺ سے فرمایا کہ کوئی شخص ہے جو ان کی ایک رات کی مہمانی قبول کرے؟ ایک انصاری صحابی نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں مہمانی کروں گا۔ ان کو گھر لے گئے اور بیوی سے فرمایا کہ یہ حضور ﷺ کے مہمان ہیں، جو اکرام کر سکے اس میں کسر[4] نہ کرنا اور کوئی چیز چھپا کر نہ رکھنا۔ بیوی نے کہا: خدا کی قسم! بچوں کے قابل کچھ تھوڑا سا رکھا ہے اور کچھ بھی گھر میں نہیں۔ صحابی نے فرمایا! بچوں کو بہلا کر سلا دیجیو اور جب وہ سو جائیں تو کھانا لے کر مہمان کے ساتھ بیٹھ جاویں گے، اور تو چراغ کے درست کرنے کے بہانے سے اُٹھ کر اس کو بجھا دینا؛ چنانچہ بیوی نے ایسا ہی کیا اور دونوں میاں بیوی اور بچوں نے فاقہ سے رات گذاری، جس پر یہ آیت ﴿وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ﴾ [سورۂ حشر:۹] نازل ہوئی، ترجمہ: اور ترجیح دیتے ہیں اپنی جانوں پر اگرچہ ان پر فاقہ ہی ہو۔

فائدہ: اس قسم کے متعدد واقعات ہیں، جو صحابہ ﷺ کے یہاں پیش آئے، چنانچہ ایک دوسرا واقعہ اسی قسم کا لکھا ہے۔

② روزہ دار کے لیے چراغ بجھا دینا

ایک صحابی روزہ پر روزہ رکھتے تھے، افطار کے لیے کوئی چیز کھانے کی میسر نہ آتی تھی۔ ایک انصاری صحابی حضرت ثابت ﷺ نے تاڑ[5] لیا۔ بیوی سے کہا کہ میں رات کو ایک مہمان کو لاؤں گا، جب کھانا شروع کریں تو تم چراغ کو درست کرنے کے حیلہ[6] سے بجھا دینا اور اتنے مہمان کا پیٹ نہ بھر جائے خود نہ کھانا؛ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا، ساتھ میں سب شریک رہے جیسے کھا رہے ہوں، صبح کو حضرت ثابت ﷺ جب حضور ﷺ کی

حل لغات: ① الگ رہا۔ ② حقیقی خوش قسمتی۔ ③ انوکھی۔ ④ کمی۔ ⑤ سمجھ لیا۔ ⑥ بہانہ۔

قیامت میں کیسا آدمی ہوں گا؟ سعید: میں اس سے کم ہوں کہ غیب پر مطّلع[1] کیا جاؤں۔ حجّاج: تو مجھ سے سچ بولنے کا ارادہ نہیں کرتا؟ سعید: میں نے جھوٹ بھی نہیں کہا۔ حجّاج: تُو کبھی ہنستا کیوں نہیں؟ سعید: کوئی بات ہنسنے کی دیکھتا نہیں اور وہ شخص کیا ہنسے جو مٹی سے بنا ہو اور قیامت میں اس کو جانا ہو اور دنیا کے فتنوں میں دن رات رہتا ہو۔ حجّاج: میں تو ہنستا ہوں۔ سعید: اللہ نے ایسے ہی مختلف طریقوں میں ہم کو بنایا ہے۔ حجّاج: میں تجھے قتل کرنے والا ہوں۔ سعید: میری موت کا سبب پیدا کرنے والا اپنے کام سے فارغ ہو چکا۔ حجّاج: میں اللہ کے نزدیک تجھ سے زیادہ محبوب ہوں۔ سعید: اللہ پر کوئی بھی جرأت نہیں کرسکتا، جب تک کہ اپنا مرتبہ معلوم نہ کرلے اور غیب کی اللہ ہی کو خبر ہے۔ حجّاج: میں کیوں نہیں جرأت کرسکتا حالانکہ میں جماعت کے بادشاہ کے ساتھ ہوں اور تُو باغیوں[2] کی جماعت کے ساتھ ہے؟ سعید: میں جماعت سے علیحدہ نہیں ہوں اور فتنہ کو خود ہی پسند نہیں کرتا اور جو تقدیر میں ہے اس کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ حجّاج: ہم جو کچھ امیر المؤمنین کے لیے جمع کرتے ہیں، اس کو تو کیسا سمجھتا ہے؟ سعید: میں نہیں جانتا کہ کیا جمع کیا۔ حجّاج نے سونا چاندی کپڑے وغیرہ منگا کر اُن کے سامنے رکھ دیے۔ سعید: یہ اچھی چیزیں ہیں، اگر اپنی شرط کے موافق ہوں۔ حجّاج: شرط کیا ہے؟ سعید: یہ کہ تو اُن سے ایسی چیزیں خریدے جو بڑے گھبراہٹ کے دن یعنی قیامت کے دن اَمن پیدا کرنے والی ہوں، ورنہ ہر دودھ پلانے والی دودھ پیتے کو بھول جائے گی اور حمل گر جائیں گے اور آدمی کو اچھی چیز کے سوا کچھ بھی کام نہ دے گی۔ حجّاج: ہم نے جو جمع کیا، یہ اچھی چیز نہیں؟ سعید: تُو نے جمع کیا تُو ہی اس کی اچھائی کو سمجھ سکتا ہے۔ حجّاج: کیا تو اس میں سے کوئی چیز اپنے لیے پسند کرتا ہے؟ سعید: میں صرف اس چیز کو پسند کرتا ہوں، جس کو اللہ پسند کرے۔ حجّاج: تیرے لیے ہلاکت ہو۔ سعید: ہلاکت اس شخص کے لیے ہے، جو جنت سے ہٹا کر جہنم میں داخل کردیا جائے۔ حجّاج: (دِق[3] ہوکر) بتلا کہ میں تجھے کس طریقہ سے قتل کروں؟ سعید: جس طرح سے قتل ہونا اپنے لیے پسند ہو۔ حجّاج: کیا تجھے معاف کردوں؟ سعید: معافی اللہ کے یہاں کی معافی ہے، تیرا معاف کرنا کوئی چیز نہیں۔ حجّاج نے جلّاد[4] کو حکم دیا کہ اس کو قتل کردو۔ سعید: باہر لائے گئے اور ہنسے۔ حجّاج کو اس کی اطلاع دی گئی پھر بلایا اور پوچھا۔ حجّاج: تُو کیوں ہنسا؟ سعید: تیری اللہ پر جرأت اور اللہ تعالیٰ کے تجھ پر حلم سے۔ حجّاج: میں اس کو قتل کرتا ہوں جس نے مسلمانوں کی جماعت میں تفریق[5] کی، پھر جلّاد سے خطاب کرکے کہا: میرے سامنے اس کی گردن اُڑاؤ۔ سعید: میں دو رکعت نماز پڑھ لوں، نماز پڑھی، پھر قبلہ رُخ ہوکر ﴿وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝﴾ [سورۂ انعام] پڑھا، یعنی میں نے اپنا منہ اس پاک ذات کی طرف کیا جس نے آسمان وزمین بنائے اور میں سب طرف سے ہٹ کر اُدھر متوجہ ہوا اور نہیں ہوں

حل لغات: ① خبر دینا۔ ② حکومت کے مخالف لوگ۔ ③ پریشان۔ ④ مجرموں کو قتل کرنے والا۔ ⑤ دشمنی پیدا کرنا۔

فائدہ: یہ ان حضرات کے کمالِ علم کی بات ہے کہ حضور ﷺ کی موجودگی میں یہ لوگ اہلِ فتویٰ شمار کیے جاتے تھے۔

② حضرت ابوبکر صدیق ؓ کا مجموعۂ احادیث کو جلا دینا

حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ میرے باپ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے پانچ سو[۵۰۰] احادیث کا ایک ذخیرہ جمع کیا تھا۔ ایک رات میں نے دیکھا کہ وہ نہایت بے چین ہیں، کروٹیں بدل رہے ہیں۔ مجھے یہ حالت دیکھ کر بے چینی ہوئی۔ دریافت کیا کہ کوئی تکلیف ہے؟ یا کوئی فکر کی بات سننے میں آئی ہے؟ غرض تمام رات اس بے چینی میں گذری اور صبح کو فرمایا کہ وہ احادیث جو میں نے تیرے پاس رکھوا رکھی ہیں، اٹھالا۔ میں لے کر آئی۔ آپ ؓ نے اُن کو جلا دیا۔ میں نے پوچھا کہ کیوں جلا دیا؟ ارشاد فرمایا کہ مجھے اندیشہ[۱] ہوا کہیں ایسا نہ ہو کہ میں مَر جاؤں اور یہ میرے پاس ہوں، ان میں دوسروں کی سنی ہوئی روایتیں بھی ہیں کہ میں نے معتبر سمجھا ہو، اور وہ واقع[۲] میں معتبر نہ ہوں اور اس کی روایت میں کوئی گڑبڑ ہو، جس کا وبال[۳] مجھ پر ہو۔ [تذکرۃ الحفاظ]

فائدہ: حضرت ابوبکر صدیق ؓ کا یہ علمی کمال اور شغف[۴] تھا کہ انھوں نے پانچ سو[۵۰۰] احادیث کا ایک رسالہ جمع کیا اور اس کے بعد اس کو جلا دینا یہ کمال احتیاط تھا۔ اکابر صحابہ ؓ کا حدیث کے بارے میں احتیاط کا یہی حال تھا، اسی وجہ سے اکثر صحابہ ؓ سے روایتیں بہت کم نقل کی جاتی ہیں۔ ہم لوگوں کو اس واقعہ سے سبق لینے کی ضرورت ہے، جو منبروں پر بیٹھ کے بے دھڑک احادیث نقل کر دیتے ہیں۔ حالانکہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ ہر وقت کے حاضر باش[۵]، سفر حضر کے ساتھی، ہجرت کے رفیق۔ صحابہ ؓ کہتے ہیں کہ ہم میں بڑے عالم حضرت ابوبکر ؓ تھے، حضرت عمر ؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے وصال[۶] کے بعد جب بیعت کا قصہ پیش آیا اور حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے تقریر فرمائی، تو کوئی آیت اور کوئی حدیث ایسی نہیں چھوڑی؛ جس میں انصار کی فضیلت آئی ہو اور حضرت ابوبکر ؓ نے اپنی تقریر میں نہ فرمادی ہو۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ قرآن پاک پر کتنا عبور[۷] تھا اور احادیث کس قدر یاد تھیں، مگر پھر بھی بہت کم روایتیں حدیث کی آپ سے منقول ہیں۔ یہی راز ہے کہ حضرت امام اعظم ؒ سے بھی حدیث کی روایتیں بہت کم نقل کی گئی ہیں۔

③ تبلیغ حضرت مُصْعَب بن عُمَیر ؓ

مُصْعَب بن عُمَیر ؓ جن کا ایک قصہ ساتویں باب کے نمبر پانچ پر بھی گذر چکا ہے، ان کو حضور اقدس ﷺ نے مدینہ منورہ کی اس جماعت کے ساتھ، جو سب سے پہلے منیٰ کی گھاٹی میں مسلمان ہوئی تھی، تعلیم اور دین کے سکھانے کے لیے بھیج دیا تھا۔ یہ مدینہ طیبہ میں ہر وقت تعلیم اور تبلیغ میں مشغول رہتے، لوگوں کو قرآن

حل لغات: ① فکر۔ ② حقیقت۔ ③ عذاب۔ ④ شوق۔ ⑤ ساتھ رہنے والے۔ ⑥ انتقال۔ ⑦ مہارت۔

مع اس کے نام کے، نیز اس کی ماں کا نام، اس کے باپ کا نام، اس کے قبیلہ کا نام صاف صاف بتادیا تھا، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگ حضور ﷺ سے خیر کی باتیں دریافت کیا کرتے تھے اور میں بُرائی کی باتیں دریافت کیا کرتا تھا، تاکہ اس سے بچا جائے، ایک مرتبہ میں نے دریافت کیا: یارسول اللہ! یہ خیر وخوبی جس پر آج کل آپ کی برکت سے ہم لوگ ہیں، اس کے بعد بھی کوئی بُرائی آنے والی ہے، حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں! بُرائی آنے والی ہے، میں نے عرض کیا کہ اس بُرائی کے بعد پھر بھلائی لوٹ کر آئے گی یا نہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ حذیفہ! اللہ کا کلام پڑھ اور اس کے معانی پر غور کر، اس کے احکام کی اتباع کر، (مجھے فکر سوار تھا) میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اُس بُرائی کے بعد بھلائی ہوگی؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں! پھر بھلائی ہوگی، لیکن دل ایسے نہیں ہوں گے، جیسے پہلے تھے، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس بھلائی کے بعد پھر بُرائی ہوگی؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں! ایسے لوگ پیدا ہوجائیں گے، جو آدمیوں کو گمراہ کریں گے اور جہنم کی طرف لے جائیں گے، میں نے عرض کیا کہ اگر میں اس زمانہ کو پاؤں تو کیا کروں؟ حضور ﷺ نے فرمایا: اگر مسلمانوں کی کوئی مُتّحِدہ[1] جماعت ہو اور ان کا کوئی بادشاہ ہو، تو اس کے ساتھ ہوجانا، ورنہ ان سب فرقوں کو چھوڑ کر ایک کونہ میں علیحدہ بیٹھ جانا یا کسی درخت کی جڑ میں جا کر بیٹھ جانا اور مرنے تک وہیں بیٹھے رہنا، چوں کہ ان کو منافقوں کا حال حضور ﷺ نے سب کا بتلادیا تھا، اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان سے دریافت فرمایا کرتے تھے کہ میرے حُکّام[2] میں کوئی منافق تو نہیں؟ ایک مرتبہ انھوں نے عرض کیا کہ ایک منافق ہے، مگر میں نام نہیں بتاؤں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو معزول[3] کردیا، غالباً اپنی فراست[4] سے پہچان لیا ہوگا، جب کوئی شخص مرجاتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ تحقیق فرماتے کہ حذیفہ رضی اللہ عنہ ان کے جنازہ میں شریک ہیں یا نہیں، اگر حذیفہ رضی اللہ عنہ شریک ہوتے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی نماز پڑھتے، ورنہ وہ بھی نہ پڑھتے۔ حضرت حُذَیفہ رضی اللہ عنہ کا جب انتقال ہونے لگا، تو نہایت گھبراہٹ اور بے چینی میں رو رہے تھے، لوگوں نے دریافت کیا، فرمایا کہ دنیا کے چھوٹنے پر نہیں رو رہا ہوں، بلکہ موت تو مجھے محبوب ہے، البتہ اس پر رو رہا ہوں کہ مجھے اس کی خبر نہیں کہ میں اللہ کی ناراضی پر جارہا ہوں یا خوشنودی[5] پر، اس کے بعد کہا کہ یہ میری دنیا کی آخری گھڑی ہے، یا اللہ! تجھے معلوم ہے کہ مجھے تجھ سے محبت ہے، اس لیے اپنی ملاقات میں برکت عطا فرما۔ [ابوداؤد وأسد الغابہ]

⑥ حضرت اَبُوہُرَیرہ رضی اللہ عنہ کا احادیث کو حفظ کرنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نہایت مشہور اور جلیل[6] القدر صحابی ہیں اور اتنی کثرت سے ان سے حدیثیں نقل ہیں کہ کسی دوسرے صحابی سے اتنی زیادہ نقل کی ہوئی موجود نہیں، اس پر لوگوں کو تعجب ہوتا تھا کہ ۷ھ میں یہ مسلمان ہوکر تشریف لائے اور ۱۱ھ میں حضور اقدس ﷺ کا وصال[7] ہوگیا۔ اتنی قلیل مدت میں، جو

حل لغات: (۱) اتفاق رکھنے والی۔ (۲) افسروں۔ (۳) ہٹادیا۔ (۴) سمجھداری۔ (۵) خوشی۔ (۶) بڑی شان والے۔ (۷) انتقال۔

جانب شرحِ صدر[1] فرمادیا کہ قرآن پاک کو یک جا[2] جمع کیا جائے، چنانچہ میں نے تعمیلِ ارشاد میں لوگوں کے پاس، جو قرآن شریف متفرق[3] طور پر لکھا ہوا تھا، اور جو اُن حضرات صحابۂ کرام ؓ کے سینوں میں بھی محفوظ تھا، سب کو تلاش کر کے جمع کیا۔ [بخاری]

فائدہ: اس قصہ میں اوّل تو ان حضرات کے اتباع کا اہتمام معلوم ہوتا، کہ پہاڑ کا منتقل[4] کرنا ان کے لیے اس سے سہل[5] تھا کہ کوئی ایسا کام کیا جائے، جس کو حضور ﷺ نے نہیں کیا، اس کے بعد کلام پاک کا جمع کرنا، جو دین کی اصل ہے، اللہ نے ان حضرات کے اعمال نامہ میں رکھا تھا، پھر حضرت زید ؓ نے اتنا اہتمام اس کے جمع فرمانے میں کیا کہ کوئی آیت بغیر لکھی ہوئی نہیں لیتے تھے، جو حضور اقدس ﷺ کے زمانہ کی لکھی ہوئی تھیں، اُن ہی سے جمع کرتے تھے اور حُفّاظ[6] کے سینوں سے اُس کا مقابلہ کرتے تھے، اور چوں کہ تمام قرآن شریف متفرق جگہوں میں لکھا ہوا تھا، اس لیے اُس کی تلاش میں، گو محنت[7] ضرور کرنا پڑی، مگر سب مل گیا۔ اُبی بن کعب ؓ جن کو خود حضور ﷺ نے قرآن پاک کا سب سے زیادہ ماہر بتایا، ان کی اعانت[8] کرتے تھے اس محنت سے کلام اللہ شریف کو ان حضرات نے سب سے پہلے جمع فرمایا۔

⑧ حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کی احتیاط روایتِ حدیث میں

حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ بڑے مشہور صحابہ میں ہیں اور ان صحابہ ؓ میں شمار ہے جو فتوے کے مالک تھے، ابتدائے اسلام ہی میں مسلمان ہوگئے تھے اور حبشہ[9] کی ہجرت بھی کی تھی، تمام غزوات میں حضور ﷺ کے ساتھ شریک رہے ہیں اور مخصوص خادم ہونے کی وجہ سے صاحبُ النّعل، صاحبُ الوِسادہ، صاحبُ المُطَہّرۃ، جوتے والے، تکیہ والے، وضو کے پانی والے، یہ القاب بھی ان کے ہیں؛ اس لیے کہ حضور اقدس ﷺ کی یہ خدمتیں اکثر ان کے سپرد[10] رہتی تھیں۔ حضور ﷺ کا ان کے بارے میں یہ بھی ارشاد ہے کہ اگر میں کسی کو بغیر مشورہ امیر بناؤں، تو عبداللہ بن مسعود کو بناؤں۔ حضور ﷺ کا یہ بھی ارشاد تھا کہ تمہیں ہر وقت حاضری کی اجازت ہے، حضور ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ جس شخص کو قرآن شریف بالکل ایسی طرح پڑھنا ہو جس طریقہ سے اُترا ہے، تو عبداللہ بن مسعود ؓ کے طریقہ کے موافق پڑھے۔ حضور ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ ابن مسعود ؓ جو حدیث تم سے بیان کریں اس کو سچ سمجھو۔ ابو موسیٰ اشعری ؓ کہتے ہیں کہ ہم لوگ جب یمن سے آئے، تو ایک زمانہ تک ابن مسعود ؓ کو اہلِ بیت[11] میں سے سمجھتے رہے، اس لیے کہ اتنی کثرت سے ان کی اور ان کی والدہ کی آمد و رفت حضور ﷺ کے گھر میں تھی، جیسی گھر کے آدمیوں کی ہوتی ہے۔ [بخاری]

حل لغات: ① دل کا اطمینان۔ ② ایک جگہ۔ ③ الگ الگ۔ ④ ہٹانا۔ ⑤ آسان۔ ⑥ حافظ کی جمع۔ ⑦ اگرچہ۔ ⑧ مدد۔ ⑨ ایک ملک۔ ⑩ ذمے۔ ⑪ گھر والے۔

⑩ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا انصاری کے پاس جانا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کے وِصال[1] کے بعد، میں نے ایک انصاری سے کہا کہ حضور ﷺ کا تو وصال ہوگیا، ابھی تک صحابۂ کرام ﷺ کی بڑی جماعت موجود ہے، آؤ اُن سے پوچھ پوچھ کر مسائل یاد کریں۔ اُن انصاری نے کہا: کیا ان صحابہ کرام ﷺ کی جماعت کے ہوتے ہوئے بھی لوگ تم سے مسئلہ پوچھنے آئیں گے؟ صحابہ ﷺ کی بہت بڑی جماعت موجود ہے، غرض ان صاحب نے تو ہمت کی نہیں، میں مسائل کے پیچھے پڑ گیا اور جن صاحب کے متعلق بھی مجھے علم ہوتا کہ فلاں حدیث انھوں نے حضور ﷺ سے سُنی ہے ان کے پاس جاتا اور تحقیق کرتا۔ مجھے مسائل کا بہت بڑا ذخیرہ انصار سے ملا۔ بعض لوگوں کے پاس جاتا اور معلوم ہوتا کہ وہ سو رہے ہیں، تو اپنی چادر وہیں چوکھٹ پر رکھ کر انتظار میں بیٹھ جاتا، گو ہَوا سے منہ پر اور بدن پر مٹی بھی پڑتی رہتی، مگر میں وہیں بیٹھا رہتا، جب وہ اُٹھتے تو جس بات کو معلوم کرنا تھا وہ دریافت کرتا۔ وہ حضرات کہتے بھی کہ تم نے حضور ﷺ کے چچازاد بھائی ہو کر کیوں تکلیف کی؟ مجھے بُلا لیتے، مگر میں کہتا کہ میں علم حاصل کرنے والا ہوں، اس لیے میں ہی حاضر ہونے کا زیادہ مستحق تھا۔ بعض حضرات پوچھتے کہ تم کب سے بیٹھے ہو؟ میں کہتا: بہت دیر سے، وہ کہتے کہ تم نے بُرا کیا، مجھے اطلاع کر دیتے۔ میں کہتا: میرا دل نہ چاہا کہ تم میری وجہ سے اپنی ضروریات سے فارغ ہونے سے پہلے آؤ، حتّٰی کہ ایک وقت میں یہ نوبت[2] بھی آئی کہ لوگ علم حاصل کرنے کے واسطے میرے پاس جمع ہونے لگے، تب اُن انصاری صاحب کو بھی قلق[3] ہوا، کہنے لگے کہ یہ لڑکا ہم سے زیادہ ہوشیار تھا۔ [دارمی]

فائدہ: یہی چیز تھی، جس نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو اپنے وقت میں ''حِبْرُ الْاُمَّۃ'' اور ''بَحْرُ الْعِلْم'' کا لقب دلوایا۔ جب اُن کا وصال ہوا تو طائف میں تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے صاحب زادہ ''محمدؒ'' نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور فرمایا کہ اس امت کا امام ربّانی آج رخصت ہوا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما آیتوں کے شانِ نزول[4] جاننے میں سب سے ممتاز[5] ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اُن کو علماء کی ممتاز صف میں جگہ دیتے تھے۔ یہ سب اسی جاں فشانی[6] کا ثمرہ تھا، ورنہ اگر یہ صاحبزادگی[7] کے زعم[8] میں رہتے، تو یہ مراتب[9] کیسے حاصل ہوتے۔

⑪ علم کی عظمت اور اس کے آداب

خود آقائے نامدار نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''جن سے علم حاصل کرو، ان کے ساتھ تواضع سے پیش آؤ''۔

بخاری میں مجاہدؒ سے نقل کیا ہے کہ جو شخص پڑھنے میں حیا کرے یا تکبر کرے، وہ علم حاصل نہیں کر سکتا۔

حل لغات: ① انتقال۔ ② حالت۔ ③ افسوس۔ ④ قرآن کی آیتوں کے اترنے کا موقع۔ ⑤ جدا، الگ۔ ⑥ کوشش۔ ⑦ بڑے کی اولاد۔ ⑧ گھمنڈ، غرور۔ ⑨ مرتبے۔

بَنِیْ اٰدَمَ قُوْمُوْا فَاطْفَئُوْا مَا اَوْقَدْتُّمْ عَلٰی اَنْفُسِکُمْ فَیَقُوْمُوْنَ فَیَتَطَهَّرُوْنَ وَیُصَلُّوْنَ الظُّهْرَ فَیُغْفَرُ لَهُمْ مَا بَیْنَهَا فَاِذَا حَضَرَتِ الْعَصْرُ فَمِثْلُ ذٰلِکَ فَاِذَا حَضَرَتِ الْمَغْرِبُ فَمِثْلُ ذٰلِکَ فَاِذَا حَضَرَتِ الْعَتَمَةُ فَمِثْلُ ذٰلِکَ فَیَنَامُوْنَ فَمُدْلِجٌ فِیْ خَیْرٍ وَمُدْلِجٌ فِیْ شَرٍّ رواہ الطبرانی فی الکبیر کذا فی الترغیب۔

(گناہوں کی بدولت) اپنے اوپر جلانا شروع کر دیا ہے بجھاؤ۔ چنانچہ دیندار لوگ اُٹھتے ہیں وضو کرتے ہیں، ظہر کی نماز پڑھتے ہیں جس کی وجہ سے اُنکے گناہوں کی (صبح سے ظہر تک) کی مغفرت کر دی جاتی ہے اسی طرح پھر عصر کے وقت پھر مغرب کے وقت پھر عشار کے وقت (غرض ہر نماز کے وقت یہی صورت ہوتی ہے) عشار کے بعد لوگ سونے میں مشغول ہوجاتے ہیں، اسکے بعد اندھیری میں بعض لوگ بُرائیوں (زِنا کاری بدکاری چوری وغیرہ) کی طرف چل دیتے ہیں، اور بعض لوگ بھلائیوں (نماز وظیفہ ذِکر وغیرہ) کی طرف چلنے لگتے ہیں۔

فائدہ: حدیث کی کتابوں میں بہت کثرت سے یہ مضمون آیا ہے کہ اللہ جَلّ شانہٗ اپنے لطف سے نماز کی بدولت گناہوں کو معاف فرماتے ہیں اور نماز میں چونکہ اِستغفار خود موجود ہے جیسا کہ اوپر گذرا، اسلئے صَغیرہ اور کبیرہ ہر قسم کے گناہ اس میں داخل ہوجاتے ہیں، بشرطیکہ دل سے گناہوں پر ندامت ہو، خود حق تعالےٰ شانہٗ کا ارشاد ہے اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَیِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ جیسا کہ حدیث ۳ میں گذرا۔

حضرت سلمانؓ ایک بڑے مشہور صحابی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ جب عشار کی نماز ہولیتی ہے تو تمام آدمی تین جماعتوں میں منقسم ہوجاتے ہیں۔ ایک وہ جماعت ہے جس کیلئے یہ رات نعمت ہے اور کمائی ہے اور بھلائی ہے، یہ وہ حضرات ہیں جو رات کی فرصت کو غنیمت سمجھتے ہیں اور جو لوگ اپنے اپنے راحت وآرام اور سونے میں مشغول ہوجاتے ہیں تو یہ لوگ نماز میں مشغول ہو جاتے ہیں، ان کی رات ان کے لئے اجر وثواب بن جاتی ہے۔ دوسری وہ جماعت ہے جس کیلئے رات وبال ہے عذاب ہے، یہ وہ جماعت ہے جو رات کی تنہائی اور فرصت کو غنیمت سمجھتی ہے اور اور گناہوں میں مشغول ہوجاتی ہے، ان کی رات ان پر وَبال بن جاتی ہے۔ تیسری وہ جماعت ہے جو عشار کی نماز پڑھ کر سوجاتی ہے اسکے لئے نہ وَبال ہے نہ کمائی نہ کچھ گیا نہ آیا۔[۲]

---

[۱] کتاب کے سابقہ نسخوں میں یہاں ۴ تھا لیکن یہ ذکر حدیث ۳ میں ہے۔ چنانچہ حضرت شیخ مدظلہ کی ہدایت کے مطابق درست کر دیا گیا۔ [۲] یعنی لوگوں کی تین قسمیں ہوجاتی ہیں۔ "ایک وہ جماعت ہے" یعنی ایک وہ قسم ہے۔ (تہ در منثور)

marfat.com

نمازی کے جنت میں داخلہ کی ضمانت

(۹) عَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ بْنِ رِبْعِیٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی اِنِّیْ افْتَرَضْتُ عَلٰی اُمَّتِکَ خَمْسَ صَلَوَاتٍ وَعَھَدْتُّ عِنْدِیْ عَھْدًا اَنَّہٗ مَنْ حَافَظَ عَلَیْھِنَّ لِوَقْتِھِنَّ اَدْخَلْتُہُ الْجَنَّۃَ فِیْ عَھْدِیْ وَمَنْ لَّمْ یُحَافِظْ عَلَیْھِنَّ فَلَا عَھْدَ لَہٗ عِنْدِیْ کَذَا فِی الدُّرِّ الْمَنْثُوْرِ بِرِوَایَۃِ اَبِیْ دَاوٗدَ وَابْنِ مَاجَۃَ وَفِیْہِ اَیْضًا اَخْرَجَ مَالِکٌ وَابْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ وَاَحْمَدُ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ وَابْنُ حِبَّانَ وَالْبَیْھَقِیُّ عَنْ عُبَادَۃَ بْنِ الصَّامِتِ فَذَکَرَ مَعْنٰی حَدِیْثِ الْبَابِ مَرْفُوْعًا بِاَطْوَلَ مِنْہُ۔

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے یہ فرمایا کہ میں نے تمہاری اُمت پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں اور اسکا میں نے اپنے لئے عہد کر لیا ہے کہ جو شخص ان پانچوں نمازوں کو انکے وقت پر ادا کرنیکا اہتمام کرے اسکو اپنی ذمہ داری پر جنّت میں داخل کروں گا، اور جو ان نمازوں کا اہتمام نہ کرے تو مجھ پر اس کی کوئی ذِمّہ داری نہیں۔

ف :۔ ایک دوسری حدیث میں یہ مضمون اور بوضاحت سے آیا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے پانچ نمازیں فرض فرمائی ہیں جو شخص ان میں لاپروائی سے کسی قسم کی کوتاہی نہ کرے، اچھی طرح وضو کرے اور وقت پر ادا کرے، خشوع خضوع سے پڑھے۔ حق تعالیٰ شانہٗ کا عہد ہے کہ اس کو جنّت میں داخل فرمائیں گے اور جو شخص ایسا نہ کرے اللہ تعالیٰ کا کوئی عہد اس سے نہیں، چاہے اسکی مغفرت فرمائیں چاہے عذاب دیں۔ کتنی بڑی فضیلت ہے نماز کی کہ اسکے اہتمام سے اللہ کے عہد میں اور ذِمّہ داری میں آدمی داخل ہو جاتا ہے، ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی معمولی سا حاکم یا دولت مند کسی شخص کو اطمینان دلادے یا کسی مطالبہ کا ذمہ دار ہو جائے یا کسی قسم کی ضمانت کرلے تو وہ کتنا مُطمئن اور خوش ہوتا ہے اور اس حاکم کا کس قدر اِحسان مند اور گرویدہ بن جاتا ہے۔ یہاں ایک معمولی عبادت پر جس میں کچھ مشقت بھی نہیں ہے مالکُ المُلکِ دو جہان کا بادشاہ عہد کرتا ہے، پھر بھی لوگ اس چیز سے غفلت اور لاپروائی کرتے ہیں، اس میں کسی کا کیا نقصان ہے اپنی ہی کم نصیبی اور اپنا ہی ضرر ہے۔

---

[1] حافظ عراقی نے احیاء العلوم کی تخریج احادیث میں حافظ ابن عبدالبر سے نقل کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ (احیاء العلوم ج ۱ ص ۱۳) [2] "ضرر" نقصان۔

marfat.com

نماز کی ڈیڑھ سو رکعتیں ہزار ہا روپے سے زیادہ قیمتی ہیں

(۱۰) عَنِ ابْنِ سَلْمَانَ اَنَّ رَجُلًا مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَهٗ قَالَ لَمَّا فَتَحْنَا خَيْبَرَ اَخْرَجُوْا غَنَائِمَهُمْ فَجَآءَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَقَدْ رَبِحْتُ رَبْحًا مَا رَبِحَ الْيَوْمَ مِثْلَهٗ اَحَدٌ مِّنْ اَهْلِ الْوَادِيْ قَالَ وَيْحَكَ وَمَا رَبِحْتَ قَالَ مَا زِلْتُ اَبِيْعُ وَاَبْتَاعُ حَتّٰى رَبِحْتُ ثَلٰثَمِائَةِ اُوْقِيَةٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا اُنَبِّئُكَ بِخَيْرِ رَجُلٍ رَبِحَ قَالَ مَا هُوَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ. اخرجہ ابوداؤد وسکت عنہ المنذری۔

ایک صحابیؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ لڑائی میں جب خیبرؔ کو فتح کر چکے تو لوگوں نے اپنے مالِ غنیمتؔ کو نکالا، جسمیں متفرق[1] سامان تھا اور قیدی تھے اور خرید و فروخت شروع ہو گئی (کہ ہر شخص اپنی ضروریات خریدنے لگا۔ دوسری زائد چیزیں فروخت کرنے لگا) اتنے میں ایک صحابیؓ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے آج کی اس تجارت میں اس قدر نفع ہوا کہ ساری جماعت میں سے کسی کو بھی اتنا نفع نہیں مل سکا، حضورؐ نے تعجب سے پوچھا کہ کتنا کمایا، انھوں نے عرض کیا کہ حضورؐ! میں سامان خریدتا رہا اور بیچتا رہا، جسمیں تین سو اُوقیہ چاندی نفع میں بچی۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا میں تمہیں بہترین نفع کی چیز بتاؤں۔ انھوں نے عرض کیا حضورؐ ضرور بتائیں، ارشاد فرمایا کہ فرض نماز کے بعد دو رکعت نفل۔

فائدہ:- ایک اُوقیہ چالیس دِرم کا ہوتا ہے اور ایک دِرم تقریباً چار آنہ کا۔ تو اس حساب سے تین ہزار روپیہ ہوا جسکے مقابلہ میں دو جہان کے بادشاہ کا ارشاد ہے کہ یہ کیا نفع ہوا، حقیقی نفع وہ ہے جو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہنے والا اور کبھی نہ ختم ہونے والا ہے۔ اگر حقیقت میں ہم لوگوں کے ایمان ایسے ہی ہو جائیں اور دو رکعت نماز کے مقابلہ میں تین ہزار روپے کی وقعت نہ رہے تو پھر واقعی زندگی کا لُطف ہے اور حق یہ ہے کہ نماز ہے ہی ایسی دولت ——————

---

[1] مختلف، کئی قسم کا۔ [2] وہ مال جو کسی جہاد میں کُفار سے مسلمانوں کے ہاتھ لگے۔

marfat.com

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری وصیت

اسی وجہ سے حضور اقدس سید البشر فخر رسل نے اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں بتلائی ہے اور وصال کے وقت آخری وصیت جو فرمائی ہے اسمیں نماز کے اہتمام کا حکم فرمایا ہے۔ متعدد حدیثوں میں اس کی وصیت مذکور ہے۔ منجملہ ان کے حضرت ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ آخری وقت میں جب زبانِ مبارک سے پورے لفظ نہیں نکل رہے تھے اس وقت بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز اور غلاموں کے حقوق کی تاکید فرمائی تھی۔ حضرت علیؓ سے بھی یہی نقل کیا گیا کہ آخری کلام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز کی تاکید اور غلاموں کے بارے میں اللہ سے ڈرنے کا حکم تھا۔

نمازِ اشراق کی فضیلت

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد[۲] کی طرف ایک مرتبہ جہاد کے لئے لشکر بھیجا، جو بہت ہی جلدی واپس لوٹ آیا اور ساتھ ہی بہت سارا مالِ غنیمت لے کر آیا۔ لوگوں کو بڑا تعجب ہوا کہ اتنی ذرا سی مدت میں ایسی بڑی کامیابی اور مال و دولت کے ساتھ واپس آگیا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں اس سے بھی کم وقت میں اس مال سے بہت زیادہ غنیمت اور دولت کمانے والی جماعت بتاؤں، یہ وہ لوگ ہیں جو صبح کی نماز میں جماعت میں شریک ہوں اور آفتاب نکلنے تک اسی جگہ بیٹھے رہیں آفتاب نکلنے کے بعد (جب مکروہ وقت جو تقریباً بیس[۲] منٹ رہتا ہے نکل جائے) تو دو رکعت (اشراق کی) نماز پڑھیں۔ یہ لوگ بہت تھوڑے سے وقت میں بہت زیادہ دولت کمانے والے ہیں۔

حضرت شقیق بلخی مشہور صوفی اور بزرگ ہیں، فرماتے ہیں کہ ہم نے پانچ چیزیں تلاش کیں ان کو پانچ جگہ پایا۔ روزی کی برکت چاشت کی نماز میں ملی[۱] اور قبر کی روشنی تہجد کی نماز میں ملی[۲] منکر نکیر کے سوال کا جواب طلب کیا تو اسکو قرأت میں پایا[۳] اور پلصراط کا سہولت سے پار ہونا روزہ اور صدقہ میں پایا[۴]۔ اور عرش کا سایہ خلوت میں[۵] پایا۔ حدیث کی کتابوں میں نماز کے بارے میں

---

[۱] کنز العمال (ز) [۲] سرزمین عرب کا ایک مشہور ریگستانی علاقہ [۳] نزھۃ المجالس (ز) [۴] جامع صغیر (ز)

marfat.com

بہت ہی تاکید اور بہت سے فضائل وارد ہوئے ہیں اُن سب کا اِحاطہ کرنا مشکل ہے، تبرکاً چند احادیث کا صرف ترجمہ لکھا جاتا ہے۔

نماز کی تاکید و فضیلت پر مختصر چہل حدیث

(۱) حضورؐ کا ارشاد ہے کہ اللہ جَلَّ شانہٗ نے میری اُمت پر سب چیزوں سے پہلے نماز فرض کی اور قیامت میں سب سے پہلے نماز ہی کا حساب ہوگا (۲) نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرو، نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرو (۳) آدمی کے اور شرک کے درمیان نماز ہی حائل ہے (۴) اسلام کی علامت نماز ہے، جو شخص دل کو فارغ کر کے اور اوقات اور مُستحبّات کی رعایت رکھتے ہوئے نماز پڑھے وہ مومن ہے (۵) حق تعالیٰ شانہٗ نے کوئی چیز ایمان اور نماز سے افضل فرض نہیں کی، اگر اس سے افضل کسی اور چیز کو فرض کرتے تو فرشتوں کو اس کا حکم دیتے، فرشتے دن رات کوئی رکوع میں ہے کوئی سجدے میں (۶) نماز دین کا ستون ہے (۷) نماز شیطان کا مُنہ کالا کرتی ہے (۸) نماز مومن کا نُور ہے (۹) نماز افضل جہاد ہے (۱۰) جب آدمی نماز میں داخل ہوتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ اس کی طرف پوری توجّہ فرماتے ہیں جب وہ نماز سے ہٹ جاتا ہے تو وہ بھی توجّہ ہٹا لیتے ہیں[1] (۱۱) جب کوئی آفت آسمان سے اُترتی ہے تو مسجد کے آباد کرنے والوں سے ہٹ جاتی ہے (۱۲) اگر آدمی کسی وجہ سے جہنّم میں جاتا ہے تو اس کی آگ سجدے کی جگہ کو نہیں کھاتی (۱۳) اللہ نے سجدے کی جگہ کو آگ پر حرام کر دیا ہے (۱۴) سب سے زیادہ پسندیدہ عمل اللہ کے نزدیک وہ نماز ہے جو وقت پر پڑھی جائے (۱۵) اللہ جَلّ شانہٗ کو آدمی کی ساری حالتوں میں سب سے زیادہ یہ پسند ہے کہ اسکو سجدے میں پڑا ہُوا دیکھیں کہ پیشانی زمین سے رگڑ رہا ہے (۱۶) اللہ جَلّ شانہٗ کے ساتھ آدمی کو سب سے زیادہ قُرب سجدہ میں ہوتا ہے (۱۷) جنّت کی کنجیاں نماز ہیں (۱۸) جب آدمی نماز کیلئے کھڑا ہوتا ہے تو جنّت کے دروازے کھُل جاتے ہیں اور اللہ جَلّ شانہٗ کے اور اُس نمازی کے درمیان کے پردے ہٹ جاتے ہیں جب تک کہ کھانسی[2] وغیرہ میں مشغول نہ ہو (۱۹) نمازی شہنشاہ کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ جو دروازہ کھٹکھٹاتا ہی رہے تو کھُلتا ہی ہے (۲۰) نماز کا مرتبہ دین میں ایسا ہے

---

[1] یعنی وہ مخصوص توجّہ جو نماز کے وقت رہتی ہے دوسرے اوقات میں نہیں رہتی۔

[2] زیادہ دباؤ ہو تو خیر ورنہ جہاں تک ہو سکے کھانسی کو روکنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

marfat.com

جیساکہ سَر کا درجہ بدن میں (۲۱) نماز دِل کا نُور ہے جو اپنے دِل کو نُورانی بنانا چاہے (نماز کے ذریعہ سے) بنالے (۲۲) جو شخص اچھی طرح وضو کرے، اسکے بعد خُشوع و خُضوع سے دو یا چار رکعت نماز فرض یا نفل پڑھ کر اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی چاہے اللہ تعالیٰ شانہٗ معاف فرمادیتے ہیں۔ (۲۳) زمین کے جس حصّہ پر نماز کے ذریعہ سے اللہ کی یاد کیجاتی ہے وہ حصّہ زمین کے دوسرے ٹکڑوں پر فخر کرتا ہے (۲۴) جو شخص دو رکعت نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے کوئی دُعا مانگتا ہے تو حق تعالےٰ شانہٗ وہ دُعا قبول فرمالیتے ہیں (۲۵) جو شخص تنہائی میں دو رکعت نماز پڑھے جس کو اللہ اور اسکے فرشتوں کے سِوا کوئی نہ دیکھے تو اس کو جہنّم کی آگ سے بَری ہونے کا پروانہ مِل جاتا ہے (۲۶) جو شخص ایک فرض نماز ادا کرے اللہ جلّ شانہٗ کے یہاں ایک مقبُول دُعا اُس کی ہو جاتی ہے (۲۷) جو پانچوں نمازوں کا اہتمام کرتا رہے اُنکے رکوع و سُجُود اور وُضو وغیرہ کو اِہتمام کیساتھ اچھی طرح سے پُورا کرتا رہے جنّت اسکے لئے واجب ہو جاتی ہے اور دوزخ اس پر حرام ہو جاتی ہے (۲۸) مُسلمان جب تک پانچوں نمازوں کا اِہتمام کرتا رہتا ہے۔ شیطان اس سے ڈرتا رہتا ہے اور جب وہ نمازوں میں کوتاہی کرنے لگتا ہے تو شیطان کو اس پر جرأت ہو جاتی ہے اور اُس کے بہکانے کی طمع کرنے لگتا ہے (۲۹) سب سے افضل عمل اوّل وقت نماز پڑھنا ہے (۳۰) نماز ہر مُتقی کی قربانی ہے (۳۱) اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ نماز کو اوّل وقت پڑھنا ہے (۳۲) صبح کو جو شخص نماز کو جاتا ہے اسکے ہاتھ میں ایمان کا جھنڈا ہوتا ہے اور جو بازار کو جاتا ہے اس کے ہاتھ میں شیطان کا جھنڈا[1] ہوتا ہے۔ (۳۳) ظہر کی نماز سے پہلے چار رکعتوں کا ثواب ایسا ہے جیساکہ تہجّد کی چار رکعتوں کا (۳۴) ظہر سے پہلے چار رکعتیں تہجّد کی چار رکعتوں کے برابر شمار ہوتی ہیں (۳۵) جب آدمی نماز کو کھڑا ہوتا ہے تو رحمتِ الٰہیہ اس کی طرف مُتوجّہ ہو جاتی ہے (۳۶) افضل ترین نماز آدھی رات کی ہے، مگر اسکے پڑھنے والے بہت ہی کم ہیں (۳۷) میرے پاس حضرت جبرئیلؑ آئے اور کہنے لگے اے محمّد (صلی اللہ علیہ وسلم) خواہ کتنا ہی آپ زندہ رہیں آخر ایک دِن مَرنا ہے اور جس سے چاہے محبّت کریں آخر ایک دِن اس سے جُدا ہونا ہے اور آپ جِس قسم کا بھی عمل کریں (بھلا یا بُرا) اِس کا بدلہ ضرور ملیگا اس میں کوئی تردّد نہیں کہ مومن کی شرافت تہجّد کی نماز ہے اور مومن کی عزّت لوگوں سے اِستغنا ہے (۳۸) اخیر رات کی دو رکعتیں تمام دُنیا سے افضل ہیں۔ اگر مجھے مُشقّت کا اندیشہ نہ

---

[1] خوش نصیب ہے وہ شخص جو شیطان کا جھنڈا لیکر بھی رحمان ہی کی فوج کا سپاہی رہتا ہے اور اپنے کاروبار میں شریعت کی پابندی ہو جاتی ہے کہ اب اِسکا چھوڑنا کچھ مشکل نہیں ہے۔

marfat.com

ہوتا تو اُمت پر فرض کر دیتا (۳۹) تہجُّد ضرور پڑھا کرو کہ تہجُّد صالحین کا طریقہ ہے اور اللہ کے قُرب کا سبب ہے، تہجُّد گناہوں سے روکتا ہے اور خطاؤں کی معافی کا ذریعہ ہے، اس سے بدن کی تندرستی بھی ہوتی ہے (۴۰) حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے کہ اے آدم کی اولاد تو دِن کے شروع میں چار رکعتوں سے عاجِز نہ بن، میں تمام دن تیرے کاموں کی کِفایت کروں گا۔

حَدِیْث کی کتابوں میں بہت کثرت سے نماز کے فضائل اور ترغیبیں ذِکر کی گئی ہیں۔ چالیسؔ کے عَدَد کی رِعایت سے اتنے پر کفایت کی گئی کہ اگر کوئی شخص ان کو حِفظ یاد کرلے تو چالیسؔ حدیثیں یاد کرنے کی فضیلت حاصِل کرلے گا۔ حق یہ ہے کہ نماز ایسی بڑی دولت ہے کہ اس کی قدر وہی کرسکتا ہے جس کو اللہ جَلَّ شانہٗ نے اس کا مزہ چکھا دیا ہو، اسی دولت کی وجہ سے حضورؐ نے اپنی آنکھ کی ٹھنڈک اس میں فرمائی اور اسی لذت کی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رات کا اکثر حصّہ نماز ہی میں گذار دیتے تھے، یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے وصال کے وقت خاص طور پر نماز کی وصیّت فرمائی اور اُس کے اہتمام کی تاکید فرمائی، متعدّد احادیث میں ارشادِ نبویؐ نقل کیا گیا، اِتَّقُوا اللّٰہَ فِی الصَّلٰوۃِ[1]۔ نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ حضورؐ سے نقل کرتے ہیں کہ تمام اعمال میں مجھے نماز سب سے زیادہ محبُوب ہے۔ ایک صحابیؓ کہتے ہیں کہ میں ایک رات مسجد نبوی پر گذرا۔ حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم نماز پڑھ رہے تھے، مجھے بھی شوق ہوا، حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پیچھے نیّت باندھ لی۔ حضورؐ سُورۂ بقرہ پڑھ رہے تھے۔ میں نے خیال کیا کہ سَو آیتوں پر رکوع کر دیں گے مگر جب وہ گذر گئیں اور رکوع نہ کیا تو میں نے سوچا کہ دَو سَو پر رکوع کریں گے، مگر وہاں بھی نہ کیا تو مجھے خیال ہوا کہ سُورۃ کے ختم ہی پر کریں گے جب سورۃ ختم ہوئی تو حضورؐ نے کئی مرتبہ اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ پڑھا اور سُورۂ آلِ عِمرَان شروع کر دی۔ میں سوچ میں پڑ گیا۔ آخر میں نے خیال کیا کہ آخر اسکے ختم پر تو رکوع کریں گے ہی۔ حضورؐ نے اس کو ختم فرمایا اور تین مرتبہ اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ پڑھا اور سُورۂ مائدۃ شروع کر دی اسکو ختم کر کے رکوع کیا اور رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ پڑھتے رہے اور اُسکے ساتھ کچھ اور بھی پڑھتے تھے جو سمجھ میں نہ آیا۔ اس کے بعد اسی طرح سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی بھی پڑھتے رہے، اسکے ساتھ بھی کچھ پڑھتے تھے جو سمجھ میں نہ آیا۔ اسکے بعد اسی طرح سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی بھی پڑھتے رہے اسکے ساتھ بھی کچھ پڑھتے تھے۔ اِس کے بعد دوسری رکعت میں

---

[1] رواہ البیہقی فی شعب الایمان عن انس رضی اللہ عنہ (الجامع الصغیر)

marfat.com

سورۂ اِنعام شروع کر دی، میں حضورؐ کے ساتھ نماز پڑھنے کی ہمت نہ کر سکا اور مجبور ہو کر چلا آیا۔ پہلی رکعت میں تقریباً پانچ پارے ہوئے اور پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑھنا جو نہایت اطمینان سے تجوید اور ترتیل کے ساتھ ایک ایک آیت جُدا کر کے پڑھتے تھے۔ ایسی صورت میں کتنی لانبی رکعت ہوئی ہو گی۔ انھیں وجوہ سے آپکے پاؤں پر نماز پڑھتے پڑھتے ورم آجاتا تھا۔ مگر جس چیز کی لذت دِل میں اُتر جاتی ہے اس میں مشقت اور تکلیف دُشوار نہیں رہتی۔

ابو اسحٰق سبیعیؒ مشہور محدث ہیں سو برس کی عمر میں انتقال فرمایا، اس پر افسوس کیا کرتے تھے کہ بڑھاپے اور ضعف کی وجہ سے نماز کا لُطف جاتا رہا۔ دو رکعتوں میں صرف دو سورتیں سورۂ بقرہ اور سورۂ آلِ عمران پڑھی جاتی ہیں زیادہ نہیں پڑھا جاتا۔ یہ دو سورتیں بھی پونے چار پاروں کی ہیں۔ محمد بن سماکؒ فرماتے ہیں کہ کوفہ میں میرا ایک پڑوسی تھا اسکے ایک لڑکا تھا جو دن کو ہمیشہ روزہ رکھتا اور رات بھر نماز میں اور شوقیہ اشعار میں رہتا تھا وہ سوکھ کر ایسا ہو گیا کہ صرف ہڈی اور چمڑہ رہ گیا، اُسکے والد نے مجھ سے کہا کہ تم ذرا اسکو سمجھاؤ، میں ایک مرتبہ اپنے دروازہ پر بیٹھا ہوا تھا وہ سامنے سے گزرا میں نے اسکو بُلایا وہ آیا سلام کر کے بیٹھ گیا۔ میں نے کہنا ہی شروع کیا تھا کہ وہ کہنے لگا۔ چچا شاید آپ محنت کی کمی کا مشورہ دیں گے۔ چچا جان میں نے اس محلّے کے چند لڑکوں کے ساتھ پہ طے کیا تھا کہ دیکھیں کون شخص عبادت میں زیادہ کوشش کرے، اُنھوں نے کوشش اور محنت کی اور اللہ تعالیٰ کی طرف بلا لئے گئے، جب وہ بلائے گئے تو بڑی خوشی اور سرور کے ساتھ گئے، اُن میں سے میرے سوا کوئی باقی نہیں رہا، میرا عمل دن میں دو بار ان پر ظاہر ہوتا ہو گا وہ کیا کہیں گے جب اس میں کوتاہی پائیں گے، چچا جان اُن جوانوں نے بڑے بڑے مجاہدے کئے ان کی محنتیں اور مجاہدے بیان کرنے لگا جن کو سُن کر ہم لوگ متحیر رہ گئے۔ اسکے بعد وہ لڑکا اُٹھ کر چلا گیا۔ تیسرے دن ہم نے سُنا کہ وہ بھی رُخصت ہو گیا۔ رَحِمَہُ اللّٰہُ رَحْمَۃً وَّاسِعَۃً۔ اب بھی اس گئے گذرے زمانے میں اللہ کے بندے ایسے دیکھے جاتے ہیں جو رات کا اکثر حصّہ نماز میں گزار دیتے ہیں اور دن میں دین کے دوسرے کاموں تبلیغ و تعلیم میں منہمک رہتے ہیں۔ حضرت مُجدّدِ الفِ ثانیؒ کے نامِ نامی سے کون شخص ہندوستان میں ناواقف ہو گا، انکے ایک خلیفہ مولانا عبدالواحدؒ لاہوری نے ایک دن ارشاد فرمایا کہ جنّت میں نماز نہ ہو گی؟ کسی نے عرض کیا کہ حضرت جنّت

لہ سابقہ نسخوں میں یہاں "سبیعی" حا کے ساتھ تھا لیکن اصل ماخذ تہذیب التہذیب (ج ۸ ص ۶۳ و ج ۱۲ ص ۵) میں "سبیعی" عین کے ساتھ ہے۔ اب حضرت شیخ مدظلہ سے رجوع کے بعد درست کر دیا گیا۔ تہذیب التہذیب از)

کہ خدا سے عشق و محبت کے اشعار کہ حیران رہ گئے ۔ نزہتہ از)

marfat.com

میں نماز کیوں ہو وہ تو اعمال کے بدلہ کی جگہ ہے نہ کہ عمل کرنے کی اس پر ایک آہ کھینچی اور رونے لگے اور فرمایا کہ بغیر نماز کے جنّت میں کیونکر گزرے گی۔ ایسے ہی لوگوں سے دنیا قائم ہے اور زندگی کو وصول کرنے والی حقیقت میں یہی مُبارک ہستیاں ہیں۔ اللہ جَلَّ شانہٗ اپنے لُطف اور اپنے پر مَرمٹنے والوں کے طفیل اس رُوسیاہ کو بھی نواز دے تو اس کے لُطفِ عام سے کیا بعید ہے۔ ایک پُر لطف قصّہ پر اس فصل کو ختم کرتا ہوں۔ حافظ ابنِ حجرؒ نے مُنبہات میں لکھا ہے ایک مرتبہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے دُنیا میں تین چیزیں محبُوب ہیں خُوشبو، عورتیں اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ حضورؐ کے پاس چند صحابہ تشریف فرما تھے، حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ارشاد فرمایا اور مجھے تین چیزیں محبُوب ہیں، آپؐ کے چہرہ کا دیکھنا، اپنے مال کو آپ پر خرچ کرنا اور یہ کہ میری بیٹی آپ کے نکاح میں ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا سچ ہے اور مجھے تین چیزیں محبُوب ہیں اَمر بالمعروف نہی عن المنکر (اچھے کاموں کا حکم کرنا اور بُری باتوں سے روکنا) اور پُرانا کپڑا۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا آپ نے سچ کہا، اور مجھے تین چیزیں محبُوب ہیں۔ بھوکوں کو کھِلانا، ننگوں کو کپڑا پہنانا اور قرآنِ پاک کی تلاوت کرنا۔ حضرت علیؓ نے ارشاد فرمایا آپ نے سچ فرمایا اور مجھے تین چیزیں پسند ہیں، مہمان کی خدمت، گرمی کا روزہ اور دشمن پر تلوار۔ اتنے میں حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور عرض کیا کہ مجھے حق تعالیٰ شانہٗ نے بھیجا ہے اور فرمایا کہ اگر میں (یعنی جبرئیل) دُنیا والوں میں ہوتا تو بتاؤں مجھے کیا پسند ہوتا، حضورؐ نے ارشاد فرمایا بتاؤ۔ عرض کیا بھُولے ہوؤں کو راستہ بتانا، غریب عبادت کرنیوالوں سے محبّت رکھنا اور عیال دار مُفلسوں کی مدد کرنا اور اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کو بندوں کی تین چیزیں پسند ہیں (اللہ کی راہ میں) طاقت کا خرچ کرنا (مال سے ہو یا جان سے) اور (گناہ پر) نَدامت کے وقت رونا اور فاقہ پر صبر کرنا۔

حافظ ابنِ قیمؒ زَادُ المَعَادِ میں تحریر فرماتے ہیں کہ نماز روزی کو کھینچنے والی ہے، صحت کی مُحافِظ ہے، بیماریوں کو رفع کرنے والی ہے، دِل کو تقوِیَت پہونچاتی، چہرہ کو خوبصُورت[1] اور مُنوّر کرتی ہے۔ جان کو فرحت پہونچاتی ہے، اعضاء میں نِشاط پیدا کرتی ہے، کاہلی کو دفع کرتی ہے، شَرحِ صَدر کا سبب ہے، رُوح کی غذا ہے، دِل کو مُنوّر کرتی ہے، اللہ کے اِنعام کی مُحافِظ ہے اور عذابِ الٰہی سے حفاظت کا سبب ہے، شیطان کو دُور کرتی ہے اور رحمٰن سے قُرب پیدا کرتی ہے، غرض رُوح اور بدن کی صحت کی حفاظت میں اس کو خاص دَخل ہے

[1] یہ "صورت" کی خوشنمائی "سیرت" کی تابناکی کا پرتو ہوتا ہے، یہ دل کا نُور ہوتا ہے جو چہرہ پر جھلکتا ہے۔

marfat.com

اور دونوں چیزوں میں اس کی عجیب تاثیر ہے۔ نیز دُنیا اور آخرت کی مضرتوں کے دُور کرنے میں اور دونوں جہان کے منافع پیدا کرنے میں اس کو بہت خصوصیت ہے۔

دوسری فصل نماز کے چھوڑنے پر جو وعید اور عتاب حدیثوں میں آیا ہے

حدیث کی کتابوں میں نماز نہ پڑھنے پر بہت سخت سخت عذاب ذکر کئے گئے ہیں، نمونے کے طور پر چند حدیثیں ذکر کیجاتی ہیں، سچی خبر دینے والے[1] کا ایک ارشاد بھی سمجھدار کیلئے کافی تھا مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت کے قربان کہ آپنے کئی کئی طرح سے اور بار بار اس چیز کی طرف متوجہ فرمایا کہ ان کے نام لیوا اُن کی اُمت کہیں اس میں کوتاہی نہ کرنے لگے۔ پھر افسوس ہے ہمارے حال پر کہ ہم حضورؐ کے اس اہتمام کے باوجود نماز کا اہتمام نہیں کرتے اور بے غیرتی اور بے حیائی سے اپنے کو اُمتی اور متبع رسولؐ اور اسلام کا دھنی بھی سمجھتے ہیں۔

آدمی کے اور کُفر کے درمیان صرف نماز حائل ہے:

(۱) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلٰوةِ رواه احمد ومسلم وَقَالَ بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الشِّرْكِ وَالْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلٰوةِ ابوداؤد والنسائی ولفظه لیس بین العبد وبین الکفر الا ترک الصلوٰة والترمذی ولفظه قال بین الکفر والایمان ترک الصلوٰة وابن ماجة ولفظه قال بین العبد وبین الکفر ترک الصلوٰة کذا فی الترغیب للمنذری وقال السیوطی فی الدر الحدیث جابر اخرجه ابن ابی شیبة واحمد و

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ نماز چھوڑنا آدمی کو کُفر سے ملا دیتا ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ بندہ کو اور کُفر کو ملانے والی چیز صرف نماز کو چھوڑنا ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ ایمان اور کُفر کے درمیان نماز چھوڑنے کا فرق ہے۔

فائدہ: اس قسم کا مضمون اور بھی کئی حدیثوں میں آیا ہے، ایک حدیث میں آیا ہے کہ اَبر کے دن نماز جلدی پڑھا کرو، کیونکہ نماز چھوڑنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔ یعنی کہیں ایسا نہ ہو کہ اَبر کی وجہ سے وقت کا پتہ نہ چلے اور نماز قضا ہو جائے، اس کو بھی نماز کا چھوڑنا ارشاد فرمایا کتنی سخت بات ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے چھوڑنے والے پر کفر کا حکم

[1] یعنی نبی امی (فداہ ابی وامی) صلے اللہ علیہ وسلم۔

marfat.com

البتہ اس رسالہ میں چند حکایات صوفیاء کی نقل کرنے کے بعد چند ارشادات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقل کرتا ہوں۔

حکایات:۔ شیخ عبدالواحدؒ مشہور صوفیا میں ہیں، فرماتے ہیں کہ ایک روز نیند کا اتنا غلبہ ہوا کہ رات کو اوراد و وظائف بھی چھوٹ گئے، خواب میں دیکھا کہ ایک نہایت حسین خوبصورت لڑکی سبز ریشمی لباس پہنے ہوئے ہے۔ جس کے پاؤں کی جوتیاں تک تسبیح میں مشغول ہیں، کہتی ہے کہ میری طلب میں کوشش کر، میں تیری طلب میں ہوں، اسکے بعد اس نے چند شوقیہ[1] شعر پڑھے، یہ خواب سے اٹھے اور قسم کھالی کہ رات کو نہیں سوؤں گا، کہتے ہیں کہ چالیس[2] برس تک صبح کی نماز عشاء کی وضو سے پڑھی[3]۔

شیخ مظہر سعدیؒ ایک بزرگ ہیں جو اللہ جل شانہٗ کے عشق و شوق میں ساٹھ برس تک روتے رہے۔ ایک شب خواب میں دیکھا گویا ایک نہر ہے جس میں خالص مشک بھرا ہوا ہے، اس کے کناروں پر موتیوں کے درخت سونے کی شاخوں والے لہلہا رہے ہیں، وہاں چند نوعمر لڑکیاں پکار پکار کر اللہ کی تسبیح میں مشغول ہیں، انھوں نے پوچھا تم کون ہو تو انھوں نے دو شعر پڑھے، جن کا مطلب یہ تھا کہ ہم لوگوں کے معبود اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پروردگار نے ان لوگوں کیلئے پیدا فرمایا ہے جو رات کو اپنے پروردگار کے سامنے اپنے قدموں پر کھڑے رہتے ہیں اور اپنے اللہ سے مناجات کرتے رہتے ہیں۔

ابوبکر ضریرؒ کہتے ہیں کہ میرے پاس ایک نوجوان غلام رہتا تھا، دن بھر روزہ رکھتا تھا اور رات بھر تہجد پڑھتا۔ ایک دن وہ میرے پاس آیا اور بیان کیا کہ میں اتفاق سے آج رات سو گیا تھا خواب میں دیکھا کہ محراب کی دیوار پھٹی اس میں سے چند لڑکیاں نہایت ہی حسین اور خوبصورت ظاہر ہوئیں مگر ان میں ایک نہایت بدصورت بھی ہے۔ میں نے اُن سے پوچھا تم کون ہو اور یہ بدصورت کون ہے۔ وہ کہنے لگیں کہ ہم تیری گذشتہ راتیں ہیں اور یہ تیری آج کی رات ہے[4]۔

ایک بزرگؒ کہتے ہیں کہ مجھے ایک رات ایسی گہری نیند آئی کہ آنکھ نہ کھلی۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک ایسی نہایت حسین لڑکی ہے کہ اس جیسی میں نے عمر بھر نہیں دیکھی، اس میں سے ایسی تیز خوشبو مہک رہی تھی کہ میں نے ویسی خوشبو کبھی نہیں سونگھی۔ اس نے مجھے ایک کاغذ کا پرچہ دیا جس میں تین شعر لکھے ہوئے تھے، ان کا مطلب یہ تھا کہ تو نیند کی لذت میں مشغول ہو کر جنت کے بالاخانوں سے غافل ہو گیا جہاں ہمیشہ تجھے رہنا ہے اور موت بھی وہاں نہ آئے گی۔ اپنی نیند سے

---

[1] عشق و محبت کے اشعار [2] نوے (۹۰) [3] نوے (۹۰)

marfat.com

اُٹھ، سونے سے تہجد میں قرآن پڑھنا بہت بہتر ہے۔ کہتے ہیں اسکے بعد سے جب مجھے نیند آتی ہے اور یہ اشعار یاد آتے ہیں تو نیند بالکل اُڑ جاتی ہے۔

حضرت عطاؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک بازار میں گیا، وہاں ایک باندی فروخت ہو رہی تھی جو دیوانی بتائی جاتی تھی، میں نے سات دینار میں خرید لی اور اپنے گھر لے آیا۔ جب رات کا کچھ حصہ گذرا تو میں نے دیکھا کہ وہ اُٹھی وضو کیا نماز شروع کر دی اور نماز میں اس کی یہ حالت تھی کہ روتے روتے اسکا دم نکلا جاتا تھا۔ نماز کے بعد اس نے مناجات شروع کی اور یہ کہنے لگی اے میرے معبود آپکو مجھ سے محبت[1] رکھنے کی قسم مجھ پر رحم فرما، میں نے اس سے کہا کہ اس طرح نہ کہو یوں کہو کہ مجھے تجھ سے محبت رکھنے کی قسم۔ یہ سُن کر اُسکو غصہ آگیا اور کہنے لگی قسم ہے اُس ذات کی، اگر اُسکو مجھ سے محبت نہ ہوتی تو تجھے میٹھی نیند نہ سُلاتا اور مجھے یوں نہ کھڑا رکھتا۔ پھر اوندھے مُنہ گر گئی اور چند شعر پڑھے، جن کا مطلب یہ ہے کہ بیچینی بڑھتی جا رہی ہے اور دل جلا جا رہا ہے اور صبر جاتا رہا اور آنسو بہہ رہے ہیں اس شخص کو کس طرح قرار آسکتا ہے جس کو عشق و شوق اور اضطراب سے چین ہی نہیں۔ اے اللہ اگر کوئی خوشی کی چیز ہو تو اس کو عطا فرما کر مجھ پر احسان فرما۔ اسکے بعد بلند آواز سے یہ دعا کی کہ یا اللہ میرا اور آپ کا معاملہ اب تک پوشیدہ تھا اب مخلوق کو خبر ہو چلی اب مجھے اُٹھا لیجئے۔ یہ کہکر زور سے ایک چیخ ماری اور مر گئی۔

اسی قسم کا ایک واقعہ حضرت سَرِیؒ کے ساتھ بھی پیش آیا، کہتے ہیں کہ میں نے اپنی خدمت کیلئے ایک باندی خریدی۔ ایک مُدت تک وہ میری خدمت کرتی رہی اور اپنی حالت کا مجھ سے اِخفا کرتی، اس کی نماز کی ایک جگہ مُتعیّن تھی۔ جب کام سے فارغ ہو جاتی وہاں جا کر نماز میں مشغول ہو جاتی۔ ایک رات میں نے دیکھا کہ وہ کبھی نماز پڑھتی ہے اور کبھی مناجات میں مشغول ہو جاتی ہے اور کہتی ہے کہ آپ اس محبت کے وسیلہ سے جو مجھ سے ہے فُلاں فُلاں کام کر دیں۔ میں نے آواز سے کہا کہ اے عورت یوں کہہ کہ میری محبت کے وَسیلہ سے جو مجھے آپ سے ہے۔ کہنے لگی میرے آقا اگر اس کو مجھ سے محبت نہ ہوتی تو تمہیں نماز سے بھلا کر مجھے کھڑا نہ کرتا۔ سَرِیؒ کہتے ہیں جب صبح ہوئی تو میں نے اُسکو بُلا کر کہا کہ تو میری خدمت کے قابل نہیں، اللہ ہی کی عبادت کے لائق ہے۔ اُسکو کچھ سامان دے کر آزاد کر دیا۔

حضرت سَرِی سقطیؒ ایک عورت کا حال فرماتے ہیں کہ جب وہ تہجد کی نماز کو کھڑی ہوتی تو کہتی "اے اللہ ابلیس بھی تیرا ایک بندہ ہے اس کی پیشانی بھی تیرے قبضہ میں ہے وہ مجھے دیکھتا ہے اور میں اُسے نہیں دیکھتی تو اُسے دیکھتا ہے اور اسکے سارے کاموں پر قادر ہے اور وہ تیرے کسی کام پر

---

[1] یعنی اے پروردگار تیری اس محبت کی قسم جو تجھے میرے ساتھ ہے۔ [2] نزہتہ ز،

marfat.com

بھی قدرت نہیں رکھتا، اے اللہ اگر وہ میری بُرائی چاہے تو تُو اُسکو دفع کر اور وہ میرے ساتھ مکر کرے تو تُو اُسکے مکر کا انتقام لے، میں اسکے شر سے تیری پناہ مانگتی ہوں اور تیری مدد سے اس کو دھکیلتی ہوں۔ اسکے بعد وہ روتی رہتی تھی۔ حتےٰ کہ روتے روتے اس کی ایک آنکھ جاتی رہی۔ لوگوں نے اس سے کہا خُدا سے ڈر کہیں دوسری آنکھ بھی نہ جاتی رہے، اس نے کہا اگر یہ آنکھ جنت کی آنکھ ہے تو اللہ جل شانہٗ اس سے بہتر عطا فرمائیں گے اور اگر دوزخ کی آنکھ ہے تو اسکا دُور ہی ہونا اچھا۔

شیخ ابوعبداللہ جلاءؒ فرماتے ہیں کہ ایک دِن میری والدہ نے میرے والد سے مچھلی کی فرمائش کی۔ والد صاحب بازار تشریف لے گئے، میں بھی ساتھ تھا، مچھلی خریدی، گھر تک لانے کے واسطے مزدور کی تلاش تھی کہ ایک نوعمر لڑکا جو پاس ہی کھڑا تھا کہنے لگا چچا جان اسے اُٹھانے کیواسطے مزدور چاہیئے، کہا، ہاں، اس لڑکے نے اپنے سر پر اُٹھائی اور ہمارے ساتھ چل دیا، راستہ میں اس نے اذان کی آواز سُن لی۔ کہنے لگا اللہ کے مُنادی نے بلایا ہے مجھے وضو بھی کرنا ہے۔ نماز کے بعد لے جاسکوں گا، آپ کا دل چاہے انتظار کر لیجئے ورنہ اپنی مچھلی لے لیجئے۔ یہ کہہ کر مچھلی رکھ کر چلا گیا۔ میرے والد صاحب کو خیال آیا کہ یہ مزدور لڑکا تو ایسا کرے ہمیں بطریق اولیٰ اللہ پر بھروسہ کرنا چاہیئے۔ یہ سوچ کر وہ بھی مچھلی رکھ کر مسجد میں چلے گئے۔ نماز سے فارغ ہو کر ہم سب آئے تو مچھلی اسیطرح رکھی ہوئی تھی! اس لڑکے نے اُٹھا کر ہمارے گھر پہونچادی۔ گھر جاکر والد نے یہ عجیب قصہ والدہ کو سُنایا۔ اُنھوں نے فرمایا کہ اسکو روک لو وہ بھی مچھلی کھا کر جائے۔ اس سے کہا گیا۔ اس نے جواب دیا کہ میرا تو روزہ ہے، والد نے اِصرار کیا کہ شام کے وقت یہیں آکر افطار کرے۔ لڑکے نے کہا کہ میں ایک دفعہ جاکر دوبارہ نہیں آتا، یہ ممکن ہے کہ میں پاس ہی مسجد میں ہوں شام کو آپ کی دعوت کھا کر چلا جاؤں گا۔ یہ کہہ کر وہ قریب ہی مسجد میں چلا گیا۔ شام کو بعد مغرب آیا کھانا کھایا اور کھانے سے فراغت پر اسکو تخلیہ[2] کی جگہ بتادی۔ ہمارے قریب ہی ایک اپاہج عورت رہا کرتی تھی۔ ہم نے دیکھا کہ وہ بالکل اچھی تندرست آرہی ہے۔ ہم نے اس سے پوچھا کہ تُو کسطرح اچھی ہوگئی۔ کہا میں نے اس مہمان کے طُفیل سے دُعا کی تھی کہ یا اللہ اس کی برکت سے مُجھے اچھا کر دے، میں فوراً اچھی ہوگئی۔ اسکے بعد جب ہم اس کے تخلیہ کی جگہ اسکو دیکھنے گئے تو دیکھا دروازے بند ہیں اور اس مزدور کا کہیں پتہ نہیں۔

ایک بزرگ کا قصہ لکھا ہے کہ ان کے پاؤں میں پھوڑا نکل آیا، طبیبوں نے کہا اگر ان کا پاؤں نہ کاٹا گیا تو ہلاکت کا اندیشہ ہے، ان کی والدہ نے کہا ابھی ٹھہر جاؤ۔ جب یہ نماز کی نیت باندھ لیں تو

---

[1] یعنی اسکو اور اسکے مکر و فریب کو اپنے سے دور کرتی ہوں۔

[2] "تخلیہ" تنہائی۔ یعنی رات کو آرام کرنے کے لئے اسے ایک الگ جگہ دے دی

marfat.com

کاٹ لینا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا ان کو خبر بھی نہ ہوئی۔

ابو عامرؒ کہتے ہیں کہ میں نے ایک باندی دیکھی جو بہت کم داموں میں فروخت ہو رہی تھی جو نہایت دُبلی پتلی تھی، اس کا پیٹ کمر سے لگ رہا تھا۔ بال بکھرے ہوئے تھے۔ میں نے اس پر رحم کھا کر اُسکو خرید لیا، اس سے کہا کہ ہمارے ساتھ بازار چل۔ رمضان المبارک کے واسطے کچھ ضروری سامان خرید لیں، کہنے لگی اللہ کا شکر ہے جس نے میرے واسطے سارے مہینے یکساں کر دیئے۔ وہ ہمیشہ دن کو روزہ رکھتی۔ رات بھر نماز پڑھتی۔ جب عید قریب آئی تو میں نے اس سے کہا کہ کل صبح بازار چلیں گے تو بھی ساتھ چلنا۔ عید کے واسطے کچھ ضروری سامان خرید لائیں گے، کہنے لگی میرے آقا تم تو دنیا میں بہت ہی مشغول ہو، پھر اندر گئی اور نماز میں مشغول ہو گئی اور اطمینان سے ایک ایک آیت مزے لے لے کر پڑھتی رہی، حتیٰ کہ اس آیت پر پہونچی وَيُسْقَىٰ مِن مَّاءٍ صَدِيدٍ الآیۃ اس آیت کو بار بار پڑھتی رہی اور ایک چیخ مار کر اس دُنیا سے رُخصت ہو گئی۔

ایک سید صاحبؒ کا قصہ لکھا ہے کہ بارہ دن تک ایک ہی وضو سے ساری نمازیں پڑھیں، اور پندرہ برس مسلسل لیٹنے کی نوبت نہیں آئی۔ کئی کئی دن ایسے گذر جاتے کہ کوئی چیز چکھنے کی نوبت نہ آتی تھی۔

اہل مجاہدہ لوگوں میں اس قسم کے واقعات بہت کثرت سے ملتے ہیں۔ ان حضرات کی حرص تو بہت ہی مشکل ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے ان کو پیدا ہی اسلئے فرمایا تھا لیکن جو حضرات اکابر کہ دوسرے دینی اور دنیوی مشاغل میں مشغول تھے ان کی حرص بھی ہم جیسوں کو دشوار ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے سب ہی واقف ہیں۔ خلفاء راشدین کے بعد انہیں کا شمار ہے۔ ان کی بیوی فرماتی ہیں کہ عمر بن عبدالعزیزؒ سے زیادہ وضو اور نماز میں مشغول ہونے والے تو اور بھی ہوں گے مگر ان سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا میں نے نہیں دیکھا۔ عشاء کی نماز کے بعد مصلّے پر بیٹھ جاتے اور دُعا کے واسطے ہاتھ اُٹھاتے اور روتے رہتے حتیٰ کہ اسمیں نیند کا غلبہ ہوتا تو آنکھ لگ جاتی۔ پھر جب کھُل جاتی تو اسی طرح روتے رہتے اور دعا میں مشغول رہتے۔ کہتے ہیں کہ خلافت کے بعد سے جنابت کے غسل کی نوبت نہیں[۵]

---

[۱] بعض بزرگوں پر کبھی کبھی ایک جذب و حال کی کیفیت طاری ہوتی ہے جسمیں انھیں کچھ بھی ہوش نہیں رہتا۔ ممکن ہے جسوقت ان بزرگ صاحب کا پاؤں کاٹا گیا تھا وہ اسی طرح کی حالت ہو۔ [۲] سورہ ابراھیم آیت ۱۶۔ اس آیت میں ایک جہنمی کا ذکر ہے کہ اسے پیپ جیسا پانی پلایا جائیگا۔ جسے وہ گھونٹ گھونٹ کر کے پیئے گا، مگر حلق سے نہ اُتار سکے گا۔

[۳] نہ جماع سے نہ احتلام سے۔ سلیمان بن عبدالملک کے بعد سن ننانوے ہجری میں یہ خلیفہ ہوئے اور ۱۰۱ھ میں وفات پائی۔ وفات کے وقت عمر چالیس سال تھی۔ کتاب میں یہاں تک جو حالات بیان ہوئے ہیں یہ خود انکی بیوی کا بیان ہے۔ (الاکمال فی اسماء الرجال لصاحب المشکوٰۃ الملحق بآخر المشکوٰۃ ص ۶۱۰)

marfat.com

آئی۔ ان کی بیوی عبد الملک بادشاہ کی بیٹی تھیں۔ باپ نے بہت سے زیورات جواہر دیئے تھے اور ایک ایسا ہیرا دیا تھا جس کی نظیر نہیں تھی۔ آپنے بیوی سے فرمایا کہ دو باتوں میں سے ایک اختیار کر، یا تو وہ زیور سارا اللہ واسطے دے کہ میں اسکو بیت المال میں داخل کردوں، یا مجھ سے جدائی اختیار کرلے، مجھے یہ چیز ناگوار ہے کہ میں اور مال ایک گھر میں جمع رہیں۔ بیوی نے عرض کیا کہ وہ مال کیا چیز ہے، میں اس سے کئی چند زیادہ پر بھی آپکو نہیں چھوڑ سکتی۔ یہ کہہ کر سب مال بیت المال میں داخل کردیا۔ آپکے انتقال کے بعد جب عبد الملک کا بیٹا یزید بادشاہ بنا تو اس نے بہن سے دریافت کیا، اگر تم چاہو تو تمہارا زیور تم کو واپس دیدیا جائے۔ فرمانے لگیں کہ جب میں اُن کی زندگی میں اس سے خوش نہ ہوئی تو ان کے مرنے کے بعد اس سے کیا خوش ہوں گی۔ مرض الموت میں آپنے لوگوں سے پوچھا کہ اس مرض کے متعلق کیا خیال کیا جاتا ہے۔ کسی نے عرض کیا کہ لوگ جادو سمجھ رہے ہیں، آپنے فرمایا یہ نہیں۔ پھر ایک غلام کو بلایا، اس سے پوچھا کہ مجھے زہر دینے پر کس چیز نے تجھے آمادہ کیا۔ اس نے کہا سو دینار دیئے گئے اور آزادی کا وعدہ کیا گیا۔ آپنے فرمایا وہ دینار لے آ۔ اس نے حاضر کئے۔ آپنے ان کو بیت المال میں داخل فرمادیا اور اس غلام سے فرمایا تو کسی ایسی جگہ چلا جا جہاں تجھے کوئی نہ دیکھے۔ انتقال کے وقت مسلمہ[1] ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپنے اولاد کے ساتھ ایسا کیا جو کسی نے بھی نہیں کیا ہوگا، آپکے تیرہ[13] بیٹے ہیں اور ان کے لئے نہ کوئی روپیہ آپنے چھوڑا، نہ پیسہ۔ آپنے فرمایا، ذرا مجھے بٹھادو، بیٹھ کر فرمایا کہ میں نے ان کا کوئی حق نہیں دبایا اور جو دوسروں کا حق تھا وہ ان کو دیا نہیں، پس اگر وہ صالح ہیں تو اللہ جل شانہٗ خود ان کا کفیل ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ[2] (وہی متولی ہے صلحاء کا) اور اگر وہ گنہگار ہیں تو ان کی مجھے بھی کچھ پرواہ نہیں۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ جو فقہ کے مشہور امام ہیں دن بھر مسائل میں مشغول رہنے کے باوجود رات دن میں تین سو[300] رکعات نفل پڑھتے تھے۔ حضرت سعید بن جبیرؒ ایک رکعت میں پورا قرآن شریف پڑھ لیتے تھے۔ حضرت محمد بن منکدرؒ حفاظِ حدیث میں ہیں۔ ایک رات تہجد میں اتنی کثرت سے روئے کہ حد نہ رہی کسی نے دریافت کیا تو فرمایا تلاوت میں یہ آیت آگئی تھی وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ[3] اخیر تک۔ اوپر کی آیت میں اس کا ذکر ہے کہ اگر ظلم کرنے والوں کے پاس دنیا کی ساری چیزیں ہوں اور اتنی ہی ان کے ساتھ اور بھی ہوں تو وہ قیامت کے دن سخت عذاب سے چھوٹنے کیلئے فدیہ کے طور پر دینے لگیں، اسکے بعد ارشاد ہے وَبَدَا لَهُمْ الآیۃ۔ اور اللہ کی طرف سے ان کیلئے (عذاب کا) وہ معاملہ پیش آئے گا جس کا اُن کو گمان بھی نہ تھا اور اس وقت اُنکو اپنی تمام

---

[1] سورہ اعراف آیت ۱۹۶۔ یعنی خدا ہی حامی و نگہبان ہے۔ [2] سورہ زمر آیت ۴۷۔

marfat.com

بداعمالیاں ظاہر ہو جائیں گی۔ حضرت محمدؒ ابن منکدر وفات کے وقت بھی گھبرا رہے تھے اور فرماتے تھے کہ اسی آیت سے ڈر رہا ہوں۔

حضرت ثابت بنانیؒ حفاظِ حدیث میں ہیں، اسقدر کثرت سے اللہ کے سامنے روتے تھے کہ حد نہیں۔ کسی نے عرض کیا کہ آنکھیں جاتی رہیں گی۔ فرمایا کہ ان آنکھوں سے اگر روئیں نہیں تو فائدہ ہی کیا ہے۔ اس کی دعا کیا کرتے تھے کہ یا اللہ اگر کسی کو قبر میں نماز پڑھنے کی اجازت ہو سکتی ہو تو مجھے بھی ہو جائے۔ ابو سنانؒ کہتے ہیں خدا کی قسم میں ان لوگوں میں تھا جنھوں نے ثابت کو دفن کیا۔ دفن کرتے ہوئے لحد کی ایک اینٹ گر گئی تو میں نے دیکھا کہ وہ کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں نے اپنے ساتھی سے کہا دیکھو یہ کیا ہو رہا ہے۔ اُس نے مجھے کہا چپ ہو جاؤ۔ جب دفن کر چکے تو اُن کے گھر جا کر ان کی بیٹی سے دریافت کیا کہ ثابت کا عمل کیا تھا۔ اس نے کہا کیوں پوچھتے ہو۔ ہم نے قصہ بیان کیا۔ اس نے کہا کہ پچاس[۵۰] برس شب بیداری کی اور صبح کو ہمیشہ یہ دعا کیا کرتے تھے کہ یا اللہ اگر تو کسی کو یہ دولت عطا کرے کہ وہ قبر میں نماز پڑھے تو مجھے بھی عطا فرما۔[۱]

حضرت امام ابو یوسفؒ باوجود علمی مشاغل کے جو سب کو معلوم ہیں اور ان کے علاوہ قاضی القضاۃ[۱۰] ہونے کی وجہ سے قضا کے مشاغل علیحدہ تھے لیکن پھر بھی دو سو[۲۰۰] رکعات نوافل روزانہ پڑھتے تھے۔ حضرت محمد بن نضرؒ مشہور محدث ہیں اس انہماک سے نماز پڑھتے تھے جس کی نظیر مشکل ہے۔ ایک مرتبہ پیشانی پر ایک پھڑنے نماز میں کاٹا جس کی وجہ سے خون بھی نکل آیا مگر نہ حرکت ہوئی نہ خشوع خضوع میں کوئی فرق آیا۔ کہتے ہیں کہ نماز میں لکڑی کی طرح سے بے حرکت کھڑے رہتے تھے۔ حضرت بقیؒ بن مخلد روزانہ تہجد اور وتر کی تیرہ[۱۳] رکعت میں ایک قرآن شریف پڑھا کرتے تھے۔ حضرت ہناد ایک محدث ہیں ان کے شاگرد کہتے ہیں کہ وہ بہت ہی زیادہ روتے تھے۔ ایک مرتبہ صبح کو ہمیں سبق پڑھاتے رہے اس کے بعد وضو وغیرہ سے فارغ ہو کر زوال تک نفلیں پڑھتے رہے دوپہر کو گھر تشریف لے گئے اور تھوڑی دیر میں آ کر ظہر کی نماز پڑھائی اور عصر تک نفلوں میں مشغول رہے پھر عصر کی نماز پڑھائی اور قرآن پاک کی تلاوت مغرب تک فرماتے رہے۔ مغرب کے بعد میں واپس چلا آیا۔ میں نے ان کے ایک پڑوسی سے تعجب سے کہا کہ یہ شخص کس قدر عبادت کرنے والے ہیں۔ اس نے کہا کہ ستر[۷۰] برس سے ان کا یہی عمل ہے اور اگر تم ان کی رات کی عبادت دیکھو گے تو اور بھی تعجب کرو گے۔

مسروقؒ ایک محدث ہیں۔ ان کی بیوی کہتی ہیں کہ وہ نمازیں اتنی لمبی لمبی پڑھا کرتے تھے

---

[۱] اقامۃ الحجۃ (ز) [۲] یعنی مقدمات کے فیصلے کرنے کا کام بھی تھا۔

marfat.com

کہ اُن کی پنڈلیوں پر ہمیشہ اسکی وجہ سے ورم رہتا تھا اور میں ان کے پیچھے بیٹھی ہوئی ان کے حال پر ترس کھا کر رویا کرتی تھی۔ سعید بن المسیبؒ کے متعلق لکھا ہے کہ پچاس برس تک عشاء اور صبح کی نماز ایک ہی وُضو سے پڑھی۔ اور ابُوالمعتمرؒ کے متعلق لکھا ہے کہ چالیسؔ برس تک ایسا ہی کیا۔ امام غزالیؒ نے ابوطالبؒ مکی سے نقل کیا کہ چالیسؔ تابعیوں سے تواتر کے طریق[1] سے یہ بات ثابت ہے کہ وہ عشاء کی وُضو سے صبح کی نماز پڑھتے تھے۔ ان میں سے بعض کا چالیسؔ برس تک یہی عمل رہا[2]۔ حضرت امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے متعلق تو بہت کثرت سے یہ چیز نقل کی گئی کہ تیسؔ یا چالیسؔ یا پچاسؔ برس عشاء اور صبح کی نماز ایک وُضو سے پڑھی اور یہ اختلاف نقل کرنے والوں کے اختلاف کی وجہ سے ہے کہ جس شخص کو جتنے سال کا علم ہُوا اتنا ہی نقل کیا ہے۔ لکھا ہے کہ آپ کا معمول صرف دوپہر کو تھوڑی دیر سونے کا تھا اور یہ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ دوپہر کے سونے کا حدیث میں حکم ہے[3]۔ حضرت امام شافعیؒ صاحب کا معمول تھا کہ رمضان میں ساٹھؔ[4] قرآن شریف نمازمیں پڑھتے تھے۔ ایک شخص کہتے ہیں کہ میں کئی برس تک امام شافعیؒ کے یہاں رہا صرف رات کو تھوڑی دیر سوتے تھے۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ تین سو رکعتیں روزانہ پڑھتے تھے۔ اور جب بادشاہِ وقت نے آپکے کوڑے لگوائے اور اس کی وجہ سے ضُعف بہت ہوگیا تو ڈیڑھ[5] سو رہ گئی تھیں اور تقریباً اسّیؔ برس کی عُمر تھی۔ اُبُوعثمانؒ سُلمی چالیسؔ برس تک رات بھر روتے تھے اور دِن کو ہمیشہ روزہ رکھتے۔ ان کے علاوہ ہزاروں لاکھوں واقعات توفیق والوں کے کتب تواریخ میں مذکور ہیں جن کا اِحاطہ بھی دُشوار ہے۔ نمونہ اور مثال کے لئے یہی واقعات کافی ہیں۔ حق تعالےٰ شانہٗ مجھے بھی اور ناظرین کو بھی اِن حضرات کے اتّباع کا کچھ حصّہ اپنے لطف و فضل سے نصیب فرمائیں۔ آمین۔

بعض لوگوں کو نماز کا کچھ ہی حصّہ حاصل ہوتا ہے:

(۱) عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ الرَّجُلَ لَيَنْصَرِفُ وَمَا كُتِبَ لَهٗ اِلَّا عُشْرُ صَلٰوتِهٖ تُسْعُهَا ثُمُنُهَا سُبُعُهَا سُدُسُهَا خُمُسُهَا رُبُعُهَا ثُلُثُهَا نِصْفُهَا رواه ابوداؤد وقال المنذری فی الترغیب رواہ ابوداؤد والنسائی وابن

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آدمی نماز سے فارغ ہوتا ہے اور اسکے لئے ثواب کا دسواں[1] حصّہ لکھا جاتا ہے۔ اسی طرح بعض کیلئے نواں[2] حصّہ بعض کیلئے آٹھواں[3]، ساتواں[4]، چھٹا[5]، پانچواں[6] اور چوتھائی، تہائی، آدھا حصّہ لکھا جاتا ہے۔

ف:۔ یعنی جس درجہ کا خُشوع اور اخلاص نماز

---

[1] یعنی چالیسؔ تابعین کے متعلق یہ بات اس کثرت سے لوگوں نے بیان کی ہے کہ ہر آدمی یقین کرنے پر مجبور ہوجاتا ہے۔ [2] اتحاف (ز) یعنی اتحاف السادۃ المتقین بشرح احیاء علوم الدین [3] یعنی قیلولہ کرنے کا حدیث شریف میں حکم ہے اسکی تعمیل میں دوپہر کو سوجاتا ہوں۔

marfat.com

حبان فی صحیحہ بنحوہ وعزاہ فی الجامع الصغیر الی احمد وابی داود وابن حبان ورقم لہ بالصحیح وفی المنتخب عزاہ الیٰ احمد ایضاً وفی الدر المنثور اخرج احمد عن ابی الیسر مرفوعاً منکم من یصلی الصلوٰۃ کاملۃ ومنکم من یصلی النصف والثلث والربع حتی بلغ العشر قال المنذری فی الترغیب رواہ النسائی باسناد حسن واسم ابی الیسر کعب بن عمرو السلمی شہد بدراً۔

میں ہوتا ہے وتنی[1] ہی مقدار اجر وثواب کی ملتی ہے حتیٰ کہ بعض کو پورے اجر کا دسواں حصہ ملتا ہے اگر اسکے موافق خشوع خضوع ہو اور بعض کو آدھا مل جاتا ہے اور اسی طرح دسویں سے کم اور آدھے سے زیادہ بھی مل جاتا ہے۔ حتیٰ کہ بعض کو پورا پورا اجر مل جاتا ہے اور بعض کو بالکل بھی نہیں ملتا کہ وہ اس قابل ہی نہیں ہوتی۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ فرض نماز کیلئے اللہ کے یہاں ایک خاص وزن[2] ہے۔ جتنی اس میں کمی بیجاتی ہے اس کا حساب کیا جاتا ہے۔ احادیث میں آیا ہے کہ لوگوں میں سے سب سے پہلے خشوع اٹھایا جائیگا کہ پوری جماعت میں ایک شخص بھی خشوع سے پڑھنے والا نہ ملے گا۔[3]

کامل نماز گناہوں سے پاک صاف کر دیتی ہے:

(۲) رُوِیَ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَمَنْ صَلَّی الصَّلَوَاتِ لِوَقْتِہَا وَاَسْبَغَ لَہَا وُضُوْئَہَا وَاَتَمَّ لَہَا قِیَامَہَا وَخُشُوْعَہَا وَرُکُوْعَہَا وَسُجُوْدَہَا خَرَجَتْ وَہِیَ بَیْضَاءُ مُسْفِرَۃٌ تَقُوْلُ حَفِظَکَ اللّٰہُ کَمَا حَفِظْتَنِیْ وَمَنْ صَلَّاہَا لِغَیْرِ وَقْتِہَا وَلَمْ یُسْبِغْ لَہَا وُضُوْئَہَا وَلَمْ یُتِمَّ لَہَا خُشُوْعَہَا وَلَا رُکُوْعَہَا وَلَا سُجُوْدَہَا خَرَجَتْ وَہِیَ سَوْدَاءُ مُظْلِمَۃٌ تَقُوْلُ ضَیَّعَکَ کَمَا ضَیَّعْتَنِیْ حَتّٰی اِذَا کَانَتْ حَیْثُ شَاءَ اللّٰہُ لُفَّتْ کَمَا یُلَفُّ الثَّوْبُ الْخَلَقُ ثُمَّ ضُرِبَ بِہَا وَجْہُہٗ رَوَاہُ الطَّبْرَانِیُّ فِی الْاَوْسَطِ کَذَا فِی الترغیب والدر المنثور وعزاہ فی المنتخب الی البیہقی فی الشعب وفیہ ایضاً بروایۃ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص نمازوں کو اپنے وقت پر پڑھے وضو بھی اچھی طرح کرے خشوع وخضوع سے بھی پڑھے۔ کھڑا بھی پورے وقار سے ہو۔ پھر اسی طرح رکوع سجدہ بھی اچھی طرح اطمینان سے کرے۔ غرض ہر چیز کو اچھی طرح ادا کرے تو وہ نماز نہایت روشن چمکدار بن کر جاتی ہے اور نمازی کو دعا دیتی ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ تیری بھی ایسی ہی حفاظت کرے جیسی تو نے میری حفاظت کری۔ اور جو شخص نماز کو بُری طرح پڑھے وقت کو بھی ٹال دے وضو بھی اچھی طرح نہ کرے تو وہ نماز بُری صورت سے سیاہ رنگ میں بد دعا دیتی ہوئی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے بھی ایسا ہی برباد کرے جیسا تو نے

---

[1] یعنی ایک خاص پیمانہ اور معیار مقرر ہے [2] جامع الصغیر از [3] یہ ایک لمبی حدیث کا ٹکڑا ہے۔

marfat.com

عیادۃٌ بمعناہ وزاد فی الاولیٰ بعد قولہ کما حفظتنی ثم اصعد بھا الی السماء حتیٰ ینتھی بھا الی اللہ فتشفع لصاحبھا وقال فی الثانیۃ وغلقت دونھا ابواب السماء وعزاہ فی الدر الی البزار والطبرانی وفی الجامع الصغیر حدیث عبادۃ الی الطیالسی وقال صحیحٌ۔

مجھے ضائع کیا۔ اسکے بعد وہ نماز پُرانے کپڑے کی طرح سے لپیٹ کر نمازی کے مُنہ پر ماردی جاتی ہے۔

ف :۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو نماز کو اچھی طرح پڑھیں کہ اللہ کی اہم ترین عبادت انکے لئے دعا کرتی ہے۔ لیکن عام طور سے جیسی نماز پڑھی جاتی ہے کہ رُکوع کیا تو وہیں سے سجدے میں چلے گئے۔ سجدے سے اُٹھے تو سر اُٹھانے بھی نہ پائے تھے کہ فوراً کوّے کی سی ٹھونگ دوسری دفعہ ماردی۔ ایسی نماز کا جو حشر ہے وہ اس حدیث شریف میں ذکر فرما ہی دیا اور پھر جب وہ بربادی کی بددُعا کرے تو اپنی بربادی کا گلہ کیوں کیا جائے، یہی وجہ ہے کہ آجکل مسلمان گرتے جارہے ہیں اور ہر طرف تباہی ہی تباہی کی صدائیں گونج رہی ہیں[1]۔ ایک دوسری حدیث میں بھی یہی مضمون وارد ہوا ہے اس میں یہ بھی اضافہ ہے کہ جو نماز خشوع خضوع سے پڑھی جاتی ہے آسمان کے دروازے اسکے لئے کھل جاتے ہیں وہ نہایت نورانی ہوتی ہے اور نمازی کیلئے حق تعالیٰ شانہٗ کی بارگاہ میں سفارشی بنتی ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جس نماز میں رُکوع اچھی طرح نہ کیا جائے کہ کمر پوری جُھک جائے اسکی مثال اس عورت کی سی ہے جو حاملہ ہو اور جب بچہ ہونے کا وقت قریب آجائے تو اِسقاط کردے[2]۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ بہت سے روزے دار ایسے ہیں جن کو روزے سے بجز بھوکا اور پیاسا رہنے کے کوئی حاصل نہیں اور بہت سے شب بیدار ایسے ہیں جن کو جاگنے کے علاوہ کوئی چیز نہیں ملتی[3]۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ جو قیامت کے دن پانچوں نمازیں ایسی لے کر حاضر ہوگا کہ ان کے اوقات کی بھی حفاظت کرتا رہا ہو اور وُضو کا بھی اہتمام کرتا رہا ہو اور ان نمازوں کو خشوع خضوع سے پڑھتا رہا ہو تو حق تعالیٰ شانہٗ نے عہد فرمالیا ہے کہ اسکو عذاب نہیں کیا جائے گا اور جو ایسی نمازیں نہ لے کر حاضر ہوا اسکے لئے کوئی وعدہ نہیں ہے چاہے اپنی رحمت سے معاف فرمادیں۔ چاہے عذاب دیں۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] لیکن یہ سوچنا کہ ایسی نماز جب بددعا کرتی ہے تو چھوڑ دو کیوں بددعا لیں۔ اس سے بھی زیادہ تباہ کن ہے۔ بلکہ یوں سوچنا چاہیئے جب خراب پڑھنے سے اتنی بددعائیں ملیں تو بالکل نہ پڑھنے میں تو خدا ہی جانے کیا کیا تباہی آئیگی اسلئے پڑھتے تو ضرور رہیں اور جہاں تک ہوسکے اسے بہتر سے بہتر بنانے کی کوشش کرتے رہیں۔ حدیث شریف کا منشا اور اُسکی تعلیم یہی ہے [2] یعنی ادھورا ہی بچہ گرادے۔
[3] ترغیب از ا [4] راتوں کو جاگ کر عبادت کرنیوالے۔

marfat.com

صحابہؓ کے پاس تشریف لائے اور ارشاد فرمایا تمہیں معلوم بھی ہے اللہ جلّ شانہٗ نے کیا فرمادیا، صحابہؓ نے عرض کیا کہ اللہ اور اسکے رسولؐ ہی جانتے ہیں۔ حضورؐ نے اہتمام کی وجہ سے تین مرتبہ یہی دریافت فرمایا اور صحابہؓ کرام یہی جواب دیتے رہے۔ اسکے بعد ارشاد ہوا کہ حق تعالیٰ شانہٗ اپنی عزت اور اپنی بڑائی کی قسم کھاکر فرماتے ہیں کہ جو شخص ان نمازوں کو اوقات کی پابندی کے ساتھ پڑھتا رہے گا میں اُس کو جنت میں داخل کروں گا اور جو پابندی نہ کرے گا تو میرا دل چاہے گا رحمت سے بخشدوں گا ورنہ عذاب دوں گا۔[1]

فرائض کی کمی نوافل سے پوری کردی جائے گی:

(۳) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رض سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ اَوَّلَ مَا یُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ مِنْ عَمَلِهٖ صَلٰوتُهٗ فَاِنْ صَلُحَتْ فَقَدْ اَفْلَحَ وَاَنْجَحَ وَ اِنْ فَسَدَتْ خَابَ وَخَسِرَ وَاِنِ انْتَقَصَ مِنْ فَرِیْضَتِهٖ قَالَ الرَّبُّ انْظُرُوْا هَلْ لِعَبْدِیْ مِنْ تَطَوُّعٍ فَیُکْمَلُ بِهَا مَا انْتَقَصَ مِنَ الْفَرِیْضَةِ ثُمَّ یَکُوْنُ سَائِرُ عَمَلِهٖ عَلٰی ذٰلِکَ رواه الترمذی وحسنه النسائی وابن ماجة والحاکم وصححه کذا فی الدر وفی المنتخب بروایة الحاکم فی الکنی عن ابن عمر اول ما افترض اللّٰه علٰی اُمتی الصلوة الخمس الحدیث بطوله بمعنی حدیث الباب وفیه ذکر الصیام والزکوة نحو الصلوة وفی الدر

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت میں آدمی کے اعمال میں سب سے پہلے فرض نماز کا حساب کیا جائے گا۔ اگر نماز اچھی نکل آئی تو وہ شخص کامیاب ہوگا اور بامراد، اور اگر نماز بیکار ثابت ہوئی تو وہ نامراد خسارہ میں[2] ہوگا اور اگر کچھ نماز میں کمی پائی گئی تو ارشادِ خداوندی ہوگا کہ دیکھو اس بندہ کے پاس کچھ نفلیں بھی ہیں جن سے فرضوں کو پورا کردیا جائے۔ اگر نکل آئیں تو ان سے فرضوں کی تکمیل کردی جائیگی۔ اس کے بعد اسی طرح باقی اعمال روزہ زکوٰۃ وغیرہ کا حساب ہوگا۔

فائدہ: اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ آدمی کو نفلوں کا ذخیرہ بھی اپنے پاس کافی رکھنا چاہیئے کہ اگر فرضوں میں کچھ کوتاہی نکلے تو میزان پوری ہوجائے۔ بہت سے لوگ کہدیا کرتے ہیں

---

[1] قربان مولائے کریم کی اس کریمی کے کہ پابندی کی صورت میں تو یہ ملے کہ جنت اور دوسری نعمتیں ملیں گی لیکن پابندی نہ کرنے کی صورت میں ملے نہیں ہے کہ دوزخ ہی میں ڈالدے بلکہ مرضی پر ہے۔ بندوں کی بندگی کا تقاضا یہ ہے کہ ایسے کریم مولےٰ کی اور زیادہ دل وجان سے عبادت کریں۔ [2] اللہ تعالےٰ کے یہاں نماز کا درجہ انسان کی عملی زندگی میں نمونہ اور معیار کا ہے اسکو دیکھکر پوری زندگی کا اندازہ لگالیا جاتا ہے۔ اس لئے تمام دیگر اعمال کے ساتھ خاص طور پر نماز کو ٹھیک رکھنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

marfat.com

لَكَ ثُمَّ يَلْقَاهُ مِنَ الْغَدِ وَهُوَ عَلٰى حَالِهٖ فَلَا يَمْنَعُهُ ذٰلِكَ اَنْ يَّكُوْنَ اَكِيْلَهٗ وَشَرِيْبَهٗ وَقَعِيْدَهٗ فَلَمَّا فَعَلُوْا ذٰلِكَ ضَرَبَ اللّٰهُ قُلُوْبَ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ ثُمَّ قَالَ لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِلٰى قَوْلِهٖ فَاسِقُوْنَ ثُمَّ قَالَ كَلَّا وَاللّٰهِ لَتَاْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ وَلَتَاْخُذُنَّ عَلٰى يَدِ الظَّالِمِ وَلَتَاْطِرُنَّهٗ عَلَى الْحَقِّ اَطْرًا۔

(رواہ ابوداؤد[1] والترمذی کذا فی الترغیب)

تعلقات کی وجہ سے کھانے پینے میں اور نشست و برخاست میں ویسا ہی برتاؤ کرتا جیسا کہ اس سے پہلے[1] تھا۔ جب عام طور پر ایسا ہونے لگا تو اللہ تعالیٰ نے بعضوں کے قلوب کو بعضوں کے ساتھ خلط کر دیا (یعنی نافرمانوں کے قلوب جیسے تھے، انکی نحوست سے فرمانبرداروں کے قلوب بھی ویسے ہی کر دیئے) پھر انکی تائید میں کلام پاک کی آیتیں لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سے فَاسِقُوْنَ تک پڑھیں اسکے بعد حضورؐ نے بڑی تاکید سے یہ حکم فرمایا کہ اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ اور نَہْیٌ عَنِ الْمُنْكَرِ کرتے رہو، ظالم کو ظلم سے روکتے رہو اور اسکو حق بات کی طرف کھینچکر لاتے رہو۔

دوسری حدیث میں وارد ہے کہ حضورؐ تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے تھے جوش میں اُٹھکر بیٹھ گئے اور قسم کھا کر فرمایا کہ تم نجات نہیں پاؤ گے جب تک کہ ان کو ظلم سے نہ روک دو۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ آپؐ نے قسم کھا کر فرمایا کہ تم اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ اور نَہْیٌ عَنِ الْمُنْكَرِ کرتے رہو اور ظالموں کو ظلم سے روکتے رہو اور حق بات کی طرف کھینچکر لاتے رہو ورنہ تمہارے قلوب بھی اسی طرح خلط کر دیئے جائیں گے جسطرح ان پر یعنی بنی اسرائیل پر لعنت ہوئی۔ قرآنِ پاک کی آیات تائید میں اسلئے پڑھیں کہ اِن آیاتِ شریفہ میں ان لوگوں پر لعنت فرمائی ہے اور سبب لعنت منجملہ اور اسباب کے یہ بھی ہے کہ وہ مُنکَرات سے ایک دوسرے کو نہیں روکتے تھے۔

آجکل یہ خوبی سمجھی جاتی ہے کہ آدمی صُلحِ کُل رہے جس جگہ جاوے ویسی ہی کہنے لگے،

---

[1] حالانکہ ہونا یہ چاہیئے تھا کہ پہلے زبان سے سمجھایا جاتا جب یہ بے کار ثابت ہوتا تو اظہارِ خفگی کیا جاتا بات چیت بند کر دی جاتی غرضکہ کسی نہ کسی تدبیر سے اسکو اس برائی سے روکنا ضروری تھا۔ اور جب خاموشی سے اسکے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا جاری رکھا تو گویا اسکی بدعملی پر یہ ایک قسم کی رضامندی ہوئی [2] واللفظ لابی داؤد [3] یعنی نبی کریم علیہ السلام نے اپنے کلام کی تائید میں یہ آیات پڑھیں۔

marfat.com

اِسی کو کمال اور وسعتِ اخلاق سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ عَلَی الْاِطْلَاقْ غلط ہے بلکہ جہاں اَمْر بِالْمَعْرُوْفِ وغیرہ قطعاً مفید نہ ہو ممکن ہے کہ صرف سکوت کی کچھ گنجائش نکل آوے (نہ کہ ہاں میں ہاں ملانے کی) لیکن جہاں مفید ہو سکتا ہے مثلاً اپنی اولاد، اپنے ماتحت، اپنے دست نگر لوگوں میں۔ وہاں کسی طرح بھی یہ سکوت کمالِ اخلاق نہیں بلکہ سکوت کرنے والا شرعاً و عُرفاً خود مجرم ہے۔

سفیان ثوریؒ کہتے ہیں کہ جو شخص اپنے پڑوسیوں کو محبوب ہو اپنے بھائیوں میں محمود ہو (اغلب یہ ہے کہ) وہ مداہن[1] ہوگا۔

متعدد روایات میں یہ مضمون آیا ہے کہ جب کوئی گناہ مخفی طور سے کیا جاتا ہے تو اُسکی مُضرّت کرنے والے ہی کو ہوتی ہے لیکن جب کوئی گناہ کُھلّم کُھلا کیا جاتا ہے اور لوگ اسکے روکنے پر قادر ہیں اور پھر نہیں روکتے تو اسکی مضرت اور نقصان بھی عام ہوتا ہے۔

اب ہر شخص اپنی ہی حالت پر غور کرلے کہ کتنے معاصی اسکے علم میں ایسے کئے جاتے ہیں جنکو وہ روک سکتا ہے اور پھر بے توجہی، لاپرواہی، بے التفاتی سے کام لیتا ہے اور اس سے بڑھ کر ظلم یہ ہے کہ کوئی اللہ کا بندہ اسکو روکنے کی کوشش کرتا ہے تو اسکی مخالفت کی جاتی ہے، اس کو کوتاہ نظر بتلایا جاتا ہے۔ اس کی اعانت کرنے کی بجائے اسکا مقابلہ کیا جاتا ہے۔ فَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ۔[1]

۴۲ عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ رَجُلٍ يَّكُوْنُ فِيْ قَوْمٍ يَّعْمَلُ فِيْهِمْ بِالْمَعَاصِيْ يَقْدِرُوْنَ عَلٰى اَنْ يُّغَيِّرُوْا عَلَيْهِ وَلَا يُغَيِّرُوْنَ اِلَّا اَصَابَهُمُ اللّٰهُ بِعِقَابٍ قَبْلَ اَنْ يَّمُوْتُوْا۔

(رواہ ابوداؤد، وابن ماجۃ وابن حبانؒ الاصبہانی وغیرھم کذا فی الترغیب)

۴۲ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر کسی جماعت اور قوم میں کوئی شخص کسی گناہ کا ارتکاب کرتا ہے اور وہ جماعت وقوم باوجود قدرت کے اُس شخص کو اُس گناہ سے نہیں روکتی تو اُن پر مرنے سے پہلے دُنیا ہی میں اللہ تعالیٰ کا عذاب مسلط ہو جاتا ہے۔

میرے مخلص بزرگو! اور ترقیٔ اسلام و مسلمین کے خواہشمند دوستو! یہ ہیں مسلمانوں کی تباہی کے اسباب اور روز افزوں بربادی کی وجوہ۔ ہر شخص اجنبیوں کو نہیں، برابر

[1] خوشامدی، منہ دیکھی بات کہنے والا۔ [1] ظالم لوگ اپنا ٹھکانہ عنقریب جان لیں گے۔

marfat.com

والوں کو نہیں، اپنے گھر کے لوگوں کو، اپنے چھوٹوں کو، اپنی اولاد کو، اپنے ماتحتوں کو ایک لمحہ اس نظر سے دیکھ لے کہ کتنے کھلے ہوئے معاصی میں وہ لوگ مبتلا ہیں۔ اور آپ حضرات اپنی ذاتی وجاہت اور اثر سے انکو روکتے ہیں یا نہیں؟ روکنے کو چھوڑیئے روکنے کا ارادہ بھی کر لیتے ہیں یا نہیں؟ یا آپکے دل میں کسی وقت اِسکا خطرہ بھی گزر جاتا ہے کہ یہ لاڈلا بیٹا کیا کر رہا ہے۔ اگر وہ حکومت کا کوئی جرم کرتا ہے۔ جرم بھی نہیں سیاسی مجالس میں شرکت ہی کر لیتا ہے تو آپکو فکر ہوتی ہے کہ کہیں ہم نہ ملوّث ہو جائیں۔ اس کو تنبیہ کیجاتی ہے اور اپنی صفائی اور تبرّی کی تدبیریں اختیار کیجاتی ہیں، مگر کہیں احکم الحاکمین کے مجرم کے ساتھ بھی وہی برتاؤ کیا جاتا ہے جو معمولی حاکمِ عارضی کے مجرم کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

آپ خوب جانتے ہیں کہ پیارا بیٹا شطرنج کا شوقین ہے۔ تاش سے دل بہلاتا ہے۔ نماز کئی کئی وقت کی اُڑا دیتا ہے مگر افسوس کہ آپکے مُنھ سے کبھی حرفِ غلط کی طرح بھی یہ نہیں نکلتا کہ کیا کر رہے ہو۔ یہ مسلمانوں کے کام نہیں ہیں۔ حالانکہ اُسکے ساتھ کھانا پینا چھوڑ دینے کے بھی مامور تھے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے

ع ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا

ایسے بہت سے لوگ ملیں گے جو اپنے لڑکے سے اسلئے ناخوش ہیں کہ وہ عہدی[1] ہے گھر پڑا رہتا ہے، ملازمت کی سعی نہیں کرتا ہے یا دوکان کا کام تندہی سے نہیں کرتا ہے لیکن ایسے لوگ بہت کم ملیں گے جو لڑکے سے اِسلئے ناراض ہوں کہ وہ جماعت کی پرواہ نہیں کرتا یا نماز قضا کر دیتا ہے۔

بزرگو اور دوستو! اگر صرف آخرت ہی کا وبال ہوتا تب بھی یہ امور اس قابل تھے کہ ان سے کوسوں دور بھاگا جاتا۔ لیکن قیامت تو یہ ہے کہ اِس دُنیا کی تباہی کو جس کو ہم عملاً آخرت سے مُقدّم سمجھتے ہیں انھیں امور کی وجہ سے ہے۔ غور تو کیجئے اِس اندھے پن کی کوئی حد بھی ہے مَنْ كَانَ فِي هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى[2] حقیقی بات یہ ہے کہ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ[3]

---

[1] مراد نکما، سست، کاہل [2] جو اس دنیا میں (راہِ حق) سے اندھا بن جائے گا وہ قیامت میں بھی اندھا ہی اُٹھے گا۔

[3] اللہ نے انکے دلوں اور کانوں پر مہر لگادی ہے اور اُنکی آنکھوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں۔

marfat.com

کا پرتو ہے۔

۵ رُوِیَ عَنْ اَنَسٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَزَالُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تَنْفَعُ مَنْ قَالَھَا وَتَرُدُّ عَنْھُمُ الْعَذَابَ وَالنِّقْمَۃَ مَالَمْ یَسْتَخِفُّوْا بِحَقِّھَا قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا الْاِسْتِخْفَافُ بِحَقِّھَا قَالَ یُظْھَرُ الْعَمَلُ بِمَعَاصِی اللّٰہِ فَلَا یُنْکَرُ وَلَا یُغَیَّرُ۔

۵ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ (کلمۂ توحید) لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ، کہنے والے کو ہمیشہ نفع دیتا ہے اور اس سے عذاب وبلا کو دفع کرتا ہے جب تک کہ اسکے حقوق سے بے پرواہی اور استخفاف نہ کیا جائے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ اسکے حقوق سے بے پرُواہی واستخفاف کئے جانے کا کیا مطلب ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کی نافرمانیاں کھُلی طور پر کیجائیں اور انکو بند کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔

اب آپ ہی ذرا انصاف سے فرمائیے کہ اس زمانے میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کی کوئی انتہا، کوئی حد ہے اور اسکے روکنے یا بند کرنے کی یا کم از کم تقلیل[1] کی کوئی سعی، کوئی کوشش ہے؟ ہرگز نہیں۔ ایسے خطرناک ماحول میں مسلمانوں کا عالم میں موجود ہونا ہی اللہ تعالیٰ کا حقیقی انعام ہے۔ ورنہ ہم نے اپنی بربادی کے لئے کیا کچھ اسباب پیدا نہیں کرلئے ہیں۔

حضرت عائشہ رضؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا کوئی اللہ کا عذاب اگر زمین والوں پر نازل ہوا اور وہاں کچھ دیندار لوگ بھی ہوں تو اُنکو بھی نقصان پہنچتا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا کہ دُنیا میں تو سب کو اثر پہنچتا ہے مگر آخرت میں وہ لوگ گنہگاروں سے علیحدہ ہوجائیں گے۔ اسلئے وہ حضرات جو اپنی دینداری پر مطمئن ہوکر دُنیا سے یکسو ہو بیٹھے، اِس سے بے فکر نہ رہیں کہ خدانخواستہ اگر منکرات کے اِس شیوع پر کوئی بلا نازل ہوگئی تو اُنکو بھی اسکا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔

۶ عَنْ عَائِشَۃَ رضؓ قَالَتْ دَخَلَ عَلَیَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَعَرَفْتُ فِیْ وَجْھِہٖ اَنْ قَدْ حَضَرَہٗ شَیْءٌ فَتَوَضَّاَ وَمَا کَلَّمَ اَحَدًا فَلَصَقْتُ بِالْحُجْرَۃِ

۶ حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ دولتکدہ پر تشریف لائے تو میں نے چہرہ انور پر ایک خاص اثر دیکھ کر محسوس کیا کہ کوئی اہم بات پیش آئی

[1] تقلیل :- کم کرنا۔

marfat.com

اَسْتَمِعُ مَا یَقُوْلُ فَقَعَدَ عَلَی الْمِنْبَرِ فَحَمِدَ اللّٰہَ وَاَثْنٰی عَلَیْہِ وَقَالَ یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَقُوْلُ لَکُمْ مُرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَانْھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ قَبْلَ اَنْ تَدْعُوْا فَلَا اُجِیْبَ لَکُمْ وَتَسْئَلُوْنِیْ فَلَا اُعْطِیَکُمْ وَتَسْتَنْصِرُوْنِیْ فَلَا اَنْصُرَکُمْ فَمَا زَالَ عَلَیْھِنَّ حَتّٰی نَزَلَ رواہ ابن ماجۃ وابن حبان فی صحیحہ کذا فی الترغیب

ہے۔ حضورؐ نے کسی سے کچھ بات چیت نہیں فرمائی اور وضو فرما کر مسجد میں تشریف لے گئے، میں حجرہ کی دیوار سے لگ کر سننے کھڑی ہوگئی کہ کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ حضورؐ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور حمد وثنا کے بعد ارشاد فرمایا، لوگو! اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اَمْر بِالْمَعْرُوْفِ اور نَہْی عَنِ الْمُنْکَرِ کرتے رہو، مبادا وہ وقت آجائے کہ تم دُعا مانگو اور قبول نہ ہو، تم سوال کرو اور سوال پورا نہ کیا جائے تم اپنے دشمنوں کے خلاف مجھ سے مدد چاہو اور میں تمہاری مدد نہ کروں"۔ یہ کلماتِ طیّبات حضورؐ نے ارشاد فرمائے اور منبر سے نیچے تشریف لے آئے۔

اس مضمون پر وہ حضرات خصوصیت سے توجہ فرمائیں جو دشمن کے مقابلہ کیلئے اُمورِ دنیویہ میں تسامح اور مساہلت پر زور دیتے ہیں کہ مسلمانوں کی اعانت اور امداد دین کی پختگی ہی میں مضمر ہے۔

حضرت ابو الدرداءؓ جو ایک جلیل القدر صحابی ہیں فرماتے ہیں کہ تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو ورنہ اللہ تعالیٰ تم پر ایسے ظالم بادشاہ کو مسلّط کر دے گا جو تمہارے بڑوں کی تعظیم نہ کرے، تمہارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے، اُسوقت تمہارے برگزیدہ لوگ دعائیں کرینگے تو قبول نہ ہونگی، تم مدد چاہو گے تو مدد نہ ہوگی، مغفرت مانگو گے تو مغفرت نہ ملے گی۔ خود حق جل جلالہٗ کا ارشاد ہے یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَکُمْ ترجمہ:- اے ایمان والو! اگر تم اللہ کی مدد[1] کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا (اور دشمنوں کے مقابلہ میں تمہارے قدم جما دے گا۔[2]) دوسری جگہ ارشادِ باری عزّ اسمہٗ ہے اِنْ یَّنْصُرْکُمُ اللّٰہُ فَلَا غَالِبَ لَکُمْ الآیۃ۔ ترجمہ:- اگر اللہ تعالیٰ شانہٗ تمہاری مدد کریں تو کوئی شخص تم پر غالب نہیں آسکتا اور اگر وہ تمہاری مدد نہ کریں تو پھر کون شخص ہے جو تمہاری مدد کر سکتا ہے اور صرف اللہ تعالیٰ ہی پر ایمان والوں کو اعتماد رکھنا چاہیئے۔

---

[1] یعنی اسکے دین کی مدد کرو گے [2] بیان القرآن (ز)

marfat.com

دُرِّ منثور میں بروایت ترمذی وغیرہ حضرت حذیفہ رضؓ سے نقل کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر یہ ارشاد فرمایا کہ تم لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو، ورنہ اللہ جل جلالہٗ اپنا عذاب تم پر مسلط کر دیں گے پھر تم دعا بھی مانگو گے تو قبول نہ ہوگی۔

یہاں پہنچکر میرے بزرگ اوّل یہ سوچ لیں کہ ہم لوگ اللہ کی کسقدر نافرمانیاں کرتے ہیں پھر معلوم ہو جائیگا کہ ہماری کوششیں بیکار کیوں جاتی ہیں۔ ہماری دُعائیں بے اثر کیوں رہتی ہیں۔ ہم اپنی ترقی کے بیج بو رہے ہیں یا تنزل کے۔

۵ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا عَظَّمَتْ اُمَّتِیَ الدُّنْیَا نُزِعَتْ مِنْهَا هَیْبَةُ الْاِسْلَامِ وَاِذَا تَرَكَتِ الْاَمْرَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْیَ عَنِ الْمُنْكَرِ حُرِمَتْ بَرَكَةَ الْوَحْیِ وَاِذَا تَسَابَّتْ اُمَّتِیْ سَقَطَتْ مِنْ عَیْنِ اللّٰهِ، (كذا فی الدر عن الحكیم[۱] الترمذی)

۵ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب میری اُمت دنیا کو بڑی چیز سمجھنے لگے گی تو اسلام کی ہیبت و وقعت اُسکے قلوب[۱] سے نکل جائیگی اور جب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو چھوڑ بیٹھے گی تو وحی کی برکات سے محروم ہو جائیگی اور جب آپس میں گالی گلوچ اختیار کرے گی تو اللہ جل شانہٗ کی نگاہ سے گر جائے گی۔

اے بہی خواہانِ قوم! ترقیٔ اسلام اور ترقیٔ مسلمین کیلئے ہر شخص کوشاں اور ساعی ہے۔ لیکن جو اسباب اسکے لئے اختیار کئے جا رہے ہیں وہ تنزل کی طرف لیجانے والے ہیں۔ اگر درحقیقت تم اپنے رسول (روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم) کو سچا رسول سمجھتے ہو۔

---

[۱] حدیث کے اس جملے کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب میری اُمت دُنیا کو کوئی بڑی چیز سمجھنے لگے گی تو لوگوں کے دلوں میں اس امت کی جو عظمت و ہیبت خدا نے اسلام کی وجہ سے پیدا کر رکھی ہے وہ ختم ہو جائیگی یعنی پھر لوگ اس امت کو حقیر اور بے حیثیت سمجھنے لگیں گے۔ علامہ عزیزی کہتے ہیں لان الهیبة انما هی لمن هاب اللہ (السراج المنیر ج ۱ ص ۱۴۱) حدیث کے اس مطلب کی تائید سنن ابی داؤد اور دلائل النبوۃ للبیہقی کی ایک روایت سے بھی ہوتی ہے جسمیں ہے ولینزعن من قلوب عدوکم المهابة منکم ولیقذفن فی قلوبکم الوهن (مشکوٰۃ ص ۴۵۹ عن ثوبان رضؓ) یعنی اخیر زمانے میں تمہارے دشمنوں ... دلوں میں سے تمہاری ہیبت اور رعب نکل جائیگا اور دنیا کی محبت و عظمت اور موت کی نفرت تمہارے دلوں میں پیدا ہو جائے گی[۲] وکذا رواہ ابن ابی الدنیا فی کتاب الامر بالمعروف والنہی عن المنکر مفصلا من حدیث الفضیل کما فی الفیض القدیر ص ۲۰۵ والسراج المنیر جلد ۱ ص ۳۹۱)۔

marfat.com

انکی تعلیم کو سچی تعلیم سمجھتے ہو تو پھر کیا وجہ ہے کہ جس چیز کو وہ سببِ مرض بتا رہے ہیں، جن چیزوں کو وہ بیماری کی جڑ فرما رہے ہیں وہی چیزیں تمہارے نزدیک سببِ شفاء وصحت قرار دی جا رہی ہیں، نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "کوئی شخص اسوقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ اسکی خواہش اُس دین کے تابع نہ ہو جائے جس کو میں لے کر آیا ہوں"۔ لیکن تمہاری رائے ہے کہ مذہب کی آڑ کو بیچ سے ہٹا دیا جائے تاکہ ہم بھی دیگر اقوام کی طرح ترقی کر سکیں۔ اللہ جل جلالہٗ کا ارشاد ہے۔ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ۔ ترجمہ :- جو شخص آخرت کی کھیتی کا طالب ہو ہم اُسکی کھیتی میں ترقی دینگے اور جو دُنیا کی کھیتی کا طالب ہو ہم اسکو کچھ دُنیا دیدینگے اور آخرت میں اُسکا کچھ حصہ نہیں۔ (بیان القرآن)

حدیث میں آیا ہے کہ جو مسلمان آخرت کو اپنا نصب العین بنا لیتا ہے اللہ جل شانہٗ اُسکے دل کو غنی فرما دیتے ہیں اور دُنیا ذلیل ہو کر اُسکے پاس آتی ہے۔ اور جو شخص دُنیا کو اپنا نصب العین قرار دیتا ہے پریشانیوں میں مبتلا ہوتا ہے اور دُنیا میں سے جتنا حصہ مقدر ہو چکا ہے اس سے زیادہ ملتا ہی نہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس آیتِ پاک کو تلاوت فرما کر ارشاد فرمایا کہ اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے کہ اے ابنِ آدم تُو میری عبادت کے لئے فارغ ہو جا میں تیرے سینہ کو تفکرات سے خالی کر دوں گا اور تیرے فقر کو ہٹا دوں گا ورنہ تیرے دل میں (سینکڑوں طرح کے) مشاغل بھر دوں گا اور تیرا فقر بند نہیں کروں گا"۔ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا ارشاد ہے اور تمہاری رائے ہے کہ مسلمان ترقی میں اسلئے پیچھے ہٹے ہوئے ہیں کہ جو راستہ ترقی کیلئے اختیار کیا جاتا ہے یہ مُلّا نے اسمیں رُکاوٹیں پیدا کر دیتے ہیں۔ آپ ہی ذرا انصاف کی نظر سے ملاحظہ فرمائیں کہ اگر یہ مُلّا نے ایسے ہی لالچی ہیں تو آپ حضرات کی ترقیات انکے لئے مُسرّت کا سبب ہوں گی۔ کیونکہ جب انکی روزی آپکے زعم میں آپ کے ذریعہ سے ہے تو جسقدر وسعت اور فتوحات آپ پر ہوں گی وہ انکے لئے بھی سببِ وسعت اور فتوحات ہوں گی مگر یہ خود غرض پھر بھی آپ کی مخالفت کرتے ہیں تو کوئی تو مجبوری انکو درپیش ہے جسکی وجہ سے یہ اپنے نفع کو بھی کھو رہے ہیں اور آپ جیسے محسن ومربیوں سے بگاڑ کر گویا اپنی دُنیا خراب کر رہے ہیں۔ میرے دوستو! ذرا غور تو کرو،

marfat.com

اگر یہ مُلّا نے کوئی ایسی بات کہیں جو قرآنِ پاک میں بھی صاف طور سے موجود ہو تو پھر تو انکی ضِد سے منھ پھیرنا نہ صرف عقل ہی سے دُور ہے بلکہ شانِ اسلام سے بھی دور ہے، یہ مُلّا نے خواہ کتنے ہی نا اہل ہوں مگر جبکہ صریح ارشادِ باری عزّاسمہٗ اور ارشادِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ تک پہنچا رہے ہوں تو آپ پر ان ارشادات کی تعمیل فرض ہے اور حکم عدولی کی صورت میں جواب دہی لازمی ہے۔ کوئی بیوقوف سے بیوقوف بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ سرکاری قانون کی اسلئے پرواہ نہیں کہ اعلان کرنیوالا بھنگی تھا۔

آپ حضرات یہ نہ فرمائیں کہ یہ مولوی جو دینی کاموں کیلئے مخصوص ہونے کا دعوےٰ کرتے ہیں ہمیشہ دُنیا سے سوال کرتے ہیں۔ اسلئے کہ میرا جہاں تک خیال ہے حقیقی مولوی اپنی ذات کے لئے شاید ہی کبھی سوال کریں بلکہ جسقدر بھی وہ اللہ کی عبادت میں منہمک ہیں اسی قدر استغناء سے ہدیہ بھی قبول فرماتے ہیں۔ البتہ کسی دینی کام کے لئے سوال کرنے میں انشاء اللہ وہ اِس سے زیادہ ماجور ہیں جتنا اپنے لئے سوال نہ کرنے میں۔

ایک عام اشکال یہ کیا جاتا ہے کہ دینِ محمدیؐ علیہ الصلوٰۃ والسّلام میں رہبانیت کی تعلیم نہیں اسمیں دین و دُنیا دونوں کو ساتھ رکھا گیا ہے۔ ارشادِ باری عزّاسمہٗ ہے:۔
رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ اور اس آیت شریفہ پر بہت زور دیا جاتا ہے۔ گویا تمام قرآنِ پاک میں عمل کے لئے یہی ایک آیت نازل ہوئی ہے۔ لیکن اوّل تو آیتِ شریفہ کی تفسیر رَاسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ سے معلوم کرنے کی ضرورت تھی اور اسی وجہ سے علماء کا ارشاد ہے کہ صرف لفظی ترجمہ دیکھ کر اپنے کو عالمِ قرآن سمجھ لینا جہالت ہے۔ صحابۂ کرام رضؓ اور علماء تابعینؒ سے جو آیتِ شریفہ کی تفسیریں منقول ہیں وہ حسب ذیل ہیں:۔

حضرت قتادہ رضؓ سے مروی ہے کہ دُنیا کی بھلائی سے مُراد عافیت اور بقدرِ کفایت روزی ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے منقول ہے کہ اِس سے صالح بیوی مراد ہے۔ حضرت حسن بصریؒ سے مروی ہے کہ اس سے مراد علم اور عبادت ہے۔ سُدّی رحؒ سے منقول ہے کہ پاک مال مراد ہے۔ حضرت ابنِ عمر رضؓ سے مروی ہے کہ نیک اولاد اور خلقت کی تعریف مراد ہے۔ جعفر رضؓ سے منقول ہے کہ صحت اور روزی کا کافی ہونا اور اللہ پاک کے کلام کا سمجھنا دشمنوں پر فتح اور صالحین کی صحبت مراد ہے، دوسرے یہ کہ اگر ہر قسم کی دنیا کی ترقی مراد ہو[1]

[1] الفاظ چونکہ عام ہیں اور قاعدہ ہے کہ الفاظ عام ہونگے تو مراد عام ہی ہوگی موقع محل وغیرہ کی کسی (باقی آگے)

marfat.com

جیسا کہ میرا دل بھی چاہتا ہے۔ تب بھی اسمیں اللہ تعالیٰ سے دعا کا ذکر ہے نہ کہ اسکی تحصیل میں انہماک اور مشغولی کا، اور اللہ تعالیٰ سے مانگنا خواہ ٹوٹے ہوئے جوتے کی اصلاح ہی کیوں نہ ہو یہ خود دین ہے۔ تیسرے یہ کہ دُنیا کے حاصل کرنے کو اسکے کمانے کو کون منع کرتا ہے۔ یقیناً حاصل کیجئے اور بہت شوق سے حاصل کیجئے۔ ہم لوگوں کی ہرگز یہ غرض نہیں ہے کہ خدانخواستہ آپ دُنیا جیسی مُغتنم و مقصود چیز کو چھوڑ دیں۔

مقصد یہ ہے کہ جتنی کوشش دُنیا کے لئے کریں اس سے زیادہ نہیں تو کم از کم اسکے برابر تو دین کے لئے کریں۔ اسلئے کہ خود آپکے قول کے موافق دین اور دُنیا دونوں کی تعلیم دی گئی ہے۔ ورنہ میں پوچھتا ہوں کہ جس قرآن پاک میں یہ آیت ارشاد فرمائی ہے اسی کلامِ پاک کی وہ آیت بھی تو ہے جو اُوپر گزر چکی مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ (پ۲۵) اور اسی کلامِ پاک میں یہ بھی ہے مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ يَصْلٰهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا (پ۱۵ ع ۲) اِسی کلامِ پاک میں ہے ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ (سورۂ آلِ عمران رکوع ۲) اِسی کلامِ پاک میں ہے مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ (پ۴ آل عمران) اِسی کلامِ پاک میں ہے قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى (پ۵) اِسی کلامِ پاک میں ہے وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ (سورۂ انعام) اِسی کلامِ پاک میں ہے وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا (سورۂ انعام) اِسی کلامِ پاک میں ہے تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ (پ۱۰) اِسی کلامِ پاک میں ہے اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ (پ۱۰) اِسی کلامِ پاک میں ہے مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (پ۱۲) اِسی کلامِ پاک میں ہے وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي

(صفحہ گذشتہ کا بقیہ) خصوصیت کا اعتبار نہ ہوگا تاوقتیکہ کوئی تقاضہ خصوصیت کا موجود نہ ہو۔ لہذا یہ تمام چیزیں دنیا کے بھلائی میں شامل قرار دی جائیں گی

marfat.com

الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ (پ۱۰)، اِسی کلام پاک میں ہے فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ (پ۱۴)۔

اِنکے علاوہ بہت سی آیات ہیں جنمیں دُنیا وآخرت کا تقابل کیا گیا ہے۔ اسوقت نہ احصار مقصود نہ ضرورت، نمونہ کے طور پر چند آیات اختصاراً لکھدی ہیں اور اختصار ہی کی وجہ سے ترجمہ کے بجائے پارہ کا حوالہ لکھدیا ہے۔ کسی مترجم قرآن شریف سے ترجمہ دیکھ لیجئے مقصود سب کا یہ ہے کہ آخرت کے مقابلہ میں جو لوگ دنیا کو ترجیح دیتے ہیں وہ نہایت خُسرَان میں ہیں۔ اگر دونوں کو آپ نہیں سنبھال سکتے تو پھر صرف آخرت ہی قابلِ ترجیح ہے۔ مجھے انکار نہیں کہ دُنیا کی زندگی میں آدمی ضروریاتِ دنیویہ کا سخت محتاج ہے مگر اسوجہ سے کہ آدمی کو بیت الخلا جانا لابد[۵۱] ہے اور اسکے بغیر چارہ نہیں، اسلئے دن بھر وہیں بیٹھا رہے اسکو کوئی بھی عقلِ سلیم گوارا[۵۲] نہ کریگی۔

حکمتِ الٰہی پر ایک نگاہِ عمیق ڈالیں تو آپ کو معلوم ہوجائیگا کہ شریعتِ مطہرہ میں ایک ایک چیز کا اِنضباط ہے۔ اللہ جل جلالہٗ وعم نوالہٗ نے ایک ایک چیز کو واضح فرمادیا، نمازوں کے اوقات کی تقسیم نے صاف طور سے اس جانب اشارہ کردیا کہ روز وشب کے چوبیس[۲۴] گھنٹوں میں نصف بندہ کا حق ہے چاہے وہ اسکو اپنی راحت میں خرچ کرے یا طلب معیشت میں، اور نصف اللہ تعالیٰ کا حق ہے، اور آپکی تجویز کے موافق دین ودنیا کے ساتھ ساتھ رکھنے کا مقتضی بھی یہی ہونا چاہیئے کہ روز وشب میں سے آدھا وقت دین کے لئے خرچ ہونا چاہیئے اور آدھا دُنیا کے لئے۔ ورنہ اگر دُنیاوی مشاغل خواہ فکرِ معاش کے ہوں یا راحتِ بدن کے نصف سے بڑھ گئے تو یقیناً آپنے دُنیا کو راجح بنالیا پس آپ کی تجویز کے موافق بھی مقتضائے عدل یہی ہے کہ شب وروز کے ۲۴ گھنٹوں میں سے ۱۲ گھنٹے دین کیلئے خرچ کئے جاویں تاکہ دونوں کا حق ادا ہوجائے اور اسوقت یقیناً یہ کہنا بجا ہوگا کہ دُنیا وآخرت دونوں کی حسنات کی تحصیل کا حکم کیا گیا ہے اور اسلام نے رہبانیت نہیں سکھائی۔ یہ مضمون اس جگہ مقصود نہ تھا بلکہ اشکال کے جواب میں

---

[۵۱] ان تمام آیات میں آخرت کے مقابلہ میں دنیا کے بے حیثیت ہونے اور آخرت کے مقابلہ میں دُنیا کو اہم سمجھنے کی مذمت بیان کی گئی ہے [۵۲] یعنی ضروری ہے [۵۳] مقصد یہ ہے کہ جسطرح پاخانے میں جانا ایک ضروری کام ہے لیکن صرف بقدر ضرورت ہی اسمیں وقت لگایا جاتا ہے اور اسکو اصل مقصد کا درجہ نہیں دیا جاتا اسی طرح دنیوی کاروبار کی اہمیت سے انکار نہیں لیکن رات دن اسمیں لگے رہنا اور اسی کو زندگی کا مقصد سمجھ لینا غلط ہے۔

marfat.com

یا نہیں، بعض علماء کے نزدیک ہر مرتبہ درود شریف کا پڑھنا واجب ہے اور دوسرے بعض کے نزدیک مستحب۔

تیسرے وہ شخص کہ جسکے بوڑھے والدین میں سے دونوں یا ایک موجود ہوں اور وہ اُن کی اسقدر خدمت نہ کرے کہ جس کی وجہ سے جنّت کا مستحق ہوجائے۔ والدین کے حقوق کی بھی بہت سی احادیث میں تاکید آئی ہے۔ علماء نے انکے حقوق میں لکھا ہے کہ مباح امور میں انکی اطاعت ضروری ہے۔ نیز یہ بھی لکھا ہے کہ ان کی بے ادبی نکرے، تکبر سے پیش نہ آئے اگرچہ وہ مشرک ہوں، اپنی آواز کو انکی آواز سے اونچی نہ کرے، انکا نام لیکر نہ پکارے، کسی کام میں ان سے پیش قدمی نہ کرے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں نرمی کرے اگر قبول نہ کریں تو سلوک کرتا رہے اور ہدایت کی دُعا کرتا رہے، غرض ہر بات میں انکا بہت احترام ملحوظ رکھے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ جنت کے دروازوں میں سے بہترین دروازہ باپ ہے، تیرا جی چاہے اسکی حفاظت کر یا اسکو ضائع کر دے[1]، ایک صحابیؓ نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ والدین کا کیا حق ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ وہ تیری جنّت ہیں یا جہنم[2]۔ یعنی اُنکی رضا جنّت ہے اور ناراضگی جہنم ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ مطیع بیٹے کی محبت اور شفقت سے ایک نگاہ والد کی طرف ایک مقبول حج کا ثواب رکھتی[3] ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ شرک کے سوا تمام گناہوں کو جسقدر دل چاہے اللہ معاف فرمادیتے ہیں مگر والدین کی نافرمانی کا مرنے سے قبل دنیا میں بھی وبال پہنچاتے ہیں[4]۔ ایک صحابیؓ نے عرض کیا کہ میں جہاد میں جانیکا ارادہ کرتا ہوں حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ تیری ماں بھی زندہ ہے۔ اُنھوں نے عرض کیا کہ ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اُن کی خدمت کر کہ اُنکے قدموں کے نیچے تیرے لئے جنّت[5] ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ کی رضا باپ کی رضا میں ہے اور اللہ کی ناراضگی باپ کی ناراضگی میں[6] ہے اور بھی بہت سی روایات میں اسکا اہتمام اور فضل وارد ہوا ہے۔ جو لوگ کسی غفلت سے اسمیں کوتاہی کر چکے ہیں اور اب اُنکے والدین موجود نہیں شریعتِ مطہرہ میں اسکی تلافی بھی موجود ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جسکے والدین اس حالت میں مرگئے

---

[1] رواہ الترمذی وابن ماجۃ عن ابی الدرداءؓ کما فی المشکوٰۃ صـ۴۲۱ [2] ابن ماجہ عن ابی امامۃؓ (مشکوٰۃ صـ۴۲۱)
[3] بیہقی فی شعب الایمان عن ابن عباسؓ (مشکوٰۃ صـ۴۲۱) [4] بیہقی فی الشعب عن ابی بکرۃؓ [5] رواہ احمد والنسائی والبیہقی فی شعب الایمان عن معاویۃ بن جاھمۃ [6] ترمذی والحاکم عن ابن عمرو البزار عن ابن عمرؓ

marfat.com

ہوں کہ وہ اُنکی نافرمانی کرتا ہو تو اُن کے لئے کثرت سے دُعا اور استغفار کرنے سے مطیع شمار ہوجاتا ہے[۱]۔ ایک دوسری حدیث میں وارد ہے کہ بہترین بھلائی باپ کے بعد اسکے ملنے والوں سے حُسن سلوک ہے[۲]۔

۴ عن عبادۃ بن الصامت رض ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال یوما وحضرنا رمضان اتاکم رمضان شہر برکۃ یغشاکم اللہ فیہ فینزل الرحمۃ ویحط الخطایا ویستجیب فیہ الدعاء ینظر اللہ تعالیٰ الی تنافسکم فیہ ویباھی بکم ملئکتہ فأروا اللہ من انفسکم خیرا فان الشقی من حرم فیہ رحمۃ اللہ عزوجل۔ (رواہ الطبرانی ورواتہ ثقات الا ان محمد بن[۳] قیس لا یحضرنی فیہ جرح ولا تعدیل کذا فی الترغیب)

۴ حضرت عبادہؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک کے قریب ارشاد فرمایا کہ رمضان کا مہینہ آگیا ہے جو بڑی برکت والا ہے حق تعالیٰ شانہٗ اسمیں تمہاری طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اپنی رحمتِ خاصہ نازل فرماتے ہیں، خطاؤں کو معاف فرماتے ہیں، دعاؤں کو قبول کرتے ہیں تمہارے تنافس کو دیکھتے ہیں اور ملائکہ سے فخر کرتے ہیں۔ پس اللہ کو اپنی نیکی دکھلاؤ، بدنصیب ہے وہ شخص جو اس مہینہ میں بھی اللہ کی رحمت سے محروم رہ جاوے۔

ف :- تنافس اسکو کہتے ہیں کہ دوسرے کی حرص میں کام کیا جائے اور مقابلہ پر دوسرے سے بڑھ چڑھ کر کام کیا جاوے تفاخر اور تقابل والے آویں اور یہاں اپنے اپنے جوہر دکھلاویں۔ فخر کی بات نہیں تحدیث بالنعمۃ کے طور پر لکھتا ہوں اپنی نااہلیت سے خود اگرچہ کچھ نہیں کرسکتا مگر اپنے گھرانہ کی عورتوں کو دیکھ کر خوش ہوتا ہوں کہ اکثروں کو اسکا اہتمام رہتا ہے کہ دوسری سے تلاوت میں بڑھ جاوے خانگی کاروبار کے ساتھ پندرہ[۱۵] بیس[۲۰] پارے روزانہ بے تکلف پورے کرلیتی ہیں۔ حق تعالیٰ شانہٗ اپنی رحمت سے قبول فرماویں اور زیادتی کی توفیق عطا فرماویں۔

۵ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

۵ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ رمضان المبارک کی ہر شب و روز میں اللہ

---

[۱] بیہقی فی شعب الایمان عن انس رض (مشکوٰۃ ص۴۲۰)، [۲] مسلم عن ابن عمر کما فی المشکوٰۃ ص۴۱۹، [۳] ترغیب کے بعض نسخوں میں یہی ہے مگر صحیح نسخوں میں محمد بن ابی قیس ہے۔ جیسا کہ انتخاب الترغیب جلد ۲ حدیث نمبر ۴۳۷ میں ہے

marfat.com

اِنَّ لِلّٰہِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی عُتَقَاءَ فِیْ كُلِّ یَوْمٍ وَلَیْلَةٍ یَعْنِیْ فِیْ رَمَضَانَ وَاِنَّ لِكُلِّ مُسْلِمٍ فِیْ كُلِّ یَوْمٍ وَلَیْلَةٍ دَعْوَةً مُسْتَجَابَةً (رواہ البزار کذا فی الترغیب)

کے یہاں سے (جہنم کے) قیدی چھوڑے جاتے ہیں اور ہر مسلمان کیلئے ہر شب و روز میں ایک دُعا ضرور قبول ہوتی ہے۔

ف:- بہت سی روایات میں روزے دار کی دُعا کا قبول ہونا وارد ہوا ہے۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ افطار کے وقت دُعا قبول ہوتی ہے مگر ہم لوگ اسوقت کھانے پر اسطرح گرتے ہیں کہ دُعا مانگنے کی تو کہاں فرصت خود افطار کی دُعا بھی یاد نہیں رہتی۔ افطار کی مشہور دعا یہ ہے اَللّٰھُمَّ لَكَ صُمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَعَلَیْكَ تَوَكَّلْتُ وَعَلٰی رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ۔ ترجمہ:- اے اللہ تیرے ہی لئے روزہ رکھا اور تجھی پر ایمان لایا ہوں اور تجھی پر بھروسہ ہے تیرے ہی رزق سے افطار کرتا ہوں۔

حدیث کی کتابوں میں یہ دعا مختصر[1] ملتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضؓ افطار کے وقت یہ دُعا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ بِرَحْمَتِكَ الَّتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ اَنْ تَغْفِرَ لِیْ۔ ترجمہ:- اے اللہ تیری اُس رحمت کے صدقے جو ہر چیز کو شامل ہے یہ مانگتا ہوں کہ تو میری مغفرت فرمادے۔ بعض کتب میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دُعا منقول ہے یَا وَاسِعَ الْفَضْلِ اِغْفِرْلِیْ ترجمہ:- اے وسیع عطا والے میری مغفرت فرما۔ اور بھی متعدد دُعائیں روایات میں وارد ہوئی ہیں مگر کسی دعا کی تخصیص نہیں اجابت دعا کا وقت ہے اپنی اپنی ضرورت کیلئے دُعا فرماویں۔ یاد آجاوے تو اس سیاہ کار کو بھی شامل فرمالیں کہ سائل ہوں اور سائل کا حق ہوتا ہے ؎

چشمۂ فیض سے گر ایک اشارا ہو جائے لُطف ہو آپ کا اور کام ہمارا ہو جائے

---

[1] علامہ عینیؒ نے شرح بخاری میں یہ حدیث ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اسکی سند میں ابان بن عیاش ہے جو کہ ضعیف ہے۔ لیکن حدیث کی تائید اس سے ہو جاتی ہے کہ مسند احمد میں یہی مضمون حضرت ابو ہریرہؓ یا حضرت ابو سعیدؓ سے اور سمویہ نے حضرت جابرؓ سے نقل کیا ہے۔ جامع صغیر میں ان روایات پر صحیح ہونے کا اشارہ کیا ہے [2] کتاب "رمضان کیا ہے؟" کے حاشیہ میں اس دعا کے متعلق مفصل تحقیق کی گئی ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ ابو داؤدؒ نے مرسلا حضرت معاذ بن زہرۃ سے یہ دعا صرف اتنی نقل کی ہے اللھم لك صمت وعلی رزقك افطرت، مزید تفصیل کتاب مذکور میں دیکھنی چاہیئے [3] رواہ الحاکم وابن ماجۃ وابن السنی عن ابن عمر۔ ("رمضان کیا ہے؟" ص ۱۰۱)۔

marfat.com

❻ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَةٌ لَا تُرَدُّ دَعْوَتُهُمُ الصَّائِمُ حَتّٰی یُفْطِرَ وَالْاِمَامُ الْعَادِلُ وَدَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ یَرْفَعُهَا اللّٰهُ فَوْقَ الْغَمَامِ وَیُفْتَحُ لَهَا اَبْوَابُ السَّمَاءِ وَیَقُوْلُ الرَّبُّ وَعِزَّتِیْ لَاَنْصُرَنَّكَ وَلَوْ بَعْدَ حِیْنٍ۔ رواہ احمد فی حدیث والترمذی وحسنہ وابن خزیمۃ وابن حبان فی صحیحیہما کذا فی الترغیب)

❻ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ تین آدمیوں کی دُعا رد نہیں ہوتی ایک روزہ دار کی افطار کے وقت، دوسرے عادل بادشاہ کی دُعا، تیسرے مظلوم کی جسکو حق تعالیٰ شانہٗ بادلوں سے اوپر اُٹھا لیتے ہیں اور آسمان کے دروازے اسکے لئے کھولدئے جاتے ہیں اور ارشاد ہوتا ہے کہ میں تیری ضرور مدد کروں گا گو (کسی مصلحت سے) کچھ دیر ہوجائے۔

ف :- دُرِ منثور میں حضرت عائشہؓ سے نقل کیا ہے۔ جب رمضان آتا تھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ بدل جاتا تھا اور نماز میں اضافہ ہوجاتا تھا اور دُعا میں بہت عاجزی فرماتے تھے اور خوف غالب ہوجاتا تھا۔ دوسری روایت میں فرماتی ہیں کہ رمضان کے ختم تک بستر پر تشریف نہیں لاتے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ رمضان میں عرش کے اُٹھانے والے فرشتوں کو حکم فرمادیتے ہیں کہ اپنی اپنی عبادت چھوڑ دو اور روزہ داروں کی دُعا پر آمین کہا کرو۔ بہت سی روایات سے رمضان کی دُعا کا خصوصیت سے قبول ہونا معلوم ہوتا ہے۔ اور یہ بے تردد بات ہے کہ جب اللہ کا وعدہ ہے اور سچے رسول کا نقل کیا ہوا ہے تو اُسکے پورا ہونے میں کچھ تردد نہیں۔ لیکن اسکے بعد بھی بعض لوگ کسی غرض کیلئے دعا کرتے ہیں مگر وہ کام نہیں ہوتا۔ تو اس سے یہ نہیں سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ دُعا قبول نہیں ہوئی بلکہ دُعا کے قبول ہونے کے معنی سمجھ لینا چاہیئے۔

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب مسلمان دعا کرتا ہے بشرطیکہ قطع رحمی یا کسی گناہ کی دُعا نہ کرے تو حق تعالیٰ شانہٗ کے یہاں سے تین چیزوں میں سے ایک چیز ضرور ملتی ہے یا خود وہی چیز ملتی ہے جسکی دعا کی یا اسکے بدلے میں کوئی بُرائی مصیبت اُس سے ہٹادی جاتی ہے یا آخرت میں اسی قدر ثواب اسکے حصہ میں لگادیا جاتا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے دن حق تعالیٰ شانہٗ بندہ کو بلا کر ارشاد فرمائینگے کہ اے میرے بندے میں نے تجھے دُعا کرنیکا حکم دیا تھا اور اسکے قبول کرنیکا وعدہ کیا تھا

marfat.com

تونے مجھ سے دُعا مانگی تھی۔ اسپر ارشاد ہوگا کہ تونے کوئی دعا ایسی نہیں کی جسکو میں نے قبول نہ کیا ہو، تونے فلاں دُعا مانگی تھی کہ فلاں تکلیف ہٹادی جائے میں نے اسکو دنیا میں پورا کردیا تھا اور فلاں غم کے دفع ہونے کیلئے دعا کی تھی مگر اسکا اثر کچھ تجھے معلوم نہیں ہوا۔ میں نے اسکے بدلے میں فلاں اجر وثواب تیرے لئے متعین کیا۔ حضورؐ ارشاد فرماتے ہیں کہ اسکو ہر ہر دُعا یاد کرائی جاوے گی اور اسکا دُنیا میں پورا ہونا یا آخرت میں اسکا عوض بتلایا جاوے گا اس اجر وثواب کی کثرت کو دیکھ کر وہ بندہ اسکی تمنا کریگا کہ کاش دنیا میں اسکی کوئی بھی دعا پوری نہ ہوئی ہوتی کہ یہاں اسکا اسقدر اجر ملتا۔ غرض دُعا نہایت ہی اہم چیز ہے۔ اسکی طرف سے غفلت بڑے سخت نقصان اور خسارہ کی بات ہے اور ظاہر میں اگر قبول کے آثار نہ دیکھیں تو بددل نہ ہونا چاہیئے۔

اس رسالہ کے ختم پر جو لمبی حدیث آرہی ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسمیں بھی حق تعالیٰ شانہٗ بندہ ہی کے مصالح پر نظر فرماتے ہیں۔ اگر اسکے لئے اس چیز کا عطا فرمانا مصلحت ہوتا ہے تو مرحمت فرماتے ہیں ورنہ نہیں۔ یہ بھی اللہ کا بڑا احسان ہے کہ ہم لوگ بسا اوقات اپنی نافہمی سے ایسی چیز مانگتے ہیں جو ہمارے مناسب نہیں ہوتی۔ اسکے ساتھ دوسری ضروری اور اہم بات قابلِ لحاظ یہ ہے کہ بہت سے مرد اور عورتیں تو خاص طور سے اس مرض میں مبتلا ہیں کہ بسا اوقات غصے اور رنج میں اولاد وغیرہ کو بددعا دیتے ہیں۔ یاد رکھیں کہ اللہ جلّ شانہٗ کے عالی دربار میں بعض اوقات ایسے خاص قبولیت کے ہوتے ہیں کہ جو مانگو مل جاتا ہے۔ یہ احمق غصہ میں اوّل تو اولاد کو کوستی ہیں اور جب وہ مرجاتی ہے یا کسی مصیبت میں مبتلا ہوجاتی ہے تو پھر روتی پھرتی ہیں اور اسکا خیال بھی نہیں آتا کہ یہ مصیبت خود ہی اپنی بددعا سے مانگی ہے۔

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اپنی جانوں اور اولاد کو نیز مال اور خادموں کو بددُعا نہ دیا کرو، مبادا اللہ کے کسی ایسے خاص وقت میں واقع ہوجائے جو قبولیت کا ہے بالخصوص رمضان المبارک کا تمام مہینہ تو بہت ہی خاص وقت ہے اسمیں اہتمام سے بچنے کی کوشش اَشد ضروری ہے۔

حضرت عمرؓ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ رمضان المبارک میں اللہ کو یاد کرنے والا بخشا بخشایا ہے اور اللہ سے مانگنے والا نامراد نہیں[1] رہتا۔

---

[1] رواہ الطبرانی فی الاوسط والبیہقی والاصبہانی عن عمر بن الخطاب رض کما فی الترغیب۔

marfat.com

حضرت ابن مسعود رضؓ کی ایک روایت سے ترغیب میں نقل کیا ہے کہ رمضان کی ہر رات میں ایک منادی پکارتا ہے کہ اے خیر کے تلاش کرنے والے متوجہ ہو اور آگے بڑھ، اور اے برائی کے طلبگار بس کر اور آنکھیں کھول، اسکے بعد وہ فرشتہ کہتا ہے کوئی مغفرت کا چاہنے والا ہے کہ اسکی مغفرت کی جائے کوئی توبہ کرنے والا ہے کہ اسکی توبہ قبول کیجائے، کوئی مانگنے والا ہے کہ اسکا سوال پورا کیا جائے[1]۔ اس سب کے بعد یہ امر بھی نہایت ضروری اور قابلِ لحاظ ہے کہ دُعا کے قبول ہونے کے لئے کچھ شرائط بھی وارد ہوئی ہیں کہ انکے فوت ہونے سے بسا اوقات دعا رد کر دی جاتی ہے۔ منجملہ ان کے حرام غذا ہے کہ اسکی وجہ سے بھی دُعا رد ہو جاتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بہت سے پریشان حال آسمان کی طرف ہاتھ کھینچکر دعا مانگتے ہیں اور یارب یارب کرتے ہیں مگر کھانا حرام، پینا حرام، لباس حرام۔ ایسی حالت میں کہاں دُعا قبول ہو سکتی ہے۔

مؤرخین نے لکھا ہے کہ کوفہ میں مستجاب الدعا لوگوں کی ایک جماعت تھی جب کوئی حاکم ان پر مسلط ہوتا اُسکے لئے بد دُعا کرتے وہ ہلاک ہو جاتا۔ حجاج ظالم کا جب وہاں تسلط ہوا تو اس نے ایک دعوت کی جسمیں ان حضرات کو خاص طور سے شریک کیا اور جب کھانے سے فارغ ہو چکے تو اس نے کہا کہ میں ان لوگوں کی بد دُعا سے محفوظ ہو گیا کہ حرام کی روزی انکے پیٹ میں داخل ہو گئی[2]۔ اسکے ساتھ ہمارے زمانہ کی حلال روزی پر بھی ایک نگاہ ڈالی جائے جہاں ہر وقت سود تک کے جواز کی کوششیں جاری ہوں، ملازمین رشوت کو اور تاجر دھوکہ دینے کو بہتر سمجھتے ہوں۔

۵ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ وَ

۵ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ خود حق تعالیٰ شانہٗ اور اسکے فرشتے سحری

---

[1] رواہ البیہقی وہو حدیث لاباس بہ فی المتابعات وفی اسنادہ ناشب بن عمرو الشیبانی وُثّق وتکلم فیہ الدارقطنی۔ ترغیب ۲ ص ۱۰۴

[2] وہ لوگ جن کی دعا قبول ہوتی ہے یہاں یہ بات اور سمجھ لینی چاہیئے کہ تحقیق حال بہت ضروری ہے بتحقیق کرنے کے بعد گنہگار تو نہیں ہوگا البتہ حرام کھانا کھانے والے پر اپنا اثر ضرور ڈالتا ہے خواہ لاعلمی ہی میں کیوں نہ کھایا ہو جیسے کوئی آدمی لاعلمی میں زہر کھالے تو اس کا اثر ضرور مرتب ہوتا ہے نہ جاننے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

marfat.com

مَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی الْمُتَسَحِّرِیْنَ۔ (رواہ الطبرانی فی الاوسط وابن حبان فی صحیحہ کذا فی الترغیب)

کھانے والوں پر رحمت نازل فرماتے ہیں۔

ف: کس قدر اللہ جل جلالہٗ کا انعام واحسان ہے کہ روزہ کی برکت سے اس سے پہلے کھانیکو جسکو سحری کہتے ہیں اُمت کیلئے ثواب کی چیز بنادیا اور اس میں بھی مسلمانوں کو اجر دیا جاتا ہے۔ بہت سی احادیث میں سحر کھانے کی فضیلت اور اجر کا ذکر ہے، علامہ عینیؒ نے[1] سترہ صحابہؓ سے اسکی فضیلت کی احادیث نقل کی ہیں اور اسکے مستحب ہونے پر اجماع نقل کیا ہے۔ بہت سے لوگ کاہلی کی وجہ سے اس فضیلت سے محروم رہ جاتے ہیں اور بعض لوگ تراویح پڑھکر کھانا کھا کر سوجاتے ہیں اور وہ اسکے ثواب سے محروم رہتے ہیں۔ اسلئے کہ لُغت میں سحر اس کھانے کو کہتے ہیں جو صبح کے قریب کھایا جائے جیساکہ قاموس نے لکھا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ آدھی رات سے اسکا وقت شروع ہوجاتا ہے۔ صاحبِ کشافؒ نے اخیر کے چھٹے حصہ کو بتلایا ہے یعنی تمام رات کو چھ حصوں پر تقسیم کرکے اخیر کا حصہ مثلاً اگر غروب آفتاب سے طلوع صبح صادق تک بارہ گھنٹے ہوں تو اخیر کے دو گھنٹے سحر کا وقت ہے اور ان میں بھی تاخیر اولیٰ ہے۔ بشرطیکہ اتنی تاخیر نہ ہو کہ روزہ میں شک ہونے لگے۔ سحر کی فضیلت بہت سی احادیث میں آئی ہے۔

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہمارے اور اہلِ کتاب (یہود و نصاریٰ) کے روزہ میں سحری کھانے سے فرق ہوتا ہے[2]۔ کہ وہ سحری نہیں کھاتے۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ سحری کھایا کرو کہ اسمیں برکت ہے[3]۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ تین[4] چیزوں میں برکت ہے، جماعت میں اور ثرید میں اور سحری کھانے میں۔ اس حدیث میں جماعت سے عام مراد ہے نماز کی جماعت اور ہر وہ کام جسکو مسلمانوں کی جماعت ملکر کرے کہ اللہ کی مدد اسکے ساتھ فرمائی گئی ہے۔ اور ثرید گوشت میں پکی ہوئی روٹی کہلاتی ہے جو نہایت لذیذ کھانا ہے۔ تیسرے[5] سحری، نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی صحابیؓ کو اپنے ساتھ سحر کھلانے کیلئے بلاتے تو ارشاد فرماتے کہ آؤ برکت کا کھانا کھالو[6]۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ سحری کھاکر روزہ پر قوت حاصل کرو اور دوپہر کو سوکر اخیر شب کے اُٹھنے پر مدد چاہا کرو[7]۔

---

[1] مرقاۃ ۳ (ز) [2] رواہ مسلم وابوداؤد والنسائی والترمذی وابن خزیمۃ عن عمروؓ [3] رواہ البخاری ومسلم عن انسؓ۔ [4] طبرانی فی الکبیر عن سلمانؓ [5] رواہ ابوداؤد والنسائی وابن خزیمۃ وابن حبان فی صحیحیہما عن العرباض بن ساریۃؓ۔ [6] رواہ ابن ماجۃ وابن خزیمۃ والبیہقی عن ابن عباسؓ۔ یہ سب روایات الترغیب ج۲ ص۱۲۷، ۱۳۸ پر ہیں۔

marfat.com

حضرت عبداللہ بن حارث ایک صحابیؓ سے نقل کرتے ہیں کہ میں حضورؐ کی خدمت میں ایسے وقت حاضر ہوا کہ آپؐ سحری نوش فرما رہے تھے۔ آپنے فرمایا کہ یہ ایک برکت کی چیز ہے جو اللہ نے تم کو عطا فرمائی ہے۔ اسکو مت چھوڑنا۔ حضورؐ نے متعدد روایات میں سحور کی ترغیب فرمائی ہے حتےٰ کہ ارشاد ہے کہ اور کچھ نہ ہو تو ایک چھوارہ ہی کھالے یا ایک گھونٹ پانی ہی پی لے۔ اسلئے روزہ داروں کو اس "ہم خرما وہم ثواب"[1] کا خاص طور سے اہتمام کرنا چاہیئے کہ اپنی راحت اپنا نفع اور مفت کا ثواب۔ مگر اتنا ضروری ہے کہ افراط و تفریط ہر چیز میں مضر ہے اسلئے نہ اتنا کم کھاوے کہ عبادات میں ضعف محسوس ہونے لگے اور نہ اتنا زیادہ کھاوے کہ دن بھر کھٹی ڈکاریں آتی رہیں۔ خود ان احادیث میں بھی اسطرف اشارہ ہے کہ چاہے ایک چھوارہ ہو یا ایک گھونٹ پانی۔ نیز مستقل احادیث میں بھی بہت کھانے کی ممانعت آئی ہے۔ حافظ ابن حجرؒ بخاری کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں کہ سحری کی برکات مختلف وجوہ سے ہیں، اتباعِ سُنت، اہلِ کتاب کی مخالفت کہ وہ سحری نہیں کھاتے، اور ہم لوگ حتی الوسع ان کی مخالفت کے مامور ہیں۔

نیز عبادت پر قوت، عبادت میں دل بستگی کی زیادتی، نیز شدتِ بھوک سے اکثر بدخلقی پیدا ہو جاتی ہے اسکی مدافعت۔ اسوقت کوئی ضرورتمند سائل آجائے تو اسکی اعانت، کوئی پڑوس میں غریب فقیر ہو اسکی مدد، یہ وقت خصوصیت سے قبولیت دعا کا ہے۔ سحری کی بدولت دعا کی توفیق ہو جاتی ہے اُسوقت میں ذکر کی توفیق ہو جاتی ہے، وغیرہ وغیرہ۔

ابن دقیق العیدؒ کہتے ہیں کہ صوفیاء کو سحور کے مسئلہ میں کلام ہے کہ وہ مقصدِ روزہ کے خلاف ہے اسلئے کہ مقصدِ روزہ پیٹ اور شرمگاہ کی شہوت کا توڑنا ہے اور سحری کھانا اس مقصد کے خلاف ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ مقدار میں اتنا کھانا کہ یہ مصلحت بالکلیہ فوت ہو جائے یہ تو بہتر نہیں۔ اسکے علاوہ حسب حیثیت و ضرورت مختلف ہوتا رہتا ہے، بندہ کے ناقص خیال میں اس بارے میں قول فیصل بھی یہی ہے کہ اصل سحور و افطار میں تقلیل ہے مگر حسبِ ضرورت اسمیں تغیر ہو جاتا ہے۔ مثلاً طلباء کی جماعت کہ ان کیلئے تقلیل طعام منافع صوم کے حاصل ہونیکے ساتھ تحصیلِ علم کی مضرت کو شامل ہے، اسلئے انکے لئے بہتر یہ ہے کہ تقلیل[2] نہ کریں کہ علم دین کی اہمیت شریعت میں بہت زیادہ ہے۔

---

[1] یہ ایک ضرب المثل (کہاوت) ہے اُردو میں اس موقع کے لئے کہا کرتے ہیں "آم کے آم گٹھلیوں کے دام"۔
[2] یعنی کھانے پینے کی ضروری مقدار میں کمی نہ کریں۔

marfat.com

اسی طرح ذاکرین کی جماعت علےٰ ہذا دوسری جماعتیں جو تقلیل طعام کی وجہ سے کسی دینی کام میں اہمیت کے ساتھ مشغول نہ ہوسکیں۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ جہاد کو تشریف لیجاتے ہوئے اعلان فرمادیا کہ سفر میں روزہ[1] نیکی نہیں، حالانکہ رمضان المبارک کا روزہ تھا مگر اس جگہ جہاد کا تقابل آپڑا تھا۔ البتہ جس جگہ کسی ایسے دینی کام میں جو روزے سے زیادہ اہم ہو ضعف اور کسل پیدا نہ ہو وہاں تقلیل طعام ہی مناسب ہے۔

شرح اقناع میں علامہ شعرانی رح سے نقل کیا ہے کہ ہم سے اس پر عہد لئے گئے کہ پیٹ بھر کھانا نہ کھائیں۔ بالخصوص رمضان المبارک کی راتوں میں۔ بہتر یہ ہے کہ رمضان کے کھانے میں غیر رمضان سے کچھ تقلیل کرے اسلئے کہ افطار و سحر میں جو شخص پیٹ بھر کر کھائے اسکا روزہ ہی کیا ہے۔ مشائخ نے کہا ہے کہ جو شخص رمضان میں بھوکا رہے آئندہ رمضان تک تمام سال شیطان کے زور سے محفوظ رہتا ہے۔ اور بھی بہت سے مشائخ سے اس باب میں شدت منقول ہے۔

شرح احیاء میں عوارف سے نقل کیا ہے کہ سہل رح بن عبداللہ تستری پندرہ[15] روز میں ایک مرتبہ کھانا تناول فرماتے تھے اور رمضان المبارک میں ایک لقمہ البتہ روزانہ اتباع سنت کی وجہ سے محض پانی سے روزہ افطار فرماتے تھے۔ حضرت جنید رح ہمیشہ روزہ رکھتے، لیکن (اللہ والے) دوستوں میں سے کوئی آتا تو اسکی وجہ سے روزہ افطار فرماتے اور فرمایا کرتے تھے کہ (ایسے) دوستوں کے ساتھ کھانے کی فضیلت کچھ روزہ کی فضیلت سے کم نہیں۔ اور بھی سلف کے ہزاروں واقعات اسکی شہادت دیتے ہیں کہ وہ کھانے کی کمی کے ساتھ نفس کی تادیب کرتے تھے مگر شرط وہی ہے کہ اسکی وجہ سے اور دینی اہم امور[2] میں نقصان نہ ہو۔

۸ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رُبَّ صَائِمٍ لَیْسَ لَهٗ مِنْ صِیَامِهٖ اِلَّا الْجُوْعُ وَرُبَّ قَائِمٍ لَیْسَ لَهٗ مِنْ قِیَامِهٖ اِلَّا السَّهْرُ (رواہ ابن ماجۃ

۸ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ بہت سے روزہ رکھنے والے ایسے ہیں کہ انکو روزہ کے ثمرات میں بجز بھوکا رہنے کے کچھ بھی حاصل نہیں اور بہت سے شب بیدار ایسے ہیں کہ ان کو رات کے جاگنے (کی مشقت) کے سوا کچھ

[1] زبان نبوت کے الفاظ ہیں لیس من البر الصیام فی السفر (رواہ احمد والبخاری ومسلم وابوداؤد والنسائی۔
[2] یعنی روزوں کی کثرت سے اگر دیگر معمولات زندگی میں فرق آتا ہو تو احتیاط ضروری ہوگی۔

marfat.com

والفظ له والنسائی وابن خزیمة بھی نہ ملا۔
فی صحیحه واٰخاکم وقال علی شرط البخاری ذکر لفظها المنذری فی الترغیب بمعناه۔

ف :- علماء کے اِس حدیث کی شرح میں چند اقوال ہیں۔ اوّل یہ کہ اس سے وہ شخص مراد ہے جو دن بھر روزہ رکھ کر مالِ حرام سے افطار کرتا ہے کہ جتنا ثواب روزہ کا ہوا تھا اس سے زیادہ گناہ حرام مال کھانے کا ہو گیا اور دن بھر بھوکا رہنے کے سوا اور کچھ نہ ملا۔

دوسرے یہ کہ وہ شخص مراد ہے جو روزہ رکھتا ہے لیکن غیبت میں بھی مبتلا رہتا ہے جس کا بیان آگے آرہا ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ روزہ کے اندر گناہ وغیرہ سے احتراز نہیں کرتا۔ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات جامع ہوتے ہیں یہ سب صورتیں اس میں داخل ہیں اور انکے علاوہ بھی اسی طرح جاگنے کا حال ہے کہ رات بھر شب بیداری کی مگر تفریحاً تھوڑی سی غیبت یا کوئی اور حماقت بھی کرلی تو وہ سارا جاگنا بیکار ہو گیا۔ مثلاً صبح کی نماز ہی قضا کر دی یا محض ریا اور شہرت کیلئے جاگا تو وہ بیکار ہے۔

۹ عَنْ اَبِیْ عُبَیْدَةَ ؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ الصِّیَامُ جُنَّةٌ مَالَمْ یَخْرِقْهَا رواه النسائی وابن ماجة وابن خزیمة والحاکم وصححه علی شرط البخاری والفاظهم مختلفة حکاها المنذری فی الترغیب

۹ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ روزہ آدمی کیلئے ڈھال ہے جب تک اُسکو پھاڑ نہ ڈالے۔

ف :- ڈھال ہونیکا مطلب یہ ہے کہ جیسے آدمی ڈھال سے اپنی حفاظت کرتا ہے اسی طرح روزہ سے بھی اپنے دشمن یعنی شیطان سے حفاظت ہوتی ہے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ روزہ حفاظت ہے اللہ کے عذاب سے، دوسری روایت میں ہے کہ روزہ جہنم سے حفاظت ہے۔

ایک روایت میں وارد ہوا ہے کہ کسی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ روزہ کس چیز سے پھٹ جاتا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ جھوٹ اور غیبت سے۔ ان دونوں روایتوں میں اور

لہ واحمد والبیہقی عنہ کما فی الجامع الصغیر ۱۲ ورواہ الطبرانی بمعناہ عن ابن عمر رضی اللہ عنہما ۱۲ روزے کا فائدہ اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ یہ تقویٰ پیدا کرتا ہے۔ لہٰذا ہر وہ عمل جو تقویٰ کے منافی ہو مقصدِ صوم کے خلاف ہوگا اور اس سے روزہ بے جان ہو جائے گا۔

۱۲ ترغیب و ترہیب اور جامع صغیر میں یہ تمام روایات مختلف الفاظ کے ساتھ جمع کی گئی ہیں۔

marfat.com

رَاْسَہٗ فَقَالَ اِنِّیْ اُعْتَکَفْتُ الْعَشْرَ الْاَوَّلَ اَلْتَمِسُ هٰذِهِ اللَّیْلَةَ ثُمَّ اُعْتَکَفْتُ الْعَشْرَ الْاَوْسَطَ ثُمَّ اُتِیْتُ فَقِیْلَ لِیْ اِنَّهَا فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ فَمَنْ کَانَ اِعْتَکَفَ مَعِیَ فَلْیَعْتَکِفِ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ فَقَدْ اُرِیْتُ هٰذِهِ اللَّیْلَةَ ثُمَّ اُنْسِیْتُهَا وَقَدْ رَاَیْتُنِیْ اَسْجُدُ فِیْ مَاءٍ وَّطِیْنٍ مِّنْ صَبِیْحَتِهَا فَالْتَمِسُوْهَا فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ وَالْتَمِسُوْا فِیْ کُلِّ وِتْرٍ قَالَ فَمُطِرَتِ السَّمَاءُ تِلْکَ اللَّیْلَةَ وَکَانَ الْمَسْجِدُ عَلٰی عَرِیْشٍ فَوَکَفَ الْمَسْجِدُ فَبَصُرَتْ عَیْنَایَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَعَلٰی جَبْهَتِهٖ اَثَرُ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ مِنْ صَبِیْحَةِ اِحْدٰی وَعِشْرِیْنَ۔

(مشکوٰۃ عن المتفق علیہ باختلاف اللفظ)

فرمارہے تھے باہر سر نکال کر ارشاد فرمایا کہ میں نے پہلے عشرہ کا اعتکاف شبِ قدر کی تلاش اور اہتمام کی وجہ سے کیا تھا، پھر اسی کی وجہ سے دوسرے عشرہ میں کیا، پھر مجھے کسی بتلانے والے (یعنی فرشتہ) نے بتلایا کہ وہ رات اخیر عشرہ میں ہے لہذا جو لوگ میرے ساتھ اعتکاف کر رہے ہیں وہ اخیر عشرہ کا بھی اعتکاف کریں۔ مجھے یہ رات دکھلادی گئی تھی پھر بھلادی گئی (اس کی علامت یہ ہے) کہ میں نے اپنے آپکو اس رات کے بعد کی صبح میں کیچڑ میں سجدہ کرتے دیکھا۔ لہذا اب اس کو اخیر عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ راوی کہتے ہیں کہ اس رات میں بارش ہوئی اور مسجد چھپر کی تھی وہ ٹپکی اور میں نے اپنی آنکھوں سے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک پر کیچڑ کا اثر اکیسویں کی صبح کو دیکھا۔

ف:- نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ شریفہ اعتکاف کی ہمیشہ رہی ہے اس مہینہ میں تمام مہینہ کا اعتکاف فرمایا، اور جس سال وصال ہوا ہے اس سال بیس روز کا اعتکاف فرمایا تھا۔ لیکن اکثر عادتِ شریفہ چونکہ اخیر عشرہ ہی کے اعتکاف کی رہی[1] ہے اسلئے علماء کے نزدیک سنتِ مؤکدہ وہی ہے۔ حدیث بالا سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ اس اعتکاف کی بڑی غرض شبِ قدر کی تلاش ہے۔ اور حقیقت میں اعتکاف اسکے لئے بہت ہی مناسب ہے کہ اعتکاف کی حالت میں اگر آدمی سوتا ہوا بھی ہو تب بھی عبادت میں شمار ہوتا ہے۔

[1] امام زہریؒ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت سے کام کبھی کرتے اور کبھی چھوڑ دیتے تھے لیکن جب سے مدینہ منورہ تشریف لائے اخیر زندگی تک کبھی بھی رمضان کے آخری دس دنوں کا اعتکاف نہیں چھوڑا لیکن حیرت ہے کہ لوگ اسکی پوری طرح پابندی نہیں کرتے۔

marfat.com

نیز اعتکاف میں چونکہ آنا جانا اور اِدھر اُدھر کے کام بھی کچھ نہیں رہتے۔ اسلئے عبادت اور کریم آقا کی یاد کے علاوہ اور کوئی مشغلہ بھی نہ رہے گا۔ لہذا شبِ قدر کے قدردانوں کے لئے اعتکاف سے بہتر صورت نہیں۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اوّل تو سارے ہی رمضان میں عبادت کا بہت زیادہ اہتمام اور کثرت فرماتے تھے۔ لیکن اخیر عشرہ میں کچھ حد ہی نہیں رہتی تھی، رات کو خود بھی جاگتے اور گھر کے لوگوں کو بھی جگانے کا اہتمام فرماتے تھے۔ جیساکہ صحیحین کی متعدّد روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ بخاری و مُسلم کی ایک روایت میں حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ اخیر عشرہ میں حضورؐ لنگی کو مضبوط باندھ لیتے اور راتوں کا احیاء فرماتے اور اپنے گھر کے لوگوں کو بھی جگاتے۔ لنگی مضبوط باندھنے سے کوشش میں اہتمام کی زیادتی بھی مراد ہوسکتی ہے[1] اور بیویوں سے بالکلیہ احتراز بھی مراد ہوسکتا ہے۔

۲ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ فِی الْمُعْتَکِفِ ھُوَ یَعْتَکِفُ[2] الذُّنُوْبَ وَیُجْرٰی لَہٗ مِنَ الْحَسَنَاتِ کَعَامِلِ الْحَسَنَاتِ کُلِّھَا (مشکوٰۃ عن ابن ماجۃ)

۲ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ معتکف گناہوں سے محفوظ رہتا ہے اور اسکے لئے نیکیاں اتنی ہی لکھی جاتی ہیں جتنی کہ کرنے والے کیلئے۔

ف :- دو مخصوص نفعے اعتکاف کے اس حدیث میں ارشاد فرمائے گئے ہیں، ایک یہ کہ اعتکاف کی وجہ سے گناہوں سے حفاظت ہوتی ہے ورنہ بسا اوقات کوتاہی اور لغزش سے کچھ ایسے اسباب پیدا ہوجاتے ہیں کہ اس میں آدمی گناہ میں مبتلا ہو ہی جاتا ہے اور ایسے متبرک وقت میں معصیت کا ہوجانا کس قدر ظلم عظیم ہے اعتکاف کی وجہ سے ان سے امن اور حفاظت رہتی ہے، دوسرے یہ کہ بہت سے نیک اعمال جیساکہ جنازہ کی شرکت، مریض کی عیادت وغیرہ ایسے امور ہیں کہ اعتکاف میں بیٹھ جانے کی وجہ سے معتکف انکو نہیں کرسکتا۔ اسلئے اعتکاف کی وجہ سے جن

---

[1] جیسے اردو محاورہ میں کمر کسنا، آستیں چڑھانا۔

[2] مشکوٰۃ میں یہ لفظ اسی طرح ہے یعتکف لیکن اصل سنن ابن ماجہ کے متعدد نسخوں میں یعکف بغیر تاء کے ہے اور بظاہر یہی صحیح ہے چنانچہ جامع صغیر میں ابن ماجہ اور بیہقی کے حوالے سے "یعکف" بغیر تاء کے ہی ذکر کیا ہے اور دیگر اکثر کتب میں یہی ہے۔

marfat.com

عبادتوں سے رُکا رہا ان کا اجر بغیر کئے بھی ملتا رہے گا۔ اللہ اکبر کس قدر رحمت اور فیاضی ہے کہ ایک عبادت آدمی کرے اور دس عبادتوں کا ثواب مل جائے، درحقیقت اللہ کی رحمت بہانہ ڈھونڈھتی ہے اور تھوڑی سی توجہ اور مانگ سے دھواں دھار برستی ہے۔

ع بہانہ میدہد بہا نمیدہد

مگر ہم لوگوں کو سرے سے اس کی قدر ہی نہیں توجہ کون کرے اور کیوں کرے کہ دین کی وقعت ہی ہمارے قلوب میں نہیں ؎

اسکے الطاف تو ہیں عام شہیدی سب پر ؎ تجھ سے کیا ضد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا

۴ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّہٗ کَانَ مُعْتَکِفًا فِیْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَتَاہُ رَجُلٌ فَسَلَّمَ عَلَیْہِ ثُمَّ جَلَسَ فَقَالَ لَہٗ اِبْنُ عَبَّاسٍؓ یَا فُلَانُ اَرَاکَ مُکْتَئِبًا حَزِیْنًا قَالَ نَعَمْ یَا ابْنَ عَمِّ رَسُوْلِ اللّٰہِ لِفُلَانٍ عَلَیَّ حَقٌّ وَلَا حُرْمَۃَ صَارَ فِیْ ھٰذَا الْقَبْرِ مَا اَقْدِرُ عَلَیْہِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَفَلَا اُکَلِّمُہٗ فِیْکَ قَالَ اِنْ اَحْبَبْتَ قَالَ فَانْتَعَلَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ ثُمَّ خَرَجَ مِنَ الْمَسْجِدِ فَقَالَ لَہُ الرَّجُلُ اَنَسِیْتَ مَا کُنْتَ فِیْہِ قَالَ لَا وَلٰکِنِّیْ سَمِعْتُ صَاحِبَ ھٰذَا الْقَبْرِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالْعَھْدُ بِہٖ قَرِیْبٌ فَدَمِعَتْ عَیْنَاہُ

۴ حضرت ابن عباسؓ ایک مرتبہ مسجدِ نبوی علےٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام میں معتکف تھے آپؓ کے پاس ایک شخص آیا اور سلام کرکے (چُپ چاپ) بیٹھ گیا۔ حضرت ابن عباسؓ نے اس سے فرمایا کہ میں تمہیں غمزدہ اور پریشان دیکھ رہا ہوں کیا بات ہے۔ اُس نے کہا کہ اے رسول اللہ کے چچا کے بیٹے میں بیشک پریشان ہوں کہ فلاں کا مجھ پر حق ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ اس قبر والے کی عزت کی قسم میں اس حق کے ادا کرنے پر قادر نہیں حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اچھا کیا میں اس سے تیری سفارش کروں۔ اُس نے عرض کیا کہ جیسے آپؓ مناسب سمجھیں۔ ابن عباسؓ

عہ ھکذا فی النسخۃ التی بایدینا بلفظ حرف النہی وہو الصواب عندی لوجوہ ووقع فی بعض النسخ بلفظ ولا بالہمزۃ فی آخرہ وہو تصحیف عندی من الکاتب وعلیہ قرائن ظاہرۃ ۱۲ (زکریا) ولکن عامۃ النسخ المطبوعۃ متفقۃ علی لفظ "ولا" بالہمزۃ الا انی وجدت نسخۃ قدیمۃ خطیۃ من الترغیب صحیحۃ فاذا فیہ "ولا" بلفظ حرف النہی کما رجحہ الشیخ المؤلف۔

marfat.com

وھو یقول من مشٰی فی حاجۃ اخیہ وبلغ فیھا کان خیرًا لہ من اعتکاف عشر سنین ومن اعتکف یومًا ابتغاء وجہ اللہ جعل اللہ بینہ وبین النار ثلث خنادق ابعد مما بین الخافقین (رواہ الطبرانی فی الاوسط والبیہقی واللفظ لہ والحاکم مختصرا وقال صحیح الاسناد کذا فی الترغیب وقال السیوطی فی الدر صححہ الحاکم وضعفہ البیہقی)

یہ سُنکر جوتہ پہن کر مسجد سے باہر تشریف لائے اس شخص نے عرض کیا کہ آپؓ اپنا اعتکاف بھُول گئے، فرمایا بھولا نہیں ہوں بلکہ میں نے اس قبر والے (صلے اللہ علیہ وسلم) سے سُنا ہے اور ابھی زمانہ کچھ زیادہ نہیں گذرا (یہ لفظ کہتے ہوئے) ابن عباسؓ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے کہ حضورؐ فرمارہے تھے کہ جو شخص اپنے بھائی کے کسی کام میں چلے پھرے اور کوشش کرے اسکے لئے دس برس کے اعتکاف سے افضل ہے اور جو شخص ایک دن کا اعتکاف بھی اللہ کی رضا کے واسطے کرتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ اسکے اور جہنم کے درمیان تین خندقیں آڑ فرمادیتے ہیں جنکی مسافت آسمان وزمین کی درمیانی مسافت سے بھی زیادہ چوڑی ہے (اور جب ایک دن کے اعتکاف کی یہ فضیلت ہے تو دس برس کے اعتکاف کی کیا کچھ مقدار ہوگی)

ف :- اس حدیث سے دو مضمون معلوم ہوئے، اوّل یہ کہ ایک دن کے اعتکاف کا ثواب یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اسکے اور جہنم کے درمیان تین خندقیں حائل فرمادیتے ہیں اور ہر خندق اتنی بڑی ہے جتنا سارا جہان اور ایک دن سے جسقدر زیادہ دنوں کا اعتکاف ہوگا اتنا ہی اجر زیادہ ہوگا۔ علامہ شعرانی رحمہ نے کشف الغمہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص عشرۂ رمضان کا اعتکاف کرتا ہے اسکو دو حج اور دو عمروں کا اجر ہے اور جو شخص مسجد جماعت میں مغرب سے عشاء تک کا اعتکاف کرے کہ نماز، قرآن کے علاوہ کسی سے بات نہ کرے حق تعالیٰ شانہٗ اسکے لئے جنت میں ایک محل بناتے ہیں۔

دوسرا مضمون جو اس سے بھی زیادہ اہم ہے وہ مسلمانوں کی حاجت روائی کو دس برس کے اعتکاف سے افضل ارشاد فرمایا ہے۔ اسی وجہ سے ابن عباسؓ نے اپنے اعتکاف کی پرواہ نہیں فرمائی کہ اُس کی تلافی پھر بھی ہوسکتی ہے اور اس کی قضا ممکن ہے۔ اسی وجہ سے صوفیاء کا مقولہ ہے کہ اللہ جل شانہٗ کے یہاں ٹوٹے ہوئے

marfat.com

دل کی جتنی قدر ہے اتنی کسی چیز کی نہیں، یہی وجہ ہے کہ مظلوم کی بد دُعا سے احادیث میں بہت ڈرایا گیا ہے۔ حضورؐ جب کسی شخص کو حاکم بنا کر بھیجتے تھے اور نصائح کے ساتھ وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ بھی ارشاد فرماتے تھے کہ مظلوم کی بد دُعا سے بچیو ؎

بترس از آہِ مظلوماں کہ ہنگامِ دُعا کردن
اجابت از درِ حق بہرِ استقبال می آید[1]

اس جگہ ایک مسئلہ کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ کسی مسلمان کی حاجت روائی کیلئے بھی مسجد سے نکلنے سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔ اور اگر اعتکاف واجب ہو تو اسکی قضا واجب ہو جاتی ہے۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ضرورتِ بشری کے علاوہ کسی ضرورت سے بھی مسجد سے باہر تشریف نہیں لاتے تھے۔ حضرت ابنِ عباسؓ کا یہ ایثار کہ دوسرے کی وجہ سے اپنا اعتکاف توڑ دیا۔ ایسے ہی لوگوں کے مناسب ہے کہ دوسروں کی خاطر خود پیاسے تڑپ تڑپ کر مر جاویں مگر پانی کا آخری قطرہ اسلئے نہ پئیں کہ دوسرا زخمی جو پاس لیٹا ہوا ہے وہ اپنے سے مقدم[2] ہے، یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کا یہ اعتکاف نفلی اعتکاف ہو۔ اس صورت میں کوئی اشکال نہیں۔ خاتمہ میں ایک طویل حدیث جسمیں کئی نوع کے فضائل ارشاد فرمائے ہیں ذکر کر کے اس رسالہ کو ختم کیا جاتا ہے۔

۴ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ الْجَنَّةَ لَتُبَخَّرُ وَتُزَيَّنُ مِنَ الْحَوْلِ اِلَى الْحَوْلِ لِدُخُوْلِ شَهْرِ رَمَضَانَ فَاِذَا كَانَتْ اَوَّلُ لَيْلَةٍ مِّنْ شَهْرِ رَمَضَانَ هَبَّتْ رِيْحٌ مِّمَّنْ تَحْتَ الْعَرْشِ يُقَالُ لَهَا الْمُثِيْرَةُ فَتَصْفِقُ وَرَقَاتِ اَشْجَارِ الْجِنَانِ وَحِلَقَ الْمَصَارِيْعِ فَيَسْمَعُ لِذٰلِكَ

۴ ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ انھوں نے حضورؐ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سُنا کہ جنّت کو رمضان شریف کیلئے خوشبوؤں کی دھونی دی جاتی ہے اور شروع سال سے آخر سال تک رمضان کی خاطر آراستہ کیا جاتا ہے۔ پس جب رَمَضَانُ المبارک کی پہلی رات ہوتی ہے تو عرش کے نیچے سے ایک ہوا چلتی ہے جس کا نام مثیرہ ہے (جس کے جھونکوں

---

[1] تو اسے بچا بچا کے نہ رکھ تو آئینہ ہے وہ آئینہ ؎ جو شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہ آئینہ سازمیں

[2] یعنی مظلوم کی آہ سے بچتے رہو کیونکہ اسکی دعا کے وقت بارگاہِ رب العالمین سے خود قبولیت اس دعا کے استقبال کیلئے آتی ہے۔

[3] یہ واقعہ حکایاتِ صحابہ میں تفصیل سے لکھا گیا ہے۔

marfat.com

طَيِّبٌ لَمْ يَسْمَعِ السَّامِعُوْنَ اَحْسَنَ مِنْهُ فَتَبْرُزُ الْحُوْرُ الْعِيْنُ حَتّٰى يَقِفْنَ بَيْنَ شُرَفِ الْجَنَّةِ فَيُنَادِيْنَ هَلْ مِنْ خَاطِبٍ اِلَى اللّٰهِ فَيُزَوِّجُهٗ ثُمَّ يَقُلْنَ الْحُوْرُ الْعِيْنُ يَا رِضْوَانُ لِجَنَّةِ مَا هٰذِهِ اللَّيْلَةُ فَيُجِيْبُهُنَّ بِالتَّلْبِيَةِ ثُمَّ يَقُوْلُ هٰذِهٖ اَوَّلُ لَيْلَةٍ مِّنْ شَهْرِ رَمَضَانَ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ عَلَى الصَّائِمِيْنَ مِنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَلَ وَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ يَا رِضْوَانُ افْتَحْ اَبْوَابَ الْجِنَانِ وَيَا مَالِكُ اَغْلِقْ اَبْوَابَ الْجَحِيْمِ عَنِ الصَّائِمِيْنَ مِنْ اُمَّةِ اَحْمَدَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ يَا جِبْرَئِيْلُ اِهْبِطْ اِلَى الْاَرْضِ فَاصْفِدْ مَرَدَةَ الشَّيَاطِيْنِ وَغُلَّهُمْ بِالْاَغْلَالِ ثُمَّ اقْذِفْهُمْ فِي الْبِحَارِ حَتّٰى لَا يُفْسِدُوْا عَلٰى اُمَّةِ مُحَمَّدٍ حَبِيْبِيْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صِيَامَهُمْ فَاَلَ وَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فِيْ كُلِّ لَيْلَةٍ مِّنْ شَهْرِ رَمَضَانَ لِمُنَادٍ يُّنَادِيْ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ هَلْ مِنْ سَائِلٍ فَاُعْطِيَهٗ سُؤْلَهٗ هَلْ مِنْ تَائِبٍ فَاَتُوْبَ عَلَيْهِ هَلْ مِنْ مُّسْتَغْفِرٍ فَاَغْفِرَ لَهٗ مَنْ يُّقْرِضُ الْمَلِيَّ غَيْرَ الْعَدُوْمِ وَالْوَفِيَّ

کی وجہ سے، جنت کے درختوں کے پتے اور کواڑوں کے حلقے بجنے لگتے ہیں جس سے ایسی دل آویز سُریلی[1] آواز نکلتی ہے کہ سُننے والوں نے اس سے اچھی آواز کبھی نہیں سُنی۔ پس خوشنما آنکھوں والی حوریں اپنے مکانوں سے نکل کر جنت کے بالاخانوں کے درمیان کھڑے ہو کر آواز دیتی ہیں کہ کوئی ہے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہم سے منگنی کرنے والا تاکہ حق تعالیٰ شانہ اسکو ہم سے جوڑ دیں، پھر وہی حوریں جنت کے داروغہ رضوان سے پوچھتی ہیں کہ یہ کیسی رات ہے وہ لبیک کہکر جواب دیتے ہیں کہ رمضان المبارک کی پہلی رات ہے جنت کے دروازے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کیلئے (آج) کھولدئے گئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہٗ رضوان سے فرمادیتے ہیں کہ جنت کے دروازے کھولدے اور مالک (جہنم کے داروغہ) سے فرمادیتے ہیں کہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے روزہ داروں پر جہنم کے دروازے بند کردے اور جبرئیل علیہ السلام کو حکم ہوتا ہے کہ زمین پر جاؤ اور سرکش شیاطین کو قید کرو اور گلے میں طوق ڈالکر دریا میں پھینک دو کہ میرے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے روزوں کو

[1] یعنی بڑی دلکش جھنکار پیدا ہوتی ہے۔

marfat.com

غَيْرَ الظُّلُوْمِ قَالَ وَلِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ مِّنْ شَهْرِ رَمَضَانَ عِنْدَ الْاِفْطَارِ اَلْفُ اَلْفِ عَتِيْقٍ مِّنَ النَّارِ كُلُّهُمْ قَدْ اِسْتَوْجَبُوا النَّارَ فَاِذَا كَانَ اٰخِرُ يَوْمٍ مِّنْ شَهْرِ رَمَضَانَ اَعْتَقَ اللّٰهُ فِيْ ذٰلِكَ الْيَوْمِ بِقَدْرِ مَا اَعْتَقَ مِنْ اَوَّلِ الشَّهْرِ اِلٰى اٰخِرِهٖ وَاِذَا كَانَتْ لَيْلَةُ الْقَدْرِ يَا مُرُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ جِبْرَئِيْلَ فَيَهْبِطُ فِيْ كَبْكَبَةٍ مِّنَ الْمَلٰئِكَةِ وَمَعَهُمْ لِوَاءٌ اَخْضَرُ فَيُرَكِّزُ اللِّوَاءَ عَلٰى ظَهْرِ الْكَعْبَةِ وَلَهٗ مِائَةُ جَنَاحٍ مِنْهَا جَنَاحَانِ لَا يَنْشُرُهُمَا اِلَّا فِيْ تِلْكَ اللَّيْلَةِ فَيَنْشُرُهُمَا فِيْ تِلْكَ اللَّيْلَةِ فَيُجَاوِزُ الْمَشْرِقَ اِلَى الْمَغْرِبِ فَيَحُثُّ جِبْرَئِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ الْمَلَائِكَةَ فِيْ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ فَيَسْتَمُّوْنَ عَلٰى كُلِّ ذَيْمٍ وَّقَاعِدٍ وَّمُصَلٍّ وَّذَاكِرٍ وَّيُصَافِحُوْنَهُمْ وَيُؤَمِّنُوْنَ عَلٰى دُعَائِهِمْ حَتّٰى يَطْلُعَ الْفَجْرُ فَاِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ يُنَادِيْ جِبْرَئِيْلُ مَعَاشِرَ الْمَلٰئِكَةِ الرَّحِيْلَ الرَّحِيْلَ فَيَقُوْلُوْنَ يَا جِبْرَئِيْلُ فَمَا صَنَعَ اللّٰهُ فِيْ حَوَائِجِ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اُمَّةِ اَحْمَدَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُوْلُ نَظَرَ اللّٰهُ اِلَيْهِمْ فِيْ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ فَعَفَا عَنْهُمْ اِلَّا اَرْبَعَةً فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ هُمْ قَالَ رَجُلٌ مُدْمِنُ

خراب نہ کریں۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہٗ رمضان کی ہر رات میں ایک منادی کو حکم فرماتے ہیں کہ تین مرتبہ یہ آواز دے کہ ہے کوئی مانگنے والا جس کو میں عطا کروں ہے کوئی توبہ کرنے والا کہ میں اسکی توبہ قبول کروں، کوئی ہے مغفرت چاہنے والا کہ میں اسکی مغفرت کروں، کون ہے جو غنی کو قرض کردے، ایسا غنی جو نادار نہیں، ایسا پورا پورا ادا کرنے والا جو ذرا بھی کمی نہیں کرتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالےٰ شانہٗ رمضان شریف میں روزانہ افطار کے وقت ایسے دس لاکھ آدمیوں کو جہنم سے خلاصی مرحمت فرماتے ہیں جو جہنم کے مستحق ہو چکے تھے۔ اور جب رمضان کا آخری دن ہوتا ہے تو یکم رمضان سے آج تک جسقدر لوگ جہنم سے آزاد کئے گئے تھے اُنکے برابر اس ایک دن میں آزاد فرماتے ہیں اور جس رات شبِ قدر ہوتی ہے تو حق تعالےٰ شانہٗ حضرت جبرئیلؑ کو حکم فرماتے ہیں وہ فرشتوں کے ایک بڑے لشکر کے ساتھ زمین پر اُترتے ہیں، ان کے ساتھ ایک سبز جھنڈا ہوتا ہے جسکو کعبہ کے اوپر کھڑا کرتے ہیں۔ اور حضرت جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سو بازو ہیں جن میں سے دو بازو کو صرف

marfat.com

خَمْرٍ وَعَاقٍ لِوَالِدَيْهِ وَقَاطِعُ رَحِمٍ وَ
مُشَاحِنٌ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْمُشَاحِنُ
قَالَ هُوَ الْمُصَارِمُ فَاِذَا كَانَتْ لَيْلَةُ
الْفِطْرِ سُمِّيَتْ تِلْكَ اللَّيْلَةُ لَيْلَةَ
الْجَائِزَةِ فَاِذَا كَانَتْ غَدَاةُ الْفِطْرِ
بَعَثَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ الْمَلٰئِكَةَ فِيْ كُلِّ
بِلَادٍ فَيَهْبِطُوْنَ اِلَى الْاَرْضِ فَيَقُوْمُوْنَ
عَلٰى اَفْوَاهِ السِّكَكِ فَيُنَادُوْنَ بِصَوْتٍ
يَّسْمَعُ مِنْ خَلْقِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ اِلَّا الْجِنَّ
وَالْاِنْسَ فَيَقُوْلُوْنَ يَا اُمَّةَ مُحَمَّدٍ اُخْرُجُوْا
اِلٰى رَبٍّ كَرِيْمٍ يُّعْطِيْ الْجَزِيْلَ وَيَعْفُوْا
عَنِ الْعَظِيْمِ فَاِذَا بَرَزُوْا اِلٰى مُصَلّٰهُمْ
فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لِلْمَلٰئِكَةِ مَا
جَزَاءُ الْاَجِيْرِ اِذَا عَمِلَ عَمَلَهٗ قَالَ
فَتَقُوْلُ الْمَلٰئِكَةُ اِلٰهَنَا وَسَيِّدَنَا جَزَاؤُهٗ
اَنْ تُوَفِّيَهٗ اَجْرَهٗ قَالَ فَيَقُوْلُ فَاِنِّيْ
اُشْهِدُكُمْ يَا مَلَائِكَتِيْ اِنِّيْ قَدْ جَعَلْتُ
ثَوَابَهُمْ مِّنْ صِيَامِهِمْ شَهْرَ رَمَضَانَ
وَقِيَامِهِمْ رِضَائِيْ وَمَغْفِرَتِيْ فَا
يَقُوْلُ يَا عِبَادِيْ سَلُوْنِيْ فَوَعِزَّتِيْ
وَجَلَالِيْ لَا تَسْئَلُوْنِيْ الْيَوْمَ شَيْئًا فِي
جَمْعِكُمْ لِاٰخِرَتِكُمْ اِلَّا اَعْطَيْتُكُمْ وَلَا
لِدُنْيَاكُمْ اِلَّا نَظَرْتُ لَكُمْ فَوَعِزَّتِيْ
لَاَسْتُرَنَّ عَلَيْكُمْ عَثَرَاتِكُمْ مَا
رَاقَبْتُمُوْنِيْ وَعِزَّتِيْ وَجَلَالِيْ لَا اُخْزِيْكُمْ
وَلَا اَفْضَحُكُمْ بَيْنَ اَصْحَابِ الْحُدُوْدِ

اسی رات میں کھولتے ہیں جن کو مشرق سے
مغرب تک پھیلا دیتے ہیں۔ پھر حضرت
جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کو تقاضا
فرماتے ہیں کہ جو مسلمان آج کی رات میں
کھڑا ہو یا بیٹھا ہو، نماز پڑھ رہا ہو یا ذکر
کر رہا ہو اس کو سلام کریں اور مصافحہ
کریں اور ان کی دعاؤں پر آمین کہیں،
صبح تک یہی حالت رہتی ہے۔ جب صبح
ہو جاتی ہے تو جبرئیل علیہ السلام آواز
دیتے ہیں کہ اے فرشتوں کی جماعت
اب کوچ کرو اور چلو، فرشتے حضرت
جبرئیل علیہ السلام سے پوچھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ
نے احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے
مومنوں کی حاجتوں اور ضرورتوں میں کیا
معاملہ فرمایا۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے
ان پر توجہ فرمائی اور چار شخصوں کے علاوہ
سب کو معاف فرما دیا۔ صحابہؓ نے پوچھا کہ
یا رسول اللہ وہ چار شخص کون ہیں؟ ارشاد
ہوا کہ ایک وہ شخص جو شراب کا عادی ہو،
دوسرا وہ شخص جو والدین کی نافرمانی کرنیوالا
ہو، تیسرا وہ شخص جو قطع رحمی کرنیوالا اور
ناطہ توڑنے والا ہو، چوتھا وہ شخص جو کینہ
رکھنے والا ہو اور آپس میں قطع تعلق کرنیوالا ہو
پھر جب عید الفطر کی رات ہوتی ہے تو
اس کا نام آسمانوں پر لیلۃ الجائزہ (انعام
کی رات) سے لیا جاتا ہے اور جب عید

marfat.com

إِنْصَرِفُوا مَغْفُورًا لَّكُمْ قَدْ أَرْضَيْتُمُونِي وَرَضِيتُ عَنْكُمْ فَتَفْرَحُ الْمَلٰئِكَةُ وَتَسْتَبْشِرُ بِمَا يُعْطِي اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ هٰذِهِ الْأُمَّةَ إِذَا انْظَرُوا مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ۔

(كذا في الترغيب وقال رواه ابو الشيخ بن حيان[1] في كتاب الثواب والبيهقي واللفظ له وليس في اسناده من اجمع على ضعفه قلت قال السيوطي في التدريب قد التزم البيهقي ان لا يخرج في تصانيفه حديثا يعلمه موضوعا الخ وذكر القاري في المرقاة في بعض طرق الحديث ثم قال فاختلاف طرق الحديث يدل على ان له اصلا اھ)

کی صبح ہوتی ہے تو حق تعالےٰ شانہٗ فرشتوں کو تمام شہروں میں بھیجتے ہیں وہ زمین پر اُتر کر تمام گلیوں، راستوں کے سروں پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور ایسی آواز سے جسکو جنات اور انسان کے سوا ہر مخلوق سنتی ہے پکارتے ہیں کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت اس کریم رب کی درگاہ کی طرف چلو جو بہت زیادہ عطا فرمانے والا ہے۔ اور بڑے سے بڑے قصور کو معاف کرنیوالا ہے۔ پھر جب لوگ عیدگاہ کی طرف نکلتے ہیں تو حق تعالےٰ شانہٗ فرشتوں سے دریافت فرماتے ہیں، کیا بدلہ ہے اس مزدور کا جو اپنا کام پورا کر چکا ہو، وہ عرض کرتے ہیں کہ ہمارے معبود اور ہمارے مالک اس کا بدلہ یہی ہے کہ اسکی مزدوری پوری پوری دیدی جائے۔ تو حق تعالےٰ شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے فرشتو میں تمہیں گواہ بناتا ہوں میں نے ان کو رمضان کے روزوں اور تراویح کے بدلہ میں اپنی رضا اور مغفرت عطا کر دی۔ اور بندوں سے خطاب فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ اے میرے بندو مجھ سے مانگو، میری عزت کی قسم میرے جلال کی قسم آج کے دن اپنے اس اجتماع میں مجھ سے اپنی آخرت کے بارے میں جو سوال کرو گے عطا کروں گا اور دنیا کے بارے میں جو سوال کرو گے اسمیں تمہاری مصلحت پر نظر کروں گا۔ میری عزت کی قسم کہ جبتک تم میرا خیال رکھو گے میں تمہاری لغزشوں پر ستاری کرتا رہوں گا (اور اُن کو چھپاتا رہوں گا) میری عزت کی قسم اور میرے جلال کی قسم میں تمہیں مجرموں (اور کافروں) کے سامنے رُسوا اور فضیحت نہ کروں گا۔ بس اب بخشے بخشائے اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ، تم نے مجھے راضی کر دیا اور میں تم سے راضی ہو گیا۔ پس فرشتے اس اجر و ثواب کو دیکھکر جو اس اُمت کو افطار کے دن ملتا ہے خوشیاں مناتے ہیں اور پھل جاتے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْھُمْ۔

---

[1] سابقہ مطبوعہ میں کاتب کی سہو سے "حبان" بار موحدہ سے لکھا گیا تھا لیکن صحیح "تحتی" کے ساتھ ہے۔ "حیان"۔

marfat.com

ف :- اس حدیث کے اکثر مضامین رسالہ کے گذشتہ اوراق میں بیان ہو چکے ہیں البتہ چند امور قابلِ غور ہیں جن میں سب سے اوّل اور اہم تو یہ ہے کہ بہت سے محروم رمضان کی مغفرتِ عامہ سے بھی مُستثنیٰ تھے جیسا کہ پہلی روایات میں معلوم ہو چکا ہے اور وہ عید کی اس مغفرتِ عامہ سے بھی مستثنیٰ کر دئے گئے۔ جن میں سے آپس کے لڑنے والے اور والدین کی نافرمانی کرنے والے بھی ہیں۔ ان سے کوئی پوچھے کہ تم نے اللہ کو ناراض کر کے اپنے لئے کون سا ٹھکانہ ڈھونڈ رکھا ہے۔ افسوس تم پر بھی اور تمہاری اُس عزت پر بھی جسکے حاصل کرنے کے غلط خیال میں تم رسول اللہ کی بد دُعائیں برداشت کر رہے ہو، جبرئیلؑ کی بد دعائیں اُٹھا رہے ہو اور اللہ کی رحمت و مغفرتِ عامہ سے بھی نکالے جا رہے ہو۔ میں پوچھتا ہوں کہ آج تم نے اپنے مقابل کو زک دے ہی دی، اپنی مونچھ اونچی کر ہی لی۔ وہ کتنے دن تمہارے ساتھ رہ سکتی ہے جبکہ اللہ کا پیارا رسولؐ تمہارے اوپر لعنت کر رہا ہے، اللہ کا مقرب فرشتہ تمہاری ہلاکت کی بد دُعا دے رہا ہے، اللہ جل شانہٗ تمہیں اپنی مغفرت و رحمت سے نکال رہے ہیں۔ اللہ کے واسطے سوچو اور بس کرو۔ صبح کا بھٹکا شام کو گھر آجائے تو کچھ نہیں گیا، آج وقت ہے اور تلافی ممکن، اور کل جب ایسے حاکم کی پیشی میں جانا ہے جہاں نہ عزت و وجاہت کی پوچھ نہ مال و متاع کارآمد، وہاں صرف تمہارے اعمال کی پوچھ ہے اور ہر حرکت لکھی لکھائی ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے حقوق میں درگذر فرماتے ہیں مگر بندوں کے آپس کے حقوق میں بغیر بدلہ دیئے نہیں چھوڑتے۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مفلس میری اُمّت میں وہ شخص ہے کہ قیامت کے دن نیک اعمال کے ساتھ آوے اور نماز روزہ صدقہ سب ہی کچھ لاوے، لیکن کسی کو گالی دی، کسی کو تہمت لگا دی تھی، کسی کو مار پیٹ کی تھی پس یہ سب دعویدار آویں گے اور اسکے نیک اعمال میں سے ان حرکتوں کا بدلہ وصول کر لیں گے۔ اور جب اسکے پاس نیک اعمال ختم ہو جاویں گے تو اپنی برائیاں ان حرکتوں کے بدلہ میں اس پر ڈالتے رہیں گے اور پھر اس انبار کی بدولت وہ جہنم رسید ہو جائیگا اور اپنی کثرتِ اعمال کے باوجود جو حسرت و یاس کا عالم ہوگا وہ محتاج بیان نہیں ؎

وہ مایوس تمنائیوں نے سونے آسماں دیکھے کہ جو منزل بمنزل اپنی محنت رائیگاں دیکھے

marfat.com

حساب کے مقام سے واپس جائے گا تو لوگ دیکھ کر کہیں گے کہ یہ کیسا مُبارک بندہ ہے کہ اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں اسلئے کہ اُن کو اس کے گناہوں کی خبر ہی نہ ہوئی۔ اسی طرح ایک نوع ایسی ہوگی کہ ان کیلئے چھوٹے بڑے گناہ ہوں گے اُسکے بعد ارشاد ہوگا کہ اچھا ان کے چھوٹے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دو تو وہ جلدی سے کہیں گے کہ ابھی اور بھی گناہ ایسے ہیں جو یہاں ذکر نہیں کئے گئے۔ اسی طرح اور انواع کا ذکر کیا ہے کہ کس کس طرح سے پیشی اور حساب ہوگا۔ حدیث میں ایک قصہ آتا ہے نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں اُس شخص کو پہچانتا ہوں جو سب سے اخیر میں جہنم سے نکالا جائے گا اور سب سے اخیر میں جنت میں داخل کیا جائے گا۔ ایک شخص کو بلایا جائے گا اور فرشتوں سے کہا جائے گا کہ اسکے بڑے بڑے گناہ تو ابھی ذکر نہ کئے جائیں چھوٹے چھوٹے گناہ اس کے سامنے پیش کئے جائیں اور باز پُرس کی جائے چنانچہ یہ شروع ہو جائے گا اور ایک ایک گناہ وقت کے حوالہ کے ساتھ اسکو جتایا جائے گا وہ انکار کیسے کر سکتا ہے اقرار کرتا جائے گا۔ اتنے میں ارشاد ربّی ہوگا کہ اس کو ہر گناہ کے بدلے ایک نیکی دی جائے تو وہ جلدی سے کہے گا کہ ابھی تو اور بھی بہت سے گناہ باقی ہیں اُن کا تو ذکر ہی نہیں آیا۔ اِس قصہ کو نقل فرماتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسی آگئی۔

اس قصے میں اول تو جہنم میں سب سے اخیر میں نکلنا ہے یہی کیا کم سزا ہے دوسرے کیا معلوم کون خوش قسمت ایسا ہو سکتا ہے کہ جس کے گناہوں کی تبدیل ہو اسلئے اللہ کی پاک ذات سے امید کرتے ہوئے فضل کا مانگتے رہنا بندگی کی شان ہے لیکن اس پر مطمئن ہونا جرأت ہے البتہ سیئات کو حسنات سے بدلنے کا سبب اخلاص سے مجالسِ ذکر میں حاضری حدیثِ بالا سے معلوم ہوتی ہی ہے لیکن اخلاص بھی اللہ ہی کی عطا سے ہو سکتا ہے۔

ایک ضروری بات یہ ہے کہ جہنم سے اخیر میں نکلنے والے کے بارہ میں مختلف روایتیں وارد ہوئی ہیں لیکن ان میں کوئی اشکال نہیں ایک معتد بہ جماعت اگر نکلے تو بھی ہر شخص اخیر میں نکلنے والا ہے۔ اور جو قریب اخیر کے نکلے وہ بھی اخیر ہی کہلاتا ہے نیز خاص خاص جماعت

صفوکدہ اتقیہ:۔ اول حدیث میں جو نفی ہے وہ اماتہ کی نہیں ازالہ کی ہے چنانچہ حدیث کے الفاظ ہیں۔ اذا سمعتم برجل نال من خلقہ۔ اسلام کا بڑا امتیازی مذہب عالم پر یہی ہے کہ وہ فطری تقاضوں کو پامال نہیں ہونے دیتا بلکہ کو تعدیل پر لے چلتا ہے اور پروان چڑھاتا ہے۔ ابوبکر کو صدیق اکبر عمر کو فاروق اعظم اور خالد کو سیف اللہ بنادیا ہے لیکن یہ جسارت اور دلیری تب تک ہے جب تک یادِ الٰہی کی مجلسیں و حدیث کی باتیں ہوتی ہوں۔

marfat.com

کا اخیر بھی مراد ہو سکتا ہے۔ اس حدیث میں اہم مسئلہ اخلاص کا ہے اور اخلاص کی قیمت اور بھی بہت سی احادیث میں اس رسالہ میں نظر سے گذریگی۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اخلاص ہی کی قدر ہے جس درجہ کا اخلاص ہوگا اُسی درجہ کی عمل کی قیمت ہوگی۔ صُوفیہ کے نزدیک اخلاص کی حقیقت یہ ہے کہ قال اور حال[1] برابر ہوں۔ ایک حدیث میں آئندہ آرہا ہے کہ اخلاص یہ ہے کہ گناہوں سے روک دے۔ بہجۃ النفوس میں لکھا ہے ایک بادشاہ کے لئے جو نہایت ہی جابر اور متشدد تھا ایک جہاز میں بہت سی شراب لائی جارہی تھی۔ ایک صاحب کا اُس جہاز پر گذر ہوا اور جس قدر مٹکیاں[2] شراب سے بھری ہوئی تھیں سب ہی توڑ دیں ایک چھوڑ دی۔ کسی شخص کی ہمت ان کو روکنے کی نہ پڑی۔ لیکن اس پر حیرت تھی کہ اس بادشاہ کے تشدد کا مقابلہ بھی کوئی نہیں کرسکتا تھا پھر اس نے کس طرح جرأت کی۔ بادشاہ کو اطلاع دی گئی اسکو بھی تعجب ہوا اوّلاً اس بات پر کہ اسکے مال پر کس طرح ایک معمولی آدمی نے جرأت کی اور پھر اس پر کہ ایک مٹکی کیوں چھوڑ دی۔ اُن صاحب کو بلایا گیا پوچھا کہ یہ کیوں کیا؟ انھوں نے جواب دیا کہ میرے دِل میں اس کا تقاضا ہوا اسلئے ایسا کیا تمہارا جو دِل چاہے سزا دیدو، اس نے پوچھا کہ یہ ایک کیوں چھوڑی۔ انھوں نے کہا کہ مجھے اوّلاً اِسلامی غیرت کا تقاضا تھا اسلئے میں نے توڑیں مگر جب ایک رہی تو میرے دِل میں ایک خوشی سی پیدا ہوئی کہ میں نے ایک ناجائز کام کو مٹا دیا تو مجھے اس کے توڑنے میں یہ شبہ ہوا کہ یہ حظِ نفس (دل کی خوشی) کی وجہ سے ہے اسلئے ایک کو چھوڑ دیا۔ بادشاہ نے کہا اسکو چھوڑ دو یہ مجبور تھا۔

اختیار العلوم میں لکھا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا جو ہر وقت عبادت میں مشغول رہتا تھا، ایک جماعت اسکے پاس آئی اور کہا کہ یہاں ایک قوم ہے جو ایک درخت کو پوجتی ہے یہ سُنکر اُس کو غُصہ آیا اور کُلہاڑا کندھے پر رکھ کر اسکو کاٹنے کے لئے چلدیا راستہ میں شیطان ایک پیرِ مرد[3] کی صورت میں ملا۔ عابد سے پوچھا کہاں جارہے ہو۔ اس نے کہا فلاں درخت کاٹنے جاتا ہوں۔ شیطان نے کہا تمہیں اس درخت سے کیا واسطہ تم اپنی عبادت میں مشغول رہو۔ تم نے اپنی عبادت کو ایک مہمل[4] کام کیواسطے چھوڑ دیا۔ عابد نے کہا یہ بھی عبادت ہے شیطان نے کہا کہ میں نہیں کاٹنے دوں گا۔ دونوں میں مقابلہ ہوا وہ عابد اسکے سینے پر چڑھ گیا۔ شیطان نے اپنے کو عاجز دیکھ کر خوشامد کی اور کہا اچھا ایک بات سُن لے۔ عابد نے اسکو چھوڑ دیا

---

[1] یعنی زبان و عمل یکساں ہو جائیں [2] مٹکیاں، ہانڈیاں [3] بوڑھے آدمی کی صورت۔
[4] فضول کام۔

marfat.com

شیطان نے کہا اللہ نے تجھ پر اسکو فرض تو کیا نہیں تیرا اس سے کوئی نقصان نہیں تو اس کی پرستش نہیں کرتا اللہ کے بہت سے نبی ہیں اگر وہ چاہتا تو کسی نبی کے ذریعہ سے اسکو کٹوا دیتا۔ عابد نے کہا میں ضرور کاٹوں گا۔ پھر مقابلہ ہوا وہ عابد پھر اسکے سینے پر چڑھ گیا۔ شیطان نے کہا اچھا سن ایک فیصلہ والی بات تیرے نفع کی کہوں اُس نے کہا کہہ۔ شیطان نے کہا تو غریب ہے دنیا پر بوجھ بنا ہوا ہے تو اس کام سے باز آ میں تجھے روزانہ تین دینار (اشرفی) دیا کروں گا جو روزانہ تیرے سرہانے رکھے ہوئے ملا کریں گے تیری بھی ضرورتیں پوری ہو جائیں گی اپنے اَعِزّہ[1] پر بھی احسان کر سکے گا فقیروں کی مدد کر سکے گا اور بہت سے ثواب کے کام کر سکے گا اس میں ایک ہی ثواب ہوگا اور وہ بھی بے کار کہ وہ لوگ پھر دوسرا لگائیں گے۔ عابد کی سمجھ میں آگیا قبول کر لیا۔ دو دن تو وہ[2] ملے تیسرے دن سے ندارد۔ عابد کو غصہ آیا اور کلہاڑی لے کر پھر چلا راستہ میں وہ بوڑھا ملا پوچھا کہاں جا رہے ہو۔ عابد نے بتلایا کہ اُسی درخت کو کاٹنے جا رہا ہوں۔ بوڑھے نے کہا کہ تو اسکو نہیں کاٹ سکتا دونوں میں جھگڑا ہوا وہ بوڑھا غالب آگیا اور عابد کے سینہ پر چڑھ گیا عابد کو بڑا تعجب ہوا اس سے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے کہ تو اس مرتبہ غالب ہو گیا۔ اُس بوڑھے نے کہا کہ پہلی مرتبہ تیرا غصہ خالص اللہ کے واسطے تھا اسلئے اللہ جل شانہٗ نے مجھے مغلوب کر دیا تھا۔ اس مرتبہ دیناروں کا دخل تھا اسلئے تو مغلوب[3] ہوا۔ حق یہ ہے کہ جو کام خالص اللہ کے واسطے کیا جاتا ہے اُس میں بڑی قوت ہوتی ہے۔

ذکر اللہ اور عذابِ قبر عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا عَمِلَ اٰدَمِیٌّ عَمَلًا اَنْجٰی لَہٗ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنْ ذِکْرِ اللّٰہِ اخرجہ احمد کذا فی الدر وفی احمد عزاہ فی الجامع الصغیر بلفظ اَنْجٰی لَہٗ مِنْ عَذَابِ اللّٰہِ ورقم لہ بالصحۃ وفی مجمع الزوائد رواہ احمد

(۱۱) نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اللہ کے ذکر سے بڑھ کر کسی آدمی کا کوئی عمل عذابِ قبر سے زیادہ نجات دینے والا نہیں ہے،

ف :- عذابِ قبر کتنی سخت چیز ہے اس سے وہی لوگ واقف ہیں جن کے سامنے وہ احادیث ہیں جو عذابِ قبر کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔ حضرت عثمانؓ جب کسی قبر پر تشریف لے جاتے تو اسقدر روتے

[1] رشتہ داروں پر [2] یعنی اشرفیاں تکیہ کے نیچے رکھی ملتی رہیں [3] پہلی بار جو عابد صاحب شیطان پر غالب ہوتے تھے وہ کچھ جسمانی طاقت سے نہ ہوتے تھے بلکہ ایمان و اخلاص کی قوت تھی جو اس مرتبہ نہ تھی اسلئے ہار گئے۔

marfat.com

ورجالہ رجال الصحیح الا ان زیادًا لم یدرك معاذًا ثم ذکرہ بطریق آخر وقال رواہ الطبرانی ورجالہ رجال الصحیح قلت وفی المشکوٰۃ عنہ موقوفًا بلفظ مَا عَمِلَ الْعَبْدُ عَمَلًا اَنْجٰی لَہٗ مِنْ عَذَابِ اللّٰہِ مِنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وقال رواہ مالك والترمذی وابن ماجۃ۔ قلت وھکذا رواہ الحاکم وقال صحیح الاسناد واقرہ علیہ الذہبی وفی المشکوٰۃ بروایۃ البیہقی فی الدعوات عن ابن عمر مرفوعًا بمعناہ وقال القاری رواہ ابن ابی شیبۃ وابن ابی الدنیا وذکرہ فی الجامع الصغیر بروایۃ البیہقی فی الشعب ورقم لہ بالضعف وزاد فی اولہ لِکُلِّ شَیْءٍ صَقَالَۃٌ[1] وَصَقَالَۃُ الْقُلُوْبِ ذِکْرُ اللّٰہِ وفی مجمع الزوائد بروایۃ جابر مرفوعًا نحوہ وقال رواہ الطبرانی فی الصغیر والاوسط ورجالہما رجال الصحیح اھ۔

کہ ڈاڑھی مُبارک تر ہو جاتی۔ کسی نے پوچھا کہ آپ جنت کے دوزخ کے ذکر سے ایسا نہیں روتے جیسا کہ قبر کے سامنے آجانے سے روتے ہیں۔ آپنے ارشاد فرمایا کہ قبر آخرت کی منزلوں میں سب سے پہلی منزل ہے جو شخص اس سے نجات پالے بعد کی سب منزلیں اس پر سہل ہو جاتی ہیں اور جو اس سے نجات نہ پائے بعد کی منزلیں دشوار ہی ہوتی جاتی ہیں پھر آپنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد سُنایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ ارشاد فرماتے تھے کہ میں نے کوئی منظر قبر سے زیادہ گھبراہٹ والا نہیں دیکھا۔ حضرت عائشہ رضہ ارشاد فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد عذاب قبر سے پناہ مانگتے تھے۔ حضرت زید رضہ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ تم ڈر اور خوف کی وجہ سے مُردوں کا دفن کرنا چھوڑ دو گے ورنہ میں اسکی دُعا کرتا کہ اللہ جل شانہٗ تمہیں بھی عذابِ قبر سُنا دے۔ آدمیوں اور جنات کے سوا اور جاندار عذابِ قبر کو سنتے ہیں۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ سفر میں تشریف لے جا رہے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی بدکنے لگی۔ کسی نے پوچھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کو کیا ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک

---

[1] متعدد نسخوں میں یہ لفظ "صقالۃ" سین سے لکھا گیا ہے یہ بظاہر کتابت کی غلطی تھی اسلئے صحیح کرکے "صقالۃ" لکھ دیا گیا۔

آدمی کو قبر کا عذاب ہو رہا ہے اُس کی آواز سے بدکنے[1] لگی۔ ایک مرتبہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لے گئے تو چند آدمیوں کو دیکھا کہ کھل کھلا کر ہنس رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر موت کو اکثر یاد کیا کرو تو یہ بات نہ ہو۔ کوئی دن قبر پر ایسا نہیں گذرتا جس میں وہ یہ اعلان نہیں کرتی کہ میں غربت[2] کا گھر ہوں کیڑوں اور جانوروں کا گھر ہوں۔ جب کوئی مومن (کامل ایمان والا) دفن ہوتا ہے تو قبر اس سے کہتی ہے تیرا آنا مُبارک ہے تو نے بہت ہی اچھا کیا کہ آگیا، جتنے لوگ میری پُشت پر (یعنی زمین پر) چلتے تھے تُو اُن سب میں مجھے محبوب تھا آج تو میرے سُپرد ہوا تو میرا حُسنِ سلوک بھی دیکھے گا، اسکے بعد وہ اسقدر وسیع ہو جاتی ہے کہ منتہائے نظر تک کھُل جاتی ہے اور جنّت کا ایک دروازہ اُس میں کھُل جاتا ہے جس سے وہاں کی ہوائیں خوشبوئیں وغیرہ پہونچتی رہتی ہیں۔ اور جب کافر یا فاجر دفن کیا جاتا ہے تو قبر کہتی ہے کہ تیرا آنا منحوس اور نامُبارک ہے کیا ضرورت تھی تیرے آنے کی جتنے آدمی میری پُشت پر چلتے تھے سب میں زیادہ بغض مجھے تجھ سے تھا آج تو میرے سپرد ہوا تو میرا معاملہ بھی دیکھے گا۔ اسکے بعد اسکو اسقدر زور سے بھینچتی ہے کہ پسلیاں ایک دوسری میں گھُس جاتی ہیں جسطرح ہاتھ میں ہاتھ ڈالنے سے انگلیاں ایک دوسری میں گھُس جاتی ہیں۔ اُسکے بعد نوّے[3] یا ننانوے اژدہے اس پر مُسلّط ہو جاتے ہیں جو اسکو نوچتے رہتے ہیں اور قیامت تک یہی ہوتا رہے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر ایک اژدہا اُن میں سے زمین پر پھُنکار مار دے تو قیامت تک زمین میں گھاس نہ اُگے۔ اسکے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قبر یا جنّت کا ایک باغ ہے یا جہنّم کا ایک گڑھا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دو[4] قبروں پر گذر ہوا ارشاد فرمایا کہ ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے ایک کو چغلخوری کے جُرم میں دوسرے کو پیشاب کی احتیاط نہ کرنے میں (کہ بدن کو اس سے بچاتا نہ تھا) ہمارے کتنے مہذب[5] لوگ ہیں جو استنجے کو عیب سمجھتے ہیں اس کا مذاق اڑاتے ہیں علماء نے پیشاب سے نہ بچنا گناہِ کبیرہ بتایا ہے۔ ابنِ[6] حجر مکّی نے لکھا ہے کہ صحیح روایت میں آیا ہے کہ اکثر عذابِ قبر پیشاب کی وجہ سے ہوتا ہے۔

---

[1] عذابِ قبر کی آواز انسان اور جنّات کے علاوہ دوسرے جانداروں کو محسوس ہوتی ہے [2] غربت کا لفظ اردو میں تونگری اور مفلسی کے معنی میں آتا ہے لیکن عربی میں اسکے معنی اجنبیت اور پردیسی ہونے کے ہیں۔ یہاں یہ لفظ اسی دوسرے معنی میں استعمال کیا گیا ہے [3] مراد مغربی بدتہذیبی ہے جو تہذیب کے نام سے وبا کی طرح پھیل رہی ہے جسکے زیرِ اثر لوگ استنجا اور پاکیزگی سے محروم ہو جاتے اور ظاہری ٹیپ ٹاپ ہی کو سب کچھ سمجھ لیتے ہیں [4] ابن حجر مکی نے الزواجر عن اقتراف الکبائر جلد اوّل صفحہ ۱۳۰ میں اسکو کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے اور متعدد روایات اس سلسلہ میں نقل کی ہیں۔

marfat.com

ایک حدیث میں آیا ہے کہ قبر میں سب سے پہلے مُطالبہ پیشاب کا ہوتا ہے[1] بالجملہ عذابِ قبر نہایت سخت چیز ہے اور جیسا کہ اُس کے ہونے میں بعض گناہوں کو خاص دخل ہے اسی طرح اُس سے بچنے میں بھی بعض عبادات کو خصوصی شرافت حاصل ہے۔ چنانچہ متعدد احادیث میں وارد ہے کہ سورۂ تَبَارَکَ الَّذِیْ کا ہر رات کو پڑھتے رہنا عذابِ قبر سے نجات کا سبب ہے اور عذابِ جہنم سے بھی حفاظت کا سبب ہے اور اللہ کے ذکر کے بارے میں تو حدیث بالا ہے ہی۔

(۴۲) عَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیَبْعَثَنَّ اللّٰہُ اَقْوَامًا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ فِیْ وُجُوْھِھِمُ النُّوْرُ عَلٰی مَنَابِرِ اللُّؤْلُؤِ یَغْبِطُھُمُ النَّاسُ لَیْسُوْا بِاَنْبِیَآءَ وَلَا شُھَدَآءَ فَقَالَ اَعْرَابِیٌّ حُلْھُمْ لَنَا نَعْرِفْھُمْ قَالَ ھُمُ الْمُتَحَابُّوْنَ فِی اللّٰہِ مِنْ قَبَآئِلَ شَتّٰی وَبِلَادٍ شَتّٰی یَجْتَمِعُوْنَ عَلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ یَذْکُرُوْنَہٗ اخرجہ الطبرانی باسناد حسن کذا فی الدر و مجمع الزوائد والترغیب للمنذری و ذکر ایضاً لہ متابعۃ بروایۃ عمرو بن عبسۃ عند الطبرانی مرفوعاً قال المنذری واسنادہ مقارب لا بأس بہ ورقم لحدیث عمرو بن عبسۃ فی الجامع الصغیر بالحسن وفی مجمع الزوائد رجالہ موثقون وفی مجمع الزوائد بمعنی ھذا الحدیث مطولاً وفیہ حُلْھُمْ لَنَا یَعْنِیْ صِفْ شَکْلَھُمْ لَنَا فَسُرَّ وَجْہُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

(۴۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن اللہ جل شانہٗ بعض قوموں کا حشر ایسی طرح فرمائیں گے کہ ان کے چہروں میں نور چمکتا ہوا ہوگا وہ موتیوں کے منبروں پر ہوں گے وہ انبیاء اور شہداء نہیں ہونگے کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ ان کا حال بیان کر دیجئے کہ ہم ان کو پہچان لیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ لوگ ہوں گے جو اللہ کی محبت میں مختلف جگہوں سے مختلف خاندانوں سے آکر ایک جگہ جمع ہو گئے ہوں اور اللہ کے ذکر میں مشغول ہوں۔ دوسری حدیث میں ہے کہ جنت میں یاقوت کے ستون ہوں گے جن پر زبرجد (زمرد) کے بالاخانے ہوں گے ان میں چاروں طرف دروازے کھلے ہوئے ہوں گے وہ ایسے چمکتے ہوں گے جیسے کہ نہایت روشن ستارہ چمکتا ہے، ان بالاخانوں میں وہ لوگ رہیں گے جو اللہ کے واسطے آپس میں محبت رکھتے ہوں اور وہ لوگ جو اللہ ہی کے واسطے ایک جگہ اکٹھے ہوں اور

[1] یہ روایت ابن حجر مکی نے زواجر میں نقل کی ہے۔ (جلد اول ص ۱۳۰)

marfat.com

بِسُوَالِ الْاَعْرَابِیِّ الحدیث۔ قال رواہ احمد والطبرانی بنحوہ ورجالہ وثقوا قلت وفی الباب عن ابی ھریرۃ عند البیہقی فی الشعب اِنَّ فِی الْجَنَّۃِ لَعُمُدًا مِنْ یَّاقُوْتٍ عَلَیْھَا غُرَفٌ مِّن زَبَرْجَدٍ لَھَا اَبْوَابٌ مُّفَتَّحَۃٌ تَضِیْءُ کَمَا یَضِیْءُ الْکَوْکَبُ الدُّرِّیُّ یَسْکُنُھَا الْمُتَحَابُّوْنَ فِی اللّٰہِ تَعَالٰی وَالْمُتَلَاقُوْنَ فِی اللّٰہِ کذا فی الجامع الصغیر ورقم لہ بالضعف وذکر فی مجمع الزوائد لہ شواھد وکذا فی المشکوٰۃ۔

وہ لوگ جو اللہ ہی کیواسطے آپسمیں ملتے جلتے ہوں،

ف:۔ اس میں اطباء کا اختلاف ہے کہ زبرجد اور زمرد ایک ہی پتھر کے دو نام ہیں یا ایک ہی پتھر کی دو قسمیں ہیں یا ایک ہی نوع کے دو پتھر ہیں۔

بہرحال یہ ایک پتھر ہوتا ہے[1] جو نہایت ہی روشن چمکدار ہوتا ہے۔

آج خانقاہوں کے بیٹھنے والوں[2] پر ہرطرح الزام ہے ہرطرف سے فقرے کسے جاتے ہیں۔ آج اُنہیں جتنا دل چاہے بُرا کہہ لیں۔ کل جب آنکھ کھُلے گی اُسوقت حقیقت معلوم ہوگی کہ بوریوں پر بیٹھنے والے کیا کچھ کما کر لے گئے جب وہ ان منبروں اور بالاخانوں پر ہوں گے اور یہ ہنسنے والے اور گالیاں دینے والے کیا کما کر لے گئے ؎

فَسَوْفَ تَرٰی اِذَا انْکَشَفَ الْغُبَارُ اَفَرَسٌ تَحْتَ رِجْلِکَ اَمْ حِمَارٌ

ترجمہ:۔ عنقریب جب غبار ہٹ جائے گا تو معلوم ہوگا کہ گھوڑے پر سوار تھے یا گدھے پر۔

ان خانقاہوں کی اللہ کے یہاں کیا قدر ہے جن پر آج چاروں طرف سے گالیاں پڑتی ہیں یہ اُن احادیث سے معلوم ہوتا ہے جن میں ان کی فضیلتیں ذکر کی گئی ہیں۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جس گھر میں اللہ کا ذکر کیا جاتا ہو وہ آسمان والوں کیلئے ایسا چمکتا ہے

---

[1] سابقہ ایڈیشنوں میں یہاں "اسکے پتے بنتے ہیں جو بازار میں چمکدار کاغذ کی طرح بکتے ہیں"۔ یہ عبارت تھی جو حضرت شیخ مدظلہ سے رجوع کرنے کے بعد ان کے ارشاد کے مطابق متن سے یہ عبارت حذف کر دی گئی۔

[2] خانقاہوں میں کچھ لوگ تو وہ ہیں جنھوں نے خانقاہوں کے نام سے دُکان قائم کر رکھی ہے اور تصوف وسلوک کی انھیں ہوا تک نہیں لگی ہے اور کچھ خدا کے مقبول بندے ایسے بھی ہیں جو ان غربت کدوں میں خود بھی یادِ الٰہی میں مصروف ہیں اور ہزاروں بھٹکے ہوئے انسانوں کو خدا کی راہ دکھا رہے ہیں اور اہم دینی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ عام لوگ جب بُرا کہنے پر آتے ہیں تو سب کو ایک طرف سے کہنا شروع کر دیتے ہیں اور بھولے بھالے خوش عقیدہ مسلمان جب بزرگوں کی عقیدتمندی اور تعریف میں لگتے ہیں تو جھوٹے پیروں کے کھُلے ہوئے خلاف شرع اور فاسقانہ اعمال کو بھی تصوف وسلوک کے اعلیٰ مقامات ثابت کرنے لگتے ہیں اور یہ دونوں ہی باتیں غلط ہیں۔ نہ سب بُرے ہیں اور نہ ہی سب کے سب اچھے ہیں۔ جو جیسا ہو اسکو دیکھ بھال کر ویسا ہی کہو۔ شیخ مدظلہ کی مراد بھی یہی ہے۔

marfat.com

جیسے زمین والوں کے لئے ستارے چمکتے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ ذکر کی مجالس پر جو سکینہ (ایک خاص نعمت) نازل ہوتی ہے فرشتے اُن کو گھیر لیتے ہیں رحمتِ الٰہی اُن کو ڈھانک لیتی ہے اور اللہ جلّ جلالہٗ عرش پر ان کا ذکر فرماتے ہیں۔ ابو رزینؓ ایک صحابی ہیں وہ کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تجھے دین کی تقویت کی چیز بتاؤں جس سے تو دونوں جہاں کی بھلائی کو پہونچے وہ اللہ کا ذکر کرنے والوں کی مجلسیں ہیں اُن کو مضبوط پکڑ اور جب تو تنہا ہوا کرے تو جتنی بھی قدرت ہو اللہ کا ذکر کرتا رہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آسمان والے اُن گھروں کو جن میں اللہ کا ذکر ہوتا ہے ایسا چمکدار دیکھتے ہیں جیسا کہ زمین والے ستاروں کو چمکدار دیکھتے ہیں۔ یہ گھر جن میں اللہ کا ذکر ہوتا ہے ایسے روشن اور منوّر ہوتے ہیں کہ اپنے نور کی وجہ سے ستاروں کی طرح چمکتے ہیں اور جن کو اللہ جلّ شانہٗ نور کے دیکھنے کی آنکھیں عطا فرماتے ہیں وہ یہاں بھی ان کی چمک دیکھ لیتے ہیں۔ بہت سے اللہ کے بندے ایسے ہیں جو بزرگوں کا نور اپنی آنکھوں سے چمکتا ہوا دیکھتے ہیں۔ چنانچہ حضرت فضیلؒ بن عیاض جو مشہور بزرگ ہیں فرماتے ہیں کہ جن گھروں میں اللہ کا ذکر ہوتا ہے وہ آسمان والوں کے نزدیک ایسا چمکتے ہیں جیسا کہ چراغ۔ شیخ عبدالعزیز دبّاغ ابھی قریب ہی زمانہ میں ایک بزرگ گذرے ہیں جو بالکل اُمّی[1] تھے مگر قرآن شریف کی آیت حدیث قدسی[2] حدیث نبوی اور موضوع حدیث کو علیحدہ علیحدہ بتا دیتے تھے اور کہتے تھے کہ متکلم کی زبان سے جب لفظ نکلتے ہیں تو اُن الفاظ کے نور سے معلوم ہو جاتا ہے کہ کس کا کلام ہے کہ اللہ پاک کے کلام کا نور علیحدہ ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کا نور دوسرا ہے اور دوسرے کلاموں میں دونوں نور نہیں ہوتے۔

تذکرۃ الخلیل یعنی سوانح حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ میں بروایت مولانا ظفر احمدؒ صاحب لکھا ہے کہ حضرتؒ کے پانچویں حج میں جس وقت حضرتؒ مسجد الحرام میں طوافِ قدوم کے لئے تشریف لائے تو احقر مولانا محب الدینؒ صاحب (جو اعلیٰ حضرت مولانا الحاج امداد اللہ صاحب مہاجر مکی نور اللہ مرقدہٗ کے خاص خلفا میں تھے اور صاحبِ کشف مشہور تھے) کے پاس بیٹھا تھا مولانا اُسوقت درود شریف کی کتاب کھولے ہوئے اپنا وِرد پڑھ رہے تھے کہ دفعۃً میری طرف مخاطب ہو کر فرمانے لگے اسوقت

---

[1] یعنی پڑھے لکھے بالکل نہ تھے [2] اللہ تعالیٰ کا وہ ارشاد جسکے الفاظ اللہ تعالیٰ نے جبریلؑ کے ذریعہ نہ بھیجے ہوں بلکہ نبیؐ نے اپنے الفاظ میں بیان فرمایا ہو [3] حضرت مولانا ظفر احمد تھانوی مقیم حال ٹنڈو الٰہ یار سندھ (پاکستان)

marfat.com

حرم میں کون آگیا کہ دفعۃً سارا حرم انوار سے بھر گیا۔ میں خاموش رہا کہ اتنے میں حضرتؒ طواف سے فارغ ہو کر مولانا کے پاس کو گذرے مولانا کھڑے ہوئے اور ہنسکر فرمایا کہ میں بھی تو کہوں آج حرم میں کون آگیا۔ مجالسِ ذکر کی فضیلت مختلف عنوانات سے بہت سی احادیث میں وارد ہوئی ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ افضل ترین رباط نماز ہے اور ذکر کی مجالس۔ رباط کہتے ہیں دَارُ الاِسْلَام کی سرحد کی حفاظت کرنے کو تاکہ کفار اسطرف سے حملہ نہ کریں۔

۱۲ عَنْ اَنَسٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا مَرَرْتُمْ بِرِیَاضِ الْجَنَّۃِ فَارْتَعُوْا قَالُوْا وَمَا رِیَاضُ الْجَنَّۃِ قَالَ حِلَقُ الذِّکْرِ۔ اخرجہ احمد والترمذی وحسنہ وذکرہ فی المشکوۃ بروایۃ الترمذی وزاد فی الجامع الصغیر والبیہقی فی الشعب ورقم لہ بالصحۃ وفی الباب عن جابر عند ابن ابی الدنیا والبزار وابی یعلی والحاکم وصححہ والبیہقی فی الدعوات کذا فی الدر وفی الجامع الصغیر بروایۃ الطبرانی عن ابن عباس بلفظ مجالس العلم وبروایۃ الترمذی عن ابی ھریرۃ بلفظ المساجد محل حلق الذکر و زاد الرتع۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔

۱۲ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب جنت کے باغوں پر گذرو تو خوب چرو۔ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ جنت کے باغ کیا ہیں۔ ارشاد فرمایا ذکر کے حلقے۔ ف:۔ مقصود یہ ہے کہ کسی خوش قسمت کی اِن مجالس اِن حلقوں تک رسائی ہو جائے تو اسکو بہت زیادہ غنیمت سمجھنا چاہیئے کہ یہ دنیا ہی میں جنت کے باغ ہیں اور "خوب چرو" سے اس طرف اشارہ ہے کہ جیسے جانور جب کسی سبزہ زار یا کسی باغ میں چرنے لگتا ہے تو معمولی سے ہٹانے سے بھی نہیں ہٹتا بلکہ مالک کے ڈنڈے وغیرہ بھی کھاتا رہتا ہے لیکن اِدھر سے منہ نہیں موڑتا۔ اسی طرح ذکر کرنے والے کو بھی دنیاوی تفکرات اور موانع کی وجہ سے ادھر سے منہ نہ موڑنا چاہیئے اور جنت کے باغ اسلئے فرمائے کہ جیسا کہ جنت میں کسی قسم کی آفت نہیں ہوتی اسی طرح یہ مجالس بھی آفات سے محفوظ رہتی ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ کا ذکر دلوں کی شفا ہے۔ یعنی دل میں جس قسم کے امراض پیدا ہوتے ہیں تکبر، حسد، کینہ وغیرہ سب ہی امراض کا علاج ہے۔

marfat.com

صاحبؒ الفوائد فی الصلات والعوائد نے لکھا ہے کہ آدمی ذکر پر مداومت سے تمام آفتوں سے محفوظ رہتا ہے اور صحیح حدیث میں آیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں تمہیں ذکر اللہ کی کثرت کا حکم کرتا ہوں اور اسکی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص کے پیچھے کوئی دشمن لگ جائے اور وہ اُس سے بھاگ کر کسی قلعہ میں محفوظ ہو جائے اور ذکر کرنے والا اللہ جلّ شانہٗ کا ہم نشین ہوتا ہے اور اس سے بڑھ کر اور کیا فائدہ ہوگا کہ وہ مالک الملک کا ہم نشین ہو جائے اُسکے علاوہ اُس سے شرح صدر ہو جاتا ہے دل منوّر ہو جاتا ہے، اسکے دل کی سختی دور ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے ظاہری اور باطنی منافع ہوتے ہیں جن کو بعض علماء نے سَو تک شمار کیا ہے انتہٰی۔

حضرت ابو امامہؓ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوئے اور عرض کیا میں نے خواب میں دیکھا کہ جب بھی آپ اندر جاتے ہیں یا باہر آتے ہیں یا کھڑے ہوتے ہیں یا بیٹھتے ہیں تو فرشتے آپ کے لئے دُعا کرتے ہیں۔ ابو امامہؓ نے فرمایا اگر تمہارا دل چاہے تو تمہارے لئے بھی وہ دعا کر سکتے ہیں۔ پھر یہ آیت پڑھی۔ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا سے رَحِیْمًا تک گویا اس طرف اشارہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ کی رحمت اور ملائکہ کی دُعا تمہارے ذکر پر متفرع[1] ہے جتنا تم ذکر کرو گے اتنا ہی ادھر سے ذکر ہوگا۔

۱۴ عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَجَزَ مِنْكُمْ عَنِ اللَّيْلِ اَنْ يُّكَابِدَهٗ وَ بَخِلَ بِالْمَالِ اَنْ يُّنْفِقَهٗ وَجَبُنَ عَنِ الْعَدُوِّ اَنْ يُّجَاهِدَهٗ فَلْيُكْثِرْ ذِكْرَ اللّٰهِ رواه الطبرانی والبیہقی والبزار واللفظ لہ وفی سندہ ابو یحیی القتات وبقیۃ رجالہ رجال الصحیح کذا فی الترغیب[2] قلت ھو من رواۃ البخاری فی الادب المفرد والترمذی وابی داؤد وابن ماجۃ وثقہ ابن معین و

۱۴ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو تم میں سے عاجز ہو راتوں کو محنت کرنے سے اور بخل کی وجہ سے مال بھی خرچ نہ کیا جاتا ہو۔ (یعنی نفلی صدقات) اور بزدلی کی وجہ سے جہاد میں بھی شرکت نہ کر سکتا ہو اُسکو چاہیئے کہ اللہ کا ذکر کثرت سے کیا کرے۔

ف:۔ یعنی ہر قسم کی کوتاہی جو عباداتِ نفلیہ میں ہوتی ہے اللہ کے ذکر کی کثرت اُسکی تلافی کر سکتی ہے۔ حضرت انسؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ اللہ کا ذکر ایمان کی علامت ہے اور نفاق

[1] یعنی ذکر کے نتیجے میں حاصل ہوتی ہے۔ [2] الترغیب ج ۲ ص ۳۹۶

marfat.com

نہیں بلکہ ہزاروں کی مقدار میں روزانہ کا معمول تجویز کرتے ہیں۔

مُلّا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ ایک مرید نے اپنے شیخ سے عرض کیا تھا کہ میں ذکر کرتا ہوں مگر دِل غافل رہتا ہے انھوں نے فرمایا کہ ذکر برابر کرتے رہو اور اس پر اللہ کا شکر کرتے رہو کہ اس نے ایک عضو یعنی زبان کو اپنی یاد کی توفیق عطا فرمائی اور اللہ سے دل کی توجہ کیلئے دعا کرتے رہو۔ اس قسم کا واقعہ احیاء العلوم میں بھی ابوعثمان مغربیؒ کے متعلق نقل کیا گیا کہ ان سے کسی مرید نے شکایت کی تھی جس پر انھوں نے یہ[1] جواب دیا تھا۔ درحقیقت بہترین نسخہ ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ کا کلام پاک میں ارشاد ہے کہ اگر تم شکر کروگے تو میں اضافہ کروں گا، ایک حدیث میں وارد ہے کہ اللہ کا ذکر اسکی بڑی نعمت ہے اس کا شکر ادا کیا کرو کہ اللہ نے ذکر کی توفیق عطا فرمائی۔

۴ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رض قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ اَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِكَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ ظَنَنْتُ یَا اَبَا هُرَیْرَةَ رض اَنْ لَّا یَسْئَلُنِیْ عَنْ هٰذَا الْحَدِیْثِ اَحَدٌ اَوَّلُ مِنْكَ لِمَا رَاَیْتُ مِنْ حِرْصِكَ عَلَی الْحَدِیْثِ اَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ خَالِصًا مِّنْ قَلْبِهٖ اَوْ نَفْسِهٖ رواہ البخاری و قد اخرجہ الحاکم بمعناہ وذکر صاحب بهجة النفوس فی الحدیث اربعا و ثلثین بحثا۔[2]

۴ حضرت ابوہریرہ رضؓ نے ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آپؐ کی شفاعت کا سب سے زیادہ نفع اٹھانے والا قیامت کے دن کون شخص ہوگا، حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے احادیث پر تمہاری حرص دیکھ کر یہی گمان تھا کہ اس بات کو تم سے پہلے کوئی دوسرا شخص نہ پوچھیگا (پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کا جواب ارشاد فرمایا) کہ سب سے زیادہ سعادت مند اور نفع اٹھانے والا میری شفاعت کے ساتھ وہ شخص ہوگا جو دل کے خلوص کے ساتھ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہے۔ ف:- سعادت کہتے ہیں کہ آدمی کو خیر کی طرف پہونچانے کیلئے توفیقِ الٰہی کے شامل ہونے کو۔ اب اخلاص سے کلمۂ طیبہ پڑھنے والے کا سب سے زیادہ مستحق شفاعت ہونے کے دو مطلب ہوسکتے ہیں ایک تو یہ کہ اس حدیث سے وہ شخص مراد ہے جو اِخلاص سے مسلمان ہوا اور کوئی نیک عمل بجز کلمہ طیبہ پڑھنے کے اسکے پاس نہ ہو۔ اس صورت میں ظاہر ہے کہ سب سے زیادہ سعادت اسکو شفاعت ہی سے حاصل ہوسکتی ہے کہ اپنے پاس تو کوئی عمل نہیں ہے

[1] یعنی یہی جواب جو اوپر ذکر ہوا [2] اس حدیث کے متعلق صاحب بہجۃ النفوس نے چونتیس بحثیں لکھی ہیں۔

marfat.com

اس مطلب کے مُوَافِق یہ حدیث ان احادیث کے قریب قریب ہوگی جن میں ارشاد ہے کہ میری شفاعت میری امّت کے کبیرہ گناہ والوں کیلئے ہے کہ وہ اپنے اعمال کی وجہ سے جہنّم میں ڈالے جائیں گے لیکن کلمہ طیبہ کی برکت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت انکو نصیب ہوگی۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ اسکے مِصْدَاق وہ لوگ ہیں جو اخلاص سے اس کلمہ کا وِرد رکھیں اور نیک اعمال ہوں، ان کے سب سے زیادہ سعادت مند ہونے کا مطلب یہ ہے کہ زیادہ نفع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے انکو پہونچے گا کہ ترقی درجات کا سبب بنیگی، علامہ عینی رح نے لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت قیامت کے دن چھ طریقہ سے ہوگی۔ اوّل میدانِ حشر کی قید سے خلاصی کی ہوگی۔ کہ حشر میں ساری مخلوق طرح طرح کے مصائب میں مُبتلا پریشان حال یہ کہتی ہوئی ہوگی کہ ہم کو جہنم ہی میں ڈال دیا ہوتا۔ مگر ان مَصَائِب سے تو خلاصی ہو۔ اسوقت جلیل القدر انبیاء کی خدمت میں یکے بعد دیگرے حاضری ہوگی کہ آپ ہی اللہ کے یہاں سفارش فرمائیں مگر کسی کو جُرأت نہ ہوگی کہ سفارش فرماسکیں بالآخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت فرمائیں گے یہ شفاعت تمام عالَم مخلوق جن وانس مسلم کافر سب کے حق میں ہوگی اور سب اس سے مُنتفع ہوں گے۔ احادیثِ قیامت میں اسکا مفصّل قصہ مذکور ہے۔ دوسری شفاعت بعض کفّار کے حق میں تخفیف عذاب کی ہوگی جیسا ابوطالب کے بارہ میں صحیح حدیث میں وارد ہوا ہے۔ تیسری شفاعت بعض مومنوں کو جہنم سے نکلنے کے بارہ میں ہوگی جو اس میں داخل ہوچکے ہیں۔ چوتھی شفاعت بعض مومن جو اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے جہنم میں داخل ہونے کے مُستحق ہوچکے ہیں۔ ان کی جہنم سے معافی اور جہنم میں نہ داخل ہونے کے بارے میں ہوگی۔ پانچویں شفاعت بعض مومنین کے بغیر حساب کتاب جنت میں داخل ہونے میں ہوگی۔ اور چھٹی شفاعت مومنین کے درجات بلند ہونے میں ہوگی۔

۴ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصًا دَخَلَ الْجَنَّةَ قِيْلَ وَمَا اِخْلَاصُهَا قَالَ اَنْ تَحْجُزَهُ

۴ حضرت زید رض بن ارقم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں جو شخص اخلاص کے ساتھ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہے وہ جنت میں داخل ہوگا کسی نے پوچھا کہ کلمہ کے اخلاص (کی علامت)

لہ یعنی وہ لوگ نیک اعمال کرنے والوں میں سے ہوں لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا جنھوں نے آپ کا بہت زیادہ ساتھ دیا اور ہر قسم کا تعاون کیا۔ لیکن اسلام سے مشرف نہ ہوسکے۔

marfat.com

عَنْ مَحَارِمِ اللّٰہِ رواہ الطبرانی فی الاوسط والکبیر۔

کیا ہے آپ نے فرمایا کہ حرام کاموں سے اس کو روکدے۔

ف :- اور یہ ظاہر ہے کہ جب حرام کاموں سے رُک جائیگا اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا قائل ہوگا تو اسکے سیدھا جنت میں جانے میں کیا تردّد ہے۔ لیکن اگر حرام کاموں سے نہ بھی رُکے تب بھی اس کلمۂ پاک کی یہ برکت تو بلا تردّد ہے کہ اپنی بداعمالیوں کی سزا بھگتنے کے بعد کسی نہ کسی وقت جنت میں ضرور داخل ہوگا البتہ اگر خدانخواستہ بداعمالیوں کی بدولت[1] اسلام و ایمان ہی سے محروم ہو جائے تو دوسری بات ہے۔

حضرت فقیہ ابُو اللّیث سَمَرقَندِیؒ تنبیہُ الغافلین میں لکھتے ہیں ہر شخص کیلئے ضروری ہے کہ کثرت سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھتا رہا کرے اور حق تعالیٰ شانہٗ سے ایمان کے باقی رہنے کی دُعا بھی کرتا رہے اور اپنے کو گناہوں سے بچاتا رہے اسلئے کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ گناہوں کی نحوست سے آخر میں اُن کا ایمان سلب ہو جاتا ہے اور دنیا سے کفر کی حالت میں جاتے ہیں اس سے بڑھ کر اور کیا مصیبت ہوگی کہ ایک شخص کا نام ساری عمر مسلمانوں کی فہرست میں رہا ہو مگر قیامت میں وہ کافروں کی فہرست میں ہو یہ حقیقی حسرت اور کمال حسرت ہے۔ اس شخص پر افسوس نہیں ہوتا جو گرجا یا بُتخانہ میں ہمیشہ رہا ہو اور وہ کافروں کی فہرست میں آخر میں شمار کیا جائے افسوس اُس پر ہے جو مسجد میں رہا ہو اور کافروں میں شمار ہو جائے۔ اور یہ بات گناہوں کی کثرت سے اور تنہائیوں میں حرام کاموں میں مبتلا ہونے سے پیدا ہوتی ہے۔ بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کے پاس دوسروں کا مال ہوتا ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ یہ دوسروں کا ہے مگر دل کو سمجھاتے ہیں کہ میں کسی وقت اسکو واپس کر دونگا اور صاحب حق سے معاف کرالوں گا مگر اسکی نوبت نہیں آتی اور موت اس سے قبل آجاتی ہے۔ بہت سے لوگ ہیں کہ بیوی کو طلاق ہو جاتی ہے اور وہ اسکو سمجھتے ہیں مگر پھر بھی اس سے ہمبستری کرتے ہیں اور اسی حالت میں موت آجاتی ہے کہ توبہ کی توفیق بھی نہیں ہوتی ہے، ایسے ہی حالات میں آخر میں ایمان سلب ہو جاتا ہے اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْہُ۔ حدیث کی کتابوں میں ایک قصہ لکھا ہے کہ حضورؐ کے زمانہ میں ایک نوجوان کا انتقال ہونے لگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ اس سے کلمہ نہیں پڑھا جاتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لیگئے اور اس سے

[1] بسا اوقات جب بداعمالیاں بہت بڑھ جائیں اور رات دن سوائے بدکاریوں کے کوئی مشغلہ ہی نہ رہے تو کبھی کبھی دل کی ظلمت بڑھکر ایمان کی روشنی کو بالکل ختم کر دیتی ہے اور معصیتوں کی تیز آندھی سے ہدایت کی شمع گُل ہو جاتی ہے۔

marfat.com

دریافت فرمایا کیا بات ہے عرض کیا کہ یارسول اللہ ایک قفل سا دل پر لگا ہوا ہے۔ تحقیق حالات سے معلوم ہوا کہ اسکی ماں اس سے ناراض ہے اور اس نے ماں کو ستایا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ماں کو بلایا اور دریافت فرمایا کہ اگر کوئی شخص بہت سی آگ جلا کر اس تمہارے لڑکے کو اس میں ڈالنے لگے تو تم سفارش کروگی انھوں نے عرض کیا ہاں حضور کروں گی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا ہے تو اس کا قصور معاف کردے انھوں نے سب معاف کر دیا پھر اس سے کلمہ پڑھنے کو کہا گیا تو فوراً پڑھ لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے انھوں نے آگ سے نجات پائی۔ اس قسم کے سیکڑوں واقعات پیش آتے ہیں کہ ہم لوگ ایسے گناہوں میں مبتلا رہتے ہیں جن کی نحوست دین اور دنیا دونوں میں نقصان پہونچاتی ہے۔ صاحب احیاءؒ نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضورؐ نے خطبہ پڑھا جس میں ارشاد فرمایا کہ جو شخص لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کو اسطرح سے کہے کہ خلط ملط نہ ہو تو اس کیلئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ حضرت علی رضؓ نے عرض کیا کہ حضورؐ اس کو واضح فرمادیں خلط ملط کا کیا مطلب ہے ارشاد فرمایا کہ دنیا کی محبت اور اسکی طلب میں لگجانا' بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ انبیاء کی سی باتیں کرتے ہیں اور متکبر اور جابر لوگوں کے سے عمل کرتے ہیں۔ اگر کوئی اس کلمہ کو اسطرح کہے کہ یہ کام[1] نہ کرتا ہو تو جنت اسکے لئے واجب ہے'

۵ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا قَالَ عَبْدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِلَّا فُتِحَتْ لَهٗ اَبْوَابُ السَّمَآءِ حَتّٰى یُفْضِیَ اِلَى الْعَرْشِ مَا اجْتُنِبَتِ الْكَبَآئِرُ۔ رواہ الترمذی وھکذا فی المشکوٰۃ لکن لیس فیھا حسن بل غریب فقط قال القاری و رواہ النسائی وابن حبان وعزاہ السیوطی فی الجامع الی الترمذی و رقم لہ بالحسن وحکاہ السیوطی فی الدر من طریق ابن مردویہ عن

۵ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کوئی بندہ ایسا نہیں کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہے اور آسمان کے دروازے نہ کھل جائیں' یہاں تک کہ یہ کلمہ سیدھا عرش تک پہونچتا ہے۔ بشرطیکہ کبیرہ گناہوں سے بچتا رہے۔

ف:- کتنی بڑی فضیلت ہے اور قبولیت کی انتہا ہے کہ یہ کلمہ براہِ راست عرش معلیٰ تک پہونچتا ہے اور یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ اگر کبیرہ گناہوں کیساتھ بھی کہا جائے تو نفع سے اُس وقت بھی خالی نہیں۔

[1] یعنی اس کلمے کو اسطرح سمجھے کہ متکبروں اور جابروں کے سے عمل نہ کرتا ہو یعنی برائیوں سے بچتا ہو اور نیکیاں کرتا ہو۔

marfat.com

ابی هریرة ولیس فیه ما اجتنبت الکبائر وفی الجامع الصغیر بروایة الطبرانی عن معقل ابن یسار لکل شی مفتاح ومفتاح السموات قول لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ورقم له بالضعف۔

مُلّا علی قاری رح فرماتے ہیں کہ کبائر سے بچنے کی شرط قبول کی جلدی اور آسمان کے سب دروازے کھلنے کے اعتبار سے ہے ورنہ ثواب اور قبول سے کبائر کے ساتھ بھی خالی نہیں۔ بعض علماء نے

اس حدیث کا یہ مطلب بیان فرمایا ہے کہ ایسے شخص کے واسطے مرنے کے بعد اُسکی رُوح کے اعزاز میں آسمان کے سب دروازے کھُل جائیں گے۔ ایک حدیث میں آیا ہے دو کلمے ایسے ہیں کہ ان میں سے ایک کیلئے عرش سے نیچے کوئی منتہا[1] نہیں۔ دوسرا آسمان اور زمین کو (اپنے نور یا اپنے اجر سے) بھر دے، ایک لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دوسرا اَللّٰهُ اَکْبَرُ۔

۶ عَنْ یَعْلَی بْنِ شَدَّادٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ شَدَّادُ ابْنُ اَوْسٍ وَعُبَادَةُ رض بْنُ الصَّامِتِ حَاضِرٌ یُصَدِّقُ قَالَ کُنَّا عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هَلْ فِیْکُمْ غَرِیْبٌ یَعْنِیْ اَهْلَ الْکِتَابِ قُلْنَا لَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاَمَرَ بِغَلْقِ الْاَبْوَابِ وَقَالَ ارْفَعُوْا اَیْدِیَکُمْ وَقُوْلُوْا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَرَفَعْنَا اَیْدِیَنَا سَاعَةً ثُمَّ قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ اَللّٰهُمَّ اِنَّکَ بَعَثْتَنِیْ بِهٰذِهِ الْکَلِمَةِ وَوَعَدْتَنِیْ عَلَیْهَا الْجَنَّةَ وَاَنْتَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ثُمَّ قَالَ اَبْشِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ غَفَرَ لَکُمْ رواہ احمد باسناد حسن والطبرانی وغیرهما کذا فی الترغیب قلت واخرجه الحاکم و قال اسمٰعیل بن عیاش احد ائمة اهل الشام وقد نسب الی سوء الحفظ

۶ حضرت شدادؓ فرماتے ہیں اور حضرت عُبادہؓ اس واقعہ کی تصدیق کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کوئی اجنبی (غیر مُسلم) تو مجمع میں نہیں، ہم نے عرض کیا کوئی نہیں ارشاد فرمایا کواڑ بند کر دو اُسکے بعد ارشاد فرمایا ہاتھ اُٹھاؤ اور کہو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہم نے تھوڑی دیر ہاتھ اُٹھائے رکھے اور کلمہ طیبہ پڑھا، پھر فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اے اللہ تو نے مجھے یہ کلمہ دے کر بھیجا ہے اور اس کلمہ پر جنّت کا وعدہ کیا ہے اور تو وعدہ خلاف نہیں ہے، اسکے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا کہ خوش ہو جاؤ اللہ نے تمہاری مغفرت فرما دی۔

ف:- غالباً اجنبی کو اسی لئے دریافت فرمایا تھا اور اسی لئے کواڑ بند کرائے تھے

[1] یعنی عرش سے نیچے کوئی جگہ ایسی نہیں ہے جہاں وہ ٹھہر سکے۔

marfat.com

وانا علی شرطی فی امثالہ۔ وقال الذھبی راشد ضعفہ الدارقطنی وغیرہ ووثقہ رحیم اھ وفی مجمع الزوائد رواہ احمد والطبرانی والبزار ورجالہ موثقون اھ

کہ ان لوگوں کے کلمہ طیبہ پڑھنے پر تو حضورؐ کو مغفرت کی بشارت کی اُمید ہوگی اور دوں کے متعلق یہ اُمید نہ ہو۔ صوفیہ نے اس حدیث سے مشائخ کا اپنے مریدین کی جماعت کو ذکر تلقین کرنے پر استدلال کیا ہے۔ چنانچہ جامع الاُصُول میں لکھا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہؓ کو جماعۃً اور مُنفرداً ذکر تلقین کرنا ثابت ہے جماعت کو تلقین کرنے میں اس حدیث کو پیش کیا ہے اس صورت میں کواڑوں کا بند کرنا مُستفیدین کی توجہ کے تام کرنے کی غرض سے ہو اور اسی وجہ سے اجنبی کو دریافت فرمایا کہ غیر کا مجمع میں ہونا حضورؐ پر تشتت[1] کا سبب اگرچہ نہ ہو لیکن مُستفیدین کے تشتت کا احتمال تو تھا ہی ؎

چہ خوش است با تو بزمے بنہفتہ ساز کردن
درِ خانہ بند کردن سرِ شیشہ باز کردن

(کیسی مزے کی چیز ہے تیرے ساتھ خفیہ ساز کر لینا گھر کا دروازہ بند کر دینا اور بوتل کا مُنہ کھول دینا)

۸ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جَدِّدُوْا اِیْمَانَکُمْ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَکَیْفَ نُجَدِّدُ اِیْمَانَنَا قَالَ اَکْثِرُوْا مِنْ قَوْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ رواہ احمد والطبرانی واسناد احمد حسن کذا فی الترغیب قلت ورواہ الحاکم فی صحیحہ۔ وقال صحیح الاسناد وقال الذھبی صدقۃ (الراوی) ضعفوہ قلت ھو من رواۃ ابی داؤد والترمذی واخرج لہ البخاری فی الادب المفرد وقال فی التقریب صدوق لہ اوھام وذکرہ السیوطی فی الجامع الصغیر بروایۃ احمد والحاکم ورقم لہ بالصحۃ

۸ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے ایمان کی تجدید کرتے رہا کرو، صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ایمان کی تجدید کس طرح کریں؟ ارشاد فرمایا کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کو کثرت سے پڑھتے رہا کرو،

ف :- ایک روایت میں حضورؐ کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ ایمان پُرانا ہو جاتا ہے جیسا کہ کپڑا پُرانا ہو جاتا ہے اسلئے اللہ جل شانہٗ سے ایمان کی تجدید مانگتے رہا کرو، پُرانے ہو جانیکا مطلب یہ ہے کہ معاصی سے قوتِ ایمانیہ اور نورِ ایمان جاتا رہتا ہے، چنانچہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب بندہ کوئی گناہ کرتا ہے تو ایک سیاہ نشان (دھبہ)

[1] ذہنی انتشار اور دھیان بٹنا یعنی اس سے صحابہ کرامؓ مراد ہیں۔

marfat.com

وفی مجمع الزوائد رواہ احمد واسنادہ جید وفی موضع اٰخر رواہ احمد والطبرانی ورجال احمد ثقات۔

اُسکے دل میں ہوجاتا ہے اگر وہ سچی توبہ کرلیتا ہے تو وہ نشان دھل جاتا ہے ورنہ جمارہتا ہے اور پھر جب وہ دوسرا گناہ کرتا ہے تو دوسرا نشان ہوجاتا ہے۔ اسی طرح آخر دل بالکل کالا ہوجاتا ہے اور زنگ آلود ہوجاتا ہے جس کو حق تعالیٰ شانہٗ نے سورۂ تطفیف میں ارشاد فرمایا ہے کَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ اسکے بعد اسکے دل کی حالت ایسی ہوجاتی ہے کہ حق بات اسمیں اثر اور سرایت ہی نہیں کرتی، ایک حدیث میں آیا ہے کہ چار چیزیں آدمی کے دل کو برباد کردیتی ہیں۔ احمقوں سے مقابلہ، گناہوں کی کثرت، عورتوں کے ساتھ کثرتِ اختلاط، اور مُردہ لوگوں کے پاس کثرت سے بیٹھنا۔ کسی نے پوچھا مُردوں سے کیا مراد ہے؟ فرمایا ہر وہ مالدار جس کے اندر مال نے اکڑ پیدا کردی ہو۔

۸ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْثِرُوْا مِنْ شَهَادَةِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ قَبْلَ اَنْ يُّحَالَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهَا۔ رواہ ابویعلی باسناد جید قوی کذا فی الترغیب و عزاہ فی الجامع الی ابی یعلی وابن عدی فی الکامل ورقم لہ بالضعف وزاد لقنوھا موتاکم وفی مجمع الزوائد رواہ ابویعلی ورجالہ رجال الصحیح غیر ضمام وھو ثقۃ۔

۸ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا اقرار کثرت سے کرتے رہا کرو قبل اسکے کہ ایسا وقت آئے کہ تم اُس کلمہ کو نہ کہہ سکو۔

ف:۔ یعنی موت حائل ہوجائے کہ اسکے بعد کسی عمل کا بھی وقت نہیں رہتا زندگی کا زمانہ بہت ہی تھوڑا سا ہے اور یہ ہی عمل کرنے کا اور تخم بولینے کا وقت ہے اور مرنے کے بعد کا زمانہ بہت ہی وسیع ہے اور وہاں وہی مل سکتا ہے جو یہاں بودیا گیا

۹ عَنْ عُمَرَ رض قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنِّیْ لَاَعْلَمُ كَلِمَةً لَا يَقُوْلُهَا عَبْدٌ حَقًّا مِّنْ قَلْبِهٖ فَيَمُوْتُ عَلٰى ذٰلِكَ اِلَّا حُرِّمَ عَلَى النَّارِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ رواہ الحاکم وقال صحیح علی

۹ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ کوئی بندہ ایسا نہیں ہے کہ دل سے حق سمجھ کر اسکو پڑھے اور اسی حال میں مرجائے مگر وہ جہنم پر حرام ہوجائے وہ کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے۔

لہ یعنی انکی بدعملیوں نے انکے دلوں پر زنگ لگادیا ہے ۱۲ یعنی جو حق سمجھ کر دل سے اس کلمہ کو پڑھ لے گا ضرور جنت میں داخل ہوگا

marfat.com

شرطهما ورواه بنحوه كذا في الترغيب

ف :- بہت سی روایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے ان سب سے اگر یہ مراد ہے کہ وہ مسلمان ہی اسوقت ہوا ہے تب تو کوئی اشکال ہی نہیں کہ اسلام لانے کے بعد کفر کے گناہ بالاتفاق معاف ہیں اور اگر یہ مراد ہے کہ پہلے سے مسلمان تھا اور اخلاص کے ساتھ اس کلمہ کو کہہ کر مرا ہے تب بھی کیا بعید ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے لطف سے سارے ہی گناہ معاف فرمادیں حق تعالیٰ شانہٗ کا تو خود ہی ارشاد ہے کہ شرک کے علاوہ سارے ہی گناہ جس کے چاہیں گے معاف فرمادیں گے، مُلّا علی قاریؒ نے بعض علماء سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ یہ اور اس قسم کی احادیث اسوقت کے اعتبار سے ہیں جب تک دوسرے احکام نازل نہیں ہوئے تھے۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ اس سے مراد اس کلمہ کو اُسکے حق کی ادائیگی کے ساتھ کہنا جیسا کہ پہلے حدیث نمبر ۴ میں گذر چکا ہے۔ حسن بصریؒ وغیرہ حضرات کی بھی یہی رائے ہے۔ امام بخاری کی تحقیق یہ ہے کہ ندامت[1] کے ساتھ اس کلمہ کو کہا ہو کہ یہی حقیقت توبہ کی ہے اور پھر اسی حال پر انتقال ہوا ہو۔ مُلّا علی قاریؒ کی تحقیق یہ ہے کہ اس سے ہمیشہ جہنم میں رہنے کی حرمت[2] مراد ہے۔ ان سب کے علاوہ ایک کھلی ہوئی بات اور بھی ہے وہ یہ کہ کسی چیز کا کوئی خاص اثر ہونا اسکے منافی نہیں کہ کسی عارض کی وجہ سے وہ اثر نہ کرسکے۔ سَقَمُونیا کا اثر اسہال ہے لیکن اگر اس کے بعد کوئی سخت قابض چیز کھالی جائے تو یقیناً سَقَمُونیا کا اثر نہ ہوگا لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس دوا کا وہ اثر نہیں رہا بلکہ اس عارض کی وجہ سے اُس شخص پر اثر نہ ہوسکا۔

۱۰ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَفَاتِيْحُ الْجَنَّةِ شَهَادَةُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رواه احمد كذا في المشكوٰة والجامع الصغير ورقم له بالضعف وفي مجمع الزوائد رواه احمد ورجاله وثقوا الا ان شهرًا لم يسمع عن معاذ اهـ ورواه البزار كذا في الترغيب وزاد السيوطي في الدر

۱۰ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا اقرار کرنا جنت کی کنجیاں ہیں۔

ف :- کنجیاں اس لحاظ سے فرمایا کہ ہر دروازہ کی اور ہر جنت کی کنجی یہ ہی کلمہ ہے اسلئے ساری کنجیاں یہی کلمہ ہوا یا اس لحاظ سے کہ یہ کلمہ بھی دو جز لئے ہوئے ہے ایک لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا اقرار دوسرے مُحَمَّدٌ

[1] یعنی کلمہ اسطرح کہا ہو کہ دل گناہوں کی وجہ سے پوری طرح شرمندگی میں ڈوبا ہوا تھا [2] یعنی گویا جہنم کے حرام ہوجانے سے مراد یہ ہے کہ ہمیشہ کی جہنم نہ رہے گی۔

marfat.com

ابن مردویہ والبیہقی وذکرہ فی المقاصد الحسنۃ بروایۃ احمد بلفظ مفتاح الجنۃ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ واختلف فی وجہ حمل الشہادۃ وھی مفرد علی المفاتیح وھی جمع علی اقوال اوجہھا عندی انھا لما کانت مفتاحًا لکل باب من ابوابہ صارت کالمفاتیح۔

(۱۰) عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَامِنْ عَبْدٍ قَالَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فِیْ سَاعَۃٍ مِّنْ لَیْلٍ اَوْ نَھَارٍ اِلَّا طُیِّبَتْ مَافِی الصَّحِیْفَۃِ مِنَ السَّیِّئَاتِ حَتّٰی تَسْکُنَ اِلٰی مِثْلِھَا مِنَ الْحَسَنَاتِ۔ رواہ ابویعلی کذا فی الترغیب وفی مجمع الزوائد فیہ عثمان بن عبد الرحمٰن الزھری وھو متروک اھ۔

رَسُوْلُ اللّٰہِ کا اقرار، اس لئے ڈُوب ہو گئے کہ دونوں کے مجموعہ سے کھل سکتا ہے اور بھی ان روایات میں جہاں جہاں جنّت کے دخول یا جہنم کے حرام ہونے کا ذکر ہے اُس سے مراد پورا ہی کلمہ ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جنّت کی قیمت لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے۔

(۱۱) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو بھی بندہ کسی وقت بھی دن میں یا رات میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہتا ہے تو اعمالنامہ میں سے بُرائیاں مٹ جاتی ہیں اور ان کی جگہ نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

ف :- بُرائیاں مٹ کر نیکیاں لکھی جانے کے متعلق باب اوّل فصلِ ثانی کے نمبر ۱۰ پر مفصّل گذر چکا ہے اور اس قسم کی آیات و روایات کے چند معنی لکھے گئے ہیں ہر معنی کے اعتبار سے گناہوں کا اس حدیث میں اعمالنامہ سے مٹانا تو معلوم ہوتا ہی ہے البتہ اخلاص ہونا ضروری ہے اور کثرت سے اللہ پاک کا نام لینا اور کلمہ طیبہ کا کثرت سے پڑھنا خود بھی اخلاص پیدا کرنے والا ہے اسی لئے اس پاک کلمہ کا نام کلمۂ اخلاص ہے۔

(۱۲) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ لِلّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَمُوْدًا مِّنْ نُّوْرٍ بَیْنَ الْعَرْشِ فَاِذَا قَالَ الْعَبْدُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اھْتَزَّ ذٰلِکَ الْعَمُوْدُ فَیَقُوْلُ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی اُسْکُنْ فَیَقُوْلُ کَیْفَ اَسْکُنُ وَلَمْ تُغْفَرْ لِقَائِلِھَا فَیَقُوْلُ اِنِّیْ قَدْ غَفَرْتُ لَہٗ فَیَسْکُنُ

(۱۲) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ عرش کے سامنے نور کا ایک ستون ہے جب کوئی شخص لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہتا ہے تو وہ ستون ہلنے لگتا ہے، اللہ کا ارشاد ہوتا ہے کہ ٹھیر جا وہ عرض کرتا ہے کیسے ٹھیروں حالانکہ کلمہ طیبہ پڑھنے والے کی ابھی تک مغفرت نہیں ہوئی ارشاد ہوتا ہے کہ اچھا میں نے اسکی مغفرت

marfat.com

عند ذلك رواه البزار وهو غريب كذا في الترغيب وفي مجمع الزوائد فيه عبد الله بن ابراهيم بن ابي عمرو وهو ضعيف جداً اه۔ قلت وبسط السيوطي في اللالي على طرق وذكر له شواهد۔

کر دی تو وہ ستون ٹھیر جاتا ہے۔

ف:۔ مُحَدِّثِین حضرات کو اس روایت میں کلام ہے لیکن علامہ سیوطیؒ نے لکھا ہے کہ یہ روایت کئی طریقوں سے مختلف الفاظ سے نقل کی گئی ہے، بعض روایتوں میں

اسکے ساتھ اللہ جلّ شانہٗ کا یہ بھی ارشاد وارِد ہے کہ میں نے کلمہ طیبہ اس شخص کی زبان پر اسلئے جاری کرا دیا تھا کہ اسکی مغفرت کروں، کس قدر لُطف وکرم ہے اللہ کا کہ خود ہی توفیق عطا فرمانے ہیں اور پھر خود ہی اُس لُطف کی تکمیل میں مغفرت فرماتے ہیں۔ حضرت عطارؒ کا قصہ مشہور ہے کہ وہ ایک مرتبہ بازار تشریف لے گئے وہاں ایک دیوانی باندی فروخت ہو رہی تھی انھوں نے خرید لی، جب رات کا کچھ حصہ گذرا تو وہ دیوانی اُٹھی اور وضو کر کے نماز شروع کر دی اور نماز میں اُسکی یہ حالت تھی کہ آنسوؤں سے دم گھٹا جا رہا تھا اُس کے بعد اُس نے کہا اے میرے معبود آپکو مجھ سے محبت رکھنے کی قسم مجھ پر رحم فرما دیجئے۔ عطار نے یہ سُنکر فرمایا کہ لونڈی یوں کہہ اے اللہ مجھے آپ سے محبت رکھنے کی قسم، یہ سُنکر اسکو غصہ آیا اور کہنے لگی اُسکے حق کی قسم اگر اسکو مجھ سے محبت نہ ہوتی تو تمہیں یوں میٹھی نیند نہ سُلاتا اور مجھے یوں کھڑا نہ کرتا۔ اسکے بعد اُس نے یہ اشعار پڑھے ؎

اَلْكَرْبُ مُجْتَمِعٌ وَالْقَلْبُ مُحْتَرِقٌ ۔ وَالصَّبْرُ مُفْتَرِقٌ وَالدَّمْعُ مُسْتَبِقٌ

كَيْفَ الْقَرَارُ عَلٰى مَنْ لَا قَرَارَ لَهٗ ۔ مِمَّا جَنَاهُ الْهَوٰى وَالشَّوْقُ وَالْقَلَقُ

يَا رَبِّ اِنْ كَانَ شَيْءٌ فِيْهِ لِيْ فَرَجٌ ۔ فَامْنُنْ عَلَيَّ بِهٖ مَا دَامَ لِيْ رَمَقٌ

ترجمہ:۔ بیچینی جمع ہو رہی ہے اور دِل جَل رہا ہے اور صبر جدا ہو گیا اور آنسو بہ رہے ہیں، اسکو کسطرح قرار آسکتا ہے جسکو عشق وشوق اور بیچینی کے حملوں کی وجہ سے ذرا بھی سکون نہیں، اے اللہ اگر کوئی چیز ایسی ہو سکتی ہے جس میں غم سے نجات ہو تو زندگی میں اُسکو عطا کر مجھ پہ احسان فرما

لہ یعنی بہت زیادہ ضعیف قرار دیا ہے لہ یعنی یہی مضمون تھوڑے تھوڑے فرق سے کئی روایتوں میں آیا ہے جس سے فی الجملہ اس حدیث کی تائید وتقویت ہو گئی ہے لہ یعنی اس محبت کی قسم جو تجھے میرے سے ہے اور میری محبوبیت کی قسم لہ حضرت عطارؒ کے منع کرنے کی وجہ یہ تھی کہ کسی بندے کو کیا معلوم کہ خُدا اس سے محبت کرتا ہے۔ اور باندی کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر خدا کو مجھ سے محبت نہ ہوتی تو مجھے اپنی عبادت کی توفیق کیوں دیتا؟ تمہاری طرح میں بھی کیوں پڑی سو رہی ہوتی۔

marfat.com

اسکے بعد اُس نے کہا اے اللہ میرا اور آپ کا معاملہ اب راز میں نہیں[1] رہا مجھے اُٹھا لیجئے، یہ کہہ کر ایک چیخ ماری اور مرگئی۔ اس قسم کے اور بھی بہت سے واقعات ہیں اور کھلی ہوئی بات ہے کہ توفیق جب تک شاملِ حال نہ ہو کیا ہو سکتا ہے۔ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ○ (اور تم بدون خدائے رب العالمین کے چاہے کچھ نہیں چاہ سکتے ہو)

(۱۲) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ عَلٰٓی اَھْلِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْشَۃٌ فِیْ قُبُوْرِھِمْ وَلَا مَنْشَرِھِمْ وَکَاَنِّیْٓ اَنْظُرُ اِلٰٓی اَھْلِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَھُمْ یَنْفُضُوْنَ التُّرَابَ عَنْ رُءُوْسِھِمْ وَیَقُوْلُوْنَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْٓ اَذْھَبَ عَنَّا الْحَزَنَ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَیْسَ عَلٰٓی اَھْلِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْشَۃٌ عِنْدَ الْمَوْتِ وَلَا عِنْدَ الْقَبْرِ۔ رواہ الطبرانی والبیہقی کلاھما من روایۃ یحییٰ بن عبد الحمید الحمانی وفی متنہ نکارۃ کذا فی الترغیب وذکرہ فی الجامع الصغیر بروایۃ الطبرانی عن ابن عمر رضی اللہ عنہ ورقم لہ بالضعف وفی اسنی المطالب رواہ الطبرانی وابو یعلی بسند ضعیف وفی مجمع الزوائد رواہ الطبرانی وفی روایۃ لیس علی اھل لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وحشۃ عند الموت ولا عند القبر فی الاولیٰ یحییٰ الحمانی وفی الاخریٰ مجاشع بن عمرو کلاھما ضعیف اھ وقال السخاوی فی المقاصد الحسنۃ رواہ ابو یعلی و

(۱۲) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ والوں پر نہ قبروں میں وحشت ہوگی نہ میدانِ حشر میں، اسوقت گویا وہ منظر میرے سامنے ہے کہ جب وہ اپنے سروں سے مٹی جھاڑتے ہوئے (قبروں سے) اُٹھیں گے اور کہیں گے کہ تمام تعریف اُس اللہ کیلئے ہے جس نے ہم سے (ہمیشہ کیلئے رنج وغم دور کر دیا) دوسری حدیث میں ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ والوں پر نہ موت کے وقت وحشت ہوگی نہ قبر کے وقت۔

ف:- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور اقدس صلی اللہ علیہ السلام کے پاس تشریف لائے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہایت غمگین تھے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اللہ جل جلالہٗ نے آپ کو سلام فرمایا ہے اور ارشاد فرمایا کہ آپکو رنجیدہ اور غمگین دیکھ رہا ہوں یہ کیا بات ہے (حالانکہ حق تعالیٰ شانہٗ دلوں کے بھید جاننے والے ہیں لیکن اکرام واعزاز اور اظہارِ شرافت

[1] یعنی میرے تیرے درمیان کے معاملہ پر جو اب تک دیوانگی اور پاگل پن کا پردہ پڑا ہوا تھا اب وہ اُٹھ گیا ہے اور ہماری تنہائی اب عطار کے سامنے آگئی ہے۔

marfat.com

البیہقی فی الشعب والطبرانی بسند ضعیف عن ابن عمر رض اھ. قلت وقد حکم علیہ المنذری بالنکارۃ مبناہ اَنَّہٗ حَمَلَ اَھْلُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ عَلَی الظَّاھِرِ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ وَمَعْلُوْمٌ اَنَّ بَعْضَ الْمُسْلِمِیْنَ یُعَذَّبُوْنَ فِی الْقَبْرِ وَالْحَشْرِ فَیَکُوْنُ الْحَدِیْثُ مُخَالِفًا لِلْمَعْرُوْفِ فَیَکُوْنُ مُنْکَرًا لٰکِنَّہٗ اِنْ اُرِیْدَ بِہِ الْمَخْصُوْصُ بِھٰذِہِ الصِّفَۃِ فَیَکُوْنُ مُوَافِقًا لِلنُّصُوْصِ الْکَثِیْرَۃِ مِنَ الْقُرْاٰنِ وَالْحَدِیْثِ فَاِنَّ السَّابِقُوْنَ السَّابِقُوْنَ اُولٰٓئِکَ الْمُقَرَّبُوْنَ وَمِنْھُمْ سَابِقٌ بِالْخَیْرَاتِ بِاِذْنِ اللّٰہِ وَیَسْبِقُوْنَ اَلْفًا یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ بِغَیْرِ حِسَابٍ وَغَیْرُ ذٰلِکَ مِنَ الْاٰیَاتِ وَالْاٰیَاتِ فَاِنَّ الْحَدِیْثَ مُوَافِقٌ لَھَا لَا مُخَالِفٌ فَیَکُوْنُ مَعْرُوْفًا لَا مُنْکَرًا وذکر السیوطی فی الجامع الصغیر بروایۃ ابن مردویہ والبیہقی فی البعث عَنْ عُمَرَ بِلَفْظِ سَابِقُنَا سَابِقٌ وَمُقْتَصِدُنَا نَاجٍ وَظَالِمُنَا مَغْفُوْرٌ لَہٗ وَرَقَمَ لَہٗ بِالْحُسْنِ قلت ویؤیدہ حدیث سَبَقَ الْمُفَرِّدُوْنَ الْمُسْتَھْتَرُوْنَ فِیْ ذِکْرِ اللّٰہِ یَضَعُ الذِّکْرُ عَنْھُمْ اَثْقَالَھُمْ فَیَاْتُوْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ خِفَافًا رواہ الترمذی والحاکم عن ابی ھریرۃ والطبرانی عن ابی الدرداء کذا فی الجامع ورقم لہ

کے واسطے اس قسم کے سوال کرائے جاتے تھے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جبرئیلؑ مجھے اپنی اُمّت کا فکر بہت بڑھ رہا ہے کہ قیامت میں اُن کا کیا حال ہوگا۔ حضرت جبرئیل علیہ السّلام نے دریافت کیا کہ کُفار کے بارے میں یا مسلمانوں کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسلمانوں کے بارے میں فکر ہے، حضرت جبرئیلؑ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لیا اور ایک مقبرہ[1] پر تشریف لیگئے جہاں قبیلہ بنو سلمہ کے لوگ دفن تھے حضرت جبرئیلؑ نے ایک قبر پر ایک پَر مارا اور ارشاد فرمایا کہ قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہِ (اللہ کے حکم سے کھڑا ہوجا) اُس قبر سے ایک شخص نہایت حسین خوبصورت چہرہ والا اُٹھا وہ کہہ رہا تھا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ حضرت جبرئیل نے ارشاد فرمایا کہ اپنی جگہ لوٹ جا، وہ چلا گیا۔ پھر دوسری قبر پر دوسرا پَر مارا اور ارشاد فرمایا کہ اللہ کے حکم سے کھڑا ہوجا، اس میں سے ایک شخص نہایت بدصورت کالا مُنہ کَیرِی[2] آنکھوں والا کھڑا ہوا وہ کہہ رہا تھا ہائے افسوس ہائے شرمندگی ہائے مصیبت، پھر حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا اپنی جگہ لوٹ جا، اسکے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ جس حالت پر یہ لوگ مرتے ہیں اسی حالت

[1] یعنی قبرستان میں تشریف لیگئے [2] کیری وہ آنکھیں کہلاتی ہیں جنمیں پُتلی کا کالا حصہ کچھ ہلکا نیلے رنگ کا ہو۔

marfat.com

بالصحة وفی الاتحاف عن ابی الدرداء موقوفاً اَلَّذِیْنَ لَا تَزَالُ اَلْسِنَتُهُمْ رَطْبَةً مِّنْ ذِکْرِ اللّٰهِ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَهُمْ یَضْحَکُوْنَ وَفِی الجامع الصغیر بروایة الحاکم ورقم له بالصحة اَلسَّابِقُ وَالْمُقْتَصِدُ یَدْخُلَانِ الْجَنَّةَ بِغَیْرِ حِسَابٍ وَالظَّالِمُ لِنَفْسِهٖ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَسِیْرًا ثُمَّ یَدْخُلُ الْجَنَّةَ۔

پر اٹھیں گے۔ حدیث بالا میں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ والوں سے بظاہر وہ لوگ مراد ہیں جنکو اس پاک کلمہ کے ساتھ خصوصی لگاؤ خصوصی مناسبت خصوصی اِشتغال ہو اسلئے کہ جوتوں والا موتی والا برف والا وہی شخص کہلاتا ہے جس کے یہاں ان چیزوں کی خصوصی بکری اور خصوصی ذخیرہ موجود ہو اسلئے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ والوں کے ساتھ اس معاملہ میں کوئی اشکال نہیں، قرآن پاک میں سورۂ فاطر میں اس اُمت کے تین طبقے[1] بیان فرمائے ہیں ایک طبقہ سَابِقٌ بِالْخَیْرَاتِ کا بیان فرمایا ہے جن کے متعلق حدیث میں آیا ہے کہ وہ بے حساب جنت میں داخل ہوں گے۔ جو شخص سَو مرتبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھا کرے اُسکو حق تعالیٰ شانہٗ قیامت کے دن ایسی حالت میں اُٹھائیں گے کہ چودھویں رات کے چاند کی طرح ان کا چہرہ روشن ہوگا۔ حضرت ابو درداءؓ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں کی زبانیں اللہ کے ذکر سے تر و تازہ رہتی ہیں وہ جنت میں ہنستے ہوئے داخل ہوں گے۔

۱۴ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ یَسْتَخْلِصُ رَجُلًا مِّنْ اُمَّتِیْ عَلٰی رُؤُسِ الْخَلَآئِقِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فَیَنْشُرُ عَلَیْهِ تِسْعَةً وَّتِسْعِیْنَ سِجِلًّا کُلُّ سِجِلٍّ مِّثْلُ مَدِّ الْبَصَرِ ثُمَّ یَقُوْلُ اَتُنْکِرُ مِنْ هٰذَا شَیْئًا اَظَلَمَکَ کَتَبَتِیَ الْحٰفِظُوْنَ فَیَقُوْلُ لَا یَا رَبِّ فَیَقُوْلُ اَفَلَکَ عُذْرٌ فَیَقُوْلُ لَا یَا رَبِّ فَیَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی بَلٰی اِنَّ لَکَ عِنْدَنَا حَسَنَةً فَاِنَّهٗ لَا ظُلْمَ عَلَیْکَ الْیَوْمَ فَتُخْرَجُ

۱۴ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ قیامت کے دن میری اُمت میں سے ایک شخص کو منتخب[2] فرما کر تمام دنیا کے سامنے بلائیں گے اور اس کے سامنے ننانوے دفتر[3] اعمال کے کھولیں گے، ہر دفتر اتنا بڑا ہوگا کہ منتہائے نظر تک (یعنی جہاں تک نگاہ جاسکے وہاں تک) پھیلا ہوا ہوگا۔ اُسکے بعد اُس سے سوال کیا جائیگا کہ ان اعمالناموں میں سے تو کسی چیز کا انکار کرتا ہے؟ کیا میرے ان فرشتوں نے جو اعمال لکھنے پر متعین تھے تجھ پر کچھ ظلم کیا ہے (کہ کوئی گناہ

[1] مراد ہیں تین قسمیں [2] یعنی گویا وہ بدعملی کی کثرت کے لحاظ سے چھنٹا ہوا ہوگا [3] دفتر سے مراد ہے اعمالنامے کا رجسٹر۔

marfat.com

بِطَاقَةٌ فِيهَا اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ فَيَقُوْلُ اُحْضُرْ وَزْنَكَ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ مَا هٰذِهِ الْبِطَاقَةُ مَعَ هٰذِهِ السِّجِلَّاتِ فَقَالَ فَاِنَّكَ لَا تُظْلَمُ الْيَوْمَ فَتُوْضَعُ السِّجِلَّاتُ فِيْ كِفَّةٍ وَالْبِطَاقَةُ فِيْ كِفَّةٍ فَطَاشَتِ السِّجِلَّاتُ وَثَقُلَتِ الْبِطَاقَةُ فَلَا يَثْقُلُ مَعَ اللّٰهِ شَيْءٌ رواه الترمذی وقال حسن غریب و ابن ماجة وابن حبان فی صحیحه و البیهقی والحاکم وقال صحیح علی شرط مسلم کذا فی الترغیب قلت کذا قال الحاکم فی کتاب الایمان واخرجه ایضاً فی کتاب الدعوات وقال صحیح الاسناد واقره فی الموضعین الذهبی وفی المشکوٰة اخرجه بروایة الترمذی وابن ماجة وزاد السیوطی فی الدر فیمن عزاه الیهم احمد وابن مردویه واللالکائی و البیهقی فی البعث وفیه اختلاف فی بعض الالفاظ کقوله فی اول الحدیث یُصَاحُ بِرَجُلٍ مِّنْ اُمَّتِیْ عَلٰی رُءُوْسِ الْخَلَائِقِ وَفِیْهِ اَیْضًا فَیَقُوْلُ اَفَلَكَ عُذْرٌ اَوْ حَسَنَةٌ

بغیر کئے ہوئے لکھ لیا ہو یا کرنے سے زیادہ لکھ لیا ہو) وہ عرض کرے گا نہیں[1] (نہ انکار کی گنجائش ہے نہ فرشتوں نے ظلم کیا) پھر ارشاد ہوگا کہ تیرے پاس ان بداعمالیوں کا کوئی عذر ہے وہ عرض کریگا کوئی عذر بھی نہیں، ارشاد ہوگا اچھا تیری ایک نیکی ہمارے پاس ہے آج تجھ پر کوئی ظلم نہیں ہے پھر ایک کاغذ کا پرزہ نکالا جائے گا جس میں اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ لکھا ہوا ہوگا، ارشاد ہوگا کہ جا اسکو تلوالے، وہ عرض کریگا کہ اتنے دفتروں کے مقابلہ میں یہ پرزہ کیا کام دیگا ارشاد ہوگا کہ آج تجھ پر ظلم نہیں ہوگا۔ پھر اُن سب دفتروں کو ایک پلڑے میں رکھدیا جاوے گا اور دوسری جانب وہ پرزہ ہوگا تو دفتروں والا پلڑا اُڑنے لگے گا اُس پرزہ کے وزن کے مقابلہ میں، پس بات یہ ہے کہ اللہ کے نام سے کوئی چیز وزنی نہیں۔

ف:- یہ اخلاص ہی کی برکت ہے کہ ایک مرتبہ کلمہ طیبہ اخلاص کے ساتھ پڑھا

---

[1] فرشتوں پر بداعتمادی اسلئے نہیں ہوسکتی کہ انکی حیثیت گورنمنٹ کے بدذین رپورٹروں کی نہیں ہے وہاں تو صرف اسی کا اندراج ہوتا ہے جو واقعہ ہے جسطرح ٹیپ ریکارڈ سوائے اصل آواز اور واقعی بات کے کوئی دوسری بے ہودہ بات نہیں لے سکتا اسی طرح اعمالنامے میں بھی سوائے صحیح واقعات کے کوئی دوسری بات نہیں آسکتی، اعمالنامہ تو خدا کا ایک آٹومیٹک رپورٹر ہے جو واقعات کی بعینہ تصویر محفوظ کرتا ہے۔ جسطرح کیمرہ اور ٹیپ ریکارڈ پر جھوٹا ہونے کا شبہ نہیں کیا جاسکتا اسی طرح اعمالنامے میں بھی کسی شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

marfat.com

فَيُهَابُ الرَّجُلُ فَيَقُوْلُ لَا يَارَبِّ فَيَقُوْلُ بَلٰى اِنَّ لَكَ عِنْدَنَا حَسَنَةً الحدیث وعلم منہ ان الاستدراک فی الحدیث علی محلہ ولاحاجۃ اذا الی ما اولہ القاری فی المرقاۃ وذکر السیوطی ما یؤید الروایۃ من الروایات الاخر۔

ہوا ان سب دفتروں پر غالب آگیا اسی لئے ضروری ہے کہ آدمی کسی مسلمان کو بھی حقیر نہ سمجھے اور اپنے کو اس سے افضل نہ سمجھے کیا معلوم کہ اس کا کون سا عمل اللہ کے یہاں مقبول ہو جائے جو اسکی نجات کیلئے کافی ہو جائے اور اپنا حال معلوم نہیں کہ کونسا عمل قابلِ قبول ہوگا یا نہیں۔ حدیث شریف میں ایک قصہ آتا ہے کہ بنی اسرائیل میں دو آدمی تھے ایک عابد تھا دوسرا گنہگار۔ وہ عابد اس گنہگار کو ہمیشہ ٹوکا کرتا تھا وہ کہدیتا کہ مجھے میرے خدا پر چھوڑ۔

ایک دن اُس عابد نے غصّہ میں آکر کہدیا کہ خدا کی قسم تیری مغفرت کبھی نہیں ہوگی، حق تعالیٰ شانہٗ نے عالمِ ارواح میں دونوں کو جمع فرمایا اور گنہگار کو اسلئے کہ وہ رحمت کا اُمیدوار[1] تھا، معاف فرمایا اور عابد کو اس قسم کھانے کی پاداش میں عذاب کا حکم فرمادیا اور اس میں کیا شک ہے کہ یہ قسم نہایت سخت تھی خود حق تعالیٰ شانہ تو ارشاد فرمائیں اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ (حق تعالیٰ شانہٗ کفر و شرک کی مغفرت نہیں فرمادیں گے اس کے علاوہ ہر گناہ کی جس کے لئے چاہیں گے مغفرت فرمادیں گے) تو کسی کا کیا حق ہے یہ کہنے کا کہ فلاں کی مغفرت نہیں ہوسکتی لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ معاصی پر گناہوں پر، ناجائز باتوں پر گرفت نہ کیجائے ٹوکا[2] نہ جائے۔ قرآن و حدیث میں سیکڑوں جگہ اسکا حکم ہے نہ ٹوکنے پر وعید ہے۔ احادیث میں بکثرت آیا ہے کہ جو لوگ کسی گناہ کو کرتے دیکھیں اور اسکے روکنے پر قادر ہوں اور نہ روکیں تو وہ خود اسکی سزا میں مبتلا ہوں گے عذاب میں شریک ہوں گے۔ اس مضمون کو میں اپنے رسالہ تبلیغ[م] میں مفصل لکھ چکا ہوں جس کا دل

---

[1] یہ گنہگار خدا سے اپنی بدعملی کی وجہ سے ڈرتا تھا اور خدا کی رحمت کا اُمیدوار تھا اور عبادت گذار کو اپنی عبادتوں کا گھمنڈ تھا اور اسی وجہ سے اسنے وہ قسم کھائی تھی۔ خدا کو اُسکا خوف اور اُمید پسند آگئے اور اسکا گھمنڈ بُرا لگ گیا اسلئے گنہگار کو بخشدیا اور عابد صاحب کو پکڑ لیا۔ "کس را رسد نہ چون و چرا در قضائے ما"

[2] یہاں اس قصّے میں عابد صاحب کا ٹوکنا غلط نہ تھا بلکہ یہ فیصلہ غلط تھا کہ تیری کبھی مغفرت نہ ہوگی۔ اسلئے بُری باتوں سے روکنے کی کوشش کرتے رہنا چاہیئے لیکن اس بات کا شدت سے خیال رہے کہ کسی مؤمن کی حقارت دل میں نہ آنے پائے اور اپنے اندر غرور نہ پیدا ہو کہ ہم تو نیک ہیں ہمیں تو خدا بخش ہی دے گا [3] اس سے مراد فضائلِ تبلیغ ہے۔

م جو زیرِ نظر مجموعے میں شامل ہے۔

چاہے اُسکو دیکھے۔ یہاں ایک ضروری چیز یہ بھی قابلِ لحاظ ہے کہ جہاں دینداروں کا گنہگاروں کو قطعی جہنمی سمجھ لینا مہلک[1] ہے، وہاں جہلا کا ہر شخص کو مقتدا اور بڑا بنا لینا خواہ کتنے ہی کفریات بکے سمِ قاتل اور نہایت مہلک ہے۔ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص کسی بدعتی کی تعظیم کرتا ہے وہ اسلام کے مُنہدِم کرنے پر اعانت کرتا ہے۔ بہت سی احادیث میں آیا ہے کہ آخر زمانہ میں دجّال مکّار کذّاب پیدا ہوں گے جو ایسی احادیث تم کو سنادیں گے جو تم نے نہ سُنی ہوں گی۔ ایسا نہ ہو کہ وہ تم کو گمراہ کریں اور فتنہ میں ڈالدیں۔

۱۵ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوْ جِیْءَ بِالسَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِیْھِنَّ وَمَا بَیْنَھُنَّ وَمَا تَحْتَھُنَّ فَوُضِعْنَ فِیْ کِفَّۃِ الْمِیْزَانِ وَوُضِعَتْ شَھَادَۃُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فِی الْکِفَّۃِ الْاُخْرٰی لَرَجَحَتْ بِھِنَّ۔ اخرجہ الطبرانی کذا فی الدر و ھکذا فی مجمع الزوائد وَزَادَ فِیْ اَوَّلِہٖ لَقِّنُوْا مَوْتَاکُمْ شَھَادَۃَ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فَمَنْ قَالَھَا عِنْدَ مَوْتِہٖ وَجَبَتْ لَہُ الْجَنَّۃُ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَمَنْ قَالَھَا فِیْ صِحَّتِہٖ قَالَ تِلْکَ اَوْجَبُ وَاَوْجَبُ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اَلْحَدِیْثُ رواہ الطبرانی ورجالہ ثقات الا ان ابن طلحۃ لم یسمع من ابن عباس۔

۱۵ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اس پاک ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تمام آسمان و زمین اور جو لوگ اُن کے درمیان میں ہیں وہ سب اور جو چیزیں اُن کے درمیان میں ہیں وہ سب کچھ اور جو کچھ ان کے نیچے ہے وہ سب کا سب ایک پلڑے میں رکھدیا جائے اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا اقرار دوسری جانب ہو تو وہی تول میں بڑھ جائیگا۔

ف :- اس قسم کا مضمون بہت سی مختلف روایتوں میں ذکر کیا گیا ہے اس میں شک نہیں کہ اللہ کے پاک نام کی برابر کوئی بھی چیز نہیں، بدقسمتی اور محرومی ہے اُن لوگوں کی جو اس کو ہلکا سمجھتے ہیں، البتہ اسمیں وزن اخلاص سے پیدا ہوتا ہے جسقدر اخلاص ہوگا اتنا ہی وزنی یہ پاک نام ہو سکتا ہے۔ اسی اخلاص کے پیدا کرنے کے واسطے مشائخ صوفیہ کی جوتیاں سیدھی کرنا پڑتی ہیں۔ ایک حدیث میں اس ارشاد نبویؐ سے پہلے ایک اور مضمون مذکور ہے۔ وہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ میت کو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی تلقین کیا کرو جو شخص مرتے وقت اس پاک کلمہ کو کہتا ہے

[1] مُہلک :- باعثِ ہلاکت۔

marfat.com

اُسکے لئے جنّت واجب ہوجاتی ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہؐ اگر کوئی تندرستی ہی میں کہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر تو اور بھی زیادہ جنّت کو واجب کرنیوالا ہے اُسکے بعد یہ قسمیہ مضمون ارشاد فرمایا جو اُوپر ذکر کیا گیا۔

(۱۶) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ جَاءَ النَّخَّامُ ابْنُ زَيْدٍ وَقَرْدُ[1] بْنُ كَعْبٍ وَبَحْرِيُّ بْنُ عَمْرٍو فَقَالُوْا يَا مُحَمَّدُ مَا تَعْلَمُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا غَيْرَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ بِذٰلِكَ بُعِثْتُ وَاِلٰى ذٰلِكَ اَدْعُوْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ قَوْلِهِمْ قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً الاٰية اخرجه ابن اسحاق وابن المنذر وابن ابی حاتم وابو الشیخ کذا فی الدر المنثور

(۱۶) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک مرتبہ تین کافر حاضر ہوئے اور پوچھا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں جانتے (نہیں مانتے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (نہیں کوئی معبود اللہ کے سوا) اسی کلمہ کے ساتھ میں مبعوث ہوا ہوں اور اسی کی طرف لوگوں کو بلاتا ہوں، اسی بارہ میں آیت قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً نازل ہوئی۔ ف :۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسی کلمہ کے ساتھ میں مبعوث ہوا ہوں یعنی نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں اور اسی کلمہ کی طرف لوگوں کو بلاتا ہوں۔ حضورؐ کے ارشاد کا یہ مطلب نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس میں خصوصیت ہے بلکہ سارے ہی نبی اسی کلمہ کے ساتھ نبی بنا کر بھیجے گئے اور سب ہی انبیاء نے اسی کلمہ کی طرف دعوت دی ہے۔ حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے لیکر ختم الانبیاء فخرِ رُسل صلی اللہ علیہ وسلم تک کوئی بھی نبی ایسا نہیں ہے جو اس مبارک کلمہ کی دعوت نہ دیتا ہو، کس قدر با برکت اور مہتم بالشان کلمہ ہے کہ سارے انبیاء اور سارے سچے مذہب اسی پاک کلمہ کی طرف بلانے والے اور اسکے شائع کرنے والے ہیں آخر کوئی تو بات ہے کہ اس سے کوئی بھی سچا مذہب خالی نہیں اسی کلمہ کی تصدیق میں قرآن پاک کی آیت قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً (سورۂ انعام، رکوع ۲) نازل ہوئی جسمیں نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق میں خود حق تعالیٰ شانہٗ کی گواہی کا ذکر ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جب بندہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ اسکی تصدیق فرماتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں میرے بندہ نے سچ کہا ہے میرے سوا کوئی معبود نہیں۔

---

[1] وفی الباب النقول (المحلی علی حاشیۃ تنویر المقیاس ص۱۲۵) قردم بن کعب واللہ اعلم۔

marfat.com

عَنْ لَیْثٍ قَالَ قَالَ عِیْسَی بْنُ مَرْیَمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اُمَّۃُ مُحَمَّدٍ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) اَثْقَلُ النَّاسِ فِی الْمِیْزَانِ فَذَلَّتْ اَلْسِنَتُہُمْ بِکَلِمَۃٍ ثَقُلَتْ عَلٰی مَنْ کَانَ قَبْلَہُمْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اخرجہ الاصبہانی فی الترغیب کذا فی الدر۔

حضرت عیسٰے علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے اعمال (حشر کی ترازو میں اسلئے) سب سے زیادہ بھاری ہیں کہ ان کی زبانیں ایک ایسے کلمہ کے ساتھ مانوس[1] ہیں جو ان سے پہلی اُمتوں پر بھاری تھا وہ کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے۔

ف :- یہ ایک کھُلی ہوئی بات ہے کہ اُمتِ محمدیہ عَلٰی صَاحِبِہَا اَلْفُ اَلْفُ صَلٰوۃٍ وَّتَحِیَّۃٍ کے درمیان کلمہ طیبہ کا جتنا زور اور کثرت ہے کسی اُمت میں بھی اتنی کثرت نہیں ہے، مشائخ سلوک کی لاکھوں نہیں کروڑوں کی مقدار ہے اور پھر ہر شیخ کے کم و بیش سینکڑوں مرید اور تقریباً سب ہی کے یہاں کلمہ طیبہ کا ورد ہزاروں کی مقدار میں روزآنہ کے معمولات میں داخل ہے۔ جامع الاصول میں لکھا ہے کہ لفظ اللہ کا ذکر ورد کے طور پر کم از کم[2] پانچہزار کی مقدار ہے اور زیادہ کیلئے کوئی حد نہیں اور صوفیہ کیلئے کم از کم[3] پچیس ہزار روزانہ اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی مقدار کے متعلق لکھا ہے کہ کم از کم پانچہزار روزانہ ہو۔ یہ مقداریں مشائخ سلوک کی تجویز کے موافق کم و بیش ہوتی رہتی ہیں۔ میرا مقصود حضرت عیسٰے علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی تائید میں مشائخ کا انداز بیان کرنا ہے کہ ایک ایک شخص کیلئے روزانہ کی مقداریں کم از کم یہ بتائی گئی ہیں۔

ہمارے حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے قولِ جمیل میں اپنے والدؒ سے نقل کیا ہے کہ میں ابتدائے سلوک میں ایک سانس میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دو[4] سو مرتبہ کہا کرتا تھا۔

شیخ ابو یزید قرطبیؒ فرماتے ہیں۔ میں نے یہ سُنا کہ جو شخص ستر[5] ہزار مرتبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھے اسکو دوزخ کی آگ سے نجات ملے میں نے یہ خبر سُن کر ایک نصاب[6] یعنی ستر ہزار کی تعداد اپنی بیوی کیلئے بھی پڑھا اور کئی نصاب خود اپنے لئے پڑھ کر ذخیرۂ آخرت بنایا۔ ہمارے پاس ایک نوجوان رہتا تھا جس کے متعلق یہ مشہور تھا کہ یہ صاحبِ کشف[7] ہے جنت دوزخ کا بھی اسکو کشف ہوتا ہے مجھے اسکی صحت میں کچھ تردد[8] تھا ایک مرتبہ وہ نوجوان ہمارے ساتھ کھانے میں شریک تھا کہ دفعۃً اس نے ایک چیخ ماری اور سانس پھولنے لگا اور کہا

---

[1] اس کلمہ کو ادا کرتی ہیں اور اسکے لئے فرمانبردار ہیں [2] نصاب، کورس، مخصوص تعداد [3] یعنی چھپی ہوئی باتیں خدا کے لئے ظاہر کر دیتا ہے [4] یعنی مجھے کچھ شبہ تھا کہ یہ بات صحیح ہے یا محض ڈھکوسلہ ہے۔

marfat.com

کہ "میری ماں دوزخ میں جل رہی ہے اُسکی حالت مجھے نظر آئی" قرطبیؒ کہتے ہیں کہ میں اُسکی گھبراہٹ دیکھ رہا تھا۔ مجھے خیال آیا کہ ایک نصاب اسکی ماں کو بخشدوں جس سے اس کی سچّائی کا بھی مجھے تجربہ ہوجائیگا۔ چنانچہ میں نے ایک نصاب ستّر ہزار کا اُن نصابوں میں سے جو اپنے لئے پڑھے تھے[1] اُسکی ماں کو بخشدیا، میں نے اپنے دِل میں کچھ ہی سے بخشا تھا اور میرے اس پڑھنے کی خبر بھی اللہ کے سوا کسی کو نہ تھی مگر وہ نوجوان فوراً کہنے لگا کہ چچا میری ماں دوزخ کے عذاب سے ہٹادی گئی۔ قرطبیؒ کہتے ہیں کہ مجھے اس قصّہ سے دو فائدے ہوئے ایک تو اس برکت کا جو ستّر ہزار کی مِقدار پر میں نے سُنی تھی اُس کا تجربہ ہوا، دوسرے اُس نوجوان کی سچّائی کا یقین ہوگیا۔

یہ ایک واقعہ ہے اس قسم کے نہ معلوم کتنے واقعات اس اُمّت کے اَفراد میں پائے جاتے ہیں۔ صُوفیہ کی اِصطلاح میں ایک معمولی چیز پاس اَنفاس ہے یعنی اسکی مشق کہ کوئی سانس اللہ کے ذکر بغیر نہ اندر جائے نہ باہر آئے۔ اُمّتِ محمدیہ کے کروڑوں افراد ایسے ہیں جن کو اسکی مشق حاصل ہے تو پھر کیا تردُّد ہے حضرت عیسٰے علٰی نبیّنا وعلیہ الصّلوٰۃُ والسّلام کے اس ارشاد میں کہ انکی زبانیں اس کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کیساتھ مانوس اور مُنقاد[2] ہوگئیں۔

(۱۸) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَکْتُوْبٌ عَلٰی بَابِ الْجَنَّۃِ اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا لَآ اُعَذِّبُ مَنْ قَالَھَا۔ اخرجہ ابو الشیخ کذا فی الدر۔

(۱۸) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جنّت کے دروازہ پر یہ لکھا ہوا ہے (اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا لَآ اُعَذِّبُ مَنْ قَالَھَا) میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں جو شخص اس کلمہ کو کہتا رہیگا میں اسکو عذاب نہیں کرونگا،

ف:۔ گناہوں پر عذاب کا ہونا دوسری احادیث میں بکثرت آیا ہے اسلئے اس سے اگر دائمی عذاب مراد ہو تو کوئی اشکال نہیں لیکن کوئی خوش قسمت ایسے اخلاص سے اس جملہ کا وِرد رکھنے والا ہو کہ باوجود گناہوں کے اسکو بالکل عذاب نہ کیا جائے یہ بھی رحمتِ خداوندی سے بعید نہیں ہے جیسا حدیث نمبر ۱۴ میں گذرا، اسکے علاوہ نمبر ۹ میں بھی کچھ تفصیل گذر چکی ہے۔

عَنْ عَلِیٍّؓ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ جِبْرَئِیْلَ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبرئیل ؑ سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ جل جلالہٗ

---

[1] یعنی اپنے لئے پہلے جو پڑھ رکھے تھے انہی میں سے چچے سے اپنے دل میں اسکی ماں کو بخشدیا [2] مُنقاد:۔ مطیع و فرمانبردار۔

marfat.com

قَالَ قَالَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ مَنْ جَآءَنِیْ مِنْکُمْ بِشَھَادَۃِ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ بِالْاِخْلَاصِ دَخَلَ فِیْ حِصْنِیْ وَمَنْ دَخَلَ حِصْنِیْ اَمِنَ عَذَابِیْ اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ کذا فی الدر وابن عساکر کذا فی الجامع الصغیر وفیہ ایضاً بروایۃ الشیرازی عن علی ورقم لہ بالصحۃ وفی الباب عن عثمان ابن مالک بِلَفْظِ اِنَّ اللّٰہَ قَدْ حَرَّمَ عَلَی النَّارِ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یَبْتَغِیْ بِذٰلِکَ وَجْہَ اللّٰہِ رواہ الشیخان وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ بِلَفْظِ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُعَذِّبُ مِنْ عِبَادِہٖ اِلَّا الْمَارِدَ الْمُتَمَرِّدَ الَّذِیْ یَتَمَرَّدُ عَلَی اللّٰہِ وَاَبٰی اَنْ یَّقُوْلَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ رواہ ابن ماجۃ

کا ارشاد ہے کہ میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں، لہٰذا میری ہی عبادت کیا کرو جو شخص تم میں سے اِخلاص کے ساتھ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی گواہی دیتا ہوا آوے گا وہ میرے قلعہ میں داخل ہو جائے گا اور جو میرے قلعہ میں داخل ہوگا وہ میرے عذاب سے مامون[1] ہوگا۔

ف:- اگر یہ بھی گبائر سے بچنے کے ساتھ مشروط ہو جیسا کہ حدیث نمبر ۵ میں گذر چکا تب تو کوئی اشکال ہی نہیں اور اگر کبائر کے باوجود یہ کلمہ کہے تو پھر قواعد کے موافق تو عذاب سے مراد دائمی عذاب ہے ہاں اللہ جل شانہٗ کی رحمت قواعد کی پابند نہیں، قرآن پاک کا صاف ارشاد ہے کہ اللہ جل شانہٗ شرک کو معاف نہیں فرمائیں گے اسکے علاوہ جس کو چاہیں گے معاف کر دیں گے، چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اُسی شخص کو عذاب کرتے ہیں جو اللہ پر تمرُّد (ہیکڑی[2]) کرے اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنے سے اِنکار کرے، ایک حدیث میں آیا ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ حق تعالیٰ شانہٗ کے غصہ کو دُور کرتا رہتا ہے جب تک کہ دُنیا کو دین پر ترجیح نہ دینے لگیں اور جب دُنیا کو دین پر ترجیح[3] دینے لگیں اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہتے رہیں تو حق تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں کہ تم اپنے دعوے میں سچے نہیں ہو۔

۲۰ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَفْضَلُ الذِّکْرِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَفْضَلُ الدُّعَآءِ الْاِسْتِغْفَارُ ثُمَّ قَرَأَ فَاعْلَمْ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِکَ الْاٰیَۃَ اخرجہ

۲۰ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تمام ذکروں میں افضل لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے اور تمام دعاؤں میں افضل استغفار ہے، پھر اسکی تائید میں سورۂ محمدؐ کی آیت فَاعْلَمْ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تلاوت فرمائی۔

---

[1] محفوظ [2] سرکشی، ہٹ دھرمی [3] یعنی دین کے مقابلہ میں دنیا کو زیادہ اہمیت دینے لگیں۔

marfat.com

الطبرانی وابن مردویہ والدیلمی کذا فی الدر وفی الجامع الصغیر بروایۃ الطبرانی مَامِنَ الذِّکْرِ اَفْضَلُ مِنْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَلَا مِنَ الدُّعَآءِ اَفْضَلُ مِنَ الْاِسْتِغْفَارِ ورقم لہ بالحسن۔

ف :- اس فصل کی سب سے پہلی حدیث میں بھی یہ مضمون گذر چکا ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ سب اذکار سے افضل ہے جسکی وجہ صُوفیانے یہ لکھی ہے کہ دل کے پاک ہونے میں اس ذکر کو خاص مُناسبت ہے اس کی برکت سے دل ساری ہی گندگیوں سے پاک ہوجاتا ہے اور جب اسکے ساتھ اِستِغفار بھی شامل ہوجائے تو پھر کیا ہی کہنا۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ حضرت یُونُس علیہ السلام کو جب مچھلی نے کھالیا تھا تو اُسکے پیٹ میں اُنکی دُعا یہ تھی لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ○ جو شخص بھی ان الفاظ سے دُعا مانگے گا وہ ضرور قبول ہوگی اس فصل کی سب سے پہلی حدیث میں بھی یہ مضمون گذرا ہے کہ سب سے افضل اور بہترین ذکر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے لیکن وہاں سب سے افضل دعا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ارشاد ہوا تھا اور یہاں اِستِغفار وارد ہے اس قسم کا اختلاف حالات کے اعتبار سے بھی ہوتا ہے ایک متقی پرہیزگار ہے اُسکے لئے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سب سے افضل ہے، ایک گناہگار ہے وہ توبہ اور اِستِغفار کا بہت محتاج ہے اسکے حق میں اِستِغفار سب سے اہم ہے اسکے علاوہ افضلیت بھی مختلف وجوہ سے ہوتی ہے مُنافع کے حاصل کرنے کے واسطے اللہ کی حمد وثنا سب سے زیادہ نافع ہے اور مضرتیں اور تنگیاں دور کرنے کیلئے اِستِغفار سب سے زیادہ مُفید ہے ان کے علاوہ اور بھی وجوہ اس قسم کے اختلاف کی ہوتی ہیں۔

(۲۱) عَنْ اَبِیْ بَکْرِنِ الصِّدِّیْقِ رض عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَیْکُمْ بِلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَالْاِسْتِغْفَارِ فَاَکْثِرُوْا مِنْھُمَا فَاِنَّ اِبْلِیْسَ قَالَ اَھْلَکْتُ النَّاسَ بِالذُّنُوْبِ وَاَھْلَکُوْنِیْ بِلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَالْاِسْتِغْفَارِ فَلَمَّا رَاَیْتُ ذٰلِکَ اَھْلَکْتُھُمْ بِالْاَھْوَآءِ وَھُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّھُمْ مُھْتَدُوْنَ اخرجہ ابویعلی کذا فی الدر والجامع الصغیر ورقم لہ بالضعف۔

(۲۱) حضرت ابُوبکر صدیق رض حضور اقدس ؐ سے نقل کرتے ہیں کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور اِستِغفار کو بہت کثرت سے پڑھا کرو شیطان کہتا ہے کہ میں نے لوگوں کو گناہوں سے ہلاک کیا اور انھوں نے مجھے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور اِستِغفار سے ہلاک کر دیا۔ جب میں نے دیکھا (کہ یہ تو کچھ بھی نہ ہوا) تو میں نے انکو ہوائے نفس (یعنی بدعات) سے ہلاک کیا اور وہ اپنے کو ہدایت پر سمجھتے رہے۔

marfat.com

ف :- لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور استغفار سے ہلاک کرنے کا مطلب یہ ہے کہ شیطان کا مُنتہائے مقصد دل پر اپنا زہر چڑھانا ہے جس کا ذکر باب اول فصل دوم کے نمبر ۱۴ پر گذر چکا اور یہ زہر جب ہی چڑھتا ہے جب دِل اللہ کے ذِکر سے خالی ہو ورنہ شیطان کو ذِلّت کے ساتھ دل سے واپس ہونا پڑتا ہے اور اللہ کا ذِکر دلوں کی صفائی کا ذریعہ ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ ہر چیز کیلئے ایک صفائی ہوتی ہے[1] دلوں کی صفائی اللہ کا ذکر ہے۔ اسی طرح اِستغفار کے بارہ میں کثرت سے احادیث میں یہ وارد ہوا ہے کہ وہ دلوں کے مَیل اور زَنگ کو دُور کرنے والا ہے۔ اَبُوعَلِی رَقَّاق رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جب بندہ اخلاص سے لَآ اِلٰہَ کہتا ہے تو ایک دم دِل صاف ہوجاتا ہے (جیسا آئینہ پر بھیگا ہُوا کپڑا پھیرا جاوے) پھر وہ اِلَّا اللّٰہُ کہتا ہے تو صاف دِل پر اُس کا نور ظاہر ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ شیطان کی ساری ہی کوشش بے کار ہوگئی اور ساری محنت رائیگاں گئی۔ ہوائے نفس سے ہلاک کرنے کا مطلب یہ ہے کہ نَاحَق کو حق سمجھنے لگے اور جو دل میں آجائے اسی کو دین اور مذہب بنالے، قرآن شریف میں کئی جگہ اسکی مذمت وارِد ہوئی ہے، ایک جگہ ارشاد ہے :-

اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَ اَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَ قَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ؕ

(سورۂ جاثیہ، رکوع ۲)

کیا آپؐ نے اُس شخص کی حالت بھی دیکھی جس نے اپنا خُدا اپنی خواہشِ نفس کو بنا رکھا ہے اور خدا تعالےٰ نے اُسکو باوجود سمجھ بوجھ کے گمراہ کر دیا ہے اور اُسکے کان اور دل پر مُہر لگادی اور آنکھ پر پردہ ڈال دیا (کہ حق بات کو نہ سنتا ہے نہ دیکھتا ہے نہ دل میں اُترتی ہے) پس اللہ کے (گمراہ کر دینے کے بعد) کون ہدایت کرسکتا ہے پھر بھی تم نہیں سمجھتے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے :-

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ (سورۂ قصص، رکوع ۵)

ایسے شخص سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو اپنی نفسانی خواہش پر چلتا ہو بغیر اسکے کہ کوئی دلیل اللہ کی طرف سے (اُسکے پاس) ہو، اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں کرتا ـــــ اور بھی متعدد جگہ اس قسم کا مضمون وارد ہوا ہے۔ یہ شیطان کا بہت ہی سخت حملہ ہے کہ وہ غیر دین کو دین کے لباس میں سمجھاوے اور آدمی اُس کو دین

[1] یعنی ہر چیز کا میل کچیل صاف کرنے کیلئے کوئی چیز ضرور ہوتی ہے۔

marfat.com

سمجھ کر کرتا رہے اور اُس پر ثواب کا اُمیدوار بنا رہے اور جب وہ اُسکو عبادت اور دین سمجھ کر کر رہا ہے تو اُس سے توبہ کیونکر کر سکتا ہے۔ اگر کوئی شخص زناکاری چوری وغیرہ گناہوں میں مُبتلا ہو تو کسی نہ کسی وقت توبہ اور چھوڑ دینے کی اُمید ہے لیکن جب کسی ناجائز کام کو وہ عبادت سمجھتا ہے تو اس سے توبہ کیوں کرے اور کیوں اُسکو چھوڑے بلکہ دن بدن اُس میں ترقی کریگا، یہی مطلب ہے شیطان کے اس کہنے کا کہ میں نے گناہوں میں مبتلا کیا لیکن ذِکر اذکار توبہ اِستِغفار سے وہ مجھے دق کرتے رہے تو میں نے ایسے جال میں پھانس دیا کہ اُس سے نکل ہی نہیں سکتے، اسلئے دین کے ہر کام میں نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضؓ کے طریقہ کو اپنا رہبر بنانا بہت ہی ضروری امر ہے اور کسی ایسے طریقہ کو اختیار کرنا جو خلافِ سُنّت ہو نیکی برباد گناہ لازم ہے۔ امامِ غزالی رحؒ نے حسن بصریؒ سے بھی نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں۔ ہمیں یہ روایت پہونچی کہ شیطان کہتا ہے میں نے اُمّتِ محمدیہ کے سامنے گناہوں کو زیب و زینت کے ساتھ پیش کیا مگر ان کے اِستِغفار نے میری کمر توڑ دی تو میں نے ایسے گناہ اُنکے پاس پیش کئے جن کو وہ گناہ ہی نہیں سمجھتے کہ ان سے اِستِغفار کریں اور وہ اہوا یعنی بِدعات ہیں کہ وہ اُنکو دین سمجھ کر کرتے ہیں۔ وَہب بن مُنبہ رحؒ کہتے ہیں کہ اللہ سے ڈر، تو شیطان کو مجبول میں لعنت کرتا ہے اور چُپکے سے اُسکی اطاعت کرتا ہے اور اس سے دوستی کرتا ہے۔ بعض صوفیہ سے منقول ہے کہ کسقدر تعجب کی بات ہے کہ حق تعالیٰ شانُہٗ جیسے محسن کے احسانات معلوم ہونے کے بعد اُن کے اقرار کے بعد اُسکی نافرمانی کی جائے اور شیطان کی دشمنی کے باوجود اُس کی عَیّارِی اور سرکشی معلوم ہونیکے باوجود اُسکی اطاعت کی جائے۔

۲۲ عن معاذ بن جبلؓ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لایموت عبد یشھد ان لا الہ الا اللہ وانی رسول اللہ یرجع ذلک الی قلب موقن، الا دخل الجنۃ وفی روایۃ الا غفر اللہ لہ اخرجہ احمد والنسائی والطبرانی والحاکم والترمذی فی نوادر الاصول وابن مردویہ والبیہقی فی الاسماء والصفات کذا فی الدر وابن ماجۃ

۲۲ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص بھی اس حال میں مرے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی پکے دِل سے شہادت دیتا ہو، ضرور جنّت میں داخل ہوگا، دوسری حدیث میں ہے کہ ضرور اُسکی اللہ تعالیٰ مغفرت فرمادیں گے

ف:۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث میں یہ بھی نقل کیا گیا کہ خوشخبری سنو اور دوسروں کو بھی بشارت سُنا دو کہ جو

marfat.com

وفی الباب عَنْ عِتْبَانَ بِلَفْظِ مَنْ عَلِمَ اَنَّ اللّٰہَ رَبَّہٗ وَاَنِّیْ نَبِیُّہٗ مُوْقِنًا مِنْ قَلْبِہٖ حَرَّمَہُ اللّٰہُ عَلَی النَّارِ رواہ البزار ورقم لہ فی الجامع بالصحۃ وفیہ ایضاً بروایۃ البزار عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُخْلِصًا دَخَلَ الْجَنَّۃَ وَرَقِمَ لَہٗ بِالصِّحَّۃِ۔

جو شخص سچے دل سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا اقرار کرے وہ جنت میں داخل ہوگا، اللہ کے یہاں اخلاص کی قدر ہے اور اخلاص کے ساتھ تھوڑا سا عمل بھی بہت زیادہ اجر و ثواب رکھتا ہے۔ دُنیا کے دکھاوے کے واسطے لوگوں کے خوش کرنے کے واسطے کوئی کام کیا جاوے وہ تو ان کی سرکار میں بیکار ہے بلکہ کرنے والے کیلئے وَبَال ہے لیکن اخلاص کے ساتھ تھوڑا سا عمل بھی بہت کچھ رنگ لاتا ہے اسلئے اخلاص سے جو شخص کلمۂ شہادت پڑھے اُسکی ضرور مغفرت ہوگی وہ ضرور جنت میں داخل ہو کر رہے گا اس میں ذرا بھی تردّد نہیں۔ یہ ممکن ہے کہ وہ اپنے گناہوں کی وجہ سے کچھ دنوں سزا بھگت کر داخل ہو، لیکن ضروری نہیں، کسی مخلص کا اخلاص مَالِکُ الْمُلک کو پسند ہو اس کی کوئی خدمت پسند آجائے تو وہ سارے ہی گناہوں کو معاف فرما سکتے ہیں ایسی کریم ذات پر ہم نہ مرمٹیں کتنی سخت محرومی ہے۔ بہرحال ان احادیث میں کلمۂ طیبہ کے پڑھنے والے کیلئے بہت کچھ وعدے ہیں جن میں دونوں احتمال ہیں۔ قواعد کے موافق گناہوں کی سزا کے بعد معافی اور کرم۔ لُطف، احسان اور مراحمِ خسروانہ میں بلا عذاب معافی۔

یحییٰ بن اکثم رح ایک مُحدِّث ہیں جب اُن کا انتقال ہوا تو ایک شخص نے اُنکو خواب میں دیکھا ان سے پوچھا، کیا گذری۔ فرمانے لگے کہ میری پیشی ہوئی مجھ سے فرمایا او گنہگار بوڑھے تو نے فُلاں کام کیا فُلاں کیا میرے گناہ گنوائے گئے اور کہا گیا تو نے ایسے ایسے کام کئے ہیں نے عرض کیا یا اللہ مجھے آپکی طرف سے یہ حدیث[1] نہیں پہونچی فرمایا اور کیا حدیث پہونچی، عرض کیا مجھ سے عبدالرزاق رح نے کہا اُن سے معمر رح نے کہا اُن سے زُہری رح نے کہا اُن سے عُروہ رح نے کہا اُن سے حضرت عائشہ رض نے کہا اُن سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اُن سے حضرت جبرئیل ع نے عرض کیا اُن سے آپ نے فرمایا کہ جو شخص اسلام میں بوڑھا ہو اور میں اُس کو (اُس کے اعمال کی وجہ سے) عذاب دینے کا ارادہ بھی کروں لیکن اُسکے بڑھاپے سے شرما کر معاف کر دیتا ہوں اور یہ آپ کو معلوم ہے کہ میں بوڑھا ہوں۔ ارشاد ہوا کہ عبدالرزاق رح نے سچ کہا اور معمر رح نے

---

[1] یعنی مجھے جو حدیثیں معلوم ہوئیں انمیں ایسی کوئی حدیث نہ تھی کہ ایک شخص اسلام کے ساتھ بوڑھا ہو وہ بھی عام گنہگاروں کی طرح عذاب پائے گا بلکہ مجھے اسکے خلاف معلوم ہوا ہے۔

marfat.com

بھی سچ کہا۔ زہریؒ نے بھی سچ کہا عُروہؒ نے بھی سچ نقل کیا عائشہ رضؓ نے بھی سچ کہا اور نبی صؐ نے بھی سچ کہا اور جبرئیلؑ نے بھی سچ کہا اور میں نے بھی سچی بات کہی۔ یحییٰؒ کہتے ہیں کہ اسکے بعد مجھے جنّت میں داخلہ کا ارشاد فرمادیا۔

(۲۴) عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ شَیْءٌ اِلَّا بَیْنَہٗ وَبَیْنَ اللّٰہِ حِجَابٌ اِلَّا قَوْلَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَدُعَآءَ الْوَالِدِ۔ اخرجہ ابن مردویہ کذا فی الدر وفی الجامع الصغیر بروایۃ ابن النجار ورقم لہ بالضعف وفی الجامع الصغیر بروایۃ الترمذی عن ابن عمرؓ ورقم لہ بالصحۃ اَلتَّسْبِیْحُ نِصْفُ الْمِیْزَانِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ تَمْلَأُہٗ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ لَیْسَ لَہَا دُوْنَ اللّٰہِ حِجَابٌ حَتّٰی تَخْلُصَ اِلَیْہِ۔

(۲۴) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر عمل کیلئے اللہ کے یہاں پہونچنے کیلئے درمیان میں حجاب[1] ہوتا ہے مگر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور باپ کی دُعا بیٹے کیلئے ان دونوں کیلئے کوئی حجاب نہیں۔

ف :- پردہ نہ ہونے کا یہ مطلب ہے کہ ان چیزوں کے قبول ہونے میں ذرا سی بھی دیر نہیں لگتی اور امور کے درمیان میں قبول تک اور بھی واسطے حائل ہوتے ہیں لیکن یہ چیزیں براہِ راست بارگاہِ الٰہی تک فوراً پہونچتی ہیں ——— ایک کافر بادشاہ کا قصہ لکھا ہے کہ نہایت مُتشدِّد متعصب تھا اتفاق سے مسلمانوں کی ایک لڑائی میں گرفتار ہوگیا، چونکہ مسلمانوں کو اُس سے تکلیفیں بہت پہونچی تھیں اسلئے انتقام کا جوش انمیں بھی بہت تھا اُسکو ایک دیگ میں ڈال کر آگ پر رکھدیا اُس نے اوّل اپنے بُتوں کو پُکارنا شروع کیا اور مدد چاہی جب کچھ نہ بن پڑا تو وہیں مُسلمان ہوا اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا وِرد شروع کیا لگاتار پڑھ رہا تھا اور ایسی حالت میں جس خلوص اور جوش سے پڑھا جاسکتا ہے ظاہر ہے فوراً اللہ تعالیٰ شانُہٗ کی طرف سے مدد ہوئی اور اس زور سے بارش ہوئی کہ وہ ساری آگ بُجھ گئی اور دیگ بھی ٹھنڈی ہوگئی۔ اُسکے بعد زور سے آندھی چلی جس سے وہ دیگ اُڑی اور دُور کسی شہر میں جہاں سب ہی کافر تھے جاکر گری، یہ شخص لگاتار کلمہ طیبہ پڑھ رہا تھا لوگ اسکے گِرد جمع ہوگئے اور اعجُوبہ دیکھ کر مُتحیّر تھے اُس سے حال دریافت کیا اُس نے اپنی سرگذشت سنائی جس سے وہ لوگ بھی مُسلمان ہوگئے۔[2]

---

[1] حجاب :- پردہ، مراد رُکاوٹ [2] یہ واقعہ کوئی تعجب خیز نہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پچاسوں ارشادات کی وجہ سے کلمہ طیبہ کی حقیقی برکتوں پر کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

marfat.com

عَنْ عِتْبَانِ بْنِ مَالِكٍ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنْ يُوَافِيَ عَبْدٌ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَقُوْلُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَبْتَغِيْ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ اِلَّا حَرَّمَ عَلَى النَّارِ اخرجه احمد والبخاری ومسلم وابن ماجة والبيهقی فی الاسماء والصفات كذا فی الدر۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے نہیں آئے گا کوئی شخص قیامت کے دن کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کو اسطرح سے کہتا ہو کہ اللہ کی رضا کے سوا کوئی مقصود نہ ہو مگر جہنم کی آگ اُس پر حرام ہوگی۔

ف :- جو شخص اخلاص کے ساتھ کلمہ طیبہ کا وِرد کرتا رہا ہو اُس پر جہنم کی آگ کا حرام ہونا ظاہری قواعد کے موافق تو مُقیّد ہے کَبَائِر گناہ نہ ہونے کے ساتھ یا جہنم کے حرام ہونے سے اُسمیں ہمیشہ کا رہنا حرام ہے۔ لیکن اللہ جلّ شانُہٗ اس پاک کلمہ کو اخلاص سے پڑھنے والے کو باوجُود گناہوں کے بالکل ہی جہنم سے معاف فرمادیں تو کون روکنے والا ہے۔ احادیث میں ایسے بندوں کا بھی ذکر ہے کہ قیامت کے دن حق تعالیٰ شانہٗ بعض لوگوں کو فرمائیں گے تو نے فُلاں گناہ کیا فُلاں کیا، اسطرح جب بہت سے گناہ گنوائے جاچکیں گے اور وہ سمجھے گا کہ میں ہلاک ہوگیا اور اقرار بغیر چارۂ کار نہ ہوگا تو ارشاد ہوگا کہ ہم نے دُنیا میں تیری ستّاری[1] کی آج بھی ستّاری کرتے ہیں تجھے معاف کردیا۔ اس نوع کے بہت سے واقعات احادیث میں موجود ہیں اسلئے اُن ذاکرین کیلئے بھی اس قسم کا معاملہ ہو تو بعید نہیں ہے۔ اللہ پاک کے نام میں بڑی برکت اور بہبودی ہے۔ اسلئے جتنی بھی کثرت ہوسکے دریغ[2] نہ کرنا چاہیئے کیا ہی خوش نصیب ہیں وہ مُبارک ہستیاں جنھوں نے اس پاک کلمہ کی برکات کو سمجھا اور اسکے وِرد میں عمریں ختم کردیں[3]۔

(۲۵) عَنْ يَحْيٰى بْنِ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ رُؤِيَ طَلْحَةُ حَزِيْنًا فَقِيْلَ لَهٗ مَا لَكَ قَالَ اِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

(۲۵) حضرت طلحہ رض کو لوگوں نے دیکھا کہ نہایت غمگین بیٹھے ہیں، کسی نے پوچھا کیا بات ہے۔ فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے

---

[1] یعنی دنیا میں تیری برائیوں پر ہم نے پردہ ڈالے رکھا اور لوگوں کو معلوم نہ ہونے دیا [2] جسقدر ممکن ہو زیادہ سے زیادہ ذکر الٰہی کا اہتمام کرنا چاہیئے [3] اس لئے کہ جو بات زبان سے بار بار دہرائی جاتی ہے وہ دل میں اتر جاتی ہے۔ کلمہ کا ورد بھی اسلئے کیا جاتا ہے کہ یہ مبارک کلمہ دل میں اُتر جائے۔ یہاں اس بات کا بھی خیال کرنا چاہیئے کہ شریعت کا اصل مقصد اس کلمہ کے تقاضوں کو پورا کرنا ہے اور اسکے مطابق زندگی کو ڈھالنا ہے۔ اسلئے دل و زبان سے ورد رکھنے کے ساتھ ساتھ عمل کرنا بھی ضروری ہے۔

marfat.com

وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنِّيْ لَاَعْلَمُ كَلِمَةً لَا يَقُوْلُهَا عَبْدٌ عِنْدَ مَوْتِهٖ اِلَّا نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَتَهٗ وَاَشْرَقَ لَوْنُهٗ وَرَاٰى مَا يَسُرُّهٗ وَمَا مَنَعَنِيْ اَنْ اَسْاَلَهٗ عَنْهَا اِلَّا الْقُدْرَةُ عَلَيْهِ حَتّٰى مَاتَ فَقَالَ عُمَرُ اِنِّيْ لَاَعْلَمُهَا قَالَ فَمَا هِيَ قَالَ لَا نَعْلَمُ كَلِمَةً هِيَ اَعْظَمُ مِنْ كَلِمَةٍ اَمَرَ بِهَا عَمَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ قَالَ فَهِيَ وَاللّٰهِ هِيَ۔ اخرجہ البیہقی فی الاسماء والصفات کذا فی الدر قلت اخرجہ الحاکم وقال صحیح علیٰ شرط الشیخین واقرہ علیہ الذہبی واخرجہ احمد واخرج ایضاً من مسند عمر رض بمعناہ بزیادۃ فیہما واخرجہ ابن ماجۃ عن یحییٰ بن طلحۃ عن ام۔ وفی شرح الصدور للسیوطی واخرج ابو یعلے والحاکم بسند صحیح عن طلحۃ وعمر قال سمعنا رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم یقول انی اعلم کلمۃ الحدیث۔

یہ سُنا تھا کہ مجھے ایک ایسا کلمہ معلوم ہے کہ جو شخص مرتے وقت اُسکو کہے تو موت کی تکلیف اُس سے ہٹ جائے اور رنگ چمکنے لگے اور خوشی کا منظر دیکھے مگر مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اُس کلمہ کے پوچھنے کی قدرت نہ ہوئی (اس کا رنج ہو رہا ہے) حضرت عمر رض نے فرمایا مجھے معلوم ہے۔ طلحہ رض (خوش ہو کر کہنے لگے) کیا ہے؟ حضرت عمر رض نے فرمایا ہمیں معلوم ہے کہ کوئی کلمہ اُس سے بڑھا ہوا نہیں ہے جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا (ابوطالب) پر پیش کیا تھا اور وہ ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ فرمایا واللہ یہی ہے واللہ یہی ہے۔

ف بہ۔ کلمہ طیبہ کا سراسر نور و سرور ہونا بہت سی روایات سے معلوم اور مفہوم ہوتا ہے۔ حافظ ابن حجر نے منبہات[1] میں حضرت ابوبکر صدیق رض سے نقل کیا ہے کہ اندھیرے پانچ ہیں اور پانچ ہی انکے لئے چراغ ہیں دنیا کی محبت اندھیرا ہے جس کا چراغ تقویٰ ہے۔ اور گناہ اندھیرا ہے جسکا چراغ توبہ ہے اور قبر اندھیرا ہے جس کا چراغ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ہے اور آخرت اندھیرا ہے جس کا چراغ نیک عمل ہے اور پُلصراط اندھیرا ہے جس کا چراغ یقین ہے۔ رابعہ عدویہ مشہور ولیہ ہیں رات بھر نماز میں مشغول رہتیں صبح صادق کے بعد تھوڑی دیر سو رہتیں اور جب صبح کا چاند نا اچھی طرح ہو جاتا تو گھبرا کر اُٹھتیں اور نفس کو ملامت کرتیں کہ کب تک سوتا رہے گا عنقریب قبر کا زمانہ آنے والا ہے جہاں صور پھونکنے تک سونا ہی ہوگا۔ جب انتقال کا وقت قریب ہوا تو ایک خادمہ کو وصیت فرمائی کہ یہ ادنی گدڑی جس کو وہ تہجد کے وقت پہنا کرتی تھیں اسمیں مجھے کفن دے دینا اور

[1] اس کتاب کے متعلق اور اسکے مصنف کے متعلق ایک اہم تنبیہ آپ گذشتہ صفحات میں حاشیہ کے اندر پڑھ چکے ہیں منہ برنگ عفت۔

marfat.com

کسی کو میرے مَرنے کی خبر نہ کرنا، چنانچہ حسب وصیت تجہیز تکفین کر دی گئی بعد میں اُس خادِمہ نے خواب میں دیکھا کہ وہ نہایت عمدہ لباس پہنے ہوئے ہیں۔ اُس نے دریافت کیا کہ وہ آپ کی گڈری کیا ہوئی جس میں کفن دیا گیا تھا، فرمایا کہ لپیٹ کر میرے اعمال کے ساتھ رکھدی گئی، اُنھوں نے درخواست کی کہ مجھے کوئی نصیحت فرمائیں کہا کہ اللہ کا ذکر جتنا بھی کر سکو کرتی رہو کہ اس کی وجہ سے تم قبر میں قابلِ رشک بن جاؤ گی۔

(۲۶) عَنْ عُثْمَانَ رض قَالَ اِنَّ رِجَالًا مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ تُوُفِّيَ حَزِنُوْا عَلَيْهِ حَتّٰى كَادَ بَعْضُهُمْ يُوَسْوِسُ قَالَ عُثْمَانُ رض وَكُنْتُ مِنْهُمْ فَبَيْنَا اَنَا جَالِسٌ مَرَّ عَلَيَّ عُمَرُ رض وَسَلَّمَ فَلَمْ اَشْعُرْ بِهٖ فَاشْتَكٰى عُمَرُ رض اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ رض ثُمَّ اَقْبَلَ حَتّٰى سَلَّمَ عَلَيَّ جَمِيْعًا فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ رض مَا حَمَلَكَ عَلٰى اَنْ لَّا تَرُدَّ عَلٰى اَخِيْكَ عُمَرَ رض سَلَامَهٗ قُلْتُ مَا فَعَلْتُ فَقَالَ عُمَرُ رض بَلٰى وَاللّٰهِ لَقَدْ فَعَلْتَ قَالَ قُلْتُ وَاللّٰهِ مَا شَعَرْتُ اَنَّكَ مَرَرْتَ وَلَا سَلَّمْتَ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ رض صَدَقَ عُثْمَانُ رض قَدْ شَغَلَكَ عَنْ ذٰلِكَ اَمْرٌ فَقُلْتُ اَجَلْ قَالَ مَا هُوَ قُلْتُ تَوَفَّى اللّٰهُ تَعَالٰى نَبِيَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ اَنْ نَّسْاَلَهٗ عَنْ نَجَاةِ هٰذَا الْاَمْرِ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ رض قَدْ سَاَلْتُهٗ عَنْ ذٰلِكَ فَهُمْتُ اِلَيْهِ وَقُلْتُ لَهٗ بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ اَنْتَ اَحَقُّ بِهَا قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ رض قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا نَجَاةُ هٰذَا الْاَمْرِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(۲۶) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم (رُوحی فداہُ) کے وصال کے وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو اسقدر سخت صدمہ تھا کہ بہت سے مختلف طور کے وَسَاوِس[1] میں مُبتلا ہو گئے۔ حضرت عثمان رض فرماتے ہیں کہ میں بھی اُن ہی لوگوں میں تھا جو وساوِس میں گھرے ہوئے تھے۔ حضرت عمر رض میرے پاس تشریف لائے مجھے سلام کیا مگر مجھے مطلق پتہ نہ چلا انھوں نے حضرت ابوبکر رض سے شکایت کی (کہ عثمان رض بھی بظاہر خفا ہیں کہ میں نے سلام کیا انھوں نے جواب بھی نہ دیا) اسکے بعد دونوں حضرات اکٹھے تشریف لائے اور سلام کیا اور حضرت ابوبکر رض نے دریافت فرمایا کہ تم نے اپنے بھائی عمر رض کے سلام کا بھی جواب نہ دیا (کیا بات ہے)، میں نے عرض کیا میں نے تو ایسا نہیں کیا، حضرت عمر رض نے فرمایا ایسا ہی ہوا میں نے عرض کیا مجھے تو آپکے آنے کی بھی خبر نہیں ہوئی کہ کب آئے نہ سلام کا پتہ چلا، حضرت ابوبکر رض نے فرمایا سچ ہے ایسا ہی ہوا ہوگا، غالباً تم کسی سوچ میں بیٹھے ہوگے۔ میں نے

[1] حدیث کے الفاظ سے یہ مفہوم سمجھ میں آتا ہے کہ حتیٰ کہ قریب تھا بعض صحابہ کرام وساوس میں مبتلا ہو جائیں۔

marfat.com

مَنْ قَبِلَ مِنِّی الْکَلِمَۃَ الَّتِیْ عَرَضْتُ عَلٰی عَمِّیْ فَرَدَّھَا فَھِیَ لَہٗ نَجَاۃٌ۔ رواہ احمد کذا فی الشکوٰۃ وفی مجمع الزوائد رواہ احمد والطبرانی فی الاوسط باختصار وابو یعلٰی بتمامہ والبزار بنحوہ وفیہ رجل لم یسم لکن الزھری وثقہ وابھمہ اھ قلت وذکر فی مجمع الزوائد لہ متابعات بالفاظ متقاربۃ۔

لے عرض کیا واقعی میں ایک گہری سوچ میں تھا، حضرت ابوبکرؓ نے دریافت فرمایا کیا تھا میں نے عرض کیا حضورؐ کا وصال ہوگیا اور ہم نے یہ بھی نہ پوچھ لیا کہ اس کام کی نجات کس چیز میں ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ میں پوچھ چکا ہوں۔ میں اُٹھا اور میں نے کہا تم پر میرے ماں باپ قربان واقعی تم ہی زیادہ مستحق تھے اسکے دریافت کرنے کے (کہ دین کی ہر چیز میں آگے بڑھنے والے ہو) حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا میں نے حضورؐ سے دریافت کیا تھا کہ اس کام کی نجات کیا ہے آپ نے فرمایا کہ جو شخص اس کلمہ کو قبول کرلے جس کو میں نے اپنے چچا (ابوطالب پر اُن کے انتقال کے وقت) پیش کیا تھا انھوں نے رد کر دیا تھا وہی کلمۂ نجات ہے۔

ف :- وَسَاوِسْ میں مُبتلا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ صحابۂ کرام اسوقت رنج وغم کی شدت میں ایسے پریشان ہوگئے تھے کہ حضرت عمرؓ جیسے جلیل القدر بہادر تلوار ہاتھ میں لیکر کھڑے ہوگئے تھے کہ جو شخص یہ کہے گا کہ حضور کا وصال ہوگیا اُسکی گردن اُڑادوں گا، حضورؐ تو اپنے رب سے ملنے تشریف لے گئے ہیں جیسا کہ حضرت موسیٰؑ طور پر تشریف لے گئے تھے، بعض صحابہؓ کو یہ خیال پیدا ہوگیا تھا کہ دین اب ختم ہوچکا۔ بعض اس سوچ میں تھے کہ اب دین کے فروغ کی کوئی صورت نہیں ہوسکتی، بعض بالکل گم تھے کہ ان سے بولا ہی نہیں جاتا تھا، ایک ابوبکر صدیقؓ کا دم تھا جو حضورؐ کے ساتھ کمالِ عشق کمالِ محبت کے باوجود اُسوقت ثابت قدم اور جمے ہوئے قدم سے کھڑے تھے انھوں نے للکار کر خطبہ پڑھا جس میں وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ والی آیت پڑھی جس کا ترجمہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نرے رسول ہی تو ہیں (خدا تو نہیں ہیں جسے موت آ ہی نہ سکے) پس کیا اگر وہ مرجائیں یا شہید ہوجائیں تو تم لوگ (دین سے) پھر جاؤ گے اور جو شخص (دین سے) پھر جائے گا وہ خدا کا تو کوئی نقصان نہیں کرے گا (اپنا[1]

---

[1] یہ آیت اسوقت نازل ہوئی تھی جبکہ جنگِ اُحد میں مخالفوں نے یہ خبر اُڑادی تھی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو شہید ہوگئے ہیں۔ یہ خبر سُنکر بعض مسلمان کم ہمتی سے ہوگئے تھے اور کہنے لگے تھے کہ لو کان نبیا یعنی اگر آپ نبی ہوتے تو قتل نہ ہوسکتے۔ (اخرجہ ابن ابی حاتم کما فی لباب النقول الھتے علی ھامش تنویر المقیاس ص ۔

marfat.com

ہی کچھ کھو دے گا) مختصر طور پر اس قصہ کو میں اپنے رسالہ حکایاتِ صحابہؓ میں لکھ چکا ہوں اسکے جو ارشاد ہے کہ اس کام کی نجات کیا ہے اسکے ڈو مطلب ہیں ایک یہ کہ دین کے کام تو بہت سے ہیں ان سب کاموں میں مدار کس چیز پر ہے کہ جسکے بغیر چارۂ کار نہ ہو اس مطلب کے موافق جواب ظاہر ہے کہ دین کا سارا مدار کلمۂ شہادت پر ہے اور اسلام کی جڑ ہی کلمۂ طیبہ ہے دوسرا مطلب یہ ہے کہ اس کام یعنی دین میں دقتیں بھی پیش آتی ہیں وساوس بھی گھیرتے ہیں شیطان کی رخنہ اندازی بھی مستقل ایک مصیبت ہے دنیاوی ضروریات بھی اپنی طرف کھینچتی ہیں۔ اس صورت میں مطلب ارشاد نبویؐ کا یہ ہے کہ کلمۂ طیبہ کی کثرت اِن سب چیزوں کا علاج ہے کہ وہ اخلاص پیدا کرنے والا ہے، دلوں کا صاف کرنے والا ہے، شیطان کی ہلاکت کا سبب ہے۔ جیسا کہ اِن سب روایات میں اسکے اثرات بہت سے ذکر کیے گئے ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا کلمہ اپنے پڑھنے والے سے ننانوے ۹۹ قسم کی بلائیں دُور کرتا ہے، جن میں سب سے کم غم ہے جو ہر وقت آدمی پر سوار رہتا ہے۔

۴۷ عَنْ عُثْمَانَ رض قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنِّیْ لَاَعْلَمُ کَلِمَۃً لَا یَقُوْلُھَا عَبْدٌ حَقًّا مِّنْ قَلْبِہٖ اِلَّا حَرَّمَ عَلَی النَّارِ فَقَالَ لَہٗ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ اَنَا اُحَدِّثُکَ مَا ھِیَ ھِیَ کَلِمَۃُ الْاِخْلَاصِ الَّتِیْ اَعَزَّ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی بِھَا مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابَہٗ وَھِیَ کَلِمَۃُ التَّقْوٰی الَّتِیْ اَلْاَصَ عَلَیْھَا نَبِیُّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَمَّہٗ اَبَا طَالِبٍ عِنْدَ الْمَوْتِ شَھَادَۃُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ رواہ احمد واخرجہ الحاکم بھذا اللفظ وقال صحیح علی شرطھما واقرہ علیہ الذھبی واخرجہ الحاکم بروایۃ عثمانؓ عَنْ عُمَرَؓ مَرْفُوْعًا اِنِّیْ لَاَعْلَمُ کَلِمَۃً لَا یَقُوْلُھَا عَبْدٌ حَقًّا

۴۷ حضرت عثمان رضؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضورؐ سے سنا تھا کہ میں ایک کلمہ ایسا جانتا ہوں کہ جو شخص اُسکو حق سمجھ کر اخلاص کیساتھ دل سے (یقین کرتے ہوئے) اسکو پڑھے تو جہنم کی آگ اس پر حرام ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں بتاؤں وہ کلمہ کیا ہے؟ وہ وہی کلمہ ہے جس کے ساتھ اللہ نے اپنے رسول کو اور اُسکے صحابہؓ کو عزت دی وہ وہی تقویٰ کا کلمہ ہے جس کی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا ابوطالب سے اُن کے انتقال کے وقت خواہش کی تھی وہ شہادت ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی۔

ف:- حضورؐ کے چچا ابوطالب کا قصہ حدیث تفسیر اور تاریخ کی کتابوں میں مشہور معروف ہے کہ جب اُن کے انتقال

marfat.com

مِنْ قَلْبِہٖ فَیَمُوْتُ عَلٰی ذٰلِکَ اِلَّا حَرَّمَہُ اللّٰہُ عَلَی النَّارِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ وقال ھذا صحیح علی شرطھما ثم ذکر لہ شاھدین من حدیثھما۔

کا وقت قریب ہوا تو چونکہ ان کے احسانات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں پر کثرت سے تھے اسلئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کہ اے میرے چچا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہہ لیجئے تاکہ مجھے قیامت کے دن آپکی سفارش کا موقعہ مل سکے اور میں اللہ کے یہاں آپ کے اسلام کی گواہی دے سکوں، اُنھوں نے فرمایا کہ لوگ مجھے یہ طعنہ دیں گے کہ موت کے ڈر سے بھتیجے کا دین قبول کرلیا، اگر یہ خیال نہ ہوتا تو میں اسوقت اس کلمہ کے کہنے سے تمہاری آنکھیں ٹھنڈی کردیتا، اس پر حضورؐ رنجیدہ واپس تشریف لائے، اسی قصہ میں قرآن پاک کی آیت اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ (سورۂ قصص ع۶) نازل ہوئی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں فرماسکتے بلکہ اللہ جس کو چاہے ہدایت کرتا ہے۔ اس قصہ سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ جو لوگ فسق و فجور میں مبتلا رہتے ہیں خدا اور اسکے رسولؐ سے بیگانہ رہتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ کسی عزیز قریب بزرگ کی دُعا سے بیڑا پار ہوجائے گا غلطی میں مُبتلا ہیں کام چلانے والا صرف اللہ ہی ہے اُسی کی طرف رُجوع کرنا چاہیئے[1]۔ اُسی سے سچا تعلق قائم کرنا ضروری ہے البتہ اللہ والوں کی صحبت اُن کی دُعا اُن کی توجہ معین و مددگار بن سکتی ہے۔

۳۸ عَنْ عُمَرَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا اَذْنَبَ اٰدَمُ الذَّنْبَ الَّذِیْ اَذْنَبَہٗ رَفَعَ رَاْسَہٗ اِلَی السَّمَآءِ فَقَالَ اَسْاَلُکَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ اِلَّا غَفَرْتَ لِیْ فَاَوْحَی اللّٰہُ اِلَیْہِ مَنْ مُحَمَّدٌ فَقَالَ تَبَارَکْتَ اسْمُکَ لَمَّا خَلَقْتَنِیْ رَفَعْتُ رَاْسِیْ اِلٰی عَرْشِکَ فَاِذَا فِیْہِ مَکْتُوْبٌ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ فَعَلِمْتُ

۳۸ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حضرت آدم (علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ و السلام) سے جب وہ گناہ صادر ہوگیا (جسکی وجہ سے جنت سے دنیا میں بھیجدیئے گئے تو ہر وقت روتے تھے اور دُعا و استغفار کرتے رہتے تھے ایک مرتبہ) آسمان کی طرف مُنہ کیا اور عرض کیا یا اللہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے وسیلہ سے تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں۔ وَحِیْ

[1] انسان کی اپنی کوشش بہرحال ضروری ہے۔ جسطرح دنیا میں بغیر ذاتی لیاقت اور ڈگری کے محض سفارشوں پر ملازمتیں نہیں ملتیں اسی طرح خدا کے یہاں بھی صرف سفارشوں پر بغیر ذاتی اعمال کے ہرگز کام نہ چلے گا۔ کسی کی کوشش بھی اسی وقت مفید ہوتی ہے جبکہ اپنے اندر بھی کچھ ہو۔

marfat.com

انہ لیس احد اعظم عندک قدرا عمن جعلت اسمہ مع اسمک فاوحی اللہ الیہ یا آدم انہ اٰخر النبیین من ذریتک ولولاہ ما خلقتک اخرجہ الطبرانی فی الصغیر والحاکم وابو نعیم والبیہقی کلاھما فی الدلائل وابن عساکر فی الدر ونی مجمع الزوائد رواہ الطبرانی فی الاوسط والصغیر ونیہ من لم اعرفھم قلت ویؤید الاخر الحدیث المشہور لولاک لما خلقت الافلاک، قال القاری فی الموضوعات الکبیر موضوع لکن معناہ صحیح وفی التنزیہ معناہ ثابت ویؤید الاول ماورد فی غیر روایۃ من انہ مکتوب علی العرش واوراق الجنۃ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کما بسط طرقا السیوطی فی مناقبہ اللالی فی غیر موضع وبسط لہ شواھد ایضاً فی تفسیرہ فی سورۃ الم نشرح۔

نازل ہوئی کہ محمد کون ہیں (جن کے واسطے سے تم نے اِستغفار کی) عرض کیا کہ جب آپنے مجھے پیدا کیا تھا تو میں نے عرش پر لکھا ہوا دیکھا تھا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ تو میں سمجھ گیا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اُونچی ہستی کوئی نہیں ہے جن کا نام تم نے اپنے نام کے ساتھ رکھا وحی نازل ہوئی کہ وہ خاتم النبیین ہیں تمہاری اولاد میں سے ہیں لیکن وہ نہ ہوتے تو تم بھی پیدا نہ کئے جاتے۔[1]

ف:- حضرت آدم علے نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُسوقت کیا کیا دعائیں کیں اور کس کس طرح سے گڑگڑائے، اس بارے میں بہت سی روایات وارد ہوئی ہیں اور ان میں کوئی تعارض بھی نہیں جس پر مالک کی ناراضگی آقا کی خفگی ہو وہی جانتا ہے، ان بے حقیقت آقاؤں کی ناراضگی کی وجہ سے نوکروں اور خادموں پر کیا کچھ گذر جاتا ہے اور وہاں تو مالک الملک رزاقِ عالم اور مختصر یہ کہ خدا کا عتاب تھا اور گذر کس پر رہی تھی اس شخص پر جس کو فرشتوں سے سجدہ کرایا اپنا مقرب بنایا، جو شخص جتنا مقرب ہوتا ہے اتنا ہی عتاب کا اُس پر اثر ہوتا ہے بشرطیکہ کمینہ نہ ہو اور وہ تو نبی تھے۔ حضرت ابن عباس رضؓ فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام اسقدر روئے ہیں کہ تمام دُنیا کے آدمیوں کا رونا اگر جمع کیا جائے تو اُن کے برابر نہیں ہو سکتا، چالیس برس تک سر اُوپر نہیں اُٹھایا۔ حضرت بریدہ رضؓ خود حضور اقدس ﷺ

---

[1] یہ روایت بہت زیادہ کمزور ہے جیسا کہ خود حضرت شیخ نے عربی کے کلام میں ظاہر کیا ہے لیکن متعدد روایات کے حوالوں کے بعد حضرت شیخ مدظلہ نے اس کے مفہوم کو ثابت قرار دیا ہے۔ جیسا کہ آگے لکھتے ہیں: "ان سب کے مجموعے میں کوئی اشکال نہیں"

marfat.com

سے نقل کرتے ہیں کہ اگر حضرت آدمؑ کے رونے کا تمام دُنیا کے رونے سے مقابلہ کیا جاوے تو اُن کا رونا بڑھ جائے گا۔ ایک حدیث میں ہے کہ اگر اُن کے آنسوؤں کو ان کی تمام اولاد کے آنسوؤں سے وزن کیا جائے تو اُن کے آنسو بڑھ جائیں گے۔ ایسی حالت میں کس کس طرح زاری فرمائی ہوگی ظاہر ہے

یاں لب پہ لاکھ لاکھ سخن اضطراب میں واں ایک خامشی مری سب کے جواب میں

اسلئے جو روایات میں ذکر کیا گیا اُن سب کے مجموعہ میں کوئی اشکال نہیں منجملہ اُن کے یہ بھی ہے کہ حضورؐ کا وسیلہ اختیار فرمایا، دوسرا مضمون عرش پر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ لکھا ہوا ہونا یہ اور بھی بہت سی مختلف روایتوں میں آیا ہے۔

حضورؐ ارشاد فرماتے ہیں، میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے اُسکی دونوں جانبوں میں تین سطریں سونے کے پانی سے لکھی ہوئی دیکھیں پہلی سطر میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ لکھا تھا، دوسری سطر میں مَا قَدَّمْنَا وَجَدْنَا وَمَا اَکَلْنَا رَبِحْنَا وَمَا خَلَّفْنَا خَسِرْنَا تھا (جو ہم نے آگے بھیجدیا یعنی صدقہ وغیرہ کر دیا وہ پالیا اور جو دنیا میں کھایا وہ نفع میں رہا اور جو کچھ چھوڑ آئے وہ نقصان رہا) اور تیسری سطر میں تھا اُمَّۃٌ مُّذْنِبَۃٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ (اُمت گناہگار اور مالک بخشنے والا) ایک بزرگ کہتے ہیں میں ہندوستان کے ایک شہر میں پہونچا تو میں نے وہاں ایک درخت دیکھا جس کے پھل بادام کے مشابہ ہوتے ہیں اسکے دو چھلکے ہوتے ہیں جب انکو توڑا جاتا ہے تو ان کے اندر سے ایک سبز پتہ لپٹا ہوا نکلتا ہے، جب اسکو کھولا جاتا ہے تو سرخی سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ لکھا ہوا ملتا ہے۔ میں نے اس قصہ کو ابو یعقوبؒ شکاری سے ذکر کیا انھوں نے کہا تعجب کی بات نہیں میں نے ایلہ میں ایک مچھلی شکار کی تھی اُسکے ایک کان پر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور دوسرے پر مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ لکھا ہوا تھا۔

۴۰ عَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ یَزِیْدَ بْنِ السَّکَنِ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ اِسْمُ اللّٰہِ الْاَعْظَمُ فِیْ ھَاتَیْنِ الْاٰیَتَیْنِ وَاِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ وَالٓمّٓ اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ۔ اخرجہ ابن ابی شیبۃ واحمد والدارمی وابوداؤد

۴۰ حضرت اسماءؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتی ہیں کہ اللہ کا سب سے بڑا نام (جو اسم اعظم کے نام سے عام طور پر مشہور ہے) ان دو آیتوں میں ہے (بشرطیکہ اخلاص سے پڑھی جائیں) وَاِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ (سورہ بقرہ، رکوع ۱۹) اور الٓمّٓ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ

marfat.com

والترمذی وصححہ وابن ماجۃ و ابو مسلم الکجی فی السنن وابن الضریس وابن ابی حاتم والبیہقی فی الشعب کذا فی الدر۔

الْقَيُّوْمُ (سورۂ آل عمران، رکوع ۱)

ف:- اسمِ اعظم کے متعلق روایات حدیث میں کثرت سے یہ وارد ہوا ہے کہ جو دُعا بھی اسکے بعد مانگی جاتی ہے وہ قبول ہوتی ہے ——— البتہ اسمِ اعظم کی تعیین میں روایات مختلف وارد ہوئی ہیں اور یہ عادتُ اللہ ہے کہ ہر ایسی مہتم بالشان چیز میں اِخفاء کی وجہ سے اختلاف پیدا فرما دیتے ہیں[1] چنانچہ شبِ قدر کی تعیین میں، جمعہ کے دن میں دُعا قبول ہونے کے خاص وقت میں اختلاف ہوا، اس میں بہت سی مصالح ہیں جن کو میں اپنے رسالۂ فضائلِ رمضان میں لکھ چکا ہوں۔ اسی طرح اسمِ اعظم کی تعیین میں بھی مختلف روایات وارِد ہوئیں[2] منجملہ ان کے یہ روایت بھی ہے جو اُوپر ذکر کی گئی۔ اور بھی روایتوں میں اِن آیتوں کے متعلق ارشاد وارد ہوا ہے۔ حضرت انسؓ حضورؐ سے نقل کرتے ہیں کہ مُتمرّد اور شریر شیاطین پر ان دو آیتوں سے زیادہ سخت کوئی آیت نہیں وہ دو آیتیں وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ سے شروع ہیں۔ ابراہیمؒ بن دسمہ کہتے ہیں کہ مجنونانہ حالت نظر وغیرہ کیلئے ان آیتوں کا پڑھنا مفید ہے۔ جو شخص ان آیات کے پڑھنے کا اہتمام رکھے اس قسم کی چیزوں سے محفوظ رہے۔ وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ پوری آیت (سورۂ بقرہ، رکوع ۱۹) اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ آیۃ الکرسی اور سورۂ بقرہ کی آخر آیت اور اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سے مُحْسِنِيْنَ تک (سورۂ اعراف، رکوع ۱۴) اور سورۂ حشر کی آخر آیتیں (هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سے) ہمیں یہ بات پہونچی کہ سب آیات (جن کو گنوایا) عرش کے کونوں پر لکھی ہوئی ہیں اور ابراہیمؒ یہ بھی کہا کرتے تھے کہ بچوں کو اگر ڈر لگتا ہو، یا نظر کا اندیشہ ہو تو یہ آیات اُن کے لئے لکھ دیا کرو۔ علامہ شامیؒ نے حضرت اِمامِ اعظمؒ سے نقل کیا ہے کہ اسمِ اعظم لفظ اللہ ہے اور لکھا ہے کہ یہی قول علامہ طحطاویؒ

---

[1] بلکہ اس کائنات کا نظام برقرار رکھنے کیلئے ضروری ہے کہ بندوں کے ہاتھ میں کوئی ایسا اختیار نہ دیا جائے کہ وہ جو کچھ چاہیں کر سکیں، جس اسمِ اعظم کی یہ خصوصیت ہو کہ اسکے ذریعہ جو کچھ بھی دُعا کی جائے ضرور قبول ہو، حکمتِ خداوندی کا تقاضہ یہی تھا کہ اسے پوشیدہ رکھا جائے، نادان بچے کے ہاتھ میں تیز چھری دینا اسکی ہلاکت کا سامان کرنا نہیں تو اور کیا ہے؟ [2] علامہ جلال الدین سیوطی المتوفی ۹۱۱ھ نے "الدر المنظم فی الاسم الاعظم" کے نام سے مختصر سا چار صفحے کا ایک رسالہ لکھا ہے جو الحاوی للفتاوی کی دوسری جلد میں شامل ہے۔ اسمیں انھوں نے مختلف علماء کے بیس اقوال لکھے ہیں [3] ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی روایتاً اور درایتاً دونوں کو بہت عمدگی سے نباہ کر چلتے ہیں۔ ۲۳۸ھ میں پیدا ہوئے اور ۳۲۱ھ میں وفات پائی۔

marfat.com

اور بہت سے علماء سے نقل کیا گیا ہے اور اکثر عارفین (اکابر صوفیہ) کی یہی تحقیق ہے اسی وجہ سے ان کے نزدیک ذکر بھی اسی پاک نام کا کثرت سے ہوتا ہے۔ سیّد الطائفہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی نوّر اللہ مرقدہٗ سے بھی یہی نقل کیا گیا فرماتے ہیں کہ اسمِ اعظم "اللہ" ہے بشرطیکہ جب تو اس پاک نام کو لے تو تیرے دل میں اسکے سوا کچھ نہ ہو فرماتے ہیں کہ عوام کے لئے اس پاک نام کو اسطرح لینا چاہیئے کہ جب یہ زبان پر جاری ہو تو عظمت اور خوف کے ساتھ ہو اور خواص کیلئے اسطرح ہو کہ اس پاک نام والے کی ذات وصفات کا بھی اِستحضار ہو اور اَخصُّ الخواص کے لئے یہ ضروری ہے کہ اُس پاک ذات کے سوا دِل میں کوئی چیز بھی نہ ہو، کہتے ہیں کہ قرآن پاک میں بھی یہ مُبارک نام اتنی کثرت سے ذکر کیا گیا کہ حد نہیں جس کی مقدار دو ہزار تین سو ساٹھ بتاتے ہیں، شیخ اسماعیلؒ فرغانی کہتے ہیں کہ مجھے ایک عرصہ سے اسمِ اعظم سیکھنے کی تمنا تھی مجاہدے بہت کرتا تھا کئی کئی دن فاقے کرتا حتےٰ کہ فاقوں کی وجہ سے بیہوش ہو کر زمین پر گر جاتا، ایک روز میں دمشق کی مسجد میں بیٹھا تھا کہ دو آدمی مسجد میں داخل ہوئے اور میرے قریب کھڑے ہو گئے مجھے اُن کو دیکھ کر خیال ہوا کہ یہ فرشتے معلوم ہوتے ہیں ان میں سے ایک نے دوسرے سے پوچھا کیا تو اِسم اعظم سیکھنا چاہتا ہے اُس نے کہا ہاں بتا دیجئے۔ میں یہ گفتگو سُن کر غور کرنے لگا اُس نے کہا کہ وہ لفظ اللہ ہے بشرطیکہ صدق لجا سے ہو، شیخ اسمٰعیلؒ کہتے ہیں کہ صدقِ لَجَا کا مطلب یہ ہے کہ کہنے والے کی حالت اُسوقت ایسی ہو کہ جیسا کوئی شخص دریا میں غرق ہو رہا ہو اور کوئی بھی اُسکا بچانے والا نہ ہو تو ایسے وقت جس خلوص سے نام لیا جائے گا وہ حالت مراد ہے۔

اسمِ اعظم معلوم ہونے کے لئے بڑی اہلیت اور بڑے ضبط و تحمل کی ضرورت ہے، ایک بزرگ کا قصہ لکھا ہے کہ اُن کو اسمِ اعظم آتا تھا ایک فقیر اُنکی خدمت میں حاضر ہوئے اور اُن سے تمنا و اِستدعا کی کہ مجھے بھی سکھا دیجئے۔ ان بزرگ نے فرما دیا کہ تم میں اہلیت نہیں ہے۔ فقیر نے کہا کہ مجھ میں اسکی اہلیت ہے تو بزرگ نے فرمایا اچھا فُلاں جگہ جا کر بیٹھ جاؤ اور جو واقعہ وہاں پیش آئے اُس کی مجھے خبر دو۔ فقیر اُس جگہ گئے، دیکھا کہ ایک بوڑھا شخص گدھے پر لکڑیاں لادے ہوئے آرہا ہے سامنے سے ایک سپاہی آیا جس نے اُس بوڑھے کو مار پیٹ کی اور لکڑیاں چھین لیں، فقیر کو اُس سپاہی پر بہت غصہ آیا۔ واپس آکر بزرگ سے سارا قصہ سُنایا اور کہا کہ مجھے اگر اسمِ اعظم آجاتا تو اس سپاہی کے لئے بددُعا کرتا۔ بزرگ نے کہا کہ اس لکڑی والے ہی سے میں نے

marfat.com

اسم اعظم سیکھا ہے۔

۵۰ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی اَخْرِجُوْا مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَفِیْ قَلْبِہٖ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ مِّنَ الْاِیْمَانِ۔ اَخْرِجُوْا مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَوْ ذَکَرَنِیْ اَوْ خَافَنِیْ فِیْ مَقَامٍ۔ اخرجہ الحاکم بروایۃ الموصلی عن المبارک بن فضالۃ وقال صحیح الاسناد واقرہ علیہ الذہبی وقال الحاکم قد تابع ابوداؤد مرملا علی روایۃ اختصرہ۔

۵۰ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ (قیامت کے دن) حق تعالیٰ شانہٗ ارشاد فرمائیں گے کہ جہنم سے ہر اُس شخص کو نکال لو جس نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا ہو اور اسکے دل میں ایک ذرہ برابر بھی ایمان ہو اور ہر اُس شخص کو نکال لو جس نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا ہو یا مجھے (کسی طرح بھی یاد کیا ہو یا کسی موقعہ پر مجھ سے ڈرا ہو۔

ف:- اس پاک کلمہ میں حق تعالیٰ شانہٗ نے کیا کیا برکات رکھی ہیں اسکا معمولی سا اندازہ اتنی ہی بات سے ہو جاتا ہے کہ سو برس کا بوڑھا جس کی تمام عمر کفر و شرک میں گذری ہو، ایک مرتبہ اس پاک کلمہ کو ایمان کے ساتھ پڑھنے سے مسلمان ہو جاتا ہے اور عمر بھر کے سارے گناہ زائل ہو جاتے ہیں اور ایمان لانے کے بعد اگر گناہ بھی کئے ہوں تب بھی اس کلمہ کی برکت سے کسی نہ کسی وقت جہنم سے ضرور نکلے گا۔ حضرت حُذیفہ رضؓ جو حضورؐ کے راز دار ہیں فرماتے ہیں کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے (ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے، کہ اِسلام ایسا دھندلا رہ جائیگا جیسے کپڑے کے نقش و نگار (پُرانے ہو جانے سے، دُھندلے ہو جاتے ہیں کہ نہ کوئی روزہ کو جانے گا نہ حج کو نہ زکوٰۃ کو آخر ایک رات ایسی ہوگی کہ قرآن پاک بھی اُٹھا لیا جائے گا کوئی آیت اسکی باقی نہ رہے گی بوڑھے مرد اور بوڑھی عورتیں یہ کہیں گی کہ ہم نے اپنے بڑوں کو کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھتے سنا تھا ہم بھی اُسی کو پڑھیں گے، حضرت حُذیفہ رضؓ کے ایک شاگرد نے عرض کیا کہ جب زکوٰۃ، حج، روزہ کوئی رُکن نہ ہوگا تو یہ کلمہ ہی کیا کام دے گا، حضرت حُذیفہ رضؓ نے سکوت فرمایا، انھوں نے پھر یہی عرض کیا، تیسری مرتبہ میں حضرت حُذیفہ رضؓ نے فرمایا کہ (کسی نہ کسی وقت) جہنم سے نکالے گا، جہنم سے نکالے گا، جہنم سے نکالے گا، یعنی ارکانِ اسلام کے ادا نہ کرنے کا عذاب بھگتنے کے بعد

---

۵۰ ۵۰ صفحہ پہلے جو ہم نے اسم اعظم کے پوشیدہ رکھنے کی حکمت لکھی اس واقعہ سے اسپر مزید روشنی پڑتی ہے۔ اتنا تحمل اور برداشت عام طور پر نہیں ہوتا اسلئے اسکو نہ بتانا ہی مصلحت کا تقاضہ ہے۔

marfat.com

کسی نہ کسی وقت اس کلمہ کی برکت سے نجات پائے گا، یہی مطلب ہے حدیث بالا کہ اگر ایمان کا ذرا سا حصہ بھی ہے تب بھی جہنم سے کسی نہ کسی وقت نکالا جائے گا، ایک حدیث میں ہے جو شخص لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھے وہ اُس کو کسی نہ کسی دِن ضرور کام دے گا۔ گو اُس کو کچھ نہ کچھ سزا بھگتنا پڑے۔

(۴۱) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْرَابِيٌّ عَلَيْهِ جُبَّةٌ مِّنْ طَيَالِسَةٍ مَكْفُوْفَةٌ بِالدِّيْبَاجِ فَقَالَ اِنَّ صَاحِبَكُمْ هٰذَا يُرِيْدُ يَرْفَعُ كُلَّ رَاعٍ وَابْنَ رَاعٍ وَيَضَعُ كُلَّ فَارِسٍ وَابْنَ فَارِسٍ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُغْضَبًا فَاَخَذَ بِمَجَامِعِ ثَوْبِهٖ فَاجْتَذَبَهٗ وَقَالَ اَلَا اَرٰى عَلَيْكَ ثِيَابَ مَنْ لَّا يَعْقِلُ ثُمَّ رَجَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَلَسَ فَقَالَ اِنَّ نُوْحًا لَمَّا حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ دَعَا ابْنَيْهِ فَقَالَ اِنِّيْ قَاصٌّ عَلَيْكُمَا الْوَصِيَّةَ اٰمُرُكُمَا بِاثْنَتَيْنِ وَاَنْهَاكُمَا عَنْ اِثْنَتَيْنِ اَنْهَاكُمَا عَنِ الشِّرْكِ وَالْكِبْرِ وَاٰمُرُكُمَا بِلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَاِنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِيْنَ وَمَا فِيْهِمَا لَوْ وُضِعَتْ فِيْ كِفَّةِ الْمِيْزَانِ وَوُضِعَتْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فِي الْكِفَّةِ الْاُخْرٰى كَانَتْ اَرْجَحَ مِنْهُمَا وَلَوْ اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِيْنَ وَمَا فِيْهِمَا كُنَّ حَلْقَةً فَوُضِعَتْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ عَلَيْهَا

(۴۱) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص گاؤں کا رہنے والا آیا جو ریشمی جُبہ پہن رہا تھا اور اسکے کناروں پر دِیبا[1] کی گوٹ تھی (صحابہؓ سے مخاطب کرکے) کہنے لگا کہ تمہارے ساتھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ چاہتے ہیں کہ ہر چرواہے (بکری چرانے والے) اور چرواہے زادے کو بڑھا دیں[2]۔ اور شہسوار اور شہسواروں کی اولاد کو گرا دیں، حضورؐ ناراضگی سے اُٹھے اور اُسکے کپڑوں کو گریبان سے پکڑ کر ذرا کھینچا اور ارشاد فرمایا کہ (تو ہی بتا) تو بے وقوفوں کے سے کپڑے نہیں پہن رہا ہے۔ پھر اپنی جگہ واپس آکر تشریف فرما ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ حضرت نوح علیٰ نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا جب انتقال ہونے لگا تو اپنے دونوں صاحبزادوں کو بُلایا اور ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں (آخری) وصیت کرتا ہوں جس میں دو چیزوں سے روکتا ہوں اور دو چیزوں کا حکم کرتا ہوں۔ جن سے روکتا ہوں ایک شرک ہے دوسرا تکبّر، اور جن چیزوں

[1] ایک قدیم ریشمین کپڑے کا نام ہے [2] اس شخص کو یہ شبہ اسلئے ہوا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نظامِ زندگی پیش کیا تھا اسمیں انسانوں کے طبقاتی بُعد کو دُور کیا جارہا تھا، لیکن طریقہ بالکل فطری تھا، نہ تو سرمایہ داری کو بڑھاوا دیکر غریبوں کو پیسا گیا تھا اور نہ غریبوں اور سرمایہ داروں کو آپس میں ٹکرا کر انسانوں کا خون خرابہ کیا گیا تھا۔

marfat.com

لَقَصَعَتْهُمَا وَاَمْرُكُمَا بِسُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ فَاِنَّهُمَا صَلٰوةُ كُلِّ شَيْءٍ وَبِهِمَا يُرْزَقُ كُلُّ شَيْءٍ اخرجه الحاكم وقال صحيح الاسناد ولم يخرجه للصقعب ابن زهير فانه ثقة قليل الحديث اهـ واقره عليه الذهبي وقال الصعقب ثقة ورواه ابن عجلان عن زيد بن اسلم مرسلًا اهـ قلت ورواه احمد في مسنده بزيادة فيه بطرق وَفِي بَعْضٍ مِنْهَا فَاِنَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعَ وَالْاَرَضِيْنَ السَّبْعَ كُنَّ حَلْقَةً مُبْهَمَةً قَصَمَتْهُنَّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وذكره المنذري في الترغيب عن ابن عمر رض مختصرًا وفيه لَوْ كَانَتْ حَلْقَةً لَقَصَمَتْهُنَّ حَتّٰى تَخْلُصَ اِلَى اللّٰهِ۔ ثم قال رواه البزار ورواته محتج بهم في الصحيح الا ابن اسحق وهو في النسائي عن صالح بن سعيد رفعه الى سليمان بن يسار الى رجل من الانصار لم يسم ورواه الحاكم عن عبد الله وقال صحيح الاسناد ثم ذكر لفظه قلت وحديث سليمان بن يسار يأتي في بيان التسبيح و في مجمع الزوائد رواه احمد ورواه الطبراني بنحوه ورواه البزار من حديث ابن عمر ورجال احمد ثقات وقال في رواية البزار محمد بن اسحق وهو مدلس وهو ثقة۔

کا حکم کرتا ہوں ایک لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے، اگر تمام آسمان وزمین اور جو کچھ ان میں ہے اگر سب ایک پلڑے میں رکھدیا جائے اور دوسرے میں (اخلاص سے کہا ہوا) لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ رکھدیا جائے تو وہی پلڑا جھک جائیگا، اور اگر تمام آسمان وزمین اور جو کچھ ان میں ہے ایک حلقہ بنا کر اس پاک کلمہ کو اس پر رکھدیا جاوے تو وہ وزن سے ٹوٹ جائے اور دوسری چیز جس کا حکم کرتا ہوں وہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ ہے کہ یہ دو لفظ ہر مخلوق کی نماز ہیں اور انھیں کی برکت سے ہر چیز کو رزق عطا فرمایا جاتا ہے۔

ف:- حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا کپڑوں کے متعلق ارشاد فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ ظاہر سے باطن پر استدلال کیا جاتا ہے، جس شخص کا ظاہر حال خراب ہے اُسکے باطن کا حال بھی بظاہر ویسا ہی ہے اسلئے ظاہر کو بہتر رکھنے کی سعی کی جاتی ہے کہ باطن اسکے تابع ہوتا ہے اسی لئے صوفیہ کرام ظاہری طہارت وضو وغیرہ کا اہتمام کراتے ہیں۔ تاکہ باطن کی طہارت حاصل ہو جائے۔ جو لوگ یہ کہہ دیتے ہیں اجی باطن اچھا ہونا چاہیئے ظاہر چاہے کیسا ہی ہو صحیح نہیں باطن کا اچھا ہونا مستقل مقصود ہے اور ظاہر کا بہتر ہونا مستقل، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں میں ہے

marfat.com

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ سَرِیْرَتِیْ خَیْرًا مِّنْ عَلَانِیَتِیْ وَاجْعَلْ عَلَانِیَتِیْ صَالِحَۃً (اے اللہ میرے باطن کو میرے ظاہر سے زیادہ بہتر بنا اور میرے ظاہر کو صالح اور نیک بنادے) حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دُعا تعلیم فرمائی ہے۔

۳۲ عَنْ اَنَسٍ رض اَنَّ اَبَا بَکْرٍ رض دَخَلَ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ کَئِیْبٌ فَقَالَ لَہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَالِیْ اَرَاکَ کَئِیْبًا قَالَ یَا رَسُوْلَ کُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عَمٍّ لِیْ اَلْبَارِحَۃَ فُلَانٌ وَھُوَ یَکِیْدُ بِنَفْسِہٖ قَالَ فَھَلْ لَقَّنْتَہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ قَالَ قَدْ فَعَلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ فَقَالَھَا قَالَ نَعَمْ قَالَ وَجَبَتْ لَہُ الْجَنَّۃُ قَالَ اَبُوْ بَکْرٍ یَا رَسُوْلَ کَیْفَ ھِیَ لِلْاَحْیَاءِ قَالَ ھِیَ اَھْدَمُ لِذُنُوْبِھِمْ ھِیَ اَھْدَمُ لِذُنُوْبِھِمْ۔ رواہ ابو یعلی والبزار وفیہ زائدۃ بن ابی الرقاد وثقہ القواریری وضعفہ البخاری وغیرہ کذا فی مجمع الزوائد واخرج بمعناہ عن ابن عباسؓ ایضاً قلت وروی عَنْ عَلِیٍّ رض مَرْفُوْعًا مَنْ قَالَ اِذَا مَرَّ بِالْمَقَابِرِ اَلسَّلَامُ عَلٰی اَھْلِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مِنْ اَھْلِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کَیْفَ وَجَدْتُّمْ قَوْلَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یَا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اِغْفِرْ لِمَنْ قَالَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاحْشُرْنَا فِیْ زُمْرَۃِ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ غُفِرَ لَہٗ ذُنُوْبُ خَمْسِیْنَ سَنَۃً قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَنْ لَّمْ تَکُنْ لَّہٗ ذُنُوْبٌ

۳۲ حضرت ابوبکرؓ صدیق حضور اقدسؐ کی خدمت میں رنجیدہ سے ہو کر حاضر ہوئے، حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ میں تمہیں رنجیدہ دیکھ رہا ہوں کیا بات ہے؟ اُنھوں نے عرض کیا کہ گذشتہ شب میرے چچازاد بھائی کا انتقال ہو گیا میں نزع کی حالت میں اُنکے پاس بیٹھا تھا (اُس منظر سے طبیعت پر اثر ہے) حضورؐ نے فرمایا تم نے اسکو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی تلقین بھی کی تھی؟ عرض کیا کی تھی، ارشاد فرمایا کہ اُسنے یہ کلمہ پڑھ لیا تھا؟ عرض کیا کہ پڑھ لیا تھا، ارشاد فرمایا کہ جنت اسکے لئے واجب ہو گئی، حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ زندہ لوگ اس کلمہ کو پڑھیں تو کیا ہو، حضورؐ نے دو مرتبہ یہ ارشاد فرمایا کہ یہ کلمہ اُنکے گناہوں کو بہت ہی منہدم کر دینے والا ہے (یعنی بالکل ہی مٹا دینے والا ہے)

ف:- مقابر[1] میں اور میت کے قریب کلمۂ طیبہ پڑھنے کے متعلق بھی کثرت سے احادیث میں ارشاد ہوا ہے، ایک حدیث میں ہے کہ جنازہ کے ساتھ کثرت سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھا کرو، ایک حدیث میں آیا ہے کہ میری اُمت کا شعار (نشان) جب وہ پلصراط پر چلیں گے تو یا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ ہوگا۔ دوسری حدیث میں ہے کہ

[1] تبستان یعنی امتیازی نشان۔

marfat.com

خَمْسِیْنَ سَنَۃً قَالَ لِوَالِدَیْہِ وَلِقَرَابَتِہٖ وَلِعَامَّۃِ الْمُسْلِمِیْنَ رواہ الدیلمی فی تاریخ همدان والرافعی وابن النجار کذا فی منتخب کنز العمال لکن روی نحوہ السیوطی فی ذیل اللالی وتکلم علی سندہ وقال الاسناد کلہ ظلمات ورمی رجالہ بالکذب وفی تنبیہ الغافلین وروی عَنْ بَعْضِ الصَّحَابَۃِ من قال لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مِنْ قَلْبٍ خَالِصًا وَمَدَّھَا بِالتَّعْظِیْمِ کَفَّرَ اللّٰہُ عَنْہُ اَرْبَعَۃَ اٰلَافِ ذَنْبٍ مِّنَ الْکَبَآئِرِ قِیْلَ اِنْ لَّمْ یَکُنْ لَّہٗ اَرْبَعَۃُ اٰلَافِ ذَنْبٍ قَالَ یُغْفَرُ مِنْ ذُنُوْبِ اَھْلِہٖ وَجِیْرَانِہٖ اھ قلت وروی بمعناہ مرفوعاً لکنھم حکموا علیہ بالوضع کما فی ذیل اللالی نعم یؤیدہ الامر بدفن جوار الصالح وتاذیہ بجوار السوء ذکرہ السیوطی فی اللالی بطرق وورد السلام علی اھل القبور بالفاظ مختلفۃ فی کنز العمال وغیرہ۔

جب وہ اپنی قبروں سے اُٹھیں گے تو اُن کا نشان لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَعَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ، ہوگا۔ تیسری حدیث میں ہے کہ قیامت کے اندھیروں میں اُنکا نشان لَآ اِلٰہَ اَنْتَ ہوگا۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کو کثرت سے پڑھنے کی برکتیں مرنے سے پہلے بھی بسا اوقات نزع کے وقت سے محسوس ہوجاتی ہیں اور بعض اللہ کے بندوں کو اس سے بھی پہلے ظاہر ہوجاتی ہیں، ابو العباسؒ کہتے ہیں کہ میں اپنے شہر اشبیلیہ میں بیمار پڑا ہوا تھا میں نے دیکھا کہ بہت سے پرند بڑے بڑے اور مختلف رنگ کے سفید سُرخ سبز ہیں جو ایک ہی دفعہ سب کے سب پر سمیٹ لیتے ہیں اور ایک ہی مرتبہ کھول دیتے ہیں اور بہت سے آدمی ہیں جن کے ہاتھ میں بڑے بڑے طباق ڈھکے ہوئے ہیں، جن کے اندر کچھ رکھا ہوا ہے۔ میں اس سب کو دیکھ کر یہ سمجھا کہ یہ موت کے تحفے ہیں، میں جلدی جلدی کلمۂ طیبہ پڑھنے لگا، ان میں سے ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ تمہارا وقت ابھی نہیں آیا، یہ ایک اور مؤمن کیلئے تحفہ ہے جس کا وقت آگیا ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کا جب انتقال ہونے لگا تو فرمایا مجھے بٹھادو، لوگوں نے بٹھادیا پھر فرمایا (یا اللہ) تو نے مجھے بہت سے کاموں کا حکم فرمایا، مجھ سے اسمیں کوتاہی ہوئی، تو نے مجھے بہت سی باتوں سے منع فرمایا مجھ سے اسمیں نافرمانی ہوئی۔ تین مرتبہ یہی کہتے رہے اسکے بعد فرمایا لیکن لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یہ فرماکر ایک جانب غور سے دیکھا۔ کسی نے پوچھا کیا دیکھتے ہو فرمایا کچھ سبز چیزیں ہیں کہ نہ وہ آدمی ہیں نہ جن، اسکے بعد انتقال فرمایا۔

marfat.com

زُبیدہ کو کسی نے خواب میں دیکھا اُس سے پوچھا کیا گذری، اُس نے کہا کہ ان چار کلموں کی بدولت میری مغفرت ہوگئی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَفْنٰنِیْ بِہَا عُمْرِیْ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَدْخُلُ بِہَا قَبْرِیْ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَخْلُوْ بِہَا وَحْدِیْ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَلْقٰی بِہَا رَبِّیْ (لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے ساتھ اپنی عُمر کو ختم کروں گی اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہی کو قبر میں لے کر جاؤں گی، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہی کے ساتھ تنہائی کا وقت گذاروں گی اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہی کو لے کر اپنے رب کے پاس جاؤں گی۔)

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَوْصِنِیْ قَالَ اِذَا عَمِلْتَ سَیِّئَۃً فَاَتْبِعْہَا حَسَنَۃً تَمْحُہَا قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَمِنَ الْحَسَنَاتِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ قَالَ ہِیَ اَفْضَلُ الْحَسَنَاتِ رواہ احمد وفی مجمع الزوائد رواہ احمد ورجالہ ثقات الا ان شہر بن عطیۃ حدثہ عن اشیاخہ ولم یسم احداً منہم قال السیوطی فی الدر اخرجہ ایضاً ابن مردویہ والبیہقی فی الاسماء والصفات قلت واخرجہ الحاکم بلفظ یا اَبَا ذَرٍّ اِتَّقِ اللّٰہَ حَیْثُ کُنْتَ وَاَتْبِعِ السَّیِّئَۃَ الْحَسَنَۃَ تَمْحُہَا وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ وقال صحیح علی شرطہما واقرہ علیہ الذہبی وذکرہ السیوطی فی الجامع مختصراً و رقم لہ بالصحۃ۔

حضرت ابوذر غفاریؓ نے عرض کیا یارسول اللہ مجھے کوئی وصیت فرمادیجئے، ارشاد ہوا کہ جب کوئی بُرائی سرزد ہوجائے تو کفارہ کے طور پر فوراً کوئی نیک کام کرلیا کرو (تاکہ بُرائی کی نحوست دُھل جائے) میں نے عرض کیا یارسول اللہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھنا بھی نیکیوں میں داخل ہے؟ حضورؐ نے فرمایا کہ یہ تو ساری نیکیوں میں افضل ہے۔

ف:- بُرائی اگر گناہ صغیرہ ہے تو نیکی سے اُس کا محو ہوجانا اور مٹ جانا ظاہر ہے اور اگر کبیرہ ہے تو قاعدہ کے موافق توبہ سے محو ہوسکتی ہے یا محض اللہ کے فضل سے، جیسا پہلے بھی گذر چکا ہے، بہرصورت محو ہونے کا مطلب یہ ہے کہ پھر وہ گناہ اعمالنامہ میں رہتا ہے نہ کہیں اُس کا ذکر ہوتا ہے چنانچہ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جب بندہ توبہ کرتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ وہ گناہ کراماً کاتبین کو بھلادیتے ہیں اور اس گناہگار کے ہاتھ پاؤں کو بھی بھلادیتے ہیں اور زمین کے اُس حصہ کو بھی جس پر وہ گناہ کیا گیا ہے حتیٰ کہ کوئی بھی اُس گناہ کی گواہی دینے والا نہیں رہتا۔ گواہی کا مطلب یہ ہے کہ قیامت میں آدمی کے ہاتھ پاؤں اور بدن کے دوسرے حصے نیک یا بد اعمال جو بھی کئے ہوں ان کی گواہی دیں گے جیسا کہ باب سوم فصل دوم حدیث نمبر ۱۸ کے تحت میں آرہا ہے۔ حدیث بالا کی تائید اُن روایات سے

marfat.com

بھی ہوتی ہے جن میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسا کہ گناہ کیا ہی نہیں، یہ مضمون کئی حدیثوں میں[1] وارِد ہوا ہے۔ توبہ اُس[2] کو کہتے ہیں کہ جو گناہ ہو چکا اُس پر انتہائی ندامت اور شرم ہو اور آئندہ کیلئے پکّا ارادہ ہو کہ پھر کبھی اُس گناہ کو نہیں کروں گا، ایک دوسری حدیث میں حضورؐ کا ارشاد وارِد ہوا ہے کہ "اللہ کی عبادت کر اور کسی کو اُس کا شریک نہ بنا اور ایسے اخلاص سے عمل کیا کر جیسا کہ وہ پاک ذات تیرے سامنے ہو اور اپنے آپ کو مُردوں میں شمار کر اور اللہ کی یاد ہر پتھر اور ہر درخت کے قریب کر (تاکہ بہت سے گواہ قیامت کے دن ملیں) اور جب کوئی بُرائی ہو جائے تو اسکے کفارہ میں کوئی نیکی کیا کر، اگر بُرائی مخفی کی ہے تو نیکی بھی مخفی[3] ہو اور بُرائی کو عَلَی الاِعْلَان کیا ہے تو اُسکے کفارہ میں نیکی بھی عَلَی الاِعْلَان ہو[4]"

(۲۴) عَنْ تَمِیْمِ الدَّارِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاحِدًا اَحَدًا صَمَدًا لَمْ یَتَّخِذْ صَاحِبَۃً وَّلَا وَلَدًا وَّلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ۔ عَشْرَ مَرَّاتٍ کُتِبَتْ لَہٗ اَرْبَعُوْنَ اَلْفَ حَسَنَۃٍ۔ اخرجہ احمد قلت اخرج الحاکم شواھدہ بالفاظ مختلفۃ۔

(۲۴) حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاحِدًا اَحَدًا صَمَدًا لَمْ یَتَّخِذْ صَاحِبَۃً وَّلَا وَلَدًا وَّلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ کو دس مرتبہ پڑھے گا چالیس ہزار نیکیاں اسکے لئے لکھی جائیں گی۔

ف:- کلمہ طیبہ کی خاص خاص مقدار پر بھی حدیث کی کتابوں میں بڑی فضیلتیں ذکر فرمائی گئی ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے جب تم فرض نماز پڑھا کرو تو ہر فرض کے بعد دس مرتبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ پڑھا کرو اس کا ثواب ایسا ہے جیسے ایک غلام آزاد کیا۔

(۲۵) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ اَحَدًا صَمَدًا لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ

(۲۵) دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ

---

[1] جامع صغیر میں ابن ماجہ، حکیم ترمذی، بیہقی، ابن عساکر اور دیلمی وغیرہم کے حوالوں سے یہ روایات موجود ہیں۔
[2] توبہ کے تین رکن ہیں جنکے بغیر توبہ توبہ نہیں بنتی (۱) ابتک کئے ہوئے پر ندامت و شرمندگی (۲) آئندہ کبھی نہ کرنے کا پکّا عہد (۳) اور اسوقت بُرے کاموں سے بالکل علیحدگی [3] مخفی:- پوشیدہ، چھپکر [4] رواہ الطبرانی فی الکبیر والبیہقی فی شعب الایمان عن معاذ بن جبل رض کمافی الجامع الصغیر۔

marfat.com

لَہٗ اَحَدًا صَمَدًا لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ۔ کَتَبَ اللّٰہُ لَہٗ اَلْفَ اَلْفِ حَسَنَۃٍ رواہ الطبرانی کذا فی الترغیب وفی مجمع الزوائد فیہ۔ فائد ابو الورقاء متروک۔

یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ۔ پڑھے اُسکے لئے بیس لاکھ نیکیاں لکھی جائیں گی[1]

ف:۔ کس قدر اللہ جل شانہٗ کے یہاں سے اِنعام واحسان کی بارش ہے کہ ایک معمولی سی چیز کے پڑھنے پر جس میں نہ مشقت نہ وقت خرچ ہو پھر بھی ہزار ہزار لاکھ لاکھ نیکیاں عطا ہوتی ہیں لیکن ہم لوگ اسقدر غفلت اور دُنیاوی اعراض کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں کہ ان الطاف کی بارشوں سے کچھ بھی وصول نہیں کرتے۔ اللہ جل شانہٗ کے یہاں ہر نیکی کیلئے کم از کم دس گنا ثواب تو متعین ہی ہے بشرطیکہ اخلاص سے ہو۔ اُسکے بعد اخلاص ہی کے اعتبار سے ثواب بڑھتا رہتا ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ اِسلام لانے سے پہلے جتنے گناہ حالتِ کفر میں کئے ہیں وہ معاف ہوجاتے ہیں اُسکے بعد پھر حساب ہے، ہر نیکی دس گنے سے لے کر سات سو تک اور جہاں تک اللہ چاہے لکھی جاتی ہیں اور بُرائی ایک ہی لکھی جاتی ہے۔ اور اگر اللہ جل شانہٗ اُسکو معاف فرمادیں تو وہ بھی نہیں لکھی جاتی، دوسری حدیث میں ہے جب بندہ نیکی کا ارادہ کرتا ہے تو صرف ارادہ سے ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور جب عمل کرتا ہے تو دس نیکیاں سات سو تک اور اسکے بعد جہاں تک اللہ تعالیٰ شانہٗ چاہیں لکھی جاتی ہیں، اس قسم کی اور بھی احادیث بکثرت ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ جل شانہٗ کے یہاں دینے میں کمی نہیں کوئی لینے والا ہو، یہی چیز اللہ والوں کی نگاہ میں ہوتی ہے جس کی وجہ سے دُنیا کی بڑی سے بڑی دولت بھی اُن کو نہیں لُبھا سکتی۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنْھُمْ[2]

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اعمال چھ طریقے کے ہیں اور آدمی چار طریقے کے، دو عمل تو واجب کرنیوالے ہیں اور دو برابر سرابر اور ایک دس گنا اور ایک سات سو گنا۔ دو عمل جو واجب کرنیوالے ہیں۔ ایک یہ کہ جو شخص اس حال میں مرے کہ شرک نہ کرتا ہو وہ ضرور جنت میں داخل ہوگا۔ دوسرے جو شخص شرک کی حالت میں مرے ضرور جہنم میں جائے گا، اور جو عمل برابر سرابر ہے وہ نیکی کا ارادہ ہے کہ دِل اُسکے لئے پختہ ہوگیا ہو (مگر اس عمل کی نوبت نہ آئی ہو) اور دس گنا اجر ہے اگر عمل بھی کرلے اور اللہ کے

[1] یہ حدیث بہت زیادہ کمزور درجہ کی ہے جیسا کہ خود حضر شیخ مدظلہٗ نے عربی کے کالم میں نقل کیا ہے اسکا ایک راوی متروک ہے [2] یعنی اے اللہ! مجھے بھی انمیں بنادے۔ اے اللہ! ہم سبھی کو اپنے مقبول بندوں میں شامل فرما۔ آمین۔

marfat.com

راستہ میں (جہاد وغیرہ میں) خرچ کرنا سات سو درجہ کا اجر رکھتا ہے اور گناہ اگر کرے تو ایک کا بدلہ ایک ہی ہے اور چار قسم کے آدمی یہ ہیں کہ بعض لوگ ایسے ہیں جن پر دنیا میں تنگی ہے آخرت میں وسعت، بعض ایسے ہیں جن پر دونوں جگہ تنگی ہے (کہ دنیا میں فقر آخرت میں عذاب ہے) بعض ایسے ہیں کہ دونوں جہان میں وسعت ہے۔ ایک شخص حضرت ابوہریرہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا میں نے سنا ہے۔ آپ یہ نقل کرتے ہیں کہ اللہ جل شانہٗ بعض نیکیوں کا بدلہ دس لاکھ گنا عطا فرماتے ہیں، حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا اس میں تعجب کی کیا بات ہے میں نے خدا کی قسم ایسا ہی سنا ہے، دوسری حدیث میں ہے کہ میں نے حضورؐ سے سنا ہے کہ بعض نیکیوں کا ثواب بیس لاکھ تک ملتا ہے اور جب حق تعالیٰ شانہٗ یُضَاعِفُهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ارشاد فرمائیں (اُسکے ثواب کو بڑھاتے ہیں اور اپنے پاس سے بہت سا اجر دیتے ہیں) جس چیز کو اللہ تعالیٰ اجرِ عظیم فرمائیں اسکی مقدار کا اندازہ کون کرسکتا ہے، امام غزالی رح فرماتے ہیں کہ ثواب کی اتنی بڑی مقداریں جب ہی ہوسکتی ہیں جب ان الفاظ کے معانی کا تصور اور لحاظ کرکے پڑھے کہ یہ اللہ تعالیٰ شانہ کی اہم صفات ہیں،

۳۶ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ يَتَوَضَّأُ فَيُبْلِغُ اَوْ فَيُسْبِغُ الْوُضُوْءَ ثُمَّ يَقُوْلُ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اِلَّا فُتِحَتْ لَهٗ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةُ يَدْخُلُ مِنْ اَيِّهَا شَآءَ رواہ مسلم وابوداود وابن ماجۃ وقالا فیحسن الوضوء زاد ابوداود ثم یرفع طرفہ الی السماء ثم یقول ذکرہ

۳۶ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص وضو کرے اور اچھی طرح کرے (یعنی سنتوں اور آداب کی پوری رعایت کرے) پھر یہ دعا پڑھے اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ اسکے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھل جاتے ہیں جس دروازے سے دل چاہے داخل ہو۔

ف:۔ جنت میں داخل ہونے کیلئے ایک دروازہ بھی کافی ہے پھر آٹھوں کا

لہ اس مضمون کی ایک حدیث ابھی اوپر نمبر ۳۵ میں گذری ہے اور حافظ ابن رجب حنبلی نے جامع العلوم والحکم صفحہ ۲۵۵ میں مسند احمد کے حوالہ سے حضرت ابوہریرہؓ کی ایک روایت نقل کی ہے کہ ایک نیکی کا ثواب بیس لاکھ گنا تک بڑھایا جاتا ہے،

لہ اسکا ایک مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ یہ کئی کئی دروازے ضروری نہیں کہ کسی ایک مکان ہی کے ہوں بلکہ جسطرح دنیا میں اور معزز لوگوں کے لئے بڑے خوبصورت خوبصورت دروازے بنائے جاتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اہل جنت کے اعزاز واکرام میں بہت سے دروازے بنائے گا۔ (تلخیص از رمضان کیا ہے؟)

marfat.com

ورواہ الترمذی کابی داود وزاد اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ الحدیث وتکلم فیہ کذا فی الترغیب زاد السیوطی فی الدر ابن ابی شیبۃ والدارمی۔

کھل جانا یہ غایت اعزاز واکرام کے طور پر ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جو شخص اس حال میں مرے کہ اللہ کیساتھ شرک نہ کرتا ہو اور ناحق کسی کا خون نہ کیا ہو وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو۔

(۲۷) عَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَیْسَ مِنْ عَبْدٍ یَقُوْلُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مِائَۃَ مَرَّۃٍ اِلَّا بَعَثَہُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَوَجْھُہٗ کَالْقَمَرِ لَیْلَۃَ الْبَدْرِ وَلَمْ یَرْفَعْ لِاَحَدٍ یَوْمَئِذٍ عَمَلٌ اَفْضَلُ مِنْ عَمَلِہٖ اِلَّا مَنْ قَالَ مِثْلَ قَوْلِہٖ اَوْ زَادَ رواہ الطبرانی وفیہ عبد الوھاب بن ضحاک متروک کذا فی مجمع الزوائد قلت ھو من رواۃ ابن ماجۃ ولا شک انھم ضعفوہ جداً الا ان معناہ مؤید بروایات منھا ما تقدم من روایات یحییٰ بن طلحۃ ولا شک انہ افضل الذکر ولہ شاھد من حدیث ام ھانی الآتی۔

(۲۷) حضورؐ کا ارشاد ہے جو شخص سو مرتبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھا کرے حق تعالیٰ شانہٗ قیامت کے دن اسکو ایسا روشن چہرہ والا اُٹھائیں گے جیسے چودھویں رات کا چاند ہوتا ہے اور جس دن یہ تسبیح پڑھے اُس دن اُس سے افضل عمل والا وہی شخص ہو سکتا ہے جو اس سے زیادہ پڑھے[1]

ف:- متعدد روایات اور آیات سے یہ مضمون ثابت ہوتا ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دِل کیلئے بھی نور ہے اور چہرے کیلئے بھی نور ہے۔ اور یہ تو مشاہدہ بھی ہے کہ جن اکابر کا اس کلمہ کی کثرت معمول ہے ان کا چہرہ دنیا ہی میں نورانی ہوتا ہے۔

(۲۸) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ افْتَحُوْا عَلٰی صِبْیَانِکُمْ اَوَّلَ کَلِمَۃٍ بِلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَلَقِّنُوْھُمْ عِنْدَ الْمَوْتِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فَاِنَّہٗ مَنْ کَانَ اَوَّلُ کَلَامِہٖ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاٰخِرُ کَلَامِہٖ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ثُمَّ عَاشَ اَلْفَ

(۲۸) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بچہ کو شروع میں جب وہ بولنا سیکھنے لگے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یاد کراؤ اور جب مرنے کا وقت آئے جب بھی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تلقین کرو، جس شخص کا اوّل کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہو اور آخری کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہو وہ ہزار

[1] اس حدیث کے مضمون کی اگرچہ دوسری روایات سے تائید ہوتی ہے لیکن خود یہ حدیث کمزور ہے جیسا کہ حضرت شیخ نے خود حصنِ عربی میں نقل کیا ہے۔

marfat.com

سَنَةٍ لَمْ يُسْئَلْ عَنْ ذَنْبٍ وَاحِدٍ موضوع ابن محمویۃ وابوہ مجھولان وقد ضعف البخاری ابراھیم بن مھاجر حکاہ السیوطی عن ابن الجوزی ثم تعقبہ بقولہ الحدیث فی المستدرک واخرجہ البیھقی فی الشعب عن الحاکم وقال متن غریب لم نکتبہ الا بھذا الاسناد واورد ہ الحافظ ابن حجر فی امالیہ ولم یقدح فیہ بشئ الا انہ قال ابراھیم فیہ لین وقد اخرج لہ مسلم فی المتابعات کذا فی اللالی و ذکرہ السیوطی فی شرح الصدور ولم یقدح فیہ بشئ قلت وقد ورد فی التلقین احادیث کثیرۃ ذکرھا الحافظ فی التخلیص وقال فی جملۃ من رواھا وعن عروۃ بن مسعود الثقفی رواہ العقیلی باسناد ضعیف ثم قال روی فی الباب احادیث صحاح عن غیر واحد من الصحابۃ و رواہ ابن ابی الدنیا فی کتاب المحتضرین من طریق عروۃ بن مسعود عن ابیہ عَنْ حُذَيْفَةَ بِلَفْظِ لَقِّنُوْا مَوْتَاكُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَاِنَّهَا تَهْدِمُ مَا قَبْلَهَا مِنَ الْخَطَايَا وروی فیہ ایضاً عن عمر وعثمان وابن مسعود وانس وغیرھم اھ وفی الجامع الصغیر لقنوا موتاکم۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رواہ

برس بھی زندہ رہے تو (انشاء اللہ) کسی گناہ کا اُس سے مطالبہ نہیں[1] ہوگا (یا اس وجہ سے کہ گناہ صادر ہوا تو توبہ وغیرہ سے معاف ہوجائے گیا اس وجہ سے کہ اللہ جل جلالہٗ اپنے فضل سے معاف فرمادیں گے۔

ف:- تلقین اسکو کہتے ہیں کہ مرتے وقت آدمی کے پاس بیٹھ کر کلمہ پڑھا جائے تاکہ اسکو سُن کر وہ بھی پڑھنے لگے، اُس پر اُس وقت جبر یا تقاضا نہیں کرنا چاہیئے کہ وہ شدّتِ تکلیف میں ہوتا ہے۔ اخیر وقت میں کلمہ تلقین کرنے کا حکم اور بھی بہت سی احادیثِ صحیحہ میں وارد ہوا ہے، متعدد حدیثوں میں یہ بھی ارشاد نبوی وارد ہوا ہے کہ جس شخص کو مرتے وقت لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ نصیب ہوجائے اُس سے گناہ ایسے گرجاتے ہیں جیسے سَیلاب کی وجہ سے تعمیر، بعض احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ جس شخص کو مرتے وقت یہ مُبارک کلمہ نصیب ہوجاتا ہے تو پچھلی خطائیں معاف ہوجاتی ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ مُنافق کو اس کلمہ کی توفیق نہیں ہوتی۔ ایک حدیث میں آیا ہے اپنے مُردوں کو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا توشہ دیا کرو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص کسی بچّہ کی پرورش کرے یہاں تک کہ وہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

[1] اس حدیث کے قریب قریب مضمون کی متعدد روایات حافظ ابن حجر نے تلخیص جیر میں نقل کی ہیں جن سے اس مضمون کی کسیقدر تائید ہوتی ہے لیکن خود یہ روایت کمزور ہے جیسا کہ خود حضرت شیخ مدظلہ نے نقل کیا ہے۔

marfat.com

احمد ومسلم والاربعة عن ابی سعید ومسلم وابن ماجة عن ابی هریرة والنسائی عن عائشة ورقم له بالصحة وفی الحصن اِذَا نَضَحَ الْوَلَدُ فَلَقِّنُوْهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وفی الحرز رواه ابن السنی عن عمرو بن العاص اھ قلت ولفظه فی عمل الیوم واللیلة عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ وَجَدْتُّ فِیْ کِتَابِ جَدِّیْ الَّذِیْ حَدَّثَهٗ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا نَضَحَ اَوْلَادُکُمْ فَعَلِّمُوْهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ثُمَّ لَا تُبَالُوْا مَتٰی مَاتُوْا وَاِذَا اتْغَرُّوْا فَمُرُوْهُمْ بِالصَّلٰوةِ وفی الجامع الصغیر برواية احمد وابی داود والحاکم عَنْ مُعَاذٍ رض مَنْ کَانَ اٰخِرُ کَلَامِهٖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ ورقم له بالصحة وفی مجمع الزوائد عَنْ عَلِیٍّ رَفَعَهٗ مَنْ کَانَ اٰخِرُ کَلَامِهٖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَمْ یَدْخُلِ النَّارَ وفی غیر روایة مرفوعة مَنْ لُقِّنَ عِنْدَ الْمَوْتِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ۔

کہنے لگے اُس سے حساب معاف ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص نماز کی پابندی کرتا ہے مرنے کے وقت ایک فرشتہ اُسکے پاس آتا ہے جو شیطان کو دُور کر دیتا ہے اور مرنے والے کو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ تلقین کرتا ہے، ایک بات کثرت سے تجربہ میں آئی ہے کہ اکثر و بیشتر تلقین کا فائدہ جب ہی ہوتا ہے کہ زندگی میں بھی اس پاک کلمہ کی کثرت رکھتا ہو۔ ایک شخص کا قصہ لکھا ہے کہ وہ بھُس[1] فروخت کیا کرتا تھا جب اُسکے مرنے کا وقت آیا تو لوگ اُسکو کلمہ کی تلقین کرتے تھے اور وہ کہتا تھا کہ یہ گٹھا[2] اتنے کا ہے اور یہ اتنے کا ہے۔ اسی طرح اور بھی متعدد واقعات نُزہَتُہ البَسَاطِین میں بھی لکھے ہیں اور مشاہدہ میں بھی آتے ہیں۔ بَسا اوقات کسی گناہ کا کرنا بھی اس کا سبب بن جاتا ہے کہ مرتے وقت کلمہ طیبہ نصیب نہیں ہوتا۔

---

[1] سابقہ نسخوں میں یہ لفظ اثفرو (ث ف) اور کسی میں اتفرو (ت ف) چھپا ہے۔ جو بظاہر کتابت کی غلطی نظر آتی ہے۔ صحیح لفظ اثغرو یعنی (ث غ) ہونا چاہیئے۔

حافظ ابن السنی کی کتاب "عمل الیوم واللیلة" جہاں سے یہ روایت لی گئی ہے اس میں دیکھنے کے بعد تصحیح کر دی گئی ہے۔ "اثغر الصبی" کے معنی ہیں بچہ کا اس عمر کو پہنچ جانا جب اسکے دودھ کے دانت ٹوٹنے لگتے ہیں اور دوسرے نئے دانت نکلتے ہیں اسوقت بچوں کو نماز کی تاکید کرنی چاہیئے۔ یہ عمر تقریباً وہی ہے جو دوسری حدیث میں آئی ہے کہ جب بچہ سات سال کا ہو جائے تو اُسے نماز کا حکم کرو۔

[2] بھوسہ جو چوپایوں کے چارے میں کام آتا ہے گٹھا گٹھر، بڑی گٹھری۔

marfat.com

افیُون کے نُقصانات اور مسواک کے فائدے علماء نے لکھا ہے کہ افیون[1] کھانے میں ستر نقصان ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ مرتے وقت کلمہ یاد نہیں آتا۔ اسکے بالمقابل مِسواک میں ستر فائدے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ مرتے وقت کلمہ طیبہ یاد آتا ہے، ایک شخص کا قصہ لکھا ہے کہ مرتے وقت اسکو کلمۂ شہادت تلقین کیا گیا وہ کہنے لگا کہ اللہ سے دُعا کرو میری زبان سے نکلتا نہیں۔ لوگوں نے پوچھا کیا بات ہے اُس نے کہا میں تولنے میں بے اِحتیاطی کرتا تھا۔ ایک دوسرے شخص کا قصہ ہے کہ جب اسکو تلقین کی گئی تو کہنے لگا کہ مجھ سے کہا نہیں جاتا، لوگوں نے پوچھا کیا بات ہے اُس نے کہا کہ ایک عورت مجھ سے تولیہ خریدنے آئی تھی مجھے وہ اچھی لگی میں اسکو دیکھتا رہا۔ اور بھی بہت سے واقعات اس نوع کے ہیں جن میں سے بعض تذکرہ[2] قرطبیہ میں بھی لکھے ہیں۔ بندہ کا کام ہے کہ گناہوں سے توبہ کرتا رہے اور اللہ تعالیٰ شانہٗ سے توفیق کی دُعا کرتا رہے۔

(۳۹) عَنْ اُمِّ هَانِیٍ رض قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَا يَسْبِقُهَا عَمَلٌ وَلَا تَتْرُكُ ذَنْبًا۔ رواہ ابن ماجۃ کذا فی منتخب کنز العمال قلت واخرجہ الحاکم فی حدیث طویل وصححہ ولفظ قَوْلُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَا يَتْرُكُ ذَنْبًا وَلَا يَشْبَهُهَا عَمَلٌ اھ و تعقب علیہ الذھبی بان زکریا ضعیف وسقط بین محمد وام ھانی وذکرہ فی الجامع بروایۃ ابن ماجۃ ورقم لہ بالضعف۔

(۳۹) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ سے نہ تو کوئی عمل بڑھ سکتا ہے اور نہ یہ کلمہ کسی گناہ کو چھوڑ سکتا ہے،

ف:- کسی عمل کا اس سے نہ بڑھ سکنا تو ظاہر ہے کہ کوئی بھی عمل ایسا نہیں ہے جو بغیر کلمہ طیبہ پڑھے کار آمد ہو سکتا ہو۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، غرض ہر عمل ایمان کا محتاج[3] ہے۔ اگر ایمان ہے تو وہ اعمال بھی مقبول ہو سکتے ہیں ورنہ نہیں اور کلمہ طیبہ جو خود ایمان لانا ہی ہے وہ کسی عمل کا بھی محتاج نہیں۔ اسی وجہ سے اگر کوئی شخص فقط ایمان رکھتا ہو اور ایمان کے علاوہ کوئی عمل صالح نہ ہو تو بھی وہ کسی نہ کسی وقت انشاء اللہ جنت میں ضرور جائے گا۔ اور جو شخص ایمان نہ رکھتا ہو خواہ

---

[1] عوامی زبان میں افیم ——— [2] اسکے مصنف ہیں شیخ شمس الدین محمد بن احمد بن فرح الانصاری الاندلسی المتوفی ۶۷۱ھ یہ ایک ضخیم کتب ہے جسمیں حشر ونشر، جنت دوزخ وغیرہ کے واقعات جمع کئے گئے ہیں۔ اسکا اصل نام ہے "التذکرہ باحوال الموتی وامور الآخرۃ"۔ [3] گو یہ کہنے سے مراد یہاں ایمان ہے،

marfat.com

وہ کتنے ہی پسندیدہ اعمال کرے نجات کیلئے کافی نہیں۔ دوسرا جزو[1] کسی گناہ کو نہ چھوڑنا ہے۔ اگر اس اعتبار سے دیکھا جائے کہ جو شخص آخری وقت میں مسلمان ہو اور کلمہ طیبہ کو پڑھنے کے بعد فوراً ہی مر جائے تو ظاہر ہے کہ اس ایمان لانے سے کفر کی حالت میں جتنے گناہ کئے تھے وہ سب بالاجماع جاتے رہے۔ اور اگر پہلے سے پڑھنا مراد ہو تو حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ یہ کلمہ دلوں کی صفائی اور صیقل ہونے کا ذریعہ ہے۔ جب اس پاک کلمہ کی کثرت ہوگی تو دل کی صفائی کی وجہ سے توبہ کئے بغیر چین ہی نہ پڑے گا، اور آخر کار گناہوں کی معافی کا ذریعہ بن جائے گا۔ ایک حدیث میں آیا ہے جس شخص کو سونے کے وقت اور جاگنے کے وقت لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا اہتمام ہو اسکو دنیا بھی آخرت پر مستعد کرے گی اور مصیبت سے اسکی حفاظت کرے گی۔

۴۰ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْاِیْمَانُ بِضْعٌ وَّسَبْعُوْنَ شُعْبَةً فَاَفْضَلُهَا قَوْلُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَدْنَاهَا اِمَاطَةُ الْاَذٰی عَنِ الطَّرِیْقِ وَالْحَیَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ رواہ الستة وغیرهم بالفاظ مختلفة واختلاف یسیر فی العداد وغیرہ وهذا[2] اٰخر ما اردت ایرادہ فی هذا الفصل رعایة لعداد الاربعین واللّٰہ الموفق لما یحب ویرضیٰ۔

۴۰ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ہیں (بعض روایات میں ستر آئی ہیں) ان میں سب سے زیادہ افضل لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا پڑھنا ہے اور سب سے کم درجہ راستہ سے کسی تکلیف دہ چیز (اینٹ کانٹے وغیرہ) کا ہٹا دینا ہے اور حیا بھی (ایک خصوصی) شعبہ ہے ایمان کا۔

ف:- حیا کو خصوصی اہتمام کی وجہ سے ذکر فرمایا کہ یہ بہت سے گناہوں زنا چوری، فحش گوئی، ننگا ہونا، گالی گلوچ وغیرہ سے بچنے کا سبب ہے۔ اسی طرح رسوائی کے خیال سے بہت سے نیک کام کرنا ضروری[3] ہو جاتے ہیں۔ بلکہ دنیا اور آخرت کی شرم سارے ہی نیک کاموں پر ابھارتی ہے۔ نماز، زکوٰۃ حج وغیرہ تو ظاہر ہیں۔ اسی طرح سے اور بھی تمام احکام بجالانے کا سبب ہے۔ اسی وجہ سے مثل مشہور ہے "تو بیحیا باش وہر چہ خواہی کن" تو بیغیرت ہو جا پھر جو چاہے کر۔ اس معنی میں صحیح حدیث بھی وارد ہے اِذَا لَمْ تَسْتَحِیْ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ جب تو حیا دار نہ رہے تو پھر جو چاہے

---

[1] یعنی اس حدیث کا دوسرا جملہ [2] شیخ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ چالیس کے عدد کو ملحوظ رکھتے ہوئے سلسلۂ احادیث کو یہیں پر ختم کرتا ہوں [3] یعنی آدمی اپنے طور پہ ضروری سمجھنے لگتا ہے۔

marfat.com

کر، کہ ساری فکر غیرت اور شرم ہی کی ہے۔ اگر حیا ہے تو یہ خیال بھی ضروری ہے کہ نماز نہ پڑھوں گا تو آخرت میں کیا مُنہ دکھلاؤں گا اور شرم نہیں ہے تو پھر یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ کوئی کہہ کر کیا کرلے گا۔

تنبیہ:- اس حدیث شریف میں ایمان کی ستّر سے زیادہ شاخیں ارشاد فرمائی ہیں اس بارے میں روایات مختلف وارد ہوئی ہیں اور متعدد روایات میں ستّر کا عدد آیا ہے۔ اسی لئے ترجمہ میں اس طرف اشارہ بھی کر دیا تھا۔ ان ستّر کی تفصیل میں علماء نے بہت سی مُستقل تصانیف فرمائی ہیں۔ امام ابُوحاتم بن حبانؒ فرماتے ہیں کہ میں اس حدیث کا مطلب ایک مدّت تک سوچتا رہا۔ جب عبادتوں کو گنتا تو وہ ستّر سے بہت زیادہ ہو جاتیں احادیث کو تلاش کرتا اور حدیث شریف میں جن چیزوں کو خاص طور سے ایمان کی شاخوں کے ذیل میں ذکر کیا ہے اُن کو شمار کرتا تو وہ اس عدد سے کم ہو جاتیں۔ میں قرآن پاک کی طرف متوجہ ہوا اور قرآن شریف میں جن چیزوں کو ایمان کے ذیل میں ذکر کیا اُن کو شمار کیا تو وہ بھی اس عدد سے کم تھیں تو میں نے قرآن شریف اور حدیث شریف دونوں کو جمع کیا اور دونوں میں جن چیزوں کو ایمان کا جزُو قرار دیا اُن کو شمار کر کے جو چیزیں دونوں میں مشترک تھیں ان کو ایک ایک عدد شمار کر کے میزان دیکھی تو دونوں کا مجموعہ مُکرّرات کو نکال کر اس عدد کے موافق ہو گیا تو میں سمجھا کہ حدیث شریف کا مفہوم یہی ہے۔ قاضی عِیاضؒ فرماتے ہیں کہ ایک جماعت نے ان شاخوں کی تفصیل بیان کرنے کا اہتمام کیا ہے اور اجتہاد سے ان تفصیلات کے مُراد ہونے کا حکم لگایا ہے۔ حالانکہ اس مقدار کی خصوصی تفصیل نہ معلوم ہونے سے ایمان میں کوئی نقص پیدا نہیں ہوتا جبکہ ایمان کے اصول و فروع سارے بالتفصیل معلوم و مُحقّق ہیں۔ خطّابیؒ فرماتے ہیں کہ اس تعداد کی تفصیل اللہ کے اور اسکے رسولؐ کے علم میں ہے اور شریعتِ مطہرہ میں موجود ہے تو اس تعداد کے ساتھ تفصیل کا معلوم نہ ہونا کچھ مضر نہیں۔

امام نوویؒ[1] فرماتے ہیں کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان شاخوں میں سب سے اعلیٰ توحید یعنی کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کو قرار دیا ہے جس سے معلوم ہو گیا کہ ایمان میں سب سے اوپر اس کا درجہ ہے۔ اس سے اوپر کوئی چیز ایمان کی شاخ نہیں ہے۔ جس سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ اصل توحید ہے، جو ہر مکلف پر ضروری ہے۔ اور سب سے نیچے دفع[2] کرنا ہے اس چیز کا جو کسی مسلمان کو نقصان پہنچانے کا احتمال رکھتی ہو۔ باقی سب شاخیں ان کے درمیان

[1] نووی۔ نَ وَ وِی۔ ان کے مختصر حالات اوپر آچکے ہیں [2] یعنی راستہ سے کسی تکلیف دہ چیز کا ہٹانا۔

marfat.com

ہیں جن کی تفصیل معلوم ہونا ضروری نہیں اِجمالاً ان پر ایمان لانا کافی ہے جیسا کہ سب فرشتوں پر ایمان لانا ضروری ہے لیکن ان کی تفصیل اور ان کے نام ہم نہیں جانتے۔ لیکن ایک جماعت محدثین نے ان سب شاخوں کی تفصیل میں مختلف تصانیف فرمائی ہیں۔ چنانچہ ابوعبداللہ[1] رح حلیمی نے ایک کتاب اسی مضمون میں تصنیف فرمائی ہے جس کا نام فَوَائِدُ الْمِنْهَاجِ رکھا ہے اور امام بیہقی رح نے ایک کتاب تصنیف کی ہے جس کا نام ہی شُعَبُ الْاِیْمَانِ رکھا ہے۔ اسی طرح شیخ عبدالجلیل رح نے بھی ایک کتاب لکھی ہے اُس کا نام بھی شُعَبُ الْاِیْمَانِ رکھا ہے اور اسحاق بن رح قرطبی نے کِتَابُ النَّصَائِحِ اسی مضمون میں تصنیف فرمائی ہے اور امام ابُوحاتم رح نے اپنی کتاب کا نام وَصْفُ الْاِیْمَانِ وَشُعَبُہٗ رکھا ہے۔ شراح رح بُخاری نے اس باب میں مختلف تصانیف سے تلخیص کرتے ہوئے ان کو مختصر طور پر جمع فرمایا ہے۔ جسکا حاصل یہ ہے کہ دراصل ایمان کامل تین[۳] چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے، اوّل تصدیق یعنی دِل سے جُملہ امور کا یقین کرنا، دوسرے[۲] زبان کا اقرار و عمل، تیسرے[۳] بدن کے اعمال یعنی ایمان کی جُملہ شاخیں تین[۳] حصّوں پر منقسم ہیں اوّل[۱] وہ جنکا تعلّق نیّت و اعتقاد اور عمل قلبی سے ہے۔ دوسرے[۲] وہ جنکا تعلّق زبان سے ہے تیسرے[۳] وہ جنکا تعلّق باقی حصّہ بدن سے ہے، ایمان کی جملہ چیزیں ان تین[۳] میں داخل ہیں، انمیں سے پہلی[۱] قسم:- جو تمام عقائد کو شامل ہے اسکا خلاصہ تین[۳] چیزیں ہیں،

(۱) اللہ پر ایمان لانا جس میں اُسکی ذات اُسکی صفات پر ایمان لانا داخل ہے اور اس کا یقین بھی کہ وہ پاک ذات ایک ہے اور اُس کا کوئی شریک نہیں اور نہ اُس کا کوئی مِثل ہے (۲) اللہ کے ماسوا سب چیزیں بعد کی پیداوار ہیں۔ ہمیشہ سے وہی ایک ذات ہے (۳) فرشتوں پر ایمان لانا (۴) اللہ کی اُتاری ہوئی کتابوں پر ایمان لانا (۵) اللہ کے رسولوں پر ایمان لانا (۶) تقدیر پر ایمان لانا کہ بھلی ہو یا بُری سب اللہ کی طرف سے ہے (۷) قیامت کے حق ہونے پر ایمان لانا جس میں قبر کا سوال و جواب، قبر کا عذاب، مرنے

---

[1] ابوعبداللہ حسین بن حسن الحلیمی الجرجانی المتوفی ۴۰۳ھ ۱۲ صاحب کشف الظنون نے ایک جگہ ص۵۴۹ اس کتاب کا نام منہاج الدین اور دوسری جگہ شعب الایمان کے تحت ص۹۵۹ پر صرف المنہاج لکھا ہے ۱۲ اسی موضوع پر قلم اُٹھانے والوں میں ایک بزرگ محمد بن محمد الانصاری المالقی المتوفی ۷۵۴ھ ہیں جنھوں نے جامع المصنف نامی ایک کتاب لکھی ہے اور شعب الایمان ہی کے نام سے شیخ سراج الدین عمر بن ا- لملقن البلقینی المتوفی ۸۰۵ھ نے بھی ایک کتاب لکھی ہے۔ اور ایک کتاب تحریر البیان فی تقریر شعب الایمان کے نام سے شیخ محی الدین محمد بن علی بن عربی المتوفی ۶۳۸ھ نے بھی لکھی ہے ۱۲ ابوابراہیم اسحٰق بن ابراہیم النجیبی القرطبی المالکی۔

marfat.com

کے بعد دوبارہ زندہ ہونا حساب ہونا اعمال کا تُلنا اور پُلصراط پر گذرنا سب ہی داخل ہے۔ (۸) جنّت کا یقین ہونا اور یہ کہ مومن انشاء اللہ ہمیشہ اُس میں رہیں گے (۹) جہنّم کا یقین ہونا اور یہ کہ اسمیں سخت سے سخت عذاب ہیں اور وہ بھی ہمیشہ ہمیشہ رہے گی (۱۰) اللہ تعالیٰ شانہٗ سے محبّت رکھنا (۱۱) اللہ کے واسطے دوسروں سے محبّت رکھنا اور اللہ ہی کے واسطے بُغض رکھنا (یعنی اللہ والوں سے محبّت رکھنا اور اسکی نافرمانی کرنے والوں سے بُغض رکھنا اور اسی میں داخل ہے صحابۂ کرامؓ بالخصوص مہاجرین اور انصار کی محبّت اور آلِ رسولؐ کی محبّت (۱۲) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے محبّت رکھنا جس میں آپؐ کی تعظیم بھی آگئی اور حضورؐ پر درود شریف پڑھنا بھی اور آپؐ کی سنتوں کا اِتباع کرنا بھی داخل ہے۔ (۱۳) اِخلاص جس میں ریا نہ کرنا اور نِفاق سے بچنا بھی داخل ہے (۱۴) توبہ یعنی دل سے گناہوں پر ندامت اور آئندہ نہ کرنے کا عہد (۱۵) اللہ کا خوف (۱۶) اللہ کی رحمت کا امیدوار ہونا (۱۷) اللہ کی رحمت سے مایُوس نہ ہونا (۱۸) شکر گذاری (۱۹) وفا (۲۰) صبر (۲۱) تواضع جس میں بڑوں کی تعظیم بھی داخل ہے (۲۲) شفقت و رحمت جس میں بچّوں پر شفقت کرنا بھی داخل ہے (۲۳) مقدّر پر راضی رہنا (۲۴) توکل (۲۵) خود بینی اور خود ستائی کا چھوڑنا جس میں اصلاحِ نفس بھی داخل ہے (۲۶) کینہ اور خَلِش نہ رکھنا جس میں حسد بھی داخل ہے (۲۷) عینی[1] میں یہ نمبر رہ گیا ہے میرے خیال میں اس جگہ حیا کرنا ہے جو کاتب کی غلطی سے رہ گیا ہے (۲۸) غصّہ نہ کرنا (۲۹) فریب نہ دینا جس میں بدگمانی نہ کرنا اور کسی کے ساتھ مکر نہ کرنا بھی داخل ہے (۳۰) دُنیا کی محبت دل سے نکال دینا جس میں مال کی اور جاہ کی محبّت بھی داخل ہے۔ علامہؒ عینی میں فرماتے ہیں کہ امور بالا میں دل کے تمام اعمال داخل ہیں، اگر کوئی چیز بظاہر خارج معلوم ہو تو وہ غور سے ان نمبروں میں سے کسی نہ کسی نمبر میں داخل ہوگی۔

دوسری قسم:- زبان کا عمل تھا اسکے سات شعبے ہیں:- (۱) کلمہ طیّبہ کا پڑھنا قرآن پاک کی تلاوت کرنا (۳) علم سیکھنا (۴) علم دوسروں کو سکھانا (۵) دعا کرنا (۶) اللہ کا ذکر جس میں استغفار بھی داخل ہے (۷) لغو باتوں سے بچنا۔

تیسری قسم:- باقی بدن کے اعمال ہیں۔ یہ کل چالیس ہیں جو تین حصّوں پر منقسم ہیں۔ **پہلا حصّہ:**- اپنی ذاتوں سے تعلق رکھتا ہے یہ سولہ شاخیں ہیں:- (۱) پاکی

[1] عینی شرح بخاری۔

marfat.com

حاصل کرنا جس میں بدن کی پاکی کپڑے کی پاکی مکان کی پاکی سب ہی داخل ہے اور بدن کی پاکی میں وضو بھی داخل ہے اور حیض ونفاس اور جنابت کا غسل بھی (۲) نماز کی پابندی کرا اس کو قائم کرنا[1] جس میں فرض نفل ادا قضا سب داخل ہے (۳) صدقہ جس میں زکوٰۃ صدقۂ فطر وغیرہ بھی داخل ہے اور بخشش کرنا لوگوں کو کھانا کھلانا مہمان کا اکرام کرنا اور غلاموں کا آزاد کرنا بھی داخل ہے (۴) روزہ فرض ہو یا نفل (۵) حج کرنا فرض ہو یا نفل اور اسی میں عمرہ بھی داخل ہے اور طواف بھی (۶) اعتکاف کرنا جسمیں لیلۃ القدر کو تلاش کرنا بھی داخل ہے (۷) دین کی حفاظت کیلئے گھر چھوڑنا جسمیں ہجرت بھی داخل ہے (۸) نذر کا پورا کرنا (۹) قسموں کی نگہداشت کرنا (۱۰) کفاروں کا ادا کرنا (۱۱) ستر کا نماز میں اور نماز کے علاوہ ڈھانکنا (۱۲) قربانی کرنا اور قربانی کے جانوروں کی خبر گیری اور ان کا اہتمام کرنا (۱۳) جنازہ کا اہتمام کرنا اُسکے جملہ امور کا انتظام کرنا (۱۴) قرض کا ادا کرنا (۱۵) معاملات کا درست کرنا سود سے بچنا (۱۶) سچی بات کی گواہی دینا حق کو نہ چھپانا۔

دوسرا حصہ:- کسی دوسرے کے ساتھ برتاؤ کا ہے اُسکی چھ شاخیں ہیں:- نکاح کے ذریعے حرامکاری سے بچنا (۲) اہل وعیال کے حقوق کی رعایت کرنا اور ان کا ادا کرنا۔ اس میں نوکروں اور خادموں کے حقوق بھی داخل ہیں (۳) والدین کے ساتھ سلوک کرنا نرمی برتنا فرمانبرداری کرنا (۴) اولاد کی اچھی تربیت کرنا (۵) صلہ رحمی کرنا (۶) بڑوں کی فرمانبرداری اور اطاعت کرنا۔ **تیسرا حصہ**:- حقوق عامہ کا ہے جو اٹھارہ[1] شعبوں پر منقسم ہے (۱) عدل کیساتھ حکومت کرنا (۲) حقانی جماعت کا ساتھ دینا (۳) حکام کی اطاعت کرنا (بشرطیکہ خلافِ شرع حکم نہ ہو) (۴) آپس کے معاملات کی اصلاح کرنا جس میں مفسدوں کو سزا دینا باغیوں سے جہاد کرنا بھی داخل ہے (۵) نیک کاموں میں دوسروں کی مدد کرنا (۶) نیک کاموں کا حکم کرنا اور بُری باتوں سے روکنا جس میں تبلیغ و وعظ بھی داخل ہے (۷) حدود[2] کا قائم کرنا (۸) جہاد کرنا جس میں مورچوں کی حفاظت بھی داخل ہے (۹) امانت کا ادا کرنا جس میں خُمس جو غنیمت کے مالوں میں ہوتا ہے وہ بھی داخل ہے (۱۰) قرض دینا اور ادا کرنا (۱۱) پڑوسیوں کا حق ادا کرنا۔ اُن کا اکرام کرنا (۱۲) معاملہ اچھا کرنا جس سے جائز طریقہ سے مال کا جمع کرنا بھی داخل ہے (۱۳) مال کا اپنے محل (موقع)

[1] نماز کا قائم کرنا اسکے آداب وشرائط کی رعایت کرتے ہوئے ادا کرنے کا نام ہے جیسا کہ فضائل نماز کے تیسرے باب میں مذکور ہے (از)، [2] جرائم پر عائد ہونے والی تعزیراتِ شرعیہ۔

marfat.com

پر خرچ کرنا اِسراف[1] اور بُخل سے بچنا بھی اس میں داخل ہے (۱۴) سلام کرنا اور سلام کا جواب دینا (۱۵) چھینکنے والے کو یَرْحَمُکَ اللہ کہنا (۱۶) دُنیا کو اپنے نقصان سے اپنی تکلیف سے بچانا (۱۷) لہو و لعب سے بچنا (۱۸) راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا۔ یہ شستر شاخیں ہوئیں۔ ان میں بعض کو ایک دوسرے میں مُنضم[2] بھی کیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ اچھے معاملہ میں مال کا جمع کرنا اور خرچ کرنا دونوں داخل ہو سکتے ہیں۔ اس طرح سے غور سے اور بھی اعداد کو کم کیا جا سکتا ہے اور اس لحاظ سے ستّر والی روایت یا ستّر شصّت والی روایت کے تحت میں بھی یہ تفصیل آسکتی ہے۔ اس تفصیل میں بندہ نے علامہ عینیؒ کے کلام کو جو بُخاری شریف کی شرح میں ہے اصل قرار دیا ہے کہ اُنھوں نے نمبروار ان چیزوں کو ذکر فرمایا ہے اور حافظ ابنِ حجرؒ کی فتح الباری اور علامہ قاریؒ کی مرقات سے توضیح و اضافہ کیا ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ ایمان کے سارے شعبے مجملاً یہ ہیں جو مذکور ہوئے آدمی کو چاہیئے کہ ان میں غور و فکر کرے جو اوصاف اُس میں ان میں سے پائے جاتے ہوں اُن پر اللہ جل شانہٗ کا شکر ادا کرے کہ اسکی توفیق و لُطف سے ہر بھلائی حاصل ہو سکتی ہے اور جن اوصاف میں کمی ہو اُن کے حاصل کرنے کی سعی کرے اور اللہ تعالیٰ سے اُن کے حصول کی توفیق مانگتا رہے۔ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

تیسرا باب ❁ کلمۂ سوم کے فضائل میں

یعنی سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اور بعض روایات میں ان کلمات کے ساتھ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ بھی وارد ہوا ہے۔ احادیث میں ان کلمات کی بہت زیادہ فضیلت آئی ہے۔ یہ کلمات تسبیحاتِ فاطمہ کے نام سے بھی مشہور ہیں۔ اسلئے کہ یہ کلمات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سب سے زیادہ لاڈلی صاحبزادی حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بھی تعلیم فرمائے ہیں جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ اس باب میں چونکہ کلام پاک کی آیات اور احادیث بکثرت وارد ہوئی ہیں اسلئے دو فصلوں پر اسکو منقسم کر دیا۔ پہلی فصل آیاتِ قرآنیہ میں دوسری احادیث نبویہ میں۔

---

[1] اِسراف :- فضول خرچی۔ بخل :- کنجوسی، یعنی خرچ کرنے کی جگہوں پر خرچ نہ کرنا۔
[2] مُنضم :- شامل۔

marfat.com

فصل اوّل

ان آیات کے بیان میں جن میں سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ کا مضمون ذکر فرمایا گیا ہے۔ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جو چیز جتنی مہتم بالشان ہوتی ہے اُتنے ہی اہتمام سے ذکر کی جاتی ہے اور مختلف طریقہ سے ذہن نشین کیجاتی ہے، چنانچہ ان کلمات کا مفہوم بھی قرآن پاک میں مختلف طریقوں سے ذکر فرمایا گیا ہے، ان میں سب سے پہلا کلمہ سُبْحَانَ اللّٰہِ کے معنی ہیں اللہ جل شانہٗ ہر عیب اور بُرائی سے پاک ہے۔ میں اس کی پاکی کا پُورا پُورا اقرار کرتا ہوں اس مضمون کو حکم سے بھی ذکر فرمایا ہے کہ اللہ کی پاکی بیان کرو خبر سے بھی ارشاد فرمایا ہے کہ فرشتے اور دوسری مخلوقات اللہ کی پاکی کا اقرار و بیان کرتی رہتی ہیں وغیرہ وغیرہ، اسی طرح دوسرے الفاظ کا بھی یہی حال ہے کہ مختلف عنوانات سے کلام اللہ شریف میں ان مضامین کا ذِکر فرمایا ہے۔

۱ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ۔ (سورۂ بقرہ، رکوع ۴)

۱ (فرشتوں کا مقولہ انسان کی پیدائش کے وقت) اور ہم بحمدِ اللہ آپ کی تسبیح کرتے رہتے ہیں اور آپ کی پاکی کا دِل سے اقرار کرتے ہیں۔

۲ قَالُوْا سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ۔ (سورۂ بقرہ، رکوع ۴)

۲ (ملائکہ کا جب بمقابلۂ انسان امتحان ہوا تو) کہا آپ تو ہر عیب سے پاک ہیں ہم کو تو اسکے سوا کچھ بھی علم نہیں جتنا آپنے بتادیا ہے۔ بیشک آپ بڑے علم والے ہیں بڑی حکمت والے ہیں۔

۳ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ۔ (سورۂ آلِ عمران، رکوع ۴)

۳ اور اپنے رب کو بکثرت یاد کیجیو اور اُسکی تسبیح کیجیو دن ڈھلے بھی اور صبح کے وقت بھی۔

۴ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ (سورۂ آلِ عمران، رکوع ۲۰)

۴ (سمجھدار لوگ جو اللہ کے ذکر میں ہر وقت مشغول رہتے ہیں اور قدرت کے کارناموں میں غور و فکر کرتے رہتے ہیں (یہ کہتے ہیں اے ہمارے رب آپنے یہ سب بے فائدہ پیدا نہیں کیا ہے (بلکہ بڑی حکمتیں اس میں ہیں) آپکی ذات

marfat.com

ہر عیب سے پاک ہے۔ ہم آپ کی تسبیح کرتے ہیں۔ آپ ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا دیجئے۔

۵ سُبْحَانَهٗ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ۔ (سورۂ نساء، رکوع ۲۳)

۵ وہ ذات اس سے پاک ہے کہ اُس کے اولاد ہو۔

۶ قَالَ سُبْحَانَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ ط (سورۂ مائدہ، رکوع ۱۶)

۶ (قیامت میں جب حضرت عیسےٰ علیٰ نبینا وَعَلَیْہِ السَّلَام سے سوال ہوگا کہ اپنی اُمت کو تثلیث[1] کی تعلیم کیا تم نے دی تھی تو) وہ کہیں گے (توبہ توبہ) میں تو آپ کو شرک سے اور ہر عیب سے) پاک سمجھتا ہوں میں ایسی بات کیسے کہتا جس کے کہنے کا مجھ کو حق نہ تھا۔

۷ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ۔ (سورۂ انعام، رکوع ۱۲)

۷ اللہ جل جلالہ (ان سب باتوں سے) پاک ہے جن کو (یہ کافر لوگ) اللہ کی شان میں کہتے ہیں (کہ اُس کے اولاد ہے یا شریک ہے وغیرہ وغیرہ۔)

۸ فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحَانَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ (سورۂ اعراف، ع ۱۷)

۸ (جب طُور پر حق تعالیٰ شانہٗ کی ایک تجلّی سے حضرت موسیٰ علےٰ نبینا وعلیہ السلام بیہوش ہو کر گر گئے تھے) پھر جب اِفاقہ ہوا تو عرض کیا کہ بیشک آپکی ذات (ان آنکھوں کے دیکھنے سے اور ہر عیب سے) پاک ہے میں (دیدار کی درخواست سے) توبہ کرتا ہوں اور سب سے پہلے ایمان لانے والا ہوں۔

۹ اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ۔ (سورۂ اعراف، رکوع ۲۳)

۹ بیشک جو اللہ کے مُقرّب ہیں (یعنی فرشتے) وہ اُسکی عبادت سے تکبر نہیں کرتے اور اُسکی تسبیح کرتے رہتے ہیں اور اسکو سجدہ کرتے رہتے ہیں۔ ف:۔ صوفیا نے لکھا ہے کہ آیت میں تکبّر کی نفی کو مُقدّم کرنے میں اسطرف اشارہ ہے کہ تکبّر کا ازالہ عبادات پر اہتمام کا ذریعہ ہے اور تکبّر سے عبادات میں کوتاہی واقع ہوتی ہے۔

۱۰ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ۔ (سورۂ توبہ ع ۵)

۱۰ اُس کی ذات پاک ہے ان چیزوں سے جن کو وہ (کافر اُس کا) شریک بناتے ہیں۔

۱۱ دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ

۱۱ (اُن جنتیوں کے) منہ سے یہ بات

---

[1] عیسائیوں کا تین کو خدا ماننے کا عقیدہ۔

marfat.com

وَتَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلٰمٌ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ (سورۂ یونس رکوع)

نکلے گی سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ اور آپس کا اُن کا سلام ہوگا اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اور جب دُنیا کی دِقّتوں کو یاد کریں گے اور خیال کریں گے کہ اب ہمیشہ کیلئے اُن سے خلاصی ہوگئی تو، آخر میں کہیں گے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

(۱۱) سُبْحَانَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ۔ (سورۂ یونس، رکوع ۲)

(۱۱) وہ ذات پاک اور برتر ہے ان چیزوں سے جن کو وہ کافر شریک بناتے ہیں۔

(۱۲) قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحَانَهٗ هُوَ الْغَنِيُّ۔ (سورۂ یونس، رکوع ۷)

(۱۲) وہ لوگ کہتے ہیں کہ اللہ جَلَّ شَانُہٗ کے اولاد ہے اللہ اس سے پاک ہے وہ کسی کا محتاج نہیں۔

(۱۳) وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔ (سورۂ یوسف، رکوع ۱۲)

(۱۳) اور اللہ جَلَّ شَانُہٗ (ہر عیب سے) پاک ہے اور میں مُشرکین میں سے نہیں ہوں۔

(۱۵) وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ۔ (سورۂ رعد، رکوع ۲)

(۱۵) اور رعد (فرشتہ) اُسکی حمد کے ساتھ تسبیح کرتا ہے اور دوسرے فرشتے بھی اُسکے ڈر سے (تسبیح، تحمید کرتے ہیں) ف:۔ علما نے لکھا ہے کہ جو شخص بجلی کے کڑکنے کے وقت سُبْحَانَ الَّذِیْ یُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ پڑھے گا اسکو بجلی کے نقصان سے حفاظت حاصل ہوگی۔ ایک حدیث میں بھی آیا ہے کہ جب بجلی کی کڑک سُنا کرو تو اللہ کا ذکر کیا کرو۔ بجلی ذکر کرنے والے تک نہیں جا سکتی۔ دوسری حدیث میں وارد ہے کہ بجلی کی کڑک کے وقت تسبیح کیا کرو تکبیر[1] نہ کہا کرو۔

(۱۶) وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ۔ (سورۂ حجر، رکوع ۶)

(۱۶) اور ہم کو معلوم ہے کہ یہ لوگ (جو نامناسب کلمات آپ کی شان میں) کہتے ہیں۔ ان سے آپ کو دل تنگی ہوتی ہے پس (اسکی پرواہ نہ کیجئے) آپ اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرتے رہیں اور سجدہ کرنے والوں (یعنی نمازیوں) میں شامل رہیں اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہیں، یہاں تک کہ آپکی وفات کا وقت آوے۔

(۱۷) سُبْحَانَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ۔ (سورۂ نحل، رکوع ۱)

(۱۷) وہ ذات لوگوں کے شرک سے پاک اور بالا تر ہے۔

[1] یعنی اللہ اکبر نہ کہا کرو۔

marfat.com

۱۸ وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ۔ (سورہ نحل، رکوع ۷)

اور وہ اللہ کیلئے بیٹیاں تجویز کرتے ہیں۔ وہ ذات اس سے پاک ہے اور (تماشا یہ ہے کہ) اپنے لئے ایسی چیز تجویز کرتے ہیں جس کو خود پسند کرتے ہیں[1]۔

۱۹ سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰى (سورۂ بنی اسرائیل، رکوع ۱)

۱۹ (ہر عیب سے پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے محمدؐ کو رات کیوقت مسجد حرام (یعنی مسجد کعبہ) سے مسجد اقصےٰ تک لے گئی (معراج کا قصہ)

۲۰ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا۔ (سورۂ بنی اسرائیل، رکوع ۵)

۲۰ تا ۴۴ یہ لوگ جو کچھ کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ شانہٗ اس سے پاک اور بہت زیادہ بلند مرتبہ ہیں تمام ساتوں آسمان اور زمین اور جتنے (آدمی فرشتے اور جن) ان کے درمیان میں ہیں سب کے سب اس کی تسبیح کرتے ہیں (اور یہی نہیں بلکہ) کوئی چیز بھی (جاندار ہو یا بے جان) ایسی نہیں جو اسکی تعریف

۲۱ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ۔ (سورۂ بنی اسرائیل ع ۵)

۲۲ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ۔ (سورۂ بنی اسرائیل، رکوع ۵)

کے ساتھ تسبیح نہ کرتی ہو لیکن تم لوگ انکی تسبیح کو سمجھتے نہیں ہو۔

۴۵ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا۔ (سورۂ بنی اسرائیل، رکوع ۱۰)

۴۵ (آپ ان لغو مطالبوں کے جواب میں جو وہ کرتے ہیں) کہہ دیجئے کہ سُبْحَانَ اللہ میں تو ایک آدمی ہوں رسُول ہوں (خُدا نہیں ہوں کہ جو چاہے کروں)

۴۶ وَيَقُوْلُوْنَ سُبْحَانَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا۔ (سورۂ بنی اسرائیل، رکوع ۱۲)

۴۶ (ان علماء پر جب قرآن شریف پڑھا جاتا ہے تو وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدہ میں گر جاتے ہیں) اور کہتے ہیں کہ ہمارا رب پاک ہے۔ بیشک اُسکا وعدہ ضرور پورا ہونے والا ہے۔

۴۷ فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا۔ (سورۂ مریم، رکوع ۱)

۴۷ پس (حضرت زکریا عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام) حُجرہ میں سے باہر تشریف لائے اور اپنی قوم کو اشارہ فرمایا کہ تم لوگ صبح اور شام خدا کی تسبیح کیا کرو۔

۴۸ مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ

۴۸ (اللہ جل شانہٗ کی یہ شان (ہی) نہیں کہ

[1] بیٹی جو انھیں خود ناپسند ہے خدا کیلئے تو وہ قرار دیتے ہیں اور اپنے لئے لڑکے پسند کرتے ہیں۔

marfat.com

وَلَدٍ سُبْحٰنَهٗ۔ (سورۂ مریم، رکوع ۲)

۲۷ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى۔ (سورۂ طٰہٰ، رکوع ۸)

وہ اولاد اختیار کرے وہ اِن سب قصوں سے پاک ہے۔

۲۷ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ اُن لوگوں کی نامناسب باتوں پر صبر کیجئے) اور اپنے رب کی حمد (وثناء) کے ساتھ تسبیح کرتے رہا کیجئے آفتاب نکلنے سے پہلے اور غروب سے پہلے اور رات کے اوقات میں تسبیح کیا کیجئے اور دن کے اوّل و آخر میں تاکہ آپ (اُس ثواب اور بے انتہا بدلے پر جو اُن کے مقابلہ میں ملنے والا ہے) بیحد خوش ہو جائیں۔

۲۸ يُسَبِّحُوْنَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ۔ (سورۂ انبیاء، رکوع ۲)

۲۸ (اللہ کے مقبول بندے اسکی عبادت سے تھکتے نہیں) شب و روز اللہ کی تسبیح کرتے رہتے ہیں کسی وقت بھی موقوف نہیں کرتے۔

۲۹ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ۔ (سورۂ انبیاء، رکوع ۲)

۲۹ اللہ تعالیٰ جو کہ مالک ہے عرش کا ان سب امور سے پاک ہے جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں (کہ نعوذ باللہ اِس کے شریک ہیں یا اسکے اولاد ہے)

۳۰ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ۔ (سورۂ انبیاء، رکوع ۲)

۳۰ یہ (کافر لوگ یہ کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) رحمٰن نے (یعنی اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو) اولاد بنایا ہے اُس کی ذات اس سے پاک ہے۔

۳۱ وَسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ۔ (سورۂ انبیاء رکوع ۶)

۳۱ ہم نے پہاڑوں کو داؤد عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام) کے تابع کر دیا تھا کہ اُن کی تسبیح کے ساتھ وہ بھی تسبیح کیا کریں اور اسی طرح پرندوں کو تابع کر دیا تھا کہ وہ بھی (حضرت داؤدؑ کی تسبیح کے ساتھ تسبیح کیا کریں)

۳۲ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ۔ (سورہ انبیاء، رکوع ۶)

۳۲ (حضرت یونسؑ نے تاریکیوں میں پکارا) کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ آپ سب عیوب سے پاک ہیں۔ میں بے شک قصوروار ہوں۔

۳۳ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ۔ (سورۂ نور، رکوع ۲)

۳۳ اللہ تعالیٰ ان سب اُمور سے پاک ہے جو یہ بیان کرتے ہیں۔

۳۴ سُبْحَانَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ

۳۴ سُبحان اللہ یہ (لوگ جو کچھ

marfat.com

عَظِیْمٌ۔ (سورۂ نور، رکوع ۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں تہمت لگاتے ہیں بہت بڑا بہتان ہے۔)

۳۵ یُسَبِّحُ لَہٗ فِیْھَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ رِجَالٌ لَّا تُلْھِیْھِمْ تِجَارَۃٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَاِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَآءِ الزَّکٰوۃِ یَخَافُوْنَ یَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِیْہِ الْقُلُوْبُ وَ الْاَبْصَارُ۔ (سورۂ نور، رکوع ۵)

۳۵ اُن (مسجدوں) میں ایسے لوگ صبح وشام اللہ کی تسبیح کرتے ہیں جن کو اللہ کی یاد سے اور نماز پڑھنے سے اور زکوٰۃ دینے سے نہ خرید نا غفلت میں ڈالتا ہے نہ فروخت کرنا، وہ ایسے دن (کے عذاب) سے ڈرتے ہیں جس میں بہت سے دل اور بہت سی آنکھیں اُلٹ جائیں گی (یعنی قیامت کے دن سے)

۳۶ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یُسَبِّحُ لَہٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّیْرُ صٰٓفّٰتٍ کُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَہٗ وَتَسْبِیْحَہٗ وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ بِمَا یَفْعَلُوْنَ۔ (سورۂ نور، رکوع ۶)

۳۶ (اے مُخاطب) کیا تجھے (دلائل اور مُشاہدہ سے) یہ معلوم نہیں ہوا کہ اللہ جلّ شانہٗ کی تسبیح کرتے ہیں وہ سب جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور (خصوصاً) پرندے بھی جو پَر پھیلائے ہوئے (اُڑتے پھرتے) ہیں سب کو اپنی اپنی دُعا (نماز) اور اپنی اپنی تسبیح (کا طریقہ معلوم ہے اور اللہ جلّ شانہٗ کو سب کا حال اور جو کچھ لوگ کرتے ہیں وہ سب معلوم ہے۔

۳۷ قَالُوْا سُبْحٰنَکَ مَا کَانَ یَنْۢبَغِیْ لَنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِکَ مِنْ اَوْلِیَآءَ وَلٰکِنْ مَّتَّعْتَھُمْ وَاٰبَآءَھُمْ حَتّٰی نَسُوا الذِّکْرَ وَکَانُوْا قَوْمًۢا بُوْرًا۔ (سورۂ فرقان، رکوع ۲)

۳۷ (قیامت کے روز جب اللہ تعالیٰ ان کافروں کو اور جن کو یہ پوجتے تھے سب کو جمع کر کے ان معبودوں سے پوچھے گا کیا تم نے انکو گمراہ کیا تھا تو) وہ کہیں گے سُبحان اللہ ہماری کیا طاقت تھی کہ آپکے سوا اور کسی کو کارساز تجویز کرتے بلکہ (یہ احمق خود ہی بجائے شکر کے

لہ جب کوئی شخص کسی کا بہت ہی وفادار اور فرمانبردار ہوتا ہے اور اسکی خوبیوں کا معتقد اور مداح ہوتا ہے تو عُرف عام میں اسے اس کا گُن گانے والا اور اسی کے نام کی مالا جپنے والا کہا کرتے ہیں۔ زمین وآسمان اور تمام کائنات کی مخلوقات چونکہ خدائے قادر وقیوم کی اسطرح فرمانبردار ہے کہ کبھی بال برابر خلاف ورزی ممکن نہیں۔ اسلئے گویا کل مخلوقات زبان حال سے صَلٰوتہٗ اپنی اپنی طرح کی تسبیح کر رہی ہے اور خدا کی قدرت سے بعید یہ بھی نہیں ہے کہ خدا نے ہر مخلوق کو زبانِ قال ہی سے ذکر وتسبیح کا کوئی مخصوص طریقہ دے رکھا ہو۔ لیکن صلوٰتہٗ اور تسبیحہٗ میں ضمیریں اس بات کا پتہ دیتی ہیں کہ ہر ایک کی نماز اور تسبیح اسی کے حسبِ حال ہو۔

marfat.com

کفر میں مبتلا ہوئے) کہ آپنے انکو اور ان کے بڑوں کو خوب ثروت عطا فرمائی، یہاں تک کہ یہ لوگ (دولت کے نشہ میں شہوتوں میں مبتلا ہوئے اور) آپ کی یاد کو بھلا دیا اور خود ہی برباد ہو گئے،

۳۸ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ وَكَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًا۔ (سورۂ فرقان، رکوع ۵)

۳۸ اور اُس ذات پاک پر توکل رکھئے جو زندہ ہے اور کبھی اسکو فنا نہیں اور اسی کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے رہیئے (یعنی تسبیح وتحمید میں مشغول رہیئے کسی کی مخالفت کی پرواہ نہ کیجئے) کیونکہ وہ پاک ذات اپنے بندوں کے گناہوں سے کافی خبردار ہے (قیامت میں ہر شخص کی مخالفت کا بدلہ دیا جائے گا۔)

۳۹ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ (سورۂ نمل، رکوع ۱)

۳۹ اللہ رب العالمین ہر قسم کی کدورت سے پاک ہے۔

۴۰ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ۔ (سورۂ قصص، رکوع ۷)

۴۰ اللہ ان سب چیزوں سے پاک ہے جن کو یہ مشرک بیان کرتے ہیں اور ان سے بالاتر ہے۔

۴۱ فَسُبْحَانَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ۔ (سورۂ روم، رکوع ۲)

۴۱ پس تم اللہ کی تسبیح کیا کرو شام کے وقت (یعنی رات میں) اور صبح کے وقت اور اسی کی حمد (کی جاتی) ہے تمام آسمانوں میں اور زمین میں اور اُسی کی (تسبیح وتحمید کیا کرو) شام کے وقت بھی (یعنی عصر کے وقت بھی) اور ظہر کے وقت بھی۔

۴۲ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ۔ (سورۂ روم، رکوع ۴)

۴۲ اللہ جل شانہٗ کی ذات پاک اور بالاتر ہے ان چیزوں سے جن کو یہ لوگ اس کی طرف (منسوب کرکے) بیان کرتے ہیں۔

۴۳ اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ۔ (سورۂ سجدہ، رکوع ۲)

۴۳ پس ہماری آیتوں پر تو وہ لوگ ایمان لاتے ہیں کہ جب اُن کو وہ آیتیں یاد دلائی جاتی ہیں تو وہ سجدے میں گر پڑتے ہیں اور اپنے رب کی تسبیح وتحمید کرنے لگتے ہیں اور وہ لوگ تکبر نہیں کرتے۔

۴۴ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ

۴۴ اے ایمان والو اللہ تعالیٰ کا ذکر خوب

marfat.com

ذِكْرًا كَثِيْرًا وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا۔
(سورۂ احزاب، رکوع ۶)

کثرت سے کرو اور صبح و شام اس کی تسبیح کرتے رہو۔

(۴۵) قَالُوْا سُبْحَانَكَ اَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ۔ (سورۂ سبا، رکوع ۵)

(جب قیامت میں ساری مخلوق کو جمع کر کے حق تعالیٰ شانہٗ فرشتوں سے پوچھیں گے کیا یہ لوگ تمہاری پرستش کرتے تھے تو) وہ کہیں گے آپ (شرک وغیرہ عیوب سے) پاک ہیں۔ ہمارا تو محض آپ سے تعلق ہے نہ کہ اُن سے۔

(۴۶) سُبْحَانَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا۔ (سورہ یٰس، رکوع ۳)

وہ ذات پاک ہے جس نے تمام جوڑ[1] کی (یعنی ایک دوسرے کے مقابل) چیزیں پیدا کیں۔

(۴۷) فَسُبْحَانَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ۔
(سورۂ یٰس، رکوع ۵)

پس پاک ہے وہ ذات جس کے قبضہ میں ہر چیز کا پورا پورا اختیار ہے اور اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

(۴۸) فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ۔
(سورۂ صافات، رکوع ۵)

پس اگر (یونس علیہ السلام) تسبیح کرنے والوں میں نہ ہوتے تو قیامت تک اسی (مچھلی) کے پیٹ میں رہتے۔

(۴۹) سُبْحَانَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ۔
(سورۂ صافات، رکوع ۵)

اللہ کی ذات پاک ہے ان چیزوں سے جن کو یہ لوگ بیان کرتے ہیں۔

(۵۰) وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ۔ (سورۂ صافات، ع ۵)

(فرشتے کہتے ہیں کہ ہم سب ادب سے صف بستہ کھڑے رہتے ہیں) اور سب اُسکی تسبیح کرتے رہتے ہیں۔

(۵۱) سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔
(سورۂ صافات، رکوع ۵)

آپ کا رب جو عزت (وعظمت) والا ہے پاک ہے ان چیزوں سے جن کو یہ بیان کرتے ہیں اور سلام ہو پیغمبروں پر اور تمام تعریف اللہ ہی کے واسطے ثابت ہے جو تمام عالم کا پروردگار ہے۔

(۵۲) اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ وَالطَّيْرَ

ہم نے پہاڑوں کو حکم کر رکھا تھا کہ ان کی (حضرت داؤد علیہ السلام کی) ساتھ شریک

[1] یعنی کائنات کی تمام جاندار اور بے جان چیزیں خواہ وہ نباتات ہوں یا جمادات یا حیوانات سب کو جوڑا جوڑا پیدا کیا ہے اور جوڑے ہی کی ایک قسم اضداد ہے جیسے اندھیرا اجالا، ٹھنڈا گرم، سخت و نرم، بزم و رزم وغیرہ۔

marfat.com

مَحْشُوْرَةً كُلٌّ لَّهٗ اَوَّابٌ۔ (سورۂ ص، رکوع ۲)

ہو کر صبح شام تسبیح کیا کریں۔ اسی طرح پرندوں کو بھی حکم کر رکھا تھا (جو کہ تسبیح کے وقت) ان کے پاس جمع ہو جاتے تھے اور سب (پہاڑ اور پرندے مل کر حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ) اللہ کی طرف رُجُوع کرنے والے (اور تسبیح و تحمید میں مشغول ہونے والے) ہوتے تھے۔

۵۳ سُبْحٰنَهٗ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ۔ (سورۂ زمر، رکوع ۱)

۵۳ وہ عیوب سے پاک ہے ایسا اللہ ہے جو اکیلا ہے (کوئی اسکا شریک نہیں) زبردست ہے۔

۵۴ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ۔ (سورۂ زمر، رکوع ۷)

۵۴ وہ ذات پاک اور برتر ہے اس چیز سے جس کو یہ لوگ شریک کرتے ہیں۔

۵۵ وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ (سورۂ زمر، رکوع ۸)

۵۵ آپ (قیامت میں) فرشتوں کو دیکھیں گے کہ عرش کے چاروں طرف حلقہ باندھے کھڑے ہوں گے اور اپنے رب کی تسبیح و تحمید میں مشغول ہوں گے اور اس دن تمام بندوں کا ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دیا جائے گا اور (ہر طرف سے) کہا جائے گا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ (تمام تعریف اللہ ہی کیلئے ہے جو تمام عالم کا پروردگار ہے۔)

۵۶ اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ۔

۵۶ جو فرشتے عرش کو اُٹھائے ہوئے ہیں اور جو فرشتے اُسکے چاروں طرف ہیں وہ اپنے رب کی تسبیح کرتے رہتے ہیں اور حمد کرتے رہتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان والوں کیلئے اِستغفار کرتے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ اے ہمارے پروردگار آپ کی رحمت اور علم ہر شے کو شامل ہے۔ پس ان لوگوں کو بخشدیجئے جنھوں نے توبہ کر لی ہے اور آپ کے راستہ پر چلتے ہیں اور انکو جہنم کے عذاب سے بچائیے۔

۵۷ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ۔

۵۷ صبح اور شام (ہمیشہ) اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرتے رہیئے۔

۵۸ فَالَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا

۵۸ جو آپ کے رب کے نزدیک ہیں (یعنی مقرب ہیں، مراد فرشتے ہیں) وہ رات

marfat.com

يَسْئَمُوْنَ۔ (سورۂ حم سجدہ، رکوع ۵)

۵۹ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ۔

(سورۂ شوریٰ، رکوع ۱)

۶۰ وَتَقُوْلُوْا سُبْحَانَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ۔ (سورۂ زخرف، رکوع ۱)

دن اسکی تسبیح کرتے رہتے ہیں، ذرا بھی نہیں اکتاتے،

۵۹ اور فرشتے اپنے رب کی تسبیح وتحمید کرتے رہتے ہیں اور ان لوگوں کیلئے جو زمین میں رہتے ہیں اُنکے لئے استغفار کرتے ہیں۔

۶۰ (اور تم سواریوں پر بیٹھ جانے کے بعد اپنے رب کی یاد کرو) اور کہو پاک ہے وہ ذات جس نے ان سواریوں کو ہمارے تابع کیا اور ہم تو ایسے نہ تھے کہ ان کو تابع کر سکتے[1] اور بے شک ہم کو اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

۶۱ سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ۔

(سورۂ زخرف، رکوع ۷)

۶۱ آسمانوں اور زمین کا پروردگار جو مالک ہے عرش کا بھی، پاک ہے اُن چیزوں سے جنکو یہ بیان کرتے ہیں۔

۶۲ وَّتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا۔

(سورۂ فتح، رکوع ۱)

۶۲ اور تسبیح کرتے رہو اسکی صبح کے وقت اور شام کے وقت۔

۶۳ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ۔ (سورۂ ق، رکوع ۳)

۶۳ پس ان لوگوں کی (نامناسب باتوں پر) جو کچھ وہ کہیں صبر کیجئے اور اپنے رب کی تسبیح وتحمید کرتے رہیئے آفتاب نکلنے سے پہلے اور آفتاب کے غروب کے بعد اور رات میں بھی اسکی تسبیح وتحمید کیجئے اور (فرض) نمازوں کے بعد بھی تسبیح وتحمید کیجئے۔

۶۴ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ۔

(سورۂ طور، رکوع ۲)

۶۴ اللہ کی ذات پاک ہے ان چیزوں سے جن کو وہ شریک کرتے ہیں۔

۶۵ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاِدْبَارَ

۶۵ اور اپنے رب کی تسبیح وتحمید کیا کیجئے۔ (مجلس سے یا سونے سے) اُٹھنے کے بعد

---

[1] یہ خدا ہی کی کارسازی ہے کہ انسان اپنے سے دس گنا پچاس گنا اور سو گنا طاقت رکھنے والے جانوروں پر قابو حاصل کئے ہوئے ہے اور اب موجودہ دور میں بڑے بڑے جہاز ولیں موٹریں اسکے اشاروں پر ناچتے ہیں۔ بلاشبہ یہ خدا تعالیٰ کا انسان پر بڑا بھاری احسان ہے۔

marfat.com

النجوم۔ (سورۂ طور، رکوع ۲) (یعنی تہجد کے وقت) اور رات کے وقت بھی اسکی تسبیح کیا کیجئے اور ستاروں کے غروب ہونیکے بعد بھی۔

۶۶ و ۶۷ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ۔ (سورۂ واقعہ ڈوجگہ)

۶۶ و ۶۷ پس اپنے اُس بڑی عظمت والے رب کے نام کی تسبیح کیجئے۔

۶۸ سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ۔ (سورۂ حدید، رکوع ۱)

۶۸ اللہ کی تسبیح کرتے ہیں وہ سب کچھ جو آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں اور وہ زبردست ہے اور حکمت والا ہے۔

۶۹ سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ۔ (سورۂ حشر، رکوع ۱)

۶۹ اللہ کی تسبیح کرتی ہیں وہ سب چیزیں جو آسمانوں میں ہیں اور وہ سب چیزیں جو زمین میں ہیں وہ زبردست اور حکمت والا ہے۔

۷۰ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ۔ (سورۂ حشر، رکوع ۳)

۷۰ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے اس چیز سے جس کو یہ شریک کرتے ہیں۔

۷۱ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ۔ (سورۂ حشر، رکوع ۳)

۷۱ اللہ تعالیٰ شانہٗ کی تسبیح کرتی رہتی ہیں وہ سب چیزیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں۔ وہ زبردست ہے اور حکمت والا ہے۔

۷۲ سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ۔ (سورۂ صف، رکوع ۱)

۷۲ اللہ جلّ شانہٗ کی تسبیح کرتی ہیں وہ سب چیزیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں وہ زبردست ہے اور حکمت والا۔

۷۳ يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ۔ (سورۂ جمعہ، رکوع ۱)

۷۳ اللہ جلّ شانہٗ کی تسبیح کرتی ہیں وہ سب چیزیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو چیزیں زمین میں ہیں، وہ بادشاہ ہے (سب عیبوں سے) پاک ہے زبردست ہے حکمت والا ہے۔

۷۴ يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ (سورۂ تغابن، رکوع)

۷۴ اللہ جلّ شانہٗ کی تسبیح کرتی ہیں وہ سب چیزیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں ہے اسی کیلئے ساری سلطنت ہے اور وہی تعریف کے قابل ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔

marfat.com

۵۸ و ۵۸ قَالَ اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ قَالُوْا سُبْحَانَ رَبِّنَا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ۔ (سورۂ قلم، رکوع ۱)

و ان میں سے جو افضل تھا وہ کہنے لگا کہ میں نے تم سے (پہلے ہی) کہا نہ تھا اللہ کی تسبیح کیوں نہیں کرتے وہ لوگ کہنے لگے سُبْحَانَ رَبِّنَا (ہمارا رب پاک ہے) بیشک ہم خطاوار ہیں۔

۵۹ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ۔ (سورہ الحاقۃ، رکوع ۲)

پس اپنے عظمت والے پروردگار کے نام کی تسبیح کرتے رہیئے۔

۶۰ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا وَّمِنَ اللَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا (سورۂ دہر، رکوع ۲)

اپنے پروردگار کا صبح وشام نام لیا کیجئے اور رات کو بھی اُسکے لئے سجدہ کیجئے اور رات کے بڑے حصّے میں اسکی تسبیح کیا کیجئے۔

۶۱ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى (سورۂ اعلیٰ، رکوع ۱)

آپ اپنے عالی شان پروردگار کے نام کی تسبیح کیا کیجئے۔

۶۲ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا۔ (سورۂ نصر، رکوع ۱)

پس آپ اپنے رب کی تسبیح وتحمید کرتے رہیئے اور اُس سے مغفرت طلب کرتے رہیئے، بے شک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔

ف:۔ یہ اسّی آیات ہیں جن میں اللہ جلّ جلالہٗ وعمّ نوالہ کی تسبیح کا حکم ہے اُسکی پاکی بیان کرنے اور اقرار کرنے کا حکم ہے یا اسکی ترغیب ہے۔ جس مضمون کو اللہ مالک الملک نے اس اہتمام سے اپنے پاک کلام میں بار بار فرمایا ہو اُسکے مہتم بالشان ہونے میں کیا تردّد ہو سکتا ہے ان میں سے بہت سی آیات میں تسبیح کے ساتھ دوسرے کلمہ تحمید یعنی اللہ کی تعریف کرنا اسکی حمد بیان کرنا اور اسی میں الحمدُ للہِ کہنا بھی ذکر کیا گیا ہے جیسا کہ اوپر کی آیات سے معلوم ہو گیا ان کے علاوہ خاص طور پر اللہ کی تعریف کا بیان جو مفہوم ہے اَلحمدُ للہِ کا اور آیات میں بھی آیا ہے اور سب سے اہم یہ کہ اللہ جلّ شانہٗ کے پاک کلام کا شروع ہی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ سے ہے اس سے بڑھ کر اس پاک کلمہ کی اور کیا فضیلت ہوگی کہ اللہ جل جلالہٗ نے قرآن پاک کا شروع اس سے فرمایا ہے۔

۱ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ (سورۂ فاتحہ)

سب تعریفیں اللہ کو لائق ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

۲ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ

تمام تعریفیں اللہ ہی کیلئے ہیں جس نے

marfat.com

التَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ۔

(سورۃ انعام، رکوع ۱)

آسمانوں کو اور زمین کو پیدا فرمایا اور اندھیروں کو اور نور کو بنایا۔ پھر بھی کافر لوگ (دوسروں کو اپنے رب کی برابر کرتے ہیں۔

۳ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

(سورۃ انعام، رکوع ۵)

۳ پھر (ہماری گرفت سے) ظالم لوگوں کی جڑ کٹ گئی اور تمام تعریف اللہ ہی کیلئے ہے (اسکا شکر ہے) جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

۴ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ۔ (سورۃ اعراف، رکوع ۵)

۴ اور (جنت میں پہونچنے کے بعد) وہ کہنے لگے تمام تعریف اللہ ہی کیلئے ہے جس نے ہم کو اس مقام تک پہونچا دیا اور ہم کبھی بھی یہاں تک نہ پہونچتے (اگر اللہ جلّ شانہٗ ہم کو نہ پہونچاتے۔

۵ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ۔ (سورہ اعراف، رکوع ۱۹)

۵ جو لوگ ایسے رسول نبیٔ امّی کا اِتباع کرتے ہیں جن کو وہ لوگ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔

ف:۔ توریت میں جو صفات حضورؐ کی نقل کی گئی ہیں اُن میں یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ اُن کی اُمّت بہت کثرت سے اللہ کی حمد کرنے والی ہے۔ چنانچہ دُرِّ منثور میں کئی روایات سے یہ مضمون نقل کیا گیا ہے۔

۶ اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحَامِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحَافِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ (سورۃ توبہ، رکوع ۱۴)

۶ (ان مجاہدین کے اوصاف جن کے نفوس کو اللہ جلّ شانہٗ نے جنت کے بدلہ میں خرید لیا ہے یہ ہیں کہ) وہ گناہوں سے توبہ کرنے والے ہیں اللہ کی عبادت کرنیوالے ہیں اللہ کی حمد کرنیوالے ہیں روزہ رکھنے والے ہیں یا اللہ کی رضا کیلئے سفر کرنیوالے ہیں) رکوع اور سجدہ کرنیوالے ہیں (یعنی نمازی ہیں) نیک باتوں کا حکم کرنیوالے ہیں اور بُری باتوں سے روکنے والے ہیں (تبلیغ کرنیوالے ہیں) اور اللہ کی حدود کی (یعنی احکام کی) حفاظت کرنیوالے ہیں (ایسے) مومنوں کو آپ خوشخبری سُنا دیجئے

۷ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ (سورۃ یونس، رکوع ۱)

۷ اور آخری پکار اُن کی یہی ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ (تمام تعریف اللہ ہی

marfat.com

کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

۸ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَهَبَ لِیْ عَلَی الْكِبَرِ اِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ۔

(سورۂ ابراہیم، رکوع ۶)

۸ تمام تعریف اللہ ہی کیلئے ہے جس نے بڑھاپے میں مجھکو (دو بیٹے) اسمٰعیل و اسحٰق (علیٰ نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام) عطا فرمائے

۹ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ۔

(سورۂ نحل، رکوع ۱۰)

۹ تمام تعریف اللہ ہی کیلئے ہے (پھر بھی وہ لوگ اسطرف متوجہ نہیں ہوتے) بلکہ اکثر اُن میں سے ناسمجھ ہیں۔

۱۰ یَوْمَ یَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِیْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ وَتَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِیْلًا۔

(سورۂ بنی اسرائیل، رکوع ۵)

۱۰ جس دن (صور پھنکے گا اور تم کو زندہ کرکے پکارا جائے گا) تو تم مجبوراً اُس کی حمد (وثنا) کرتے ہوئے حکم کی تعمیل کروگے اور (ان حالات کو دیکھ کر) گمان کروگے (کہ ہم دنیا میں اور قبر میں بہت ہی کم مُدّت ٹھیرے تھے۔

۱۱ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِیْرًا۔

(سورۂ بنی اسرائیل، رکوع ۱۲)

۱۱ اور آپ (علی الاعلان) کہدیجئے کہ تمام تعریف اسی اللہ کیلئے ہے جو اولاد رکھتا ہے اور نہ اُس کا کوئی سلطنت میں شریک ہے اور نہ کمزوری کی وجہ سے اسکا کوئی مددگار ہے اور اسکی خوب تکبیر (بڑائی بیان) کیا کیجئے۔

۱۲ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ یَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا۔

(سورۂ کہف، رکوع ۱)

۱۲ تمام تعریف اُس اللہ کیلئے ہے جس نے اپنے بندہ (محمدؐ) پر کتاب نازل فرمائی اور اس کتاب میں کسی قسم کی ذرا سی بھی کجی نہیں رکھی۔

۱۳ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ نَجّٰىنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۔

(سورۂ مومنون، رکوع ۲)

۱۳ (حضرت نوح علیہ السلام کو خطاب ہے کہ جب تم کشتی میں بیٹھ جاؤ) تو کہنا کہ تمام تعریف اُس اللہ کیلئے ہی جسنے ہمیں ظالموں سے نجات دی،

۱۴ وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ فَضَّلَنَا عَلٰی كَثِیْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ (س نمل ع ۲)

۱۴ اور (حضرت سلیمانؑ اور حضرت داؤدؑ نے کہا تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے ہم کو اپنے بہت سے ایمان والے بندوں پر فضیلت دی۔

۱۵ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰی

۱۵ آپ (خطبہ کے طور پر) کہیئے تمام

marfat.com

عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى۔

(سورۂ نمل، رکوع ۵)

تعریفیں اللہ ہی کیلئے ہیں اور اسکے ان بندوں پر سلام ہو جن کو اس نے منتخب فرمایا۔

(۱۶) وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَيُرِيْكُمْ اٰيَاتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا۔

(سورۂ نمل، رکوع ۷)

(۱۶) اور آپ کہدیجئے کہ سب تعریفیں اللہ ہی کے واسطے ہیں وہ عنقریب تم کو اپنی نشانیاں دکھادیگا پس تم اُنکو پہچان لوگے۔

(۱۷) لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاُوْلٰى وَ الْاٰخِرَةِ وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ۔

(سورۂ قصص، رکوع ۷)

(۱۷) حمد وثنا کے لائق دُنیا اور آخرت میں وہی ہے اور حکومت بھی اسی کیلئے ہے اور اسی کی طرف لوٹائے جاؤگے۔

(۱۸) قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ۔

(سورۂ عنکبوت، رکوع ۶)

(۱۸) آپ کہیئے تمام تعریف اللہ ہی کے واسطے ہے (یہ لوگ مانتے نہیں) بلکہ اکثر ان میں سمجھتے بھی نہیں۔

(۱۹) وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ۔

(سورۂ لقمن، رکوع ۲)

(۱۹) اور جو شخص کُفر کرے (ناشکری کرے) تو اللہ تعالیٰ تو بے نیاز ہے تمام خوبیوں والا ہے۔

(۲۰) قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ (سورۂ لقمن، رکوع ۳)

(۲۰) آپ کہدیجئے تمام تعریف اللہ کیلئے ہے (یہ لوگ مانتے نہیں) بلکہ اکثر ان میں کے جاہل ہیں۔

(۲۱) اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ

(سورۂ لقمن، رکوع ۳)

(۲۱) بے شک اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے تمام خوبیوں والا ہے۔

(۲۲) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي الْاٰخِرَةِ۔

(سورۂ سبا، رکوع ۱)

(۲۲) تمام تعریف اسی اللہ کیلئے ہے جس کی مِلک ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اُسی کی حمد وثنا ہوگی آخرت میں (کسی دوسرے کی پوچھ نہیں۔

(۲۳) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ (سورۂ فاطر، رکوع ۱)

(۲۳) تمام تعریف اللہ کیلئے ہے جو آسمانوں کا پیدا کرنے والا ہے اور زمین کا۔

(۲۴) يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ۔

(سورۂ فاطر، رکوع ۳)

(۲۴) اے لوگو تم محتاج ہو اللہ جل شانہ کے اور وہ بے نیاز ہے اور تمام خوبیوں والا ہے۔

marfat.com

۲۵ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ ِالَّذِیْ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ لَا یَمَسُّنَا فِیْهَا نَصَبٌ وَّ لَا یَمَسُّنَا فِیْهَا لُغُوْبٌ۔ (سورۂ فاطر، رکوع ۴)

۲۵ (جب مسلمان جنت میں داخل ہونگے تو ریشمی لباس پہنائے جائیں گے اور کہینگے تمام تعریف اس اللہ کیلئے ہے جس نے ہم سے (ہمیشہ کیلئے) رنج دُور کر دیا بیشک ہمارا رب بڑا بخشنے والا بڑا قدر کرنے والا ہے جس نے ہم کو اپنے فضل سے ہمیشہ کے رہنے کے مقام میں پہونچا دیا نہ ہم کو کوئی کلفت پہونچے گی اور نہ ہم کو کوئی خستگی پہونچے گی۔

۲۶ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ (سورۂ صافات، رکوع ۵)

۲۶ اور سلام ہو رسولوں پر اور تمام تعریف اللہ جل شانہٗ ہی کے واسطے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

۲۷ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ (سورۂ زمر، رکوع ۳)

۲۷ تمام تعریف اللہ کے واسطے ہے (مگر یہ لوگ سمجھتے نہیں) بلکہ اکثر جاہل ہیں۔

۲۸ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَیْثُ نَشَآءُ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ۔ (سورۂ زمر، رکوع ۸)

۲۸ (اور جب مسلمان جنت میں داخل ہونگے تو) کہیں گے کہ تمام تعریف اُس اللہ کے واسطے ہے جس نے ہم سے اپنا وعدہ سچا کیا اور ہم کو اس زمین کا مالک بنا دیا کہ ہم جنت میں جہاں چاہے مقام کریں۔ نیک عمل کرنے والوں کا کیا ہی اچھا بدلہ ہے۔

۲۹ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ (سورۂ جاثیہ رکوع ۴)

۲۹ پس اللہ ہی کیلئے تمام تعریف ہے جو پروردگار ہے آسمانوں اور زمین کا اور تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

۳۰ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ یُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ (سورۂ بروج، رکوع ۱)

۳۰ (ایک کافر بادشاہ کے مسلمانوں کو ستانے اور تکلیفیں دینے کا اُوپر سے ذکر ہے) اور ان کافروں نے ان مسلمانوں میں اور کوئی عیب نہیں پایا تھا بجز اسکے کہ وہ خدا پر ایمان لے آئے تھے جو زبردست ہے اور تعریف کا مستحق ہے اُسی کیلئے سلطنت ہے آسمانوں اور زمین کی۔

ف :- ان آیات میں اللہ کی حمد اور اس کی تعریف کی ترغیب اس کا حکم اسکی

marfat.com

خبر ہے۔ احادیث میں بھی کثرت سے اللہ کی تعریف کرنے والوں کے فضائل خاص طور پر ذکر کئے گئے ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جنت کی طرف سب سے پہلے وہ لوگ بلائے جائینگے جو ہر حال میں، راحت ہو یا تکلیف ہو اللہ کی تعریف کرنے والے ہوں۔[1] ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ اللہ جل شانہٗ کو اپنی تعریف بہت پسند ہے اور ہونا بھی چاہیئے کہ درحقیقت تعریف کی مستحق صرف اللہ ہی کی پاک ذات ہے۔ غیر اللہ کی تعریف کیا جس کے قبضہ میں کچھ بھی نہیں حتیٰ کہ وہ خود بھی اپنے قبضہ میں نہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے دن افضل بندے وہ ہوں گے جو کثرت سے اللہ کی حمد وثنا کرتے ہوں۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ حمد شکر کی اصل اور بنیاد ہے جس نے اللہ کی حمد نہیں کی اُس نے اللہ کا شکر بھی ادا نہیں کیا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کسی نعمت پر حمد کرنا اُس نعمت کے زائل ہو جانے سے حفاظت[2] ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ اگر دنیا ساری کی ساری میری امت میں سے کسی کے ہاتھ میں ہو اور وہ الحمد للہ کہے تو یہ کہنا اُس سب سے افضل ہے، ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب حق تعالیٰ شانہٗ کوئی نعمت کسی بندہ کو عطا فرماتے ہیں اور وہ اُس نعمت پر حمد کرتا ہے تو وہ حمد بڑھ جاتی ہے خواہ نعمت کتنی ہی بڑی ہو۔ ایک صحابی حضورؐ کے پاس بیٹھے تھے انھوں نے آہستہ سے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا فِیْہِ کہا حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ یہ دُعا کس نے پڑھی وہ صحابیؓ اس سے ڈرے کہ شاید کوئی نامناسب بات ہوگئی ہو۔ حضورؐ نے فرمایا کہ کچھ مضائقہ نہیں ہے اُس نے بُری بات نہیں کہی، تب اُن صحابیؓ نے عرض کیا کہ یہ دُعا میں نے پڑھی تھی۔ حضورؐ نے فرمایا کہ میں نے تیرہ[3] فرشتوں کو دیکھا ہے کہ ہر ایک ان میں سے اس کی کوشش کرتا تھا کہ اس کلمہ کو سب سے پہلے وہ لیجائے، اور یہ حدیث تو مشہور ہے کہ جو مُہتم بالشان کام بغیر اللہ کی تعریف کے شروع کیا جائے گا وہ بے برکت ہوگا۔ اسی وجہ سے عام طور پر ہر کتاب اللہ کی تعریف کیساتھ شروع کی جاتی ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب کسی کا بچہ مرجاتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ فرشتوں

---

[1] حدیث کے الفاظ یہ ہیں :- اول من یدعی الی الجنۃ الحمادون الذین یحمدون اللہ علی السراء والضراء، رواہ الطبرانی والحاکم والبیہقی فی شعب الایمان عن ابن عباس رضہ

[2] رواہ عبد الرزاق فی الجامع والبیہقی فی شعب الایمان عن ابن عمرؓ ولفظہٗ الحمد للہ راس الشکر ما شکر اللہ عبد لا یحمدہ۔

[3] حدیث کے الفاظ یہ ہیں :- الحمد علی النعمۃ امان لزوالھا۔ رواہ الدیلمی فی مسند الفردوس عن عمرؓ

marfat.com

سے فرماتے ہیں کہ میرے بندے کے بچہ کی روح نکال لی، وہ عرض کرتے ہیں کہ نکال لی۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اُسکے دل کے ٹکڑے کو لے لیا۔ وہ عرض کرتے ہیں بے شک لے لیا، ارشاد ہوتا ہے کہ پھر میرے بندے نے اس پر کیا کہا۔ عرض کرتے ہیں تیری حمد کی اور اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا۔ ارشاد ہوتا ہے کہ اچھا اسکے بدلے میں جنت میں ایک گھر اسکے لئے بنادو اور اس کا نام بیت الحمد (تعریف کا گھر) رکھو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اس سے بیحد راضی ہوتے ہیں۔ کہ بندہ کوئی لقمہ کھائے یا پانی کا گھونٹ پیئے اور اس پر الحمدُ للہ کہے۔

تیسرا کلمہ تہلیل تھا یعنی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنا جس کا مفصل بیان اس سے پہلے باب میں گذر چکا ہے چوتھا کلمہ تکبیر کہلاتا ہے۔ یعنی اللہ کی بڑائی بیان کرنا اسکی بلندی اور عظمت کا اقرار کرنا جس کا مصداق اللہ اکبر کہنا بھی ہے وہ ان آیات میں بھی گذر چکا ہے۔ ان کے علاوہ صرف تکبیر کا یعنی اللہ کی عظمت اور بڑائی کا بیان بھی بہت سی آیات میں وارد ہوا ہے جن میں سے چند آیات ذکر کی جاتی ہیں۔

❶ وَلِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَا ھَدٰکُمْ وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ۔ (سورۂ بقرہ، رکوع ۲۳)

❶ اور تاکہ تم اللہ کی بڑائی بیان کرو اس بات پر کہ تم کو ہدایت فرمائی اور تاکہ تم شکر کرو اللہ تعالیٰ کا

❷ عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ الْکَبِیْرُ الْمُتَعَالُ۔ (سورۂ رعد، رکوع ۲)

❷ وہ تمام پوشیدہ اور ظاہر چیزوں کا جاننے والا ہے (سب سے) بڑا ہے اور عالیشان رتبہ والا ہے

❸ کَذٰلِکَ سَخَّرَھَا لَکُمْ لِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَا ھَدٰکُمْ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِیْنَ۔ (سورۂ حج، رکوع ۵)

❸ اسی طرح اللہ جل شانہٗ نے (قربانی کے جانوروں کو) تمہارے لئے مسخر کر دیا تاکہ تم اللہ کی بڑائی بیان کرو۔ اس بات پر کہ اُس نے تم کو ہدایت کی (اور قربانی کرنے کی توفیق دی) اور (اے محمدؐ) اخلاص والوں کو (اللہ کی رضا کی) خوشخبری سنا دیجئے۔

❹ و ❺ وَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْعَلِیُّ الْکَبِیْرُ۔ (سورۂ حج، رکوع ۸) (سورہ لقمٰن، رکوع ۳)

❹ و ❺ اور بے شک اللہ جل شانہٗ ہی عالیشان اور بڑائی والا ہے۔

❻ حَتّٰٓی اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِھِمْ قَالُوْا مَاذَا قَالَ رَبُّکُمْ قَالُوا الْحَقَّ وَھُوَ الْعَلِیُّ

❻ (جب فرشتوں کو اللہ کی طرف سے کوئی حکم ہوتا ہے تو وہ خوف کے مارے گھبرا

لہ یہ روایت ترمذی نے حضرت ابو موسیٰ سے روایت کی ہے۔

marfat.com

الْکَبِیْرُ۔ (سورۂ سبا، رکوع ۳)

جاتے ہیں) یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے تو ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ پروردگار کا کیا حکم ہے وہ کہتے ہیں (کہ فلانی) حق بات کا حکم ہوا واقعی وہ عالی شان اور بڑے مرتبہ والا ہے۔

۷ فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ۔

(سورۂ مومن، رکوع ۲)

۷ پس حکم اللہ ہی کیلئے ہے جو عالی شان ہے بڑے رتبہ والا ہے۔

۸ وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔

(سورۂ جاثیہ، رکوع ۴)

۸ اور اسی (پاک ذات) کیلئے بڑائی ہے آسمانوں اور زمین میں اور وہی زبردست حکمت والا ہے۔

۹ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ۔

(سورۂ حشر، رکوع ۳)

۹ وہ ایسا معبود ہے کہ اُسکے سوا کوئی معبود نہیں وہ بادشاہ ہے (سب عیبوں سے) پاک ہے (سب نقصانات سے) سالم ہے، امن دینے والا ہے نگہبانی کرنے والا ہے (یعنی آفتوں سے بچانے والا ہے) زبردست ہے خرابی کا درست کرنے والا ہے بڑائی والا ہے۔

ف :- ان آیات میں اللہ جل شانہٗ کی بڑائی اور عظمت کی ترغیب اور اس کا حکم فرمایا گیا ہے۔ احادیث میں بھی خصوصیت کے ساتھ اللہ کی بڑائی کا حکم اس کی ترغیب کثرت سے وارد ہوئی ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جب یہ دیکھو کہ کہیں آگ لگ گئی تو تکبیر (یعنی اللہ اکبر کثرت سے) پڑھا کرو یہ اُسکو بجھا دے گی[۱]۔ دوسری حدیث میں ہے کہ تکبیر (یعنی اللہ اکبر کہنا) آگ کو بجھا دیتا ہے[۲]۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب بندہ تکبیر کہتا ہے تو اُس کا نور زمین سے آسمان تک سب چیزوں کو ڈھانک لیتا ہے[۳]۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ مجھے حضرت جبرئیلؑ نے تکبیر کا حکم کیا[۴]۔ ان آیات و احادیث کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و رفعت اسکی حمد و ثنا اور علو شان کو مختلف عنوانات سے کلام اللہ شریف میں بہت سے مختلف الفاظ سے ذکر فرمایا ہے۔ ان کے علاوہ بہت سی

---

[۱] یہ روایت ابن السنی، ابن عدی اور ابن عساکر نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے نقل کی ہے [۲] رواہ ابن عدی عن ابن عباس رض [۳] اذا کبر العبد سترت تکبیرتہ ما بین السماء والارض من شئی۔ رواہ الخطیب فی تاریخ بغداد عن ابی الدرداء رض۔
[۴] رواہ الحکیم الترمذی و ابو نعیم فی الحلیۃ عن ابن عمر رض۔

marfat.com

آیات ایسی ہیں جن میں ان تسبیحات کے الفاظ ذِکر نہیں فرمائے لیکن مراد یہ تسبیحات ہیں۔
چنانچہ چند آیات حسبِ ذیل ہیں۔

❶ فَتَلَقّٰٓی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّہٖ کَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیْہِ اِنَّہٗ ھُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ۔
(سورۂ بقرہ، رکوع ۴)

❶ پس حاصل کرلئے حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے چند کلمے (ان کے ذریعہ سے توبہ کی) پس اللہ تعالیٰ نے رحمت کے ساتھ ان پر توجہ فرمائی۔ بے شک وہی ہے بڑی توبہ قبول کرنے والا بڑا مہربان۔

ف بہ۔ ان کلمات کی تفسیر میں مختلف احادیث وارد ہوئی ہیں منجملہ اُن کے یہ ہے کہ وہ کلمات یہ تھے :۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَکَ وَبِحَمْدِکَ رَبِّ عَمِلْتُ سُوْٓءًا وَّظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ اِنَّکَ اَنْتَ خَیْرُ الْغَافِرِیْنَ۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَکَ وَبِحَمْدِکَ رَبِّ عَمِلْتُ سُوْٓءًا وَّظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَارْحَمْنِیْ اِنَّکَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَکَ وَبِحَمْدِکَ رَبِّ عَمِلْتُ سُوْٓءًا وَّظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَتُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ۔ اس قسم کے مضمون کی اور بھی متعدد احادیث وارد ہوئی ہیں جن کو علامہ سیوطیؒ نے دُرِّ منثور میں لکھا ہے اور ان میں تسبیح وتحمید مذکور ہے۔

ف :۔ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دو خصلتیں ایسی ہیں کہ جو مسلمان ان کا اہتمام کرلے جنت میں داخل ہو اور وہ دونوں بہت معمولی چیزیں ہیں مگر ان پر عمل کرنے والے بہت کم ہیں۔ ایک یہ کہ سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ہر نماز کے بعد دس دس مرتبہ پڑھ لیا کرے تو روزانہ ایک سو پچاس مرتبہ (پانچوں نمازوں کے بعد کا مجموعہ) ہوجائے گا اور دس گنا ہوجانے کی وجہ سے پندرہ سو نیکیاں حساب میں شمار کی جائیں گی۔ اور دوسری چیز یہ کہ سوتے وقت اَللّٰہُ اَکْبَرُ چونتیس مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ تینتیس مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ تینتیس مرتبہ پڑھ لیا کرے تو سو کلمے ہوگئے جنکا ثواب ایک ہزار نیکیاں ہوگئیں۔ اب انکی اور دن بھر کی نمازوں کے بعد کی میزان کل دو ہزار پانسو نیکیاں ہوگئیں۔ بھلا اعمال تولنے کے وقت ڈھائی ہزار برائیاں روزانہ کی کس کی ہوں گی جو ان پر غالب آجائیں، بندہ ناچیز کہتا ہے صحابۂ کرام میں اگرچہ ایسا کوئی نہ ہوگا جس کی ڈھائی ہزار برائیاں روزانہ ہوں مگر اس زمانہ میں ہم لوگوں کی بداعمالیاں روزانہ کی اس سے بھی بدرجہا زاید ہیں۔ لیکن نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (رُوحِیْ فِدَاہُ) نے اپنی شفقت سے برائیوں پر نیکیوں کے غالب

لہ رواہ اصحاب السنن الاربعۃ واحمد والبخاری فی الادب المفرد عن عبد اللہ بن عمرو رضؓ۔

marfat.com

آجانے کا نسخہ ارشاد فرمادیا عمل کرنا نہ کرنا بیمار کا کام ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ یہ کیا بات ہے کہ یہ دونوں چیزیں ایسی سہل اور انکو کرنے والے بہت کم ہیں۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ سونے کا وقت ہوتا ہے تو شیطان انکے پڑھنے سے پہلے ہی سُلا دیتا ہے اور نماز کا وقت ہوتا ہے تو وہ کوئی ایسی بات یاد دلاتا ہے کہ پڑھنے سے پہلے ہی اٹھکر چلا جاوے۔ ایک حدیث میں حضورؐ نے ارشاد فرمایا کیا تم اس سے عاجز ہو کہ ہزار نیکیاں روزانہ کما لیا کرو۔ کسی نے عرض کیا یارسول اللہؐ ہزار نیکیاں روزانہ کس طرح کمائیں۔ ارشاد فرمایا کہ سُبْحَانَ اللّٰہِ سو مرتبہ پڑھو ہزار نیکیاں ہوجائیں گی۔

۴ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِیْنَةُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَالْبَاقِیَاتُ الصَّالِحَاتُ خَیْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَیْرٌ اَمَلًا۔

(سورۂ کہف، رکوع ۶)

۴ مال اور اولاد دنیاوی زندگی کی ایک رونق (فقط) ہے اور باقیات صالحات (وہ نیک اعمال جو ہمیشہ رہنے والے ہیں) وہ تمہارے رب کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے بھی (بدرجہا) بہتر ہیں اور اُمید کے اعتبار سے بھی بہتر ہیں (کہ ان کی ساتھ امیدیں قائم کی جائیں بخلاف مال اور اولاد کے کہ اُن سے اُمیدیں قائم کرنا بیکار ہے)

۴ وَیَزِیْدُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اهْتَدَوْا هُدًی ؕ وَالْبَاقِیَاتُ الصَّالِحَاتُ خَیْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَیْرٌ مَّرَدًّا۔

(سورۂ مریم، رکوع ۵)

۴ اور اللہ تعالیٰ ہدایت والوں کی ہدایت بڑھاتا ہے اور باقیات صالحات تمہارے رب کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے بھی بہتر ہیں اور انجام کے اعتبار سے بھی۔

ف :۔ اگرچہ باقیات صالحات (وہ نیک عمل جو ہمیشہ رہنے والے ہیں) میں سارے ہی ایسے اعمال داخل ہیں جن کا ثواب ہمیشہ ملتا رہتا ہے لیکن بہت سی احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ اس کا مصداق یہی تسبیحیں ہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ باقیات صالحات کو کثرت سے پڑھا کرو۔ کسی نے دریافت کیا کہ وہ کیا چیزیں ہیں حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ تکبیر (اللہ اکبر کہنا۔) تہلیل (لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنا) تسبیح (سُبْحَانَ اللّٰهِ کہنا) تحمید (اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہنا) اور لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ دوسری حدیث میں آیا ہے حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ دیکھو خبردار رہو سُبْحَانَ اللّٰهِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ باقیات صالحات میں ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ دیکھو اپنی حفاظت کا انتظام کرلو۔ کسی نے پوچھا یارسول اللہ کسی دشمن کے حملے

marfat.com

جو درپیش ہے۔ حضورؐ نے فرمایا، نہیں بلکہ جہنم کی آگ سے حفاظت کا انتظام کرو اور وہ سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ کا پڑھنا ہے کہ یہ قیامت کے دن آگے بڑھنے والے کلمے ہیں (کہ سفارش کریں یا آگے بڑھانے والے ہیں کہ پڑھنے والے کو جنت کی طرف بڑھاتے ہیں) اور پیچھے رہنے والے ہیں (کہ حفاظت کریں) احسان کرنے والے ہیں اور یہی باقیات صالحات ہیں۔ اور بھی بہت سی روایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے جن کو علامہ سیوطی رح نے دُرِّ منثور میں ذکر فرمایا ہے۔

۵ لَہٗ مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ (سورۂ زمر، رکوع ۶) (سورۂ شوریٰ، رکوع ۲)

۵ اللہ ہی کے واسطے ہیں کنجیاں آسمانوں کی اور زمین کی۔

ف :۔ حضرت عثمان رض سے نقل کیا گیا ہے کہ میں نے حضورؐ سے مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یعنی آسمانوں اور زمین کی کنجیوں کے بارے میں دریافت کیا تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اَلْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاھِرُ وَالْبَاطِنُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ حَیٌّ لَا یَمُوْتُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ دوسری حدیث میں ہے کہ مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ ہیں اور یہ عرش کے خزانہ سے نازل ہوئی۔ اور بھی روایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے۔

۶ اِلَیْہِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُہٗ۔ (سورۂ فاطر، رکوع ۲)

۶ اُسی کی طرف اچھے کلمے پہونچتے ہیں اور نیک عمل اُن کو پہنچاتا ہے۔

ف :۔ کلمہ طیبہ کے بیان میں بھی اس آیت کا ذکر گذر چکا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رض فرماتے ہیں کہ جب تمہیں ہم کوئی حدیث سُناتے ہیں تو قرآن شریف سے اُس کی سند اور تائید بتا دیتے ہیں۔ مسلمان جب سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھتا ہے تو فرشتہ اپنے پروں میں نہایت احتیاط سے ان کلموں کو آسمان پر لیجاتا ہے اور جس آسمان پر گذرتا ہے اُس آسمان کے فرشتے اُس پڑھنے والے کیلئے مغفرت کی دُعا کرتے ہیں اور اُس کی تائید یہ آیت شریفہ اِلَیْہِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ ہے۔ حضرت کعب احبار رض فرماتے ہیں کہ سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کے لئے عرش کے گرداگرد[1] ایک بھنبھناہٹ ہے جس میں اپنے پڑھنے والوں کا تذکرہ

[1] سائنس دانوں کی تحقیق ہے کہ آواز انسان کے منہ سے نکل کر فنا نہیں ہو جاتی بلکہ فضا میں (باقی صفحہ آئندہ)

marfat.com

کرتے رہتے ہیں۔ بعض روایات میں حضرت کعبؓ نے حضورؐ سے یہ مضمون نقل کیا ہے اور ایک دوسرے صحابی رضؓ حضرت نعمانؓ نے بھی اس قسم کا مضمون خود حضور اقدس ؐ ہی سے نقل کیا ہے۔

فصل دوم

اُن احادیث کے بیان میں جن میں ان کلمات کی فضیلت اور ترغیب ذکر فرمائی گئی ہے،

❶ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَلِمَتَانِ خَفِیْفَتَانِ عَلَی اللِّسَانِ ثَقِیْلَتَانِ فِی الْمِیْزَانِ حَبِیْبَتَانِ اِلَی الرَّحْمٰنِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ رواه البخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجة كذا فی الترغیب۔

❶ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دو کلمے ایسے ہیں کہ زبان پر بہت ہلکے اور ترازو میں بہت وزنی اور اللہ کے نزدیک بہت محبوب ہیں۔ وہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ اور سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ ہیں۔

ف :- زبان پر ہلکے کا مطلب یہ ہے کہ پڑھنے میں نہ وقت خرچ ہو کہ بہت مختصر ہیں نہ یاد کرنے میں کوئی دقت یا دیر لگے اور اسکے باوجود جب اعمال کے تولنے کا وقت آئے گا تو ترازو میں ان کلموں کی کثرت کی وجہ سے بہت زیادہ وزن ہو جائے گا۔ اور اگر کوئی بھی فائدہ نہ ہوتا تو بھی اس سے بڑھ کر کیا چیز تھی کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ دو کلمے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ امام بخاری رضؒ نے اپنی کتاب صحیح بخاری کو ان ہی دو کلموں پر ختم فرمایا اور یہی حدیث کتاب کے ختم پر ذکر فرمائی ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد نبوی ہے کہ کوئی شخص تم میں سے اس بات کو نہ چھوڑے کہ ہزار نیکیاں روزانہ کر لیا کرے۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سو مرتبہ پڑھ لیا کرے ہزار نیکیاں ہو جائیں گی۔ اتنے گناہ تو انشاء اللہ روزانہ کے ہوں گے بھی نہیں۔ اور اس تسبیح کے علاوہ

(صفحہ گذشتہ کا بقیہ) چکر لگاتی رہتی ہے۔ کیا بعید ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اور اہلِ سائنس کی یہ تحقیق ایک ہی حقیقت کی دو تعبیریں ہوں۔ شریعت کی ہزاروں حقیقتیں ہیں جو آج سائنسی دور میں مادی طریقے پر بھی ثابت ہو چکی ہیں۔

لہ رواہ ابن ماجة وابن ابی الدنیا والحاکم عن النعمان بن بشیر قال الحاکم صحیح علی شرط مسلم۔

marfat.com

جتنے نیک کام کئے ہوں گے ان کا ثواب علیحدہ نفع میں رہا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص صبح و شام ایک ایک تسبیح سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ کی پڑھے اسکے گناہ معاف ہو جائیں گے خواہ سمندر کے جھاگوں سے بھی زیادہ ہوں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ سے گناہ ایسے جھڑتے ہیں جیسے (سردی[1] میں) درخت سے پتے جھڑتے ہیں۔

۲ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَا اُخْبِرُکَ بِاَحَبِّ الْکَلَامِ اِلَی اللّٰہِ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَخْبِرْنِیْ بِاَحَبِّ الْکَلَامِ اِلَی اللّٰہِ فَقَالَ اِنَّ اَحَبَّ الْکَلَامِ اِلَی اللّٰہِ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ۔ رواہ مسلم والنسائی والترمذی الا انہ قال سُبْحَانَ رَبِّیْ وَبِحَمْدِہٖ۔ وقال حسن صحیح وعزاہ السیوطی فی الجامع الصغیر[2] الی مسلم واحمد والترمذی ورقم لہ بالصحۃ وفی روایۃ لمسلم اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سُئِلَ اَیُّ الْکَلَامِ اَفْضَلُ قَالَ مَا اصْطَفَی اللّٰہُ لِمَلٰئِکَتِہٖ اَوْ لِعِبَادِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ کذا فی الترغیب قلت واخرج الاخیر الحاکم وصححہ علی شرط مسلم واقرہ علیہ الذہبی وذکرہ السیوطی فی الجامع[3] برواۃ احمد عن رجل مختصرا ورقم لہ بالصحۃ۔

۲ حضرت ابوذر رضؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں تجھے بتاؤں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ کلام کیا ہے میں نے عرض کیا ضرور بتادیں، ارشاد فرمایا سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ دوسری حدیث میں ہے سُبْحَانَ رَبِّیْ وَبِحَمْدِہٖ حدیث میں یہ بھی ہے کہ اللہ نے جس چیز کو اپنے فرشتوں کے لئے اختیار فرمایا وہی افضل ترین ہے اور وہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ ہے

ف:- پہلی فصل میں کئی آیتوں میں یہ مضمون گذر چکا ہے کہ ملائکہ جو عرش کے قریب ہیں اور ان کے علاوہ سب اللہ جل کی تسبیح و تحمید میں مشغول رہتے ہیں، اُن کا مشغلہ یہی ہے کہ وہ اللہ کی پاکی بیان کرنے میں اور حمد کرنے میں مشغول رہیں۔ اسی وجہ سے جب آدم علیہ السلام کو پیدا فرمانے کا وقت ہوا تو انھوں نے یہی بارگاہِ الٰہی میں ذکر کیا کہ نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِکَ

---

[1] جسطرح موسم خزاں میں پت جھڑ ہوا کے ایک ہی جھونکے سے ہزاروں پتے اپنی اپنی شاخوں سے جُدا ہو جاتے ہیں اسی طرح ان کلمات کے ذریعہ یادِ الٰہی کی ایک ہی رَو ہزارہا گناہوں کو دھو ڈالتی ہے [2] بلفظ احب الکلام الی اللہ الحدیث۔ [3] جامع صغیر کے الفاظ ہیں افضل الکلام سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر۔ رواہ احمد فی مسندہ عن رجل۔

marfat.com

وَنُقَدِّسُ لَكَ[1]۔ جیساکہ اس سے پہلی فصل کی پہلی آیت میں گذر چکا ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ آسمان (عظمتِ الٰہی کے بوجھ سے) بولتا ہے (چرچراتا ہے۔ جیساکہ چارپائی وغیرہ وزن سے بولنے لگتی ہے) اور آسمان کے لئے حق ہے کہ وہ بولے (کہ ہیبت کا بوجھ سخت ہوتا ہے) قسم ہے اس پاک ذات کی جس کے قبضہ میں محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے کہ آسمان میں ایک بالشت جگہ بھی ایسی نہیں جہاں کوئی فرشتہ سجدہ کی حالت میں اللہ کی تسبیح وتحمید میں مشغول نہ ہو۔

۴ عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ طَلْحَةَ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ اَوْ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ وَمَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ مِائَةَ مَرَّةٍ كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ مِائَةَ اَلْفِ حَسَنَةٍ وَّاَرْبَعًا وَّعِشْرِيْنَ اَلْفَ حَسَنَةٍ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِذًا لَّا يَهْلِكُ مِنَّا اَحَدٌ قَالَ بَلٰى اِنَّ اَحَدَكُمْ لَيَجِيْئُ بِالْحَسَنَاتِ لَوْ وُضِعَتْ عَلٰى جَبَلٍ اَثْقَلَتْهُ ثُمَّ تَجِيْئُ النِّعَمُ فَتَذْهَبُ بِتِلْكَ ثُمَّ يَتَطَاوَلُ الرَّبُّ بَعْدَ ذٰلِكَ بِرَحْمَتِهٖ۔ رواہ الحاکم وقال صحیح الاسناد کذا فی الترغیب قلت واقرہ علیہ الذہبی۔

۴ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہے اسکے لئے جنت واجب ہو جائے گی۔ اور جو شخص سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سو مرتبہ پڑھے گا۔ اسکے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار نیکیاں لکھی جائیں گی۔ صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ایسی حالت میں تو کوئی بھی (قیامت میں) ہلاک نہیں ہو سکتا (کہ نیکیاں ہی غالب رہیں گی) حضورؐ نے فرمایا (بعض لوگ پھر بھی ہلاک ہوں گے اور کیوں نہ ہوں) بعض آدمی اتنی نیکیاں لے کر آئیں گے کہ اگر پہاڑ پر رکھدی جائیں تو وہ دب جائے۔ لیکن اللہ کی نعمتوں کے مقابلہ میں وہ کالعدم ہو جائیں گی۔ البتہ اللہ جل شانہٗ پھر اپنی رحمت اور فضل سے دستگیری فرمائیں گے۔

ف:- اللہ کی نعمتوں کے مقابلہ میں دب جانے اور کالعدم ہو جانے کا مطلب یہ ہے کہ قیامت میں جہاں نیکیاں اور برائیاں تولی جائیں گی وہاں اس چیز کا بھی مطالبہ اور محاسبہ ہوگا کہ اللہ جل شانہ نے جو نعمتیں عطا فرمائی تھیں ان کا کیا حق ادا کیا اور کیا شکر ادا کیا۔ بندہ کے پاس ہر چیز اللہ ہی کی عطا کی ہوئی ہے۔ ہر چیز کا ایک حق ہے۔ اس

[1] ہم آپ کی تسبیح کرتے رہتے ہیں اور آپ کی پاکی کا دل سے اقرار کرتے ہیں۔

marfat.com

حق کی ادائیگی کا مطالبہ ہونا ہے۔ چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ یُصْبِحُ عَلٰی کُلِّ سُلَامٰی مِنْ اَحَدِکُمْ صَدَقَۃٌ۔ الحدیث فی المشکوٰۃ بروایۃ مسلم قلت ورواہ ابوداود وابن ماجۃ :- جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر صبح کو ہر آدمی کے ہر جوڑ اور ہڈی پر ایک صدقہ واجب ہوتا ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ آدمی میں تین سو ساٹھ جوڑ ہیں اسکے ذمہ ضروری ہے کہ ہر جوڑ کی طرف سے ایک صدقہ کرے۔ یعنی اس بات کے شکر میں کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے سونے کے بعد جو مرجانے کے مشابہ حالت تھی پھر از سرِ نو زندگی بخشی اور ہر ہر عضو صحیح وسالم رہا۔ صحابہؓ نے عرض کیا اتنے صدقہ روزانہ کرنے کی طاقت کون رکھتا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا ہر تسبیح صدقہ ہے ہر تکبیر صدقہ ہے۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ایک مرتبہ کہنا صدقہ ہے۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہنا صدقہ ہے، راستہ سے کسی تکلیف دینے والی چیز کا ہٹا دینا صدقہ ہے۔ غرض بہت سے صدقات شمار کرائے۔ اس قسم کی اور بھی احادیث ہیں جن سے آدمی کی اپنی ذات میں جو اللہ کی نعمتیں ہیں ان کا بیان ہے، اسکے علاوہ کھانے پینے راحت وآرام کے متعلق جتنی اللہ کی نعمتیں ہر وقت میسر ہوتی ہیں وہ مزید برآں۔

قرآن پاک میں سورۂ اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ میں بھی اس کا ذکر ہے کہ قیامت میں اللہ کی نعمتوں سے بھی سوال ہوگا۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ بدن کی صحت کانوں کی صحت آنکھوں کی صحت سے سوال ہوگا کہ اللہ نے یہ نعمتیں اپنے لطف سے عطا فرمائیں ان کو اللہ کے کس کام میں خرچ کیا (یا چوپاؤں کی طرح صرف پیٹ پالنے میں خرچ کیا) چنانچہ دوسری جگہ سورۂ بنی اسرائیل میں ارشاد ہے :- اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ کُلُّ اُولٰٓئِکَ کَانَ عَنْہُ مَسْئُوْلًا۔ (کان۔ آنکھ۔ دِل۔ ہر شخص سے ان سب کی قیامت کے دن پوچھ ہوگی کہ ان چیزوں کا استعمال کہاں کیا) حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جن نعمتوں سے سوال ہوگا ان میں بے فکری جو اللہ کی بڑی دولت ہے اور صحتِ بدن[1] بھی ہے۔ مجاہدؒ کہتے ہیں کہ دنیا کی ہر لذت نعمتوں میں داخل ہے جن سے سوال ہوگا۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اس میں عافیت بھی داخل ہے۔ ایک شخص نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ یَوْمَئِذٍ

---

[1] ایک حدیث میں ہے نعمتان مغبون فیھما کثیر من الناس الصحۃ والفراغ (رواہ البخاری والترمذی وابن ماجۃ عن ابن عباس) یعنی خدا کی دو نعمتیں ایسی ہیں جن کے بارے میں بہت سے لوگ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ ایک صحت دوسرے فراغت۔

marfat.com

عَنِ النَّعِیْمِ۔ (پھر اُس دن نعمتوں سے بھی سوال کئے جاؤ گے) کا مطلب کیا ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ گیہوں کی روٹی اور ٹھنڈا پانی مراد ہے کہ اس سے بھی سوال ہوگا اور رہنے کے مکان سے بھی۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو بعض صحابہؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ کن نعمتوں کا سوال ہوگا۔ آدھی بھوک روٹی ملتی ہے وہ بھی جَو کی (پیٹ بھرائی روٹی بھی میسّر نہیں) وحی نازل ہوئی کیا پاؤں میں جوتا نہیں پہنتے۔ کیا ٹھنڈا پانی نہیں پیتے۔ یہ بھی تو اللہ کی نعمتیں[1] ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ بعض صحابہؓ نے اس آیت شریفہ کے نازل ہونے پر عرض کیا یارسول اللہؐ کن نعمتوں سے سوال[2] ہوگا کھجور اور پانی صرف یہ دو[3] چیزیں کھانے پینے کو ملتی ہیں اور ہماری تلواریں (جہاد کیلئے) ہر وقت کندھوں پر رہتی ہیں اور دشمن (کافر کوئی نہ کوئی) مقابل (جس کی وجہ سے وہ دو چیزیں بھی اطمینان اور بے فکری سے نصیب نہیں ہوتیں) حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ عنقریب نعمتیں[4] میسّر ہونے والی ہیں۔ ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ قیامت میں جن نعمتوں سے سوال ہوگا ان میں سب سے اوّل یہ ہوگا کہ ہم نے تیرے بدن کو تندرستی عطا فرمائی (یعنی اس تندرستی کا کیا حق ادا کیا اور اس میں اللہ کی رضا کی کیا خدمت ادا کی) اور ہم نے ٹھنڈے پانی سے تجھکو سیراب کیا۔ زبدر حقیقت اللہ کی بڑی نعمت ہے جہاں ٹھنڈا پانی میسّر نہیں ہوتا ان سے کوئی اس کی قدر پوچھے، یہ اللہ کی اتنی بڑی نعمت ہے کہ حد نہیں مگر ہم لوگوں کو اسکے نعمتِ عظیمہ ہونے کی طرف التفات بھی نہیں ہوتا چہ جائیکہ اس کا شکر اور اسکی ادائیگی حق) ایک حدیث میں وارد ہے کہ جن نعمتوں سے سوال ہوگا یہ ہیں:۔ وہ روٹی کا ٹکڑا جس سے پیٹ بھرا جاتا ہے۔ وہ پانی جس سے پیاس بجھائی جاتی ہے وہ کپڑا جس سے بدن ڈھانکا جاتا ہے۔ ایک مرتبہ دوپہر کے وقت سخت دھوپ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ پریشان ہوکر گھر سے چلے مسجد میں پہونچے ہی تھے کہ حضرت عمرؓ بھی اسی حالت میں تشریف لے آئے۔ حضرت ابوبکرؓ کو بیٹھا ہوا دیکھ کر دریافت کیا کہ تم اسوقت یہاں

---

[1] اور اس سے بھی پہلے صحت جسمانی، آنکھ، ناک، کان، عقل وشعور وغیرہ یہی کیا کچھ کم نعمتیں ہیں؟ جو لوگ ان سے محروم ہیں انھیں دیکھئے کس مصیبت سے زندگی گذارتے ہیں [2] اس سوال سے اندازہ ہوتا ہے کہ صحابۂ کرام کے خیال میں نعمت سے مراد خدا کی ہر دین نہ تھی بلکہ بہت خوشحال اور فراخ زندگی اور اس کی بے بہا مسرتیں ہی ان کے خیال میں نعمت تھی ورنہ معاذاللہ یہ بات نہ تھی کہ کھجور یا پانی وغیرہ کو وہ خدا کی دین نہ سمجھتے ہوں [3] یعنی خوشگوار اور وسیع زندگی ملنے والی ہے۔

marfat.com

کہاں۔ فرمایا کہ بھوک کی بیتابی نے پریشان کیا۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا واللہ اسی چیز نے مجھے بھی مجبور کیا کہ کہیں جاؤں، یہ دونوں حضرات یہ گفتگو کر ہی رہے تھے کہ سردارِ دوعالم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے، ان کو دیکھ کر دریافت فرمایا کہ تم اس وقت کہاں؟ عرض کیا یارسول اللہ بھوک نے پریشان کیا جس سے مُضطرب[1] ہوکر نکل پڑے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا اسی مجبوری سے میں بھی آیا ہوں۔ تینوں حضرات اکٹھے ہوکر حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے مکان پر پہونچے وہ تشریف نہیں رکھتے تھے بیوی نے بڑی مسرّت و افتخار سے ان حضرات کو بٹھایا۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا ابو ایوبؓ کہاں گئے ہیں۔ عرض کیا ابھی حاضر ہوتے ہیں۔ کسی ضرورت سے گئے ہوئے ہیں۔ اتنے میں ابو ایوبؓ بھی حاضرِ خدمت ہوگئے اور فرطِ خوشی میں کھجور کا ایک بڑا سا خوشہ توڑ کر لائے، حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ سارا خوشہ کیوں توڑا۔ اس میں کچّی اور اَدھ کچری بھی ٹوٹ گئیں، چھانٹ کر پکّی ہوئی توڑ لیتے۔ انھوں نے عرض کیا اس خیال سے توڑا کہ ہر قسم کی سامنے ہوں جو پسند ہو وہ نوش فرمادیں (کہ بعض مرتبہ پکّی ہوئی سے ادھ کچری[2] زیادہ پسند ہوتی ہے) خوشہ سامنے رکھ کر جلدی سے گئے اور ایک بکری کا بچہ ذبح کیا اور جلدی جلدی کچھ تو ویسے ہی بھون لیا کچھ سالن تیار کرلیا۔ حضورؐ نے ایک روٹی میں تھوڑا سا گوشت رکھ کر ابو ایوبؓ کو دیا کہ یہ فاطمہؓ کو پہونچادو اسکو بھی کئی دِن سے کچھ نہیں مل سکا وہ فوراً پہونچا کر آئے ان حضرات نے بھی سیر ہوکر نوش فرمایا۔ اسکے بعد حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ دیکھو یہ اللہ کی نعمتیں ہیں۔ روٹی ہے گوشت ہے۔ ہر قسم کی کچّی اور پکی کھجوریں ہیں۔ یہ فرماکر نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور ارشاد فرمایا اُس پاک ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے یہی وہ نعمتیں ہیں جن سے قیامت میں سوال ہوگا، (جن حالات کے تحت میں اسوقت یہ چیزیں میسّر ہوئی تھیں ان کے لحاظ سے) صحابہؓ کو بڑی گرانی اور فکر پیدا ہوگیا (کہ ایسی مجبوری اور اضطرار کی حالت میں یہ چیزیں میسّر آئیں اور اور ان پر بھی سوال و حساب ہو) حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کا شکر ادا کرنا تو ضروری ہے ہی۔ جب اس قسم کی چیزوں پر ہاتھ ڈالو تو اوّل بِسْمِ اللّٰہِ پڑھو اور جب کھاچکو تو کہو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ هُوَ اَشْبَعَنَا وَاَنْعَمَ عَلَیْنَا وَاَفْضَلَ (تمام تعریف اللہ ہی کیلئے ہے جس نے ہم کو پیٹ بھر کر کھلایا اور ہم پر انعام فرمایا اور بہت زیادہ عطا کیا) اس دعا کا پڑھنا

---

[1] بے چین ہوکر۔ [2] اسمیں تھوڑی سی ترشی بھی ہوتی ہے جو خوشگوار ہوتی ہے۔

marfat.com

کر ادا کرنے میں کافی ہے۔ اس قسم کے واقعات کئی مرتبہ پیش آئے جو متعدد احادیث میں مختلف عنوانات سے ذکر کئے گئے ہیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ ابوالہیثمؓ مالک ابن تیہان کے مکان پر تشریف لیجانے کی نوبت آئی اسی قسم کا ایک واقعہ ایک اور صاحب کے ساتھ پیش آیا جن کو واقفی کہا جاتا تھا۔ حضرت عمرؓ کا گذر ایک شخص پر ہوا جو کوڑھی بھی تھا اور اندھا، بہرا، گونگا بھی تھا۔ آپ نے ساتھیوں سے دریافت فرمایا کہ تم لوگ اللہ کی کچھ نعمتیں اس شخص پر بھی دیکھتے ہو؟ لوگوں نے عرض کیا اسکے پاس کونسی نعمت ہے۔ آپؓ نے ارشاد فرمایا کیا پیشاب سہولت سے نہیں کرسکتا۔[1] حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ قیامت میں تین[2] دربار ہیں۔ ایک[1] دربار میں نیکیوں کا حساب ہے، دوسرے میں اللہ کی نعمتوں کا حساب ہے، تیسرے[3] میں گناہوں کا مطالبہ ہے۔ نیکیاں نعمتوں کے مقابلہ میں ہوجائیں گی اور برائیاں باقی رہ جائیں گی۔ جو اللہ کے فضل کے تحت میں ہوں گی۔ ان سب کا مطلب یہ ہے کہ اللہ جلّ شانہٗ کی جسقدر نعمتیں ہر آن اور ہر دم آدمی پر ہوتی ہیں ان کا شکر کرنا ان کا حق ادا کرنا بھی آدمی کے ذمہ ہے۔ اسلئے جتنی مقدار بھی نیکیوں کی پیدا ہوسکے ان کو حاصل کرنے میں کمی نہ کرے اور کسی مقدار کو بھی زیادہ نہ سمجھے کہ وہاں پہونچکر معلوم ہوگا کتنے کتنے گناہ ہم نے اپنی آنکھ، ناک، کان اور دوسرے بدن کے حصّوں سے ایسے کئے ہیں جن کو ہم گناہ بھی نہ سمجھے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس کی قیامت میں اللہ کے یہاں پیشی نہ ہو کہ اس وقت نہ کوئی پردہ درمیان میں حائل ہوگا نہ ترجمان (وکیل وغیرہ) دائیں طرف دیکھے گا تو اپنے اعمال کا انبار ہوگا، بائیں طرف دیکھے گا تب یہی منظر ہوگا۔ جس قسم کے بھی اچھے یا برے اعمال کئے ہیں وہ سب سامنے ہوں گے جہنم کی آگ سامنے ہوگی۔ اسلئے جہاں تک ممکن ہو صدقہ سے جہنم کی آگ کو دفع کرو خواہ کھجور کا ٹکڑا ہی کیوں[2] نہ ہو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ قیامت میں سب سے اوّل یہ سوال ہوگا کہ ہم نے تجھے بدن کی صحت عطا کی اور ٹھنڈا پانی پینے کو دیا (یعنی ان چیزوں کا کیا حق ادا کیا)، دوسری حدیث میں ہے کہ اسوقت تک آدمی حساب کے میدان سے نہ ہٹے گا جب تک[3] پانچ چیزوں کا سوال نہ ہوجائے۔ عمر[1] کس کام میں خرچ کی؟ جوانی[2] (کی قوت) کس مشغلہ میں صرف کی؟ مال[3] کس طریقہ سے کمایا اور کس طریقہ سے خرچ

[1] یعنی اگر پیشاب کا بند لگ جائے تو کسقدر تڑپے اور بے چین ہو تو اس تکلیف سے محفوظ رکھنا کیا کوئی معمولی نعمت ہے

[2] حدیث کے الفاظ ہیں:۔ اِتقوا النار ولو بشق تمرۃ (رواہ البخاری ومسلم عن عدی بن حاتمؓ)

marfat.com

کیا (یعنی کمائی کے اور خرچ کے طریقے جائز تھے یا ناجائز) جو کچھ علم حاصل کیا (خواہ کسی درجہ کا ہو) اس میں کیا عمل کیا (یعنی جو مسائل معلوم تھے ان پر عمل کیا یا نہیں)

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيْتُ اِبْرَاهِيْمَ لَيْلَةَ اُسْرِيَ بِيْ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اَقْرِئْ اُمَّتَكَ مِنِّي السَّلَامَ وَاَخْبِرْهُمْ اَنَّ الْجَنَّةَ طَيِّبَةُ التُّرْبَةِ عَذْبَةُ الْمَاءِ وَاَنَّهَا قِيْعَانٌ وَاَنَّ غِرَاسَهَا سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ۔ رواہ الترمذی والطبرانی فی الصغیر الاوسط وزاد وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ وقال الترمذی حسن غریب[1] من هذا الوجه ورواه الطبرانی ایضاً باسناد واه من حدیث سلمان الفارسی وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رض مرفوعاً مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ غُرِسَ لَهٗ بِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُنَّ شَجَرَةٌ فِي الْجَنَّةِ رواه الطبرانی واسنادہ حسن لا باس بہ فی المتابعات وَعَنْ جَابِرٍ مَرْفُوْعاً مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ غُرِسَتْ لَهٗ نَخْلَةٌ فِي الْجَنَّةِ ۔ رواہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ شبِ معراج میں جب میری ملاقات حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی تو انھوں نے یہ کہا کہ اپنی اُمت کو میرا سلام کہدینا اور یہ کہنا کہ جنت کی نہایت عمدہ پاکیزہ مٹی ہے اور بہترین پانی۔ لیکن وہ بالکل چٹیل میدان ہے اور اسکے پودے (درخت) سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ ہیں۔ (جتنے کسی کا دل چاہے درخت لگالے) ایک حدیث میں اسکے بعد لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ بھی ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ ان کلموں میں سے ہر کلمہ کے بدلے ایک درخت جنت میں لگایا جاتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ پڑھیگا۔ ایک درخت جنت میں لگایا جاوے گا۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضورؐ تشریف لیجا رہے تھے حضرت ابو ہریرہؓ کو دیکھا کہ ایک پودا لگا رہے ہیں دریافت فرمایا کیا کر رہے ہو، انھوں نے عرض کیا

---

[1] اس روایت کے ایک راوی عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن مسعودؓ ہیں جو اس روایت کو اپنے والد کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں حالانکہ بقول حافظ منذری انھیں اپنے والد سے سماع ثابت نہیں ہے۔ دوسری چیز اس سند میں یہ ہے کہ ان عبد الرحمٰن کے شاگرد ہیں عبد الرحمٰن بن اسحاق الکوفی جنکو منذری نے واہٍ کہا ہے اور اسکی تائید میں جو روایت ابن عباسؓ کی نقل کی ہے اسکی سند کا بھی یہی حال ہے۔ ترغیب و ترہیب میں جہاں سے یہ روایتیں لی گئی ہیں تفصیلات موجود ہیں مگر یہاں درج ہونے سے رہ گئی ہیں،

marfat.com

الترمذی وحسنہ- والنسائی الا انہ قال شجرۃ وابن حبان فی صحیحہ- والحاکم فی الموضعین باسنادین قال فی احدھما علی شرط مسلم وفی الاخر علی شرط البخاری وذکرہ فی الجامع الصغیر بروایۃ الترمذی وابن حبان والحاکم ورقم لہ بالصحۃ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِہٖ وَھُوَ یَغْرِسُ الحدیث رواہ ابن ماجۃ باسناد حسن والحاکم وقال صحیح الاسناد کذا فی الترغیب وعزاہ فی الجامع الی ابن ماجۃ والحاکم ورقم لہ بالصحۃ قلت وفی الباب من حدیث ابی ایوب مرفوعا رواہ احمد باسناد حسن وابن ابی الدنیا وابن حبان فی صحیحہ ورواہ ابن ابی الدنیا والطبرانی من حدیث ابن عمر ایضا مرفوعا مختصرا الا ان فی حدیثھما الحرقلۃ فقط کما فی الترغیب قلت وذکر السیوطی فی الدر حدیث ابن عباس رض مرفوعا بلفظ حدیث ابن مسعود رض قال اخرجہ الترمذی وحسنہ والطبرانی وابن مردویہ- قلت وذکرہ فی الجامع الصغیر بروایۃ الطبرانی ورقم لہ بالصحۃ

درخت لگا رہا ہوں۔ ارشاد فرمایا میں بتاؤں بہترین پودے جو لگائے جاویں سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ ہر کلمہ سے ایک درخت جنّت میں لگتا ہے۔

ف:- حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ عَلٰی نَبِیِّنَا وعلیہ الصّلٰوۃُ والسّلام نے سلام بھیجا ہے۔ اسلئے علماء نے لکھا ہے کہ جس شخص کے پاس یہ حدیث پہونچے اسکو چاہیئے کہ حضرت خلیل اللہ کے سلام کے جواب میں وعلیہ السّلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کہے۔ اسکے بعد ارشاد ہے کہ جنّت کی مٹی بہترین ہے اور پانی میٹھا۔ اس کے دو مطلب ہیں۔ اوّل یہ کہ صرف اس جگہ کی حالت کا بیان کرنا ہے کہ بہترین جگہ ہے جس کی مٹی کے متعلق احادیث میں آیا ہے کہ مُشک وزعفران کی ہے اور پانی نہایت لذیذ، ایسی جگہ ہر شخص اپنا مسکن بنانا چاہتا ہے اور تفریح وراحت کیلئے باغ وغیرہ لگانے کے اسباب مُہیّا ہوں تو کون چھوڑ سکتا ہے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ جس جگہ زمین بہتر اور پانی بہتر ہو وہاں پیداوار بہت[1]

[1] حدیث میں ایک لفظ قِیْعَان آیا ہے جسکے معنی یکساں اور ہموار زمین کے ہیں جو پیداوار کیلئے بہت عمدہ ہوتی ہے اور پھر درخت لگنے کا ذکر ہے۔ ان دونوں چیزوں کے پیشِ نظر یہ دوسرا مطلب ہی واضح ہے۔ مقصد یہ ہے کہ عمدہ زمین ہے اور بہت آسانی سے درخت لگتا ہے تو زیادہ سے زیادہ اس غیر آباد زمین کو آباد کرنا چاہیئے۔

marfat.com

وذکر فی مجمع الزوائد عدۃ روایات فی معنے ھذا الحدیث۔

اچھی ہوتی ہے۔ اس صورت میں مطلب یہ ہے کہ ایک مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ کہہ دینے سے ایک درخت وہاں قائم ہوجائے گا۔ اور پھر وہ جگہ اور پانی کی عمدگی کی وجہ سے خود ہی نشوونما پاتا رہے گا صرف ایک بیج ڈالدینا ہے باقی سب کچھ خود ہی ہوجاوے گا۔ اس حدیث میں جنّت کو چٹیل میدان فرمایا ہے اور جن احادیث میں جنّت کا حال بیان کیا گیا ہے ان میں جنّت میں ہر قسم کے میوے باغ درختوں وغیرہ کا موجود ہونا بتایا گیا ہے بلکہ جنّت کے معنی ہی باغ کے ہیں اسلئے بظاہر اشکال واقع ہوتا ہے۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ اصل کے اعتبار سے وہ میدان ہے لیکن جس حالت پر وہ نیک عمل لوگوں کو دی جائیگی، انکے اعمال کے موافق اسمیں باغ اور درخت وغیرہ موجود ہونگے۔ دوسری توجیہ بعض علماءؒ نے یہ فرمائی ہے کہ جنّت کے وہ باغ وغیرہ اُن اعمال کے موافق ملیں گے جب ان اعمال کی وجہ سے اور ان کے برابر ملے تو گویا یہ اعمال ہی درختوں کا سبب ہوئے۔ تیسری توجیہ یہ فرمائی گئی ہے کہ کم سے کم مقدار جو ہر شخص کے حصّہ میں ہے وہ ساری دنیا سے کہیں زائد ہے اسمیں بہت سے حصّہ میں خود اپنے اصلی باغ موجود ہیں اور بہت سا حصّہ خالی پڑا ہوا ہے۔ جتنا کوئی ذکر تسبیح وغیرہ کریگا اُتنے ہی درخت اور لگ جائیں گے۔ شیخ المشائخ حضرت مولانا گنگوہیؒ کا ارشاد جو کوکبِ دُرّی[1] میں نقل کیا گیا ہے یہ ہے کہ اسکے سارے درخت خمیر کی طرح سے ایک جگہ مجتمع ہیں ہر شخص جسقدر اعمالِ خیر کرتا رہتا ہے اتنا ہی اُسکے حصّہ کی زمین میں لگتے رہتے ہیں اور نشوونما پاتے رہتے ہیں۔

۵ عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ رضی اللہ عنہ اَنَّ قَالَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ حَالَہُ اللَّیْلُ اَنْ یُّکَابِدَہٗ اَوْ بَخِلَ بِالْمَالِ اَنْ یُّنْفِقَہٗ اَوْ جَبُنَ عَنِ الْعَدُوِّ اَنْ یُّقَاتِلَہٗ فَلْیُکْثِرْ مِنْ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ فَاِنَّھَا اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ مِنْ جَبَلِ ذَھَبٍ یُّنْفِقُہٗ فِیْ

۵ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص رات کی مشقّت جھیلنے سے ڈرتا ہو (کہ راتوں کو جاگنے اور عبادت میں مشغول رہنے سے قاصر ہو) یا بخل کی وجہ سے مال خرچ کرنا دشوار ہو یا بُزدلی کی وجہ سے جہاد کی ہمّت نہ پڑتی ہو اُسکو چاہیئے کہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ کثرت سے

[1] ایک کتاب کا نام جسمیں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے درسِ ترمذی کی تقریریں جمع کی گئی ہیں، یہ تقریریں مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ نے فصیح عربی زبان میں ضبط کی ہیں اور حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہٗ مؤلف کتاب ہٰذا نے انھیں مختصر و مفید حواشی کے ساتھ شائع کیا ہے۔

marfat.com

سَبِيْلِ اللّٰهِ رواه الفريابي والطبراني واللفظ له وهو حديث غريب ولا باس باسناده انشاء الله كذا في الترغيب و في مجمع الزوائد رواه الطبراني وفيه سليمان بن احمد الواسطي وثقه عبدان وضعفه الجمهور والغالب على بقية رجاله التوثيق وفي الباب عن ابي هريرة رض مرفوعًا اخرجه ابن مردويه وابن عباس رض ايضًا عند ابن مردويه كذا في الدر۔

پڑھا کرے کہ اللہ کے نزدیک یہ کلام پہاڑ کی بقدر سونا خرچ کرنے سے بھی زیادہ محبوب ہے۔

ف :۔ کسقدر اللہ کا فضل ہے کہ ہر قسم کی مشقت سے بچنے والوں کیلئے بھی فضائل اور درجات کا دروازہ بند نہیں فرمایا، راتوں کو نہیں جاگا جاتا، کنجوسی سے پیسہ خرچ نہیں ہوتا، بزدلی اور کم ہمتی سے جہاد جیسا مبارک عمل نہیں ہوتا[۵۵]۔ اسکے بعد بھی اگر دین کی قدر ہے آخرت کا فکر ہے تو اسکے لئے بھی راستہ کھلا ہوا ہے پھر بھی کچھ نہ کماسکے تو کم نصیبی کے سوا اور کیا ہے۔ پہلے یہ مضمون ذرا تفصیل سے گذر چکا ہے۔

❻ عَنْ سُمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَبُّ الْكَلَامِ اِلَى اللّٰهِ اَرْبَعٌ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ لَا يَضُرُّكَ بِاَيِّهِنَّ بَدَاْتَ۔ رواه مسلم وابن ماجة والنسائي وزاد وهن من القرآن ورواه النسائي ايضًا وابن حبان في صحيحه من حديث ابي هريرة رض كذا في الترغيب وعزاه السيوطي حديث

حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب کلام چار کلمے ہیں سُبْحَانَ اللّٰهِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ۔ ان میں سے جسکو چاہے پہلے پڑھے اور جسکو چاہے بعد میں (کوئی خاص ترتیب نہیں) ایک حدیث میں ہے کہ یہ کلمے قرآن پاک میں بھی موجود ہیں۔

ف :۔ یعنی قرآن پاک کے الفاظ میں بھی یہ کلمے کثرت سے وارد ہوئے ہیں

---

[۵۵] یہاں ایک اصولی بات یہ ذہن میں رکھنی چاہیئے کہ یہ بات جو بیان کی گئی ہے یہ عام حالات میں ہے ورنہ جب جہاد کا موقع ہو اور ضرورت کا تقاضہ یہ ہو کہ سب کو محاذ پر جانا چاہیئے یا کسی اسلامی کام کیلئے پیسہ کی سخت ضرورت ہو تو ایسے اوقات میں جہاد سے پیچھے ہٹنا یا پیسہ دینے سے جی چرانا سخت درجہ کا گناہ ہے ایسے وقت میں کروڑوں بار تسبیح و تحمید سے زیادہ اجر و ثواب وقتی تقاضے میں تھوڑی سی شرکت پر ملیگا۔

marfat.com

سمرة الی احمد ایضاً ورقم لہ بالصحة وحدیث ابی ہریرة الی مسند الفردوس للدیلمی ورقم لہ ایضاً بالصحة۔

اور قرآن پاک میں ان کا حکم انکی ترغیب وارد ہوئی ہے۔ چنانچہ پہلی فصل میں مفصل بیان ہو چکا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ عیدوں کو ان کلموں کے ساتھ مُزَیّن کیا کرو۔ یعنی عید کی زینت یہ ہے کہ ان کلموں کا کثرت سے وِرد کیا جائے۔

۵ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ رض قَالَ اِنَّ الْفُقَرَآءَ الْمُھَاجِرِیْنَ اَتَوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا قَدْ ذَھَبَ اَھْلُ الدُّثُوْرِ بِالدَّرَجَاتِ الْعُلٰی وَالنَّعِیْمِ الْمُقِیْمِ فَقَالَ وَمَاذَاکَ قَالُوْا یُصَلُّوْنَ کَمَا نُصَلِّیْ وَیَصُوْمُوْنَ کَمَا نَصُوْمُ وَیَتَصَدَّقُوْنَ وَلَا نَتَصَدَّقُ وَیُعْتِقُوْنَ وَلَا نُعْتِقُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَفَلَا اُعَلِّمُکُمْ شَیْئًا تُدْرِکُوْنَ بِہٖ مَنْ سَبَقَکُمْ وَتَسْبِقُوْنَ بِہٖ مَنْ بَعْدَکُمْ وَلَا یَکُوْنُ اَحَدٌ اَفْضَلَ مِنْکُمْ اِلَّا مَنْ صَنَعَ مِثْلَ مَا صَنَعْتُمْ قَالُوْا بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ تُسَبِّحُوْنَ وَتُکَبِّرُوْنَ وَتَحْمَدُوْنَ دُبُرَ کُلِّ صَلٰوةٍ ثَلٰثًا وَّثَلٰثِیْنَ مَرَّةً قَالَ اَبُوْ صَالِحٍ فَرَجَعَ فُقَرَآءُ الْمُھَاجِرِیْنَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا سَمِعَ اِخْوَانُنَا اَھْلُ الْاَمْوَالِ بِمَا فَعَلْنَا فَفَعَلُوْا مِثْلَہٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ متفق علیہ ولیس قول ابی صالح الی اٰخرہ الا عند مسلم وفی روایة للبخاری تُسَبِّحُوْنَ فِیْ دُبُرِ کُلِّ صَلٰوةٍ

۵ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک مرتبہ فقرار مہاجرین جمع ہو کر حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ یہ مالدار سارے درجے لے اُڑے اور ہمیشہ کی رہنے والی نعمت انہیں کے حصہ میں آگئی، حضورؐ نے فرمایا کیوں۔ عرض کیا کہ نماز روزہ میں تو یہ ہمارے شریک کہ ہم بھی کرتے ہیں یہ بھی اور مالدار ہونے کی وجہ سے یہ لوگ صدقہ کرتے ہیں غلام آزاد کرتے ہیں اور ہم ان چیزوں سے عاجز ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ میں تمہیں ایسی چیز بتاؤں کہ تم اس پر عمل کر کے اپنے سے پہلوں کو پکڑ لو اور بعد والوں سے بھی آگے بڑھے رہو۔ اور کوئی شخص تم سے اسوقت تک افضل نہ ہو جب تک ان ہی اعمال کو نہ کرے۔ صحابہؓ نے عرض کیا ضرور بتا دیجئے، ارشاد فرمایا کہ ہر نماز کے بعد سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۳۳-۳۳ مرتبہ پڑھ لیا کرو (ان حضرات نے شروع کر دیا۔ مگر اس زمانہ کے مالدار بھی اسی نمونہ کے تھے انھوں نے بھی معلوم ہونے پر شروع کر دیا) تو فقرار دوبارہ حاضر ہوئے کہ یا رسول اللہؐ

marfat.com

عَشْرًا وَتَحْمَدُوْنَ عَشْرًا وَتُكَبِّرُوْنَ عَشْرًا بَدَلَ ثَلٰثًا وَّثَلٰثِيْنَ كَذَا فِي الْمِشْكٰوةِ وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ رض بِنَحْوِ هٰذَا الْحَدِيْثِ وَفِيْهِ اِنَّ بِكُلِّ تَسْبِيْحَةٍ صَدَقَةٌ وَّبِكُلِّ تَحْمِيْدَةٍ صَدَقَةٌ وَّفِيْ بُضْعِ اَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ يَاْتِيْ اَحَدُنَا شَهْوَتَهٗ يَكُوْنُ لَهٗ فِيْهَا اَجْرٌ الحديث اخرجه احمد وفي الباب عن ابي الدرداء عند احمد۔

ہمارے مالدار بھائیوں نے بھی سُن لیا اور وہ بھی یہی کرنے لگے۔ حضورؐ نے فرمایا یہ اللہ کا فضل ہے جسکو چاہے عطا فرمائے اسکو کون روک سکتا ہے۔ ایک دوسری حدیث میں بھی اسی طرح یہ قصہ ذکر کیا گیا، اس میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ تمہارے لئے بھی اللہ نے صدقہ کا قائم مقام بنا رکھا ہے۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ ایک مرتبہ کہنا صدقہ ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ایک مرتبہ کہنا صدقہ ہے۔ بیوی سے صحبت کرنا صدقہ ہے۔ صحابہؓ نے تعجب سے عرض کیا یا رسول اللہؐ بیوی سے ہمبستری میں اپنی شہوت پوری کرے اور یہ صدقہ ہو جائے؟ حضورؐ نے فرمایا اگر حرام میں مبتلا ہو تو گناہ ہوگا یا نہیں؟ صحابہؓ نے عرض کیا ضرور ہوگا، ارشاد فرمایا اسی طرح حلال میں صدقہ اور اجر ہے۔

ف:- مطلب یہ ہے کہ اس نیت سے صحبت کرنا کہ حرام کاری[1] سے بچے ثواب اور اجر کا سبب ہے۔ اسی قصہ کی ایک دوسری حدیث میں اس اشکال کے جواب میں کہ بیوی سے ہمبستری اپنی شہوت کا پورا کرنا ہے، حضورؐ کا یہ جواب نقل کیا گیا ہے بتاؤ اگر بچہ پیدا ہو جائے پھر وہ جوان ہونے لگے اور تم اُسکی خوبیوں کی اُمید باندھے لگو پھر وہ مر جائے۔ کیا تم ثواب کی اُمید رکھتے ہو؟ عرض کیا گیا بیشک امید ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کیوں تم نے اسکو پیدا کیا تم نے اسکو ہدایت کی تھی تم نے اسکو روزی دی تھی۔ بلکہ اللہ ہی نے پیدا کیا ہے۔ اُسی نے ہدایت دی ہے وہی روزی عطا کرتا تھا۔ اس طرح صحبت سے تم نطفہ کو حلال جگہ رکھتے ہو پھر اللہ کے قبضہ میں ہے کہ چاہے اسکو زندہ کرے کہ اُس سے اولاد پیدا کر دے یا مُردہ کرے کہ اولاد پیدا نہ ہو۔ اس حدیث کا مقتضیٰ یہ ہے کہ یہ اجر و ثواب بچہ کے پیدا ہونے کا سبب ہونے کی وجہ سے ہے۔

---

[1] اوپر والی حدیث کے ظاہر کا تقاضہ یہ ہے کہ اگر حرام کاری سے بچنے کی نیت بھی نہیں کی ہے بلکہ اپنی خواہش نفس ہی کا پورا کرنا مقصود ہے تب بھی اجر سے خالی نہیں، اسلئے کہ جب حلال طریقے پر اسنے اپنے نفس کو تسکین دے لی تو خود بخود حرام سے بچنا آسان ہو گیا، تاہم اگر یہ نیت بھی کر لی جائے تو مزید ثواب کی اُمید ہے۔

marfat.com

۸ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَبَّحَ اللّٰهَ فِیْ دُبُرِ کُلِّ صَلٰوةٍ ثَلٰثًا وَّثَلٰثِیْنَ وَحَمِدَ اللّٰهَ ثَلٰثًا وَّثَلٰثِیْنَ وَکَبَّرَ اللّٰهَ ثَلٰثًا وَّثَلٰثِیْنَ فَتِلْكَ تِسْعَةٌ وَّتِسْعُوْنَ وَقَالَ تَمَامُ الْمِائَةِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ غُفِرَتْ خَطَایَاهُ وَاِنْ کَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ۔ رواہ مسلم کذا فی المشکوٰۃ وکذا فی مسند احمد۔

۸ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص ہر نماز کے بعد سُبْحَانَ اللّٰہِ ۳۳ مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ۳۳ مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۳۳ مرتبہ اور ایک مرتبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ پڑھے اُسکے گناہ معاف ہوجاتے ہیں خواہ اتنی کثرت سے ہوں جتنے سمندر کے جھاگ۔

ف :۔ خطایا کی مغفرت کے بارہ میں پہلے کئی حدیثوں کے تحت میں بحث گذر چکی ہے کہ ان خطایا سے مراد علماء کے نزدیک صغیرہ گناہ ہیں۔ اس حدیث میں تین کلمے ۳۳-۳۳ مرتبہ اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ایک مرتبہ وارد ہوا ہے۔ اس سے اگلی حدیث میں دو کلمے ۳۳-۳۳ مرتبہ اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۳۴ مرتبہ آرہا ہے۔ حضرت زید رض سے نقل کیا گیا ہے کہ ہم کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ہر ایک کو ۳۳ مرتبہ ہر نماز کے بعد پڑھنے کا حکم فرمایا تھا۔ ایک انصاری رض نے خواب میں دیکھا کوئی شخص کہتا ہے کہ ہر ایک کلمہ کو پچیس ۲۵ مرتبہ کرلو اور ان کے ساتھ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ۲۵ مرتبہ کا اضافہ کرلو۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا حضور نے قبول فرمالیا اور اس کی اجازت فرمادی کہ ایسا ہی کرلیا جائے۔ ایک حدیث میں سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ہر کلمہ کو ہر نماز کے بعد گیارہ ۱۱ مرتبہ کا حکم ہے۔ اور ایک حدیث میں ۱۰-۱۰ مرتبہ وارد ہوا ہے۔ ایک حدیث میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ۱۰ مرتبہ باقی تینوں کلمے ہر ایک ۳۳ مرتبہ۔ ایک حدیث میں ہر نماز کے بعد چاروں کلمے ۱۰۰-۱۰۰ مرتبہ وارد ہوئے ہیں۔ جیسا کہ حصن حصین میں ان روایات کو ذکر کیا گیا ہے۔ یہ اختلاف بظاہر حالات کے اختلاف کی وجہ سے ہے کہ آدمی فراغت اور مشاغل کے اعتبار سے مختلف ہیں۔ جو لوگ دوسرے ضروری کاموں میں مشغول ہیں اُن کے لئے کم مقدار تجویز فرمائی اور جو لوگ فارغ ہیں اُنکے لئے زیادہ مقدار۔ لیکن محققین کی رائے یہ ہے کہ جو عدد احادیث

marfat.com

میں بھی یہ اُن کی رعایت ضروری[1] ہے کہ جو چیز دوا کے طور پر استعمال کی جاتی ہے اُسمیں مقدار کی رعایت بھی اہم ہے۔

۹ عَنْ کَعْبِ بْنِ عُجْرَۃَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُعَقِّبَاتٌ لَا یَخِیْبُ قَائِلُھُنَّ اَوْ فَاعِلُھُنَّ دُبُرَ کُلِّ صَلٰوۃٍ مَّکْتُوْبَۃٍ ثَلٰثٌ وَّثَلٰثُوْنَ تَسْبِیْحَۃً وَّثَلٰثٌ وَّثَلٰثُوْنَ تَحْمِیْدَۃً وَّاَرْبَعٌ وَّثَلٰثُوْنَ تَکْبِیْرَۃً۔ رواہ مسلم کذا فی المشکوٰۃ وعزاہ السیوطی فی الجامع الی احمد ومسلم والترمذی والنسائی وقولہ بالضعف وفی الباب عن ابی الدرداء عند الطبرانی۔

۹ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ چند پیچھے آنیوالے (کلمات) ایسے ہیں جن کا کہنے والا نامراد نہیں ہوتا، وہ یہ ہیں کہ ہر فرض نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ ۳۳ مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ۳۴ مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔

ف :- ان کلمات کو پیچھے آنیوالے یا تو اس وجہ سے فرمایا کہ یہ نمازوں کے بعد پڑھے جاتے ہیں یا اسوجہ سے کہ گناہوں کے بعد پڑھنے سے اُنکو دھونے اور مٹا دینے والے ہیں یا اسوجہ سے کہ یہ کلمات ایک دوسرے کے بعد پڑھے جاتے ہیں۔ حضرت ابو درداء رض فرماتے ہیں کہ ہمیں نمازوں کے بعد سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ۳۳-۳۳ بار اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۳۴ مرتبہ پڑھنے کا حکم کیا گیا ہے۔

۱۰ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ رَفَعَہٗ اَمَا یَسْتَطِیْعُ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّعْمَلَ کُلَّ یَوْمٍ مِثْلَ اُحُدٍ عَمَلًا قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَمَنْ یَّسْتَطِیْعُ قَالَ کُلُّکُمْ یَسْتَطِیْعُ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَاذَا قَالَ سُبْحَانَ اللّٰہِ اَعْظَمُ مِنْ اُحُدٍ وَّلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَعْظَمُ مِنْ اُحُدٍ وَّالْحَمْدُ لِلّٰہِ اَعْظَمُ مِنْ اُحُدٍ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَعْظَمُ مِنْ اُحُدٍ للکبیر و

۱۰ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کیا تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے کہ روزانہ اُحد (جو مدینہ منورہ کے ایک پہاڑ کا نام ہے) کے برابر عمل کرلیا کرے؟ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ اسکی کون طاقت رکھتا ہے (کہ اتنے بڑے پہاڑ کی برابر عمل کرے)، حضورؐ نے ارشاد فرمایا ہر شخص طاقت رکھتا ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا اسکی کیا صورت

---

[1] یعنی تعداد کم ہو یا زیادہ لیکن حدیث میں وارد شدہ تعداد میں سے کوئی نہ کوئی ساعدد پورا کرنا ضروری ہے، اسلئے کہ ہر عدد کی الگ ایک مخصوص تاثیر ہے جسکا علماء شریعت نے بھی اپنے اپنے مواقع پر تفصیل سے ذکر کیا ہے اور عاملوں کے یہاں بھی اسکی بہت اہمیت ہے۔ اور علم الاعداد کی رو سے تو اس چیز کو مسلمہ حقیقت کی حیثیت حاصل ہے۔

marfat.com

والبزار كذا فى جمع الفوائد واليهما عزاه فى الحصن ومجمع الزوائد وقال رجالها رجال الصحيح۔

ہے ارشاد فرمایا کہ سُبحَانَ اللّٰہِ کا ثواب اُحد سے زیادہ ہے، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا اُحد سے زیادہ ہے، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کا اُحد سے زیادہ ہے، اَللّٰہُ اَکْبَرُ کا اُحد سے زیادہ ہے۔ ف :- یعنی ان کلموں میں سے ہر کلمہ ایسا ہے جس کا ثواب اُحد پہاڑ سے زیادہ ہے اور ایک پہاڑ کیا نہ معلوم کتنے ایسے پہاڑوں سے زیادہ ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ سُبحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سارے آسمانوں اور زمینوں کو ثواب سے بھر دیتے ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ سُبحَانَ اللّٰہِ کا ثواب آدھی ترازو ہے۔ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اسکو پُر کر دیتی ہے اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ آسمان زمین کے درمیان کو پُر کر دیتی ہے۔ ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ سُبحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ مجھے ہر اس چیز سے زیادہ محبوب ہے جس پر آفتاب نکلے۔ مُلّا علیؒ فرماتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ ساری ہی دنیا اللہ کے واسطے خرچ کر دوں تو اس سے بھی یہ زیادہ محبوب ہیں۔ کہتے ہیں کہ حضرت سُلیمانؑ علیہ السّلام ہوائی تخت پر تشریف لیجا رہے تھے پرندے آپ پر سایہ کئے ہوئے تھے اور جن وانس وغیرہ لشکر دو قطار، ایک عابد پر گذر ہوا جس نے حضرت سُلیمان علیہ السّلام کے اس وُسعتِ ملکی اور عموم سلطنت کی تعریف کی، آپؑ نے ارشاد فرمایا کہ مومن کے اعمالنامہ میں ایک تسبیح سلیمان بن داودؑ کے سارے ملک سے اچھی ہے کہ یہ مُلک فنا ہو جائے گا اور تسبیح باقی رہنے والی چیز[1] ہے۔

(۱۱) عَنْ اَبِیْ سَلَّامٍ مَوْلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ بَخٍ بَخٍ خَمْسٌ مَا اَثْقَلَھُنَّ فِی الْمِیْزَانِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَسُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ۔

الحدیث اخرجہ احمد فی مسندہ کذا ورجالہ ثقات کما فی مجمع الزوائد والحاکم وقال

(۱۱) ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ واہ واہ پانچ چیزیں (اعمال نامہ تلنے کی)، ترازو میں کتنی زیادہ وزنی ہیں :- لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ سُبْحَانَ اللّٰہِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور وہ بچہ جو مرجائے اور باپ (اسی طرح ماں بھی) اُس پر صبر کرے۔

ف :- یہ مضمون کئی صحابہ رضؓ سے

[1] حضرت سلیمانؑ کے فرمان کا مقصد یہ تھا کہ تجھے جو خدا نے اپنی یاد کی توفیق دی ہے تو اسے حقیر نہ سمجھ، ہاں اگر حضرت سلیمانؑ کے تقویٰ وعبادت پر رشک کرتا تو قابلِ قدر جذبہ تھا۔

marfat.com

صحیح الاسناد واقرہ علیہ الذہبی وذکرہ فی الجامع الصغیر بروایۃ البزار عن ثوبان وبروایۃ النسائی وابن حبان والحاکم عن ابی سلمیٰ وبروایۃ احمد عن ابی امامۃ ورقم لہ بالحسن۔ و ذکرہ فی مجمع الزوائد بروایۃ ثوبان وابی سلمیٰ راعی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وسفینۃ ومولی لرسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لہم وصحح بعض طرقہا۔

(۱۲) عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ نُوْحٌ لِابْنِهٖ اِنِّيْ مُوْصِيْكَ بِوَصِيَّةٍ وَقَاصِرُهَا لَكَيْ لَا تَنْسَاهَا اُوْصِيْكَ بِاثْنَيْنِ وَاَنْهَاكَ عَنِ اثْنَيْنِ اَمَّا الَّتِيْ اُوْصِيْكَ بِهِمَا فَيَسْتَبْشِرُ اللّٰهُ بِهِمَا وَصَالِحُ خَلْقِهٖ وَهُمَا يُكْثِرَانِ الْوُلُوْجَ عَلَى اللّٰهِ اُوْصِيْكَ بِلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَاِنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَوْ كَانَتَا حَلْقَةً تَصَمَّتْهُمَا وَلَوْ كَانَ فِيْ كِفَّةٍ وَزَنَتْهُمَا وَاُوْصِيْكَ بِسُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ فَاِنَّهُمَا صَلٰوةُ الْخَلْقِ وَبِهَا يُرْزَقُ الْخَلْقُ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا وَاَمَّا الْلَّتَانِ اَنْهَاكَ عَنْهُمَا

مُتَعَدِّدْ احادیث میں نقل کیا گیا ہے' بخ بخ بڑے سرور اور فرحت کا کلمہ ہے۔ جس چیز کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس خوشی اور مسرت سے ارشاد فرمارہے ہوں؟ عطا فرمارہے ہوں کیا محبت کا دعویٰ کرنے والوں کے ذمہ نہیں ہے کہ ان کلموں پر مرمٹیں کہ حضورؐ کی اس خوشی کی قدردانی اور اُسکا استقبال یہی ہے'

(۱۲) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے صاحبزادے سے فرمایا کہ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں اور اس خیال سے کہ بھول نہ جاؤ نہایت مختصر کہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ دو کام کرنے کی وصیت کرتا ہوں اور دو کاموں سے روکتا ہوں۔ جن دو کاموں کے کرنے کی وصیت کرتا ہوں وہ دونوں ایسے ہیں کہ اللہ جلالہٗ ان سے نہایت خوش ہوتے ہیں اور اللہ کی نیک مخلوق ان سے خوش ہوتی ہے ان دونوں کاموں کی اللہ کے یہاں رسائی (اور مقبولیت) بھی بہت زیادہ ہے۔ ان دو میں سے ایک لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے کہ اگر تمام آسمان ایک حلقہ[1] ہوجائیں تو بھی یہ پاک کلمہ انکو توڑ کر آسمان پر جائے بغیر نہ

[1] یعنی زمین مع اپنے لوہے تانبے پیتل وغیرہ کے اور آسمان دونوں کا ملا کر ایک مضبوط و مستحکم کڑا بنادیا جائے تو بھی اس کلمہ کی طاقت کے سامنے کچھ نہیں، یہ انکو توڑ ڈالنے کی طاقت رکھتا ہے۔

marfat.com

فَيَحْتَجِبُ اللّٰهُ مِنْهُمَا وَصَارَ خَلْقِهٖ
اَنْهَاكَ عَنِ الشِّرْكِ وَالْكِبْرِ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ
وَاللَّفْظُ لَهٗ وَالْبَزَّارُ وَالْحَاكِمُ مِنْ حَدِيْثِ
عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ وَقَالَ صَحِيْحُ الْاِسْنَادِ
كَذَا فِي التَّرْغِيْبِ قُلْتُ وَقَدْ تَقَدَّمَ فِي
بَيَانِ التَّهْلِيْلِ حَدِيْثُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ
عُمَرَؓ مَرْفُوْعًا وَتَقَدَّمَ فِيْهِ اَيْضًا مَا فِي
الْبَابِ وَتَقَدَّمَ فِي الْاٰيَاتِ قَوْلُهٗ عَزَّ اِسْمُهٗ
وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ الْاٰيَةَ.
وَاَخْرَجَ ابْنُ جَرِيْرٍ وَابْنُ اَبِيْ حَاتِمٍ وَاَبُو
الشَّيْخِ فِي الْعَظَمَةِ عَنْ جَابِرٍ مَرْفُوْعًا
اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِشَيْءٍ اَمَرَ بِهٖ نُوْحٌ اِبْنَهٗ اِنَّ
نُوْحًا قَالَ لِاِبْنِهٖ يَا بُنَيَّ اٰمُرُكَ اَنْ
تَقُوْلَ سُبْحَانَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا صَلٰوةُ الْخَلْقِ
وَتَسْبِيْحُ الْخَلْقِ وَبِهَا يُرْزَقُ الْخَلْقُ وَ
اَخْرَجَ اَحْمَدُ وَابْنُ مَرْدُوْيَهْ عَنِ ابْنِ
عُمَرَ مَرْفُوْعًا اِنَّ نُوْحًا لَمَّا حَضَرَتْهُ
الْوَفَاةُ قَالَ لِاِبْنَيْهِ اٰمُرُكُمَا بِسُبْحَانَ
اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ فَاِنَّهَا صَلٰوةُ كُلِّ شَيْءٍ
وَبِهَا يُرْزَقُ كُلُّ شَيْءٍ كَذَا فِي الدُّرِّ.

رہے اور اگر تمام آسمان وزمین کو ایک پلڑے میں رکھدیا جائے اور دوسرے میں یہ پاک کلمہ ہو تب بھی یہی پلڑا جھک جائے گا، اور دوسرا کام جو کرنا ہے وہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ کا پڑھنا ہے کہ یہ ساری مخلوق کی عبادت ہے اور اسی کی برکت سے تمام مخلوق کو روزی دی جاتی ہے۔ کوئی بھی چیز مخلوق میں ایسی نہیں جو اللہ کی تسبیح نہ کرتی ہو مگر تم لوگ ان کا کلام سمجھتے نہیں ہو اور جن دو چیزوں سے منع کرتا ہوں وہ شرک اور تکبر ہے کہ ان دونوں کی وجہ سے اللہ سے حجاب ہوجاتا ہے اور اللہ کی نیک مخلوق سے حجاب ہوجاتا ہے۔

ف :- لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے بیان میں بھی اس حدیث کا مضمون گذر چکا ہے، تسبیح کے متعلق جو ارشاد اس حدیث میں ہے قرآن پاک کی آیات میں بھی گذر چکا ہے۔ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ قرآن پاک کی آیت ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بہت سی احادیث میں وارد ہوا ہے کہ شب معراج میں آسمانوں کی تسبیح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خود سُنی۔ ایک مرتبہ حضورؐ کا ایسی جماعت پر گذر ہوا جو اپنے گھوڑوں اور اونٹوں پر کھڑی ہوئی تھی حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ جانوروں کو ممبر اور کرسیاں[1] نہ بناؤ، بہت سے جانور سواروں سے بہتر اور اُن سے زیادہ اللہ کا ذکر کرنے والے ہوتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ

---

[1] اگر راستہ طے کرتے ہوئے یونہی کسی سے ایک دو بات کرنی ہو تو اُترنے کی ضرورت نہیں لیکن اگر کچھ دیر تک کسی سے بات کرنی ہے یا کسی کا انتظار ہے تو جانور کی پُشت سے اُتر جانا چاہیئے۔

marfat.com

فرماتے ہیں کہ کھیتی بھی تسبیح کرتی ہے اور کھیتی والے کو اس کا ثواب ملتا ہے۔ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک پیالہ پیش کیا گیا جس میں ثرید تھا آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہ کھانا تسبیح کر رہا ہے۔ کسی نے عرض کیا آپؐ اسکی تسبیح سمجھتے ہیں، حضورؐ نے ارشاد فرمایا ہاں سمجھتا ہوں۔ اُسکے بعد آپؐ نے ایک شخص سے فرمایا کہ اس کو فُلاں شخص کے قریب کر دو۔ وہ پیالہ ان کے قریب کیا گیا تو انھوں نے بھی تسبیح سُنی۔ اسکے بعد پھر ایک تیسرے صاحب کے قریب اسی طرح کیا گیا انھوں نے بھی سُنا، کسی نے درخواست کی کہ مجمع کے سب ہی لوگوں کو سُنوایا جائے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اگر کسی کو ان میں سے سُنائی نہ دے تو لوگ سمجھیں گے کہ یہ گنہگار ہے۔

اس چیز کا تعلق کشف سے ہے۔ حضرات انبیاء علیہمُ الصّلوٰۃُ والسّلام کو تو یہ چیز بدرجۂ اَتم حاصل تھی اور ہونا چاہیئے تھی حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی بسا اوقات حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلم کے فیضِ صحبت اور انوارِ قرب کی بدولت یہ چیز حاصل ہو جاتی تھی۔ سینکڑوں واقعات اسکے شاہد ہیں۔ صوفیہ کو بھی اکثر یہ چیز مجاہدوں کی کثرت سے حاصل ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے وہ جمادات اور حیوانات کی تسبیح انکا کلام اُن کی گفتگو سمجھ لیتے ہیں۔ لیکن محقّقین مشائخ کے نزدیک چونکہ یہ چیز نہ دلیلِ کمال ہے نہ موجبِ قرب، کہ جو بھی اس قسم کے مجاہدے کرتا ہے وہ حاصل کر لیتا ہے خواہ اسکو حق تعالیٰ شانہٗ کے یہاں قُرب حاصل ہو یا نہ ہو۔ اسلئے محقّقین اسکو غیر اہم سمجھتے[1] ہیں بلکہ اس لحاظ سے مُضر سمجھتے ہیں کہ جب مبتدی اسمیں لگ جاتا ہے تو دنیا کی سیر کا ایک شوق پیدا ہو کر ترقی کیلئے مانع بن جاتا ہے۔ مجھے اپنے حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ کے بعض خُدّام کے متعلق معلوم ہے کہ جب انکو یہ صورتِ کشف پیدا ہونے لگی تو حضرت نے چند روز کیلئے اہتمام سے سب ذکر شغل چھڑا دیا تھا کہ مُبادا یہ حالت ترقی پکڑ جائے،

---

[1] عوام کے یہاں اس قسم کی عجیب و غریب باتیں بہت اہمیت رکھتی ہیں بلکہ بعض جاہل لوگ تو بزرگ ہی اسے سمجھتے ہیں جو عجیب عجیب کام کر کے دکھاتا ہو، لیکن اہلِ علم و تحقیق کے نزدیک یہ سب چیزیں بالکل بےحیثیت ہیں بزرگی اور کمال کا پیمانہ یہ ہے کہ جو شخص جتنا زیادہ فرائض و واجبات کا پابند ہے اور اتباعِ سنت کا جتنا زیادہ اہتمام کرتا ہے اتنا ہی ولی اور صاحبِ کمال ہے چاہے ساری زندگی میں ایک بھی کرامت اور ایک بھی عجیب بات نہ دکھائی ہو۔ اور جو شخص شرعی معاملات میں کوتاہ ہو اور فرائض و واجبات سے غافل ہو وہ چاہے جتنے عجیب کام کرے شریعت میں اسکا کوئی درجہ نہیں ہے۔ بازی گری اور شعبدہ بازی کو بزرگی سمجھنا انتہا درجہ کی نادانی ہے۔

marfat.com

اس کے علاوہ یہ حضرات اسلئے بھی بچتے تھے کہ اس صورت میں دوسروں کے گناہوں کا اظہار ہوتا ہے جو ان حضرات کیلئے تکدر کا سبب ہوتا ہے۔ علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ میزان الکبریٰ میں لکھا ہے کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ جب کسی شخص کو وضو کرتے ہوئے دیکھتے تو اس پانی میں جو گناہ دھلتا ہوا نظر آتا اسکو معلوم کر لیتے۔ یہ بھی معلوم ہو جاتا کہ کبیرہ گناہ ہے یا صغیرہ، مکروہ فعل ہے یا خلاف اولیٰ جیسا کہ جسمی چیزیں نظر آیا کرتی ہیں اسی طرح یہ بھی معلوم ہو جاتا تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ کوفہ کی جامع مسجد کے وضو خانہ میں تشریف فرما تھے ایک جوان وضو کر رہا تھا اسکے وضو کا پانی گرتے ہوئے آپ نے دیکھا اسکو چپکے سے نصیحت فرمائی کہ بیٹا والدین کی نافرمانی سے توبہ کرلے۔ اس نے توبہ کی۔ ایک دوسرے شخص کو دیکھا تو اسکو نصیحت فرمائی کہ بھائی زنا نہ کیا کر بہت برا عیب ہے اسوقت اس نے بھی زنا سے توبہ کی۔ ایک اور شخص کو دیکھا کہ شراب خوری اور لہو و لعب کا پانی گر رہا ہے اسکو بھی نصیحت فرمائی۔ اس نے بھی توبہ کی۔ الغرض اسکے بعد امام صاحب نے اللہ جل جلالہٗ سے دعا فرمائی کہ اے اللہ اس چیز کو مجھ سے دور فرما دے کہ میں لوگوں کی برائیوں پر مطلع ہونا نہیں چاہتا۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے دعا قبول فرمالی اور یہ چیز زائل ہو گئی، کہتے ہیں کہ اسی زمانہ میں امام صاحبؒ نے مستعمل پانی کے ناپاک ہونے کا فتویٰ دیا تھا۔ کیونکہ جب وہ پانی گندہ اور متعفن نظر آتا تھا تو کیسے اسکو پاک فرماتے۔ مگر جب یہ چیز زائل ہو گئی تو اسکو ناپاک فرمانا بھی چھوڑ دیا۔ ہمارے حضرت مولانا الشاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری نور اللہ مرقدہٗ کے خدام میں ایک صاحب تھے جو کئی کئی روز اسوجہ سے استنجے نہیں جا سکتے تھے کہ ہر جگہ انوار نظر آتے تھے۔ اور بھی سیکڑوں ہزاروں واقعات اس قسم کے ہیں جن میں کسی قسم کے تردد کی گنجائش نہیں کہ جن لوگوں کو کشف سے کوئی حصہ ملتا ہے وہ اس حصہ کے بقدر احوال کو معلوم کر لیتے ہیں۔

۱۳ عَنْ اُمِّ هَانِیٍ رض قَالَتْ مَرَّبِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ كَبُرَتْ سِنِّیْ[1] اَوْ ضَعُفْتُ اَوْ كَمَا قَالَتْ فَمُرْنِیْ بِعَمَلٍ اَعْمَلُهٗ وَ اَنَا جَالِسَةٌ قَالَ سَبِّحِی اللّٰهَ مِائَةَ تَسْبِيْحَةٍ فَاِنَّهٗ تَعْدِلُ لَكِ بِمِائَةِ رَقَبَةٍ تُعْتِقِيْهَا

۱۳ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک مرتبہ حضور کی خدمت میں تشریف لائے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں بوڑھی ہو گئی ہوں اور ضعیف ہوں کوئی عمل ایسا بتا دیجئے کہ بیٹھے بیٹھے کرتی رہا کروں۔ حضور نے فرمایا سبحان اللہ سو مرتبہ پڑھا کرو۔ اس کا ثواب ایسا ہے

[1] یہ لفظ تمام نسخوں میں چھوٹ گیا تھا اس مرتبہ اصل کتاب الترغیب والترہیب صفحہ ۲۶۲ سے درست کر دیا گیا ہے۔

marfat.com

مِنْ وُلْدِ اِسْمٰعِیْلَ وَاحْمَدِیْ اللّٰہَ مِائَۃَ تَحْمِیْدَۃٍ فَاِنَّھَا تَعْدِلُ لَکِ مِائَۃَ فَرَسٍ مُسْرَجَۃٍ مُلْجَمَۃٍ تَحْمِلِیْنَ عَلَیْھَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَکَبِّرِی اللّٰہَ مِائَۃَ تَکْبِیْرَۃٍ فَاِنَّھَا تَعْدِلُ لَکِ مِائَۃَ بَدَنَۃٍ مُقَلَّدَۃٍ مُتَقَبَّلَۃٍ وَھَلِّلِی اللّٰہَ مِائَۃَ تَھْلِیْلَۃٍ قَالَ اَبُوْخَلَفٍ اَحْسِبُہٗ قَالَ تَمْلَأُ مَا بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلَا یَرْفَعُ لِاَحَدٍ عَمَلٌ اَفْضَلُ مِمَّا یَرْفَعُ لَکِ اِلَّا اَنْ یَّاْتِیَ بِمِثْلِ مَا اَتَیْتِ۔

رواہ احمد باسناد حسن واللفظ لہ والنسائی ولم یقل ولا یرفع الی آخرہ والبیہقی بتمامہ وابن ابی الدنیا فجعل ثواب الرقاب فی التحمید والفرس فی التسبیح وابن ماجۃ بمعناہ باختصار والطبرانی فی الکبیر بنحو احمد ولم یقل احسبہ وفی الاوسط باسناد حسن بمعناہ کذا فی الترغیب باختصار قلت رواہ الحاکم بمعناہ وصححہ وعزاہ فی الجامع الصغیر الی احمد والطبرانی والحاکم ورقم لہ بالصحۃ وذکرہ فی مجمع الزوائد بطرق وقال اسانیدھا حسنۃ وفی الترغیب ایضا عن ابی امامۃ مرفوعًا بنحو حدیث الباب مختصرًا وقال رواہ الطبرانی ورواتہ رواۃ الصحیح خلا سلیم بن عثمان الفوزی یکشف حالہ فانہ لا

گویا تم نے سو غلام عرب آزاد کئے اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سو مرتبہ پڑھا کرو اس کا ثواب ایسا ہے گویا تم نے سو گھوڑے مع سامان لگام وغیرہ جہاد میں سواری کے لئے دے دیئے۔ اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ سو مرتبہ پڑھا کرو یہ ایسا ہے گویا تم نے سو اونٹ قربانی میں ذبح کئے اور وہ قبول ہو گئے اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ سو مرتبہ پڑھا کرو اس کا ثواب تو تمام آسمان زمین کے درمیان کو بھر دیتا ہے اس سے بڑھکر کسی کا کوئی عمل نہیں جو مقبول ہو۔ حضرت ابورافع رض کی بیوی حضرت سلمیٰ رض نے بھی حضور صلعم سے عرض کیا کہ مجھے کوئی وظیفہ مختصر سا بتا دیجئے زیادہ لمبا نہ ہو (حضور صلعم نے ارشاد فرمایا کہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ دس مرتبہ پڑھا کرو اللہ جل شانہٗ اسکے جواب میں فرماتے ہیں کہ یہ میرے لئے ہے پھر سُبْحَانَ اللّٰہِ دس مرتبہ کہا کرو اللہ تعالیٰ پھر یہی فرماتے ہیں کہ یہ میرے لئے ہے۔ پھر اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ دس مرتبہ پڑھا کرو۔ حق تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں کہ ہاں میں نے مغفرت کر دی۔ دس مرتبہ تم اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ کہو دس مرتبہ اللہ جل شانہٗ فرماتے ہیں کہ میں نے مغفرت کر دی)

ف:۔ ضعفا اور بوڑھوں کیلئے بالخصوص عورتوں کیلئے کس قدر سہل اور مختصر چیز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تجویز فرما دی ہے۔ دیکھئے ایسی مختصر

marfat.com

یحضرنی الآن فیہ جرح ولا عدالۃ اھ
وفی الباب عن سلمٰی ام بنی ابی رافع
قالت یارسول اللہ اخبرنی بکلمات
ولا تکثر علی الحدیث مختصراً وفیہ
التکبیر والتسبیح عشراً عشراً واللھم
اغفرلی عشراً قال المنذری رواہ
الطبرانی ورواتہ محتج بھم فی الصحیح
اھ قلت وبمعناہ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ
عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ مَرْفُوْعًا بِلَفْظِ مَنْ
سَبَّحَ اللّٰہَ مِائَۃً بِالْغَدَاۃِ وَمِائَۃً بِا
لْعَشِیِّ کَانَ کَمَنْ حَجَّ مِائَۃَ حَجَّۃٍ الحدیث
وجعل فیہ التحمید کمن حمل علی
مائۃ فرس والتھلیل کمن اعتق
مائۃ رقبۃ من ولد اسمٰعیل ذکرہ
فی المشکوۃ بروایۃ الترمذی وقال
حسن غریب۔

چیزوں پر جن میں نہ زیادہ مشقت ہے
نہ چلنا پھرنا ہے کتنے بڑے ثوابوں کا
وعدہ ہے۔ کتنی کم نصیبی ہوگی اگر انکو
وصول نہ کیا جائے۔ حضرت اُمِّ سلیم رضؓ
کہتی ہیں میں نے حضورؐ سے عرض کیا
کوئی چیز مجھے تعلیم فرما دیجئے جس کے
ذریعہ سے نماز میں دعا کیا کروں، حضورؐ
نے ارشاد فرمایا کہ سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ
لِلّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۱۰۰ مرتبہ پڑھ لیا کرو
اور جو چاہے اسکے بعد دعا کیا کرو۔
دوسری حدیث میں اسکے بعد یہ ارشاد
ہے کہ جو چاہے دعا کیا کرو۔ حق تعالیٰ
شانہٗ فرماتے ہیں ہاں ہاں (میں قبول کی)
کتنے سہل اور معمولی الفاظ ہیں جنکو نہ یاد
کرنا پڑتا ہے نہ ان میں کوئی محنت
اٹھانی پڑتی ہے۔ دن بھر ہم لوگ
بکواس میں گذار دیتے ہیں تجارت کے ساتھ دکان پر بیٹھے بیٹھے یا کھیتی کے ساتھ
زمین کے انتظامات میں مشغول رہتے ہوئے اگر زبان سے ان تسبیحوں کو پڑھتے رہیں تو
دُنیا کی کمائی کے ساتھ ہی آخرت کی کتنی بڑی دولت ہاتھ آجائے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضؓ قَالَ قَالَ
رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ
لِلّٰہِ مَلٰٓئِکَۃً یَطُوْفُوْنَ فِی الطُّرُقِ
یَلْتَمِسُوْنَ اَھْلَ الذِّکْرِ فَاِذَا وَجَدُوْا
قَوْمًا یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ تَنَادَوْا ھَلُمُّوْا اِلٰی
حَاجَتِکُمْ فَیَحُفُّوْنَھُمْ بِاَجْنِحَتِھِمْ اِلَی
السَّمَآءِ فَاِذَا تَفَرَّقُوْا عَرَجُوْا وَصَعِدُوْا

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد
ہے کہ فرشتوں کی ایک جماعت ہے جو
راستوں وغیرہ میں گشت کرتی رہتی ہے
اور جہاں کہیں ان کو اللہ کا ذکر کرنیوالے
ملتے ہیں تو وہ آپس میں ایک دوسرے کو
بلا کر سب جمع ہوجاتے ہیں اور ذکر کرنیوالوں
کے گرد آسمان تک جمع ہوتے رہتے ہیں،

marfat.com

فَيَسْأَلُهُمْ رَبُّهُمْ وَهُوَ يَعْلَمُ مِنْ أَيْنَ جِئْتُمْ فَيَقُولُونَ جِئْنَا مِنْ عِنْدِ عِبَادٍ لَكَ يُسَبِّحُونَكَ وَيُكَبِّرُونَكَ وَيُحَمِّدُونَكَ فَيَقُولُ هَلْ رَأَوْنِي فَيَقُولُونَ لَا فَيَقُولُ كَيْفَ لَوْ رَأَوْنِي فَيَقُولُونَ لَوْ رَأَوْكَ كَانُوا أَشَدَّ لَكَ عِبَادَةً وَأَشَدَّ لَكَ تَمْجِيدًا وَأَكْثَرَ لَكَ تَسْبِيحًا فَيَقُولُ فَمَا يَسْأَلُونَ فَيَقُولُونَ يَسْأَلُونَكَ الْجَنَّةَ فَيَقُولُ وَهَلْ رَأَوْهَا فَيَقُولُونَ لَا فَيَقُولُ فَكَيْفَ لَوْ رَأَوْهَا فَيَقُولُونَ لَوْ أَنَّهُمْ رَأَوْهَا كَانُوا أَشَدَّ عَلَيْهَا حِرْصًا وَأَشَدَّ لَهَا طَلَبًا وَأَعْظَمَ فِيهَا رَغْبَةً قَالَ فَمِمَّ يَتَعَوَّذُونَ فَيَقُولُونَ يَتَعَوَّذُونَ مِنَ النَّارِ فَيَقُولُ وَهَلْ رَأَوْهَا فَيَقُولُونَ لَا فَيَقُولُ فَكَيْفَ لَوْ رَأَوْهَا فَيَقُولُونَ لَوْ أَنَّهُمْ رَأَوْهَا كَانُوا أَشَدَّ مِنْهَا فِرَارًا وَأَشَدَّ لَهَا مَخَافَةً فَيَقُولُ فَأُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ فَيَقُولُ مَلَكٌ مِنَ الْمَلَائِكَةِ فُلَانٌ لَيْسَ مِنْهُمْ إِنَّمَا جَاءَ لِحَاجَةٍ قَالَ هُمُ الْقَوْمُ لَا يَشْقَى بِهِمْ جَلِيسُهُمْ رواه البخاری ومسلم والبیہقی فی الاسماء و الصفات کذا فی الدر والمشکوٰۃ۔

جب وہ مجلس ختم ہو جاتی ہے تو وہ آسمان پر جاتے ہیں اللہ جل جلالہٗ باوجودیکہ ہر چیز کو جانتے ہیں پھر بھی دریافت فرماتے ہیں کہ تم کہاں سے آئے ہو؟ وہ عرض کرتے ہیں کہ تیرے بندوں کی فلاں جماعت کے پاس سے آئے ہیں جو تیری تسبیح اور تکبیر اور تحمید (بڑائی بیان کرنے) اور تعریف کرنے میں مشغول تھے۔ ارشاد ہوتا ہے کیا ان لوگوں نے مجھے دیکھا ہے، عرض کرتے ہیں یا اللہ دیکھا تو نہیں، ارشاد ہوتا ہے کہ اگر وہ مجھے دیکھ لیتے تو کیا حال ہوتا عرض کرتے ہیں کہ اور بھی زیادہ عبادت میں مشغول ہوتے اور اس سے بھی زیادہ تیری تعریف اور تسبیح میں منہمک ہوتے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ وہ کیا چاہتے ہیں؟ عرض کرتے ہیں کہ وہ جنّت چاہتے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے کیا انھوں نے جنّت کو دیکھا ہے؟ عرض کرتے ہیں کہ دیکھا تو نہیں۔ ارشاد ہوتا ہے اگر دیکھ لیتے تو کیا ہوتا۔ عرض کرتے ہیں کہ اس سے بھی زیادہ شوق اور تمنّا اور اسکی طلب میں لگ جاتے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ کس چیز سے پناہ مانگ رہے تھے؟ عرض کرتے ہیں کہ جہنّم سے پناہ مانگ رہے تھے ارشاد ہوتا ہے کیا انھوں نے جہنّم کو دیکھا ہے؟ عرض کرتے ہیں کہ دیکھا تو ہے نہیں۔ ارشاد ہوتا ہے اگر دیکھتے تو کیا ہوتا؟ عرض کرتے ہیں اور بھی زیادہ اس سے بھاگتے اور بچنے کی کوشش کرتے۔ ارشاد ہوتا ہے اچھا تم گواہ رہو کہ میں نے اس مجلس والوں کو سب کو بخشدیا۔ ایک فرشتہ عرض کرتا ہے یا اللہ فلاں شخص

marfat.com

اس مجلس میں اِتفاقاً اپنی کسی ضرورت سے آیا تھا وہ اس مجلس کا شریک نہیں تھا۔ ارشاد ہوتا ہے کہ یہ جماعت ایسی مُبارک ہے کہ ان کا پاس بیٹھنے والا بھی محروم نہیں[ط] ہوتا۔ (لہذا اُسکو بھی بخشدیا)۔

ف :- اس قسم کا مضمون مُتَعَدِّد احادیث میں وارد ہوا ہے کہ فرشتوں کی ایک جماعت ذِکر کی مجالس اور ذِکر کرنیوالی جماعتوں اور افراد کی تلاش میں رہتی ہے اور جہاں مل جاتی ہے انکے پاس یہ جماعت بیٹھتی ہے اُن کا ذکر سُنتی ہے۔ چنانچہ پہلے باب کی حدیث نمبر ۸ میں یہ مضمون گذر چکا ہے اور اسمیں یہ گذر چکا ہے کہ فرشتوں سے تفاخُر کے طور پر اللہ جل جلالہٗ اسکا ذکر کیوں فرماتے ہیں۔ فرشتہ کا یہ عرض کرنا کہ ایک شخص مجلس میں ایسا بھی تھا کہ جو اپنی ضرورت سے آیا تھا واقعہ کا اظہار ہے کہ اسوقت یہ حضرات بمنزلہ گواہوں کے ہیں اور ان لوگوں کی عبادت اور ذکر اللہ میں مشغولی کی گواہی دے رہے ہیں اسی وجہ سے اسکے اظہار کی ضرورت پیش آئی کہ مُبادا اعتراض ہوجائے لیکن یہ اللہ کا لُطف ہے کہ ذاکرین کی برکت سے انکے پاس اپنی ضرورت سے بیٹھنے والے کو بھی محروم نہ فرمایا۔ اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (سورۂ توبہ، رکوع ۱۵) (اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو) صوفیہ کا ارشاد ہے کہ اللہ جل جلالہٗ کے ساتھ رہو اور اگر یہ نہیں ہوسکتا تو پھر ان لوگوں کے ساتھ رہو جو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ رہنے کا مطلب یہ ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں ارشاد ہے حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بندہ نوافل کے ذریعہ میرے قرب میں ترقی کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اسکو اپنا محبُوب بنالیتا ہوں اور جب میں محبُوب بنالیتا ہوں۔ تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سُنے، اُس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے دیکھے، اُس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے پکڑے، اُس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلے، جو وہ مجھ سے مانگتا ہے میں اُس کو دیتا ہوں۔ ہاتھ پاؤں بن جانے کا مطلب یہ ہے کہ اُس کا ہر

ط جسطرح اس دنیا میں جب کسی خطۂ زمین پر پانی برستا ہے تو اسمیں یہ امتیاز نہیں ہوتا کہ فلاں کا کھیت سیراب ہو اور فلاں کا نہ ہو۔ اسی طرح خدائے پاک جب کسی مجلس پر رحمت کی بارش کرتا ہے تو یہ فرق اُٹھادیتا ہے کہ کون اس مجلس میں اسی کے مقصد سے بیٹھا تھا اور کون اپنی کسی ضرورت سے آیا تھا۔

ع مے خانے کا محروم بھی محروم نہیں ہے

marfat.com

زُبیدہ کو کسی نے خواب میں دیکھا اُس سے پوچھا کیا گذری، اُس نے کہا کہ ان چار کلموں کی بدولت میری مغفرت ہوگئی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَفْنٰنِیْ بِہَا عُمْرِیْ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَدْخُلُ بِہَا قَبْرِیْ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَخْلُوْ بِہَا وَحْدِیْ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَلْقٰی بِہَا رَبِّیْ (لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے ساتھ اپنی عُمر کو ختم کروں گی اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہی کو قبر میں لے کر جاؤں گی، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہی کے ساتھ تنہائی کا وقت گذاروں گی اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہی کو لے کر اپنے رب کے پاس جاؤں گی۔)

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَوْصِنِیْ قَالَ اِذَا عَمِلْتَ سَیِّئَۃً فَاَتْبِعْہَا حَسَنَۃً تَمْحُہَا قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَمِنَ الْحَسَنَاتِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ قَالَ ہِیَ اَفْضَلُ الْحَسَنَاتِ رواہ احمد وفی مجمع الزوائد رواہ احمد ورجالہ ثقات الا ان شہر بن عطیۃ حدثہ عن اشیاخہ ولم یسم احداً منہم قال السیوطی فی الدر اخرجہ ایضاً ابن مردویہ والبیہقی فی الاسماء والصفات قلت واخرجہ الحاکم بلفظ یا اَبَا ذَرٍّ اِتَّقِ اللّٰہَ حَیْثُ کُنْتَ وَاَتْبِعِ السَّیِّئَۃَ الْحَسَنَۃَ تَمْحُہَا وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ وقال صحیح علی شرطہما واقرہ علیہ الذہبی وذکرہ السیوطی فی الجامع مختصراً و رقم لہ بالصحۃ۔

حضرت ابوذر غفاریؓ نے عرض کیا یارسول اللہ مجھے کوئی وصیت فرمادیجئے، ارشاد ہوا کہ جب کوئی بُرائی سرزد ہوجائے تو کفارہ کے طور پر فوراً کوئی نیک کام کرلیا کرو (تاکہ بُرائی کی نحوست دُھل جائے) میں نے عرض کیا یارسول اللہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھنا بھی نیکیوں میں داخل ہے؟ حضورؐ نے فرمایا کہ یہ تو ساری نیکیوں میں افضل ہے۔

ف:- بُرائی اگر گناہ صغیرہ ہے تو نیکی سے اُس کا محو ہوجانا اور مٹ جانا ظاہر ہے اور اگر کبیرہ ہے تو قاعدہ کے موافق توبہ سے محو ہوسکتی ہے یا محض اللہ کے فضل سے، جیسا پہلے بھی گذر چکا ہے، بہرصورت محو ہونے کا مطلب یہ ہے کہ پھر وہ گناہ اعمالنامہ میں رہتا ہے نہ کہیں اُس کا ذکر ہوتا ہے چنانچہ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جب بندہ توبہ کرتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ وہ گناہ کراماً کاتبین کو بھلادیتے ہیں اور اس گناہگار کے ہاتھ پاؤں کو بھی بھلادیتے ہیں اور زمین کے اُس حصہ کو بھی جس پر وہ گناہ کیا گیا ہے حتیٰ کہ کوئی بھی اُس گناہ کی گواہی دینے والا نہیں رہتا۔ گواہی کا مطلب یہ ہے کہ قیامت میں آدمی کے ہاتھ پاؤں اور بدن کے دوسرے حصے نیک یا بد اعمال جو بھی کئے ہوں ان کی گواہی دیں گے جیسا کہ باب سوم فصل دوم حدیث نمبر ۱۸ کے تحت میں آرہا ہے۔ حدیث بالا کی تائید اُن روایات سے

marfat.com

بھی ہوتی ہے جن میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسا کہ گناہ کیا ہی نہیں، یہ مضمون کئی حدیثوں میں[1] وارِد ہوا ہے۔ توبہ اُس[2] کو کہتے ہیں کہ جو گناہ ہو چکا اُس پر انتہائی ندامت اور شرم ہو اور آئندہ کیلئے پکّا ارادہ ہو کہ پھر کبھی اُس گناہ کو نہیں کروں گا، ایک دوسری حدیث میں حضورؐ کا ارشاد وارِد ہوا ہے کہ "اللہ کی عبادت کر اور کسی کو اُس کا شریک نہ بنا اور ایسے اخلاص سے عمل کیا کر جیسا کہ وہ پاک ذات تیرے سامنے ہو اور اپنے آپ کو مُردوں میں شمار کر اور اللہ کی یاد ہر پتھر اور ہر درخت کے قریب کر (تاکہ بہت سے گواہ قیامت کے دن ملیں) اور جب کوئی بُرائی ہو جائے تو اسکے کفارہ میں کوئی نیکی کیا کر، اگر بُرائی مخفی کی ہے تو نیکی بھی مخفی[3] ہو اور بُرائی کو عَلَی الاِعْلَان کیا ہے تو اُسکے کفارہ میں نیکی بھی عَلَی الاِعْلَان ہو[4]"

(۲۴) عَنْ تَمِیْمِ الدَّارِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاحِدًا اَحَدًا صَمَدًا لَمْ یَتَّخِذْ صَاحِبَۃً وَّلَا وَلَدًا وَّلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ۔ عَشْرَ مَرَّاتٍ کُتِبَتْ لَہٗ اَرْبَعُوْنَ اَلْفَ حَسَنَۃٍ۔ اخرجہ احمد قلت اخرج الحاکم شواھدہ بالفاظ مختلفۃ۔

(۲۴) حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاحِدًا اَحَدًا صَمَدًا لَمْ یَتَّخِذْ صَاحِبَۃً وَّلَا وَلَدًا وَّلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ کو دس مرتبہ پڑھے گا چالیس ہزار نیکیاں اسکے لئے لکھی جائیں گی۔

ف:- کلمہ طیبہ کی خاص خاص مقدار پر بھی حدیث کی کتابوں میں بڑی فضیلتیں ذکر فرمائی گئی ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے جب تم فرض نماز پڑھا کرو تو ہر فرض کے بعد دس مرتبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ پڑھا کرو اس کا ثواب ایسا ہے جیسے ایک غلام آزاد کیا۔

(۲۵) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ اَحَدًا صَمَدًا لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ

(۲۵) دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ

---

[1] جامع صغیر میں ابن ماجہ، حکیم ترمذی، بیہقی، ابن عساکر اور دیلمی وغیرہم کے حوالوں سے یہ روایات موجود ہیں۔
[2] توبہ کے تین رکن ہیں جنکے بغیر توبہ توبہ نہیں بنتی (۱) ابتک کئے ہوئے پر ندامت و شرمندگی (۲) آئندہ کبھی نہ کرنے کا پکّا عہد (۳) اور اسوقت بُرے کاموں سے بالکل علیحدگی [3] مخفی:- پوشیدہ، چھپکر [4] رواہ الطبرانی فی الکبیر والبیہقی فی شعب الایمان عن معاذ بن جبل رض کمافی الجامع الصغیر۔

marfat.com

لَہٗ اَحَدًا صَمَدًا لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ۔ کَتَبَ اللّٰہُ لَہٗ اَلْفَ اَلْفِ حَسَنَۃٍ رواہ الطبرانی کذا فی الترغیب وفی مجمع الزوائد فیہ۔ فائد ابو الورقاء متروک۔

یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ۔ پڑھے اُسکے لئے بیس لاکھ نیکیاں لکھی جائیں گی[1]

ف:۔ کس قدر اللہ جل شانہٗ کے یہاں سے اِنعام واحسان کی بارش ہے کہ ایک معمولی سی چیز کے پڑھنے پر جس میں نہ مشقت نہ وقت خرچ ہو پھر بھی ہزار ہزار لاکھ لاکھ نیکیاں عطا ہوتی ہیں لیکن ہم لوگ اسقدر غفلت اور دُنیاوی اعراض کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں کہ ان الطاف کی بارشوں سے کچھ بھی وصول نہیں کرتے۔ اللہ جل شانہٗ کے یہاں ہر نیکی کیلئے کم از کم دس گنا ثواب تو متعین ہی ہے بشرطیکہ اخلاص سے ہو۔ اُسکے بعد اخلاص ہی کے اعتبار سے ثواب بڑھتا رہتا ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ اِسلام لانے سے پہلے جتنے گناہ حالتِ کفر میں کئے ہیں وہ معاف ہوجاتے ہیں اُسکے بعد پھر حساب ہے، ہر نیکی دس گنے سے لے کر سات سو تک اور جہاں تک اللہ چاہے لکھی جاتی ہیں اور بُرائی ایک ہی لکھی جاتی ہے۔ اور اگر اللہ جل شانہٗ اُسکو معاف فرمادیں تو وہ بھی نہیں لکھی جاتی، دوسری حدیث میں ہے جب بندہ نیکی کا ارادہ کرتا ہے تو صرف ارادہ سے ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور جب عمل کرتا ہے تو دس نیکیاں سات سو تک اور اسکے بعد جہاں تک اللہ تعالیٰ شانہٗ چاہیں لکھی جاتی ہیں، اس قسم کی اور بھی احادیث بکثرت ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ جل شانہٗ کے یہاں دینے میں کمی نہیں کوئی لینے والا ہو، یہی چیز اللہ والوں کی نگاہ میں ہوتی ہے جس کی وجہ سے دُنیا کی بڑی سے بڑی دولت بھی اُن کو نہیں لُبھا سکتی۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنْھُمْ[2]

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اعمال چھ طریقے کے ہیں اور آدمی چار طریقے کے، دو عمل تو واجب کرنیوالے ہیں اور دو برابر سرابر اور ایک دس گنا اور ایک سات سو گنا۔ دو عمل جو واجب کرنیوالے ہیں۔ ایک یہ کہ جو شخص اس حال میں مرے کہ شرک نہ کرتا ہو وہ ضرور جنت میں داخل ہوگا۔ دوسرے جو شخص شرک کی حالت میں مرے ضرور جہنم میں جائے گا، اور جو عمل برابر سرابر ہے وہ نیکی کا ارادہ ہے کہ دِل اُسکے لئے پختہ ہوگیا ہو (مگر اس عمل کی نوبت نہ آئی ہو) اور دس گنا اجر ہے اگر عمل بھی کرلے اور اللہ کے

[1] یہ حدیث بہت زیادہ کمزور درجہ کی ہے جیسا کہ خود حضر شیخ مدظلہٗ نے عربی کے کالم میں نقل کیا ہے اسکا ایک راوی متروک ہے [2] یعنی اے اللہ! مجھے بھی انمیں بنادے۔ اے اللہ! ہم سبھی کو اپنے مقبول بندوں میں شامل فرما۔ آمین۔

marfat.com

راستہ میں (جہاد وغیرہ میں) خرچ کرنا سات سو درجہ کا اجر رکھتا ہے اور گناہ اگر کرے تو ایک کا بدلہ ایک ہی ہے اور چار قسم کے آدمی یہ ہیں کہ بعض لوگ ایسے ہیں جن پر دنیا میں تنگی ہے آخرت میں وسعت، بعض ایسے ہیں جن پر دونوں جگہ تنگی ہے (کہ دنیا میں فقر آخرت میں عذاب ہے) بعض ایسے ہیں کہ دونوں جہان میں وسعت ہے۔ ایک شخص حضرت ابوہریرہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا میں نے سنا ہے۔ آپ یہ نقل کرتے ہیں کہ اللہ جل شانہٗ بعض نیکیوں کا بدلہ دس لاکھ گنا عطا فرماتے ہیں، حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا اس میں تعجب کی کیا بات ہے میں نے خدا کی قسم ایسا ہی سنا ہے، دوسری حدیث میں ہے کہ میں نے حضورؐ سے سنا ہے کہ بعض نیکیوں کا ثواب بیس لاکھ تک ملتا ہے اور جب حق تعالیٰ شانہٗ یُضَاعِفُهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ارشاد فرمائیں (اُسکے ثواب کو بڑھاتے ہیں اور اپنے پاس سے بہت سا اجر دیتے ہیں) جس چیز کو اللہ تعالیٰ اجرِ عظیم فرمائیں اسکی مقدار کا اندازہ کون کرسکتا ہے، امام غزالی رح فرماتے ہیں کہ ثواب کی اتنی بڑی مقداریں جب ہی ہوسکتی ہیں جب ان الفاظ کے معانی کا تصور اور لحاظ کرکے پڑھے کہ یہ اللہ تعالیٰ شانہ کی اہم صفات ہیں،

(۳۶) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ يَتَوَضَّأُ فَيُبْلِغُ اَوْ فَيُسْبِغُ الْوُضُوْءَ ثُمَّ يَقُوْلُ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اِلَّا فُتِحَتْ لَهٗ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةُ يَدْخُلُ مِنْ اَيِّهَا شَآءَ رواہ مسلم وابوداود وابن ماجۃ وقالا فیحسن الوضوء زاد ابوداود ثم یرفع طرفہ الی السماء ثم یقول ذکرہ

(۳۶) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص وضو کرے اور اچھی طرح کرے (یعنی سنتوں اور آداب کی پوری رعایت کرے) پھر یہ دعا پڑھے اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ اسکے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھل جاتے ہیں جس دروازے سے دل چاہے داخل ہو۔

ف:۔ جنت میں داخل ہونے کیلئے ایک دروازہ بھی کافی ہے[۲] پھر آٹھوں کا

[۱] اس مضمون کی ایک حدیث ابھی اوپر نمبر ۳۵ میں گذری ہے اور حافظ ابن رجب حنبلی نے جامع العلوم والحکم صفحہ ۲۵۵ میں مسند احمد کے حوالہ سے حضرت ابوہریرہؓ کی ایک روایت نقل کی ہے کہ ایک نیکی کا ثواب بیس لاکھ گنا تک بڑھایا جاتا ہے،

[۲] اسکا ایک مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ یہ کئی کئی دروازے ضروری نہیں کہ کسی ایک مکان ہی کے ہوں بلکہ جسطرح وزیروں اور معزز لوگوں کے لئے بڑے خوبصورت دروازے بنائے جاتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اہل جنت کے اعزاز واکرام میں بہت سے دروازے بنائے گا۔ (تلخیص از رمضان کیا ہے؟)

marfat.com

ورواہ الترمذی کابی داود وزاد اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ الحدیث وتکلم فیہ کذا فی الترغیب زاد السیوطی فی الدر ابن ابی شیبۃ والدارمی۔

کھل جانا یہ غایت اعزاز واکرام کے طور پر ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جو شخص اس حال میں مرے کہ اللہ کیساتھ شرک نہ کرتا ہو اور ناحق کسی کا خون نہ کیا ہو وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو۔

(۲۷) عَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَیْسَ مِنْ عَبْدٍ یَقُوْلُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مِائَۃَ مَرَّۃٍ اِلَّا بَعَثَہُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَوَجْھُہٗ کَالْقَمَرِ لَیْلَۃَ الْبَدْرِ وَلَمْ یَرْفَعْ لِاَحَدٍ یَوْمَئِذٍ عَمَلٌ اَفْضَلُ مِنْ عَمَلِہٖ اِلَّا مَنْ قَالَ مِثْلَ قَوْلِہٖ اَوْ زَادَ رواہ الطبرانی وفیہ عبد الوھاب بن ضحاک متروک کذا فی مجمع الزوائد قلت ھو من رواۃ ابن ماجۃ ولا شک انھم ضعفوہ جداً الا ان معناہ مؤید بروایات منھا ما تقدم من روایات یحییٰ بن طلحۃ ولا شک انہ افضل الذکر ولہ شاھد من حدیث ام ھانی الآتی۔

(۲۷) حضورؐ کا ارشاد ہے جو شخص سو مرتبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھا کرے حق تعالیٰ شانہٗ قیامت کے دن اسکو ایسا روشن چہرہ والا اُٹھائیں گے جیسے چودھویں رات کا چاند ہوتا ہے اور جس دن یہ تسبیح پڑھے اُس دن اُس سے افضل عمل والا وہی شخص ہو سکتا ہے جو اس سے زیادہ پڑھے[1]

ف:- متعدد روایات اور آیات سے یہ مضمون ثابت ہوتا ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دِل کیلئے بھی نور ہے اور چہرے کیلئے بھی نور ہے۔ اور یہ تو مشاہدہ بھی ہے کہ جن اکابر کا اس کلمہ کی کثرت معمول ہے ان کا چہرہ دنیا ہی میں نورانی ہوتا ہے۔

(۲۸) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ افْتَحُوْا عَلٰی صِبْیَانِکُمْ اَوَّلَ کَلِمَۃٍ بِلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَلَقِّنُوْھُمْ عِنْدَ الْمَوْتِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فَاِنَّہٗ مَنْ کَانَ اَوَّلُ کَلَامِہٖ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاٰخِرُ کَلَامِہٖ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ثُمَّ عَاشَ اَلْفَ

(۲۸) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بچہ کو شروع میں جب وہ بولنا سیکھنے لگے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یاد کراؤ اور جب مرنے کا وقت آئے جب بھی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تلقین کرو، جس شخص کا اوّل کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہو اور آخری کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہو وہ ہزار

[1] اس حدیث کے مضمون کی اگرچہ دوسری روایات سے تائید ہوتی ہے لیکن خود یہ حدیث کمزور ہے جیسا کہ حضرت شیخ نے خود حصنِ عربی میں نقل کیا ہے۔

marfat.com

سَنَةٍ لَمْ يُسْئَلْ عَنْ ذَنْبٍ وَاحِدٍ موضوع ابن محمویۃ وابوہ مجھولان وقد ضعف البخاری ابراھیم بن مھاجر حکاہ السیوطی عن ابن الجوزی ثم تعقبہ بقولہ الحدیث فی المستدرک واخرجہ البیھقی فی الشعب عن الحاکم وقال متن غریب لم نکتبہ الا بھذا الاسناد واورد ہ الحافظ ابن حجر فی امالیہ ولم یقدح فیہ بشئ الا انہ قال ابراھیم فیہ لین وقد اخرج لہ مسلم فی المتابعات کذا فی اللالی و ذکرہ السیوطی فی شرح الصدور ولم یقدح فیہ بشئ قلت وقد ورد فی التلقین احادیث کثیرۃ ذکرھا الحافظ فی التخلیص وقال فی جملۃ من رواھا وعن عروۃ بن مسعود الثقفی رواہ العقیلی باسناد ضعیف ثم قال روی فی الباب احادیث صحاح عن غیر واحد من الصحابۃ و رواہ ابن ابی الدنیا فی کتاب المحتضرین من طریق عروۃ بن مسعود عن ابیہ عَنْ حُذَيْفَةَ بِلَفْظِ لَقِّنُوْا مَوْتَاكُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَاِنَّهَا تَهْدِمُ مَا قَبْلَهَا مِنَ الْخَطَايَا وروی فیہ ایضاً عن عمر وعثمان وابن مسعود وانس وغیرھم اھ وفی الجامع الصغیر لقنوا موتاکم۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رواہ

برس بھی زندہ رہے تو (انشاء اللہ) کسی گناہ کا اُس سے مطالبہ نہیں[1] ہوگا (یا اس وجہ سے کہ گناہ صادر ہوا تو توبہ وغیرہ سے معاف ہوجائے گیا اس وجہ سے کہ اللہ جل جلالہٗ اپنے فضل سے معاف فرمادیں گے۔

ف:- تلقین اسکو کہتے ہیں کہ مرتے وقت آدمی کے پاس بیٹھ کر کلمہ پڑھا جائے تاکہ اسکو سُن کر وہ بھی پڑھنے لگے، اُس پر اُس وقت جبر یا تقاضا نہیں کرنا چاہیئے کہ وہ شدّتِ تکلیف میں ہوتا ہے۔ اخیر وقت میں کلمہ تلقین کرنے کا حکم اور بھی بہت سی احادیثِ صحیحہ میں وارد ہوا ہے، متعدد حدیثوں میں یہ بھی ارشاد نبوی وارد ہوا ہے کہ جس شخص کو مرتے وقت لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ نصیب ہوجائے اُس سے گناہ ایسے گرجاتے ہیں جیسے سَیلاب کی وجہ سے تعمیر، بعض احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ جس شخص کو مرتے وقت یہ مُبارک کلمہ نصیب ہوجاتا ہے تو پچھلی خطائیں معاف ہوجاتی ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ مُنافق کو اس کلمہ کی توفیق نہیں ہوتی۔ ایک حدیث میں آیا ہے اپنے مُردوں کو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا توشہ دیا کرو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص کسی بچّہ کی پرورش کرے یہاں تک کہ وہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

[1] اس حدیث کے قریب قریب مضمون کی متعدد روایات حافظ ابن حجر نے تلخیص جیر میں نقل کی ہیں جن سے اس مضمون کی کسیقدر تائید ہوتی ہے لیکن خود یہ روایت کمزور ہے جیسا کہ خود حضرت شیخ مدظلہ نے نقل کیا ہے۔

marfat.com

احمد ومسلم والاربعة عن ابی سعید ومسلم وابن ماجة عن ابی هریرة والنسائی عن عائشة ورقم له بالصحة وفی الحصن اِذَا نَضَحَ الْوَلَدُ فَلَقِّنُوْهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وفی الحرز رواه ابن السنی عن عمرو بن العاص اھ قلت ولفظه فی عمل الیوم واللیلة عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ وَجَدْتُّ فِیْ کِتَابِ جَدِّیْ الَّذِیْ حَدَّثَهٗ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا نَضَحَ اَوْلَادُکُمْ فَعَلِّمُوْهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ثُمَّ لَا تُبَالُوْا مَتٰی مَاتُوْا وَاِذَا اتْغَرُّوْا فَمُرُوْهُمْ بِالصَّلٰوةِ وفی الجامع الصغیر برواية احمد وابی داود والحاکم عَنْ مُعَاذٍ رض مَنْ کَانَ اٰخِرُ کَلَامِهٖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ ورقم له بالصحة وفی مجمع الزوائد عَنْ عَلِیٍّ رَفَعَهٗ مَنْ کَانَ اٰخِرُ کَلَامِهٖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَمْ یَدْخُلِ النَّارَ وفی غیر روایة مرفوعة مَنْ لُقِّنَ عِنْدَ الْمَوْتِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ۔

کہنے لگے اُس سے حساب معاف ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص نماز کی پابندی کرتا ہے مرنے کے وقت ایک فرشتہ اُسکے پاس آتا ہے جو شیطان کو دُور کر دیتا ہے اور مرنے والے کو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ تلقین کرتا ہے، ایک بات کثرت سے تجربہ میں آئی ہے کہ اکثر و بیشتر تلقین کا فائدہ جب ہی ہوتا ہے کہ زندگی میں بھی اس پاک کلمہ کی کثرت رکھتا ہو۔ ایک شخص کا قصہ لکھا ہے کہ وہ بھُس[1] فروخت کیا کرتا تھا جب اُسکے مرنے کا وقت آیا تو لوگ اُسکو کلمہ کی تلقین کرتے تھے اور وہ کہتا تھا کہ یہ گٹھا[2] اتنے کا ہے اور یہ اتنے کا ہے۔ اسی طرح اور بھی متعدد واقعات نُزہَتُہ البَسَاطِین میں بھی لکھے ہیں اور مشاہدہ میں بھی آتے ہیں۔ بَسا اوقات کسی گناہ کا کرنا بھی اس کا سبب بن جاتا ہے کہ مرتے وقت کلمہ طیبہ نصیب نہیں ہوتا۔

---

[1] سابقہ نسخوں میں یہ لفظ اثفرو (ث ف) اور کسی میں اتفرو (ت ف) چھپا ہے۔ جو بظاہر کتابت کی غلطی نظر آتی ہے۔ صحیح لفظ اثغرو یعنی (ث غ) ہونا چاہیئے۔

حافظ ابن السنی کی کتاب "عمل الیوم واللیلة" جہاں سے یہ روایت لی گئی ہے اس میں دیکھنے کے بعد تصحیح کر دی گئی ہے۔ "اثغر الصبی" کے معنی ہیں بچہ کا اس عمر کو پہنچ جانا جب اسکے دودھ کے دانت ٹوٹنے لگتے ہیں اور دوسرے نئے دانت نکلتے ہیں اسوقت بچوں کو نماز کی تاکید کرنی چاہیئے۔ یہ عمر تقریباً وہی ہے جو دوسری حدیث میں آئی ہے کہ جب بچہ سات سال کا ہو جائے تو اُسے نماز کا حکم کرو۔

[2] بھوسہ جو چوپایوں کے چارے میں کام آتا ہے گٹھا گٹھر، بڑی گٹھری۔

marfat.com

افیُون کے نُقصانات اور مسواک کے فائدے علماء نے لکھا ہے کہ افیون[1] کھانے میں ستر نقصان ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ مرتے وقت کلمہ یاد نہیں آتا۔ اسکے بالمقابل مِسواک میں ستر فائدے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ مرتے وقت کلمہ طیبہ یاد آتا ہے، ایک شخص کا قصہ لکھا ہے کہ مرتے وقت اسکو کلمۂ شہادت تلقین کیا گیا وہ کہنے لگا کہ اللہ سے دُعا کرو میری زبان سے نکلتا نہیں۔ لوگوں نے پوچھا کیا بات ہے اُس نے کہا میں تولنے میں بے اِحتیاطی کرتا تھا۔ ایک دوسرے شخص کا قصہ ہے کہ جب اسکو تلقین کی گئی تو کہنے لگا کہ مجھ سے کہا نہیں جاتا، لوگوں نے پوچھا کیا بات ہے اُس نے کہا کہ ایک عورت مجھ سے تولیہ خریدنے آئی تھی مجھے وہ اچھی لگی میں اسکو دیکھتا رہا۔ اور بھی بہت سے واقعات اس نوع کے ہیں جن میں سے بعض تذکرہ[2] قرطبیہ میں بھی لکھے ہیں۔ بندہ کا کام ہے کہ گناہوں سے توبہ کرتا رہے اور اللہ تعالیٰ شانہٗ سے توفیق کی دُعا کرتا رہے۔

(۳۹) عَنْ اُمِّ هَانِیٍ رض قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَا يَسْبِقُهَا عَمَلٌ وَلَا تَتْرُكُ ذَنْبًا۔ رواہ ابن ماجۃ کذا فی منتخب کنز العمال قلت واخرجہ الحاکم فی حدیث طویل وصححہ ولفظ قَوْلُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَا يَتْرُكُ ذَنْبًا وَلَا يَشْبَهُهَا عَمَلٌ اھ و تعقب علیہ الذھبی بان زکریا ضعیف وسقط بین محمد وام ھانی وذکرہ فی الجامع بروایۃ ابن ماجۃ ورقم لہ بالضعف۔

(۳۹) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ سے نہ تو کوئی عمل بڑھ سکتا ہے اور نہ یہ کلمہ کسی گناہ کو چھوڑ سکتا ہے،

ف:- کسی عمل کا اس سے نہ بڑھ سکنا تو ظاہر ہے کہ کوئی بھی عمل ایسا نہیں ہے جو بغیر کلمہ طیبہ پڑھے کار آمد ہو سکتا ہو۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، غرض ہر عمل ایمان کا محتاج[3] ہے۔ اگر ایمان ہے تو وہ اعمال بھی مقبول ہو سکتے ہیں ورنہ نہیں اور کلمہ طیبہ جو خود ایمان لانا ہی ہے وہ کسی عمل کا بھی محتاج نہیں۔ اسی وجہ سے اگر کوئی شخص فقط ایمان رکھتا ہو اور ایمان کے علاوہ کوئی عمل صالح نہ ہو تو بھی وہ کسی نہ کسی وقت انشاء اللہ جنت میں ضرور جائے گا۔ اور جو شخص ایمان نہ رکھتا ہو خواہ

---

[1] عوامی زبان میں افیم ——— [2] اسکے مصنف ہیں شیخ شمس الدین محمد بن احمد بن فرح الانصاری الاندلسی المتوفی ۶۷۱ھ یہ ایک ضخیم کتب ہے جسمیں حشر ونشر، جنت دوزخ وغیرہ کے واقعات جمع کئے گئے ہیں۔ اسکا اصل نام ہے "التذکرہ باحوال الموتی وامور الآخرۃ"۔ [3] گو یہ کہنے سے مراد یہاں ایمان ہے،

marfat.com

وہ کتنے ہی پسندیدہ اعمال کرے نجات کیلئے کافی نہیں۔ دوسرا جزو[1] کسی گناہ کو نہ چھوڑنا ہے۔ اگر اس اعتبار سے دیکھا جائے کہ جو شخص آخری وقت میں مسلمان ہو اور کلمہ طیبہ کو پڑھنے کے بعد فوراً ہی مر جائے تو ظاہر ہے کہ اس ایمان لانے سے کفر کی حالت میں جتنے گناہ کئے تھے وہ سب بالاجماع جاتے رہے۔ اور اگر پہلے سے پڑھنا مراد ہو تو حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ یہ کلمہ دلوں کی صفائی اور صیقل ہونے کا ذریعہ ہے۔ جب اس پاک کلمہ کی کثرت ہوگی تو دل کی صفائی کی وجہ سے توبہ کئے بغیر چین ہی نہ پڑے گا، اور آخر کار گناہوں کی معافی کا ذریعہ بن جائے گا۔ ایک حدیث میں آیا ہے جس شخص کو سونے کے وقت اور جاگنے کے وقت لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا اہتمام ہو اسکو دنیا بھی آخرت پر مستعد کرے گی اور مصیبت سے اسکی حفاظت کرے گی۔

۴۰ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْاِیْمَانُ بِضْعٌ وَّسَبْعُوْنَ شُعْبَةً فَاَفْضَلُهَا قَوْلُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَدْنَاهَا اِمَاطَةُ الْاَذٰی عَنِ الطَّرِیْقِ وَالْحَیَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ رواہ الستة وغیرهم بالفاظ مختلفة واختلاف یسیر فی العداد وغیرہ وهذا[2] اٰخر ما اردت ایرادہ فی هذا الفصل رعایة لعداد الاربعین واللّٰہ الموفق لما یحب ویرضیٰ۔

۴۰ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ہیں (بعض روایات میں ستر آئی ہیں) ان میں سب سے زیادہ افضل لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا پڑھنا ہے اور سب سے کم درجہ راستہ سے کسی تکلیف دہ چیز (اینٹ کانٹے وغیرہ) کا ہٹا دینا ہے اور حیا بھی (ایک خصوصی) شعبہ ہے ایمان کا۔

ف:- حیا کو خصوصی اہتمام کی وجہ سے ذکر فرمایا کہ یہ بہت سے گناہوں زنا چوری، فحش گوئی، ننگا ہونا، گالی گلوچ وغیرہ سے بچنے کا سبب ہے۔ اسی طرح رسوائی کے خیال سے بہت سے نیک کام کرنا ضروری[3] ہو جاتے ہیں۔ بلکہ دنیا اور آخرت کی شرم سارے ہی نیک کاموں پر ابھارتی ہے۔ نماز، زکوٰۃ حج وغیرہ تو ظاہر ہیں۔ اسی طرح سے اور بھی تمام احکام بجالانے کا سبب ہے۔ اسی وجہ سے مثل مشہور ہے "تو بیحیا باش وہر چہ خواہی کن" تو بیغیرت ہو جا پھر جو چاہے کر۔ اس معنی میں صحیح حدیث بھی وارد ہے اِذَا لَمْ تَسْتَحِیْ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ جب تو حیا دار نہ رہے تو پھر جو چاہے

---

[1] یعنی اس حدیث کا دوسرا جملہ [2] شیخ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ چالیس کے عدد کو ملحوظ رکھتے ہوئے سلسلۂ احادیث کو یہیں پر ختم کرتا ہوں [3] یعنی آدمی اپنے طور پہ ضروری سمجھنے لگتا ہے۔

marfat.com

کر، کہ ساری فکر غیرت اور شرم ہی کی ہے۔ اگر حیا ہے تو یہ خیال بھی ضروری ہے کہ نماز نہ پڑھوں گا تو آخرت میں کیا مُنہ دکھلاؤں گا اور شرم نہیں ہے تو پھر یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ کوئی کہہ کر کیا کرلے گا۔

تنبیہ:- اس حدیث شریف میں ایمان کی ستّر سے زیادہ شاخیں ارشاد فرمائی ہیں اس بارے میں روایات مختلف وارد ہوئی ہیں اور متعدد روایات میں ستّر کا عدد آیا ہے۔ اسی لئے ترجمہ میں اس طرف اشارہ بھی کر دیا تھا۔ ان ستّر کی تفصیل میں علماء نے بہت سی مُستقل تصانیف فرمائی ہیں۔ امام ابُوحاتم بن حبانؒ فرماتے ہیں کہ میں اس حدیث کا مطلب ایک مدّت تک سوچتا رہا۔ جب عبادتوں کو گنتا تو وہ ستّر سے بہت زیادہ ہو جاتیں احادیث کو تلاش کرتا اور حدیث شریف میں جن چیزوں کو خاص طور سے ایمان کی شاخوں کے ذیل میں ذکر کیا ہے اُن کو شمار کرتا تو وہ اس عدد سے کم ہو جاتیں۔ میں قرآن پاک کی طرف متوجہ ہوا اور قرآن شریف میں جن چیزوں کو ایمان کے ذیل میں ذکر کیا اُن کو شمار کیا تو وہ بھی اس عدد سے کم تھیں تو میں نے قرآن شریف اور حدیث شریف دونوں کو جمع کیا اور دونوں میں جن چیزوں کو ایمان کا جزُو قرار دیا اُن کو شمار کر کے جو چیزیں دونوں میں مشترک تھیں ان کو ایک ایک عدد شمار کر کے میزان دیکھی تو دونوں کا مجموعہ مُکرّرات کو نکال کر اس عدد کے موافق ہو گیا تو میں سمجھا کہ حدیث شریف کا مفہوم یہی ہے۔ قاضی عِیاضؒ فرماتے ہیں کہ ایک جماعت نے ان شاخوں کی تفصیل بیان کرنے کا اہتمام کیا ہے اور اجتہاد سے ان تفصیلات کے مُراد ہونے کا حکم لگایا ہے۔ حالانکہ اس مقدار کی خصوصی تفصیل نہ معلوم ہونے سے ایمان میں کوئی نقص پیدا نہیں ہوتا جبکہ ایمان کے اصول و فروع سارے بالتفصیل معلوم و مُحقّق ہیں۔ خطّابیؒ فرماتے ہیں کہ اس تعداد کی تفصیل اللہ کے اور اسکے رسولؐ کے علم میں ہے اور شریعتِ مطہرہ میں موجود ہے تو اس تعداد کے ساتھ تفصیل کا معلوم نہ ہونا کچھ مضر نہیں۔

امام نوویؒ[1] فرماتے ہیں کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان شاخوں میں سب سے اعلیٰ توحید یعنی کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کو قرار دیا ہے جس سے معلوم ہو گیا کہ ایمان میں سب سے اوپر اس کا درجہ ہے۔ اس سے اوپر کوئی چیز ایمان کی شاخ نہیں ہے۔ جس سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ اصل توحید ہے، جو ہر مکلف پر ضروری ہے۔ اور سب سے نیچے دفع[2] کرنا ہے اس چیز کا جو کسی مسلمان کو نقصان پہنچانے کا احتمال رکھتی ہو۔ باقی سب شاخیں ان کے درمیان

[1] نووی۔ نَ وَ وِی۔ ان کے مختصر حالات اوپر آچکے ہیں [2] یعنی راستہ سے کسی تکلیف دہ چیز کا ہٹانا۔

marfat.com

میں بھی یہ اُن کی رعایت ضروری[1] ہے کہ جو چیز دوا کے طور پر استعمال کی جاتی ہے اُسمیں مقدار کی رعایت بھی اہم ہے۔

۹ عَنْ کَعْبِ بْنِ عُجْرَۃَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُعَقِّبَاتٌ لَا یَخِیْبُ قَائِلُھُنَّ اَوْ فَاعِلُھُنَّ دُبُرَ کُلِّ صَلٰوۃٍ مَّکْتُوْبَۃٍ ثَلٰثٌ وَّثَلٰثُوْنَ تَسْبِیْحَۃً وَّثَلٰثٌ وَّثَلٰثُوْنَ تَحْمِیْدَۃً وَّاَرْبَعٌ وَّثَلٰثُوْنَ تَکْبِیْرَۃً۔ رواہ مسلم کذا فی المشکوٰۃ وعزاہ السیوطی فی الجامع الی احمد ومسلم والترمذی والنسائی وقولہ بالضعف وفی الباب عن ابی الدرداء عند الطبرانی۔

۹ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ چند پیچھے آنیوالے (کلمات) ایسے ہیں جن کا کہنے والا نامراد نہیں ہوتا، وہ یہ ہیں کہ ہر فرض نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ ۳۳ مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ۳۴ مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔

ف :- ان کلمات کو پیچھے آنیوالے یا تو اس وجہ سے فرمایا کہ یہ نمازوں کے بعد پڑھے جاتے ہیں یا اسوجہ سے کہ گناہوں کے بعد پڑھنے سے اُنکو دھونے اور مٹا دینے والے ہیں یا اسوجہ سے کہ یہ کلمات ایک دوسرے کے بعد پڑھے جاتے ہیں۔ حضرت ابو درداء رض فرماتے ہیں کہ ہمیں نمازوں کے بعد سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ۳۳-۳۳ بار اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۳۴ مرتبہ پڑھنے کا حکم کیا گیا ہے۔

۱۰ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ رَفَعَہٗ اَمَا یَسْتَطِیْعُ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّعْمَلَ کُلَّ یَوْمٍ مِثْلَ اُحُدٍ عَمَلًا قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَمَنْ یَّسْتَطِیْعُ قَالَ کُلُّکُمْ یَسْتَطِیْعُ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَاذَا قَالَ سُبْحَانَ اللّٰہِ اَعْظَمُ مِنْ اُحُدٍ وَّلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَعْظَمُ مِنْ اُحُدٍ وَّالْحَمْدُ لِلّٰہِ اَعْظَمُ مِنْ اُحُدٍ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَعْظَمُ مِنْ اُحُدٍ للکبیر و

۱۰ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کیا تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے کہ روزانہ اُحد (جو مدینہ منورہ کے ایک پہاڑ کا نام ہے) کے برابر عمل کرلیا کرے؟ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ اسکی کون طاقت رکھتا ہے (کہ اتنے بڑے پہاڑ کی برابر عمل کرے)، حضورؐ نے ارشاد فرمایا ہر شخص طاقت رکھتا ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا اسکی کیا صورت

---

[1] یعنی تعداد کم ہو یا زیادہ لیکن حدیث میں وارد شدہ تعداد میں سے کوئی نہ کوئی ساعدد پورا کرنا ضروری ہے، اسلئے کہ ہر عدد کی الگ ایک مخصوص تاثیر ہے جسکا علماء شریعت نے بھی اپنے اپنے مواقع پر تفصیل سے ذکر کیا ہے اور عاملوں کے یہاں بھی اسکی بہت اہمیت ہے۔ اور علم الاعداد کی رو سے تو اس چیز کو مسلمہ حقیقت کی حیثیت حاصل ہے۔

marfat.com

والبزار كذا فى جمع الفوائد واليهما عزاه فى الحصن ومجمع الزوائد وقال رجالها رجال الصحيح۔

ہے ارشاد فرمایا کہ سُبحَانَ اللّٰہِ کا ثواب اُحد سے زیادہ ہے، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا اُحد سے زیادہ ہے، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کا اُحد سے زیادہ ہے، اَللّٰہُ اَکْبَرُ کا اُحد سے زیادہ ہے۔ ف :- یعنی ان کلموں میں سے ہر کلمہ ایسا ہے جس کا ثواب اُحد پہاڑ سے زیادہ ہے اور ایک پہاڑ کیا نہ معلوم کتنے ایسے پہاڑوں سے زیادہ ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ سُبحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سارے آسمانوں اور زمینوں کو ثواب سے بھر دیتے ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ سُبحَانَ اللّٰہِ کا ثواب آدھی ترازو ہے۔ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اسکو پُر کر دیتی ہے اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ آسمان زمین کے درمیان کو پُر کر دیتی ہے۔ ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ سُبحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ مجھے ہر اس چیز سے زیادہ محبوب ہے جس پر آفتاب نکلے۔ مُلّا علیؒ فرماتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ ساری ہی دنیا اللہ کے واسطے خرچ کر دوں تو اس سے بھی یہ زیادہ محبوب ہیں۔ کہتے ہیں کہ حضرت سُلیمانؑ علیہ السّلام ہوائی تخت پر تشریف لیجا رہے تھے پرندے آپ پر سایہ کئے ہوئے تھے اور جن وانس وغیرہ لشکر دو قطار، ایک عابد پر گذر ہوا جس نے حضرت سُلیمان علیہ السّلام کے اس وُسعتِ ملکی اور عموم سلطنت کی تعریف کی، آپؑ نے ارشاد فرمایا کہ مومن کے اعمالنامہ میں ایک تسبیح سلیمان بن داودؑ کے سارے ملک سے اچھی ہے کہ یہ مُلک فنا ہو جائے گا اور تسبیح باقی رہنے والی چیز[1] ہے۔

(۱۱) عَنْ اَبِیْ سَلَّامٍ مَوْلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ بَخٍ بَخٍ خَمْسٌ مَا اَثْقَلَھُنَّ فِی الْمِیْزَانِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَسُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ۔

الحدیث اخرجہ احمد فی مسندہ کذا ورجالہ ثقات کما فی مجمع الزوائد والحاکم وقال

(۱۱) ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ واہ واہ پانچ چیزیں (اعمال نامہ تلنے کی)، ترازو میں کتنی زیادہ وزنی ہیں :- لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ سُبْحَانَ اللّٰہِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور وہ بچہ جو مرجائے اور باپ (اسی طرح ماں بھی) اُس پر صبر کرے۔

ف :- یہ مضمون کئی صحابہ رضؓ سے

[1] حضرت سلیمانؑ کے فرمان کا مقصد یہ تھا کہ تجھے جو خدا نے اپنی یاد کی توفیق دی ہے تو اسے حقیر نہ سمجھ، ہاں اگر حضرت سلیمانؑ کے تقویٰ وعبادت پر رشک کرتا تو قابلِ قدر جذبہ تھا۔

marfat.com

صحیح الاسناد واقرہ علیہ الذہبی وذکرہ فی الجامع الصغیر بروایۃ البزار عن ثوبان وبروایۃ النسائی وابن حبان والحاکم عن ابی سلمیٰ وبروایۃ احمد عن ابی امامۃ ورقم لہ بالحسن۔ و ذکرہ فی مجمع الزوائد بروایۃ ثوبان وابی سلمیٰ راعی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وسفینۃ ومولی لرسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لہم وصحح بعض طرقہا۔

(۱۲) عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ نُوْحٌ لِابْنِهٖ اِنِّيْ مُوْصِيْكَ بِوَصِيَّةٍ وَقَاصِرُهَا لَكَيْ لَا تَنْسَاهَا اُوْصِيْكَ بِاثْنَيْنِ وَاَنْهَاكَ عَنِ اثْنَيْنِ اَمَّا الَّتِيْ اُوْصِيْكَ بِهِمَا فَيَسْتَبْشِرُ اللّٰهُ بِهِمَا وَصَالِحُ خَلْقِهٖ وَهُمَا يُكْثِرَانِ الْوُلُوْجَ عَلَى اللّٰهِ اُوْصِيْكَ بِلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَاِنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَوْ كَانَتَا حَلْقَةً تَصَمَّتْهُمَا وَلَوْ كَانَ فِيْ كِفَّةٍ وَزَنَتْهُمَا وَاُوْصِيْكَ بِسُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ فَاِنَّهُمَا صَلٰوةُ الْخَلْقِ وَبِهَا يُرْزَقُ الْخَلْقُ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا وَاَمَّا الْلَّتَانِ اَنْهَاكَ عَنْهُمَا

مُتَعَدِّدْ احادیث میں نقل کیا گیا ہے' بخ بخ بڑے سرور اور فرحت کا کلمہ ہے۔ جس چیز کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس خوشی اور مسرت سے ارشاد فرمارہے ہوں؟ عطا فرمارہے ہوں کیا محبت کا دعویٰ کرنے والوں کے ذمہ نہیں ہے کہ ان کلموں پر مرمٹیں کہ حضورؐ کی اس خوشی کی قدردانی اور اُسکا استقبال یہی ہے'

(۱۲) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے صاحبزادے سے فرمایا کہ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں اور اس خیال سے کہ بھول نہ جاؤ نہایت مختصر کہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ دو کام کرنے کی وصیت کرتا ہوں اور دو کاموں سے روکتا ہوں۔ جن دو کاموں کے کرنے کی وصیت کرتا ہوں وہ دونوں ایسے ہیں کہ اللہ جلالہٗ ان سے نہایت خوش ہوتے ہیں اور اللہ کی نیک مخلوق ان سے خوش ہوتی ہے ان دونوں کاموں کی اللہ کے یہاں رسائی (اور مقبولیت) بھی بہت زیادہ ہے۔ ان دو میں سے ایک لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے کہ اگر تمام آسمان ایک حلقہ[1] ہوجائیں تو بھی یہ پاک کلمہ انکو توڑ کر آسمان پر جائے بغیر نہ

[1] یعنی زمین مع اپنے لوہے تانبے پیتل وغیرہ کے اور آسمان دونوں کا ملا کر ایک مضبوط و مستحکم کڑا بنادیا جائے تو بھی اس کلمہ کی طاقت کے سامنے کچھ نہیں، یہ انکو توڑ ڈالنے کی طاقت رکھتا ہے۔

marfat.com